

فتاویٰ محمودیہ

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ

تبویب، تخریج اور تعلیق

زیر سرپرستی

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب زید مجدہم

زیر نگرانی

دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی

فتاویٰ محمودیہ

فتاویٰ

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ

تبویب، تخریج اور تعلیق

دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی

کل صفحات	۶۶۸
تعداد	گیارہ سو

ناشر

ادارہ الفاروق کراچی

جملہ حقوق بحق ادارہ الفاروق کراچی پاکستان، محفوظ ہیں

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ ادارہ الفاروق سے تحریری اجازت کے بغیر کہیں بھی شائع نہیں کیا جا سکتا۔ اگر اس قسم کا کوئی اقدام کیا گیا تو قانونی کارروائی کا حق محفوظ ہے۔

جميع حقوق الملكية الأدبية والفنية محفوظة

لإدارة الفاروق كراتشي باكستان

لا يسمح بإعادة نشر هذا الكتاب، أو أيّ جزء منه، أو نسخه، أو حفظه في برنامج حاسوبي، أو أيّ نظام آخر يستفاد منه إرجاع الكتاب، أو أيّ جزء منه.

All rights are reserved exclusively in favour of:

Idarah Al-Farooq Karachi-Pak.

No part of this publication may be translated, reproduced, distributed in any form by any means, or stored in a data base or retrieval system, without the prior written permission of the publisher.

فتاویٰ محمودیہ

Graphix & Composing: Irfan Anwar Mughal



سن طباعت بار اول.............۱۴۲۶ھ، مطابق ۲۰۰۵ء

سن طباعت بار دوم.............۱۴۲۹ھ، مطابق ۲۰۰۸ء

ملنے کا پتہ

ادارہ الفاروق کراچی

جامعہ فاروقیہ، پوسٹ بکس نمبر 11009 شاہ فیصل کالونی نمبر 4، کراچی، پوسٹ کوڈ نمبر 75230

فون: 4599167, 4571132، ای میل: info@farooqia.com

www.farooqia.com

مطبع.....القادر پرنٹنگ پریس

اجمالی فہرست

بسم الله الرحمن الرحيم

﴿وءاتوا النساء صدقٰتهن نحلةً فإن طبن لكم عن شيءٍ منه نفساً فكلوه هنيئاً مريئاً﴾.

(النساء: ٤)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست عنوانات

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر

بقية كتاب النكاح

باب المهر

(مہر کا بیان)

فصل فی الجھاز وأخذ المال بالنکاح

(جہیز اور نکاح پر رقم لینے کا بیان)

بابٌ فی العروس والولیمة

(بارات اور ولیمہ کا بیان)

کتاب الطلاق

باب وقوع الطلاق وعدم وقوعه

الفصل الأول فی وقوع الطلاق

(وقوعِ طلاق کا بیان)

الفصل الثانی فی عدم وقوع الطلاق

(عدمِ وقوعِ طلاق کا بیان)

الفصل الثالث فی طلاق السکران والمجنون

(نشہ اور جنون کی حالت میں طلاق کا بیان)

الفصل الرابع فی طلاق الغضبان

(غصہ میں طلاق دینے کا بیان)

الفصل الخامس فی طلاق الصبی

(نابالغ کی طلاق کا بیان)

الفصل السادس فی الطلاق بألفاظ مصحفة

(الفاظِ متغیرہ سے طلاق کا بیان)

باب الطلاق الصریح

(طلاقِ صریح کا بیان)

باب طلاق الثلاث

(تین طلاق کا بیان)

باب الطلاق بألفاظ الكناية

(الفاظِ کنایہ سے طلاق دینے کا بیان)

باب الطلاق بالکتابة

(تحریری طلاق کا بیان)

☆......☆......☆......☆......☆

بقية كتاب النكاح

باب المهر

(مہر کا بیان)

مہرِ شرعِ محمدی

سوال[۵۸۶۲]: شرع محمدی مہر (مثلاً ۸/ روپے) باندھے جاتے ہیں۔ یہ صحیح ہے یا غلط؟ اگر غلط ہو تو اس مقدار میں کتنے ٹھیک ہیں، اور اس کے علاوہ کیا کیا مقدار ٹھیک ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

شرع محمدی مہر سے مراد عام طور پر مہر فاطمی ہوتا ہے، اس کی مقدار بہشتی زیور: ۳/۲۴ کے حاشیہ پر ایک سو چھپن روپے آٹھ آنہ کے قریب لکھی ہے اور دوسری جگہ کچھ اَور مقدار لکھی ہے (۱)۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ بوقتِ نکاح اس مہر کی تعیین کرلی جاوے روپوں میں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۱/۳/۶۴ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۴/ ربیع الاول/ ۶۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔

شرع محمدی میں مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہیں، یعنی تقریباً تین ۳/ روپیہ (یعنی چاندی کے تین

---

(۱) بہشتی زیور میں مہر فاطمی جس کی مقدار منقول پانچ سو درہم ہے، اس کی مقدار موجودہ روپے سے (روپے کا وزن ساڑے گیارہ ماشے ہے) ایک سو چھتیس روپیہ پندرہ آنہ ساڑھے تین پائی چاندی ہوئی، تولہ کے حساب سے ایک سو اکتیس تولہ تین ماشہ لکھی ہے (بہشتی زیور، حصہ چہارم، مہر کا بیان، ص: ۲۸۲، ۲۸۳، دار الاشاعت کراچی)

بہشتی زیور میں تلاش کے باوجود آٹھ آنے کی مقدار نہیں ملی۔

روپیہ) اور اس سے زیادہ کی حد مقرر نہیں، جتنی تعداد چاہے مقرر کی جاسکتی ہے (۱)، مگر زیادہ مہر کی ممانعت آئی ہے، اس لئے اتنا مہر مقرر کیا جائے کہ جس کو شوہر سہولت سے ادا کر سکے (۲)۔ بعض جگہ شرع محمدی مہر سے مراد ۸/ ہوتے ہیں مگر یہ شرعی طور پر نہیں ہے، خود وہاں کا عرف ہے۔ فقط سعید احمد، مفتی مدرسہ، ۲۵/۳/۶۴ھ۔

مہر کی حکمت

سوال [۵۸۶۳]: مہر کی اصل حیثیت کیا ہے؟ اور یہ کیوں فرض قرار پایا ہے؟ اس کی فرضیت میں کیا حکمت ہے؟

۲...... مہر کی حد سے زیادتی یا حد سے زیادہ کمی سے سماج میں کیا خرابی پیدا ہوسکتی ہے؟

۳...... حالات وکیفیات کے لحاظ سے مہر کی تعیین میں تبدیلی مستحب ہوگی، یا حدِ مسنون ہی کو مستحب سمجھا جائے گا؟

۴...... نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں درہم کی قیمت چاندی کے بجائے اشیاء کی صورت میں ہوتی تھی، مثلاً بکری، اونٹ یا غلہ کتنے درہم میں کتنا حاصل ہوتا تھا؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱...... حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغۃ :۲/ ۱۱۸ میں اس پر کلام کیا ہے:

---

(۱) "عن جابر رضی الله تعالیٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "ولا مهر أقل من عشرة". (إعلاء السنن، بابٌ: لامهر أقل من عشرة: ۱۱/ ۸۱، إدارة القرآن كراچی)

(و كذا فی الفتاویٰ العالمكيرية، الباب السابع فی المهر، الفصل الأول: ۱/ ۳۰۲، رشيديه)

(و كذا فی الدر المختار، باب المهر: ۳/ ۱۰۱ سعيد)

(۲) "عن عمر بن الخطاب رضی الله تعالى عنه قال: ألا! لا تغالوا فی صدُقات النساء، فإنها لو كانت مكرمةً فی الدنيا وتقوىً عند الله، لكان أولاكم بها نبی الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم". (مشكوٰة المصابيح، باب الصداق، الفصل الثانی: ۲۷۷، قديمی)

(وسنن أبی داود، باب الصداق: ۱/ ۲۹۴، إمداديه ملتان)

(و كذا فی حجة الله البالغة، كتاب النكاح، باب عدم المغالاة فی الصداق: ۲/ ۳۴۳، قديمی)

"وکان فیه مصالح: منها أن النكاح لاتتم فائدته إلا بأن يوطن كل واحدٍ نفسه على المعاونة الدائمة، و يتحقق ذلك من جانب المرأة بزوال أمرها من يدها، ولا جائز أن يشرع زوال أمره أيضاً من يده، وإلا انسد باب الطلاق، وكان أسيراً في يدها كما أنها عانية بيده. وكان الأصل أن يكونوا قوّامين على النساء، اهـ.

ولا جائز أن يجعل أمرهما إلى القضاة، فإن مراجعة القضية إليهم فيها حرج، وهم لا يعرفون ما يعرف هو من خاصة أمره، فتعين أن يكون بين عينيه خسارة مال إن أراد فكّ النظر لئلا يجترىء على ذلك إلا عند حاجة لا يجد منها بدّاً، فكان هذا نوعاً من التوطين أيضاً، فلا يظهر الاهتمام بالنكاح إلا بمالٍ يكون عوض البضع، فإن الناس لما تشاحّوا بالأموال شحاً، لم يتشاحوا به في غيرها، كان الاهتمام لاتتم إلا ببذلها، وبالإتمام تقرّ أعين الأولياء حين يتملك هو، فلذة أكبادهم. وبه يتحقق التمييز بين النكاح والسفاح، وهو قوله تعالىٰ: ﴿أن تبتغوا بأموالكم محصنين غير مسافحين﴾"(۱)۔

ملک العلماء علامہ کاسانیؒ نے بھی بدائع الصنائع میں اس کی حکمت بیان فرمائی ہے(۲)۔

۲......اس پر بھی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

"(أقول) والسر فيما سن أن ينبغي أن يكون المهر مما يتشاح به و يكون مال ينبغي أن لايكون مما يتعذر أداء ه عادةً بحسب ما عليه قومه، وهذا القدر نصاب صالح حسب ما كان

---

(۱) (حجة الله البالغة، بابٌ: لانكاح إلا بصداق: ۳۴۲/۲، قديمي)

(۲) "لأن ملك النكاح لم يشرع لعينه، بل لمقاصد لاحصول لها إلّا بالدوام على النكاح والقرار عليه، ولا يدوم إلا بوجوب المهر بنفس العقد .... فلو لم يجب المهر لايبالي الزوج عن إزالة هذا الملك بأدنى خشونةٍ تحدث بينهما؛ لأنه لايشق عليه إزالته ما لم يخف لزوم المهر، فلا تحصل المقاصد المطلوبة من النكاح، الخ". (بدائع الصنائع، فصل في المهر: ۴۸۵/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، الفصل السادس: آثار الزواج، وأجمع المسلمون على شرعية الصداق في النكاح: ۶۷۶۰/۹، رشيديه)

عليه الناس في زمانه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و كذالك أكثر الناس بعده، اللهم إلا ناس أغنيائهم بمنزلة الملوك على الأسرة، وكان أهل الجاهلية يظلمون النساء في صدقاتهن بمطل أو نقص، فأنزل الله تعالىٰ: ﴿واٰتوا النساء صدقاتهن نحلة، فإن طبن لكم﴾ الاية". حجة الله البالغة: ۲/۱۱۸، ۱۱۹(۱)۔

۳......شریعت نے اس کی تحدید نہیں کی، جتنی مقدار ادا کرنا سہل ہو اور لڑکی کے حالات کے بھی مناسب ہو، تجویز کرلیا جائے (۲)۔

۴......وقت اور ضرورت کے لحاظ سے نرخ میں فرق ہوتا رہتا تھا۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک دینار دیا کہ قربانی کے لئے ایک بکری خرید لائیں، انہوں نے ایک بکری ایک دینار میں خرید لی، پھر اس کو دو دینار میں فروخت کر دیا اور ایک دینار میں پھر ایک بکری خریدی اور وہ مع ایک دینار نفع لا کر پیش کر دی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے برکت کی دعا کی اور بکری قربانی کرنے اور دینارِ نفع کو صدقہ کر دینے کا حکم فرمایا۔ یہ واقعہ مبسوط: ۱۲/۱۳، میں مذکور ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸۹/۱۱/۳۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) (حجة الله البالغة، عدم المغالاة في الصداق: ۲/۳۴۳، قديمي)

"عمر بن الخطاب رضي الله تعالىٰ عنه: ألا! لا تغالوا صدقة النساء .... ما علمت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم نكح شيئاً من نسائه ولا أنكح شيئاً من بناته على أكثر من ثنتي عشرة أوقية". هذا حديث حسن صحيح". (جامع الترمذي، باب ما جاء في مهور النساء: ۱/۲۱۱، سعيد)

(وسنن أبي داؤد، باب الصداق: ۱/۲۹۴، إمداديه ملتان)

(۲) "عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه: قال سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "ولا مهر أقل من عشرة". (إعلاء السنن، بابٌ: لامهر أقل من عشرة: ۱۱/۸۱، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيريه، الباب السابع في المهر، الباب الأول: ۱/۳۰۲، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، باب المهر: ۳/۱۰۱، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، فصل في أقل المهر: ۳/۴۸۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "والأصل فيه ما روى أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم دفع ديناراً إلى حكيم بن حزام رضي الله =

مہرِ فاطمی

سوال[۵۸۶۴]: مہر فاطمی کی مقدار صحیح کتنی ہے؟ فقط۔

الجواب حامداًومصلیاً:

تقریباً ۱۳۲ تولہ چاندی ہے، اوزانِ شرعیہ کی تحقیق کے لئے مستقلاً ایک رسالہ دیر سے شائع شدہ ہے "أرجح الأقاویل" اس میں تفصیل مذکور ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین۔

ایضاً

سوال[۵۸۶۵]: حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر جس کو مہر فاطمی کہتے ہیں کتنا تھا؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

۴۰۰/ مثقال تھا جو کہ ہمارے حساب سے ڈیڑھ سو تولہ چاندی ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= تعالیٰ عنه ليشتري له شاةً للأضحية، فاشترى شاةً، ثم باعها بدينارين، ثم اشترى شاةً بدينار، وجاء بالشاة والدينار إلى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فأخبره بذلك فقال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "بارك الله في صفقتك، أما الشاة فضحّ بها وأما الدينار فتصدق به، الخ". (المبسوط للسرخسي، باب الأضحية: ۱۲/۱۳، دار المعرفة بيروت لبنان)

(۱) (سيأتي تخريجه تحت عنوان: "مہر فاطمی کی مقدار"۔)

(۲) "ثم ذكر السيد جمال الدين المحدث في روضة الأحباب: أن صداق فاطمة رضي الله تعالىٰ عنها كان أربع مأة مثقال فضة. وكذا ذكره صاحب المواهب ولفظه: أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال لعلي: "إن الله عزوجل أمرني أن أزوجك فاطمة على أربع مأة مثقال فضة". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، باب الصداق، الفصل الثاني: ۶/۳۶۰، رشيديه)

(وكذا في شرح العلامة الزرقاني على المواهب اللدنية، باب ذكر تزويج عليّ بفاطمة رضي الله تعالىٰ عنها، كتاب المغازي: ۲/۳۶۴، مكتبه عباس أحمد الباز مكة المكرمة) ....=

مہر فاطمی کی مقدار

سوال[۵۸۲۶]: مہر فاطمی کی مقدار فی زمانہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے مہر ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی کے برابر تھے، کذا فی المشکوٰۃ(۱)۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر بھی اتنا ہی تھا۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے، پس پانچ سو درہم ہوئے، جس کی مقدار تقریباً ۱۳۲/ تولہ چاندی ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۷/۲/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۷/۲/ ۸۸ھ۔

= "قال: قال عمر بن الخطاب: "ألا! لا تغالوا صدقة النساء .... ما علمت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم نكح شيئاً من نسائه ولا أنكح شيئاً من بناته على أكثر من اثنتي عشرة أوقية". هذا حديث حسن صحيح". (جامع الترمذى، باب ماجاء فى مهور النساء: ۱/۱۱ ۲، سعيد)

(وسنن أبى داؤد، باب الصداق: ۱/۲۹۴، إمداديه ملتان)

"حضرت فاطمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سیرت کے مطابق دو روایتیں ہیں: ایک روایت ۴۰۰/ مثقال = ۹۴۴ء اکلو چاندی، دوسری روایت: ۴۸۰/ درہم = ۶۲۹۶ء اکلو چاندی۔ مقدارِ ثانی متعدد روایاتِ حدیث وسیرت سے ثابت ہے اور مقدارِ اول صرف سیرت سے ثابت ہے، لہذا مقدارِ ثانی راجح ہے"۔ (أحسن الفتاوى: ۵/۳۱، سعيد)

(وكذا فى فتاوىٰ حقانية، باب المهر: ۴/۳۵۶، دار العلوم حقانيه اكوڑه خٹک)

"مہر فاطمی جس کی مقدار منقول پانچ سو درہم ہے۔ کمافی عامۃ روایات الحدیث۔ اس کی مقدار موجودہ روپیہ سے ایک سو اکتیس ۱۳۱/ تولہ تین ماشہ ہوئی"۔ (وجواهر الفقه، باب: اوزان شرعیہ، چاندی سونے کا صحیح نصاب: ۱/۴۲۴، دار العلوم کراچی)

(۱) "عن عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه قال: ألا! لا تغالوا فى صدقة النساء..............ما علمت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم نكح شيئاً من نسائه ولا أنكح شيئاً من بناته على أكثر من اثنتى عشرة أوقيةً". (مشكوٰة المصابيح، باب الصداق، الفصل الثانى، ص: ۲۷۷، قديمى)

(وجامع الترمذى، باب ما جاء فى مهور النساء: ۱/۱ ۲۱، سعيد)

(وسنن أبى داود، باب الصداق: ۱/۲۹۴، إمداديه ملتان)

(۲) "مہر فاطمی جس کی مقدار منقول پانچ سو درھم ہے۔ كما فى عامة روايات الحديث۔ اس کی مقدار موجودہ روپے سے ایک=

مہرِ فاطمی کی مقدار

سوال[۵۸۶۷]: حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر واقعی کتنا تھا جب کہ ہم نے بعض کتابوں میں ساڑھے باون تولہ یا چار سواسی درہم پڑھا ہے اور کیا ۲۵/ روپے بھی مہر فاطمی ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

مہر فاطمی ۲۵/ روپے نہیں، بلکہ ۱۳۲/ تولہ کے قریب چاندی ہے(۱)، بعض حضرات کے حساب میں اس سے بھی کچھ زائد ۱۵۰/ تولہ تک ہے، جیسا کہ حواشی مشکوۃ شریف میں ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۱/۸۹ھ۔

= سوا کتیس تولہ تین ماشہ ہوئی''۔ (جواہر الفقہ، اوزانِ شرعیہ، چاندی سونے کا صحیح نصاب: ۱/۴۲۴، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(۱) "عن عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه، ما علمت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم نکح شیئاً من نسائه ولا أنکح شیئاً من بناته علی أکثر من اثنتی عشر أوقیةً. رواه أحمد والترمذی و أبو داؤد والنسائی وابن ماجة الخ".

"(من اثنتی عشرة أوقیة) وهی أربع مأة و ثمانون درهماً". (مرقاة المفاتیح شرح مشکوة المصابیح، باب الصداق، الفصل الثانی: ۶/۳۵۹، رشیدیه)

مہر فاطمی جس کی مقدار منقول پانچ سو درہم ہے-کما فی عامة روایات الحدیث-اس کی مقدار موجودہ روپیہ سے ایک سو اکتیس ۱۳۱، تولہ تین ماشہ ہوئی۔

(جواهر الفقه، باب: اوزان شرعیه، چاندی سونے کا صحیح نصاب: ۱/۴۲۴، دار العلوم کراچی)

(۲) "ان صداق فاطمة رضی الله تعالیٰ عنها کان أربع مأة مثقال فضة. وکذا ذکره صاحب المواهب و لفظه: أن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال لعلی: "إن الله عزوجل أمرنی أن أزوجک فاطمة علی أربع مأة مثقال فضة". (مرقاة المفاتیح شرح مشکوة المصابیح، باب الصداق، الفصل الثانی: ۶/۳۶۰، رشیدیه)

(وکذا فی شرح العلامة الزرقانی علی المواهب اللدنیة، باب ذکر تزویج علیّ بفاطمة رضی الله تعالیٰ عنهما، کتاب المغازی: ۲/۳۶۴، مکتبه عباس أحمد الباز مکة المکرمة)

مقدار اول راجح ہے۔(کما فی أحسن الفتاوی: ۵/۳۱، سعید)

مہر فاطمی ہمارے حساب سے

سوال[۵۸۶۸]: مسند احمد، ترمذی، ابوداؤد وغیرہم نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا زیادہ سے زیادہ مہر بارہ اوقیہ چاندی نقل کیا ہے۔ بارہ اوقیہ ہماری تول، تولہ اور بالخصوص گرام کے لحاظ سے کتنا ہوتا ہے؟ فقط۔

محمد عبداللہ دہلوی، ۱۴۸، حضرت نظام الدین، نئی دہلی۔

الجواب حامداً و مصلياً:

ایک سو بتیس تولہ کے قریب چاندی ہمارے حساب سے مہر فاطمی ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۹۱/۳/۱۳ھ۔

مہر شرعی اور مہر فاطمی

سوال[۵۸۶۹]: زید اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہے، وہ زمیندار بھی ہے۔ اس کی بیوی غریب گھر کی لڑکی ہے، لڑکی دوسرا نکاح کرنا نہیں چاہتی ہے اور مہر شرع محمدی یعنی ساڑھے بتیس روپیہ ہے۔ شرع محمدی مہر کی تعداد زیادہ سے زیادہ کتنی ہے، بتلایا جائے عین نوازش ہوگی۔

الجواب حامداً و مصلياً:

شرع محمدی مہر کی مقدار ساڑھے بتیس روپیہ اگر وہاں کا عرف ہے تو صحیح ہے، یعنی جب لوگ شرع محمدی مہر بولتے ہیں تو اس سے ساڑھے بتیس روپیہ ہی مراد لیتے ہیں، تو بس اتنی ہی تعداد لازم ہوگی اس سے زیادہ کے مطالبہ کا حق نہیں (۲)، اگر یہ عرف نہ ہو تو مہر فاطمی مراد ہوگا۔ شریعت نے زیادہ کی تعداد مقرر نہیں کی، یہ طرفین کی

---

(۱) "مہر فاطمی جس کی مقدار منقول پانچ سو درہم ہے، **كما في عامة روايات الحديث،** اس کی مقدار موجودہ روپیہ سے ایک سو اکتیس ۱۳۱/ تولہ تین ماشہ ہوئی"۔ (جواهر الفقه، باب: اوزان شرعیہ، چاندی سونے کا صحیح نصاب: ۱/۴۲۴، **دار العلوم کراچی**)

(۲) **"و تجب العشرة إن سماها أو دونها، و يجب الأكثر منها إن سمى الأكثر". (الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/۱۰۲، سعيد)**

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب النكاح، باب المهر: ۲/۵۳۸، دار الكتب العلمية بيروت)

رضامندی پر ہے، لیکن حیثیت سے زیادہ مہر مقرر نہیں کرنا چاہئے جس کو ادا نہ کرسکے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/ ۷/ ۱۳۸۵ھ۔

مہر فاطمی کی ترجیح مہر مثل پر

سوال[۵۸۷۰]: زید اپنی لڑکی کا نکاح ایک فارغ التحصیل لڑکے سے مہر فاطمی پر کرنا چاہتا ہے جب کہ یہاں پر مہر مثل کا دستور ۵/ ہزار، ۷/ ہزار کا ہے، جب کہ سب راضی بھی ہیں، لڑکی اور لڑکا بھی راضی ہے۔ تو مہر فاطمی پر نکاح درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب بالغہ لڑکی اور اس کے اولیاء رضامند ہیں تو مہر مثل کی پابندی لازم نہیں (۲)، خاص کر جب کہ لڑکا عالمِ دین بھی ہے تو مہر فاطمی کی سنت کا اِحیاء باعثِ اجر بھی ہے (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/ ۲/ ۹۷ھ۔

---

(۱) "قال عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه: "ألا! لا تغالوا صدقة النساء .... ما علمت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم نکح شیئاً من نسائه و لا أنکح شیئاً من بناته علی أکثر من ثنتی عشرة أوقیةً". هذا حدیث حسن صحیح". (جامع الترمذی، کتاب النکاح، باب ما جاء فی مهور النساء: ۱/ ۲۱۱، سعید)

(وسنن أبی داود، باب الصداق: ۱/ ۲۹۴، إمدادیه ملتان)

(و کذا فی حجة الله البالغة، کتاب النکاح، باب عدم المغالاة فی الصداق: ۲/ ۳۴۳. قدیمی)

(۲) "قالوا: إنه: أی مهر المثل الموجب الأصلی فی باب النکاح، و أماالمسمّی: فإنه قائم مقامه للتراضی به". (ردالمحتار، کتاب النکاح، باب المهر: ۳/ ۱۰۰، سعید)

(۳) "عن بلال بن الحارث المزنی رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من أحیٰ سنةً من سنتی قد أمیتت بعدی، فإن له من الأجر مثل أجورمَن عمل بها من غیر أن ینقص من أجورهم شیئاً".

"عن أبی سعید الخدری رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم "من أکل طیباً وعمل فی سنة وأمن الناس بوائقه، دخل الجنة". (مشکوة المصابیح، باب الاعتصام =

مہر کی ادنیٰ مقدار

سوال[۵۸۷۱]: کم از کم مہر کی مقدار کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مہر کی مقدار کم از کم دس درہم چاندی ہے جو موجودہ زمانہ میں ساڑھے تین تولہ چاندی یا اس کی قیمت کے برابر ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۲/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۲/۸۸ھ۔

مہر کی کم اور زیادہ مقدار

سوال[۵۸۷۲]: ہمارے یہاں یہ بات شریعت کے عین مطابق سمجھی جارہی ہے کہ لڑکی کا مہر ۱۱، ۲۵، ۱۲۵/ روپیہ باندھا جائے، زیادہ باندھنے والے کو شریعت کا مخالف سمجھا جاتا ہے۔ یہ بات درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم ہے(۲) جو کہ تین تولہ کے قریب چاندی ہے، جو چیز بھی اس قیمت کی

= بالكتاب والسنة، الفصل الثاني، ص: ۳۰، قديمي)

(۱) "عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: ولا مهر أقل من عشرة". (إعلاء السنن، بابٌ: لامهر أقل من عشرة: ۱۱/۸۱، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب السابع في المهر، الباب الأول: ۱/۳۰۲، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار، باب المهر: ۳/۱۰۱، سعيد)

(۲) "عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "ولا مهر أقل من عشرة". (إعلاء السنن، بابٌ: لا مهر أقل من عشرة: ۱۱/۸۱، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب السابع في المهر، الفصل الأول في أدنى مقدار المهر: ۱/۳۰۲، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/۱۰۱، سعيد)

ہو غلہ، کپڑا وغیرہ اس کو مہر میں مقرر کرنا درست ہے(۱)۔ مہر کی مقدار زیادہ بھی درست ہے، اس کے لئے کوئی حد متعین نہیں کی گئی ہے، لیکن فخر کے طور پر بہت زیادہ مہر مقرر کرنا ناپسندیدہ ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے منع فرمایا ہے(۲)۔

جو لوگ زیادہ مہر مقرر کر لیتے ہیں اور دل میں یہ ہوتا ہے کہ مہر دینا نہیں ہے، تو حدیث پاک میں ان کے متعلق بہت سخت الفاظ آئے ہیں(۳)، لہذا مہر نہ تو اتنا زیادہ ہو جس کے ادا کرنے کی وسعت ہی نہ ہو، کوشش کرتا کرتا آدمی تھک جائے اور مہر اس کے حق میں پیر کی زنجیر یا گلے کا طوق بن کر رہ جائے۔ نہ اتنا کم ہو کہ جب بھی کوئی بات خلافِ طبع ہوئی طلاق دیکر مہر ہاتھ پر رکھ دیا بلکہ اتنا ہونا چاہئے کہ اس کی ادائیگی کا شوہر پر دباؤ بھی پڑے، خاندانوں اور برادری کے اعتبار سے سب کا حال یکساں نہیں، مختلف برادریوں میں مہر مثل الگ الگ ہے، ہر ایک کے لئے اور ہر خاندان کے لئے ایک ہی مقدار کو مہر مثل تجویز نہیں کیا جا سکتا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "المهر إنما يصح بكل ما هو مال متقوم". (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب السابع في المهر، الفصل الأول: ۱/۳۰۲، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب النكاح، الفصل السابع عشر في المهر، نوع منه: ما يصلح مهراً الخ: ۳/۸۲، إدارة القرآن كراچي)

(۲) "قال عمر بن الخطاب رضي الله تعالىٰ عنه: ألا! لا تغالوا صدقة النساء ......ما علمت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم نكح شيئاً من نسائه و لا أنكح شيئاً من بناته على أكثر من ثنتي عشرة أوقيةً". هذا حديث حسن صحيح". (جامع الترمذي، كتاب النكاح، باب ما جاء في مهور النساء: ۱/۲۱۱، سعيد)

(وكذا في سنن أبي داؤد، باب الصداق: ۱/۲۹۴. إمداديه ملتان)

(وكذا في حجة الله البالغة، كتاب النكاح، باب عدم المغالاة في الصداق: ۲/۳۴۳، قديمي)

(۳) "أيما رجل تزوج امرأةً، فنوى أن لا يعطيها من صداقها، مات يوم يموت و هو زان". (فيض القدير، (رقم الحديث: ۲۹۵۲): ۵/۲۷۴۳. مكتبه نزار مصطفى الباز مكة المكرمة)

(ومسند أحمد بن حنبل،: ۵/۴۳۵، (رقم الحديث: ۱۸۴۵۳۷)، دارإحياء التراث العربي بيروت)

مقدارِمہر کومقرر کردینا

سوال[۵۸۷۳]: کیا کسی فرد یا جماعت کو مہر کی ایک حد مقرر کرنے کا حق حاصل ہے جب کہ اس قسم کی تحدید پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی اور صاحبِ اختیار خلیفہ نے اپنا حکم واپس لے لیا تھا، اور دوبارہ منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا تھا: "فمن شاء أن يعطي ما أحب".

الجواب حامداً و مصلياً:

حیثیت سے زیادہ مہر مقرر کرنا شرعاً پسندیدہ نہیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منع فرمایا ہے(۱) لیکن کسی فرد کو یا کسی جماعت کو یہ حق نہیں ہے کہ سب برادری کے لئے مہر کی کوئی خاص مقدار مقرر کردے کہ اس سے کمی زیادتی کی اجازت ہی نہ رہے اور ہر شخص خواہی نخواہی اسی مقدار پر مجبور ہوجائے، البتہ شریعت نے کم سے کم مقدار دس درہم مقرر کی ہے اس سے کم درست نہیں، زیادہ کی مقدار مقرر نہیں کی (۲)۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نکاح حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوا، چار ہزار درہم مہر مقرر رہا جو کہ نجاشی نے ادا کیا جیسا کہ کتب احادیث وسیر میں ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۱/۸۹ھ۔

---

(۱) "قال: قال عمر بن الخطاب رضي الله تعالىٰ عنه: ألا! لا تغالوا صدقة النساء .... ما علمت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم نكح شيئاً من نسائه ولا أنكح شيئاً من بناته على أكثر من ثنتي عشرة أوقيةً". هذا حديث حسن صحيح". (جامع الترمذي، باب ما جاء في مهور النساء: ۱/۲۱۱، سعيد)

(وسنن أبي داؤد، باب الصداق: ۱/۲۹۴، إمداديه ملتان)

(وكذا في تفسير الدر المنثور: ۲/۱۳۳، ناشر محمد أمين بيروت)

(۲) "عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه: قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "ولا مهر أقل من عشرة". (إعلاء السنن، بابٌ: لا مهر أقل من عشرة: ۱۱/۸۱، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب السابع في المهر، الفصل الأول: ۱/۳۰۲، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، باب المهر: ۳/۱۰۱، سعيد)

(۳) "وعن أم حبيبة رضي الله تعالىٰ عنها أنها كانت تحت عبد الله بن جحش فمات بأرض الحبشة، =

مہر کی مقدار اور شادی میں امداد کرنا

سوال[۵۸۷۴]: حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر کتنا تھا؟ کیا اتنا ہی رکھنا چاہئے، یا استطاعت کے مطابق رکھنا چاہئے؟ ایک متوسط آدمی کو کس طرح شادی کرنا چاہئے؟ شادی میں پلنگ سنوارا جاتا ہے اور اس میں رشتہ دار و دیگر کھانا کھانے والے برتن و دیگر اشیاء دیتے ہیں۔ کیا یہ درست ہے؟ یا پلنگ باہر نہ رکھا جائے جس کی مرضی ہو وہ آئے اور صاحبِ خانہ کو پوشیدہ طور پر عنایت کرے؟ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

مہر فاطمی ایک سو بتیس ۱۳۲/ تولہ کے قریب چاندی ہے، اس سے کم زیادہ بھی تجویز کرنا درست ہے۔ متوسط آدمی کو اتنا مہر رکھنا چاہئے جس کو وہ ادا کر سکے (۱) ادا کرنے میں اس پر کچھ بوجھ بھی ہو اور اگر طلاق کی نوبت آجائے تو بیوی اس سے کچھ روز گزارہ بھی کر سکے، اس شوہر کو خود بھی سوچنا پڑے کہ اتنا مہر بھی طلاق کے ساتھ دینا ہوگا۔ شادی کا بہتر طریقہ ''بہشتی زیور'' میں موجود ہے (۲) اس کو دیکھ لیا جائے، زیادہ تفصیل چاہئے تو

= فزوّجها النجاشي النبيَّ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وأمهر ها عنه أربعة آلاف". رواه أبو داؤد والنسائي". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، باب الصداق، الفصل الثالث: ۳۶۳/۶، رشيديه)

(وسنن أبي داؤد، باب الصداق: ۲۹۴/۱، إمداديه ملتان)

(وتاريخ الطبري، ذكر السبب الذى كان في خطبة رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عائشة وسودة رضى الله تعالىٰ عنهما: ۴۱۴/۲، ۴۱۵، بيروت لبنان)

(۱) "قال عمر بن الخطاب رضى الله تعالىٰ عنه: "ألا! لا تغالوا صدقة النساء ......ما علمت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم نكح شيئاً من نسائه و لا أنكح شيئاً من بناته على أكثر من اثنتى عشرة أوقيةً". هذا حديث حسن صحيح". (جامع الترمذى، كتاب النكاح، باب ما جاء فى مهور النساء: ۲۱۱/۱، سعيد)

(وسنن أبي داود، باب الصداق: ۲۹۴/۱، إمداديه ملتان)

''مہر فاطمی جس کی مقدار منقولہ پانچ سو درہم ہے- كما فى عامة روايات الحديث- اس کی مقدار موجودہ روپے سے ایک سو اکتیس تولہ تین ماشہ چاندی ہوئی''۔ (جواہر الفقہ، باب: اوزانِ شرعیہ، چاندی سونے کا صحیح نصاب: ۴۲۴/۱، دارالعلوم کراچی)

(۲) (بہشتی زیور، حصہ ششم، باب: شرع کے موافق شادی کا ایک نیا قصہ، ص: ۴۳۸، دارالاشاعت کراچی)

(تحفۃ الزوجین، تالیف شاہ رفیع الدین صاحب، ص: ۳۸، ۳۹، باب اول، مطبع احمدی دہلی)

''تحفۂ زوجین'' میں ہے۔شادی میں پلنگ سنوارنا اور رشتہ داروں سے وصول کرنا غلط طریقہ ہے،کوئی امداد کرنا چاہے تو اخلاص کے ساتھ مخفی طریقہ پر امداد کوے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ،دارالعلوم دیوبند،۲۹/۷/۱۴۰۶ھ۔

کیالڑکی اپنامہرخودمقررکرے؟

سوال[۵۸۷۵]: نکاح کے وقت لڑکی اپنا مہر خود مقرر کر کے بتلائے،کیا اس بارے میں قرآن یا حدیث شریف میں کوئی دلیل ہے؟اگر اس بارے میں کوئی حدیث ہوتو ضرور لکھیں۔یہاں پر اہل حدیث کہتے ہیں کہ لڑکی اپنا مہر خود مقرر کرے گی۔میری نظر سے ایسی کوئی حدیث نہیں گزری،اگر یہ خالص فقہ کا مسئلہ ہے تو جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

مہر کی کم از کم مقدار شریعت نے مقرر کردی ہے:"لا مهر أقل من عشرة دراهم". یہ روایت دارقطنی (۱) اور بیہقی (۲) میں ہے۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (شارحِ بخاری) نے اس کو''حسن'' لکھا ہے(۳)،مگر زیادہ کی کوئی حد مقرر نہیں کی،ہاں اتنا زیادہ مقرر کرنے سے منع کیا گیا ہے جس کی ادائیگی قابو سے باہر ہو(۴)۔پھر جو مقدار مہر کی کسی خاندان میں مہر مثل ہو کر رائج ہو،اس کے متعلق تو لڑکی سے خصوصیت سے

---

(۱) (سنن الدار قطني، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/۲۴۷، دار نشر الكتب الإسلامية)

(۲) (السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الصداق، باب ما يجوز أن يكون مهراً: ۷/۲۴۱، نشر السنة، ملتان)

(۳) "سمعت جابراً رضى الله تعالىٰ عنه يقول: قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: يقول: "ولا مهر أقل من عشرة". -من الحديث الطويل- قال الحافظ: إنه بهذا الإسناد حَسنٌ و لا أقل منه".

(فتح القدير، كتاب النكاح، باب الكفاءة: ۳/۲۹۲، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۴) "عن أبي العجفاء السلمي، قال عمر بن الخطاب: "ألا! لا تغالوا بصدق النساء، فإنها لو كانت مكرمةً في الدنيا وتقوى عندالله، كان أولكم بها النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ما أصدق رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم امرأةً من نسائه و لا أصدقت امرأة من بناته أكثر من اثنتي عشرة أوقيةً، صحيح". (سنن أبي داؤد، كتاب النكاح، باب الصداق: ۱/۲۹۴، إمداديه ملتان) .... =

معلوم کرنے کی ضرورت نہیں، وہ اس کو معلوم ہی ہے، اگر وہ اس پر رضامند نہ ہوتو انکار کر سکتی ہے، لیکن اگر ولی اس مہرِ مثل سے کم مقرر کرنا چاہے تو لڑکی سے استصواب واستیذان لازم ہے، کیوں کہ اس میں اس کی حق تلفی ہے(۱)۔ اگر لڑکی نابالغہ ہو اور اس کا مہر مہرِ مثل سے کم کر دیا جائے تو بلوغ پر اس کو تکمیلِ مہر کے مطالبہ کا حق ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۲۴/۵/۹۰ھ۔

قوم کی طرف سے مہر کی تعیین اور اس کے خلاف پر جرمانہ

سوال[۵۸۷۶]: قوم کے سربرآوردہ لوگوں نے یہ تجویز پاس کی ہے کہ آئندہ سب لوگوں کو اپنی اولاد کے نکاح ۲۵/ روپیہ سے زیادہ کی رقم پر نہ کرنا چاہئے، چنانچہ تمام قوم اس کی پابند ہے، مخالف پر جرمانہ وغیرہ کیا جاتا ہے۔ تو تعیینِ مہر کا ان لوگوں کو حق ہے یا نہیں، صحتِ نکاح میں کوئی خرابی ہے یا نہیں؟

محمد اسماعیل گنگوہی۔

الجواب حامداً و مصلياً:

مہر پچیس روپیہ یا اس سے زائد یا اس سے کم دس درہم تک مقرر کرنا جائز ہے اور بہر صورتِ نکاح صحیح ہوجاتا ہے۔ کم کی مقدار دس درہم شریعت کی جانب سے متعین ہے، زیادہ کی مقدار متعین نہیں، کسی اَور کو انتہائی مقدار لازمی طور پر متعین کرنے کا حق حاصل نہیں، نہ کسی کی تعیین سے متعین ہو سکتی ہے(۲)، البتہ زیادہ مہر مقرر

= (ومشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب الصداق: ۲/۲۷۷، قديمي)

(وكذا في حجة الله البالغة، كتاب النكاح، باب عدم المغالاة في الصداق: ۲/۳۴۳، قديمي)

(۱) "وصح حطها لكله أو بعضه عنه قَبل أولا، و يرتد بالرد، كمافي البحر". (الدرالمختار). "(قوله: وصح حطها) الحط: الإسقاط، كما في المغرب . و قيد بحطها؛ لأن حط أبيها غير صحيح لو صغيرةً، ولو كبيرةً توقف على إجازتها، و لا بد من رضاها". (ردالمحتار: ۳/۱۱۳، باب المهر، مطلب في حط المهر والإبراء منه، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۲۶۴، كتاب النكاح، باب المهر، رشيديه)

(۲) "عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "ولا مهر أقل =

کرنا کچھ فضیلت کی بات نہیں، خصوصاً جب کہ اس کی وسعت بھی نہ ہو:

"(عمر) قال فی الخطبة: ألا! لا تغالوا فی صدقة النساء، فإن ذلك لو كان مكرمةً فی الدنيا و تقوى عند الله، كان أولكم رسول الله، ما أصدق رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم امرأةً من نسائه و لا أصدقت امرأة من بناته أكثر من ثنتى عشرة أوقيةً". مجمع الفوائد (۱)۔

مہر فاطمی مقرر کرنا افضل ہے، ورنہ کم ازکم وسعت سے زیادہ مقرر نہ کیا جائے، کیونکہ اس میں بہت سے مفاسد ہیں۔ مال کا جرمانہ شرعاً جائز نہیں:

قال ابن نجيم بعد بحثٍ: "والحاصل أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال". بحر: ۵/ ۴۱(۲)۔

قوم کی اس تجویز سے نکاح میں کوئی خرابی نہیں آتی (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۲۵/ ۱۲/ ۵۲ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ ہذا، ۲۶/ ذی الحجہ/ ۵۲ھ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۶/ ذی الحجہ/ ۵۲ھ۔

= من عشرة". (إعلاء السنن، بابٌ: مهر أقل من عشرة: ۱۱/ ۸۱، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا فی الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب السابع فی المهر، الفصل الأول: ۱/ ۳۰۲، رشيديه)

(وكذا فی الدر المختار، باب المهر: ۳/ ۱۰۱، سعيد)

(۱) (جمع الفوائد، كتاب النكاح، الصداق والوليمة وإجابة الدعوة، (رقم الحديث: ۴۱۵۳) : ۲/ ۵۸، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا فی مرقاة المفاتيح، باب الصداق، الفصل الثانی: ۶/ ۳۵۹، رشيديه)

(وسنن أبی داؤد، باب الصداق: ۱/ ۲۹۴، إمداديه ملتان)

(۲) (البحر الرائق، كتاب الحدود، فصل فی التعزير: ۵/ ۶۸، رشيديه)

(وكذا فی الفتاوىٰ العالمكيرية، فصل فی التعزير: ۲/ ۱۶۷، رشيديه)

(وكذا فی ردالمحتار، كتاب الحدود، مطلب فی التعزير بأخذ المال: ۴/ ۶۱، سعيد)

(۳) "وينعقد متلبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر". (الدرالمختار، كتاب الحدود: ۳/ ۹، سعيد)

(وكذا فی البحر الرائق، كتاب النكاح: ۳/ ۱۴۴، رشيديه) .... =

مقدارِمہر میں زوجین کا اختلاف

سوال[۵۸۷۷]: ہندہ کا مہر ۵۰۰/ روپیہ کلدار کا ہے، زید نے مشہور کیا کہ میرا مہر ۳۲/ روپیہ کالدار کا ہے۔ ہندہ کے والد نے بذریعۂ نوٹس کے زید کو مطلع کیا، زید نے ایک فقیر آدمی کے سامنے اقرار کیا کہ میرا مہر ۵۰۰/ روپیہ کا بندھا تھا، آپ بیچ میں باہمی فیصلہ دوسو روپیہ پر کرادیں۔ وہ شخص ہندہ کے والد سے ملے، ہندہ کے والد نے اصلی واقعات سے آگاہ کیا، اس شخص کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور فرمایا کہ میں اب ایک لفظ بھی آگے نہیں کہہ سکتا۔

جب زید کا بس نہیں چلا تو بذریعۂ نوٹس کے مطلع کیا کہ میرا مہر ۳۲/ روپے کا ہے اور میں اپنے ہوش وحواس درست ہونے کی رو سے کہتا ہوں کہ میرا مہر اتنا ہی ہے اور تمہارا یہ کہنا کہ میرا مہر ۵۰۰/ روپیہ کا ہے سراسر غلط ہے، اگر کسی قسم کی عدالتی چارہ جوئی کی تو بیجا ہوگی۔ لہٰذا شریعت کی رو سے ایسے شخص کے بارے میں قرآن و حدیث سے ثابت کریں اور جو لوگ ایسے شخص کے ساتھ شامل ہو رہے ہیں ان کا کیا حشر ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر واقعۃً مہر ۵۰۰/ روپیہ کا ہے اور زید دروغ بیانی سے کام لیتا ہے تو یہ جھوٹ اور ظلم ہے اور جو لوگ اس بات کو جانتے ہوئے زید کا ساتھ دیں گے وہ بھی گناہ گار ہوں گے، قال اللہ تعالیٰ: ﴿تعاونوا علی البر والتقویٰ، ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾(۱)۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، یوپی۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۳/ محرم/ ۶۰ھ، صحیح: عبداللطیف، ۲۳/ محرم/ ۶۰ھ۔

= (وكذا في بدائع الصنائع، فصل في ركن النكاح: ۳/۷ ۳۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) (سورة المائدة: ۲)

"ودل قوله تعالىٰ: ﴿وتعاونوا على البر والتقوى﴾ على وجوب التعاون بين الناس على البر والتقوىٰ والانتهاء عما نهى الله عنه، وحرمة التعاون على المعاصي والذنوب ويؤكده حديث: "الدال على الخير كفاعله". (التفسير المنير، سورة المائدة: ۶/۷۴، دارالفكر بيروت)

﴿وتعاونوا على البر والتقوىٰ، ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ يأمر تعالىٰ عباده المؤمنين =

دو دینار سرخ مہر قرار دینا

سوال[۵۸۷۸] : ۱......مہر میں دو دینار سرخ سلطانی باندھنا کیسا ہے؟

اشرفی کا وزن

سوال[۵۸۷۹] : ۲......اشرفی کی قیمت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......مہر میں دینار سرخ وغیرہ باندھنا درست ہے، لیکن بہتر طریقہ یہ ہے کہ مروجہ سکہ باندھا جائے تا کہ عندالأ دانزاع نہ ہو(۱)۔

۲......دینار سرخ اور اشرفی کا وزن ساڑھے چار ماشہ ہوتا ہے، یہی وزن مثقال کا ہے۔ قیمت بازار سے دریافت کر لی جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۲/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۲/ ۸۸ھ۔

= بالمعاونة على فعل الخيرات وهو البر، وترك المنكرات وهو التقوىٰ. وينهاهم عن التناصر على الباطل والتعاون على المآثم .... عن عبد الله قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "الدال على الخير كفاعله" .... من دعا إلى هدى كان له من الأجر مثل أجور مَن اتبعه إلى يوم القيامة، لا ينقص ذلك من أجورهم شيئاً. ومن دعا إلى ضلالة كان عليه من الإثم مثل آثام من اتبعه إلى يوم القيامة، لا ينقص ذلك من آثامهم شيئاً". (تفسير ابن كثير، (سورة المائدة، پ: ٦): ٢/٦، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۱) " لأن الجهالة مفضية إلى المنازعة ....وإن كانت مختلفة المالية والرواج معا، فالبيع صحيح، ويصرف إلى الأرْوَج للوجه الذى تقدم من وجوب العمل بالعرف والعادة". (فتح القدير، كتاب البيوع: ٦/٢٦٣، ٢٦٤، مصطفى البابى الحلبى مصر)

(وكذا فى الدر المختار، مطلب: يعتبر الثمن فى مكان العقد و زمنه: ٥٣٦/٤، سعيد)

سکہ رائج الوقت اور دینار سرخ کی قیمت

سوال[۵۸۸۰]: زید نے بوقتِ نکاح اپنی بیوی ہندہ کے تختہ سیاہنامہ میں مہر مؤجل نوسو روپے سکہ رائج الوقت اور دس دینار شرعی اور دو دینار سرخ لکھوا کر ایجاب وقبول کیا، اب ہندہ اپنے شوہر زید سے مہر کا مطالبہ کر رہی ہے۔ براہِ کرام بتائیں کہ سکہ رائج الوقت کی کیا تعریف ہے؟ ایک دینار شرعی کی ہندوستانی سکہ کے لحاظ سے کیا قیمت ہوگی؟ اور ایک دینار سرخ کی ہندوستانی سکہ کے لحاظ سے کیا قیمت ہوگی؟ دینار شرعی اور دینار سرخ کی وضاحت فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس وقت نکاح ہوا تھا، اس وقت جو روپیہ رائج تھا، وہ نوسو روپیہ سکہ رائج الوقت سے مراد ہے۔ دینار شرعی سے ساڑھے چار ماشہ سونا مراد ہے(۱)۔ دینار سرخ اشرفی کو کہتے ہیں جس کا وزن دس ماشہ سونا تھا۔ جس وقت مہر ادا کرنا ہو اس وقت بازار میں سونے کے وزنِ مذکور کی قیمت دریافت کر لی جائے، کیونکہ یہ قیمت کم زیادہ ہوتی رہتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۲/۹۴ھ۔

سکہ رائج الوقت مہر میں چاندی کے روپے وصول کرنا

سوال[۵۸۸۱]: حافظ محمد عرفان کے نکاح کے وقت قاضی نے سکہ رائج الوقت کی قید کے ساتھ ساڑھے بتیس روپیہ مہر متعین کیا تھا۔ اب حافظ صاحب نے آٹھ سال کی مدتِ طویلہ اور خلوتِ صحیحہ کے بعد اپنی

---

(۱) "والمثقال هو الدينار عشرون قيراطاً، والدرهم أربعة عشر قيراطاً، والقيراط خمس شعيرات، كذا في التبيين". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الزكاة، الباب الثالث في زكاة الذهب والفضة والعروض، الفصل الأول: ۱/۱۷۹، رشيديه).

(وكذا في رد المحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال: ۲/۲۹۵، سعيد)

"مثقال بالكسر نامِ وزنے ست کہ چہار ونیم ماشہ باشد"۔(غياث اللغات، باب الميم مع الثاء، ص: ۴۵۲، سعيد)

(وكذا في فتاوى دار العلوم ديوبند، كتاب النكاح، مسائل مهر: ۸/۲۲۰، إمداديه ملتان)

بیوی کوطلاق دیدی ہے، طلاق کے بعد وہ عورت ایک سال تک اپنے والد کے گھر پر رہی ہے اس کے بعد پانچ ماہ کے لئے اپنے شوہر حافظ صاحب کے گھر آ گئی، ان پانچ ماہ میں بلا کسی تعلق کے انہوں نے نان ونفقہ برداشت کیا۔اب اس کے گھر والے اس مطالبہ پر بضد ہیں کہ ہم دوسال کا نان ونفقہ لیں گے اور اس کے ساتھ ساڑھے بتیس روپیہ چاندی کے لیں گے۔

اب سوال یہ ہے کہ ادائیگیٔ مہر کے لئے چاندی ہی کے روپئے دینا ضروری ہیں یا سکہ رائج الوقت سے ہی کام چل جائے گا؟

دوسری بات یہ ہے کہ حافظ صاحب مذکور کے ذمہ سے ان کی وہ ذمہ داری جو طلاق کے بعد ایامِ عدت میں ہونی چاہیئے تھی یعنی نان ونفقہ وغیرہ اس عورت کا پانچ ماہ مع نان ونفقہ کے رہنا شوہر کی ذمہ داری کو ختم کردے گا یا نہیں؟ جب کہ دوسال بعد عورت شوہر کے وہاں پہونچی، یا ان کے مطالبہ کے موافق دوسال کے نان ونفقہ کا شوہر ذمہ دار ہوگا، یا صرف تین ماہ دس دن کا ذمہ دار ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اب سے سات آٹھ سال قبل چاندی کا روپیہ رائج نہیں تھا، لہذا ساڑھے بتیس روپئے چاندی کے وصول کرنے کا حق نہیں (۱)۔ طلاق کے بعد نفقۂ عدت شوہر پر واجب ہوتا ہے (۲)، مطلقہ کی عدت تین

(۱) "ینصرف مطلقه إلی غالب نقد البلد، بلد العقد، مجمع الفتاوی؛ لأنه المتعارف، الخ". (الدر المختار، کتاب البیوع، مطلب یعتبر الثمن فی مکان العقد و زمنه: ۵۳۶/۴، سعید)

(و کذا فی فتح القدیر، کتاب البیوع: ۲۶۲/۶، مصطفی البابی الحلبی مصر)

(و کذا فی الهدایة، کتاب البیوع: ۲۶/۳، إمدادیه ملتان)

(۲) "المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة والسکنی، کان الطلاق رجعیاً أو بائناً أو ثلاثاً، حاملاً کانت المرأة أو لم تکن، کذا فی فتاوی قاضی خان". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الثالث فی نفقة المعتدة: ۵۵۷/۱، رشیدیه)

(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۴۹۵/۱، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی تبیین الحقائق، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۳۲۰/۳، دارالکتب العلمیة بیروت)

حیض ہے (۱) دو سال کا نفقہ طلب کرنا غلط اور ناحق ہے۔ عدت ختم ہونے کے بعد وہ اجنبیہ ہوگئی ہے، اب اس کے ساتھ رہنے کا حق نہیں رہا، اور کوئی نفقہ بھی واجب نہیں رہا، اب اگر خدانخواستہ وہ ان کے ساتھ بغیر پردہ کے رہتی ہے تو ناجائز اور گناہ ہے اس کو الگ کردیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۶/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۶/۹۰ھ۔

مغالاتِ مہر

سوال [۵۸۸۲]: رسالہ النور: ۱/ ۲۵-۵۳ھ، ملفوظ نمبر: ۲۹۴، میں حسبِ ذیل عبارت ہے:

''جواب میں فرمایا کہ احادیث میں جو مغالاتِ مہر کی ممانعت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ قوم کے خلاف ایک شخص قلیل مہر مقرر کرے، ورنہ فقہاء اس راز کو سمجھتے، دیکھئے فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر غیرِ اَب وجد کسی لڑکی کا نکاح

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (البقرة ۲۲۸)

"عدة الحرة المدخولة التي تحيض للطلاق أو الفسخ ثلاثة قروء: أي حيض، لقوله تعالى: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾". (مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب العدة: ۱/ ۴۶۴، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۳/۲۴۸، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "ثم إن وقعت الفرقة بطلاق بائن أو ثلث لابد من سترة بينهما، ثم لابأس؛ لأنه معترف بالحرمة إلا أن يكون فاسقاً يخاف عليها منه، فحينئذ تخرج؛ لأنه عذر، ولا تخرج عما انتقلت إليه، والأولى أن يخرج هو ويتركها، وإن جعلا بينهما امرأةً ثقةً تقدر على الحيلولة فحسن. وإن ضاق عليهما المنزل فلتخرج، والأولى خروجه". (الهداية، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الحداد: ۲/ ۴۲۹، شركت علميه ملتان)

"(قوله: لابد من سترة بينهما) يعني إذا لم يكن إلا بيت واحد كي لاتقع الخلوة بالأجنبية، وكذا هذا في الوفاة إذا كان من ورثته من ليس بمحرم لها، ثم لابأس بالمساكنة بعد اتخاذ الحجاب اكتفاءً بالحائل، وإنما اكتفى به ، لأنه يعتقد الحرمة فلا يقدم على المحرم، إلا أن يكون فاسقاً فحينئذ تخرج؛ لأنه عذر". (فتح القدير، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الحداد: ۴/ ۳۴۵، مصطفیٰ البابي الحلبي مصر)

مہرِ مثل سے کم پر کردے تو نکاح ہی منعقد نہ ہوگا، اس سے معلوم ہوا کہ اگر ساری قوم مغالات کرتی ہو تو اپنی اولاد کے لئے مہرِ مثل کی مراعاۃ واجب ہے، ممانعتِ مغالاتِ مہر کا مطلب یہ ہے کہ ساری قوم مہر میں مغالات کو رفع کرے''۔ انتہی ملفوظ۔

۱......پس احقر نے ہمشیرۂ خود کا عقد ۶۰۰/ روپیہ مہر پر کردیا، حالانکہ ہماری ذات میں ساڑھے باہ ہزار روپے کے قریب قریب مہر مقرر ہوتا ہے، پس مذکورہ بالا عبارتِ مسئلہ فقہاء کی رو سے نکاح منعقد نہیں ہوا، اَور جگہ پر بھی مہر معمولی و مہرِ مثل سے کم پر ہمارے یہاں مہر بندھا ہے، مگر وہ لڑکی کے والد نے خود باندھا ہے۔ پس کیا ایسی صورت میں نکاح ہمشیرہ اسی شخص سے مہرِ مثل پر کردینا چاہئے؟

۲......اگر وہ شخص ساڑھے بارہ ہزار مہر منظور نہ کرے اور عذر کرے تو کیا از روئے مقدمہ ہمشیرہ کو ان سے چھڑالینا چاہئے۔

۳......اگر ہمشیرہ ۶۰۰ روپے پر نکاح قائم رکھے یا کہے کہ بوقتِ نکاح مجھے یہ مہر منظور تھا تو کیا نکاح بحال رہے گا؟

منظور احمد مدرس رڑکی سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......مہر کے متعلق شریعت کی طرف سے تعیین ہے کہ کم از کم دس درہم ہونا چاہئے اس سے کم جائز نہیں (۱)، اس سے زائد عورت اور اولیاء کا حق ہے، عورت اگر بلا رضامندیٔ اولیاء مہرِ مثل سے کم پر نکاح کرے گی تو اولیاء کو قاضی کے ذریعہ سے فسخِ نکاح کا حق ہے (۲)۔ اگر عورت بالغہ و اولیاء مہرِ مثل سے کم پر رضامند ہوجاویں تو

(۱) "عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "و لا مهر أقل من عشرة". (إعلاء السنن، بابٌ: لا مهر أقل من عشرة: ۱۱/۸۱، إدارة القرآن کراچی)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الباب السابع فی المهر، الفصل الأول فی بیان أدنی مقدار المهر: ۱/۳۰۲، رشیدیه)

(وکذا فی رد المحتار: باب المهر: ۳/۱۰۱، سعید)

(۲) "وإذا تزوجت المرأة و نقصت عن مهر مثلها، فللأولیاء الاعتراض علیه عند أبی حنیفة رحمه اللہ تعالیٰ،=

صحیح ہے(۱)۔صورت مسئولہ میں اگر ہمشیرہ بوقتِ نکاح بالغہ تھیں، اور مہر مثل سے کم پر رضامند تھیں اور اولیاء میں سے بھی کسی کو کوئی اعتراض نہ تھا تو یہ نکاح صحیح ہے۔

۲...... جب سب کی رضامندی سے نکاح ہوا تو چھڑانے کی کیا ضرورت ہے(۲)۔

۳...... اگر بوقتِ نکاح بالغہ تھیں اور اولیاء کو بھی اعتراض نہیں تو نکاح بحال درست ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۳/۵۳ھ۔

الجواب صحیح:سعید احمد غفرلہ، صحیح:عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ جمادی الثانیہ/۵۳۔

مہر کی زیادتی

سوال[۵۸۸۳]: کیا اپنی حیثیت سے زیادہ مہر باندھنا یا بندھوانا جائز ہے، یہ کہہ کر کہ برادری میں رسم اتنے ہی حق مہر کی ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

نکاح تو ایسی حالت میں درست ہوجاتا ہے، لیکن زیادہ مہر مقرر کرنا اور اس میں غلو کرنا شرعاً پسندیدہ

= حتى يتم لها مهر مثلها أويفارقها، الخ". (الهداية، كتاب النكاح، فصل فى الكفاءة: ۲/ ۳۲۱، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا فى فتح القدير، فصل فى الكفاءة: ۳/ ۳۰۲، مصطفى البابى الحلبى مصر)

(وكذا فى البحر الرائق، فصل فى الكفاءة: ۳/ ۲۳۶، رشيديه)

(۱) "أن الكفاءة فى الأمور المذكورة من حق الولى بشرط أن يكون عصبةً ولو كان غير محرم .... ثم إذا سكت الولى عن الاعتراض حتى ولدت المرأة، فإن حقه يسقط فى الكفاءة، الخ". (كتاب الفقه على المذاهب الأربعة، مبحث الكفاءة فى الزواج: ۴/ ۵۲، دار الفكر بيروت)

(۲) "وإذا زوجها الولى بغير كفاءة برضاها، لزم النكاح، وإذا رضى الأولياء فقد أسقطوا حق أنفسهم بالاعتراض والفسخ". (الفقه الإسلامى وأدلته، الفصل الخامس: الكفاءة فى الزواج، ترتيب الحق بين الأولياء و وقت سقوط حق الاعتراض: ۹/ ۶۷۴۴، رشيديه)

نہیں، خصوصاً دنیا کے دکھلاوے کے لیے اور رسم کی پابندی کی وجہ سے ایسا کرنا شرعاً ممنوع ہے:

"عن عمر بن الخطاب رضي الله تعالىٰ عنه قال: ألا! لا تغالوا في صدقات النساء، فإنها لو كانت مكرمةً في الدنيا وتقوىٰ عندالله، لكا ن أولكم بها نبي الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم". الحديث. مشكوٰة شريف، ص: ۲۷۷(۱)۔ **فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔**

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔

ایضاً

سوال[۵۸۸۴]: مہر کے لئے شرعی قانون کیا ہے؟ کیوں کہ آج کل کثرت سے یہ ہورہا ہے کہ خاوند میں وسعت نہیں ہوتی مگر لڑکی کے ورثاء اصرار سے زیادہ ہی حقِ مہر مقرر کراتے ہیں اور بعضوں کا خیال یہ بھی ہوتا ہے کہ اگر مہر زیادہ از وسعت ہو پڑا ہو، لینا دینا تو کچھ بھی نہیں۔ ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مہر کی ادنیٰ مقدار شریعت نے دس درہم مقرر کی ہے (۲)، زیادہ کی تحدید کچھ نہیں، طرفین جس قدر چاہیں اور وسعت سمجھیں مقرر کر سکتے ہیں، حیثیت سے زیادہ مقرر کرنا نام آوری، شہرت کے لئے شرعاً پسندیدہ نہیں، نہایت مذموم اور بُرا ہے، احادیث میں اس کی ممانعت آئی ہے (۳)، اور جبکہ دینے اور معاف کرانے کی نیت نہ ہو تو بہت ہی بُرا ہے، بعض احادیث میں ایسے شخص کے لئے سخت کلمات فرمائے گئے ہیں۔ جس طرح کہ دوسرا کسی قسم کا قرض ذمہ میں رہتا ہے اور اس کی ادائیگی ضروری سمجھی جاتی ہے، اسی طرح دَین مہر بھی عورت کا

---

(۱) (مشكوٰة المصابيح: باب الصداق، الفصل الثاني، ص: ۲۷۷، قديمي)

(وسنن أبي داود، باب الصداق: ۱/۲۹۴، إمداديه ملتان)

(وكذا في حجة الله البالغة، كتاب النكاح، باب عدم مغالاة في الصداق: ۲/۳۴۳، قديمي)

(۲) "أقله عشرة دراهم". (الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/۱۰۱ سعيد)

(وكذا في إعلاء السنن، بابٌ: لا مهر أقل من عشرة: ۱۱/۸۱، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب السابع في المهر، الفصل الأول: ۱/۳۰۲، رشيديه)

(۳) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "مہر کی زیادتی"۔)

واجب الاداء قرض ہوتا ہے، اس کو ادا کرنا یا معاف کرانا ضروری ہے۔ اور جس شخص کی ادا کرنے کی نیت نہ ہو، باوجود وسعت کے ادا نہ کرے اور نہ معاف کرائے اور نہ عورت معاف کرے تو وہ قیامت میں ماخوذ ہوگا(۱) اور اگر ترکہ چھوڑا ہے تو اس سے وصول کیا جائے گا(۲)، نکاح بہرحال درست ہو جاتا ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۱/ ربیع الثانی/ ۵۹ھ۔

لڑکے پر زور ڈال کر اس کی حیثیت سے زیادہ مہر مقرر کرنا

سوال[۵۸۸۵]: ۱..... ایک شادی شدہ لڑکا جس کی عمر پینتیس سال ہے اور اس کا مہر پینتس روپے چار آنے ہے، کیوں کہ ان کی برادری میں اتنا ہی مہر باندھنے کا رواج ہے اور یہ لڑکا سرکاری ملازم ہے۔ ایک دوسرے شخص نے بہلا پھسلا کر چوری سے اپنی لڑکی سے ڈیڑھ ہزار روپیہ مہر پر نکاح پڑھا دیا اور بستی والوں کو معلوم

---

(۱) "أخرج الطبراني –بسندٍ رُواته ثقات– أنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "أيما رجل تزوج امرأةً على ما قل من المهر أو كثر، وليس في نفسه أن يؤدي إليها حقها، خدعها، فمات ولم يؤد إليها حقها، لقي الله يوم القيامة وهو زان. وأيما رجل استدان ديناً وهو لا يريد أن يؤدي إلى صاحبه حقه، خدعه، حتى أخذ ماله، لقي الله وهو سارق". (الزواجر عن اقتراف الكبائر، باب الصداق: ۲/۴۷، ۴۸، دار الفكر، بيروت)

(۲) "وموت أحدهما كحياتهما في الحكم أصلاً وقدراً لعدم سقوطه بموت أحدهما". (الدر المختار، باب المهر: ۳/۱۵۰، سعيد)

"تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة: الأول يبدأ بتكفينه ....ثم تقضى ديونه من جميع ما بقي من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقي بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته". (السراجي، ص: ۳، سعيد)

(۳) "إنما ينعقد متلبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر". (الدر المختار، كتاب النكاح: ۳/۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح: ۳/۱۴۴، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، فصل في ركن النكاح: ۳/۳۱۷، دار الكتب العلمية بيروت)

نہیں ہوا۔ یہ چوری سے نکاح اور ڈیڑھ ہزار روپے مہر جو کہ دباؤ ڈال کر باندھا گیا ہے درست ہے یا نہیں؟

۲......ایک غریب خاندان ہے جو کہ دادا پردادا ماں باپ سب کا مہر پینتیس روپے چار آنے ہے، لیکن لڑکے کا مہر زبردستی سے دباؤ ڈال کر ڈیڑھ ہزار روپے باندھا گیا جس کی نہ کوئی جگہ ہے، نہ زمین ہے، نہ کوئی حیثیت ہے۔ تو آیا دباؤ ڈال کر ڈیڑھ ہزار روپے مہر باندھنا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......ایجاب وقبول جب دو گواہوں کے سامنے شریعت کے مطابق ہو جائے تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے(۱) اور مہر کی اتنی مقدار بھی منظور کرنے سے مہر لازم ہو جاتا ہے(۲)، اگر چہ برادری میں کم مہر کا رواج ہے۔ پینتیس سالہ شادی شدہ سرکاری ملازم لڑکا ایسا نہیں ہوتا کہ جس کو نابالغ یا کم عمر لڑکا سمجھ کر بہلا پھسلا کر غلط کام کرا لیا جائے اور اس کو معذور قرار دیا جائے اس لئے نکاح درست ہو گیا(۳) اور مہر بھی پورا لازم ہوگا(۴)۔ اگر دو گواہ بھی نہ ہوں تو نکاح نہیں ہوا(۵)۔

---

(۱) "النكاح ينعقد متلبساً بإيجاب من أحدهما و قبول من الآخر بشرط حضور شاهدين حرين أو حر وحرتين مكلفين سامعين قولهما معاً. الخ". (الدر المختار، كتاب النكاح: ۳/۹-۲۲، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب النكاح: ۲/۳۰۵، ۳۰۶، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح: ۳/۱۴۴-۱۵۵، رشيديه)

(۲) "و تجب العشرة إن سماها أو دونها، ويجب الأكثر منها إن سمى الأكثر، و يتأكد عند وطء أو خلوة صحت أو موت أحدهما". (الدرالمختار). "(قوله: و يتأكد): أي الواجب من العشرة أو الأكثر، الخ)". (رد المحتار، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/۱۰۲، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب النكاح، باب المهر: ۲/۵۳۸، ۵۳۹، دار الكتب العلميه بيروت)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المهر: ۱/۳۴۶، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۳) (راجع رقم: ۱)

(۴) (راجع رقم: ۲)

(۵) "ومنها الشهادة، قال عامة العلماء: إنها شرط جواز النكاح، هكذا في البدائع". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الأول: ۱/۲۶۷، رشيديه) .... =

۲......اکراہ کر کے اگر اتنا مہر مقرر کیا گیا ہے یعنی اگر اس کو منظور نہ کرے تو ضرب، حبس وغیرہ کی سزا دی جائے تو نکاح جب بھی منعقد ہو گیا (۱)، لیکن اگر وطی سے پہلے طلاق دے دے گا تو شخصِ مذکورہ حقدار ہوگا کہ وہ نصفِ مہر اکراہ کرنے والوں سے وصول کرے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۲/۱۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۲/۱۹ھ۔

عورت کے غیر واقعی اوصاف بیان کر کے مہر زائد تجویز کر دیا گیا

سوال [۵۸۸۶]: کچھ لوگوں نے زید کی شادی ہندہ کے اوصاف بیان کر کے چار ہزار مہر پر کر دی، مگر ہندہ میں وہ اوصاف بالکل نہیں ہیں، چار ہزار مہر بھی لوگوں کے کہنے سننے سے قبول کیا تھا، حالانکہ زید کی

= (وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في الشهادة: ۳۸۹/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب النكاح: ۴۵۳/۲، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) "(ما يصح مع الإكراه): فقال: طلاق و إيلاء و ظهار و رجعة و نكاح، يشمل ما إذا أكره الزوج أو الزوجة على عقد النكاح، كما هو مقتضى إطلاقهم". (رد المحتار، كتاب الطلاق، مطلب في المسائل التي تصح مع الإكراه: ۲۳۶/۳، سعيد)

"(قوله: ليتحقق رضاهما): أي يصدر منهما ما من شأنه أن يدل على الرضا، إذ حقيقة الرضاء غير مشروط في النكاح لصحته مع الإكراه والهزل". (ردالمحتار، كتاب النكاح، مطلب: التزوج بإرسال كتاب: ۲۱/۳، سعيد)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "ثلث جدّهن جد، وهزلهن جدّ: النكاح، والطلاق، والرجعة". (مشكوة المصابيح، باب الخلع والطلاق، الفصل الثاني: ۲۸۴/۲، قديمي)

(۲) "و صح نكاحه و طلاقه و عتقه، و رجع بقيمة العبد و نصف المسمى إن لم يطأ". (الدرالمختار).

"وصح نكاحه، فلو أكره عليه بالزيادة، بطلت الزيادة، وأوجبها الطحاوي وقال: يرجع بها على المكره، بزازية، الخ". (رد المحتار، كتاب الإكراه، مطلب: بيع المكره فاسدا الخ: ۱۳۷/۶، سعيد)

(وكذا في البزازية، كتاب الإكراه: ۱۳۰/۶، رشيديه)

حیثیت چار ہزار کی نہیں ہے۔ تو کیا اب متعین ہوسکتا ہے؟ اگر مہر مثل کو حکم بنایا اور وہ زید کی حیثیت سے بڑھ کر ہے تو کیا حکم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جتنے مہر پر نکاح کو قبول کیا وہی لازم ہوگیا، چاہے اپنی رغبت سے قبول کیا ہو یا دوسروں کے کہنے سے، اور چاہے بیوی پسند آئے یا نہ آئے، اس صورت میں مہر مثل کو حکم نہیں بنایا جائے گا(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۸/۳/۸۸ھ۔

زیادہ مہر پر جبراً دستخط لینا

سوال[۵۸۸۷]: نکاح سے پہلے ایک دن صبح مسجد کے اراکین نے ایک غیر جانبدار مکان کے کمرہ میں بکر کو بلا کر ایک دستاویز پر دستخط کرنے کو کہا۔ اس دستاویز کو جب کمیٹی کے صدر نے پڑھا تو اس میں اس کا فیصلہ تحریر تھا کہ وہ کمیٹی چند قرائن کی بناء پر یہ فیصلہ کرتی ہے کہ بکر سکہ رائج الوقت ایک ہزار روپیہ مہر سے ہندہ کا نکاح کر کے ایام حمل ہی میں اپنے پاس رکھے۔ جب بکر نے دستاویز پر دستخط کرنے سے انکار کیا تو ان میں سے ایک نے کہا کہ انکار کا دوسرا انجام سنگباری سے ہلاکت ہے۔ کمیٹی کے صدر نے کہا کہ بکر کمیٹی کا فیصلہ نہیں مانے گا تو وہ تکلیف اٹھاوے گا اور ملازمت سے ہاتھ دھو بیٹھے گا، مگر بکر نے صاف انکار کر دیا دستخط کرنے سے، اور کہا کہ اس فیصلہ پر غور کرنے کا موقع دیا جانا چاہئے اور کمیٹی نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ بکر کو اسی وقت دستخط کرنا چاہئے۔

---

(۱) "فالمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلوة الصحيحة، وموت أحد الزوجين، سواء كان مسمى أو مهر المثل حتى لا يسقط شئى منه بعد ذلك إلا بالابراء من صاحب الحق". (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في بيان ما يتأكد به المهر: ۳/۵۲۰، دارالكتب العلمية، بيروت)

"وتجب العشرة إن سماها أو دونها، ويجب الأكثر منها إن سمى الأكثر، ويتأكد عند وطء أو خلوةٍ صحت من الزوج". (الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/۱۰۲، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المهر: ۱/۳۴۶، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/ ۲۵۱، رشيديه)

آخر بکر نے ظالموں سے چھٹکارا پانے کے لئے اتنا کہا ۵۰/ سے ۹۷/ روپے مہر سے نکاح کرے گا، مگر کمیٹی نے مہر کی کمی کے لئے تیسری درخواست لے کر فیصلہ کیا کہ ۸۶۷ روپے مہر سے نکاح کرے۔ بکر نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ مہر کا فیصلہ کرنے کا کمیٹی کو کوئی حق نہیں ہے، شریعت نے اس کا حق نکاح کرنے والے کو دیا ہے۔ کمیٹی کے صدر نے کہا کہ وہ شریعت وریت سنتے نہیں، پر ان کا فیصلہ ہے جسے وہ کبھی بدل نہیں سکیں گے۔ بکر نے مار پیٹ کے خوف سے دستاویز پر دستخط کر دیا، مگر بکر کوئی صاحبِ نصاب نہیں، اس کی ماہانہ تنخواہ صرف ایک سو چالیس روپے ہے، اس کے علاوہ اس کی کوئی اور ذریعہ آمدنی بھی نہیں اور اس کی کوئی جائیداد بھی نہیں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ ہندہ کی شادی کا مہر صرف چار سو روپے تھا۔ از روئے شرع تحریر فرمائیں کہ کیا مہر سے متعلق کسی کا یہ رویہ درست ہے؟ اسلام میں سب سے اچھا مہر کونسا ہے؟ کیا کمیٹی کو یہ حق پہونچ سکتا ہے کہ وہ کسی دوسرے کا مہر طے کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کمیٹی کا اس طرح مجبور کرنا ظلم ہے اس کو ہرگز اس کا حق نہیں ہے، کذا فی الدر المختار (۱)۔ پھر اپنی جانب سے مہر مقرر کر کے زائد رقم دستاویز میں لکھنا، اس پر دستخط لینا یہ بھی ظلم ہے (۲)۔ مہر کا تعلق عورت مرد کی رضامندی پر ہے، جب دونوں اپنی خوشی سے نکاح کریں تو جس قدر چاہیں مہر مقرر کر سکتے ہیں۔ مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے جو کہ تقریباً ڈھائی تولہ چاندی ہوتی ہے، اس سے کم معتبر نہیں (۳)، البتہ اگر کوئی عورت مہر

---

(۱) "والإنسان لا يجبر على تحمل الضرر". (ردالمحتار، كتاب الشركة، مطلب: الحق أن الدين يملك: ۳۰۱/۴، سعيد)

(۲) "وعن أبي حرة الرقاشي عن عمه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم:" ألا! لا تظلموا، ألا! لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه" (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني: ۲۵۵، قديمي)

(والسنن الكبرى للبيهقي: ۳۸۷/۴، (رقم الحديث: ۵۴۹۲۰)، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه: قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "و لا مهر أقل من عشرة". (إعلاء السنن، بابٌ: لا مهر أقل من عشرة: ۸۱/۱۱، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب السابع في المهر، الفصل الأول ۳۰۲/۱، رشيديه) =

مثل سے کم پر نکاح کرے تو اس کے ولی کو اتنا حق پہونچتا ہے کہ وہ مہر مثل کی تکمیل کرادے۔ کذا فی الدر المختار (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حیثیت کے اختلاف سے مہر میں اختلاف

سوال [۵۸۸۸]: اگر مہر بحیثیت مالی حالت کے مقرر کیا جائے تو میرا مہر کتنا مقرر کیا جائے گا جب کہ میرے کارخانے کی مجموعی آمدنی تقریباً ایک ہزار روپے مہینہ ہے جس میں میرا ایک بھائی دو بہنیں اور ماں بھی شریک ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شریعت نے اس کی تحدید نہیں کی جتنی مقدار آپ کو ادا کرنا سہل ہو اور لڑکی کے حالات کے بھی مناسب ہو تجویز کر لیا جائے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۸۹/۱۱/۳۰ھ۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیو بند ۸۹/۱۱/۳۰ھ۔

حیثیت سے زیادہ مہر ادا نہ ہو سکا تو کیا ہوگا؟

سوال [۵۸۸۹]: ا...... بعض لوگ فخریہ طور پر اپنے قومی رواج کے موافق اور بعض لڑکی کے طلاق کے اندیشہ سے لڑکی کا مہر شوہر کی حیثیت سے بہت زیادہ بندھواتے ہیں، حالانکہ شوہر کی حیثیت ۵۰/ روپیہ بھی ادا کرنے کی نہیں ہوتی اور اس کو پانچ صد یا پانچ ہزار کا زور دیا جاتا ہے اور شوہر کی طلب میں مطلوبہ مہر بندھوانے پر

= (وكذا في الدر المختار، باب المهر: ۱۰۱/۳، سعيد)

(۱) "وإذا تزوجت المرأة و نقصت عن مهر مثلها، فللأولياء الاعتراض عليها عند أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ حتى يتم لها مهر مثلها أو يفارقها، الخ". (الهداية، فصل في الكفاءة: ۳۲۱/۲، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في فتح القدير، فصل في الكفاءة: ۳۰۲/۳، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في البحر الرائق، فصل في الكفاءة: ۲۳۶/۳، رشيديه)

(۲) (راجع الحاشية المتقدمة آنفاً)

مجبور ہو جانا پڑتا ہے اور اس نا قابلِ برداشت بار کو ذمہ رکھ لیتا ہے۔

چونکہ یہ بار طاقت سے بالکل باہر ہو جاتا ہے، کسی بھی طرح اس کی ادائیگی ممکن نہیں ہوتی، لہٰذا بغیر ادا کئے بھی مر جاتا ہے اور اس دینِ مہر کو اپنے ذمہ ہی لے جاتا ہے۔ اگر عورت معاف نہ کرے تو شوہر کی سبکدوشی کی کوئی سبیل ہو سکتی ہے یا نہیں؟

۲...... مثلاً شوہر کے ذمہ پانچ صد کا مہر ہے، اس کا کل ترکہ مع خانگی سامان کے سویا ڈیڑھ سو روپیہ ہے، وارثوں میں لڑکے اور لڑکیاں بھی موجود ہیں تو متوفی کا ترکہ سب وارثوں کو ملے گا یا عورت کو مہر میں دیا جاوے گا؟ اور باقی ماندہ مہر کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً و مصلياً:

۱...... یہ تو ظاہر بات ہے کہ فخر کے طور پر زیادہ مہر مقرر کرنا شرعاً پسندیدہ نہیں، زیادہ مہر مقرر کرنے کی حدیث شریف میں مذمت آئی ہے (۱)۔ اگر کسی نے بمجبوری زیادہ مہر پر نکاح کیا (کم مہر پر نہیں ہوتا تھا) اور نیت بھی ادا کرنے کی تھی اور عمر بھر فکر میں رہا اور کوشش کرتا رہا لیکن ابھی ادا نہیں ہو سکا تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے توقع ہے کہ وہ اپنے خزانہ سے بیوی کو عطا کر دیں گے اور شوہر کی جان بچ جاوے گی (۲)۔

---

(۱) "عن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه قال: "ألا! لا تغالوا في صدقات النساء، فإنها لو كانت مكرمةً في الدنيا وتقوىٰ عند الله، لكان أولٰكم بها نبي الله صلى الله تعاليٰ عليه وسلم". (مشكوة المصابيح، باب الصداق، الفصل الثاني، ص: ۲۷۷، قديمي)

(وسنن أبي داود، باب الصداق: ۱/۲۹۴، إمداديه ملتان)

(وكذا في حجة الله البالغة، كتاب النكاح، باب عدم المغالاةفي الصداق: ۲/۳۴۳، قديمي)

(۲) "عن زيد بن أرقم رضي الله تعاليٰ عنه عن النبي صلى الله تعاليٰ عليه وسلم قال: "إذا وعد الرجل أخاه ومن نيته أن يفي له، فلم يف ولم يجئ للميعاد، فلا إثم عليه". رواه أبو داود والترمذي". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب الوعد، الفصل الثاني: ۸/۶۱۵)

(وكذا في الأشباه والنظائر، كتاب الحظر والإباحة: ۳/۲۳۶، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في فيض القدير، (رقم الحديث: ۸۹۴): ۲/۸۹۱، نزار مطفى الباز مكة المكرمة)

۲......دینِ مہر وغیرہ کی ادائیگی تقسیمِ ترکہ سے مقدم ہے(۱)، بقیہ مہر کا حل نمبر:۱ میں مذکور ہوا۔ فقط۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، یو، پی۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، یوپی۔

صحیح: عبد اللطیف غفرلہ، ۴/صفر/۶۳ھ۔

وکیل یا ولی کا مہر میں کمی کرنا

سوال[۵۸۹۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ مسمی زید کی لڑکی مسماۃ بانو ہندہ کا عقدِ نکاح مسمی عمرو کے لڑکے خالد کے ساتھ ہوا ہندہ سے بوقتِ اجازت وکیل نے مہر ۱۵۳/ روپیہ کی اطلاع دی تھی۔ مجلسِ عقد میں وکیل نے ایک غیر شخص سے نکاح پڑھنے کو کہا، عمرو کی طرف سے کہا گیا کہ مہر بجائے کے (......) روپیہ کردیئے جاویں۔ ہندہ کے باپ وکیل وشاہدین وجملہ متعلقینِ مجلس از جانب ہندہ نے کہا کہ مامہ ۱۵۲ روپیہ مہر کردیئے جاویں، کوئی عذر نہیں۔ بغیر اطلاع ہندہ نکاح میں کوئی خرابی ہوئی ہے یا نہیں؟

نقلِ عبارتِ کتب تحریر فرمایا جاوے، اس کے ساتھ ساتھ بہشتی زیور، حصہ چہارم، مسئلہ نمبر:۶، درمختار وشامی، پر بھی غور کرکے جواب عنایت فرمایا جاوے۔ اس وقت یہاں یہ واقعہ ہوا ہے جس سے بہت زیادہ فتنہ اٹھا ہوا ہے۔ زید چونکہ رضائی پارٹی کا ہے، اس لئے بہار وغیرہ سے فتوی لیا ہے، جس میں بہت غلطی معلوم ہوتی ہے۔ امید کہ جواب مفصل وتسلی بخش مع نقلِ عبارت وحوالہ جواب دے کر اطمینان فرمائیں گے۔

یاد علی خان، مدرسہ عربیہ عین العلوم، قصبہ ٹانڈہ، ضلع فیض آباد، ۲۳/ جمادی الثانیہ/۵۴ھ۔

---

(۱) "ثم تقدم ديونه التي لها مطالب من جهة العباد، ثم وصيته من ثلث ما بقي. الخ". (الدر المختار، كتاب الفرائض: ۶/۷۶۰، سعيد)

(وكذا في السراجي، ص: ۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، الفصل الأول: ۶/۴۵۳، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر مہر کا نکاح میں بالکل ذکر نہ کیا جاوے، یا صراحۃً مہر کی نفی کردی جائے تب بھی شرعاً نکاح درست ہوجاتا ہے اور مہرِ مثل واجب ہوتا ہے: "وكذا يجب مهر المثل فيما إذا لم يسم مهراً أو نفى". درمختار (۱)۔ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں نکاح صحیح ہوگیا، جس قدر مہر قرار پایا ہے اس میں سے کچھ کم کرنا بھی درست ہے، اگر عورت تمام معاف کردے تو یہ بھی جائز ہے، مگر صورتِ مسئولہ میں ہندہ بالغہ ہے اور دو روپیہ بغیر اس سے اجازت حاصل کئے باپ وکیل وغیرہ نے کم کردیئے ہیں تو یہ کمی ہندہ کی اجازت پر موقوف ہوگی، اگر ہندہ اس کمی پر رضامند ہے تو یہ کم کرنا معتبر سمجھا جائے گا ورنہ نہیں:

"وصح حطّها كله أو بعضه عنه". وقال الشامي: "وقيد بحطها؛ لأن حط أبيها غير صحيح لو صغيرةً، ولو كبيرةً توقف على إجازتها". شامی: ۵۲۲/۲ (۲)۔

نکاح میں اس سے کوئی خرابی نہیں آتی۔ بہشتی زیور، درمختار وشامی کا حوالہ دیکھا، اس میں یہ مسئلہ مذکور نہیں، وہ دوسرا مسئلہ ہے، اس پر کوئی اشکال ہو تو تحریر فرمائیں۔

سوال کے ابتدائی حصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کمی عقدِ نکاح سے پہلے کی گئی ہے، آگے چل کر سوال میں لکھا ہے کہ ایجاب وقبول کے بعد...... کی کمی کی گئی ہے اور یہ جواب اسی کا ہے اگر کمی پہلے کی گئی ہو نکاح بعد میں ہوا ہے تو یہ نکاح اس لڑکی کی اجازت پر موقوف ہے، وہ اجازت دے گی، تو نافذ ہوگا ورنہ نہیں:

"بالغةٌ وكّلت رجلاً بتزويجها من فلان بألف درهم، فزوّجها الوكيل بخمس مأة،

---

(۱) (الدر المختار، باب المهر: ۱۰۸/۳، سعيد)

(وكذا في الهداية، باب المهر: ۳۲۴/۲، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في البحر الرائق، باب المهر: ۲۵۶/۳، رشيديه)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، باب المهر، مطلب في حط المهر والإبراء منه: ۱۱۳/۳، سعيد)

(وكذا في الهداية، باب المهر: ۳۲۵/۲، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في البحر الرائق، باب المهر: ۲۶۳/۳، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، باب المهر: ۳۴۹/۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

فلما أخبرت بذلك، قالت: لا يعجبنى هذا لأجل نقصان المهر، فقيل لها: لا يكون لك إلا ما تريدين، فقالت: رضيت. قال الفقيه أبو جعفر: يجوز النكاح؛ لأن قولها: لا يعجبنى، ليس برد النكاح، وإذا رضيت بعد ذلك، فقد صادفت إجازتها عقداً موقوفاً، فصحت الإجازة". فتاوى قاضى خان: ۱/ ۳۹٤(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور، ۵۴/۲/۱۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور، ۳/ ۷/ ۵۷ھ۔

جتنے مہر پر لڑکی نے وکیل بنایا تھا اس کے خلاف کرنا

سوال [۵۸۹۱]: ایک لڑکی نے ایک شخص کو اس امر کا وکیل بنایا کہ میرا نکاح فلاں شخص سے مبلغ ۵۰۰/ پانچ سو روپیہ مہر کے بدلہ میں کردو، مگر لڑکے والوں کے مشورہ سے ایک ہزار روپیہ مقرر کیا گیا، جس کو لڑکی نے منظور کیا، نکاح ایک ہزار روپیہ مہر پر ہی ہوا۔ تو یہ نکاح صحیح ہوا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نکاح صحیح ہوگیا (۲)۔ اگر لڑکی ایک ہزار مہر کو ناپسند کرتی ہے، پانچ سو ہی پر اس کو اصرار ہے تو پانچ سو ساقط کردیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیو بند۔

---

(۱) (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة، فصل فی الوكالة: ۱/ ۳۴۵، رشیدیه)

"امرأة وكلت رجلاً بأن يزوجها بأربع مأة درهم، فزوجها الوكيل وأقامت، ثم قال الزوج: تزوجتها بدينار و صدقه الوكيل، إن أقر الزوج أن المرأة لم توكله بدينار، فالمرأة بالخيار، إن شاء ت أجازت النكاح بدينار، وإن شاء ت ردت". (خلاصة الفتاوى، كتاب النكاح، الفصل الحادى عشر فى الوكالة فى النكاح: ۲/ ۳۱، امجد اكيڈمى لاهور)

(۲) "ينعقد متلبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر". (الدر المختار، كتاب النكاح: ۳/ ۹، سعيد)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب النكاح: ۳/ ۱۴۴، رشيديه)

(وكذا فى بدائع الصنائع، فصل فى ركن النكاح: ۳/ ۳۱۷، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۳) "وصح حطها لكله وبعضه عنه". (الدر المختار، باب المهر، مطلب فى حط المراة والإبراء منه: =

نکاح کے بعد مہر میں کمی

سوال[۵۸۹۲]: کسی کا نکاح ہوا اور مبلغ پانچ ہزار روپیہ مہر مقرر کیا اور اس وقت اس نے قبول کرلیا اور بعد میں خیال ہوا کہ اس کی حیثیت تو پانچ سو روپے کی بھی نہیں تو اس حالت میں مہر کم کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر کم کر سکتے ہیں تو کس طرح، یا نکاح ہی نہیں ہوا، اس پر دوبارہ نکاح ہونا چاہئے یا نہیں؟ فقط۔

المستفتی: حاجی گلزار احمد سہارنپوری بمعرفت محمد مشرف علی سہارنپوری، ۱۶/ ربیع الاول/۱۳۵۲ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں اگر کوئی مانعِ شرعی موجود نہ ہو تو نکاح صحیح ہوگیا، اپنی حیثیت سے زیادہ مہر مقرر کرنے سے نکاح صحیح ہوجاتا ہے:"و تجب العشرة إن سماها أو دونها، ويجب الأكثر إن سمى الأكثر". قال الطحطاوی تحت قول الدر: "و يجب الأكثر بالغاً ما بلغ، فالتقدير بالعشرة لمنع النقصان"(۱)۔

مہر پورا واجب ہوگا اگر خلوت صحیحہ ہوچکی، یا خلوتِ صحیحہ سے پہلے زوجین میں سے کسی کا انتقال ہوگیا، جب تک ادا نہ کیا جائے یا بیوی معاف نہ کرے، ذمہ سے ساقط نہ ہوگا۔ کم کرنے کی صورت یہ ہے کہ بیوی سے کہے اور وہ اپنی خوشی سے چاہے تمام معاف کردے چاہے اس میں سے کچھ کم کردے:"و صح حطها لكله و بعضه عنه". درمختار(۲)۔

= ۱۱۳/۳، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، باب المهر: ۲۶۳/۳، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، باب المهر: ۳۴۹/۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) (حاشية الطحطاوى على الدر المختار، باب المهر: ۴۸/۲، ۴۹، دار المعرفة بيروت)

(وكذافي الدرالمختار، باب المهر: ۱۰۲/۳، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، باب المهر: ۳۴۶/۱، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، باب المهر، مطلب في حط المهر والإبراء منه: ۱۱۳/۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب المهر: ۲۶۳/۳، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، باب المهر: ۳۴۹/۱، دار احياء التراث العربي بيروت)

لیکن اتنا مہر مقرر کرنا جو حیثیت سے زائد ہو اور ادا نہ کر سکے بُری بات ہے، شرعی طریق کے موافق حسبِ حیثیت مہر مقرر کرنا چاہیئے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/۳/۵۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد، مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور، ۱۹/۳/۵۲ھ۔

صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

مہر کی قیمت وقتِ عقد کی معتبر ہوگی یا وقتِ ادا کی؟

سوال [۵۸۹۳]: عقد میں مہر نو اُوقیے زرِ سرخ خالص مقرر کیا گیا تھا، زرِ خالص یعنی طلاء کی قیمت کا اعتبار زمانۂ عقد کا ہوگا یا زمانۂ مابعد مطالبہ کی قیمت کا ہوگا؟ از روئے احکامِ شرع شریف بیان فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب زرِ خالص کی مخصوص مقدار کو مہر قرار دیا گیا ہے تو اس کا ادا کرنا واجب ہے، اگر سونا ادا نہ کیا جائے بلکہ اس کی قیمت دی جائے تو گویا اب اس زرِ خالص کو۔ جس کی زوجہ مستحق ہے۔ شوہر اس سے حکماً خرید کر قیمت دے رہا ہے تو اب جو قیمت ہوگی اس کے اعتبار سے معاملہ ہوگا، یہ دوسری بات ہے کہ بیوی کم قیمت لے لے، اس صورت میں گویا بیوی نے اتنی مقدار معاف کر دیا۔

زرِ خالص کے علاوہ اگر کسی اَور چیز کو مہر قرار دیا جاتا، مثلاً پچاس من گندم، تو گندم کا دینا واجب ہوتا، پھر جب گندم کے بجائے قیمت دی جاتی تو اس کی صورت بھی یہ ہوتی کہ گویا وہ پچاس من گندم مملوکہ زوجہ شوہر کے

---

(۱) "عن عمر بن الخطاب: "ألا! لا تغالوا صدقة النساء .... ما علمت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم نكح شيئاً من نسائه ولا أنكح شيئاً من بناته على أكثر من اثنتى عشرة أوقيةً". هذا حديث حسن صحيح". (جامع الترمذی، باب ما جاء فی مهور النساء: ۱/۲۱۱، سعید)

(وسنن أبی داود، باب الصداق: ۱/۲۹۱، إمدادیه ملتان)

(وكذا فی التفسير الدر المنثور: ۲/۱۳۳، ناشر محمد أمين بيروت)

(وكذا فی حجة الله البالغة، كتاب النكاح، باب عدم المغالاة فی الصداق: ۲/۳۴۳، قديمی)

پاس تھے، اورشوہر نے ان کو اب خریدا ہے اور قیمت دے رہا ہے، لہذا خریداری کے وقت کی قیمت معتبر ہوگی۔ دوسرے الفاظ میں اس کی تعبیر یہ ہے کہ بیوی دینِ مہر میں قبل الوقت تصرف کر رہی ہے یعنی شوہر کے ہاتھ فروخت کر کے اس کے روپیہ وغیرہ کی شکل میں حاصل کر رہی ہے:

”وجاز التصرف فی الثمن بهبة أو بيع أو غيرها لو عيناً: أی مشاراً إليه. ولو ديناً فالتصرف فيه تمليك ممن عليه الدين و لو بعوض قبل قبضه، سواء تعين بالتعيين كمكيل، أو لا كنقود، كذا الحكم فی كل دين قبل قبضه كمهر“. درمختار۔ ”(قوله: بعوض) كأن اشترىٰ البائع من المشتری شيئاً بالثمن الذی له عليه. (قوله: وكذا الحكم فی كل دين): أی يجوز التصرف فيه قبل قبضه كمهر“. درمختار۔ ”لكن بشرط أن يكون تمليكاً ممن عليه بعوض أو بدونه، كما علمت. (قوله: كمهر) وكذا القرض، اهـ“. رد المحتار (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین۔

نکاح کے بعد مہر کی قیمت میں تغیر ہو گیا

سوال[۵۸۹۴]: زید کا نکاح ہندہ سے بعوض مبلغ ایک ہزار روپیہ بسکہ رائج الوقت دینِ مہر ہوا ہے اور اس وقت روپیہ مختلف شکلوں میں رائج تھا، یعنی وکٹوریہ کا روپیہ، ایڈورڈ ہفتم کا روپیہ، جارج پنجم کا روپیہ، جارج ششم کا روپیہ اور کاغذی نوٹ۔ اب بیس پچیس سال بعد زید ہندہ کا دین مہر ادا کرنا چاہتا ہے تو اس کو ایک ہزار روپے ادا کرنا ہوگا یا ایک ہزار روپے کی چاندی کی قیمت جب کہ مختلف رائج روپوں میں چاندی کی مقدار مختلف ہے اور کاغذی نوٹ میں چاندی کا وجود نہیں؟ امید ہے کہ جواب سے سرفراز فرما کر مجھے دین مہر کی ادائیگی میں مدد فرمائیں گے۔

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، باب المرابحة والتولية، مطلب فی بيان الثمن والمبيع والدين: ۱۵۲/۵، سعيد)

(وكذا فی البحر الرائق، فصل فی بيان التصرف فی المبيع: ۱۹۷/۶، ۱۹۸، رشيديه)

(وكذا فی الهداية، باب المرابحة والتولية، فصل: ۷۸/۳، إمداديه ملتان)

الجواب حامداً ومصلياً:

وقتِ عقد جوسکہ مروج تھا اور وہاں کے ماحول میں جس کا لین دین زیادہ تھا وہی مراد ہوگا، اگر اس میں چاندی غالب تھی تو اتنی مقدار چاندی لازم ہوگی، اگر چاندی مغلوب تھی تو وقتِ عقد جو قیمت تھی وہ قیمت لازم ہوگی، اگر وہی روپیہ مل جائے جو بوقتِ عقد رواج تھا تو وہی دیدیا جائے بشرطیکہ اس میں چاندی غالب ہو:

"و مما يكثر وقوعه ما لو اشترىٰ بقطع رائجة فكسدت بضربٍ جديدة، يجب قيمتها يوم البيع .... و لا يدفع قيمتها من الفضة الجديدة؛ لأنها ما لم يغلب غشها فجيدها و رديئها سواء إجماعاً. وفى الذخيرة عن المنتقى: إذا غلَت الفلوس قبل القبض أو رخصت، قال أبو يوسف: قولي و قول أبي حنيفة رحمه الله فى ذلك سواء، و ليس له غيرها، ثم رجع أبويوسف رحمه الله تعالىٰ وقال: عليه قيمتها من الدراهم يوم دفع البيع و يوم دفع القبض"۔

"(قوله: يوم دفع البيع): أى فى صورة البيع، (وقوله: يوم دفع القبض): أى فى صورة القرض۔ وحاصل ما مر أنه على قول أبي يوسف المفتى به لا فرق بين الكساد والانقطاع والرخص والغلاء فى أنه تجب قيمتها يوم دفع البيع أو القرض لا مثلها........... استقرض منه دانق فلوس حال كونها عشرةً بدانقٍ، فصارت ستةً بدانقٍ، أو رخص وصار عشرون بدانقٍ، يأخذ منه عددما أعطى و لا يزيد و لا ينقص. قلت: هذا مبنى على قول الإمام و هو قول أبى يوسف أولاً، و قد علمت أن المفتىٰ به قوله ثانياً بوجوب قيمتها يوم القرض، وهو دانق: أى سدس درهم، سواء صار الآن ستة فلوس بدانق أو عشرين بدانق ينصرف مطلقه إلى غالب نقد البلد: أى بلد العقد؛ لأنه المتعارف. وإن اختلف النقود ماليةً، فسد العقد مع الاستواء فى رواجها، أما إذا اختلفت رواجاً مع اختلاف ماليتهما أو بدونه، فيصح و ينصرف إلى الأروج". درمختار و رد المحتار، كتاب البيوع مختصراً(۱)۔

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب البيوع، مطلب مهم فى أحكام النقود إذا كسدت أو انقطعت أو غلت أو رخصت: ۴/۵۳۳، ۵۳۴، سعيد)

(وكذا فى حاشية الطحطاوى على الدر المختار، كتاب البيوع: ۳/۱۵، فصل فى القرض: ۳/۱۰۴، ۱۰۵، دار المعرفة بيروت)

"وللشارح رسالةٌ: "بذل المجهود فی مسئلة تغیر النقود" و للمحشی أیضاً رسالةٌ: "تنبیه الرقود فی أحكام النقود" فیهما البسط كل البسط(١)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ٢٣/١٢/٨٩ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند ٢٣/١٢/٨٩ھ۔

اِبرائے مہر کے بعد پھر مطالبہ

سوال[٥٨٩٥]: بالفرض اگر بیوہ نے اپنے شوہر کے مرنے کے بعد اپنا دینِ مہر معاف کردیا ہو اور بصورتِ تنازعہ پھر مطالبہ کرتی ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ اس کا مطالبہ کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بیوہ نے مہر معاف کردیا تو وہ اب اس سے رجوع نہیں کرسکتی (٢)، مگر معافی کے ثبوت کے لئے خود بیوہ کا اقرار یا شہادتِ شرعیہ قضاءً لازم ہے (٣)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(١) (رسائل ابن عابدین، تنبیه الرقود علی مسائل النقود: ٢/٦٠، ٦١، ٦٢، سهیل اکیڈمی لاهور)

(٢) "الساقط لا یعود". (شرح الأشباه والنظائر، الفن الثالث: ما یقبل الإسقاط من الحقوق: ٣/٦٠، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا فی قواعد الفقه، (رقم القاعدة: ١٤٤)، ص: ٨٣، الصدف پبلیشرز، كراچی)

(وكذا فی الشرح المجلة (رقم القاعدة: ٥١): ١/٤٠، دار الكتب العلمیة بیروت)

(٣) "و ما سوی ذلک من الحقوق، یقبل فیها شهادة رجلین أو رجل وامرأتین، سواء كان الحق مالاً أو غیر مال، مثل النكاح والطلاق والعتاق والوكالة والوصیة". (الهدایة، كتاب الشهادة: ٣/١٥٣، ١٥٤، إمدادیه ملتان)

(وكذا فی البحر الرائق، كتاب الشهادات: ٧/١٠٤، رشیدیه)

(وكذا فی تبیین الحقائق، كتاب الشهادة: ٥/١٥١، دار الكتب العلمیة بیروت)

مہر معاف کرنے کے بعد پھر مطالبہ

سوال[۵۸۹۶] : **استفتاء**: بگرامیٔ خدمتِ حضرت مولانا مفتی صاحب ایں چند مسئله مندرجه ذیل را بروئے عنایت فرموده ارسال فرمایند خیلی مهربانی خواهد شد:

۱ ...... مثلاً زید زنے را بعوض مهر سه صد درهم در عقد آورده، یکصد وپنجاه درهم نقد ادا نموده، باقیمانده را زنِ مذکور بزید بخشید و ساقط نمود. بعد مرورِ هفت وهشت سال زنے دیگر بعقدِ نکاح آورد. آیا زنِ اول بخشیده وساقط گردانیده را باز از زید حقِ مطالبه میرسد یا نه؟

۲ ...... بصورتِ مسئوله اگر زوجۂ زید بعد از اسقاطِ مهرِ باقی مانده بکلامِ مفصول همان روز یا بعد چند روز بگوید که ازیں مبلغها را بخشیده ام بشرطیکه بامن احسان کنید، یازنِ دیگر نگیرید، ایں شرط موثر شده مفید شود یا شرط باطل شده غیر معتبر خواهد شد؟

۳...... بعد از اسقاط پدرِ زوجۂ اولیٰ مبلغ پنجاه درم از زید بطورِ قرضِ حسنه گرفت، بعد از تزوجِ زید بزوجۂ ثانیه زوجۂ اولی می گوید که ایں پنجاه را بمهرِ باقی مانده تقاضی نموده، بقیه می خواهم. آیا شرعاً ایں حق بزوجه می رسد یانه؟

۴...... نیز وقتیکه زید دو صد و پنجاه درهم نقد ادا نموده، زوجه بگوید: یک صد شما بجائے لباس محسوب اند، زید گوید که همگی نقود به ارادۂ مهر ادا کرده ام، یا دو صد بجائے مهر و پنجاه بجائے لباس. پس قولِ کدام اعتبار کرده شود؟ بینوا بالبرهان اجرکم الرحمن.

المستفتی: ملاعبدالواحد، ملاعبدالغنی گل محمد کراچی۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱ ...... زن چون بقیه مهر بزوج هبه کرد و زوج آں را قبول نمود، پس رجوع از هبه در صورتِ مذکوره روا نخواهد شد، زیرا که زوجیت مانع از رجوع است: "ومنها

(أی من العوارض المانعة من الرجوع) الزوجية سواء كان أحد الزوجين مسلماً أو كافراً، كذا فی الاختيار شرح المختار"۔ عالم گیری(۱)۔

۲...... اگر زوجه این شرط را بکلامِ خویش موصول کرد معتبر خواهد شد، واگر در همان روز گفته مگر بعد فصلِ کثیر گفته معتبر نه خواهد شد(۲).

۳...... اگر بلا شرط یا بشرطِ غیر معتبر ساقط کرده بود پس مجری نمودن زوجه آن پنجاه درهم را بمهرِ خویش روا نیست، زیرا که مهر ساقط شد، مگر بشرطِ معتبر (ای بشرط موصول نه بشرط مفصول) ساقط کرده بود، وزوج خلافِ آن شرط کرد، واکنون از ادائے سابقه انکار میکند، پس زوجه حق میدارد که بهر نهجیکه تواند از زوج وصول کند(۳).

---

(۱) (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب الخامس فی الرجوع فی الهبة الخ: ۳۸۶/۴، رشيديه)

(وكذا فی مجمع الأنهر، كتاب الهبة، باب الرجوع عنها: ۳۶۰/۲، ۳۶۲، دارإحياء التراث العربی بيروت)

(وكذا فی تبيين الحقائق، كتاب الهبة، باب الرجوع فی الهبة: ۶۸/۶، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "من حلف بطلاق أو عتاق وقال: إن شاء الله متصلاً به، لا حنث عليه، الخ". (الاختيار لتعليل المختار، كتاب الطلاق، الفصل الخامس، الجزء الثالث: ۱۵۷/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

"إذا قال لامرأته: أنت طالق إن شاء الله متصلاً به، لم يقع الطلاق، الخ". (الفتاویٰ العالمكيرية، الفصل الرابع فی الاستثناء: ۴۵۴/۱، رشيديه)

(۳) "امرأة تركت مهرها للزوج على أن يحج بها، فلم يحج بها، قال محمد بن مقاتل: إنها تعود بمهرها؛ لأن الرضا بالهبة كان بشرط العوض، فإذا انعدم العوض،انعدم الرضا، والهبة لا تصح بدون الرضا. والثانية: إذا قالت لزوجها: وهبت مهری منک علی أن لا تظلمنی، فقبل، صحت الهبة، فلو ظلمها بعد ذلک، فالهبة ماضية. وقال بعضهم، مهرها باق إن ظلمها، الخ". (ردالمحتار، كتاب الهبة، فصل فی مسائل متفرقة: ۷۱۰/۵،سعيد)

"ولو وهبت مهرها بشرطٍ، فإن وجد الشرط يجوز، وإن لم يوجد، يعود المهر كماكان، هكذا =

۴...... چون زوج وقتِ ادائے مهر تصریح کرده است که این رقم بمهر میدهم، پس قولِ زوج معتبر خواهد شد، و لیکن این همه علاوهٔ نفقه و لباس خواهد، پس اگر در نفقه لباس تقصیر کرده است زن را مطالبهٔ آن میرسد (۱). فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، ۵/۱۲/۵۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۷/ ذی الحجہ/۵۳ھ۔

مہر کی معافی پھر اس سے انکار

سوال[۵۸۹۷]: ۱...... (الف) عورت اگر بلا کسی تحریک کے اپنی خوشی سے مہر معاف کردے، پھر دو تین ماہ کے بعد ناخوش ہوکر پھر مہر کی معافی سے انکار کردے تو ایسی صورت میں شرعاً مہر معاف ہوگیا یا نہیں؟

(ب) اگر عورت نے کسی تنہائی کے موقع پر اپنی خوشی سے بلا کسی تحریک وتقاضا کے ان الفاظ کے ساتھ مہر معاف کردیا کہ "پہلی شب کو تو میں مہر سے محض ناواقف تھی، اس لئے ناسمجھی سے تمہارے کہنے پر میں نے اپنا مہر معاف کردیا تھا، لیکن اب دوبارہ سمجھ بوجھ کر اپنی خوشی سے بلا کہے میں اپنا مہر معاف کرتی ہوں"۔

وہ ایسی تنہائی میں الفاظ کہے کہ صرف اسی نے سنا ہو اور کسی نے نہ سنا ہو۔ کیا مہر شرعاً معاف ہوگیا یا نہیں؟ یعنی اس معافی سے مرد آخرت کے مواخذہ سے شرعاً حقیقۃً نجات پاچکا یا نہیں؟ لیکن اس صورت میں جب کہ عورت دو تین ماہ کے بعد پھر الٹ پھیر کرکے یہ کہے کہ میں تو اپنا مہر ہرگز نہ معاف کرونگی بلکہ آخرت میں لونگی۔

= في التاتارخانية". (الفتاویٰ العالمكيرية، الفصل العاشر في هبة المهر: ۱/۳۱۶، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الهبة، الفصل، مما يتصل بهذا: ۴/۳۹۶، امجد اکیڈمی لاهور)

(۱) "ثم قال: كان المدفوع كله من المهر وقالت: هدية، فالقول له؛ لأنه المملك إلا فيما يؤكل، به أفتى الإمام الحلواني، واختار الفقيه أبو الليث أنه إن كان متاعاً واجباً على الزوج والدرع لا يكون من المهر، وإن غير واجب عليه، فالقول له في المختار". (البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثاني عشر في المهر، النوع الرابع: ۴/۱۳۵، رشيديه)

(وكذا في الهداية، باب المهر: ۲/۳۳۷، مكتبه شركة علميه ملتان)

تو ایسی صورت میں شرعاً مہر معاف ہوا یا نہیں؟

(ج) اگر معافی کے وقت مرد نے یہ کہا ہو کہ ہم باوجود معافی کے تمہارا مہر تھوڑا تھوڑا ادا کرنے کی فکر میں ہیں، کیونکہ ہم عورت کا احسان نہیں چاہتے تو ایسے الفاظ سے معافی کو نقصان تو شرعاً نہیں پڑیگا کہ مہر معاف نہ ہوا ہو بلکہ اگر مرد یہ بھی کہدے کہ میں معافی نہیں چاہتا تم معاف نہ کرو تو کیا اس کہنے پر مہر معاف نہیں ہوا؟

۲......(الف) جو شخص اپنی عورت سے بظاہر بنا کی کوئی صورت نہ دیکھے اور صبر وضبط نہ کر سکے، بلکہ اکثر فکر والجھن غالب رہتی ہو تو ایسی صورت میں جب کہ مہر کثیر کے سب یکمشت ادا کرنے سے عاجز وقاصر ہو تو کیا مجبوری کی صورت میں تھوڑا تھوڑا ادا کرنا جائز ہوگا، جب کہ وہ طلاق دیدے؟

(ب) کیا یکمشت مہر ادا نہ کر سکنے کی صورت میں ایسا مرد شرعاً طلاق نہیں دے سکتا، یعنی ایسی صورت میں طلاق دینا شرعاً جائز نہ ہوگا؟ اگر مجبوری کی صورت میں مرد کو شرعاً طلاق دینا جائز ہے تو مہر کی ادائیگی کی شرعاً کیا صورت ہوگی؟ بہر حال مواخذۂ آخرت یا عذابِ آخرت سے نجات کی کیا صورت ہوگی؟ اور شرعاً ایسے مرد کے لئے کیا حکم ہوگا؟

(ج) اگر مرد سخت عاجز ہو کر طلاق دیدے اور بہ سببِ مجبوری کے ادا نہ کر سکے لیکن نیت ادائیگی کی رکھتا ہو تو ایسے مرد کے لئے شرعاً آخرت میں مواخذہ ہوگا یا نہیں؟ کیا وہ مستحقِ عذاب دوزخ کا ہوگا؟

(د) بہر حال ایسی صورت میں عورتوں کی شرارتوں فتنوں مکر وفریب سے نجات پانے کے لئے شرعاً کوئی صورت نکل سکتی ہے یا نہیں؟ محض آخرت کی گرفت مواخذہ کے خیال واندیشہ سے احتیاط کرنے کی بنا پر۔

۳......(الف) عورت اگر مرد کی مرضی کے خلاف کسی رشتہ دار کے یہاں چلی جائے اور جا کر پھر واپس بھی نہ آئے اور پانچ برس کے بچے کو بھی اپنے ہمراہ لے جائے، لیکن وہاں بچے کے لئے کسی طرح اگر آرام نہ ہو تو کیا مرد اس نیت سے بچے کے لئے خرچ نہ بھیجے کہ عورت کو خرچ بھیجنے کے سبب سے خوب آرام ملے گا تو اَور پاؤں پھیلائے گی، کیونکہ اس کو تو خوفِ آخرت ہے نہیں بجز نفس پرستی وخودغرضی وآرام ومزہ طلبی کے۔

لہٰذا جب یہاں سے بھی خرچ ونقد کی رسد جاری رہے گی تو ممکن ہے کہ وہ عمر بھر بھی نہ آوے اور سانس و

ڈکار بھی نہ لیوے۔ لہٰذا ایسی قسم کی مختلف مصلحتوں کی بنا پر مرد اگر اپنے بچے کے لئے عورت کے نام خرچ نہ پہنچے تو مرد کو شرعاً گناہ ہوگا یا نہیں، یا اس مصلحت کے بنا پر خرچ نہ دینا ہی شرعاً مناسب وجائز ہوگا؟ کیونکہ ظاہر ہے کہ اگر عورت کو آرام نہ ہوتا بلکہ تکلیف ہوتی تو ایسی شرارت ہی نہ کرتی بلکہ مجبور ہو کر فوراً واپس آتی۔

(ب) اگر بچے کو خرچ دینا بہر صورت واجب ہے تو بچے کے لئے کس معیار شرعی سے خرچ بھیجا جائے کہ نفس پرست عورت خوب مزے نہ اڑا سکے۔ اگر وہ اس صورت میں بھی مزے اڑائے گی، کیونکہ کھانا کپڑا تو خالہ کے ذمے ہے، کھانا کپڑا تو خالہ کے گھر سے ملتا ہی رہے گا، اب بچے کا خرچ کا محض ایک بہانہ ہوگا اور عورت مزے مزے کی چیزیں منگوا کر خوب مزے اڑائے گی جو کہ واپسی کے باب میں یہ خرچ بچہ کا سدِراہ ہوگا، خیر۔

(ج) کیا بچے کے لئے دو یا تین روپیہ ماہوار بھیج دیا کروں جب کہ میری تنخواہ دس روپیہ ماہوار ہے؟ لیکن بیماری اور ضعف جسمانی کی بنا پر آج کل خرچ زیادہ ہے ادہر گھر گر رہا ہے جس کی مرمت مدت سے نہیں ہوئی۔ ان امور کا لحاظ کر کے کیا دو روپیہ کافی نہ ہوگا؟ بہر حال جو شریعت کا حکم ومنشا ہے واضح کیا جائے۔

۴...... اگر عورت بر بنا مہر کی کثرت اور پابند شریعت دیکھ کر اُور پریشان کرتی ہے تاکہ مرد پر قابو حاصل ہو جاوے اور فتنہ کے خیال سے مرد دَب کر رہا کرے تو ایسی صورت میں کیا از روئے شریعت شرع میں اتنی گنجائش نکل سکتی ہے کہ مرد عورت کو الگ کر کے جان بچائے اور چھوڑ کر اس کے فتنہ وفساد سے ہمیشہ کے لئے نجات دینی دنیوی حاصل کرے؟ اگر گنجائش ہے تو مواخذہ سے بری ہونے کے لئے مہر کے باب میں جو صورتیں آسانی کی ہوں مفصل ان صورتوں سے آگاہی بخشی جائے تو عین بندہ نوازی اور غریب پروری ہوگی۔

نوٹ: سائل نے یہ غلط فہمی اور نادانی کی کہ مہر زیادہ بندھوا کر جیل خانے کا قیدی ہوگیا، لیکن سائل کا اعتقاد ہے کہ شریعتِ مطہرہ نے ہر الجھن کو سلجھایا ہے، ہر غلط فہمی کا علاج بتلایا ہے، بہر حال بڑے سے بڑے گناہ کے مرتکب کو بھی ارتکابِ جرم کے بعد کوئی نہ کوئی نجات آخرت کے لئے علاج بتلایا ہے۔ اس لئے میں بھی دوبارہ کوشش کر رہا ہوں کہ ہمارے علمائے کرام اپنی توجہ خاص سے غور وفکر کر کے عورت کے فتنہ سے نجات اور مہر کے مواخذہ سے رہائی آخرت کے لئے کوئی صورت نجات یا علاج کی ارقام فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اجر اعظم عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......(الف) دیانۃً تو معاف ہوگیا، لیکن قضاءً معاف ہونے کے لئے ثبوتِ شرعی ضروری ہے(۱)۔

(ب) اس کا جواب بھی یہی ہے۔

(ج) اس سے مہر معاف نہیں ہوسکتا(۲)۔

۲......(الف) عورت کو چاہئے کہ رقم مقرر کردے، اگر وہ مقرر نہ کرے بلکہ مقدمہ کرے تو پھر وہ حاکم سے مقرر کرالے۔

(ب) طلاق دینا جائز ہے(۳) مگر مطالبۂ مہر کا پورا کرنا بھی بہرحال حتی الوسع واجب ہے(۴)، اگر نہ

---

(۱) "وماسوی ذلک من الحقوق يُقبل فيها شهادة رجلين أو رجل وامرأتين، سواء كان الحق مالاً أو غير مال، مثل النكاح والطلاق والعتاق والوكالة والوصية". (الهداية، كتاب الشهادات: ۱۵۳/۳، ۱۵۴، امدايه ملتان)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الشهادات: ۱۰۴/۷، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الشهادات: ۱۵۱/۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "إن الابراء إسقاط، فيه معنى التمليك بدليل أنه يرتد بالرد". (بدائع الصنائع، فصل: شرائط الصحة، كتاب البيوع: ۲۱/۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في رد المحتار، مطلب في حط المهر والإبراء منه: ۱۱۳/۳، سعيد)

(۳) "إلا إذا خافا ألا يقيما حدود الله، فلا بأس أن يتفرقا". (الدرالمختار). "(قوله: إلا إذا خافا)؛ لأن التفريق حينئذ مندوب بقرينة قوله: فلا بأس، لكن سيأتي أول الطلاق أنه يستحب لو مؤذيةً، الخ".

(ردالمحتار، فصل في المحرمات، مطلب فيما لو زوج المولى أمته: ۵۰/۳، سعيد)

"وأما وصفه: فهو أنه (أى الطلاق) محظور نظراً إلى الأصل و مباح نظراً إلى الحاجة، الخ".

(الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الأول في تفسيره: ۳۴۸/۱، رشيديه)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الطلاق: ۴۱۲/۳، ۴۱۳، رشيديه)

(۴) "والمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلوة الصحيحة، وموت أحد الزوجين، سواء كان مسمى أو مهر المثل، حتى لا يسقط منه شيء بعد ذلك إلا بالإبراء من صاحب الحق". (الفتاوىٰ =

ادا کیا، نہ معافی ہوئی، نہ بقدرادائیگی ترکہ چھوڑا تو عورت کا مطالبہ برقرار رہا۔ پھر اگرادا کرنے کی پختہ نیت تھی مگر اسباب مہیا نہ ہوسکے تو امید ہے کہ اللہ پاک اپنے خزانہ سے عورت کو دیکر خوش کردیں گے۔ اگر پختہ نیت نہ تھی تو مواخذہ ہوگا، اگر ترکہ چھوڑا ہے تو اس سے پورا کیا جائے گا(۱)۔

(د) خوشامد کرے، نرمی سے معاف کرالے(۲)۔

۳......(الف) خرچ دینا تو واجب ہے مگر ایسی صورت میں بہتر یہ ہے کہ نقد روپیہ نہ دے بلکہ بچے کی ضروریات خود خرید کردے، یا کسی معتبر آدمی کو اپنا وکیل بنادے کہ وہ بچے کی ضروریات کھانا وکپڑا، جوتہ وغیرہ خرید کر ضرورت کے موافق دیدیا کرے(۳)۔

(ب) الف کے موافق عمل کیا جائے یعنی جوخرید کر کپڑا بنا کر کھانا ہی بہتر یہ ہے کہ بچے کی ضرورت

= العالمكيرية، الفصل الثاني فيما يتأكد به المهر: ۱/۳۰۳، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع ردالمحتار، باب المهر: ۳/۱۰۲، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، فصل في بيان ما يتأكد المهر: ۳/۵۲۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "وموت أحدهما كحياتهما في الحكم أصلاً وقدراً لعدم سقوطه بموت أحدهما". (الدرالمختار، باب المهر، مطلب: مسائل الاختلاف في المهر: ۳/۱۵۰، سعيد)

"تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة: الأول يبدأ بتكفينه .... ثم قضى ديونه من جميع ما بقى من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقى بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته". (السراجي، ص: ۳، سعيد)

(۲) "ولا بد في صحة حطها من الرضا، حتى لو كانت مكرهةً، لم يصح، هكذا في البحر الرائق". (الفتاویٰ العالمكيرية، الفصل السابع في الزيادة في المهر والحط عنه الخ: ۱/۳۱۳، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، باب المهر: ۳/۲۶۴، رشيديه)

(۳) "وتجب لطفله الفقير". (الدرالمختار). "(قوله: بأنواعها) من الطعام والكسوة والسكنى .... (قوله: لطفله) هوالولد حين يسقط من بطن أمه إلى أن يحتلم". (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب: الصغير المكتسب نفقته في كسبه لا على أبيه: ۳/۶۱۲، سعيد)

(وكذافي الفتاویٰ العالمكيرية، باب النفقة، الفصل الرابع في نفقة الأولاد: ۱/۵۶۰، رشيديه)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب النفقة: ۴/۳۴۰، رشيديه)

کے مطابق کر دیا جائے اور نقد روپیہ نہ دیا جائے تا کہ عورت مزے کی چیزیں منگا کر نہ کھائے۔

(ج) اس کا مدار ضرورت پر ہے جو کہ حیثیت کے مطابق مختلف ہوتی رہتی ہے میں کچھ تعین نہیں کر سکتا(۱)۔

۴......جب نباہ دشوار ہو جائے اور مرد تحمل نہ کر سکے، نفس پر قابو بھی نہ رکھتا ہو تو طلاق دینے میں مضائقہ نہیں اگر چہ طلاق دینا واجب بھی نہیں ہے۔ اور مہر کے لئے نمبر: ۲ (د) پر طلاق سے پہلے عمل کر لیا جائے، بغیر اس کے طلاق دینا خطرۂ دنیا و آخرت سے خالی نہیں، اور معافی پر کم از کم دو آدمی معتبر گواہ بنا دیا جائے۔ جواب نمبر ۲ (الف، ب، د) میں رہائی کی صورتیں آ چکیں ہیں۔ جواب نمبر: ۴ کے مطابق عمل کر لیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۲۱/۴/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، 　صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۲۰/۴/۵۹ھ۔

مہر معاف کر کے پھر انکار کرنا

سوال[۵۸۹۸]: بیوی نے اپنا مہر معاف کر دیا تھا مگر کوئی دلیل شاہد وغیرہ نہیں تھے، اب بیوی کے مطلقہ ہونے پر بیوی نے عدالت میں مہر کا دعویٰ دائر کر دیا ہے۔ تو یہ بیوی کے لئے کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بیوی نے خوشی سے معاف کر دیا تو مہر عند اللہ معاف ہو گیا، اب اس کو معافی سے انکار کرنا جائز نہیں ہے(۲)۔ اگر وہ انکار کر کے وصول کرے گی تو یہ ظلم ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۷/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۷/۱/۸۸ھ۔

---

(۱) "فتجب على الأب كفايتها بدفع القدر". (رد المحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب: الصغير المكتسب نفقته في كسبه لاعلى أبيه: ۳/۶۱۲، سعيد)

"وبعد الفطام يفرض القاضي نفقة الصغار على قدر طاقة الأب و تدفع إلى الأم حتى تنفق على الأولاد ". (الفتاوىٰ العالمكيرية، باب النفقة، الفصل الرابع في نفقة الأولاد: ۱/۵۶۱، رشيديه)

(۲) "وصح حطها لكله أو بعضه عنه قَبِل أولا" (الدر المختار) . "قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله : وصح حطها) الحط: الإسقاط كما في المغرب، وقيد بحطها؛ لأن حط أبيها غير =

بیوی نے مہر معاف کردیا، بیٹے کو مطالبہ کا حق نہیں

سوال[۵۸۹۹]: ہندہ نے اپنی حیات میں اپنا مہر اپنے شوہر زید کے حق میں معاف کردیا تھا جس کو چالیس سال کا عرصہ ہوتا ہے، اب ہندہ کا لڑکا بکر -جس کی عمر اس وقت ۵۷/سال ہے- اپنی ماں کے مہر کا طالب ہے۔ کیا بکر کا یہ مطالبہ صحیح ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر ہندہ نے اپنی حیات وصحت میں (مرض الموت سے پہلے) مہر معاف کردیا تھا تو شوہر کے ذمہ سے ساقط ہوگیا تھا، اب لڑکے بکر کو اپنے والد سے مطالبہ کا حق نہیں:

"وصح حطها لكله أو بعضه، اهـ". درمختار۔ "الحط الإسقاط، اهـ". ردالمحتار. "قبل أو لا، ويرتد بالرد، كما في البحر، اهـ". درمختار(۱)۔ "والساقط لا يعود، اهـ". أشباه(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین۔

= صحيح لو صغيرةً، ولو كبيرةً توقف على إجازتها، ولابدّ من رضاها". (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب النكاح باب المهر، مطلب في أحكام المتعة: ۱۱۳/۳، سعيد)

"للمرأة أن تهب مالها لزوجها من صداق، دخل بها زوجها أولم يدخل، وليس لأحد من أوليائها أب ولاغيره الاعتراض عليها، كذا في شرح الطحاوي". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب السابع في المهر، الفصل العاشر في هبة المهر: ۳۱۶/۱، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، باب ذكر مسائل المهر، فصل في حبس المرأة نفسها بالمهر: ۳۸۹/۱، رشيدية)

(۱) (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في حط المهر والإبراء منه: ۱۱۳/۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر: ۲۶۳/۳، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب النكاح، باب المهر: ۳۲۵/۲، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۲) (شرح الأشباه والنظائر، الفن الثالث، مايقبل الإسقاط من الحقوق: ۶۰/۳، إدارة القرآن كراچی)=

بیوی کی طرف سے معافیٔ مہر کی شرط

سوال[۵۹۰۰]: پیرمحمد کی بیوی کا والد منفعت خاں اپنی لڑکی کو لینے آیا، پیرمحمد کو چونکہ بعض وجوہ کی وجہ سے اندیشہ تھا کہ وہ اپنی لڑکی کو لے جا کر نہیں بھیجیں گے اس لئے اس کے والد اور خود بیوی سے اپنے اطمینان کی غرض سے اس مضمون کی تحریر لکھائی کہ:

''اپنی لڑکی غلام فاطمہ کو اپنے گھر لے جا رہا ہوں اور میں جا رہی ہوں، اگر پندرہ یوم کے اندر واپس نہ بھیج دوں یا نہ آویں تو ہمارا زرِ مہر اور خرچ وغیرہ کا کوئی دعویٰ پیر بخش پر نہ ہوگا یعنی مہر ہم دونوں کی جانب سے معاف سمجھا جاوے گا۔''

منفعت علی نے باوجودیکہ پندرہ یوم گزر چکے اپنی لڑکی کو پیر بخش کے یہاں نہیں بھیجا اور کہتا ہے کہ میری لڑکی تو اس تحریر کے مطابق اس کو طلاق ہوئی یا نہیں؟ نیز غلام فاطمہ اپنے خاوند سے مہر اور خرچ لینے کی حقدار ہے یا نہیں؟

حسین بخش سارجن کوہ ڈگسائی، ضلع شملہ (بھارت)

الجواب حامداً ومصلياً:

تحریر مذکور میں طلاق کا ذکر تک بھی نہیں، لہذا اس تحریر سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی، نیز یہ کہ یہ تحریر عورت اور اس کے والد کی طرف سے ہے اور طلاق کا حق شوہر کو ہوتا ہے (۱)۔ البتہ عورت کو مہر معاف کرنے کا حق ہوتا ہے خواہ بلا شرط معاف کرے خواہ کسی شرط سے معاف کرے (۲)۔ شرطِ مذکور کا اعتبار کرتے ہوئے

= (وكذا في قواعد الفقه، (رقم القاعدة: ۱۴۴)، ص:۸۳، الصدف پبلشرز كراچی)

(وكذا في شرح المجلة، (رقم المادة: ۵۱): ۱/۴۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱)" وأهله (أي الطلاق): زوج عاقل بالغ مستيقظ .... الطلاق لمن أخذ بالساق". (الدرالمختار: ۳/۲۳۰، ۲۴۲، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۳۸۰، كتاب الطلاق، دارإحياء التراث العربي، بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۵۳، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لايقع طلاقه، رشيديه)

(۲) "وصح حطها لكله أو لبعضه عنه". (الدر المختار). "قيد بحطها؛ لأن حط أبيها غير صحيح لو صغيرةً، ولو كبيرةً توقف على إجازتها". (ردالمحتار: ۳/۱۱۳، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في حط المهر والإبراء منه، سعيد) .... =

عورت کومہر کے مطالبہ کا حق حاصل نہیں رہا، نہ اس سے نفقہ طلب کرسکتی ہے، کیونکہ شوہر کی مرضی کے خلاف جب دوسری جگہ رہتی ہے اورشوہر کے گھر نہیں آتی تو اس حالت میں نفقہ دیناواجب نہیں، البتہ اگرشوہر کے گھر آجائے تو نفقہ کا مطالبہ اس کودرست ہوگا اورشوہر کونفقہ دیناپڑے گا:

"وإن نشزت، فلانفقة لها، حتى تعود إلى منزله. والناشزة: هي الخارجة عن منزل زوجها، المانعة نفسها منه، .... وإذا تركت النشوز، فلها النفقة". فتاویٰ عالمگیری: ۱/۵۴۵(۱)۔

البتہ عورت کودوسری جگہ نکاح کرنا جائز نہیں، جب تک کہ شوہر سے طلاق یاخلع وغیرہ کے ذریعہ سے شرعی طریق پرجدائی ہوکرعدت نہ گزرجائے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودگنگوہی عفااللہ عنہ،۴/۱۱/۱۳۵۳ھ۔

صحیح:عبداللطیف،۲۸/۱۱/۱۳۵۳ھ۔

طلاق کے بعدمہرکوبخشنا

سوال[۵۹۰۱]: عورت کوبعدازطلاق پانے مہر بخشنے کاحق ہے یانہیں؟ والسلام۔

الجواب حامداً ومصلياً:

حق ہے جیسا کہ کسی اجنبی کے ذمہ قرض ہوتو معاف کرسکتی ہےاسی طرح طلاق کے بعدمہرکوبھی معاف کرسکتی ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودگنگوہی عفااللہ عنہ،معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارن پور،۳/۲/۵۸ھ۔

الجواب صحیح:سعیداحمدغفرلہ، صحیح:عبداللطیف،مدرسہ مظاہرعلوم سہارن پور،۴/صفر/۵۸ھ۔

= (وكذا في البحر الرائق: ۳/۲۶۳، كتاب النكاح، باب المهر، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۳۴۹، كتاب النكاح، باب المهر، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۱) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۵۴۵، كتاب الطلاق، الفصل الأول في نفقة الزوجة، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار على تنوير الأبصار: ۳/۵۷۶، كتاب الطلاق، باب النفقة، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۴/۳۰۳، كتاب الطلاق، باب النفقة، رشيديه)

(۲) "وصح حطهالكله وبعضه عنه". (الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في حط المهر والإبراء منه:=

مہر کی معافی کو موت پر موقوف کرنا

سوال[۵۹۰۲]: زید کی بیوی نے بحالتِ صحت مکرر سہ کرر کئی بار بحالتِ خوشی اپنے شوہر سے کہا کہ اگر میں پہلے مروں تو میرا مہر جو آپ کے ذمہ دین ہے معاف ہے، مگر جب آپ پہلے انتقال کریں تو میں مہر کا دعویٰ کروں گی، زید کی بیوی اپنے شوہر سے پہلے انتقال کی۔ اس صورت میں زید سے مہر ساقط ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں زید کے ذمہ سے مہر ساقط نہیں ہوا: "امرأةٌ قالت لزوجها المريض: إن متَّ من مرضك هذا، فأنت فی حلٍّ من مهری، أو قالت: فمهری علیك صدقة، فهو باطل؛ لأنها مخاطرة وتعليق، كذا فی الظهيرية. مريضة قالت لزوجها: إن متُّ من مرضی هٰذا فمهری عليك صدقة، أو أنت فی حل من مهری، فماتت من ذلك المرض، فقولها باطل والمهر علیٰ الزوج، كذا فی خزانة المفتين. اھ". عالمگیری: ۱۷۳/۳(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۵۸/۲/۲۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۵/صفر/۵۸ھ۔

جعلی رسید سے مہر کی معافی

سوال[۵۹۰۳]: ا......زید نے ہندہ سے دو سادہ کاغذ پر بجلی کے پنکھے کی رسید کے بہانے دستخط کرائے اور اس کے بعد زید نے حسبِ منشاء مہروں کی معافی کی تحریر کر لی۔ کیا ایسی صورت میں ہندہ مہر لینے کی حقدار ہے کہ نہیں؟

= ۱۱۳/۳، سعید)

(وكذا فی البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر: ۲۶۳/۳ رشيديه)

(وكذا فی مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المهر: ۳۴۹/۱، دار إحياء التراث العربی بيروت)

(۱) (الهداية، كتاب الهبة، الباب الثامن فی حكم الشرط فی الهبة: ۳۹۸/۴، رشيديه)

(وكذا فی خلاصة الفتاوی، كتاب الهبة، الفصل الثالث فی الحظر والإباحة: ۴۰۷/۴، امجد اكيڈمی لاهور)

۲......ہندہ کے اپنے والدین کے پاس قیام کرنے کے دوران زید نے اس کے والد کے پاس آکر سخت سُست کہا اور کہا اس کا نتیجہ اچھا نہ ہوگا اور تقریباً دو ماہ بعد بوقتِ مغرب جب ہندہ کے والد نماز کے لئے گئے ہوئے تھے، زید اور اس کا بھائی بکر چاقو لئے ہوئے تھے ہندہ کے گھر گھس گئے، ہندہ اور اس کی بہن نماز میں تھی، ان کی والدہ بعد فراغ نماز ذکر میں تھی۔

یہ دونوں گھر کے اندر داخل ہوئے اور سخت برہم ہوئے، نماز ہندہ اور اس کی بہن نے توڑ دی۔ ہندہ ایک کواڑ میں گھس گئی اور اندر سے بند کر دیا اور اس کی والدہ کے چلّانے پر ایک پڑوسی آواز دیتا ہوا آیا کہ گھبرانا نہیں میں آرہا ہوں۔ اتنے میں زید اور اس کا بھائی مفرور ہو گئے۔ اس شور وغل سے اس کے والد جلد مسجد سے پہنچ گئے۔ ان حالات میں ہندہ کو اپنی جان کا خطرہ اور والدین کے بارے میں شدید نقصان کا اندیشہ ہے، اس لئے وہ طلاق کی خواہاں ہے۔ کیا یہ مطالبہ جائز ہے؟

۳......اس واقعہ کے چھ ماہ بعد جب کہ ہندہ کے والد سفر میں تھے، تقریباً گیارہ بجے رات کو زید نے ہندہ کے مکان میں دیوار سے سیڑھی لگا کر داخل ہونے کی کوشش کی تھی نہ معلوم کس وجہ سے، وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکا، مع معاونین واپس چلا گیا۔

۴......واقعہ مذکورہ کے تقریباً اندرونِ ہفتہ محلّہ سے ملحقہ دوسرے محلّہ میں زید کے بہت ہی قریبی ایک دوست کا قتل ہوا جس کا الزام زید پر عائد کیا گیا، جس کی وجہ سے زید مفرور ہے اور مفرور ہونے کی وجہ سے اس کا اور اس کے والد کا خانگی سب سامان قرق ہو چکا ہے۔ کیا ان حالات میں ہندہ کو طلاق کا مطالبہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......اس فریب کاری سے مہر معاف نہیں ہوا(۱)۔

۲......اگر ہندہ نا قابلِ برداشت مظالم سے مجبور ہو کر اپنے والد کے مکان میں آئی، یا پھر شوہر نے

(۱) "ولا بد فی صحة حطها من الرضا حتی لو كانت مكرهةً، لم يصح. الخ". (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر: ۲۶۴/۳، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في حط المرأة والإبراء منه: ۱۱۳/۳، سعيد)

(وكذا في مجموعة الفتاوىٰ، كتاب الهبه وما يتصل بهٰذا: ۳۹۶/۴، امجد اكيڈمی لاهور)

بجائے ظلم سے باز آنے اور شریفانہ طور پر آباد کرنے کے یہ طریقہ اختیار کیا تو یہ بھی ظلم بالائے ظلم ہے(۱)۔

۳،۴... ہندہ کو حق ہے کہ شوہر سے مطالبہ کرے کہ آپ مجھے شریفانہ طور پر آباد کریں اور ظلم و بے جا تشدد سے باز آجائیں ورنہ طلاق دے دیں (۲)۔فقط واللہ ۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۵/۱۱/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۵/۱۰/۸۷ھ۔

معینہ مہر سے انکار کا حق نہیں

سوال[۵۹۰۴]: نکاح کے وقت میرا مہر دس ہزار دو دینار سرخ متعین ہوا جو ہماری قوم اور کنبہ برادری سب کے خلاف ہے۔ ہمارے یہاں پانچ سو روپے میں مہر طے ہوتے ہیں، اب میں اس سے انکار کرتا ہوں۔صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نکاح کے وقت جیسا کہ آپ کا مہر طے ہوا تھا، شرعاً وہی معتبر ہے، اس کی ادائیگی لازم ہے، اگر عینِ نکاح کے وقت آپ اس کا انکار کرتے تو مہر وہی طے ہو جاتا، مگر دس ہزار دو دینار قبول کرنے کے بعد اس سے انکار کرنا ہرگز معتبر نہیں ہے(۳)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۶/۲/۸۹ھ۔

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿ومن يتعد حدود الله، فأولئک هم الظالمون﴾ (سورة البقرة: ۲۲۹)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿فإمساک بمعروف أو تسريح بإحسان. ولا يحل لكم أن تأخذوا مما آتيتموهن شيئاً، إلا أن يخافا ألا يقيما حدود الله، فلا جناح عليهما في ما افتدت به﴾ (سورة البقرة: ۲۲۹)

"ولا بأس به عند الحاجة للشقاق بعد الوفاق بما يصلح للمهر". (الدر المختار). "(قوله: للشقاق): أي لوجود الشقاق وهو الاختلاف والتخاصم .... السنة إذا وقع بين الزوجين اختلاف أن يجتمع أهلهما ليصلحوا بينهما، فإن لم يصطلحا، جاز الطلاق بالخلع. الخ". (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الخلع: ۳/۴۴۱، سعيد)

(۳) "فالمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلوة الصحيحة، وموت أحد الزوجين، سواء كان مسمى أو مهر المثل، حتى لا يسقط شئ منه بعد ذلک إلا بالابراء من صاحب الحق". (بدائع الصنائع، =

نشوز سے مہر ساقط نہیں ہوتا

سوال[۵۹۰۵]: یہاں پر ایک لڑکی اپنے شوہر کے مکان سے بلا اجازت میکہ چلی گئی ہے،لڑکی کے سسر کا کہنا ہے کہ لڑکی جھگڑالو ہے اور نافرمان ہے، بلا اجازت میکہ چلی گئی ہے، اس لئے مہر کے حاصل کرنے کا حق نہیں رکھتی۔ علاوہ ازیں لڑکی والوں کا کہنا ہے کہ لڑکی بلا اجازت نہیں گئی ہے بلکہ اپنے سسر وغیرہ کے ظلم وزیادتی کی وجہ سے آئی ہے، ہم لڑکی کو شوہر کے حوالہ کرنا چاہتے ہیں اور شوہر بھی اس سے راضی ہے، مگر سسر لڑکی کو پسند نہیں کرتے، یہ لوگ نہ لڑکی کو رکھنا چاہتے ہیں اور نہ اس کا مہر دیتے ہیں۔ ایسی صورت میں لڑکی پر ظلم وزیادتی ہے یا نہیں؟ اور مہر واجب الادا قرار پاتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

نفسِ مہر تو محض نکاح سے لازم ہوجاتا ہے، پھر شوہر بیوی جب تنہائی میں جمع ہوجائیں تو مہر مؤکد اور پختہ ہوجاتا ہے(۱)۔ اگر بیوی نافرمانی کرے اور شوہر کو ستائے تو وہ گنہگار ہوگی، نالائق کہلائے گی۔ اگر شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے مکان سے اپنے والد وغیرہ کے گھر چلی جائے تو وہ نفقہ خرچہ کی مستحق نہیں ہوگی (۲) جب

= كتاب النكاح، فصل في بيان ما يتأكد به المهر: ۳/۵۲۰، دار الكتب العلمية، بيروت)

"وتجب العشرة إن سماها أو دونها، ويجب الأكثر منها إن سمى الأكثر، ويتأكد عند وطء أو خلوةٍ صحت من الزوج". (الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/۱۰۲، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المهر: ۱/۳۴۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/ ۲۵۱، رشيديه)

(۱) "ويتأكد عند وطء أو خلوةٍ صحت من الزوج أو موت أحدهما". (الدر المختار). "(قوله: ويتأكد): أي الواجب من العشرة أو الأكثر، وأفاد أن المهر وجب بنفس العقد، الخ". (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/۱۰۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/ ۲۵۱، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب النكاح، باب المهر: ۲/۳۲۳، ۳۲۴، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۲) "و لا نفقة لنا شزة: أي عاصية .... خرجت الناشزة من بيته خروجاً حقيقياً أو حكمياً بغير حق".

(مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۱/۴۸۸، دار إحياء التراث العربي بيروت) .... =

تک شوہر کے مکان پر واپس نہ آجائے، لیکن مہر ساقط نہیں ہوگا (۱)، وہ اس کا حق لازم ہے، اگر شوہر ادا نہیں کرے گا تو وہ ظالم ہوگا، آخرت میں اس کی پکڑ ہوگی (۲)۔

اگر بالفرض بغیر شوہر کی اجازت کے چلی بھی گئی تھی اور اب واپس آنا چاہتی ہے تو شوہر کو اس کے روکنے کا حق نہیں، جب شوہر رضامند ہے، رکھنا چاہتا ہے تو سسر کو ہرگز انکار نہیں کرنا چاہئے یہ غلط طریقہ ہے۔ لڑکی اپنی غلطی کی معافی مانگ لے، آئندہ بلا اجازت میکہ نہ جائے، شوہر اور سسر کو چاہئے کہ معاف کردیں، نرمی اور اخلاق سے پیش آئیں ورنہ اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوگا، اگر شوہر نہیں رکھنا چاہتا اور نباہ کی گنجائش نہیں رہی تو شوہر طلاق دیدے (۳) اور مہر ادا کردے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۱۴/ ۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۱۴/ ۹۰ھ۔

= (وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۳۰۵/۴، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الأول: ۵۴۵/۱، رشيديه)

(۱) "والمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلوة الصحيحة، و موت أحد الزوجين، سواء كان مسمى أو مهر المثل، حتى لا يسقط منه شيء بعد ذلك إلا بالإبراء". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، باب المهر، الفصل الثاني: ۳۰۳/۱، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب المهر: ۱۰۲/۳، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في بيان ما يتأكد به المهر: ۵۲۰/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من كانت له مظلمة لأخيه من عرضه أو شيء، فليتحلله منه اليوم قبل أن لا يكون دينار و لا درهم، إن كان له عمل صالح أخذ منه بقدر مظلمته، وإن لم يكن له حسنات أخذ من سيئات صاحبه، فحمل عليه". رواه البخاري". (مشكوة المصابيح، باب الظلم، الفصل الأول، ص: ۴۳۵، قديمي)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان﴾. (سورة البقرة: ۲۲۹)

طلاق سے مہر ساقط نہیں ہوتا

سوال[۵۹۰۶]: معین نے اپنی زوجہ راشدہ کو طلاق دیدی اس لیے کہ وہ بغیر برقعہ کے اس کے گھر سے چلی گئی تھی، اس کے بعد راشدہ کا نکاح دوسرے شخص سے کر دیا گیا، راشدہ کا مہر معین کو دینا چاہیے یا نہیں، جبکہ وہ بلا اجازت چلی گئی تھی؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس نافرمانی کی وجہ سے مہر ساقط نہیں ہوا، معین کے ذمہ راشدہ کا مہر واجب ہے (۱)۔ راشدہ کا دوسرا نکاح اگر طلاق کی عدت تین حیض گزرنے پر کیا گیا ہے، وہ صحیح ہوگیا (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۲/۱۲ھ۔

مہر معجّل سے قبل زفاف

سوال[۵۹۰۷]: شوہر اپنی عورت کے ساتھ سہاگ رات منانے جائے اور مہر معاف نہ کرائے تو کیا حکم ہے، یعنی بغیر مہر معاف کئے سہاگ رات منا سکتا ہے یا نہیں؟

---

(۱) "فالمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلوة الصحيحة، وموت أحد الزوجين، سواء كان مسمى أو مهر المثل، حتى لا يسقط شئى منه بعد ذلك إلا بالإبراء من صاحب الحق". (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في بيان ما يتأكد به المهر: ۵۲۰/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الفصل الثاني فيما يتأكد به المهر: ۳۰۳/۱، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر: ۱۰۲/۳، سعيد)

(۲) "عدة الحرة المدخولة التي تحيض للطلاق أو الفسخ ....ثلاثة قروء: أي حيض، لقوله تعالىٰ: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ الخ". (مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب العدة: ۴۶۴/۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذافي البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب العدة: ۲۱۷/۴، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثالث عشر في العدة: ۵۲۶/۱، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلامہر معاف کرائے بھی اگر ہمبستری کی گئی تو وہ ناجائز نہیں، لیکن بیوی کو حق ہے کہ مہر معجّل وصول کرنے سے قبل ہمبستری سے روکدے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۶/۸۹ھ۔

کیا بغیر مہر دیئے بیوی کے پاس جانا منع ہے؟

سوال [۵۹۰۸]: ہمارے یہاں یہ مشہور ہے کہ جب تک مہر ادا نہ کیا جائے اس وقت تک بیوی کے پاس جانا حرام ہے۔ یہ بات صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ بات غلط ہے، البتہ بیوی کو اسی وقت کچھ دینا بہتر ہے (۲)، ہاں! مہر ادا کرنے کی فکر اور کوشش لازم ہے یہ اس کا حق ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۵/۹۰ھ۔

---

(۱) "ولها منعه من الوطء و دواعيه، شرح مجمع". (الدرالمختار). "ولها منعه حتى يقبض مهرها، وتسليمها نفسها غير صحيح، فله استردادها، الخ". (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب فی منع الزوجة نفسها لقبض المهر: ۱۴۲/۳، سعید)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الفصل الحادی عشر فی منع المرأة نفسها بمرها: ۳۱۷/۱، رشيديه)

(وكذا فی البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر: ۳۰۸/۳، رشيديه)

(۲) فتاوی دارالعلوم میں ہے: "مہر معجّل کے ادا نہ کرنے سے نکاح میں کچھ فرق نہیں آتا اور عورت اس کی زوجیت سے اور نکاح سے خارج نہیں ہوتی، لیکن عورت وطی وغیرہ سے انکار کر سکتی ہے اور ساتھ جانے سے بھی انکار کر سکتی ہے"۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۱۵/۸، مسائل واحکام مہر، امدادیہ ملتان)

"و لها منعه من الوطء، و دواعيه، شرح مجمع". (والسفر بها .... لأخذ مابين تعجيله)".

(تنوير الأبصار مع الدرالمختار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب فی منع الزوجة نفسها لقبض المهر: ۱۴۳/۳، ۱۴۴، سعید)

ادائے مہر سے قبل وطی کا حکم

سوال[۵۹۰۹]: ا......ایک منکوحہ عورت اپنے شوہر سے مہرِ معجّل طلب کرتی ہے، لیکن شوہر ادا نہیں کرتا، تو کیا اب عورت کو اختیار شرعی ہے کہ شوہر کو وطی نہ کرنے دے؟

۲......لیکن شوہر زبردستی مار کر باندھ کر جوڑ کر وطی کرتا ہے تو کیا یہ جماع جائز ہے یا ناجائز؟

۳......اگر زبردستی وطی جائز ہے تو عورت کا مندرجہ بالا حقِ شرعی بیکار وفضول ہے، عورت کا انکارِ وطی بھی جائز اور شوہر کا زبردستی وطی یعنی جماع کرنا بھی جائز! دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں؟

۴......اگر شوہر کا زبردستی وطی کرنا جائز بھی ہے اور ظلم بھی ہے تو یہ بھی ضد ہے یعنی جائز بھی اور ظلم بھی۔

۵......شوہر ہمیشہ زبردستی جماع کرتا رہے گا جبکہ عورت شوہر کے قبضہ میں ہے، ایسی حالت میں عورت اپنا حق شرعی کیسے محفوظ رکھ سکتی ہے، کوئی راستہ شریعت میں ایسا ہے یا نہیں؟

۶......مبلغ دو ہزار روپیہ سکہ رائج الوقت مہر معجّل عند الطلب اس شرط سے شوہر نے عقدِ نکاح قبول کیا جبکہ شوہر شرط کو پورا نہیں کرتا یعنی طلب کرنے پر مہر ادا نہیں کرتا تو عقد ٹوٹ گیا یا نہیں؟ جبکہ معاہدہ پورا نہیں کیا گیا تو اب معاہدہ باقی کیسے رہ سکتا ہے؟ جبکہ مہر سے شرمگاہ حلال ہوتی ہے تو طلب کرنے پر بھی مہر ادا نہیں کیا تو جماع کیسے جائز ہوسکتا ہے؟

۷......اگر عورت مندرجہ بالا اپنا حق باقی رکھنے کے لئے اپنے ماں باپ کے یہاں رہے اور خاوند کے بلانے پر بھی نہ جاوے تو شرعاً کوئی حرج تو نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ا......حق ہے: "ولها منعه من الوطي والسفر بها ولو بعد وطي و خلوة رضيتها لأخذ مابين تعجيله أو قدر ما يعجل بمثلها عرفاً إن لم يؤجل كله، الخ". تنویر: ۲/۵۵۳ (۱)۔

= (وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/۳۰۸، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب النكاح، باب المهر: ۲/۵۷۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) (الدر المختار، باب المهر، مطلب في منع الزوجة نفسها لقبض المهر: ۳/۱۴۳، ۱۴۴، سعيد)

(وكذا في خلاصة الفتاوىٰ، الفصل الثاني عشر في المهر: ۲/۳۲، ۳۳، امجد اكيڈمی لاهور) =

۲...... یہ جماع تو زنا نہیں، لیکن زبردستی کرنا ناحق ہے۔

۳...... عورت کو حق ہے کہ وطی نہ کرنے دے اور مرد کو یہ حق نہیں کہ زبردستی کرے، تاہم اگر زبردستی کرے گا تو ناحق زبردستی کی وجہ سے گنہگار رہوگا، لیکن اس جماع کو زنا یا حرام نہیں کہا جاوے گا جس کی وجہ سے حدِ زنا کا مستحق ٹھہرے۔

۴...... ایسا کرنا ظلم ہے، مگر زنا نہیں۔

۵...... اگر مہر عند الطلب کی قید لگائی ہے اور معجّل کا مطلب یہی ہے تو بوقتِ طلب اس کی ادائیگی لازم ہے، ادا نہ کرنے سے شوہر گنہگار رہوگا اور عورت کو جماع سے روکنے کا حق حاصل ہوگا (۱) اور شوہر کو زبردستی جماع کرنے سے گناہ ہوگا، ایسی حالت میں اگر عورت اپنا حق خود وصول کرنے پر قادر نہیں اور نہ شوہر کو جماع سے روک سکتی ہے تو حاکم کے ذریعہ سے اپنا حق وصول کرے (۲)۔

۶...... عقد تو نہیں ٹوٹا بلکہ بدستور باقی ہے، البتہ عورت کو جماع سے منع کرنے کا حق ضرور حاصل ہے (۳)۔ اگر شوہر میں ایک دم ادائے مہر کی استطاعت نہیں تو قسط وار ادا کردے، عورت کو بھی چاہیے کہ ایک دم

= (وكذافي البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر: ۳۰۸/۳، رشيديه)

(۱) (راجع رقم الحاشية: ۳)

(۲) قال ابن عابدينؒ: "(قوله: لتحصيل عليه، الخ) إعلم أنهم قالوا: إن للمرأة حق الرجوع على الزوج بالنفقة بعد فرض القاضي، سواء أكلت من مالها أوا ستدانتها بأمر القاضي أو بدونه". (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب في الأمر بالاستدانة على الزوج: ۵۹۱/۳، سعيد)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في منع الزوجة نفسها لقبض المهر: ۱۴۳/۳، سعيد)

(۳) "ولها منعه من الوطى والسفر بها ولو بعد وطى و خلوة رضيتها لأخذ مابين تعجيله أو قدر ما يعجل بمثلها عرفاً إن لم يؤجل كله، الخ". (الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في منع الزوجة نفسها لقبض المهر: ۱۴۳/۳، ۱۴۴، سعيد)

(وكذا في خلاصة الفتاوىٰ، كتاب النكاح، الفصل الثاني عشر في المهر: ۳۲/۲، ۳۳، امجد اكيڈمي لاهور)

وصول کرنے پر اصرار نہ کرے بلکہ کچھ مہلت دیدے اور قسطیں مقرر کر لے(۱)۔

۷......نکاح کے لیے مہر لازم ہے، اگر زوجہ اس کو معاف کردے تو معاف ہوجاتا ہے، نکاح بغیر ذکرِ مہر کے بھی صحیح ہوجاتا ہے، حتیٰ کہ اگر مہر کی نفی کردی جائے تب بھی صحیح ہوجاتا ہے لیکن مہر لازم ہوتا ہے۔ عدمِ ذکر اور نفی کا کوئی اثر نکاح پر نہیں پڑتا ہے اور نفسِ نکاح سے جماع حلال ہوجاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت معاہدۂ مہر سے حلال نہیں ہوتی، بلکہ نکاح سے حلال ہوتی ہے، نکاح کے لیے مہر لازم ہوتا ہے جو زوجہ کے معاف کرنے سے معاف ہوجاتا ہے، اگر بغیر مہر کے شرم گاہ حلال نہ ہوتی تو ادائے مہر سے قبل جماع قطعاً حرام ہوتا حالانکہ ادائے مہر معجّل سے پہلے عورت کی رضامندی سے بلا تامل جائز ہے۔ اور اگر مہر مؤجل ہے تو بغیر اس کی رضامندی کے بھی جائز ہے:

"ويصح النكاح وإن لم يسم فيه مهراً، لا خلاف في ذلك؛ لأن النكاح عقد انضمامٍ وازدواج –لغةً– فيتم بالزوجين. ثم المهر واجب شرعاً إبانةً لشرف المحل، فلا يحتاج إلى ذكره لصحة النكاح، وكذا إذا تزوجها بشرط أن لا مهر لها: أي فيصح النكاح فيما بينهما. الخ". فتح القدير: ۲/٤٣٤(۲)۔

---

(۱) قال الحصكفي: "إن لم يؤجل أو يعجل كله، فكما شرط؛ لأن الصريح يفوق الدلالة". (الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في منع الزوجة نفسها لقبض المهر: ۱۴۴/۳ سعيد)

"وإن بينوا قدر المعجل يعجل ذلك، وإن لم يبينوا شيئاً ينظر إلى المرأة وإلى المهر المذكور في العقد أنه كم يكون المعجل لمثل هذه المرأة من مثل هذا المهر؟ فيجعل ذلك معجلاً ولا يقدر بالربع ولا بالخمس، وإنما ينظر إلى المتعارف. وإن شرطوا في العقد تعجيل كل المهر، يجعل الكل معجلاً ويترك العرف". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الفصل السابع في المهر، الفصل الحادي عشر في منع المرأة نفسها الخ: ۳۱۸/۱، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر: ۳۱۱/۳، رشيديه)

(۲) (فتح القدير، كتاب النكاح، باب المهر: ۳۱۶/۳، ۳۱۷، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر: ۲۴۹/۳، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب النكاح، باب المهر: ۲۲۹/۲ إمداديه ملتان)

صورت مسئلہ میں زوج کے ذمہ مہر کی ادائیگی ضروری ہے اور ادائیگی سے پہلے جماع کا حق نہیں، لیکن اگر جماع کرلیا تب بھی یہ زنا نہیں ہوا، جماع حلال ہوا، مگر زبردستی کی وجہ سے گنہگار رہوا۔

۸...... ایسی حالت میں بھی وہ نفقہ کی حق دار رہے گی اور ناشزہ ہونے کی وجہ سے نفقہ ساقط نہیں ہوگا(۱)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۶/۷/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف، مظاہر علوم سہارن پور۔

رخصتی سے پہلے مطالبۂ مہر

سوال[۵۹۱۰]: زید نے بایں شرائط اپنی دختر کا نکاح بکر سے کردیا کہ پانصد کا زیور پارچہ اور ایک ہزار پانصد میں دو دو کانیں مہر میں تحریر کر کے رجسٹری کرادی، نکاح پڑھادیا۔ اب دختر کو رخصت نہیں کرتا اور چاہتا ہے کہ دو کانوں کا کرایہ نامہ میری دختر کے نام کردو جب رخصت کروں گا، نکاح کو پندرہ ماہ ہوئے۔ کیا زید کی دختر بلا اس کے کہ وہ اپنے والدین کے یہاں سے آتی اور حقِ زوجیت ادا کرتی کسی رقم زر دو ہزار بذریعۂ نالش شرعاً حاصل کرنے کی حقدار ہوسکتی ہے؟ زید کی دختر چار پانچ سال تک رخصت ہوکر خاوند کے یہاں نہیں آئی۔ ایسی صورت میں اس قدر مدت گزر جانے پر شرعی طلاق ہوجائے گی یا نہیں؟

پیپا گورنمنٹ، لاہور دروازہ۔
مولوی حکیم احمد حسن عفی عنہ

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مہر معجّل پر نکاح ہوا ہے تو شرعاً عورت کو حق ہے کہ اپنے نفس کو شوہر کے حوالہ نہ کرے جب تک مہر وصول نہ کرے، اگر کُل مہر معجّل ہے تو عورت کو کُل مہر کے مطالبہ کا حق حاصل ہے، اگر کچھ معجّل ہے کچھ مؤجل تو

---

(۱) "(قوله: ولو مانعةً نفسها للمهر): أی یجب علیه النفقة، ولو كانت المرأة مانعةً نفسها بحق كالمنع لقبض مهرها، والمراد منه المعجل إما نصاً أو عرفاً". (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۳۰۲/۴، رشيديه)
(وكذا فی مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۴۸۵/۱، دارإحياء التراث العربی بيروت)
(وكذا فی ردالمحتار، باب النفقة، مطلب: لا تجب علی الأب نفقة زوجة ابنه الصغير: ۵۷۴/۳، سعيد)

معجّل کے مطالبہ کا حق حاصل ہے۔ اگر کل مہر مؤجل ہے تو عورت کو قبل مدتِ تاجیل مطالبہ کرنا جائز نہیں، اگر وقتِ نکاح معجّل یا مؤجل کی کوئی تصریح نہ ہوئی تو عرف کا اعتبار ہوگا۔ اگر کل مؤجل ہوتا ہے تو عورت کو مطالبہ کرنا جائز نہیں۔ اگر کل معجّل ہوتا ہے تو تمام کا مطالبہ جائز ہے، اگر بعض معجّل اور بعض مؤجل ہو تو معجّل کا مطالبہ جائز ہے نہ کہ مؤجل کا:

"إذا زوجت المرأة و لها مهر معلوم، كان لها أن تحبس نفسها لاستيفاء المهر، فإن كان في موضعٍ يعجل البعض و يترك الباقي في الذمة إلى وقت الطلاق أو الموت –كما هو عرف ديارنا– كان لها أن تحبس نفسها لاستيفاء المعجل، وهو الذي يقال في الفارسية: **دست و پيمان**، و ليس لها أن تطالب بكل المهر، فإن بينوا قدر المعجل يعجل ذلك. وإن لم يبينوا شيئاً، ينظر إلى المرأة وإلى المهر المذكور في العقد إن لم يكن المعجل لمثل هذه المرأة من مثل هذا المهر، فيعجل ذلك معجلاً، ولا يقدر ذلك بالربع و لا بالخمس. و إنما ينظر إلى المتعارف؛ لأن الثابت عرفاً كالثابت شرعاً. وإن شرطوا في العقد تعجيل كل المهر، يعجل الكل معجلاً، ويترك العرف". فتاوى قاضي خان: ١/٤٣٦(١)۔

۴، یا ۵/ سال خاوند کے گھر نہ جانے سے عورت پر طلاق نہیں ہوتی، جب تک کہ خاوند طلاق نہ دے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۱۲/ ۷/ ۵۲ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/ ۷/ ۵۲ھ۔

---

(۱) (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمكيرية، فصل في حبس المرأة نفسها بالمهر: ۱/۳۸۵، رشيديه)

(و كذا في الفتاویٰ العالمكيرية، الفصل الحادي عشر في منع المرأة نفسها بمهرها: ۱/۳۱۸، رشيديه)

(و كذا في البحر الرائق، باب المهر: ۳/۳۰۹-۳۱۱، رشيديه)

(۲) "و ركنه لفظ مخصوص هو ما جُعل دلالةً على معنى الطلاق من صريح أو كناية". (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۳۰، كتاب الطلاق، سعيد)

(و كذا في الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق: ۱/۳۴۸، رشيديه) .... =

مہر مؤجل کے مطالبہ کا حق

سوال[۱۱۹۵]: باکرہ کے والدین باکرہ کی طرف سے مہر حاصل کرنے کے طالب ہیں، وہ بھی ازروئے عدالت مجاز تو کیا اس مطالبہ کی بنا پر بکر کے ذمہ باکرہ کے والدین کو دینا ازروئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر بکر اپنی رضامندی سے نہیں بلکہ غیر شرعی امور کے تحت باکرہ یا اس کے والدین کی طلبی پر ازروئے عدالت مجاز طلاق دے تو کیا اس کا تعلق باکرہ سے ہمیشہ کے لئے مانند طلاق بائن منقطع ہو جائے گا یا نہیں؟ اور کیا باکرہ بعدِ عدت کسی دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے؟ براہ کرم حوالہ کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔

سید کلیم الطاف نوگاؤں بی کے ڈی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر مہر مؤجل تھا (جس کا مطالبہ طلاق، تفریق، موت پر کیا جاتا ہے) تو ابھی شوہر کے ذمہ اس کا ادا کرنا لازم نہیں، عدالت میں اس کا دعویٰ کرنا بھی غلط ہے۔ اگر مہر معجّل تھا یعنی جب بیوی طلب کرے تو بیوی کو بلا عدالت کے بھی اس کے طلب کرنے کا حق ہے اور اس کی طرف سے اس کے والدین کو بھی مطالبہ کا حق ہے:

"لأبی الصغيرة المطالبة بالمهر. اهـ". درمختار۔ "والصغيرة غير قيد، ففی الهندية: للأب والجد والقاضی قبض صداق البكر صغيرةً كانت أو كبيرةً، إلا إذا نهته وهی بالغة، صح النهی، اهـ". شامی (۱)۔

"لا خلاف لأحد أن تأجيل المهر إلى غاية معلومة، فقد اختلف المشايخ فيه، قال بعضهم: يصح وهو الصحيح، وهذا لأن الغاية معلومة فی نفسها وهو الطلاق أو الموت، اهـ". عالمگیری (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۳/۷ھ۔

= (وكذا فی حاشية الشلبی علی تبيين الحقائق للزيلعی: ۲۰/۳، كتاب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب: لأبی الصغيرة المطالبة بالمهر: ۱۶۱/۳، سعيد)

(۲) (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، باب المهر، الفصل الحادی عشر فی منع المرأة نفسها بمهرها والتأجيل فی المهر: ۳۱۸/۱، رشيديه)

رخصتی سے قبل لڑکی کے باپ کو مطالبۂ مہر کا حق

سوال[۵۹۱۲]: زید کا نکاح شرعاً ہندہ سے ہوا، بروقتِ نکاح نصف مہر معجّل قرار پایا، ہندہ کی عمر اس وقت اٹھارہ سال تھی، نکاح کے ایک سال کے بعد پدرِ ہندہ نے رخصتی کا وعدہ کیا تھا۔ اس وقت ہندہ کی عمر بیس سال ہے، ابھی پدر ہندہ نے رخصتی نہیں کی ہے اور نہ شبِ زفاف کی نوبت آئی ہے، پدر ہندہ ابھی دختر کی رخصتی نہیں کرتا ہے اور کل زرِ مہر کا طالب ہے۔ لہٰذا شریعتِ محمدی کی رو سے جواب تحریر ہو کہ ایسی صورت میں کیا پدرِ ہندہ زرمہر کا مطالبہ قبل رخصتی کرسکتا ہے کہ نہیں؟ اگر کرسکتا ہے تو کس قدر حصص کا؟ برائے مہربانی جلد جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں پدرِ ہندہ کو کل مہر کے مطالبہ کا حق نہیں، ہندہ کی طرف سے وکیل ہو کر برضامندیٔ ہندہ کے صرف نصف مہر کے مطالبہ کا حق حاصل ہے۔ زید کو چاہئے کہ نصف مہر ادا کردے۔ اگر زید کو یہ خیال ہو کہ پدرِ ہندہ مہر وصول کرنے کے بعد رخصت نہیں کرے گا تو زید کو چاہئے کہ حاکمِ وقت یا باعزت اہلِ محلّہ کے ذریعہ سے پدرِ ہندہ پر زور ڈالے کہ وہ ہندہ کو رخصت کے لئے اولاً تیار کرے، اس کے بعد مقدارِ معجّل وصول کرے اور پھر جلدی رخصت کردے:

”ولها منعه من الوطىء مابين تعجيله من المهر كله أو بعضه. اه“. درمختار۔ ”وأشار إلى أن تسليم المهر مقدم. لو خاف الزوج أن يأخذ الأب المهر و لا يسلم البنت، يؤمر الأب بجعلها مهيأةً للتسليم، ثم يقبض المهر. اهـ“. ردالمحتار: ۵۵٤/۲(۱)۔ اگر ہندہ مطالبہ پر رضامند نہیں بلکہ بغیر مطالبہ ہی رخصت کے لئے تیار ہو تو پدرِ ہندہ کو مطالبہ کا حق نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۰/۱۲/۲۳ھ۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في منع الزوجة نفسها لقبض المهر: ۱۴۳/۳، ۱۴۴، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب النكاح، المهر، نوع منه: ۱۱۰/۳، ۱۱۱، إدارة القرآن كراچی) =

مہر کوبطورِ نفقہ ادا کرنا

سوال[۱۳ ۵۹۱]: بکر نے عرصہ پونے چار سال کا ہوا اپنا نکاح ایک بیوہ سے کیا بعوض مبلغ ۱۱۰۰/ روپیہ۔ اور طے ہوا کہ ایک دختر جس کی عمر ۱۱/ سال ہے عنقریب شادی ہو کر اپنے خاوند کے یہاں چلی جاوے گی، دوسرا لڑکا جس کی عمر ۷/ سال ہے اپنے ماموں کے ہمراہ رہے گا، تیسرا لڑکا جس کی عمر ۳/ سال ہے بیوہ کے ہمراہ رہے گا۔

بعد نکاح بیوہ نے اپنے ہر سہ بچوں کو اپنے ہمراہ رکھا اور سب کا خرچہ شوہر ثانی کے ذمہ رہا۔ ۶، ۷/ ماہ گزرنے پر بیوہ نے اپنی دختر کا عقد موجودہ شوہر کے لڑکے سے- جو کہ بکر کی پہلی بیوی کے بطن سے ہے- بلا رضا مندیٔ شوہر کر دیا جس کا کفیل بھی بکر کو ہونا پڑا۔ ایک سال تک بکر نے جملہ اخراجات برداشت کئے، مگر جب بکر مجبور ہو گیا کہ اس کی عورت کے اخراجات اس کی آمدنی سے ڈیوڑھے ہو جاتے ہیں (۱) تو بکر نے اپنی کل آمدنی تعدادی مبلغ ۵۸/ روپیہ، ۲/ فروری ۳۳ء عورت کے ہاتھ میں یہ کہہ کر (کہ میں حلفیہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اس قدر نقد روپیہ نہیں جو ایک دم مہر ادا کر دوں) مہر میں ادا کر دیا اور یہ کہا کہ خواہ اس رقم کو تم اپنی اولاد پر صرف کرو یا جو چاہو کرو، اس کے چند گواہ بھی موجود ہیں۔

عورت نے ہر ماہ تنخواہ لینا شروع کر دی، اس دوران میں کئی مرتبہ بکر نے عورت کے گوش گزار کر دیا کہ یہ روپیہ تمہارے مہر میں سے ادا ہو رہا ہے۔ اس طرح ۳/ ستمبر ۳۴ء تک اپنی کل آمدنی مبلغ ۱۱۰۰/ روپیہ مہر میں ادا کر دیا۔ لہٰذا اس صورت میں مہر ادا ہوا یا نہیں؟

اکبر علی محافظ امانت شمالی ڈویژن لکھنؤ۔

الجواب حامداً ومصلياً:

نفقہ عورت کا اور جس کا اس کے ذمہ ہے اس کے علاوہ جو کچھ شوہر نے اس کو دیا ہے اس کو مہر میں محسوب کرنا درست ہے اور صورتِ مسئولہ میں چونکہ پہلے کہہ دیا گیا ہے اور عورت نے اس کو رد نہیں کیا ہے بلکہ اس کے موافق عمل کرتی رہی تو رقم مذکورہ اگر نفقۂ واجبہ کے علاوہ عورت کے پاس پہونچی تو مہر ادا ہو چکا اور ۶۰/ روپے

= (وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/۳۰۸، رشيديه)

(۱) ''ڈیوڑھا لیکھا برابر ہونا (ا- محاورہ) حساب بے باق ہونا''۔ (فیروز اللغات، بحث ڈ ی، ص: فیروز سنز، لاہور)

زائد پہونچے۔ اگر نفقہ واجبہ بھی اسی میں ہے تو اس کو منہا کیا جائے گا اور بقیہ رقم کو مہر میں شمار کیا جائے گا(۱)، جتنا مہر شوہر کے ذمہ بچے گا عورت کو اس کے مطالبہ کا حق ہے(۲)۔ فقط۔

محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

اور بکر کے لڑکے کا نکاح اگر وہ نابالغ ہے تو بکر کی اجازت پر موقوف ہے، بکر اجازت دے گا تو نافذ ہوگا ورنہ نہیں، بشرطیکہ لڑکی کا کوئی ولیٔ اقرب ماں کے علاوہ نہ ہو، اگر کوئی اَور بھی ولی لڑکی کا موجود ہے تو اس کی بھی اجازت ضروری ہے۔ جب کہ لڑکی نابالغہ ہو(۳)، اگر لڑکی بالغہ ہے تو خود اس کی اجازت کافی ہے(۴)۔

محمود گنگوہی، ۲۸/۳/۵۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/ جمادی الأولی/۵۳ھ۔

بغیر وجوب کے ادا کردہ نفقہ کو مہر میں شمار کرنا

سوال[۵۹۱۴]: زید نے اپنی بیوی کو بنیتِ نفقہ (دس روپے) دیا، پھر معلوم ہوا کہ اس پر واجب

---

(۱) ''جب شوہر نے کہا کہ یہ روپیہ تمہارے مہر سے ادا ہو رہا ہے اور عورت نے اس کے قول کو رد نہیں کیا تو اب مہر ادا ہو گیا، لتصریح الزوج به''. (فتاوی دار العلوم دیوبند، الفصل السابع فی المہر: ۸/۲۲۳،۲۲۴، امدادیہ ملتان)

(۲) ''و ترجع بباقي المهر، ذكره ابن الكمال''. (الدرالمختار، باب المهر ، مطلب فيما يرسله إلى الزوجة: ۳/۱۵۲، سعيد)

(۳) ''(وهو [أي الولي] شرط نكاح صغير و مجنون و رقيق الخ)''. (الدرالمختار، باب الولي: ۳/۵۵ سعيد)

''فلو زوّج الأبعد حال قيام الأقرب، توقف على إجازته الخ''. (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولي: ۳/۸۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الرابع في الأولياء: ۱/۲۸۵، رشيديه)

(۴) ''ومنها رضا المرأة إذا كانت بالغةً، بكراً كانت أو ثيباً، الخ''. (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الأول: ۱/۲۶۹، رشيديه)

''وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضاها، الخ''. (الهداية، باب في الأولياء الأكفاء: ۲/۳۱۳، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في فتح القدير، باب في الأولياء الأكفاء: ۳/۲۵۶، مصطفى البابي الحلبي مصر)

نہیں تھا۔ تو کیا زید مہر میں محسوب کرسکتا ہے؟ یا دوبارہ قبضہ ضروری ہے؟ یا اس کو لینے کا حق نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ جزئیہ بالتصریح نظر سے نہیں گزرا، لیکن ایک دوسرا جزئیہ نقل کرتا ہوں جو کہ اس کی نظیر بن سکتا ہے، اس کے ذریعہ سے صورتِ مسئولہ کا حکم بھی معلوم ہو جائے گا، وہ یہ کہ: اگر کسی نے پیشگی نفقہ دے دیا اور عورت بعد میں مستحقِ نفقہ نہیں رہی تو اس کی واپسی کا حق نہیں: "ولا ترد النفقة والكسوة المعجلة بموت أوطلاق عجلها الزوج أو أبوه ولو قائمةً، به يفتىٰ اهـ". در مختار۔ "ووجهه أنها صلة لزوجته ولا رجوع فيما يهبه لزوجته، اهـ". ردالمحتار: ۲/۱۰۲(۱)۔

واپس لینا تو ظاہر ہے کہ رجوع ہے اور مہر میں محسوب کرنا بھی رجوع کے حکم میں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۶۱/۴/۱۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۶۱/۴/۱۱۔

صحیح: عبد اللطیف، ۱۵/ ربیع الثانی/ ۶۱ھ۔

مہر قسطوار اور نفقہ

سوال[۵۹۱۵]: زید نے زاہدہ بی بی کو نو ماہ کے حمل کی مدت میں اس کی بداخلاقی کی بنا پر مجبور ہو کر طلاق دیدی، اس کا مہر دینے کے لئے تیار نہیں، لیکن زاہدہ کے میکے والے بہت زیادہ زور ڈال کر مہر یک مشت لینا چاہتے ہیں، لیکن زید اپنی غربت سے مجبور ہے۔ زید کی خانگی زندگی زاہدہ کی بداخلاقی اور کمینگی کی بنا پر جہنم کا نمونہ بن گئی تھی۔ زید صرف ۱۲۰/ روپے پر ایک جگہ ملازمت کرتا ہے، ایسی صورت میں اسے والد اور ایک غیر شادی شدہ بہن کا بھی خرچہ برداشت کرنا پڑ رہا ہے جس سے ایک مشت مہر دینے سے مجبور ہے، اس کی کوئی

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، باب النفقة، مطلب: لا تصير النفقة ديناً إلا بالقضاء أو الرضا: ۳/۵۹۶، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، باب النفقة: ۱/۴۹۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب النفقة: ۳/۳۱۳، دار الكتب العلمية بيروت)

صورت بتائیں۔ نیز زید کا ایک لڑکا ڈیڑھ سال کا ہے، زاہدہ کے گھر والے وہ لڑکا بھی نہیں دے رہے ہیں۔

طلاق کے بعد زاہدہ کو ایک لڑکی تولد ہوئی، اب وہ خورا کی دینے کے لئے کہہ رہے ہیں۔ زید چاہتا ہے کہ لڑکا اس کے پاس رہے اور لڑکی کی خورا کی دیتا رہے تا کہ اس پر بار کم ہو جائے، مگر وہ لوگ تیار نہیں ہیں۔ از روئے شرع اس کا کیا حل ہے؟ جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شادی سے پہلے لڑکی کے اخلاق اور دینداری کی تحقیق کی ضرورت تھی، اس سے غفلت اختیار کی گئی جس کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ پھر طلاق دینے سے پہلے سوچنے کی ضرورت تھی کہ مہر کیسے ادا کیا جائے گا، نفقۂ عدت کہاں سے دیا جائے گا، بچے کے خرچ کا انتظام کیا ہوگا، والدہ اور بہن کی ضرورت کس طرح پوری ہوگی، خود کیا کھائیں گے، بغیر انجام پر نظر کئے ہوئے قدم اٹھانے پر پشیمانی ہوتی ہے اور پریشانی بھی۔ بیوی کا مہر بہر حال واجب ہے(۱)، اس کو مطالبہ کا پورا حق حاصل ہے اس کو قسطوار وصول کرنے پر راضی کیجئے، سنجیدہ بااثر آدمیوں کو درمیان میں ڈال کر ان کے ذریعہ معاملہ طے کرائیں۔ اگر تین طلاق نہ دی ہو بلکہ کم دی ہو تو دوبارہ نکاح کی اجازت ہے، بشرطیکہ دونوں رضامند ہوں (۲)۔

---

(۱) "و يتأكد عند وطء أو خلوة صحت من الزوج، أو موت أحدهما". (الدر المختار). "(قوله: ويتأكد): أي الواجب من العشرة أو الأكثر، و أفاد أن المهر يجب بنفس العقد، الخ". (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب المهر: ۱۰۲/۳، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر: ۲۵۱/۳، رشيديه)

(و كذا في الهداية، كتاب النكاح، باب المهر: ۳۲۳/۲، ۳۲۴، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۲) "إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة و بعد انقضائها". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۴۷۲/۱-۴۷۳، رشيديه)

(و كذا في تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل المطلقة: ۱۶۲/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(و كذا في النهر الفائق، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۴۲۰/۲، ۴۲۱، إمداديه ملتان)

اولاد کا نفقہ آپ کے ذمہ لازم ہے اگر چہ وہ اپنی والدہ کے پاس رہے(۱)۔ بچہ جب تک اس قابل نہ ہو جائے کہ اپنی ضروریات: کھانا، پینا، پہننا، استنجاء وغیرہ خود کرنے لگے، زبردستی اس کو لینے کا آپ کو حق نہیں بلکہ حقِ پرورش اس کی والدہ ہی کو ہے۔ بچی کی پرورش کا بھی والدہ کو حق ہے جب تک بچی میں بلوغ کے آثار ظاہر نہ ہوں۔ اس کے بعد آپ لے سکتے ہیں(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۶/۱۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۶/۱۷ھ۔

قسط وار مہر کے ساتھ زوج کی ہر چیز کا بیوی کی مالک ہونے کی شرط

سوال[۵۹۱۶]: ہندہ کا نکاح مہر مقرر کے ساتھ ہوا، اس کے ساتھ یہ شرط لگائی کہ کسی بھی شکل میں ہو زید کی ہر چیز کی مالک ہندہ ہوگی، زید نے اس شرط پر دستخط کر دیئے اور نکاح ہو گیا، گواہوں کے بھی اس پر دستخط ہیں۔ ہندہ کا مہر مبلغ ۵۰۰/ روپے ہے، ڈھائی سو روپے عندالطلب اور ڈھائی سو روپے قسط کی شکل میں۔

---

(۱) "قوله: ولطفله الفقير: أى تجب النفقة والسكنى والكسوة لولده الصغير، قيد بالطفل وهو الصبى حين يسقط من البطن إلى أن يحتلم .... و لذا عبر به؛ لأن البالغ لا تجب نفقته على أبيه". (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۳۴۱/۴، رشيديه)

(وكذا فى تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۳۲۵/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا فى رد المحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب: الصغير المكتسب نفقته فى كسبه الخ: ۶۱۲/۳، سعيد)

درج بالا عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ طفل صغیر کا نان ونفقہ باپ پر لازم ہے۔

(۲) "والأم والجدة أحق بالغلام حتى يستغنى، و قدر بسبع سنين. وقال القدورى: حتى يأكل وحده، ويشرب وحده، ويستنجى وحده. وقدره أبو بكر الرازى بتسع سنين، والفتوى على الأول. والأم والجدة أحق بالجارية حتى تحيض. وفى نوادر هشام عن محمد رحمه الله تعالىٰ: إذا بلغت حد الشهوة، فالأب أحق، الخ". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس عشر فى الحضانة: ۵۴۲/۱، رشيديه)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الحضانة: ۲۸۷/۴، رشيديه)

(وكذا فى الدر المختار، كتاب الطلاق، باب الحضانة: ۵۶۶/۳، سعيد)

تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مہر کیسے ادا کیا جائے اور ہندہ اپنے مہر کا مطالبہ کرتی ہے۔ اب اس کی تشریح کی جائے کہ آیا مہر ادا کیا جائے تو کس شکل پر ادا کیا جائے، جب کہ زید کی ہر چیز کی مالک خود ہندہ ہے؟ اور اگر مہر دینے سے گریز کیا جائے تو اس کے جواز کی کیا شکل ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ شرط کہ ''زید کی ہر چیز کی مالک ہندہ ہے'' اس سے وہ زید کی عمر بھر کی مِلک میں آنے والی اشیاء کی مالک نہیں ہوگی، مہر کی ادائیگی بہر حال ضروری ہے کہ یہ ہندہ کا حقِ واجب ہے(۱) دونوں مشورہ کر کے قسطیں مقرر کرلیں کہ اتنے روپے ہر قسط پر دے دیئے جائیں، یکمشت ادا کرنے کے لئے موجود ہوں تو یکمشت ادا کر دیئے جائیں، ہر طرح درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۱/ ۹/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۱/ ۹/ ۹۲ھ۔

موروثی زمین کو مہر قرار دینا

سوال[۵۹۱۷]: زید نے ہندہ کو نکاح اور اس کے مہر میں ایک زمین دی جو اس کے ہاتھ میں ہے اور دراصل یہ زمین زمیندار کی ہے، اور وہ شخص سالانہ زمین دار کو خزانہ دیتا ہے اور اس کی پیداوار کا مالک زید رہتا ہے اور اس جگہ یہ بھی رواج ہے کہ اس قسم زمین کو رعایا لوگ ایک دوسرے کے ہاتھ میں فروخت کرواتے ہیں اور خریدار زمیندار کو بعد میں کچھ روپیہ نذرانہ دیتا ہے، زمیندار راضی ہو جاتا ہے۔ ان تمام باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے کیا

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿قد علمنا ما فرضنا عليهم في أزواجهم وما ملكت أيمانهم لكيلا يكون عليك حرج، وكان الله غفوراً رحيماً﴾ (سورة الأحزاب: ۵۰)

"فإنما قام مقامه للتراضي به، ثم عرف المهر في العناية بأنه اسم للمال الذي يجب في عقد النكاح على الزوج في مقابلة البضع، إما بالتسمية أو بالعقد". (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/ ۱۰۰، سعيد)

"ويصح النكاح .... ثم المهر واجب شرعاً إبانةً لشرف المحل، فلا يحتاج إلى ذكره لصحة النكاح". (الهداية، كتاب النكاح، باب المهر: ۲/ ۳۲۳، مكتبه شركة علميه ملتان)

زمین اس کی مہر میں ہندہ کے سپرد کرنا واجب ہے، یا دیگر مال سے اگر دوسرے مال سے ادا کرے تو کس قدر ادا کرے؟ بینوا وتوجروا۔

بندہ: امتیاز الدین سلہٹی، متعلم مدرسہ مظاہر علوم، دار الطلبہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نفسِ زمین کو مہر قرار دینا درست ہے، اگر زمیندار وہ زمین زید کو دیدے خواہ قیمۃً خواہ ہبۃً تب تو اس زمین کا دینا زید کے ذمہ واجب ہے، ورنہ اس زمین کی قیمت واجب ہوگی:

"وإذا تزوجها على هذا العبد وهو ملك الغير، أو على هذا الدار و هي ملك الغير، فالنكاح جائز والتسمية صحيحة، فبعد ذلك ينظر إن أجاز صاحب الدار أو صاحب العبد ذلك، فلها عين المسمى. وإن لم يُجز المسمى لا يبطل النكاح ولاالتسمية حتى لا يجب مهر المثل، وإنما تجب قيمة المسمى، كذا في المحيط". فتاوى عالمگیری(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

لیکن حقِ موروثیت شرعاً کوئی چیز نہیں، لہذا اس حق کو مہر قرار دینا درست نہیں۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۶/۵۵ھ۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۵۵ھ۔

مہر میں بیوی کو جائیداد اور قبرستان دینا

سوال[۵۹۱۸]: زید نے شادی کی، بچے ہوئے اور تقریباً ۲۰/ برس بعد زید نے اپنے باپ کی جائیداد اپنی بیوی کو مہر میں ہبہ کردی حالانکہ مہر بہت کم ہے اور جائیداد بہت بڑی ہے۔ اس جائیداد میں ایک بڑا قبرستان بھی شامل ہے۔ تو مہر کی ادائیگی کے لئے کوئی وقت مقرر ہے یا نہیں؟ زید کی عمر اب نوے برس کی ہے، زید کے انتقال کے بعد قبرستان کاشت ہونے اور باغ کٹ جانے کا قوی خطرہ ہے۔ اس صورت میں مہر ادا ہوگیا یا نہیں، اور اس ہبہ کرنے سے مہر ادا ہوگیا کہ نہیں؟ فقط۔

ڈاکٹر عبداللطیف، سرالہ نگر، ضلع گونڈہ۔

---

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریة، الباب السابع في المهر، الفصل الأول: ۱/۳۰۳، رشیدیه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب النكاح، المهر، نوع منه في بيان ما يصلح مهراً الخ: ۸۷/۳، إدارة القرآن كراچی)

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر زید کے والد زندہ ہیں تو ان کی جائیداد میں کوئی تصرف بغیر ان کی اجازت کے زید کے لئے جائز نہیں (۱)۔اگر والد کا انتقال ہو کر تنہا زید وارث و مالک ہو چکا ہے تو وہ جائیداد خود زید کی ہے اس کے والد کی نہیں رہی، زید کو اس میں تصرف کا حق حاصل ہے (۲)۔اگر زید کا مقصد بعوضِ مہر بیوی کو دے دینے سے کسی شرعی مستحق کو محروم کرنا نہیں ہے تو یہ بھی درست ہے (۳)، اور جس قدر مقرر کیا تھا، اگر اس سے زائد دے دے تو اس کی بھی اجازت ہے۔مہر جب چاہے ادا کر سکتا ہے، یہ ضروری نہیں کہ طلاق یا موت کے وقت ہی ادا کیا جائے بلکہ جس قدر جلد ادا کرے بہتر ہے۔بیوی اپنے حق سے کم یا زائد جتنے میں رضامند ہو جائے اس کو حق ہے اور اس سے مہر ادا ہو جائے گا، وہ بخوشی کل ہی معاف کر دے تو کل ہی معاف ہو جائے گا (۴)۔

قبرستان اگر وقف ہے تو وہ کسی کی ملکیت نہیں، مہر میں دینا بھی درست نہیں، اور اس سے وہ بیوی کی ملک نہیں ہوگا، بلکہ بدستور قبرستان ہی رہے گا (۵)۔اگر وہ وقف نہیں بلکہ مملوک ہے تو اس کو مہر میں دینا بھی

---

(۱) "لايجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه، الخ". (الدر المختار، كتاب الغصب، مطلب في ما يجوز من التصرف بمال الغير بدون إذن صريح: ٢٠٠/٦، سعيد)

(وكذا في شرح المجلة، (رقم المادة: ٩٦)، ص: ٦١، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(۲) "كل يتصرف في ملكه كيف شاء. الخ". (شرح المجلة، الباب الثالث في المسائل المتعلقة بالحيطان والجيران ...... الفصل الأول، (رقم المادة: ١١٩٢)، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في رد المحتار، مسائل شتى، مطلب: اقتسموا داراً و أراد كل منهم فتح باب لهم: ٤٤٨/٦ سعيد)

(۳) "عن أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ: لا بأس به إذا لم يقصد به الإضرار". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب السادس في الهبة للصغير: ٣٩١/٤، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، مطلب مهم في قول الواقف: على الفريضة الشرعية: ٤٤٤/٤، سعيد)

(۴) "وصح حطها لكله أو بعضه عنه". (الدر المختار، باب المهر، مطلب في حط المهر والإبراء منه: ١١٣/٣، سعيد)

(وكذافي البحر الرائق، باب المهر: ٢٦٣/٣، رشيديه)

(۵) "(الوقف) لايملك ولايملك ولايعار ولايرهن". (الدرالمختار). "(قوله: لايُملك): أى لا يكون مملوكاً لصاحبه، ولا يُمَلّك: أى لا يقبل التمليك لغيره بالبيع. الخ". (الدرالمختار مع =

درست ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

جس زمین کا مہر میں وعدہ کیا جائے اس کا دینا ضروری ہے

سوال[۵۹۱۹]: ایک بیوہ ہے جس کے تین جیٹھ دیور موجود ہیں، نکاح کرنے کے لئے بڑی کوشش کرتے رہے مگر اس نے نکاح کرنے سے انکار کیا۔ اتفاق سے اس کے نام ایک چوتھائی حصہ زمین کا چڑھ گیا اور وہ زمین کے فروخت کی کوشش میں لگی۔ جیٹھ دیور کو جب معلوم ہوا تو پھر بہت نکاح کی کوشش کی، اس نے بڑی مشکل سے نکاح کو کہا اور یہ بھی کہا کہ نکاح میرا نہیں ہونا، یہ تو زمین کا نکاح ہوتا ہے، مگر شریعت سے اس کو زمین کا حق نہیں پہونچتا، فقط اس کے ایک لڑکی ہے، مگر ان جیٹھ دیوروں نے وعدہ کیا کہ ہم تجھے پندرہ بیگہ زمین مہر میں دیں گے تو وہ اپنے بڑے جیٹھ سے نکاح کے لئے رضامند ہوگئی اور نکاح ہوگیا۔ اب اس کو زمین دیں یا نہ دیں؟ قبضے کا وعدہ کیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مہر میں جتنی زمین مقرر کی گئی ہے، وہ بھی اس کا حق ہے اس کو دینا لازم ہے، ورنہ اس کا وبال سخت ہوگا(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱/۹۱ھ۔

= ردالمحتار، کتاب الوقف، مطلب مهم: فرق أبو يوسف بين قوله: موقوفة، وقوله: فموقوفة على فلان: ۳۵۲/۴، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب الوقف: ۶۳۷/۲، مكتبه شركة علمية ملتان)

(۱) "كل يتصرف في ملكه كيف شاء. الخ". (شرح المجلة، الباب الثالث في المسائل المتعلقة بالحيطان والجيران ...... الفصل الأول، (رقم المادة: ۱۱۹۲)، دارالكتب العلميه بيروت)

(وكذا في رد المحتار، مسائل شتى، مطلب: اقتسموا داراً و أراد كل منهم فتح باب لهم: ۴۴۸/۶ سعيد)

(۲) "تنبيه: حاصل هذه المسألة أن المسمى إذا كان من غير النقود بأن كان عرضاً أو حيواناً، إما أن =

زمین کے بدلہ میں شادی

سوال[۵۹۲۰]: ایک شخص نے اس طرح زمین لی ہے کہ اس کی ایک لڑکی تھی، اس نے اس کی شادی کردی اور بدلے میں زمین لی، اب اس شخص کے پوتے پڑوتے ہیں، ان کے واسطے اس زمین کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ زمین رشوت کے حکم میں ہے، اس کی واپسی لازم ہے، اس کی آمدنی خود نہ وصول کریں بلکہ جس کی تھی اس کو یا اس کے ورثہ کو واپس کردیں(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم/ رمضان/ ۶۶ھ۔

بیوی کے علاج میں مہر کا روپیہ

سوال[۵۹۲۱]: نعیم الحق کی بیوی کا مہر دو ہزار روپیہ ہے، بیوی کوٹی بی کا مرض ہے، تو نعیم الحق کا جو روپیہ بیوی کے علاج میں خرچ ہوا وہ مہر میں محسوب ہوگا یا نہیں؟

= يكون معيناً بإشارة أو إضافة، فيجب بعينه. الخ". (رد المحتار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب: في أحكام الخلوة: ۱۲۹/۳، سعيد)

"المهر: هو كل مال متقوم معلوم مقدور على تسليمه، فيصح كون المهر ذهباً أو فضة .... و يصح مكيلاً أو موزوناً، حيواناً أو عقاراً. الخ". (الفقه الإسلامي وأدلته، الفصل السادس، آثار الزواج، المبحث الأول، ثالثاً: شروط المهر أو ما يصلح أن يكون مهرًا الخ: ۶۷۶۸/۹، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب النكاح، باب المهر: ۸۵/۳، إدارة القرآن كراچی)

(۱) "أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم، فللزوج أن يسترد؛ لأنه رشوة". (الدر المختار، باب المهر، مطلب: أنفق على معتدة الغير: ۱۵۶/۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل السادس عشر في جهاز البنت: ۳۲۷/۱، رشيديه)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، الثاني عشر في المهر: ۱۳۶/۴، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر شوہر نے بیوی سے یہ کہا کہ تمہارا علاج تمہارے مہر کے روپیہ سے کردوں، اور اس نے اجازت دیدی تب تو مہر صورت مسئولہ میں شوہر کے ذمہ باقی نہیں رہا، ورنہ جتنا روپیہ خرچ کیا وہ تبرع اور احسان تھا جو اَب مہر میں محسوب نہ ہوگا:"كما لا يلزمها مداواتها، اهـ: أي إتيانه لها بدواء المرض و لا أجرة الطبيب و لا الفصد، اهـ". رد المحتار: ٢/٦٤٦ (١)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

زوجہ اگر مہر وصول نہ کرے تو زوج کس طرح ادا کرے

سوال[۵۹۲۲]: مسماۃ ہندہ کو طلاق لئے ہوئے دو برس ہو چکے ہیں، دین مہر نہ وہ لیتی ہے اور نہ ہی صاف الفاظ میں منع کرتی ہے، بلکہ یہ کہہ دیتی ہے کہ میں اپنا بدلہ آخرت میں لوں گی۔ زید دین مہر سے اپنی زندگی میں سبکدوش ہونا چاہتا ہے اور ہندہ سے بار بار لجاجت کرتا ہے کہ کسی طرح وہ اپنا قرض وصول کرلے۔ چنانچہ بذریعۂ ڈاک بیمہ رقم دینِ مہر زید نے ہندہ کو پہونچادی، مگر ہندہ نے اپنی کسی مصلحت کی بنا پر رقم ارسال کردہ بیمہ واپس کردی کہ مجھے تمہارے اس روپے کی ضرورت نہیں، میں اپنا بدلہ خدا کے یہاں آخرت میں لوں گی۔ اس اثناء میں زید نے مصالحت کرنے کی کئی ایک بار کوشش کی مگر مسماۃ ہندہ کے عزیز واقرباء نے مزاحمت کی اور زید کو مالی وجسمانی نقصان پہونچانے کے درپے ہوگئے۔

ہندہ کا اپنا قرض دنیا میں وصول نہ کرنا حالانکہ زید نے بذریعۂ ڈاک رقم دینِ مہر ہندہ کو پہونچادی، مگر اس نے واپس کردی اور قرض خواہ کا یہ کہنا کہ میں تو آخرت میں بدلہ لوں گی شرع شریف میں اس کا کیا حکم ہے؟ اگر مقروض رقم دینِ مہر عندالطلب ادا کرنے سے انکار کرتا تو وہ قصوروار تھا اور قرض خواہ یہ کہنے کی حقدار تھی کہ میں آخرت میں بدلہ لوں گی، لیکن یہاں تو معاملہ دگرگوں ہے، ہندہ کے بغیر طلب کے زید کے ذمہ رقم مہر جائز طریقہ

---

(١) (رد المحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب: لا تجب على الأب نفقة زوجة ابنه الصغير: ٣/٥٧٣، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الأول: ١/٥٤٩، رشيديه)

سے ہندہ تک پہونچانے کا حق ہے، زید پہونچا دیتا ہے، وصول کرنا یا نہ کرنا یہ ہندہ کا فعل ہے، وجہ خواہ کچھ بھی ہو مگر زید نے حق ادا کرنے کی پوری کوشش دنیا میں کرلی۔

جواب طلب یہ امر ہے کہ کیا زید عنداللہ بری الذمہ ہوسکتا ہے اور آخرت میں یہ صورت بخشش یا ہبہ کی ہوسکتی ہے یا نہیں ہندہ کا رقمِ مہر چھوڑنا حالانکہ زید ادا کرنا چاہتا ہے، کیا یہ صورت ﴿إلا أن يعفون﴾ کے تحت آسکتی ہے یا نہیں؟

نیاز مند: ڈاکٹر عبدالغنی غفرلہ۔

الجواب حامداً و مصلياً:

اگر ہندہ دینِ مہر کو معاف نہیں کرتی اور وصول بھی نہیں کرتی تو زید کو چاہئے کہ مہر کی رقم ہندہ کے سامنے اس طرح رکھدے کہ اگر وہ ہاتھ بڑھا کر اٹھانا چاہے تو اٹھالے اور اس کے بعد ہندہ کو اختیار ہے خواہ اٹھائے خواہ نہ اٹھائے، اس طرح اس کے سامنے رکھدینے سے زید بَری ہوجائے گا اور آخرت کا بار اس کے ذمہ نہیں ہوگا اور محض وصول کرنے سے انکار کی وجہ سے معافی نہ ہوگی:

"التخلية رفع الموانع بأن يضع المال بين يدى المولى بحيث لو مدّ يده أخذه، فحينئذ يحكم القاضى بأنه قبضه، وكذا فى ثمن المبيع وبدل الإجارة وسائر الحقوق، اهـ". ردالمحتار: ۹۰/۳(۱)۔

اگر ہندہ کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اپنا دینِ مہر دنیا میں معاف کردیا ہے اور آخرت میں اس کا ثواب لوں گی تو مہر معاف ہوگیا۔ اور اگر یہ مطلب نہیں بلکہ یہ مطلب ہے کہ دنیا میں وصول نہیں کرتی تاکہ شوہر کے ذمہ آخرت کا وبال باقی رہے تو معاف نہیں ہوا۔ طریقہ مذکورہ سے ادا کردیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/ ۵/ ۵۵ھ۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/ ۵/ ۵۵ھ۔

---

(۱) (رد المحتار، كتاب العتق، باب العتق على جعل: ۶۷۶/۳، سعيد)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب العتق، باب العتق على جعل: ۴۳۴/۴، رشيديه)

(وكذا فى حاشية الطحطاوى على الدر المختار، باب العتق على جعل: ۳۰۷/۲، دار المعرفة بيروت)

مہر بیوی کے سامنے رکھنے سے ادا ہوگا یا نہیں؟

سوال[۵۹۲۳]: قمرالدین کے یہاں ایک لڑکا دوسری لڑکی تھی، لڑکی کی شادی کرنے کے بعد سامانِ جہیز دے کر رخصت کیا۔ محمد عمر کی شادی قمرالدین نے کی لیکن بچپن میں ہی عمر کی بیوی کا انتقال ہوا۔ قمرالدین کے انتقال کے بعد محمد عمر کا نکاح ماموں صاحب نے کیا، اس بیوی کے دو بچے پیدا ہوئے لڑکی کا انتقال ہوگیا لڑکا حیات ہے، لیکن چار سال کا تھا کہ اس کے والد محمد عمر کا انتقال ہوگیا۔ اس کے بعد اس کی پھوپھی مع سامان کے لڑکے اصغر کو اپنے گھر لے گئی اور پرورش کرنے پر اپنی پوتی سے نکاح کردیا اور پانچ چار سال لڑکی نکاح میں رہی۔

اس کے بعد لڑکی کے باپ نے کچھ تہمت یا الزامات لگا کر لڑکی کو آزاد یا طلاق حاصل کرلی ہے، لیکن بیوی کی زبانی معلوم ہوا کہ جو مہر بندی تھی وہ لڑکی کے سامنے رکھا تو لڑکی نے بخوشی واپس لوٹا کر معاف کردیا۔ اور اب رہا سامان ومکانات کا معاملہ یہ ہے کہ قمرالدین اور فرزند محمد عمر کی یہ میراث تھی، لیکن حیات اصغر کو پھوپھی صاحبہ تمام سامان گھر کا لے کر اپنے سسرال چلی گئی اور مکان مسجد کو دیدیا، جبکہ اصغر جوان ہوگیا تھا اور اس شرط پر دیا کہ میرا حق ہے، تم بھی اپنا حق دو۔ اب مکان میں اور سامان میں وہ حق دار ہے یا نہیں؟ اگر حق دار ہے تو وہ اپنا سامان پھوپھی سے لے سکتا ہے اور مکان بھی لے سکتا ہے؟ آیا پھوپھی کو بھی کوئی کچھ حق پہنچے گا یا نہیں؟ اگر پہنچے تو اس کا طریقہ تقسیم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جب شوہر نے مہر کا روپیہ ادا کرنے کے لیے بیوی کے سامنے رکھ دیا اور بیوی نے بخوشی وہ روپیہ شوہر کو دیدیا اور دونوں کو اس کا اقرار ہے تو مہر ادا ہوگیا(۱)۔ قمرالدین کے انتقال پر لڑکی اور لڑکا محمد عمر دونوں وارث ہیں

---

(۱) "التخلية رفع الموانع بأن يضع المال بين يدى المولى بحيث لو مدّ يده أخذه، فحينئذٍ يحكم القاضى بأنه قبضه، وكذا فى ثمن المبيع وبدل الإجارة وسائر الحقوق". (رد المحتار، كتاب العتق، باب العتق على جعل: ۳/۶۷۶، سعيد)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب العتق، باب العتق على جعل: ۴/۴۳۴، رشيديه)

(وكذا فى حاشية الطحطاوى على الدر المختار، باب العتق على جعل: ۲/۳۰۷، دار المعرفة بيروت)

لڑکی کا اکہرا حصہ ہے اور لڑکے محمد عمر کا دوہرا حصہ ہے، محمد عمر کے انتقال پر اسی شرح کے ساتھ لڑکا (اصغر) لڑکی دونوں وارث ہیں (۱)۔ پھوپھی کو قمر الدین کے ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا، وہ اس میں حق دار نہیں اگرچہ اپنے والد کے ترکہ میں حق دار ہے (۲)۔ پھوپھی صاحبہ نے بچے کی پرورش کی، بہت اچھا کیا، ان کو اجر ملے گا، لیکن قمر الدین اور محمد عمر کی متروکہ جائیداد، روپیہ، مکان، سامان کسی چیز میں بھی ان کو تصرف مالکانہ کرنے کا حق نہیں (۳)، محض ان کے مکان مسجد میں دینے سے وہ مکان مسجد کا نہیں ہوا، ہاں! اگر اصغر نے بالغ ہونے کے بعد بخوشی مسجد میں دیا ہے تو وہ مسجد کا ہوگیا۔

اصغر کو پورا حق حاصل ہے کہ اپنے باپ دادا کا پورا سامان پھوپھی صاحبہ سے واپس لے لے مگر چونکہ پھوپھی صاحبہ نے ان کی پرورش کی، شادی کی، اس لئے ان کے احسان کو فراموش نہیں کرنا چاہئے (۴)، ان کے ساتھ ہمیشہ ہمدردی سے پیش آئے اور اپنی وسعت کے موافق مالی خدمت بھی کرتا رہے، ویسے بھی پھوپھی صاحبہ کا رشتہ ایسا ہے کہ ان کی خدمت کرتے رہنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/ ۷/ ۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/ ۷/ ۸۹ھ۔

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿یوصیکم الله فی أولادکم للذکر مثل حظ الأنثیین﴾ (النساء: ۱۱)

"وأما بنات الصلب فأحوال ثلاث.......... ومع الابن للذکر مثل حظ الأنثیین، وهو یعصّبهن". (السراجی، ص: ۷، سعید)

(۲) "وذوو الأرحام أصناف أربعة .... والصنف الرابع ینتمی إلی جدّی المیت أو جدتیه وهم العمات والأعمام وأم .... اهـ". (السراجی، ص: ۳۸، سعید)

"ثم یقسم الباقی بین ورثته بالکتاب والسنة وإجماع الأمة، فیبدأ بأصحاب الفرائض وهم الذین لهم سهام مقدرة فی کتاب الله تعالیٰ، ثم العصبات .... ثم ذوی الأرحام". (السراجی، ص: ۳، سعید)

(۳) "لایجوز التصرف فی مال غیره بلا إذنه". (الدرالمختار، کتاب الغصب: ۶/ ۲۰۰، سعید)

(وکذا فی شرح المجلة، (المادة: ۹۶): ۱/ ۶۱، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(۴) قال الله تعالیٰ: ﴿هل جزاء الإحسان إلا الإحسان﴾ (الرحمن: ۶۰)

بدلِ مہر دینے کے بعد زوجہ کا حق باقی ہے یا نہیں؟

سوال[۵۹۲۴]: نورخان اپنی عورت نذیرن کو کسی وجہ سے برادری کے پانچ آدمیوں کے سامنے شریعت کے مطابق چھ سال پہلے طلاق دے چکا ہے اور مہر ساڑھے بتیس روپے کا تھا۔ بتیس روپے کے بجائے اس نے مہر میں ۸۵/ رتی چاندی کا زیور ادا کر دیا تھا۔ اب میرے خلاف خرچہ بندھوانے کے لئے چھ سال کے بعد عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا ہے۔ آپ حضرات سے میری گذارش ہے کہ شریعت کے مطابق مجھے خرچ دینے کا حق ہے یا نہیں؟ اگر شریعت کے مطابق مجھے خرچہ دینے کا حق نہیں ہے تو آپ کے یہاں کی سند کی ضرورت ہے۔ فتویٰ بھیجنے کی جلدی سے مہربانی کریں۔

الجواب حامداًومصلياً:

جبکہ آپ نے مہر کے عوض ۸۵/ رتی چاندی کا زیور دیا اور اس نے قبول کرلیا تو آپ بری الذمہ ہوگئے، اب آپ پر دعویٰ کرنا غلط ہے، آپ کے ذمہ کچھ لازم نہیں (۱)۔ مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے جو پونے تین تولے کے قریب ہے (۲)۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/ ۷/ ۱۴۰۶ھ۔

بیوی سامان لے کر چلی گئی تو کیا مہر ادا ہوا؟

سوال[۵۹۲۵]: میری بیوی کو اس کا بھائی سکھا کریم جولائی ۱۹۶۷ء کو میری عدم موجودگی میں میری اجازت کے بغیر گھر سے لے گیا، یہ دونوں اپنے ہمراہ سولہ سو روپے کے زیورات اور سوا سو روپے کی

---

(۱) "ومن بعث إلى امرأته شيئاً فقالت: هو هدية، وقال: هو من المهر، فالقول له في غير المهيأ للأكل".

(كنز الدقائق، كتاب النكاح، باب المهر، ص: ۱۰۷، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب النكاح، باب المهر: ۲/۲۶۳، ۲۶۴، رشيديه)

(۲) "عن جابر رضى الله تعالىٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "ولا مهر أقل من عشرة". (إعلاء السنن، بابٌ: لامهر أقل من عشرة: ۱۱/۸۱، إدارة القرآن كراچى)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب السابع في المهر، الباب الأول: ۱/۳۰۲، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، باب المهر: ۳/۱۰۱، سعيد)

گھڑی اور پانچ صد روپے نقد لے گئے۔ کچھ دنوں کے بعد جب میں بریلی بیوی کو لینے گیا اور سُسر وغیرہ سے بھیجنے کی بابت بات ہوئی تو انہوں نے صاف انکار کر دیا کہ ان کی نیت ان سب چیزوں کو رکھنے کی تھی، اور ساتھ ہی مہر جو کہ معجّل ہے ان کے وصول کی فکر ہے، جب کہ میری طرف سے نان ونفقہ ودیگر ضروریات زندگی کی کوئی پریشانی نہیں ہے۔

ان حالت میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ اور اگر بذریعۂ عدالت مہروں کا مطالبہ ہوتو مجھے دیناواجب ہے کہ نہیں جب کہ مہر کی مقدار آٹھ ہزار روپیہ ہے۔ ادائیگی میری استطاعت سے باہر ہے اور شادی کے بعد سے اب تک میری بیوی نے من مانی کی ہے۔

الجواب حامداً و مصلياً:

مہر معجّل وصول کرنے کا اس کو حق ہے، آپ کا جو جو سامان گھڑی زیور اور نقد اس نے بغیر آپ کی اجازت کے لیا ہے، آپ اس سے واپس لے سکتے ہیں اور مہر میں محسوب کر سکتے ہیں۔ آپ اس کو سمجھا کر نرمی اور محبت سے اپنے مکان پر بلالیں، حُسنِ اخلاق کا معاملہ کریں تو انشاء اللہ حالات میں تغیر پیدا ہوگا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/ ۵/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/ ۵/ ۸۷ھ۔

مہر اپنے والد کے قرض میں وصول کرنا

سوال[۵۹۲۶]: دورانِ نکاح کی بات چیت کے وقت لڑکی کے والد نے گیارہ سو پچاس روپے بطورِ قرض لئے تھے، وہ روپے مہر میں کسی شکل سے ادا ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ مہر مبلغ ایک ہزار روپئے ہے۔

---

(۱) "إن لم يؤجل أو يعجل كله فكما شرط؛ لأن الصريح يفوق الدلالة، إلا إذا جهل الأجل جهالةً فاحشةً، فيجب حالاً، غاية". (الدرالمختار، باب المهر، مطلب في منع الزوجة نفسها لقبض المهر: ۱۴۴/۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب المهر: ۳۰۹/۳، ۳۱۰، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

لڑکی کے والد نے جو روپیہ لڑکے سے قرض لیا ہے اس کو مہر میں شمار کر لینا درست ہے جب کہ اس پر لڑکی راضی ہو کہ شوہر کو مہر سے بَری کرتی ہے اور مہر اپنے والد سے وصول کرے گی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۹/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۹/۹۱ھ۔

نا قابلِ جماع عورت کا نکاح ومہر

سوال [۵۹۲۷]: زید نے ایک عورت سے شادی کی، اس عورت کو جب اپنے گھر لایا تو اس میں کوئی علامت عورت ہونے کی نہیں پائی یعنی پستان بالکل نہیں، ایام ماہواری تیس سال کی عمر تک نہیں ہوئے، جائے مخصوص اس طریق پر واقع ہوئی ہے: ”o“ جس سے مجامعت نہیں ہوسکتی اور اس مقام پر ہڈی ہے، جو قابلِ آپریشن نہیں ہے۔ اب اس عورت کے والدین اس عورت کا علاج کر رہے ہیں اور اس کی کوشش ہے کہ جائے مخصوص صحبت کے قابل ہو جائے، مگر عرصہ دس ماہ گزرا آرام نہیں ہوا۔

پھر اگر جائے مخصوص قابلِ جماع ہو جائے تو مجامعت جائز ہوگی؟ جب کہ ڈاکٹرنی کہتی ہے کہ اس سے اولاد نہ ہوگی۔ جائے مخصوص میں چوں کہ دواء کا استعمال ہو رہا ہے، اس کی رگڑ سے کچھ خون آجاتا ہے جس کا کوئی وقت معین نہیں، کیا وہ دھبّہ ایامِ ماہواری میں شمار ہوسکتا ہے اور اس صورت میں نکاح قائم رہ سکتا ہے اور ایسی جگہ مرد اپنی خواہش پوری کر سکتا ہے؟ اور اس صورت میں عقد جائز ہے یا نہیں اور مہر کی بابت کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں اگر معاینہ کے بعد وہ عورت مرد کی مجامعت کے قابل ہو جائے تو مرد کو اس سے صحبت درست ہوگی، اولاد ہونے کی توقع ہو یا نہ ہو۔ نکاح کی غایت جیسے توالد وتناسل ہے اسی طرح حرام سے بچنا اور عفت سے رہنا بھی ہے۔ اور اس وقت بھی مہر پورا واجب ہوگا اور جو خون آتا ہے، اگر وہ دوا یا رگڑ وغیرہ کی

---

(۱) ”وإذا زوّج ابنه الصغير امرأةً و ضمن عنه المهر، و كان ذلك في صحته، جاز إذا قبلت المرأة الضمان .... ثم للمرأة أن تطالب الولي بالمهر، وليس لها أن تطالب الزوج. الخ“. (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، باب المهر، الفصل الرابع عشر في ضمان المهر: ۱/۳۲۶، رشيديه)

وجہ سے آتا ہے تو اس کو حیض نہیں کہا جائے گا اور اگر بلا رگڑ ہی آتا ہے اور اقلِ مدتِ حیض تک پہونچ جاتا ہے تو اس کو حیض کہا جائے گا۔ اور جب تک معالجہ کے بعد صحبت کے قابل نہ ہو تو اس کے ساتھ تنہائی خلوتِ صحیحہ شمار نہ ہوگی لہٰذا اگر ایسی حالت میں مرد طلاق دے گا تو پورا مہر واجب نہ ہوگا، بلکہ نصف مہر واجب ہوگا:

"ویجب نصفه (أي نصف المهر) بطلاق قبل وطئی أو خلوة". درمختار: ۵۱۲/۲(۱)۔ "ومن الموانع لصحة الخلوة أن تكون المرأة رتقاء أو قرناء أو عقلاء أو شعراء، كذا فی التبيين". فتاوی عالمگیری: ۳۱۵/۲(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۹/۱/۵۴ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۱۳/۱/۵۴ھ۔

خلوت سے پہلے طلاق کی صورت میں مہر وغیرہ

سوال [۵۹۲۸]: زید کا نکاح ہندہ سے ہوا دونوں میں تنہائی یعنی صحبت نہیں ہوئی تھی کہ طلاق کی نوبت آگئی۔ کیا پورا مہر لینے کی حق دار ہے؟ اور زید نے بوقتِ نکاح جو زیور دیئے تھے، اس کی واپسی کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس صورت میں نصف مہر دینا ہوگا (۳)، جو زیور وغیرہ شوہر کی طرف سے بیوی کو تملیکاً دیا گیا ہے، یا

---

(۱) (الدر المختار، باب المهر: ۱۰۴/۳، سعيد)

(وكذا فی ملتقی الأبحر علی هامش مجمع الأنهر، باب المهر: ۳۴۶/۱، دار إحياء التراث العربی بيروت)

(وكذا فی الهداية، باب المهر: ۳۲۶/۲، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۲) (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب السابع فی المهر، الفصل الثانی: ۳۰۵/۱، رشيديه)

(وكذا فی تبيين الحقائق، باب المهر: ۵۴۸/۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا فی البحر الرائق، باب المهر: ۲۶۷/۳، رشيديه)

(۳) "ولزم نصفه: أی المسمی بالطلاق قبل الدخول وقبل الخلوة الصحيحة". (مجمع الأنهر، باب المهر: ۳۴۶/۱، دار إحياء التراث العربی بيروت)

(وكذا فی الهداية، باب المهر: ۳۲۴/۲، شركة علمية ملتان)

(وكذا فی الدر المختار، باب المهر: ۱۰۴/۳، سعيد)

بیوی کے والدین نے جو کچھ داماد کو تملیکاً دیا ہے اس کی واپسی نہیں ہوگی، بلکہ جو کچھ جس کو دیا گیا ہے اسی کا ہوگا۔ لڑکی کے والدین نے جو کچھ سامان اپنی لڑکی کو دیا ہے وہ لڑکی کا ہے، شوہر اس کو لینے کا حقدار نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/ ۵/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/ ۵/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱/ ۶/ ۸۷ھ۔

رتقاء اور عنین کی خلوت سے وجوبِ مہر کا حکم

سوال [۵۹۲۹]: ۱...... ہندہ کی عمر ۲۰/ ۲۲/ سال ہے، شادی کے بعد معلوم ہوا کہ وہ خلوت کے قابل نہیں، شرمگاہ بند ہے، بغیر آپریشن کے قابلِ جماع نہیں، ایسی صورت میں شوہر پر نصف مہر واجب ہوگا یا پورا؟

۲...... اس کا نفقہ کس پر واجب ہوگا؟

۳...... اگر شوہر ہی قابلِ جماع نہ ہو تو پھر نفقہ کس پر ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... اگر شرمگاہ کا سوراخ اس قدر تنگ ہو کہ اس میں جماع نہیں کیا جاسکتا، خواہ ہڈی کی وجہ سے یا غدود کی وجہ سے تو ایسی عورت کے ساتھ خلوت کرنے سے پورا مہر لازم نہیں ہوگا، بلکہ نصف مہر لازم ہوگا (۲)۔

---

(۱) "لو جهّز ابنته وسلمه إليها ليس له في الاستحسان استرداده منها، وعليه الفتویٰ.............. وإذا بعث الزوج إلى أهل زوجته أشياء عند زفافها، منها ديباج، فلما زفّت إليه، أراد أن يسترد من المرأة الديباج، ليس له ذلك إذا بعث إليها على جهة التمليك، كذا في فصول العمادية". (الفتاویٰ العالمكيرية، باب المهر، الفصل السادس عشر في جهاز البنت: ۱/ ۳۲۷، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، باب المهر، نوع منه: اختلاف الزوجين في المهر: ۳/ ۱۲۶، ۱۲۷، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "ويجب نصفه بطلاق قبل وطء أو خلوة. الخ". (الدر المختار، باب المهر: ۳/ ۱۰۴، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، باب المهر: ۱/ ۳۴۶، دارإحياء التراث العربي، بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، باب المهر: ۳/ ۲۵۳، رشيديه)

۲......جبکہ وہ شوہر کے مکان پر رہے گی تو اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ لازم ہوگا (۱)۔

۳......اگر شوہر بھی جماع پر قادر نہیں خواہ حیض ہونے کی وجہ سے یا مریض ہونے کی وجہ سے تب بھی اس پر خلوت سے پورا مہر لازم نہیں ہوگا، بلکہ نصف مہر لازم ہوگا:

"والخلوة بلامرض أحدهما خلوة كالوطأ، وأشار بالمرض إلى المانع الحسي، وصححه بعدم الفرق بين مرضه ومرضها". البحر: ۱۵۳/۳ (۲)۔

اگر شوہر نامرد ہے تو اس کی خلوت معتبر ہے۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیو بند، ۱/۲/۸۹ھ۔

طلاق کے بعد مہر اور شوہر کے دیئے ہوئے زیور کا حکم

سوال[۵۹۳۰]: زوج نے اپنی زوجہ کو طلاق دیدی، اب اس کے پاس جوزیور نقرئی یا طلائی شوہر کی طرف سے دیا ہوا موجود ہے، اس کا حقدار شرعاً کون ہے؟ دوم یہ کہ عورت نے شوہر کو ایک عورت کے سامنے اپنے مہر اللہ واسطے معاف کر دئے تھے، اس صورت میں وہ معاف ہوئے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر وہ زیور شوہر کی طرف سے عورت کو تملیکاً دیا گیا تھا تو وہ عورت کا ہے اور اگر عاریۃً دیا گیا تھا تو وہ عورت کا نہیں ہے بلکہ شوہر کا ہے۔اور اگر دیتے وقت کوئی تصریح تملیک یا عاریت کی نہیں کی گئی تھی تو رواج اور عرف کا اعتبار ہوگا، اگر رواج تملیک کا ہے تو وہ زیور عورت کا ہے، اگر رواج عاریت کا ہے تو شوہر کا، اگر رواج دونوں طرح کا ہے اور گواہ عورت کے پاس تملیک کے موجود نہیں تو شوہر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا، کذا فی

---

(۱) "ومفهومه أنها إن كانت في بيته، فلها النفقة............وحاصله أن المنقول في ظاهر الرواية وجوب النفقة للمريض، سواء كان قبل النقلة أو بعدها، وسواء كان يمكنه جماعها أو لا. الخ". (البحر الرائق، باب النفقة: ۳۰۷/۴، ۳۰۸، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، باب النفقة: ۴۹۰/۱، دارإحياء التراث العربي، بيروت)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الأول: ۵۴۶/۱، رشيديه)

(۲) (البحر الرائق، باب المهر: ۲۶۷/۳، رشيديه)

الفتاویٰ العالمکیریة، ص: ٣٤٠ (١) ردالمحتار: ٥٦١/٢ (٢)۔

اگر عورت کہتی ہے کہ مہر میں معاف کر چکی ہوں یا اس پر گواہ موجود ہوں گو ایک ہی ہو تو وہ مہر دیانۃً معاف ہو گیا اور قضاءً معاف ہونے کے لئے عورت کا اقرار، یا دو عادل مرد، یا ایک عادل مرد اور دو عورتیں گواہ ضروری ہیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۵۳/۱۲/۲۲ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۲۵/ ذی الحجہ/ ۵۳ھ۔

نکاح اور مہر سے متعلق آٹھ سوالات

چار ماہ کی حاملہ سے عقدِ نکاح

سوال [۵۹۳۱]: زید کا نکاح نجمہ کے ساتھ ہوا، عقد کے دو ماہ بعد معلوم ہوا کہ نجمہ حاملہ ہے، لیڈیز

---

(١) "وإذا بعث الزوج إلى أهل زوجته أشياء عند رفاقها منها ديباج فلما زُفّت إليه أراد أن يستردّ من المرأة، ليس له ذلك إذا بعث إليها على جهة التمليك .... جهّز زوجها ثم زعم أن الذى دفعه إليها ماله، وكان على وجه العارية عندها، وقالت: هو ملكى جهّزتنى به، أو قال الزوج ذلك بعد موتها .... وقال فى الواقعات إن كان العرف ظاهراً بمثله فى الجهاز كما فى ديارنا فالقول قول الزوج. الخ". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل السادس عشر فى جهاز البنت: ٣٢٧/١، رشيديه)

(٢) "و لو بعث إلى امرأته شيئاً ولم يذكر جهته عند الدفع غير جهة المهر كقوله: شمع أو حناء، ثم قال: إنه من المهر، لم يقبل، قنية، لوقوعه هديةً، فلا ينقلب مهراً (فقالت: هو): أى المبعوث هدية، وقال: هو من المهر أو من الكسوة أو عارية، فالقول له بيمينه، الخ". (الدر المختار، باب المهر، مطلب فيما يرسله إلى الزوجة: ١٥١/٣، سعيد)

(وكذا فى الهداية، باب المهر: ٣٣٧/٢، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا فى فتح القدير، باب المهر: ٣٧٩/٣، مصطفى البابى الحلبى مصر)

(٣) "وماسوى ذلك من الحقوق، يقبل فيها شهادة رجلين أو رجل وامرأتين، سواء كان الحق مالاً أو غير مال، مثل النكاح والطلاق والعتاق والوكالة والوصية". (الهداية، كتاب الشهادات: ١٥٣/٣، ١٥٤، إمداديه ملتان)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب الشهادات: ١٠٤/٧، رشيديه)

ڈاکٹر کے معائنہ سے بھی یہ ثابت ہوگیا۔ اس وقت نجمہ کو چھ ماہ کا حمل ہے، یعنی بوقتِ عقد نجمہ کو چار ماہ کا حمل تھا۔ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند (کامل) کتب خانہ امدادیہ دیوبند، حصہ سوم و چہارم کے کتاب النکاح، فصلٌ فی المحرمات (۱)، امداد المفتین، ص: ۱۲۸، سوال نمبر: ۲۳۷،۲۷۴، ۳ (۲)، کے مطابق زید کا نکاح نجمہ کے ساتھ ہوگیا، لیکن زید کو نجمہ سے وضعِ حمل تک وطی نہ کرنی چاہیے۔ لہٰذا دریافت طلب امور یہ ہیں:

حاملہ منکوحہ سے وطی اور مہر

سوال [۵۹۳۲]: ۱..... زید نے اس بات کے ظاہر ہونے سے قبل نجمہ سے وطی کی اور اپنی لاعلمی کی وجہ سے اس بات کے ظاہر ہونے کے بعد بھی وطی کی، اب اس کا کیا حکم ہے؟

سوال [۵۹۳۳]: ۲..... زید نجمہ کو اپنے نکاح میں نہیں رکھنا چاہتا ہے، کیا اس صورت میں مہر ہوگا، جب کہ نجمہ کے حاملہ ہوتے ہوئے یہ نکاح پڑھایا گیا؟

مہر قسطوار بھی دیا جاسکتا ہے

سوال [۵۹۳۴]: ۳..... مہر چار ہزار روپیہ مقرر کیا گیا تھا، اس وقت زید کی حالت ایسی نہیں ہے کہ ایک مشت ادا کر سکے۔ اس کے لئے کیا جائز ہے؟

جو کچھ زوجہ کو دیا مہر وغیرہ بعد طلاق واپسی کا حق نہیں

سوال [۵۹۳۵]: ۴..... عقد میں کپڑے، زیورات اور دوسرے اخراجات جو نجمہ کے والدین کے

---

(۱) ''حاملہ عن الزنا کا نکاح درست ہے، خواہ اس سے ہے جس کا حمل ہے یا دوسرے شخص سے، لیکن اگر دوسرے شخص سے نکاح ہو تو نکاح صحیح ہوگا، لیکن جب تک وضعِ حمل نہ ہو صحبت و جماع کرنا درست نہیں۔ فقط''۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، کتاب النکاح، تیسرا باب، عنوان: حاملہ سے نکاح کرنا درست ہے خواہ حمل دوسرے کا ہو: ۱۴۲/۷، دارالاشاعت کراچی)

(۲) ''حاملہ من الزنا کا نکاح بحالتِ حمل جائز ہے اور جس کا حمل ہے اگر نکاح اسی سے ہوا ہے تو اس کو وضعِ حمل سے پہلے وطی کرنا بھی جائز ہے، البتہ اگر زانی سے نکاح ہوا ہے تو مرد کو تا وضعِ حمل وطی کرنا جائز نہیں۔ درمختار میں ہے: ''وصح نكاح حبلى من زنا، الخ. وإن حرم وطؤها ودواعيه حتى تضع لئلا يسقى ماؤه زرع غيره (فروع) لو نكحها الزاني حل له وطؤها إتفاقاً''. (والله اعلم) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند یعنی امداد المفتیین، کتاب النکاح، فصل فی الأنكحة الصحيحة والفاسدة، حامله من الزنا كا نكاح، ص: ۴۳۷، دارالإشاعت كراچی)

مطالبہ کے مطابق زید نے دیئے تھے، اس کے متعلق اب کیا حکم ہے، جب کہ اس وقت نجمہ کے والدین کو غلطی کی وجہ سے یہ پریشانی اور ذلت اٹھانی پڑی ہے؟

منکوحہ کے غیر سے حمل کا علم ہونے سے نکاح فسخ نہیں ہوا

سوال[۵۹۳۶] : ۵......کیا اب یہ نکاح فسخ ہوگیا؟

حبلیٰ مزنیہ کو طلاق

سوال[۵۹۳۷] : ۶......کیا وضع حمل سے قبل زید نجمہ کو تین طلاق دے سکتا ہے؟ کتاب نورالہدایہ، ص:۷ ترجمہ اردو شرح وقایہ جلد نمبر۲ مطبوعہ جدیدی کانپور کے بعد کتاب النکاح ص:۸ پر تحریر ہے کہ (ص) ''اور جائز ہے، نکاح اس عورت سے جو حاملہ ہوئی زنا سے (ف) اور اسی پر فتوی ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نکاح فاسد ہے اور یہ اختلاف اس میں ہے کہ نکاح کرے اس سے غیر زانی اور جو زانی خود نکاح کرے تو بالاتفاق صحیح ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے''۔

مزنیہ حاملہ کو طلاق کے بعد کیا مہر کا حق ہے؟

سوال[۵۹۳۸] : ۷......شرح وقایہ کی مندرجہ بالا عبارت کے پیش نظر امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کیا حکم ہے؟

۸......اگر نکاح فاسد ہے تو مہر کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱......زید توبہ واستغفار کرے(۱)۔

---

(۱) حمل عن الغیر ہونے کی صورت میں وضعِ حمل تک وطی درست نہیں، جب وطی کرلی تو ارتکابِ معصیت کی وجہ سے توبہ واستغفار ضروری ہے:''واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، لايجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً، الخ''. (شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۳۵۴/۲، قديمي)

(وكذا في روح المعاني تحت آية: ﴿يا أيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبةً نصوحاً﴾ :۱۵۹/۲۸، دارإحياء التراث العربي بيروت) .... =

۲......مہر پورا واجب ہے(۱)۔

۳......بیوی کی رضامندی سے قسط وار بھی ادا کرنے کی اجازت ہے(۲)۔

۴...... جو اشیاء بطور تملیک دے چکا ہے اس کی واپسی کا کوئی حق نہیں اور جو کچھ اس سلسلہ میں خرچ

= وقال الله تعالیٰ: ﴿وتوبوا إلى الله جميعاً أيُّهَ المؤمنون لعلكم تفلحون﴾ (سورة النور: ۳۱)

وقال الله تعالیٰ: ﴿يأيها الذين اٰمنوا توبوا إلى الله توبة نصوحاً﴾ (سورة التحريم: ۸)

قال العلامة الآلوسی علیه رحمه الباری: "التوبة ما استجمعت ثلاثة أمور: أن يقلع عن المعصية، وأن يندم على فعلها، وأن يعزم عزماً جازماً على أن لا يعود إلى مثلها أبداً .... وعبارة المازری: اتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصی واجبة، وأنها واجبة على الفور، ولايجوز تأخيرها سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً". (تفسير روح المعانی، سورة التحريم: ۱۵۸/۲۸، ۱۵۹، دارإحياء التراث العربی بيروت)

(۱) خلوتِ صحیحہ ہونے کی وجہ سے مہر پورا ادا کرنا واجب ہے: "ثم راه منقولاً عن الخصاف أن الخلوة لم تقم مقام الوطء إلا فی حق تكميل المهر ووجوب العدة .... (قوله: وفی تأكد المهر): أی فی خلوة النكاح الصحيح". (ردالمحتار، كتاب النكاح، مطلب فی أحكام الخلوة: ۱۱۸/۳، سعيد)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمكيرية، الفصل الثانی فيما يتأكد به المهر والمتعة: ۳۰۳/۱، رشيديه)

(وكذا فی بدائع الصنائع، فصل فی بيان ما يتأكد به المهر: ۵۲۰/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "وإن بينوا قدر المعجل، يعجل ذلك. وإن لم يبينوا شيئاً، ينظر إلى المرأة وإلى المهر المذكور فی العقد أنه كم يكون المعجل لمثل هذه المرأة من مثل هذا المهر، فيجعل ذلك معجلاً، و لا يقدر بالربع و لا بالخمس، وإنما ينظر إلى المتعارف. وإن شرطوا فی العقد تعجيل كل المهر، يجعل الكل معجلاً، ويترك العرف، الخ". (الفتاویٰ العالمكيرية، باب المهر، الفصل الحادی عشر فی منع المرأة نفسها مهرها، الخ: ۳۱۸/۱، رشيديه)

قال الحصكفی رحمه الله تعالیٰ: "إن لم يؤجل أو يعجل كله، فكما شرط؛ لأن الصريح يفوق الدلالة". (الدرالمختار، مطلب فی منع الزوجة نفسها بقبض المهر: ۱۴۴/۳، سعيد)

(وكذا فی البحر الرائق، باب المهر: ۳۱۰/۳، رشيديه)

کر چکا ہے اس کو بھی واپس نہیں لے سکتا(۱)۔

۵......سوال میں درج کردہ حالات سے نکاح فسخ نہیں ہوا(۲)۔

۶......طلاق دے گا تو واقع ہوجائے گی(۳)۔

۷......نورالہدایہ ترجمہ شرح وقایہ سے جو مسئلہ ہدایہ کے حوالہ سے تحریر کردہ ہے آپ نے نقل کیا وہ صحیح ہے، امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر فتویٰ نہیں ہے، بلکہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے قول پر فتویٰ ہے جیسا کہ آپ نے خود بھی نقل کیا ہے۔ اس اختلاف کے باوجود وہ بیوی بھی سب کے نزدیک نفقہ کی مستحق ہے جب کہ شوہر اس سے وطی کر چکا ہے، اور اس کے حمل کا حال معلوم ہونے کے بعد بھی وطی کر چکا ہے اور مہر

---

(۱) "وإذا بعث الزوج إلى أهل زوجته أشياء عند زفافها، منها ديباج، فلما زُفّت إليه أراد أن يسترد من المرأة الديباج، ليس له ذلک إذا بعث إليها على جهة التمليک، كذا في الفصول العمادية". (الفتاوىٰ العالمكيرية: الفصل السادس عشر في جهاز البنت: ۱/۳۲۷، رشيديه)

(۲) نکاح دو وجوہ سے فسخ نہیں ہوا: پہلی وجہ یہ ہے کہ حبلی من الزنا سے نکاح درست ہے اگرچہ وضعِ حمل عن الغیر تک وطی درست نہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ نکاح لفظِ مخصوص (طلاق وغیرہ) کے ساتھ ختم ہوتا ہے: "وصح نكاح حبلى من زنا لاحبلى من غيره، وإن حرم وطؤها وداوعيه حتى تضع". (الدرالمختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۴۸، ۴۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/۲۸۰، رشيديه)

(وكذافي مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۱/۳۲۹، دارإحياء التراث العربي بيروت)

"الطلاق .... رفع قيد النكاح بلفظ مخصوص". (الدرالمختار، كتاب الطلاق: ۳/۲۲۶، ۲۲۷، سعيد)

(وكذافي الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الأول: ۱/۳۴۸، رشيديه)

(۳) "و طلاق الحامل يجوز عقيب الجماع". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۴۹، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في التنوير مع الدر المختار: ۳/۲۳۲، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۴/۱۸۷، كتاب الطلاق، دارالكتب العلميه بيروت)

بھی لازم ہے۔ نکاحِ فاسد میں وطی سے پہلے حکم مرتب نہیں ہوتا، وطی کے بعد اس پر نکاح کا وہی حکم مرتب ہوتا ہے جو نکاحِ صحیح پر مرتب ہوتا ہے، یعنی مہر لازم ہوتا ہے(۱)، بیوی کا نفقہ اور سکنیٰ واجب ہوتا ہے(۲)، اولاد پیدا

---

(۱) "ويجب مهر المثل في نكاح فاسد، وهو الذي فقد شرطاً من شرائط الصحة كشهود بالوطء في القبل". (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/۱۳۱، ۱۳۲، سعيد)

"وإذا فرق القاضي بين الزوجين في النكاح الفاسد قبل الدخول فلا مهر لها .... فإن دخل بها فلها مهر مثلها ولا يزاد على المسمى عندنا". (الهداية، كتاب النكاح، باب المهر: ۲/۳۳۲، شركة علميه ملتان)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثامن في النكاح الفاسد وأحكامه: ۱/۳۳۰، رشيديه)

"إذا وقع النكاح فاسداً، فرق القاضي بين الزوج والمرأة .... وإن كان قد دخل بها، فلها الأقل مما سُمّي لها، و من مهر مثلها". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۳۰، الباب الثامن في النكاح الفاسد، رشيديه)

(وكذا في التنوير مع الدر المختار: ۳/۱۳۱، باب المهر، سعيد)

(وكذا في التاتارخانيه: ۳/۱۱، الفصل التاسع في النكاح الفاسد وأحكامه، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "مصنف علامؒ کا نکاحِ فاسد میں نفقہ اور سکنیٰ واجب قرار دینا محلِ تردد ہے، کیونکہ تقریباً اکثر کتبِ متداولہ میں نکاحِ فاسد میں نفقہ اور سکنی کے وجوب کی نفی کی گئی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

"قال: و لا نفقة في النكاح الفاسد و لا في العدة منه". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۵۴۷، كتاب الطلاق، الباب السابع في النفقات، رشيديه)

"وعدة الوفاة لا تجب في النكاح الفاسد، و لانفقة". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۳۰، الباب الثامن في النكاح الفاسد و أحكامه، رشيديه)

"فتجب (النفقة) للزوجة بنكاح صحيح". (الدرالمختار). "(قوله: بنكاح صحيح) فلا نفقة على مسلم في نكاح فاسد، لانعدام سبب الوجوب، وهوحق الحبس الثابت للزوج عليها بالنكاح، وكذا في عدته". (ردالمحتار، باب النفقات، مطلب: اللفظ جامد و مشتق، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية: ۴/۱۹۰، الفصل الأول في بيان من يستحق النفقة، إدارة القرآن كراچی)

"وأجمعوا أن في النكاح بغير شهود تستحق النفقة، كذا في الخلاصة". (الفتاوىٰ العالمكيرية،=

ہونے پرنسب ثابت ہوتا ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری کے اندر تصریح ہے (۱) لہذا امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر (فتویٰ ہونے کے باوجود) زید کے لئے یہ سہولت نہیں کہ مہر ساقط ہو جائے (۲)۔

۸...... وطی کر لینے کی وجہ سے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی مہر لازم ہوگا، اتنی بات ضروری ہے کہ اگر مہرِ مثل اس کا چار ہزار سے کم ہے تو چار ہزار لازم نہیں ہوگا، بلکہ مہر مثل لازم ہوگا۔ اگر مہر مثل چار ہزار یا اس سے زیادہ ہے تو چار ہزار لازم ہوگا، چونکہ فتویٰ اس قول پر نہیں اس لئے اس قول سے فائدہ اٹھانے کا حق نہیں، پورے مہر کی ادائیگی لازم ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں نکاح فاسد کے احکام مذکور ہیں (۳)۔

= كتاب الطلاق، الباب السابع في النفقات، الفصل الأول في نفقة الزوج: ۱/۵۴۷، رشيديه)

(۱) "ويثبت نسب الولد المولود في النكاح الفاسد، وتعتبر مدة النسب من وقت الدخول عند محمد رحمه الله تعالىٰ". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثامن في النكاح الفاسد وأحكامه: ۱/۳۳۰، رشيديه)

"فظاهر أنهما لايحدّان وأن النسب يثبت فيه والعدة إن دخل، بحر". (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد: ۳/۱۳۱، سعيد)

"وإذا فرّق القاضي بين الزوجين في النكاح الفاسد .... ويثبت نسب ولدها؛ لأن النسب يحتاط في إثباته إحياءً للولد، فيترتب على الثابت من وجه وتعتبر مدة النسب من وقت الدخول عند محمد رحمه الله تعالىٰ، وعليه الفتوىٰ". (الهداية، كتاب النكاح، باب المهر: ۲/۳۳۲، ۳۳۳، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۲) "وإذا وقع النكاح فاسداً .... وإن كان قد دخل بها، فلها الأقل مما سمى لها ومن مهر مثلها إن كان ثمة مسمى، وإن لم يكن ثمة فلها مهر المثل .... و يثبت نسب الولد المولود في النكاح الفاسد، وتعتبر مدة النسب من وقت الدخول عند محمد رحمه الله تعالىٰ، وعليه الفتوى .... و في رواية (عن أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ) يثبت النسب و يجب المهر و العدة، الخ". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثامن في النكاح الفاسد وأحكامه: ۱/۳۳۰، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، فصل في النكاح الفاسد: ۳/۶۱۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "وإذا وقع النكاح فاسداً .... وإن كان قد دخل بها، فلها الأقل مما سمى لها ومن مهر مثلها إن كان ثمة مسمى، وإن لم يكن ثمة فلها مهر المثل .... و يثبت نسب الولد المولود في النكاح =

تنبیه: زید کو یہ معلوم ہونے پر کہ بیوی غیر سے حاملہ ہے، اس سے وطی کر چکا ہے اور کوئی کراہت نہیں کی اور اس کی عزت وشرافت نے اس کو بخوشی گوارہ کرلیا تو اب طلاق دے کر کیوں یہ سب پریشانیاں اپنے سر مول لے رہا ہے، کسی نے اس کو مجبور نہیں کیا۔ اگر نکاح میں آنے کے بعد بھی کسی کی بیوی ایسے جرم کا ارتکاب کرے تب بھی اس کو طلاق دینا واجب نہیں ہے، اگر طلاق دے گا، مہر ساقط نہیں ہوگا، درمختار میں ہے: "لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرة"(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔



= الفاسد، وتعتبر مدة النسب من وقت الدخول عند محمد رحمه الله تعالىٰ، وعليه الفتوى .... و في رواية (عن أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ) يثبت النسب و يجب المهر والعدة، الخ". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثامن في النكاح الفاسد وأحكامه: ۱/۳۳۰، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، فصل في النكاح الفاسد: ۳/۶۱۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۲۷، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، فصل في البيع: ۴/۲۱۱، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثلاثون في المتفرقات: ۵/۳۷۲، رشيديه)

فصل فی الجهاز وأخذ المال بالنكاح

(جہیز اور نکاح پر رقم لینے کا بیان)

جہیز کس کی ملک ہوتا ہے؟

سوال[۵۹۳۹]: زید کے باپ و دادا نے زید کی بہن ہندہ کا نکاح بکر کیساتھ کر دیا، کچھ عرصہ کے بعد بارات بلا کر بوقتِ رخصت بکر کو کچھ روپیہ نقد اور کچھ برتن وغیرہ دے دیا، اس کے بعد جب ہندہ بکر کے یہاں رہنے لگی تو برتن وغیرہ استعمال میں رکھا۔ عرصہ تقریباً دس سال ہوا کہ ہندہ بکر کے یہاں رہتی رہی، اس درمیان میں ہندہ کے تین بچے پیدا ہو گئے: دو لڑکی ایک لڑکا، جس میں ایک لڑکی کا انتقال ہو گیا۔ اب زید بکر ہندہ میں نا اتفاقی ہو گئی، بکر نے ہندہ اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور مہر ادا کر دیا اور جو زیور ہندہ کے لئے موجود تھا وہ بھی دیدیا۔ اب زید کہتا ہے کہ جو نقد اور برتن میرے دادا اور والد نے دیا تھا وہ ہندہ کو ملنا چاہیے، حالانکہ زید کے باپ دادا عرصہ ہوا قضا کر گئے اور برتن وغیرہ بھی ہندہ کے استعمال سے ٹوٹ پھوٹ گئے، روپیہ سامان ضرورت مہیا کرنے میں خرچ ہو گیا اور اسی لیے ملا تھا، بطورِ امانت نہیں ملا تھا۔

اور ہمارے یہاں بھی رواج ہے کہ مہر اور زیورات دے کر جدا کر دے، کوئی چیز واپس نہیں ملتی۔ اور بکر کہتا ہے کہ سب چیزیں مجھ کو تملیکاً ملی تھیں، واپس کرنے کی ضرورت نہیں اور استدلال کرتا ہے، شامی: ۲/ ۳۶۷ کی عبارت: "والمعتمد البناء علیٰ العرف"(۱) سے۔ اور زید کہتا ہے کہ تمام چیزیں ہندہ کی ملک ہیں اور دلیل میں یہ بھی شامی کی: ۲/ ۳۶۸ کی عبارت کی پیش کرتا ہے: "إن الجهاز للمرأة، إذا طلقها تأخذه كله، وإذا ماتت يورث عنها"(۲). ان میں کس کا قول درست ہے۔ بینوا توجروا

محمد یٰسین، مدرسہ احیاء العلوم مبارک پور، اعظم گڈھ۔

---

(۱) (ردالمحتار، کتاب النکاح، باب المهر، مطلب فی دعوی الأب أن الجهاز عارية: ۳/ ۱۵۷، سعید)

(۲) (ردالمحتار، باب المهر، مطلب فی دعویٰ الأدب أن الجهاز عارية: ۳/ ۱۵۸، سعید)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر روپیہ وغیرہ دیتے وقت زید کے باپ دادا نے تصریح کردی تھی کہ یہ مِلک نہیں بلکہ عاریت ہے اور پھر واپس لے لوں گا، تب تو یقیناً بکر اس کا مالک نہیں، نہ ہندہ مالک ہے، بلکہ وہ دینے والے کی ملک ہے، اس کے مرجانے کے بعد باقاعدہ اس میں میراث جاری ہوگی۔ اور اگر دیتے وقت مِلک کی تصریح کردی تھی تو جس کی ملک کی تصریح کی تھی بکر کی یا ہندہ کی تو اس کی ملک ہے، کسی اَور کو مطالبہ کا حق نہیں ہے۔ اگر کسی چیز کی تصریح نہیں کی تو پھر عرف پر مدار ہے، بعض علماء کی رائے ہے کہ اگر عورت کا باپ اشراف میں سے ہے تو اس کا یہ کہنا کہ میں نے جہیز تملیکاً نہیں دیا بلکہ عاریۃً دیا ہے شرعاً معتبر نہیں: "واستحسن في النهر تبعاً لقاضي خان أن الأب إن كان من الأشراف لم يقبل قوله: إنه عارية، اھ". درمختار(۱)۔

"رجل جهّز ابنته بماله فوجّه بنته مع الجهاز إلىٰ زوجها، فماتت الابنة، فادعىٰ الأب أنه كان عاريةً (والزوج يدعي الملك) اختلفوافيه، فقال بعضهم: القول قول الأب؛ لأنه هوالدافع والمملك .... وينبغي أن يكون الجواب على التفصيل: إن كان الأب من الكرام والأشراف، لا يقبل قول الأب؛ لأن مثله يأنف عن الإعارة. وإن كان من أوساط الناس، يكون القول قول الأب؛ لأنه هو الدافع، وليس بمكذب فيما قال من حيث الظاهر، كذا في فتاوىٰ قاضي خان، اھ". عالمگیری(۲)۔

شامی کی عبارت: "إن الجهاز للمرأة، إذا طلقها تأخذه كلها، اھ".(۳) درحقیقت اس امر

---

(۱) (الدر المختار، باب المهر، مطلب في دعوى الأب أن الجهاز عارية: ۳/۱۵۷، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق، باب المهر: ۲/۲۶۵، إمداديه ملتان)

(۲) (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب الحادي عشر في المتفرقات: ۴/۴۰۲، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان، باب الهبة، فصل في هبة الوالد لولده والهبة للصغير: ۳/۲۸۰، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، باب المهر، مطلب في دعوى الأب أن الجهاز عارية: ۳/۱۵۶، ۱۵۷، سعيد)

(وكذا في فتح القدير، باب المهر: ۳/۳۸۰، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب المهر: ۲/۵۸۲، ۵۸۳، دارالكتب العلمية بيروت)

(۳) (الدرالمختار، باب المهر، مطلب في دعوى الأب أن الجهاز عارية: ۳/۱۵۸، سعيد)

کے لئے ہے کہ جب باپ نے اپنی لڑکی کو بلا جہیز رخصت کر دیا تو زوج کو اس کے باپ سے شرعاً مطالبہ کا حق حاصل ہے، لیکن ''بزازیہ'' میں تصریح کی ہے کہ باپ سے مطالبہ کا حق حاصل نہیں، کیوں کہ نکاح میں مال مقصود نہیں ہوتا، دیکھو اگر شوہر طلاق دے تو عورت کل جہیز لے لیتی ہے، شوہر کے پاس کچھ بھی نہیں رہتا اور شوہر مہر کی زیادتی یا نفسِ نکاح جہیز کی وجہ سے کرتا ہی نہیں، پھر اس کو جہیز کے مطالبہ کا حق کیوں کر حاصل ہے(۱)، اس میں اس کی بحث ہی نہیں کہ وہ جہیز باپ کی ملک ہوتا ہے یا عورت کی ملک۔ اور صورت مسئولہ میں یہ بھی احتمال ہے کہ وہ روپیہ وغیرہ بطورِ جہیز نہ دیا ہو بلکہ زید کے باپ دادا نے بکر ہی کو دیا ہوا اور اس صورت میں اقرب واظہر یہ ہے کہ تملیکاً ہی دیا ہوگا، نیز روپیہ میں عاریت کہنا تو بہت دشوار ہے، البتہ قرض ہوسکتا ہے مگر موقوف ہے ثبوت پر۔

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۵/ شوال/ ۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۵/ ۱۰/ ۵۸ھ۔

جہیز کی نمائش

سوال[۵۹۴۰]: موجودہ دور میں جبکہ بدنیتی، بے ایمانی عام ہے، اگر سامانِ جہیز دولہا کے اعزہ واقارب اور بستی کے ثقہ لوگوں کو دکھایا جائے تو کیا حرج ہے، تاکہ وقتِ ضرورت شہادت دے سکیں، یا سامان رکھ کر دکھا کر فہرست بنا کر اس پر لڑکے کے دستخط لے لئے جائیں تاکہ طلاق یا نزاع کے وقت وہ لڑکی کے لئے ڈھال بن سکے؟ یا آپ کوئی حل پیش فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان افسوسناک حالات میں چوراہے پر جہیز لانے اور دکھانے کی ضرورت نہیں، فہرست مرتب کرکے خاندان کے بااثر حضرات کے دستخط کرانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/ ۵/ ۱۳۹۵ھ۔

---

(۱) "وقال الإمام المرغيناني: الصحيح أنه لا يرجع على أب المرأة بشيئ؛ لأن المال في النكاح غير مقصود". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل السادس عشر في جهاز البنت: ۱/۳۲۷، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، باب المهر: ۲/۲۶۵، إمداديه ملتان)

طلاق پرشوہر کودی ہوئی اشیاء کی واپسی کا حق

سوال[۵۹۴۱] : ا...... میرا عقد معین الدین سے ہوا تھا، چھ ماہ تک حالات خوشگوار رہے، اس کے بعد میرے شوہر نے مجھ سے تُرش رُوئی اختیار کی۔ اخیر میں نوبت یہاں تک پہونچی کہ میرے شوہر مذکور نے سہ بار طلاق نامہ بذریعہ رجسٹری میرے نام روانہ کی، طلاق کے بعد میں والدین کے پاس رہی۔ پنچ کمیٹی نے میرے شوہر کو طلب کر کے یہ فیصلہ کیا کہ رقمِ مہر اور سامانِ جہیز میرے شوہر سے واپس دلوادیا، لیکن دیگر امور کی حد تک کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ آیا میں رقمِ عدت پانے کی مستحق ہوں یا نہیں؟

۲......رقم پارچہ مبلغ چارسو روپے جونوشہ کے لئے دیئے گئے تھے۔

۳......اخراجاتِ شادی تناول طعام وغیرہ پانچ صدروپے۔

۴......اخراجاتِ زچگی دوصدروپے۔

۵......لڑکی کتنے عرصہ تک میرے پاس رہ سکتی ہے؟ اور فی ماہ کیا اخراجات واجب الادا ہو سکتے ہیں؟

۶......نوشہ کو سلامی مَردوں اور عورتوں کی طرف سے۔

۷......نوشہ کے والدین کو کپڑے مبلغ پچاس روپے۔

۸......نوشہ کو بوقتِ عیدالاضحیٰ وعیدالفطر سلامی وغیرہ ساٹھ روپے۔

۹......نوشہ کے والدین نے بوقتِ شادی چھ تولہ چندن ہار تحفۃً مجھے پہنائے تھے، وہ زیور مجھ سے چھین لئے۔

۱۰......ایک جوڑ چین نقرئی چودہ تولہ بوقتِ شادی تحفۃً مجھے دیئے تھے، یہ زیور مجھ سے واپس لے لئے۔

۱۱......اس وقت میں ایامِ زچگی میں ہوں، میں دوسرا نکاح نہیں کرسکتی اور میری زندگی برباد کردی گئی۔ آیا میں ہرجانہ رقم چھ ہزار روپے پانے کی مستحق ہوں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ا......اب اس کا مطالبہ نہیں ہوسکتا۔

۲......وہ واپس لینے کا حق نہیں

۳......وہ بھی واپس لینے کا حق نہیں۔

۴...... عدت شوہر کے مکان پر ہوتی تو یہ اخراجات خود ہی شوہر دیتا، اب اس کا مطالبہ نہیں کیا جاسکتا(۱)۔

۵......لڑکی بالغ ہونے تک والدہ کے پاس رہے گی جب کہ والدہ کسی غیر جگہ اپنا نکاح نہ کرے(۲)

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿يأيها النبی إذا طلقتم النساء فطلّقوهن لعدتهن وأحصوا العدة واتقوا الله ربكم، لاتخرجوهنّ من بيوتهنّ ولايخرجن إلا أن يأتين بفاحشةٍ مبيّنة، وتلك حدود الله، ومن يتعدّ حدود الله فقد ظلم نفسه، لا تدری لعل الله يحدث بعد ذلك أمراً﴾. (سورة الطلاق: ۱)

"قال: النفقة واجبة للزوجة على زوجها مسلمةً كانت أو كافرةً، إذا سلّمت نفسها إلى منزله، فعليه نفقتها وكسوتها وسكناها". (الهداية، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۴۳۷/۲، مكتبه شركة علميه ملتان)

"وإذا طلق الرجل امرأته، فلها النفقة والسكنى فی عدتها، رجعيًّا كان أو بائناً". (الهداية، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۴۴۳/۲، مكتبه شركة علميه ملتان)

"قال محمد رحمه الله تعالیٰ: المعتدة إذا وجبت لها النفقة كانت لها فی العدة بمنزلة الزوجة التی لم تطلق، فما وجب للزوجة التی لم تطلق من النفقة، فكذلك للمعتدة مادامت فی العدة .... أو حبست المعتدة فی الدين، أو خرجت للحج؛ لأنه لما فات حقيقة الاحتباس لهذه الأسباب، فإنّ منفعته صيانة ماء الزوج، فلا يستحق النفقة". (المحيط البرهانی، كتاب النفقات، الفصل الثانی فی نفقة المطلقات، النوع الثانی فی الأسباب المسقطة لهذه النفقة: ۱۳۹/۴، رشيديه)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿والوالدات يرضعن أولادهن﴾ وهذا يدل على أن الولد، وإن فطم فالأم أحق بحضانته؛ لفضل حنوّها وشفقتها، وإنما تكون أحق بالحضانة إذا لم تتزوج على مايأتی". (أحكام القرآن للقرطبی، سورة البقرة: ۱۰۹/۲، دارالكتب العلمية بيروت)

"(ومن نكحت غير محرم سقط حقها): أی غيری ذی محرم من الصغير كالأم إذا تزوجت بأجنبی منه. لقوله عليه السلام: "أنت أحق به مالم تتزوجی ". لأن زوج الأم إذا كان أجنبياً يعطيه نزراً، وينظر إليه شزراً، فلا نظرله". (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الحضانة: ۲۸۵/۴، رشيديه)

"وأما الجارية: فهی أحق بها حتی تحيض .... فتترك فی يد الأم، بل تمس الحاجة إلى الترك فی يدها إلى وقت البلوغ لحاجتها إلى تعلم آداب النساء والتخلق بأخلاقهن وخدمة البيت، =

اورخرچہ حسبِ حیثیت والد کے ذمہ ہے(۱)۔ دودھ پلانے کا کوئی معاوضہ نہیں، اِلا یہ کہ مستقل معاملہ طے کرلیا جائے۔

۶، ۷، ۸......ان میں سے کوئی چیز واپس لینے کا حق نہیں۔

۹، ۱۰......اگروہ آپ کی مِلک کردیئے تھے تو آپ سے زبردستی چھین لینے کا حق نہیں رہا تھا۔

۱۱......نہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱/۱۳۸۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱/۱۳۸۶ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱/۱۳۸۶ھ۔

جواب صحیح ہے: سید مہدی حسن غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱/۱۳۸۶ھ۔

وقتِ رخصتی جو کچھ شوہر سے خرچ کرایا گیا اس کی واپسی

سوال[۵۹۴۲]: خاوند اپنی عورت کو طلاق اس شرط پر دیتا ہے کہ جو روپیہ عورت کے باپ نے بطورِ رشوت لیا ہے اور جو اس کا خرچ موقع نکاح پر ہوا ہے وہ تمام وصول کرے اور ساتھ لڑکا بھی اس کو مل جائے۔ یہ اس کا مطالبہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا، ۸/ ربیع الثانی/ ۶۴ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو روپیہ بطورِ رشوت عورت کے باپ نے شوہر سے لیا ہے اس کی واپسی بہرصورت واجب ہے(۲)

= ولایحصل ذلک إلا وأن تکون عند الأم، ثم بعد ماحاضت أو بلغت عند الأم حد الشهوة، تقع الحاجة إلی حمایتها وصیانتها وحفظها عمن یطمع فیها؛ لکونها لحماً علی وضم، فلا بد ممن یذب عنها، والرجال علی ذلک أقدر". (بدائع الصنائع، کتاب الحضانة، فصل فی وقت الحضانة من قبل النساء: ۵/ ۲۱۴، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۱) "الحضانة .... للأم: أی لأم الصغیر مالم یستغن، ونفقتها علی الأب حیاً وعلی ذی رحم الصغیر علی قدر الإرث میتاً". (جامع الرموز، کتاب الطلاق، فصل الحضانة: ۲/ ۵۹۰، المطبعة الکریمیة ببلدة قزان)

(۲) "أخذ أهل المرأة شیئاًعند التسلیم، فللزوج أن یسترده؛ لأنه رشوة". (الدر المختار، باب المهر، =

خواہ طلاق دے یا نہ دے۔اور جو روپیہ شوہر نے خرچ کیا ہے اس کا مطالبہ کرنا طلاق دینے کے لئے شرعاً درست ہے جبکہ نافرمانی اور سرکشی عورت کی طرف سے ہو اور اس صورت میں طلاق بائنہ واقع ہوگی (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔

الجواب صحیح :سعید احمد غفرلہ، ۶۴/۴/۸ھ، صحیح :عبداللطیف، ۶۴/۴/۱۳ھ۔

شادی میں بَری کس کی ملک ہے؟

سوال[۵۹۴۳] : بوقتِ نکاح لڑکی کے والدین جو زیور وغیرہ دیتے ہیں وہ تو جہیز کہلاتا ہے اور منکوحہ کی ملکیت سمجھا جاتا ہے شرعاً وعرفاً،لیکن اس موقع پر شوہر کی طرف سے جو کپڑے زیور وغیرہ دیئے جاتے ہیں جس کو اردو میں ''بَری'' کہتے ہیں،فقہاء اس کو کس لفظ سے تعبیر فرماتے ہیں؟اور بعد نکاح یہ بری کی اشیاء کس کی ملکیت میں محسوب ہوتی ہیں؟ آیا بطورِ ہبہ کے عورت کی ملکیت میں آجاتی ہیں یا شوہر کی ملکیت رہتی ہیں اور عورت کے پاس بطور عاریت کے رہتی ہیں،تفریق بموت یا طلاق کی صورت میں ان کا مستحق کون ہے؟ براہ نوازش ماخذ جواب کی عبارت مع حوالہ کتب وصفحہ ارقام فرمائیں تاکہ بوقتِ ضرورت مراجعت بھی کی جاسکے،اگر مدار عرف پر ہے تو اس کا ثبوت اور یوپی کے عرف کی تشریح بھی فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اس میں بھی عرف پر مدار ہے،اگر دیتے وقت کوئی تصریح نہ ہو تو عرف پر مدار ہے۔یوپی میں خاندانوں کے اعتبار سے مختلف ہے،ہمارے خاندان میں جہیز اور بری سب کچھ لڑکی کا ہی شمار ہوتا ہے،تفریق بموتِ زوجہ کی

= مطلب أنفق على معتدة الغير: ۱۵٦/۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل السادس عشر في جهاز البنت: ۳۲۷/۱، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ البزازية، الثاني عشر في المهر، نوع آخر: ۱۳٦/۴، رشيديه)

(۱) "وشرطه شرط الطلاق، و حكمه وقوع الطلاق البائن، كذا في التبيين". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثامن في الخلع، الفصل الأول: ۴۸۸/۱، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، باب الخلع: ۱۲۰/۴، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، باب الخلع، مطلب: ألفاظ الخلع خمسة: ۴۴۴/۳، سعيد)

صورت میں شوہر مالک نہیں ہوتا، "إلا بقدر الإرث" اور طلاق کی صورت میں کلیۃً زوجہ بدستور مالک رہتی ہے۔ بعض خاندانوں میں شوہر بری واپس لے لیتا ہے:

"ولو بعث إلى امرأته شيئاً: أى من النقدين أوالعروض أو مما يؤكل قبل الزفاف أو بعد ما بنى بها. (ولم يذكر، الخ)المراد أنه لم يذكر المهرولاغيره، فقادت هو: أى المبعوث هدية، وقال: هو من المهرأو من الكسوة أو عارية، فالقول له بيمينه، والبينة لها، فإن حلف والمبعوث قائم، فلهاأن ترده وترجع بباقى المهر. ولو عوضته، ثم ادّعاه عاريةً، فلهاأن تسترد العوض من جنسه فى غير المهيأ للأكل كثياب وشاة حية وسمن وعسل وما يبقى شهراً، والقول لها بيمينها فى المهيأ له كخبز ولحم مشوى؛ لأن الظاهر يكذبه.

قال فى الفتح: والذى يجب اعتباره فى ديارنا أن جميع ما ذُكر من الحنطة واللوز والدقيق والسكر والشاة الحية وباقيها، يكون القول فيهاقول المراة؛ لأن المتعارف فى ذالك كله أن يرسله هديةً، والظاهر معها لا معه، ولا يكون القول قوله، إلا فى نحو الثياب والجارية، اهـ.

قلت: ومن ذالك ما يبعثه إليها قبل الزفاف فى الأعياد والمواسم من نحو ثياب وحلى، وكذا مايعطيهامن ذلك أو من دراهم أو دنانيرصبيحة ليلة العرس ويسمىٰ فى العرف صبحة، فإن كل ذلك تعورف فى زماننا كونه هديةً من المهر ولا سيما المسمىٰ صبحة، فإن الزوجة تعوضه عنها ثياباً ونحوها صبيحة العرس أيضاً، اهـ"۔ در مختار وشامی: ۲/ ۵۰۰، باب المهر، مطلب فيما يرسله إلى الزوجة(۱)۔

وقال فى بعض الفصل السادس عشر فى جهاز البنت من باب المهر من الهندية: أى الفتاوىٰ العالمكيرية: "وإذا بعث الزوج إلى أهل زوجته أشياء عند زفافها: منها ديباج، فلما زفت إليه أراد أن يسترد من المرأة الديباج، ليس له ذلك إذا بعث إليها على جهة التمليك"(۲)۔

قال فى فتح القدير: ۲/ ۴۷۹: "وفى فتاوىٰ سمرقند: بعث إليها هدايا عارية، وعوضته

---

(۱) (الدر المختار مع ردالمحتار، ، باب المهر، مطلب فيما يرسله إلى الزوجة: ۳/ ۱۵۱-۱۵۳، سعيد)

(۲) (الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل السادس عشر فى جهاز البنت: ۱/ ۳۲۷، رشيديه)

المرأة ثم زفت إليه، ثم فارقها، وقال بعثنا إليك عاريةً وأراد أن يسترد وأرادت هی أن تسترد العوض، فالقول قوله فی الحکم؛ لأنه أنکر التملیك، وإذا استرده تسترد هی ماعوضته"(۱)۔ والمسئلة مذکورة فی البحر الرائق: ۳/۱۹۸(۲) والزيلعي: ۲/۹۵۹ (۳)۔

شامی کی عبارت میں لفظ "صبیحة" کا مصداق "بری" ہے۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۳/ جمادی الاولیٰ/ ۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۶/ جمادی الاولیٰ/ ۶۷ھ۔

شادی کی امید پر دیا ہوا سامان واپس لینا

سوال[۵۹۴۴]: زید کی لڑکی کی منگنی حامد کے لڑکے سے طے ہوئی، منگنی کے بعد لڑکے نے کہا کہ لڑکی کو میں خود دیکھوں گا، اس پر زید نے اپنی لڑکی کی شادی دوسری جگہ کردی۔ جو رقم اور سامان زید نے اس منگنی کے سلسلہ میں حامد کو دیا تھا وہ واپس ملنا چاہئے یا نہیں؟ یہ سوال پنچایت میں پیش کرنا ہے، اس لئے جوابی کارڈ ارسال ہے۔

احقر غلام جیلانی، مدرسہ بحر العلوم خلیل آباد بستی۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

جو سامان اور روپیہ شادی کی امید پر دیا گیا تھا پھر شادی نہیں ہوئی، اس کو واپس لینا درست ہے جبکہ وہ موجود ہو، استعمال سے ختم نہ ہوگیا ہو:

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالیٰ: "خطب بنت رجل وبعث إليها أشياء ولم يزوجها أبوها، فما بعث للصهر، يسترد عينه قائماً فقط، وإن تغير بالاستعمال أو قيمته هالكاً؛ لأنه معاوضة ولم تتم، فجاز الاسترداد. كذا يسترد ما بعث هديةً، وهو قائم دون الهالك

(۱) (فتح القدير، باب المهر: ۳/۳۸۰، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) (البحر الرائق، باب المهر: ۳/۳۲۲، رشيديه)

(۳) (تبيين الحقائق، آخر باب المهر: ۲/۵۸۱، ۵۸۲، دارالكتب العلمية بيروت)

والمستهلك؛ لأنه في معنى الهبة". كذا في الدر المختار، ص: ٣٦٤: ٢)(١)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۳/۲۹ھ۔

نکاح نہ ہونیکی صورت میں منگنی پر دی ہوئی اشیاء کی واپسی

سوال[۵۹۴۵]: زید نے اپنے پسر خالد کی منگنی بکر کی دختر زینب سے کیا، ہمارے یہاں منگنی کی یہ صورت ہوتی ہے کہ لڑکی والا کچھ روپے مثلاً چودہ، یا پندرہ، یا سولہ روپے جیسی جس کی قدرت ہوتی ہے اور کچھ گلگلے (۲) یا بھیلی (۳) یا بتاشے وغیرہ لڑکے والے کے یہاں بھیجتا ہے، نیز لڑکے والا بھی ساڑی (۴) وکرتہ وغیرہ دیتا ہے۔ اگر بعد میں کسی وجہ سے خالد کا نکاح بکر کی دختر زینب سے نہ ہوسکا، بلکہ کسی وجہ سے دوسری جگہ کی دوسری لڑکی سے ہوگیا۔ تو اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا جو چیزیں دی اور لی گئیں ان کا واپس کرنا ضروری ہے کہ نہیں؟ اس کا جواب مع حوالہ کتب تحریر فرما کر ممنون فرماویں۔

المستفتی: آفاق احمد غفرلہ الصمد۔

الجواب حامداً ومصلياً:

قال الشامي بعد ذكر الأقوال المختلفة وأيده في الجزئية في كتاب النفقات: "وأفتى به حيث سئل فيمن خطب امرأةً وأنفق عليها وعلمت أنه ينفق ليتزوجها فتزوجت غيره؟ فأجاب بأنه يرجع، واستشهد له بكلام قاضي خان المذكور وغيره، وقال: إنه ظاهر الوجه، فلا ينبغي أن يعدل عنه .... اهـ.

---

(١) (الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب فيما يرسله إلى الزوجة: ١٥٣/٣، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر: ٣٢٤/٣، رشيديه)

(وكذا في حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب النكاح، باب المهر: ٥٨٢/٢، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "گلگلے: میٹھا پکوان"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۱۰۴، فیروز سنز لاہور)

(۳) "بھیلی: گڑ کا گول ڈلا، جس کا وزن تین چار سیر کا ہوتا ہے"۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۴۱، فیروز سنز)

(۴) "ساڑی: ایک قسم کی لمبی دھوتی، جسے عورتیں آدھی باندھتی اور آدھی اوڑھتی ہیں"۔ (فیروز اللغات، ص: ۷۶۴، فیروز سنز)

وعلى هذا فما يقع في قرى دمشق من أن الرجل يخطب امرأةً ويصير يكسوها ويهدي إليها في الأعياد ويعطيها دراهم للنفقة والمهر إلىٰ أن يكمل المهر، فيعقد عليها ليلة الزفاف، فإذا أبت أن تتزوجه، ينبغي أن يرجع عليها بغير الهدية الهالكة علىٰ الأقوال الأربعة المارة؛ لأن ذلك مشروط بالتزوج، كما حققه قاضي خان فيما مر ....بعثت الصهرة إلى بيت الختن ثياباً لا رجوع لها بعده ولو قائمةً۔

ثم سئل، فقال: لها الرجوع لو قائماً. قال الزاهدي: والتوفيق أن البعث الأول قبل الزفاف، ثم حصل الزفاف، فهو كالهبة بشرط العوض، وقد حصل فلا ترجع، والثاني بعد الزفاف فترجع"(۱)۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر عورت کی طرف سے انکار ہو جائے تو لڑکے کو واپسی کا حق ہوتا ہے وہ بھی ان اشیاء کے متعلق جو باقی ہوں اور جو چیزیں ہلاک ہوگئیں ہوں ان کی واپسی کا حق نہیں اور صورتِ مسئولہ میں عورت کی طرف سے انکار ذکر نہیں کیا گیا، پس اگر لڑکی والے انکار کر چکے تھے تب تو ان اشیاء کو واپس لیا جا سکتا ہے جو کہ موجود ہوں اور جو ہلاک ہوگئیں ان کی واپسی نہیں ہوسکتی۔ اور اگر لڑکی والوں نے انکار نہیں کیا تو ان سے کچھ واپس نہیں لیا جا سکتا ہے، وکذا یفهم مما ذکروا:

"خطب بنت رجل وبعث إليها أشياء، ولم يزوجها أبوها، فما بعث للمهر يسترد عينه قائماً فقط، وإن تغير بالاستعمال أو قيمته هالكاً؛ لأنه معاوضة ولم تتم، فجاز الاسترداد، وكذا يسترد ما بعث هديةً، وهو قائم دون الهالك والمستهلك؛ لأن فيه معنى الهبة". درمختار۔

"(قوله: ولم يزوجها أبوها) مثله ما إذا أبت أن تتزوجه وكانت كبيرةً، اه". طحطاوی: ۲/٦٦(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۱۷/ ۵۵ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۷/ ذی الحجہ/ ۵۵ھ۔

---

(۱) (رد المحتار، باب المهر، مطلب: أنفق على معتدة الغير: ۳/۱۵۴، ۱۵۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل السادس عشر في جهاز البنت: ۱/۳۲۸، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، باب المهر: ۳/۳۲۴، ۳۲۵، رشيديه)

(۲) (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب المهر، مطلب: لو بعث إلى زوجته شيئاً، ثم قال: إنه من =

جو سامان نکاح کے وقت دیا جائے وہ کس کی ملک ہے؟

سوال[۵۹۴۶]: ا......زید کا نکاح رقیہ کے ساتھ ہوا جس طرح سے لوگ بغیر تصریحِ ملکیت زیورات بیوی کو دیتے ہیں، اسی طرح زید کے ولی و سرپرستوں نے کچھ زیورات رقیہ کے پاس بھیجے جس سے رقیہ زیورات اپنے استعمال میں لا رہی ہے۔ زید کے سرپرستوں نے زبان سے کچھ تصریح نہیں کی، زیورات بطورِ رواج کے دیا، یا عاریت، یا امانت کے طور پر دیا، عدمِ تصریحِ رواج وعدمِ تصریحِ ملکیت کی صورت میں حدیث یا فقہ کی عبارت مع ترجمہ اردو لکھ کر صاف صاف بتلایا جائے کہ شرعاً زیورات کس کی ملکیت ہیں زید کی یا رقیہ کی؟

۲......اگر حدیث یا فقہ کی عبارت سے یہ ثابت ہو جائے کہ رواج کے اوپر عمل کیا جائے گا تو شوہر کے یہاں کا رواج دیکھا جائے گا، یا زوجہ کے یہاں کا؟ اور عدمِ رواج کی صورت میں زیور کس کی ملکیت میں ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

۲،۱......شوہر یا اس کے ولی نے جو کچھ زیور دیا ہے اور اس میں تصریح ملک یا عاریت کی نہیں کی ہے، اس میں شوہر کے خاندان کا رواج معتبر ہوگا، کچھ رواج نہ ہو تو دینے والے کی نیت اور قول کا اعتبار ہوگا۔ ہمارے عرف میں یہ ہے کہ ایسی چیزیں زیور وغیرہ بطورِ ملک دی جاتی ہیں:

"وإذا بعث الزوج إلىٰ أهل زوجته أشياء عند زفافها، منها ديباج، فلما زفت إليه، أراد أن يسترد من المرأة الديباج، ليس له ذلك إذا بعث إليها على جهة التمليك، كذا في الفصول العمادية. جهز بنته وزوّجها، ثم زعم أن الذى دفعه إليها ماله، وكان على وجه العارية عندها، وقالت: هو ملكى جهّزتنى به، أو قال الزوج ذلك بعد موتها، فالقول قولهما دون الأب.

وحكى عن عليّ السعدى أن القول قول الأب، وذكر مثله السرخسي، وأخذبه بعض

= المهر: ۶۶/۲، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في مجمع الأنهر، باب المهر، الفصل الثاني: ۳۶۲/۱، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، باب المهر، مطلب فيما يرسله إلى الزوجة: ۱۵۳/۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل السادس عشر في جهاز البنت: ۳۲۸/۱، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، باب المهر: ۳۲۴/۳، رشيديه)

المشائخ. وقال فی الواقعات: إن كان العرف ظاهراً بمثله فی الجهاز كما فی ديارنا، فالقول قول الـزوج، وإن كان مشتركاً فالقول قول الأب، كذا فی التبيين. قال الصدر الشهيد: وهذا التفصيل هو المختار للفتویٰ، كذا فی النهر الفائق". عالمگیری: ۱/۴۲۷(۱)-

اہلِ علم حضرات کے لئے جو کہ عربی عبارت کے طالب ہوں ترجمہ اردو میں کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس لئے ترجمہ نہیں کیا گیا، ان عبارات سے وہی مستفاد ہوتا ہے جو اردو میں جواب لکھا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

شادی کے موقع پر لڑکے کی طرف سے لڑکی کو زیور دینا

سوال[۵۹۴۷]: میری شادی کو ایک سال کا عرصہ ہوگیا، رخصتی ابھی نہیں ہوئی ہے، اب رخصتی کے لئے لڑکی والے کہتے ہیں کہ زیور اور کچھ کپڑے لڑکی کے لئے لانے ہوں گے اور لڑکی والے اس جہیز کے منگانے پر بضد ہیں کہ ان کے گھر کی عورتیں کہتی ہیں کہ لڑکے والا نہایت غریب ہے، اس کے پاس رکھا کیا ہے، لڑکی والے کو لوگ طرح طرح سے بہکانے میں لگے ہیں۔ تو کیا کچھ زیور وغیرہ رخصتی سے چند یوم قبل خفیہ طور پر بھیج دیئے جائیں تا کہ نمائش نہ ہو؟

الجواب حامداًومصلياً:

دولہا کی طرف سے دولہن کو کچھ زیور وغیرہ دیا جائے تو یہ شرعاً ممنوع نہیں، بلکہ اگر وسعت ہو تو دینا چاہئے (۲)، البتہ اس پر اصرار اور اس کا اعلان جو نام ونمود کے لئے ہوتا ہے یہ ممنوع ہے(۳)، اگر اس سے بچ

---

(۱) (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، باب المهر، الفصل السادس عشر فی جهاز البنت. ۱/۳۲۷، رشيديه)

(وكذا فی تبيين الحقائق، : كتاب النكاح، باب المهر: ۲/۵۸۲، ۵۸۳، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا فی النهر الفائق، كتاب النكاح، باب المهر: ۲/۲۶۵، رشيديه)

(۲) "فقلت: تزوجنی فاطمة؟ قال: وعندك شیئ؟ فقلت: فرسی وبدنی .... وأمرهم أن يجهزوها، فجعل لها سرير مشروط ووسادة من أدم حشوها ليف، وقال لعلی: إذا أتتك فلا تحدث شيئاً حتى آتيك". (شرح الزرقانی، باب ذكر تزويج علی بفاطمة رضی الله عنهما: ۲/۳۵۹، ۳۶۰، :عباس احمد الباز مكة المكرمة)

(وكذا فی الإصابة، كتاب النساء، حرف الفاء: ۸/۲۶۳، دارالكتب العلمية بيروت)

(۳) "أو التزم كالتزام الملتزمات، فكم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم، والتخصيص من غير =

کر شادی سے کچھ پہلے یا عینِ شادی کے وقت یا بعد میں دیدیا جائے تو مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۴/۳/۱۳۹۴ھ۔

مہر کے علاوہ کچھ رقم نکاح کے لئے شوہر پر ڈالنا

سوال [۵۹۴۸]: ایک منظم برادری کے کچھ لوگ برادری کے چودھری پر یہ الزام لگا کر دوسری برادری بنا لیتے ہیں کہ اس برادری کے چودھری نے ہماری قومی برادری کے اس شرعی فیصلہ کو کہ ناکح ومنکوحہ کے اولیاء دینِ مہر کے علاوہ نکاح کے لئے روپیہ وغیرہ کا لین دین کو روا رکھے'' کیونکہ یہ شرعاً حرام اور سخت مذموم اور مشرکوں کی رسم ہے''، منسوخ کر دیا اور ایسے اشخاص سے جو اس لین دین کو روا رکھے شرعاً ترکِ موالات کرنا چاہئے۔ اور اس الزام سے چودھری کو نہایت رسوا اور بدنام کرتے ہیں جس سے ایک منظم برادری کے دو بڑے اور چھوٹے ٹکڑے ہو جاتے ہیں اور باہمی تنازع ہو جاتا ہے۔

کچھ مدت کے بعد اس باہمی کشیدگی کو دور کرنے کے لئے اور معاملہ کی حقیقت سے برادری اور غیر برادری کے خواص وعوام کو خبردار کرنے کے لئے اور اپنے اپنے حقوق کو معلوم کرنے کے لئے علمائے دین کو مدعو کیا جاتا ہے اور فریقین عہد کرتے ہیں کہ علمائے دین کے سامنے ہم یہ معاملہ رکھیں گے، اس پر جو فیصلہ فرمادیں گے، ہم بطیبِ خاطر منظور کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا ہے علماء نے ساری چیزوں پر غور کر کے فیصلہ سنایا کہ جس چودھری پر قدیمی پنچایت کے فیصلہ کی منسوخی اور معاملہ مناکحت میں دینِ مہر کے علاوہ اور روپیہ کے لین دین کو روا رکھنا اس کا الزام تھا، فریقِ مخالف نے اس کا کوئی شرعی ثبوت پیش نہیں کیا، لہٰذا وہ الزام سے بالکل بری ہے، جن لوگوں نے اس کو بدنام کیا وہ اس سے معافی مانگے جو سزا برادری تجویز کرے، اس کو منظور کرے۔

= مخصص .... مكروها" (مجموعه رسائل اللكهنوی، سباحة الفكر فی الجهر بالذكر، الباب الأول: ۳/۳۴، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا فی مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب فی الدعاء فی التشهد، (رقم الحديث: ۹۴۶): ۳/۳۱، رشيديه)

"عن جندب رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: "من سمّع سمّع الله به، ومن يرائی يرائی الله به". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، كتاب الرقاق، باب الرياء والسمعة، الفصل الأول، ص: ۴۵۴، قديمی)

اس میں اور ذیل کے متعلق احکامِ شرعیہ مطلوب ہیں:

کیا ناکح اور منکوحہ کے اولیاء کو باہم رضامندی سے ان مباح رسومِ نکاح کے خرچ کے لئے جس کی ادائیگی پر ناکح کے اولیاء مُصر ہوں اور منکوحہ کے اولیاء اس کی ادائیگی کی بذاتِ خود استطاعت نہ رکھتے ہوں، دینِ مہر کے علاوہ کچھ روپیہ لینا دینا شرعاً حرام ہے اور ایسا لین دین کرنیوالے شرعاً ایسے مجرم ہیں کہ ان سے ترکِ موالات واجب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مباح پر اصرار کا کسی کو حق نہیں کیونکہ اصرار سے وہ ممنوع ہوجاتا ہے، صرح به الشامی فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیه وغیرہ(۱)۔ جو روپیہ بعض جگہ لڑکی والے طلب کرتے ہیں اور لڑکے والوں کو مجبوراً دینا پڑتا ہے اور بغیر اس روپیہ کے رخصت نہیں ہوتی تو یہ روپیہ لینا ناجائز ہے، کیونکہ وہ رشوت ہے، اس کی واپسی لازم ہوتی ہے:

"أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم، فللزوج أن يسترده، لأنه رشوة الخ". درمختار: ۲/۶۰۰(۲)۔

"وعن أبی حرة الرقاشی عن عمه رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "ألا! لاتظلموا، ألا! لايحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه". رواه البيهقی فی شعب الإيمان". مشکوٰة، ص:۲۵۵(۳)۔

---

(۱) "كل مباح يؤدی إلی زعم الجهال سنية أمر أو وجوبه، فهو مكروه". (تنقيح الفتاوی الحامدية، مسائل شتی من الحظر والإباحة: ۲/۳۶۷، مطبعة الميمنية مصر)

(وكذا فی الفتاوی العالمكيرية، الباب الثالث عشر فی سجود التلاوة: ۱/۱۳۶، رشيديه)

(وكذا فی الدر المختار، باب سجود التلاوة، مطلب فی سجدة الشكر: ۲/۱۲۰، سعيد)

(۲) (الدر المختار، باب المهر، مطلب: أنفق علی معتدة الغير: ۳/۱۵۶، سعيد)

(وكذا فی الفتاوی العالمكيرية، الفصل السادس عشر فی جهاز البنت: ۱/۳۲۷، رشيديه)

(۳) (مشكوٰة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثانی، ص: ۲۵۵، قديمی)

"لا يحل لأحد أن يأخذ مال أخيه لاعباً ولا جاداً، وإن أخذه، فليرده عليه". (البحر الرائق، كتاب الغصب: ۸/۱۹۸، رشيديه)

"ليس لأحد أن يأخذ مال غيره بلا سبب شرعی". (شرح المجلة، (رقم المادة: ۹۷)، ص: ۶۲، مكتبه حنيفه كوئٹه)

اگر یہ روپیہ اپنی خوشی سے دے تو بھی ناجائز ہے: "ومن السحت ما یؤخذ علی کل مباح".
درمختار. "ومن السحت بالضم، الخ". رد المحتار: ۵/۳۰۱(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/ رجب/۶۳ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

وقتِ نکاح لڑکی کے باپ کو کچھ رقم دینا

سوال[۵۹۴۹]: نکاح ہوجانے پر لڑکے کا ولی لڑکی کے ولی کو دو روپیہ یا تین روپیہ دیتا ہے جس کو ہمارے اطراف میں بھینٹ کہتے ہیں۔ یہ بھی رشوت ہی میں داخل ہے یا اس کا کچھ اور حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ رشوت ہے اس کا لینا اور دینا درست نہیں: "أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم، فللزوج أن يسترده؛ لأنه رشوة". درمختار۔ "أي بأن أبى أن يسلمها أخوها أو نحوه حتى يأخذ شيئاً، اه".
رد المحتار: ۲/۵۰۳(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/ ربیع الثانی/ ۶۷ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یوپی۔

نکاح کرانے میں سفرخرچ لڑکے سے لینا شرعاً کیسا ہے؟

سوال[۵۹۵۰]: صوبہ بہار میں لڑکوں کی بہ نسبت لڑکیوں کی کثرت ہے، لڑکی بالغ ہے لیکن لڑکا ملنا دشوار ہے، ہمارے یہاں سے ایک شخص ایسے آدمیوں کو لے جاتا ہے جو کافی عمر رسیدہ ہونے پر بھی شادی کی خوشی سے محروم ہیں، اور ان کو ادھر سے شادی کرا کر لے آتا ہے، لڑکی والے اتنی خستہ حالت میں ہیں کہ وہ شادی کا

---

(۱) (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۲۴، سعيد)
(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۴/۲۱۱، دارالمعرفة بيروت)
(۲) (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب النكاح، قبيل مطلب في دعوى الأب أن الجهاز عارية: ۳/۱۵۶، سعيد)

خرچہ لڑکے والے سے ہی لے کر کرتے ہیں، اور بیچ میں ثالث جو کہ لڑکے والوں کے ساتھ ان کو لے کر جاتا ہے، وہ اپنا کاروبار چھوڑتا ہے، کم از کم پندرہ یوم وہاں پر رہتا ہے، وہ اپنا خرچہ طے کر لیتا ہے۔ اس پر بھی روشنی ڈالیں کہ غیر کفو میں بھی نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اور ثالث کا لڑکے والے سے سفرِ خرچ کے علاوہ جو زیدروپے لیتا ہے وہ اسے لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

سفرِ خرچ لینا درست ہے جبکہ اس کے لئے سفر کیا ہو(۱)۔ غیر کفو میں ولی کی اجازت سے نکاح درست ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۶/۹۴ھ۔

نکاح میں ہدیہ کا لین دین

سوال[۱۵۹۵۱]: نکاح کی بات چیت کے وقت جانبین نے کسی قسم کے لین دین کی کوئی شرط نہیں

---

(۱) "وكل محبوس لمنفعة غيره يلزمه نفقته كمفت وقاضي ووصي وعامل ومقاتلة قاموا بدفع العدو ومضارب سافر بمال مضاربه". (الدرالمختار). "(قوله: ومضارب) فنفقته في مال المضاربة مادام مسافراً لاحتباسه لها". (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب: اللفظ جامد ومشتق: ۵۷۲/۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۲۹۳/۴، رشيديه)

(۲) "وإنما تحل في الصورة الرابعة، وهي رضا الولي بغير الكفؤ مع علمه بأنه كذلك، اهـ .... إن الولي لو قال لها: أنا راض بما تفعلين أو زوجي نفسك ممن تختارين ونحوه أنه يكفي، وهو ظاهر الرواية؛ لأنه فوض الأمر إليها، ولأنه من باب الإسقاط". (رد المحتار: ۵۷/۳، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

"لايشترط مباشرة الولي للعقد، لأن رضاه بالزوج كاف". (البحرالرائق: ۱۹۴/۳، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

"وإذا زوّجت نفسها من غير كفؤ ورضي به أحد الأولياء، لم يكن لهذا الولي ولا لمن مثله أو دونه حق الفسخ". (الفتاوى العالمكيرية: ۲۹۳/۱، كتاب النكاح، الباب الخامس في الأكفاء، رشيديه)

کی، مگر عقد کے وقت من جانب لڑکی، اگر دولہا کو کچھ بھی دیدے تو یہ شرعاً حلال ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہاں شرط نہ کی جائے اور اس لین دین کا دستور بھی نہ ہو اپنے ذہن میں یہ نہ سمجھتے ہوں کہ کچھ دیا جائے گا یا کچھ لیا جائے گا، پھر کوئی تازہ رشتہ کی بنیاد پر خوشی میں لڑکے کی طرف سے یا لڑکی کی طرف سے دیدے تو کوئی مضائقہ نہیں (۱)۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے وقت ان کے چچا کو کُرتا مرحمت فرمایا تھا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۰/۱۰/۱۴۰۶ھ۔

نکاح پر مال کا مطالبہ

سوال[۵۹۵۲]: ہمارے یہاں یہ رسم ورواج ہے کہ شادی کے وقت لڑکا یا لڑکے کا ولی لڑکی والے

---

(۱) "وعن أبی حرة الرقاشی، عن عمه رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ألا! لاتظلموا، ألا! لایحل مال امرئ إلا بطیب نفس منه". رواه البیهقی فی شعب الإیمان". (مشکوٰة المصابیح، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریة، الفصل الثانی، ص: ۲۵۵، قدیمی)

"لا یحل لأحد أن یأخذ مال أخیه لاعباً ولا جاداً، وإن أخذه فلیرده علیه". (البحر الرائق، کتاب الغصب: ۱۹۸/۸، رشیدیه)

"لیس لأحد أن یأخذ مال غیره بلا سبب شرعی". (شرح المجلة، (رقم المادة: ۹۷)، ص: ۶۲، مکتبة حنفیة کانسی روڈ کوئٹه)

(۲) "روی ابن شهاب الزهری أنه قیل لخویلد بن أسد بن عبدالعزی، وهو ثمل من الخمر: هذا ابن أخیک محمد بن عبدالله بن عبدالمطلب یخطب خدیجة وقد رضیت .... فخلقت خدیجة أباها وحلت علیه حلة ودخل رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بها، فلما صحا الشیخ من سکرته، قال: ماهذه الخلوق وماهذه الحلة؟ قالت ابنته أخت خدیجة: هذه حلة کساکها ابن أخیک محمد بن عبدالله بن عبدالمطلب أنکحته خدیجة .... عن ابن عباس قال .... فزوجها إیاه فخلقته وألبسته حلةً، وکذلک کانوا یصنعون إذا زوّجوا نساء هم". (تاریخ الخمیس فی أحوال أنفس نفیس، بحث: تزوجه علیه السلام خدیجة: ۲۶۴/۱، مؤسسة شعبان، بیروت)

سے کثیر مقدار میں رقم اور مال واسباب وصول کرتا ہے تب شادی کرتا ہے، اگر طے شدہ رقم و مال واسباب سے کچھ کم ملتا ہے تو شادی لڑکے والا نہیں کرتا۔ اس طرح سے لڑکی والا کافی حیران و پریشان رہتا ہے، اسے کفو ہی نہیں ملتا ہے، اگر ملتا بھی ہے تو لڑکے والے کی مانگ ومطالبہ پورا نہ کرنے کی بنا پر بالغ لڑکی گھر پر پڑی رہتی ہے۔

لڑکی کی شادی کرنے کی واحد صورت کثیر مقدار میں رقم و مال اسباب لڑکے والے کو جہیز کے طور پر دیتا ہے تو یہ سب بتایا جائے کہ لڑکی والے سے کثیر مقدار میں مال واسباب لے کر شادی کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ رضا و خوشنودی سے اگر لڑکی والے نے نقد و مال واسباب لڑکے کو دیا تو اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مہر کثیر مقدار میں تجویز ہو تو اس کے موافق جہیز کا مطالبہ بھی درست ہوسکتا ہے، یہ بھی اس وقت ہے جبکہ نکاح کر دیا گیا ہو اور رخصت کرنے میں پس وپیش ہو، ورنہ محض نکاح کو اتنا روپیہ واسباب دینے پر موقوف کرنا اور شرط لگانا شبہ پیدا کرتا ہے کہ اصل مقصود مال واسباب ہے نہ کہ عقد نکاح اور عقد نکاح کو اس مال واسباب کی تحصیل کا ذریعہ بنایا جارہا ہے۔ یہ طریقہ تعلیماتِ اسلام کے خلاف ہے اور بیع کے مشابہ ہو کر مقصود کو غیر مقصود اور غیر مقصود کو مقصود قرار دینا ہے:

”لو زفت إليه بلا جهاز يليق به، فله مطالبة الأب بالنقد، قنية. زاد في البحر عن المبتغیٰ: إلا إذا سكت طويلاً، فلا خصومة له. لكن في النهر عن البزازية: الصحيح أن لا يرجع على الأب بشيء؛ لأن المال في النكاح غير مقصود. تزوجها وأعطاها ثلاثة آلاف دينار الدستيمان وهي بنت موسر ولم يعط لها الأب جهازاً، أفتى الإمام جمال الدين وصاحب المحيط بأن له مطالبة الجهاز من الأب على قدر العرف والعادة وطلب الدستيمان، قال: وهذا اختيار الأئمة“. درمختار وشامی: ۲/۵۰۵(۱)۔

جس صورت میں مطالبہ کا حق دیا گیا ہے، اس میں بھی علماء کا کلام ہے جس کو شامی نے صفحہ مذکورہ اور

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في دعوى الأب أن الجهاز عارية: ۱۵۸/۳، سعید)

ص:۲/ ۸۱۸(۱) میں نقل کیا ہے، نفسِ نکاح پر کچھ لینا اور شرط لگانا ظاہر ہے کہ رشوت ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۲/۱۳۸۹ھ۔

شادی کے وقت داماد کے مطالبات، جہیز وغیرہ

سوال[۵۹۵۳]: مسماۃ بانو کے والدین اور اہلِ محلّہ بکر کے خلافِ شرع فعلوں کی بناء پر ناخوش رہتے ہیں، بکر نے اپنے لڑکے کی شادی کے لئے کئی جگہ پیغام بھجوایا، مگر کسی نے اقرار نہ کیا، آخر کار حاجی شریف صاحب کے اصرار پر مسماۃ بانو کا نکاح بکر کے لڑکے زید کے ساتھ ہو گیا، مگر بکر اور اس کے لڑکے زید وغیرہ جہیز میں اس قدر سامان مانگ رہے تھے، مثلاً گھڑی، ریڈیو، سائیکل، صوفا سیٹ، وغیرہ اور مزید ایک ہزار روپیہ جو بانو کے والدین کے بس سے باہر تھا۔ اس لئے انہوں نے عذر بیان کیا، مگر وہ لوگ اس پر اڑے رہے۔

بکر نے یہ بھی کہہ دیا کہ تم کو دینا پڑے گا، نہیں تو وداعی نہیں ہوسکتی۔ کوئی صورت بنتی ہوئی نظر نہ آئی تو بانو کے والدین نے طلاق کی دراخوست کردی، اور دستی بیان بانو سے لے لیا گیا کہ وہ معاف کرتی ہے مگر زید نے پھر بھی کہا کہ میں طلاق اس وقت تک نہیں دوں گا، جب تک بانو کے والدین مجھے مہر کے علاوہ مبلغ ۱۰۰۰/ روپیہ نہ دیں گے، جس کی بناء پر اب دونوں میں نہایت کشیدگی بڑھ گئی۔ اس صورت میں کیا بانو کا دوسرا نکاح جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کی یہ روش شرافت بلکہ انسانیت سے بھی گری ہوئی ہے، اس کا مطالبہ نہایت غلط ہے، رشوت ہے حرام ہے(۳)، اگر وہ اپنے مطالبہ سے باز نہیں آتا تو حاکم کی عدالت میں درخواست دی جائے، عدالت اس کو حاضر کر کے

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب فيما لو زفت إليه بلا جهاز: ۳/۵۸۵، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب النكاح، باب المهر: ۲/۲۶۵، إمداديه ملتان)

(۲) "ومن السحت مايؤخذ على كل مباح". (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۲۴، سعيد)

(۳) "ولو أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم، فللزوج أن يسترده؛ لأنه رشوة". (الفتاوىٰ العالمكيرية: =

اس غلط مطالبہ کو ساقط کرادے، یا اس سے طلاق دلوادے، بعوض مہر خلع کرادے(۱)، یا تفریق کردے(۲)۔ اگر حاکم مسلم بااختیار نہ ہو، یا وہ شریعت کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو کم از کم تین معزز دین دار مسلمانوں کی شرعی کمیٹی بنالی جائے جس میں ایک معاملہ شناس معتبر عالم بھی شامل ہو، اس کمیٹی میں درخواست دی جائے، وہ کمیٹی الحیلۃ الناجزۃ میں لکھی ہوئی شرائط کے مطابق فیصلہ کردے تو وہ فیصلہ معتبر ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/ ۸/ ۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/ ۸/ ۹۱ھ۔



= ۱/ ۳۲۷، الفصل السادس عشر في جهاز البنت، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار: ۳/ ۱۵۶، باب المهر، مطلب: أنفق على معتدة الغير، سعيد)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴/ ۱۳۶، الثاني عشر في المهر، رشيديه)

(۱) "إذاتشاق الزوجان، وخافا أن لايقيما حدودالله، فلابأس بأن تفتدى نفسها منه بمال يخلعها به، فإذافعلا ذلك، وقعت تطليقة بائنة، ولزمها المال". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/ ۴۸۸، الباب الثامن في الخلع وما في حكمه، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/ ۴۰۴، باب الخلع، شركة علميه)

(وكذا في الدر المختار مع ردالمحتار: ۳/ ۴۴۱، باب الخلع، سعيد)

(۲) حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "زوجۂ متعنت کو اول تو لازم ہے کہ کسی طرح سے خاوند سے خلع وغیرہ کرلے، لیکن اگر باوجودِ سعی بلیغ کے کوئی صورت نہ بن سکے تو سخت مجبوری کی حالت میں مذہبِ مالکیہ پر عمل کرنے کی گنجائش ہے۔ .... اورصورت تفریق کی یہ ہے کہ عورت اپنا مقدمہ قاضیٔ اسلام یا مسلمان حاکم اوران کے نہ ہونے کی صورت میں جماعتِ مسلمین کے سامنے پیش کرے اور جس کے پاس پیش ہو وہ معاملہ کی شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعہ سے پوری تحقیق کرے۔ اور اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو کہ باوجود وسعت کے خرچ نہیں دیتا تو اس کے خاوند سے کہا جاوے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو یا طلاق دو، ورنہ ہم تفریق کردینگے۔ اس کے بعد بھی اگر وہ ظالم کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی یا شرعاً جو اس کے قائم مقام ہو طلاق واقع کردے، اس میں کسی صورت کے انتظار ومہلت کی باتفاقِ مالکیہ ضرورت نہیں"۔ (الحيلة الناجزة، ص: ۷۳، ۷۴، حکم زوجۂ متعنت، دار الإشاعت کراچی)

بابٌ فی العروس و الولیمة

(بارات اورولیمہ کا بیان)

بارات کا حکم

سوال[۵۹۵۴]: ۱......بارات لے جانا جائز ہے یانہیں؟اورحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول ہے یانہیں؟

۲......اگر دو چار آدمی لڑکے کی طرف سے نکاح کے لئے لڑکی کے گھر جائیں تو یہ بارات کے حکم میں ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......مجلس عقد میں شرکت کی دعوت ثابت ہے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے وقت آدمی بھیج کر بلانا"تاریخ الخمیس" میں مذکور ہے(۱)۔

۲......اس کو عرفاً بارات نہیں کہا جاتا ہے۔فقط.واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۳/۵/۹۰ھ۔

---

(۱)"فلما زوّجه، قال له رسول الله صلى الله عليه وسلم: "يا علي! إنه لا بد للعروس من وليمة". فقال سعد: عندي كبش وجمع له رهط من الأنصار آصعا من ذرة، وكان ذلك وليمة عرسه". (تاريخ الخميس، باب تزوج عليّ بفاطمة رضي الله تعالىٰ عنها: ۱/۳۶۲، بيروت)

"قال أنس: ثم دعاني عليه الصلاة والسلام بعد أيام فقال: "ادع لي أبابكر وعمر وعثمان وعبد الرحمن وعدةً من الأنصار". فلما اجتمعوا وأخذوا مجالسهم، وكان عليّ غائباً، الخ". (شرح العلامة الزرقاني، باب ذكر تزويج عليّ بفاطمة رضي الله عنهما: ۲/۳۶۲، عباس أحمد البازمكة المكرمة)

نکاح کے سال بھر بعد رخصتی

سوال[۵۹۵۵]: عام طور پر رواج ہے کہ نکاح کے ایک سال بعد یا اس سے کم وبیش مدت کے بعد رخصتی ہوتی ہے جس کو ''چالا'' کہتے ہیں۔ اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بوقتِ عقد اگر لڑکی نابالغہ ہو تو رخصت کے لئے بلوغ کا انتظار کرلیا جائے (۱)، لڑکی کی ضرورت کی چیزیں اس کو دینے میں مضائقہ نہیں (۲) تاکہ فوری طور پر وہاں پریشانی نہ ہو، دو چار احباب واعزہ بھی آجائیں تاکہ لڑکی کو عزت ومحبت کے ساتھ رخصت کریں تب بھی درست ہے۔ لڑکی کے بالغہ ہونے کے باوجود رخصتی میں سال بھر کی تاخیر لازم قرار دینا غلط ہے، اس کو ترک کیا جائے، نیز لڑکی کو جو کچھ دیا جائے اس کی تشہیر ونمائش نہ کی جائے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۵/۹۰ھ۔

لڑکے کے گھر جاکر نکاح

سوال[۵۹۵۶]: ایک شخص نے اپنی لڑکی کا نکاح ایک زمیندار لڑکے کے ساتھ اس کے گھر جاکر

---

(۱) "وإذا نقد الزوج المهر وطلب من القاضي أن يأمر أبا المرأة بتسليم المرأة، فقال أبوها: إنها صغيرة لا تصلح للرجال ولا تطيق الجماع، وقال الزوج: بل هي تصلح وتطيق، ينظر: إن كانت ممن تخرج، أخرجها وأحضرها، وينظر إليها فإن صلحت للرجال أمر بدفعها إلى الزوج، وإن لم تصلح لم يأمره، الخ". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء: ۱/۲۸۷، رشيديه)

(۲) "عن علي رضي الله عنه، قال: جهّز رسول الله صلى الله عليه وسلم فاطمة في خميل وقربة ووسادة حشوها إذخر الفرش". (سنن النسائي، كتاب النكاح، باب جهاز الرجل ابنته: ۲/۹۲، قديمي)

(وكذا في الإصابة، كتاب النساء، حرف الفاء: ۸/۲۶۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "عن جندب رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من سمّع سمّع الله به، ومن يرائي يرائي به. "متفق عليه". (مشكوٰة المصابيح، باب الرياء والسمعة، الفصل الأول، ص: ۴۵۴، قديمي)

کردیا، جائز شرائط کے ساتھ ہوا کہ وہاں لڑکے کے والدین اور لڑکا اور لڑکی کے والدین اور لڑکی اور مولوی صاحب جنھوں نے نکاح پڑھایا، لڑکے کے گھر جانے کی ضرورت یوں پڑی کہ برادری والے دوسری جگہ شادی کرانے پر بضد تھے۔ تو کیا یہ نکاح درست ہوگیا؟ برادری والے دوبارہ نکاح کو کہتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب لڑکا اور لڑکی اور دونوں کے والدین اور گواہ موجود تھے اور نکاح کا ایجاب وقبول سب کی رضامندی سے شریعت کے مطابق ہوا ہے، اگرچہ کسی کے مکان میں ہوا ہے تو بلاشبہ وہ شرعاً صحیح اور معتبر ہوگیا(۱)۔ برادری کا یہ کہنا کہ نکاح (ہماری سب کی موجودگی میں ہماری منشاء کے مطابق ہو) دوبارہ کیا جائے غلط اور بلاوجہ شرعی تنگ کرنا اور لڑکی کے والد کو مجبور کرنا کہ جہاں ہم کہیں وہاں نکاح کرو ظلم ہے، برادری کو لازم ہے کہ اپنی اصلاح کرے، ظلم سے باز آئے ورنہ اس کا وبال بہت سخت ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۳/۹۱ھ۔

نکاح کے بعد رخصتی کب تک ہوجائے؟

سوال[۵۹۵۷]: میری جانکاری کے مطابق حضرت جی کا گجرات کا دورہ ہونے والا ہے، اس وقت میں اپنا نکاح حضرت جی سے پڑھوانا چاہتا ہوں۔ چھ، سات ماہ بعد میری بہن کی شادی ہونا طے پائی ہے، بہن کی شادی کے موقع پر اپنی بیوی کی رخصتی کرانا چاہتا ہوں، یعنی نکاح کے ۶، ۷/ ماہ بعد، فی الحال میری عمر ۲۶/ سال اور لڑکی کی عمر ۲۰/ سال ہے۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ از روئے شرع نکاح کے بعد ۶، ۷/ ماہ روکے رکھنا جائز ہے یا

---

(۱) "النكاح ينعقد متلبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر". (الدر المختار، كتاب النكاح: ۳/۹، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب النكاح: ۲/۳۰۵، شركة علمية ملتان)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح: ۳/۱۴۴، رشيديه)

(۲) "عن ابن عمر رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "الظلم ظلمات يوم القيامة".

"وعنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لتؤدن الحقوق إلى أهلها يوم القيامة حتى يقاد للشاة الجلحاء من الشاة القرناء". رواه مسلم. وذكر حديث جابر: "اتقوا الظلم" في باب الإنفاق". (مشكوة المصابيح، باب الظلم، الفصل الأول: ۲/۴۳۵، قديمي)

نہیں؟ اور ایسا کرنا مناسب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طرفین کی مصلحت پر موقوف ہے، شریعت کی طرف سے نہ پابندی ہے کہ ضرور روکا جائے، نہ ممانعت ہے کہ ہرگز نہ روکا جائے، بلکہ اگر حالات کا تقاضا روکنے کا ہو تو اس کی بھی اجازت ہے نہ روکنے کا ہو تو اس کی بھی اجازت ہے، شوہر کو نکاح کے بعد مطالبۂ رخصت کا بھی حق ہے(۱)۔ فقط. واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۲/۹۱ھ۔

نکاح اور رخصتی کے درمیان کتنا فصل ہو؟

سوال[۵۹۵۸]: شادی کے بعد رخصتی کب ہونی چاہئے؟ کیا شادی کے بعد اسی دن رخصتی مسنون ہے؟ اگر مسنون ہے تو حوالۂ کتب لکھئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نکاح کے بعد حسبِ مصالح رخصتی میں تاخیر بھی درست ہے(۲)، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رخصتی اور نکاح میں تین سال کا وقفہ ہوا ہے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۶/۱۳۹۶ھ۔

---

(۱) "وإذا نقد الزوج المهر وطلب من القاضی أن یأمر أبا المرأة بتسلیم المرأة، فقال أبوها: إنها صغیرة لا تصلح للرجال ولا تطیق الجماع، وقال الزوج: بل هی تصلح وتطیق، ینظر: إن کانت ممن تخرج أخرجها وأحضرها وینظر إلیها، فإن صلحت للرجال أمر بدفعها إلی الزوج، وإن لم تصلح لم یأمره".
(الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء: ۱/۲۸۷، رشیدیه)

(۲) (تقدم تخریجه تحت عنوان: "نکاح کے بعد رخصتی کب تک ہوجائے گی"۔)

(۳) "عن هشام بن عروة، عن عروة: تزوج النبی صلی الله علیه وسلم عائشة وهی ابنة ست، وبنی بها وهی ابنة تسع، ومکثت عنده تسع". (صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب من بنی بامرأة وهی بنت تسع: ۲/۷۷۵، قدیمی)

(وکذا فی الإصابة فی تمییز الصحابة، کتاب النساء، حرف العین: ۸/۲۳۲، دارالکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی شرح الزرقانی، باب عائشة أم المؤمنین: ۴/۳۸۳، ۳۸۴، عباس أحمد الباز مکة المکرمة)

شوہر کی بیماری کی وجہ سے رخصتی میں تاخیر

سوال[۵۹۵۹]: زید کا نکاح تقریباً تین سال پہلے ہوا تھا اور رخصتی ہونا بعد میں طے پائی تھی، نکاح کے وقت زید زیر تعلیم تھا، زید نے باہر رہ کر قریب ڈیڑھ سال تک تعلیم پوری کی۔ قبل اس کے کہ زید کے والدین زید کے سسرال والوں سے رخصتی کی تاریخ طے کرتے، تعلیم پوری کرنے کے بعد زید اچانک بیمار ہو گیا، اور قریب چھ ماہ بیمار رہا، کچھ دنوں اچھا رہنے کے بعد زید پھر بیمار پڑ گیا۔ اس بیچ زید کے سسرال نے اپنی بیٹی کی رخصتی کردینی چاہی، لیکن چونکہ زید بیمار تھا اور زیر علاج تھا، لہذا زید کے گھر والوں نے زید کے اچھا ہونے تک رخصتی ملتوی کردی۔ زید قریب ڈیڑھ سال تک اس طرح رہا کہ کبھی صحت یاب ہوا، کبھی بیمار۔

اب زید قریب عرصہ ۳/ ماہ سے بالکل ٹھیک ہے اور صحت میں دن بدن اضافہ ہے، زید کی صحت اور گھر کے حالات ساز گار دیکھ کر زید کے والدین نے زید کے سسرال والوں سے رخصتی کی تاریخ مانگی تو لڑکی کے والدین سے یہ جواب ملا کہ ہم طلاق لیں گے، کیونکہ لڑکا ویسا نہیں جیسا کہ وہ پہلے صحت یاب تھا، لہذا اس بات کو پنچایت کے سپرد کیا گیا، اور دو پنچایت ہوئی، اس میں زید کے سسرال والوں نے پنچوں سے رخصتی کی معافی مانگتے ہوئے طلاق لینے کی بات کی، لڑکی بھی زید کی بیماری کی وجہ سے زید کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی، فیصلہ اب بھی پنچایت کے ہاتھ میں ہے۔ زید نہ تو پاگل ہے، نہ دیوانہ ہے، نہ کوڑھی ہے اور نہ جسمانی کمزوری ہے، ایسے حالات میں پنچ فیصلہ شریعت کے قواعد کے خلاف اگر کر دیتے ہیں تو سب گنہگار ہوں گے، شریعت کے قانون سے پنچ ناواقف ہیں۔ ان حالات میں مسئلہ کیا کہتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان حالات میں طلاق کا مطالبہ نہیں کرنا چاہیے، بلکہ رخصتی کردی جائے (۱)، کیا بعید ہے کہ رخصتی کی

---

(۱) "عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنهما: عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال: "أبغض الحلال إلی اللہ عزوجل الطلاق". (سنن أبی داود: ۱/۲۹۶، کتاب الطلاق، سعید)

"وأما وصفه: فهو أنه محظور نظراً إلی الأصل، ومباح نظراً إلی الحاجة". (الفتاویٰ العالکمیریة: ۱/۳۴۸، کتاب الطلاق، رشیدیه)

(وکذا فی رد المحتار: ۳/۲۲۸، کتاب الطلاق، سعید)

برکت سے حق تعالیٰ عمدہ صحت وقوت دے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

رخصتی سے قبل ولیمہ

سوال[۵۹۶۰]: شادی ہوجانے کے بعد بسا اوقات میاں بیوی کی پہلی ملاقات لڑکی کے میکے ہی میں ہوجاتی ہے، ایسی صورت میں لڑکے والا اگر بغیر رخصتی کرائے اپنے گھر ولیمہ کردے تو مسنون ولیمہ ہوا یا نہیں؟ مسنون ولیمہ کی کیا شکل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اجتماعِ زوجین کے بعد جو دعوت کی جاتی ہے وہ ولیمہ ہے خواہ بنا کسی جگہ ہو(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۱/۱۲/۲۴ھ۔

دعوتِ ولیمہ کی مدت

سوال[۵۹۶۱]: دعوتِ ولیمہ کی شرائط کیا ہیں، اس کی حد اور مدت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دعوت ولیمہ شادی اور رخصتی سے تین روز تک ہوتی ہے، اس کے بعد نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۸۹/۱/۶ھ۔

---

(۱) "والمنقول من فعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم أنها بعد الدخول كأنه يشير إلى قصة زينب بنت جحش، وقد ترجم عليه البيهقي بعد الدخول.......... وحديث أنس في هذا الباب صريح في أنها: أي الوليمة بعد الدخول". (إعلاء السنن، باب استحباب الوليمة وكون وقته بعد الدخول: ۱۱/۱۰، ۱۱، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في مرقاة المصابيح، باب الوليمة، كتاب النكاح، الفصل الأول: ۳۶۶/۶، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات: ۳۴۳/۵، رشيديه)

(۲) "قيل: إنها تكون بعد الدخول، وقيل: عند العقد، وقيل: عندهما، واستحب أصحاب مالك أن تكون سبعة أيام، والمختار أنه على قدر حال الزوج". (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح باب الوليمة، =

شادی میں لڑکی والوں کے یہاں کھانا کھانا

سوال[۵۹۶۲]: زید لڑکی کے عقد میں اپنے عزیز واقارب میں کھانے کی دعوت کرتا ہے تو عمر کہتا ہے کہ لڑکی کی طرف سے کھانا جائز نہیں ہے۔ لہٰذا لڑکی والوں کے یہاں کھانا کیسا ہے؟ کیونکہ باراتی ہوٹل میں کھانا کھائیں اور لڑکی کے یہاں نہ کھائیں، یہ تو ہندوؤں کی رسم ہے۔ شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ صحیح ہے، کہ ولیمہ لڑکا یا اس کے اولیاء کریں گے(۱)، لیکن جو لوگ لڑکی والے کے مکان پر مہمان آتے ہیں اور ان کا مقصود شادی میں شرکت کرنا ہے اور ان کو بلایا بھی گیا ہے تو آخر وہ کھانا کہاں جا کر کھائیں گے اور اپنے مہمان کو کھلانا تو شریعت کا حکم ہے اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے(۲)۔

البتہ لڑکے والے کی طرح مقابلہ پر ولیمہ لڑکی کی طرف سے ثابت نہیں ہے۔ حضرت رسولِ مقبول صلی

= الفصل الأول، (رقم الحديث: ۳۲۱۰): ۳۶۶/۶، رشيديه)

(وكذا في بذل المجهود، باب بيان حكم الوليمة: ۳۲/۴، مكتبة إمدادية ملتان)

(وكذا في إعلاء السنن، باب إستحباب الوليمة وكون وقته بعد الدخول: ۱۰/۱۱، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات: ۳۴۳/۵، رشيديه)

(۱) "فقال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "أولم ولو بشاة". (صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب الوليمة ولو بشاة: ۷۷۷/۲، قديمی)

"الوليمة في أول يوم حق، وفي الثاني معروف، وفي الثالث رياء وسمعة .... عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه مرفوعاً: "الوليمة حق وسنة" الحديث. (عمدة القاري شرح صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب الوليمة حق: ۲۱۶/۲۰، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: .... "من كان يؤمن بالله واليوم الأخر، فليكرم ضيفه"". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب إكرام الضيف وخدمته إياه بنفسه: ۹۰۶/۲، قديمی)

"والضيافة من سنن المرسلين وعباد الله الصالحين". (عمدة القاري شرح صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب حق الضيف: ۲۷۰/۲۳، دارالكتب العلمية بيروت)

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی بیٹی کے مکان پر تشریف لے جاتے تو بیٹی کا بھی خاطر کرنا ثابت ہے(۱)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۴/۹۰ھ۔

اپنے یہاں تقریب کے باوجود دوست کی تقریب میں شرکت

سوال[۵۹۶۳]: کوئی ذی حیثیت آدمی اپنی دولڑکیوں کی شادی کرتا ہے، اپنی مخالفت نیز دورحاضر میں دیگر دوراندیشیوں کے تحت انہیں شادی ہونے والی لڑکیوں سے ہی بارات کے دس پانچ آدمیوں کا کھانا بھی پکوانا چاہتا ہے، لیکن اتفاقاً ایسا ہوجاتا ہے کہ اس دن قدرتاً ایسا آپڑتا ہے کہ پاس ہی لڑکیوں کے باپ ذی حیثیت دوست کے لڑکے کی شادی کا ولیمہ اسی دن ہوتا ہے اور باراتی صاحبان کو کھانا ولیمہ کا کھلایا جاتا ہے۔تو یا کیا باراتی صاحبان یا لڑکیوں کے باپ کی عزت میں کوئی فرق آتا ہے، یا کوئی بدنما دھبہ کسی پر قائم ہوتا ہے، اور کہاں تک جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس ذی حیثیت دوست کے ساتھ لڑکیوں کے والد اور براتیوں کا محبت اور بے تکلفی کا تعلق ہے اور وہ اعزاز واکرام کے ساتھ لڑکیوں کے والد اور اس کے مہمان (باراتیوں) کی دعوت کرتا ہے، جس کو سب بخوشی منظور کرلیتے ہیں تو اس کی وجہ سے عزت میں فرق نہیں آئے گا، نہ کوئی بدنما دھبہ لگے گا، بلکہ داعی پر بھی ان کا احسان ہوگا کہ اپنی تقریب کے باوجود دوست کی تقریب میں شرکت ودعوت کو منظور کرلیا(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۹/۹۵ھ۔

---

(۱) "عن عائشة أم المؤمنين رضی اللہ تعالیٰ عنها قالت: مارأيت أحداً أشبه سمتاً ودلاً وهدياً برسول اللہ فی قيامها وقعودها من فاطمة بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ عليه وسلم، قالت: وكانت إذا دخلت على النبی صلی اللہ تعالیٰ عليه وسلم قام إليها فقبّلها وأجلسها فی مجلسه، وكان النبی صلی اللہ تعالیٰ عليه وسلم إذا دخل عليها، قامت من مجلسها فقبلته وأجلسته فی مجلسها .... الخ". (جامع الترمذی، أبواب المناقب، باب ماجاء فی فضل فاطمة رضی اللہ تعالیٰ عنها: ۲/۲۲۶، سعيد)

(۲) "عن علی رضی اللہ تعالی عنه قال رسول اللہ صلی اللہ عليه وسلم: "للمسلم على المسلم ستة بالمعروف: يسلم عليه إذا لقيه، ويجيبه إذا دعاه". (سنن ابن ماجة، باب ماجاء فی عيادة المريض، ص: ۱۰۳، قديمی)

"أن تسلم عليه إذا لقيه، وتجيبه إذادعاك". (إحياء علوم الدين، كتاب آداب الفقه والإخوة حقوق المسلم: ۲/۲۳۳، حقانيه پشاور)

"عن البراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: أمرنا النبی صلی اللہ عليه وسلم بسبع ونهانا عن سبع، أمرنا بعيادة المريض، وإجابة الداعی". (مشكوة المصابيح، كتاب الجنائز، ص: ۱۳۳، قديمی)

کتاب الطلاق

طلاق کی تعریف

سوال[۵۹۶۴]: عندالشرع طلاق کے کیا معنی ہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

قیدِ نکاح کو الفاظِ مخصوصہ کے ذریعہ سے فی الحال یا فی المآل اٹھا دینے کو شرعاً طلاق کہتے ہیں: "هو رفع قيد النكاح فی الحال و المآل بلفظ مخصوص". تنویر: ۲/۲٤۰(۱)۔ فقط۔

طلاق کی قسمیں

سوال[۵۹۶۵]: طلاقِ رجعی، مغلظہ و بائنہ کی عندالشرع کیا تعریف ہے اور رجعت کے متعلق ان کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ایک طلاق یا دو طلاق اگر صریح الفاظ سے، یا قائم مقام صریح سے دیجائے تو اس میں شوہر کو عدت کے اندر رجعت کا اختیار حاصل ہوتا ہے اور بعد عدت طرفین کی رضامندی سے نکاح درست ہوتا ہے، ایسی طلاق کو رجعی کہتے ہیں(۲)۔ اور اگر الفاظِ کنایہ (جو قائم مقام صریح کے نہیں) سے طلاق دی جائے تو اس میں

---

(۱) (تنوير الأبصار مع الدرالمختار: ۳/۲۲۶، ۲۲۷، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۲۰، كتاب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۴۸، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في البحرا لرائق: ۳/۴۰۹، كتاب الطلاق، رشيديه)

(۲) "أما الصريح الرجعي: فهو أن يكون الطلاق بعد الدخول حقيقةً غير مقرون بعوض، و لا بعدد الثلاث، لا نصاً و لا إشارةً، و لا موصوفاً بصفة تنبىء عن البينونة". (بدائع الصنائع ۴/۲۴۰، كتاب =

رجعت کا اختیار نہیں رہتا، البتہ طرفین کی رضامندی سے نکاح ہوسکتا ہے، ایسی طلاق کو بائن کہتے ہیں۔ اور اگر تین مرتبہ طلاق دے دی جائے تو اس میں حلالہ کی ضرورت پیش آتی ہے، ایسی طلاق کو مغلظہ کہتے ہیں(۱)۔ تینوں طلاقوں کی صورتیں اور فروع کتبِ فقہ میں مفصل موجود ہیں، حکم یہی ہے جو یہاں مذکور ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

طلاق کے مسائل کے لئے کمیٹی اور اس کے قوانین

سوال[۵۹۶۶] : ۱...... ہمارے یہاں بہت سی خراب باتیں عام طور سے ہونے لگی ہیں مثلاً :

۲...... ذرا ذرا سی بات پر خواہ مخواہ عورت کو طلاق دینا۔

۳...... بلا وجہ مار پیٹ کر زبردستی طلاق لے لینا (دلوانا)۔

۴...... ہندہ کے والد نے ہندہ کا نکاح بکر سے کیا، نکاح کے بعد ہندہ کے والد نے بجائے شوہر کے یہاں بھیجنے کے غیر کے یہاں ہندہ کو بھیجا بغیر طلاق وغیرہ کے۔

= الطلاق، فصل فی بیان صفة الواقع الخ، دارالکتب العلمیة، بیروت)

"وأما الصریح البائن فبخلافه، و هو أن یکون بحروف الإبانة أو بحروف الطلاق، لکن قبل الدخول حقیقةً أو بعده لکن مقروناً بعدد الثلاث نصاً أو إشارةً". (بدائع الصنائع، فصل فی بیان صفة الواقع الخ: ۲۴۰/۴)

(و کذا فی ردالمحتار: ۲۵۰/۳ کتاب الطلاق، مطلبٌ: الصریح نوعان: رجعی و بائن، سعید)

"تصح (الرجعة) إن لم یطلق بائناً". (الدرالمختار). "ولا یخفی أن الشرط واحدٌ: هو کون الطلاق رجعیاً، وهذه شروط کونه رجعیاً، متی فقد منها شرط کان بائناً". (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۳۹۹/۳، ۴۰۰، باب الرجعة، سعید)

(۱) "وإن کان الطلاق ثلاثاً فی الحرة وثنتین فی الأمة، لم تحل له حتی تنکح زوجاً غیره نکاحاً صحیحاً، و یدخل بها، ثم یطلقها أو یموت عنها". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۴۷۳/۱، فصل فیما تحل به المطلقة، رشیدیه)

(و کذا فی البحر الرائق: ۹۴/۴، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل به المطلقة، رشیدیه)

(و کذا فی فتح القدیر: ۱۷۷/۴، فصل فیما تحل به المطلقة، مصطفی البابی الحلبی مصر)

۵......اس جرم کی روک تھام کے لئے ایک کمیٹی قائم کی گئی تا کہ وہ شرعی فیصلہ کرے۔کیا یہ صحیح ہے؟ کمیٹی نے چند قوانین بنائے: جو شخص بلا وجہ طلاق دیدے اس کو ۲۰/ روپے اور ایک لڑکی بطورِ جرمانہ دینی ہوگی اور اس کو یعنی شوہر کو مارا اور پیٹا بھی جائے گا۔

۶،۷،۸......یہ جرمانہ وغیرہ کیسا ہے؟

قانون ثالث: اگر کسی شخص نے صورت ثلاثہ کے مطابق اپنی لڑکی کا نکاح کیا بکر سے اور بھیج دی خالد کے یہاں، بغیر طلاق کے خالد سے نکاح کر لیا، تو بکر نے استغاثہ جماعت سے کیا، تو جماعت نے فیصلہ کیا کہ مجرم سے ۷۰۰/ روپے اور ایک لڑکی لی جائے گی اور وہ لڑکی حتی الامکان زوج کو دلوادی جائے گی اور وہ پیسہ جماعت کے کام میں خرچ کیا جائے گا۔کیا اس لڑکی کا نکاح زوج اول سے ہو جائے گا؟

۹......اگر میاں بیوی میں اختلاف ہے تو جماعت سے استغاثہ کرے اور تحقیق کے بعد نکاح فسخ کردے یا مصالحت کرادیں گے۔کیا یہ صحیح ہے؟

۱۰......شوہر نے بیوی سے یوں کہا ''اگر تُو نے فلاں سے کلام کیا تو تجھ پر طلاق''۔تو کیا یہ طلاق ہو جائے گی؟ شوہر نے یوں بھی کہا کہ ''اگر تُو فلاں سے نکاح کرے تو تجھ پر طلاق بائن اور اگر فلاں سے کرے تو تجھ پر طلاق ہے''۔کیا واقع ہو جائے گی؟

۱۱......اب شخصِ مذکور نکاح نامہ پر ۸/ ماہ کی تاریخ ڈلواتا ہے کیونکہ بوقتِ نکاح حمل تھا، بلکہ شبہ ہے کہ یہ حمل شخص مذکور ہی کا ہے، کیونکہ پہلے سے تعلقات تھے، اب چونکہ نکاح ہوگیا اور تاریخِ نکاح مدتِ حمل سے لکھائی گئی۔تو نسب کس سے ثابت ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......آپ کی قوم میں پیدا شدہ خرابیاں یقیناً سخت تباہ کن اور واجب الاصلاح ہیں۔

۲......شریعت کی نظر میں طلاق بہت ہی مبغوض ہے، سخت مجبوری کی حالت میں اس کی اجازت دی جاتی ہے، اس لئے ذرا ذرا سی بات پر جب کہ عورت بے خطا ہو طلاق دینا درست نہیں ہے: "لان الأصل في الطلاق هو الحظر، والإباحة لحاجة الخلاص". هداية: ۳۲۳/۲(۱)۔ "وأما وصفه فهو أنه

---

(۱) (الهداية: ۲/ ۳۵۴، ۳۵۵، كتاب الطلاق، باب طلاق السنة، مكتبه شركة علميه ملتان) =

محظور نظراً إلى الأصل، فيه الحظر بمعنى أنه محظور إلا لعارضٍ يبيحه". شامی: ۲/۶۴۲(۱)۔ قرآن پاک میں ہے: ﴿فإن أطعنكم، فلا تبغوا عليهنَّ سبيلاً﴾(۲)۔

۳......ایسے ہی کسی کو بلا وجہ شرعی طلاق پر مجبور کرنا اور مار پیٹ کر طلاق لینا بھی ظلم ہے۔

۴......نیز لڑکی کا نکاح کسی کے ساتھ کرنے کے بعد بغیر طلاق ونکاح کے دوسرے کے یہاں بھیج دینا صریح حرام کاری کا دروازہ کھولنا ہے(۳)۔

۵......ان خرابیوں کو معاشرہ سے بالکل ختم کردینا ضروری ہے، اس کے لئے مناسب جماعت کا قیام بھی ہونا چاہئے، لیکن آپ حضرات نے جو قوانین مقرر کئے ہیں وہ بھی درست نہیں ہیں۔

۶، ۷، ۸......جرمانہ میں رشتہ لازم کرنا یا مالی جرمانہ عائد کرنا جائز نہیں ہے: "والحاصل أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال". شامی: ۳/۲۴۷(٤)، ہاں تعزیر کے دوسرے طریقے اختیار کئے جاسکتے ہیں مثلاً: قطعِ تعلق(۵)۔

= (وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۳۸۰، كتاب الطلاق، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) (رد المحتار: ۳/۲۲۸، كتاب الطلاق، قبيل مطلب: طلاق الدور، سعيد)

(۲) (سورة النساء: ۳۴)

(۳) قال الله تعالىٰ ﴿و لا تقربوا الزنا إنه كان فاحشةً، وساء سبيلاً﴾. (سورة الإسراء: ۳۲)

"عن عبدالله رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "المرأة عورة، فإذا خرجت استشرفها الشيطان". (جامع الترمذي: ۱/۲۲۲، باب ماجاء في كراهية الدخول على المغيبات، سعيد)

(۴) (ردالمحتار: ۴/۶۲، باب التعزير، مطلب في التعزير بأخذ المال، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالكميرية: ۲/۱۶۷، فصل في التعزير، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۵/۶۸، باب التعزير، رشيديه)

(۵) "قال الخطابي: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته ولايجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله تعالىٰ، فيجوز فوق ذلك .... قال: وأجمع العلماء على أن من خاف من مكالمة أحد وصلته مايفسد عليه دينه أو يدخل مضرةً في دنياه، يجوز له مجانبته وبعده، ورب صرم جميل خير من مخالطة تؤذيه .... فإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة على مر الأوقات مالم يظهر =

۹...... جماعت کو فسخِ نکاح کا اختیار اسی وقت ہے جب شرعی طور پر عورت کی بات کی تحقیق کی جائے، پھر شوہر کو نوٹس دے کر اصلاحِ حال یا طلاق کے لئے کچھ مدت کی مہلت دی جائے۔ جب مدت مقررہ گزر جائے اور شوہر نہ تو طلاق دے اور نہ اپنی اصلاح کرے، پھر کمیٹی نکاح فسخ کر سکتی ہے، اس کمیٹی میں کم از کم ایک معاملہ فہم عالمِ دین کو ضرور شریک کرلیں تا کہ شریعت کے مطابق فیصلہ ہو سکے۔

اس قسم کے معاملات کے لئے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف ''الحیلة الناجزة للحلیلة العاجزة'' کا مطالعہ کر لینا چاہئے (۱)، اس میں فسخ وغیرہ کے تمام قواعدو شروط بالتفصیل درج ہیں۔ بہتر تو یہ ہے کہ حتی الامکان مصالحت کی کوشش کی جائے جب نباہ کی کوئی صورت نہ ہو تو بحالتِ مجبوری طلاق کی طرف رجوع کیا جائے۔

۱۰...... اگر کسی نے عورت کو طلاق بالشرط دی تو تحقق شرط کی صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی، صورت مسئولہ میں پہلی شکل میں اگر عورت شخص معلق علیہ سے گفتگو کرتی ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی اور دوسری صورت میں کلام لغو ہوگا کیونکہ جب طلاق کے دوسرے شخص سے نکاح کو شرط قرار دیا اور دوسرے سے نکاح بغیر پہلے شوہر کے طلاق دیئے ہو نہیں سکتا تو شرط کا تحقق نہیں ہو سکتا، لہٰذا طلاق نہ ہوگی اور کلام لغو ہوگا (۲)۔

= منه التوبة أو الرجوع إلى الحق". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الأول: ۷۵۸/۸، ۷۵۹، رشيديه)

(۱) ''زوجہ متعنت کو اول تو لازم ہے کہ کسی طرح خاوند سے خلع وغیرہ کرلے، لیکن اگر باوجودِ سعی بلیغ کے کوئی صورت نہ بن سکے تو عورت اپنا مقدمہ قاضی اسلام یا مسلمان حاکم اور ان کے نہ ہونے کی صورت میں جماعتِ مسلمین کے سامنے پیش کرے، وہ معاملہ کی شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعے پوری تحقیق کرے، اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو کہ باوجود وسعت کے خرچ نہیں دیتا تو اس کے خاوند سے کہا جاوے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو یا طلاق دو، ورنہ ہم تفریق کردیں گے، اس کے بعد بھی اگر وہ ظالم کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی یا شرعاً جو اس کے قائم مقام ہو طلاق واقع کردے''۔ (حیلۂ ناجزہ، ص: ۷۳، ۷۴، دار الاشاعت، کراچی)

(۲) "إنما يصح (التعليق) في الملك كقوله لمنكوحته: وإن زرتِ فأنت طالق، أو مضافاً إليه: أي إلى الملك: كإن نكحت فأنت طالق بعد وجود الشرط". (تبيين الحقائق: ۱۰۹/۳، ۱۱۰، باب التعليق، دارالكتب العلمية، بيروت) .... =

۱۱......نکاح کا انعقاد ایجاب وقبول کے وقت سے ہوگا خواہ نکاح نامہ پر تاریخ کچھ بھی ڈالی جائے، اگر نکاح کے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہوتو نئے شوہر کا بچہ ہے ورنہ پہلے شوہر کا(۱)۔ ناجائز تعلقات سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس کا نسب زانی سے شرعاً ثابت نہیں (۲)۔

تنبیه: بغیر شرعی ثبوت کے کسی کو زانی کہنا سخت جرم ہے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۷/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۷/۸۸ھ۔

طلاق کے لئے انجمن کی اجازت کو ضروری قرار دینا

سوال[۵۹۶۷]: زید اور اس کی بیوی میں بوجہ ناموافقتِ مزاج کشیدگی اس قدر بڑھ گئی کہ زید کو اپنا دین اور اپنی دنیا تباہ ہوتی نظر آرہی ہے۔ تین سال کی متواتر کوشش اور سمجھانے کے باوجود اس کی بیوی راہ راست پر آنے کے بجائے نافرمان ہی رہی، بددینی یہاں تک بڑھ چکی ہے کہ وہ زید کے والدین کو بھی ناشائستہ الفاظ استعمال کرنے لگی۔ زید نے اس کی خامیاں اور نافرمانیاں اس کے مخصوص متعلقین سے بیان کیں تو زید کے

= (وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۲۰، الفصل الثالث في تعليق الطلاق، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/۳۸۵، باب الأيمان في الطلاق، شركة علميه ملتان)

(۱) "وإذا تزوج الرجل امرأة، فجاء ت بالولد لأقل من ستة أشهر منذ تزوجها، لم يثبت نسبه، وإن جاء ت به لستة أشهر فصاعداً، يثبت نسبه عنه". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۵۳۶، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۲۷۴، باب ثبوت النسب، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۴/۷۷، الفصل التاسع والعشرون في ثبوت النسب، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "ولو زنىٰ بامرأة فحملت، ثم تزوجها فولدت.......... إن جاء ت به لأقل من ستة أشهر، لم يثبت نسبه.......... أما إن قال: إنه مني من الزنا، فلا يثبت نسبه ولا يرث منه". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب: ۱/۵۴۰، رشيديه)

(۳) "وشرعاً: (أي القذف شرعاً) الرمي بالزنا وهو من الكبائر بالإجماع، فتح". (الدرالمختار، كتاب الحدود، باب حد القذف: ۴/۴۳، سعيد)

خسر نے زید کے والد کے متعلق کہا کہ ''مجھے اس کی شکل سور کی نظر آتی ہے، میں اس کی صورت دیکھنا نہیں چاہتا''۔ زید نے اپنی بیوی کو درست کرنے کے لئے سب ہی ترکیبیں استعمال کرلی ہیں، مثلاً ترکِ کلام اور زدوکوب وغیرہ بھی کر کے دیکھ لیا، لیکن کوئی صورت اس کے ساتھ زندگی گذر جانے کی پیدا نہیں ہوسکی۔

مجبوراً اگر طلاق دے کر پیچھا چھڑائے تو زید کی ایک قومی انجمن ہے جس کا قانون ہے کہ جو شخص اپنی بیوی سے تنگ ہو تو طلاق دینے سے قبل وہ انجمن میں درخواست دے، جب انجمن اجازت دے تب طلاق دے سکتا ہے ورنہ نہیں، بدونِ اجازتِ انجمن اگر طلاق دے دی تو ایسے شخص کے لئے پانچ سال مکمل ترکِ موالات کردیا جاتا ہے۔ اگرچہ زید نے مجبوری کی درخواست مذکورہ انجمن میں پیش کردی ہے، لیکن انجمن میں اشخاص زید کی زوجہ کے حمایتی اور سرکش موجود ہیں، وہ درخواست دیکھتے ہی افراد انجمن پر دباؤ ڈال رہے ہیں کہ زید کے طلاق دینے سے پہلے ہی مکمل دس یا پانچ سال تک کے لئے ترکِ موالات کردیا جائے اور زید کو جان سے مروا ڈالنے کی اسکیم بنا رہے ہیں۔

ایسی صورت میں زید یا تو اپنی بیوی کو طلاق نہ دے کر اپنی زندگی اور دین کو برباد کرے، یا خودکشی کر کے اپنی جان کو ختم کرلے، اس کے علاوہ کوئی تیسرا چارہ کار نہیں ہے۔ کیا شریعت نے شوہر پر طلاق دے کر خلاصی حاصل کرنے کے بارے میں اس قدر سختی کا حکم دیا ہے؟ اگر نہیں تو بعد از طلاق انجمن یا کسی کمیٹی کا شوہر کے خلاف ایسا مذکورہ بالا فیصلہ دینا کیا جائز ہے؟ مع حوالۂ کتب جواب تحریر فرمائیں۔ بیوی غیر مقلد ہے، اور زید حنفی المسلک ہے۔ نیز مطلع فرمائیں کہ زید کے خلاف مذکورہ بالا فیصلہ دینا کہ وہ دس پانچ سال یا کسی بھی مدت کے لئے پابندی لگانا کہ اس کا کوئی نکاح نہ کرسکے جس سے اس کی زندگی اور ایمان تک خطرہ میں پڑ جائے کیا شرعاً جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اول نرمی سے عورت کی اصلاح کی جائے شفقت سے اس کو سمجھایا جائے، اس سے کام نہ چلے تو مناسب طرح سے اس کو تنبیہ کی جائے، حسبِ موقع ڈانٹ کی بھی اجازت ہے۔ جب کوئی تدبیر کارگر نہ ہو اور صبر بھی نہ کرسکے تو طلاق کی اجازت ہے(۱)۔

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿والّتی تخافون نشوزهن، فعظوهن واهجروهن فی المضاجع واضربوهن، فإن أطعنکم، فلا تبغوا علیهن سبیلاً، إن الله کان علیاً کبیراً﴾ (سورة النساء: ۳۴) .... =

اگر عورت زبان درازی کر کے اذیت پہنچاتی ہے تو اس کو طلاق دیدینا مستحب ہے، جبکہ اس کو طلاق دینے کے بعد ابتلائے معصیت کا اندیشہ نہ ہو:

"وقولهم: الأصل فيه (أي في الطلاق) الحظر، معناه أن الشارع ترك هذا الأصل فأباحه، بل يستحب لومؤذيةً، اھ". درمختار۔

"(قوله: موذيةً) أطلقه: فشمل المؤذية له أو لغيره بقولها أوبفعلها. (قوله: أو تاركة صلوة) الظاهر أن ترك الفرائض غير الصلوة كالصلوٰة، اھ". ردالمحتار: ۲/ ۲۱٦(۱)۔

جب آدمی حدود شریعت میں رہ کر اجازت سے اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے تو وہ شرعاً مجرم نہیں اور جو شخص شرعاً مجرم نہیں کسی انجمن کو حق نہیں کہ اس کو مجرم قرار دے کر سزا دے اور اس سے ترکِ موالات کردے اور شادی کرنے سے روکدے، جس سے وہ طرح طرح کی پریشانیوں میں گرفتار ہو جائے، ایسا اقدام گناہ اور ظلم ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۲/۱۳۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۲/۱۳۹۱ھ۔

= "يعزر المولى عبده والزوجُ زوجته ولو صغيرةً على تركها الزينة الشرعية مع قدرتها عليها، وتركها غسل الجنابة، وعلى الخروج من المنزل لو بغير حق، وترك الإجابة إلى الفراش لو طاهرةً من حيض". (الدر المختار: ۴/۷۷، باب التعزير، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۵/ ۸۱، ۸۲، باب حد القذف، فصل في التعزير، رشيديه)

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۲۸، ۲۲۹، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۴۱۳، ۴۱۴، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير: ۳/۴٦۴، كتاب الطلاق، مصطفٰى البابي الحلبي مصر)

(۲) "عن أبي سعيد وابن عباس رضي الله تعالى عنهم قالا: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من ولد له ولد، فليحسن اسمه، وأدبه، فإذا بلغ فليزوجه، فإن بلغ ولم يزوجه، فأصاب إثماً، فإنما إثمه على أبيه". رواه البيهقي في شعب الإيمان". (مشكوٰة المصابيح: ۲/ ۲۷۱، باب الولي في النكاح واستيذان المرأة، الفصل الثالث، قديمي)

طلاق کے لئے پنچایت نامہ

سوال: [۵۹۶۸] بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بحضور فیض گنجور حضرت مولانا مفتی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ!

ایک عورت چند مرتبہ اپنے شوہر کے یہاں سے بلا رضامندیٔ شوہر نکل چکی ہے، اس عورت کا بیان ہے کہ میرا خاوند عورت کے قابل نہیں، اسی لئے وہ عورت اپنے خاوند کے یہاں سے چند مرتبہ نکل گئی تھی اور اس کا خاوند زبردستی برادرانہ زور سے لایا۔

آخر جب کئی مرتبہ نکلی، برادرانہ زور سے بھی نہ رہی، اس عورت نے مجبور ہو کر اپنے خاوند کی سرکار میں درخواست دی، فعل مختاری کی اور اس کی نامردی کی جس کی سرکاری نقلیں عورت کے پاس موجود ہیں اسی بناء پر عورت کے خاوند کے آدمیوں نے ایک پنچایت ۲۳/ مارچ/ ۱۹۳۳ء کو برادرانہ عام کی کہ جس میں تقریباً ڈیڑھ سو آدمی ہندو مسلمان موجود تھے۔

یہ اس عورت کا چوتھی مرتبہ نکل جانا ہے، اس مرتبہ عورت کے خاوند نے تمام ڈیڑھ سو آدمیوں کے مجمع میں یہ کہا کہ ''اگر یہ عورت اب کی مرتبہ مجھے دیدی جاوے تو اب کی مرتبہ یہ نہیں جائے گی اور اگر اب کی مرتبہ چلی گئی تو میں نہ اس کا خواہاں ہوں اور نہ اس کا دعویٰ کروں اور نہ پنچایت کروں، یہی میری طلاق ہے، میں اس کا دعویدار ہوں''۔ وہ عورت پنچایت نے اس کو دے دی پھر اسی روز بلا صحبت و یکجائی کے وہ عورت پھر چلی گئی۔

اب عرصہ کئی ماہ کا ہو چکا، وہ عورت اپنے خاوند کے یہاں نہیں گئی۔ آیا یہ تاریخ پنچایت سے اس عورت کو طلاق ہوگئی یا نہیں؟ اور اگر طلاق ہو چکی ہے تو تاریخ پنچایت مذکور سے عدت پوری کر کے وہ عورت دوسرے خاوند سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ نقل نامہ پنچایتی اس عورت کے پاس موجود ہے جس کے اوپر دس بارہ آدمیوں کے انگوٹھے وغیرہ لگے ہوئے ہیں، امید ہے کہ بسندِ صحیح مطابقِ شرع شریف جواب باصواب ملے۔ بینوا توجروا۔

تنقیح

۱- وہ شخص اس کا اقرار کرتا ہے یا نہیں کہ اس نے یہ الفاظ کہے ہیں اور اگر پنچایت نامہ میں یہ الفاظ لکھے ہیں تو اس کو بھیجنا چاہئے۔ اس کے بعد جواب دیا جائے گا۔

۲-جو گواہ ہیں ان کے حالات بھی لکھنے چاہئیں۔

از: دارالافتاء مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/ رجب/۵۲ھ۔

جواب تنقیح

۱-اقرار کرتا ہے کہ یہ الفاظ ضرور کہے ہیں۔

۲-گواہ اہل اسلام، نمازی دیندار بھی ہیں اور بے نمازی بھی کافی تعداد میں ہیں اور اہل ہنود بھی جو معتبر اہل موضع اور پنچایت ہیں۔ پنچایت نامہ پیش خدمت ہے۔

پنچایت نامہ یہ ہے

''آج بتاریخ ۲۳/ مارچ/ ۳۳ء کو برائے پنچایت میر پنچایت نے امیر حسن کو اس کی زوجہ کو فتح پور بھادوں سے موضع بہٹ پرگنہ فیض آباد میں پہنچادو، اگر یہ عورت پھر میرے یہاں سے کسی برادری یا غیر برادری میں چلی جائے تو میں اس کا دادخواہ نہیں ہوں گا، نہ عدالت کروں گا اور نہ پنچایت کروں گا اور نہ اس کا نام لوں، اور کوئی اگلی پچھلی کاروائی کسی برادری یا غیر برادری کے آدمی نے عدالتی کی تو وہ پنچایت اور عدالت کا چور ہے اس کو پنچایت تدارک دے، یا اگر پنچایت کی نہ مانے تو عدالت میں پنچایت چارہ جوئی کرے اور اس کو تدارک دلوائے، یہ ہی میری طلاق ہے''۔

گواہ: رحمت اللہ، بشیر ولد فہم الدین، کرم علی، چودھری شہاب الدین، عبدالغفور، یاروالا گلاب، محمد حسن۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شوہر کا قول ''یہی میری طلاق ہے'' اس سے مراد اگر یہ ہے کہ میرا پنچایت اور دعویٰ نہ کرنا طلاق ہے تب تو غلط ہے کیوں کہ صرف پنچایت اور دعویٰ نہ کرنے کو شرعاً طلاق نہیں کہتے (۱)، اگر یہ مراد ہے کہ دوسری مرتبہ

---

(۱) ''وركنه لفظ مخصوص''. (الدر المختار). ''هو ما جُعل دلالةً على معنى الطلاق من صريح أو كناية''. (ردالمحتار: ۳/۲۳۰، مطلب: طلاق الدور، سعيد) .... =

مستقل طلاق دینے کی ضرورت نہیں بلکہ اس شرط کے بعد یعنی اگر اب کی مرتبہ وہ میرے یہاں سے چلی جائے تو اسے طلاق ہے تب اس کی بیوی پر اس تاریخ سے کہ وہ شوہر کے گھر سے اخیر مرتبہ گئی ایک طلاق پڑ گئی (۱)، اگر جماع یا خلوتِ صحیحہ کی نوبت آ چکی تھی تو عدت گزار کر اس کو دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہے بشرطیکہ شوہر نے رجوع نہ کیا ہو۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/ ۸/ ۵۹ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/ شعبان/ ۵۲ھ۔

طلاق دینے سے بائیکاٹ وغیرہ کی سزا

سوال [۵۹۶۹]: زید، بکر دو سگے بھائی ہیں، دونوں کی زوجہ دو سگی بہنیں ہیں، دونوں بہنیں اپنے شوہروں سے خانگی معاملات میں مفاہمت نہیں رکھتی ہیں اور نہ تابعداری وفرماں برداریٔ شوہر پر عمل کرتی ہیں، حتی کہ بیماری میں شوہر کو چھوڑ کر میکہ چلی گئی ہیں۔ دریں صورت دونوں بھائیوں کا گھر جہنم بنا ہوا ہے اور استواری معاملات کی نہیں ہورہی ہے، یہاں تک دونوں بہنیں فارغخطی کی خواہشمند ہیں، زید وبکر بھی ان سے خلاصی چاہتے ہیں، مگر برادری اور پنچایتوں کے کچھ طور طریق، قواعد وقانون وغیرہ ایسے ہیں جو طلاق دینے میں مانع ہیں، مثلاً جرمانہ، شادی بیاہ کا خرچ، نیز سوشل بائیکاٹ وغیرہ یہ تمام امور بھی برداشت سے باہر ہیں، بیماری وغیرہ بھی الگ لاحق ہے۔

ایسی صورت میں مندرجہ بالا اصولوں کی جو کہ برادری کی طرف سے نافذ ہیں خلاف ورزی شرعاً کیا درجہ رکھتی ہے؟ اور ان کا نفاذ بھی آیا جواز کا مقام رکھتا ہے یا نہیں؟

= (وكذا في الفتاوىٰ العالكميرية: ۱/ ۳۴۸، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/ ۲۱، كتاب الطلاق، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) "وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً مثل أن يقول لامرأته: إن دخلت الدار فأنت طالق". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/ ۴۲۰، الفصل الثاني في تعليق الطلاق، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/ ۳۸۵، باب الأيمان في الطلاق، شركت علميه ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/ ۱۰۹، ۱۱۰، باب التعليق، دارالكتب العلمية بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلا وجہ ذرا ذرا سی بات پر طلاق دینا شرعاً ناپسند اور عند اللہ مبغوض ہے (۱) لیکن جب دونوں کے دلوں میں نفرت ہے اور حقوق زوجیت ادا نہیں ہو رہے ہیں، گھر جہنم بنا ہوا ہے، بیویوں کی طرف سے بھی طلاق کا مطالبہ ہے، شوہر بھی تنگ ہو کر طلاق دینا چاہتے ہیں تو ایسی حالت میں طلاق دینا منع نہیں، بلکہ بہتر ہے کہ طلاق دے کر تعلق ختم کر دیا جائے (۲)۔ غالب خیال اور قرینِ عقل بات یہ ہے کہ اس صورت میں برادری اور پنچایت کی طرف سے بھی طلاق دینے کی ممانعت نہیں ہوگی اور نہ ہونی چاہیے، ممانعت ایسی صورت میں ہوگی کہ بیوی بے قصور ہو اور طلاق لینا نہیں چاہتی، مگر شوہر ظلماً اس پر سختی کرتا اور طلاق دیتا ہو، اگر برادری نے موجودہ صورت پر بھی پابندی عائد کر کے قانون بنایا ہے تو یہ قانون خود ہی پابندی کے لائق نہیں، اس کی اصلاح لازم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۹/ ۷/ ۱۳۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیو بند، ۱۰/ ۷/ ۱۳۹۲ھ۔

طلاق دینے پر برادری کا سزا دینا

سوال [۵۹۷۰]: ہماری برادری نے پنچایت میں طلاق سے متعلق کچھ تجاویز پاس کی ہیں اور ان پر

---

(۱) "عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنهما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: "أبغض الحلال إلی اللہ عزوجل الطلاق". (سنن أبی داؤد: ۱/ ۲۹۶، کتاب الطلاق، سعید)

"وأما وصفه فهو أنه محظور نظراً إلی الأصل، ومباح نظراً إلی الحاجة". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/ ۳۴۸، کتاب الطلاق، رشیدیه)

(وکذا فی رد المحتار: ۳/ ۲۲۸، کتاب الطلاق، سعید)

(۲) "وسببه الحاجة إلی الخلاص عند تباین الأخلاق.......... وأما وضعه، فالأصح حظره إلا لحاجة". (مجمع الأنهر: ۱/ ۳۸۰، ۳۸۱، کتاب الطلاق)

"یجب لَوْ فَاتَ الإمساک بالمعروف". (الدر المختار). "أی کان عجز عن إقامة حقوق الزوجة أو کان لایشتهیها". (رد المحتار: ۳/ ۲۲۹، کتاب الطلاق، سعید)

کچھ سزائیں بھی دینا پاس کی ہیں، کیا کسی برادری کو طلاق کے معاملہ میں سزا دینے کا حق پہنچتا ہے؟ شرع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ کیا ہے؟ تجویز مندرجہ ذیل ہیں:

۱......اگر کوئی بلا کسی شرعی عذر کے اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے اور بستی کے پنچ اس کے عذر سے متفق نہیں ہوتے ہیں تو بستی کے پنچوں کو فیصلہ دینے کا اختیار ہوگا اور وہ سزا برادری سے خارج کرنا ہے۔ کیا تجویز پاس کرنا اور اس پر عمل درآمد کرنا جائز ہے؟

۲......عبدالمتین پسر عبدالحمید نے اپنی بیوی کو طلاق دی، پنچایت نے اسے عمر بھر کے لئے برادری سے خارج کردیا، عبدالمتین کے باپ عبدالحمید کو حکم دیا کہ تم اپنے لڑکے کی مطلقہ کا زرمہر، نان، نفقہ ادا کردو، ورنہ تم کو بھی برادی سے خارج کردیں گے، عبدالحمید نے مجبور ہوکر زرمہر، نان، نفقہ ادا کردیا، پھر بھی عبدالحمید کو یہ سزا دی کہ وہ اپنے لڑکے عبدالمتین سے کوئی تعلق نہیں رکھے گا۔ کیا عبدالحمید سے اس کے لڑکے کی بیوی کا زر، نان ونفقہ دلوانا جائز ہے؟ اور پھر عمر بھر کے لئے قطع تعلق کرانا کیسا ہے، جبکہ عبدالمتین مع اپنی بیوی کے کئی سال سے اپنے باپ سے الگ رہتا ہے اور اس وقت اس کی عمر بیس سال ہے؟

۳......عبدالرحمان کو اس بنا پر دس سال کے لئے برادری سے خارج کردیا کہ اس کے لڑکے نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، عبدالرحمان دس سال تک برادری میں نہیں مل سکتا، نہ ہی رشتے کرسکتا ہے، بلکہ اس کے جوان لڑکا اور قریب الجوان لڑکی ہے، لڑکے کا نکاح ہوچکا ہے، رخصتی ہونی باقی ہے، یعنی کسی کی بھی شادی دس سال تک نہیں کرسکتا۔

۴......محمد سعید پسر رحمت اللہ نے اپنی بیوی کو زبان درازی اور چوری کرنے کے الزام میں جو ثابت ہونے کی بنا پر طلاق دیدی اور زرمہر، نان ونفقہ، سامانِ جہیز واپس کردیا، لیکن برادری کی پنچایت نے محمد سعید کے والد کو برادری سے چار سال کے لئے خارج کردیا۔ محمد سعید کی عمر اٹھارہ سال ہے، نیز اس کے بڑے بھائی کو جو بیس سال سے اپنے باپ رحمت اللہ سے الگ رہتا ہے، ایک سال کے لئے برادری سے خارج کردیا۔

یہ چار سوال پیش خدمت ہیں۔ شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں کوئی قانون بنانا اور اس پر مندرجہ ذیل بالا سزائیں دینا جائز ہے یا نہیں؟ مع حوالۂ حدیث وقرآن جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

۱......طلاق شرعاً بہت ناپسند اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت مبغوض چیز ہے، اس لئے بلاوجہ طلاق دینا قبیح ہے(۱)، مگر طلاق کی وجہ سے برادری کو سزا دینے کا حق نہیں۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنی حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، ان کا نکاح کرنا اور باوجود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے منع فرمانے کے اس بیوی کو طلاق دینا قرآن کریم اور حدیث شریف میں مذکور ہے، لیکن اس پر ان کو کوئی سزا نہیں دی گئی (۲)، نہ ان سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قطع تعلق فرمایا، نہ لوگوں نے قطع تعلق کیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیوی کو طلاق دی، ان سے بھی قطع تعلق برادری نے نہیں کیا (۳)۔ اَور بھی طلاق کے واقعات پیش آئے، کہیں شوہر نے

---

(۱) "عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "أبغض الحلال إلى الله عزوجل الطلاق". (سنن ابن ماجة، ص: ١٤٦، أبواب الطلاق، مير محمد كتب خانه، كراچى)

(وسنن أبي داؤد: ١/٣٠٣، باب في كراهية الطلاق، مكتبه امداديه ملتان)

(٢) قال الله تعالىٰ: ﴿وإذ تقول للذي أنعم الله عليه وأنعمت عليه، أمسك عليك زوجك واتق الله، وتخفي في نفسك ما الله مبديه، وتخشى الناس والله أحق أن تخشٰه، فلما قضى زيد منها وطراً زوّجنكها لكي لا يكون على المؤمنين حرج في أزواج أدعيائهم إذا قضوا منهن وطراً، وكان أمر الله مفعولاً﴾ (سورة الأحزاب: ٣٧)

"عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: لما نزلت هذه الآية ﴿وتخفي في نفسك ما الله مبديه﴾ في شان زينب بنت جحش، جاء زيد يشكو، فهمّ بطلاقها، فاستأمر النبيَّ صلى الله عليه وسلم، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: "أمسك عليك زوجك، واتق الله". (جامع الترمذي: ١٥٦/٢، تفسير سورة الأحزاب، سعيد)

(٣) "عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما أنه طلق امرأته، وهي حائض على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، فسأل عمرُ بن الخطاب رضي الله تعالى عنه رسولَ الله صلى الله عليه وسلم عن ذلك، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "مُره فليراجعها، ثم ليمسكها حتى تطهر، ثم تحيض، ثم تطهر، ثم إن شاء أمسك، وإن شاء طلّق قبل أن يمس، فتلك العدة التي أمر الله أن تطلق لها النساء". (صحيح البخاري: ٧٩٠/٢، كتاب الطلاق، باب قول الله عزوجل: ﴿يايها النبي إذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن﴾، قديمى) =

ازخود طلاق دیدی، کہیں بیوی نے مطالبہ کیا جس پر خلع کی نوبت آئی، کسی کو سزا نہیں دی گئی۔ خلع کا ذکر بھی قرآن کریم میں ہے(۱)۔

بات یہ ہے کہ بعض طبقوں میں میل نہیں ہوتا، جس کی وجہ سے حقوق ادا نہیں ہوتے، ایسے وقت طلاق دینا ہی بہتر ہوتا ہے(۲)، پس برادری کا ایسا سخت قانون بنادینا غلط اور خلافِ شرع ہے، اس کو واپس لینا ضروری ہے، بلا عذر طلاق کو انفرادی ظلم قرار دے کر اس کے روکنے کے لئے ظالمانہ قانون بنادینا اجتماعی ظلم ہے۔

۲......بیٹا اگر اپنی بیوی کو طلاق دیدے (عذر سے یا بلا عذر سے) تو اس کی بیوی کا زرمہر، اور نفقۂ عدت خود دینے والے پر ہے(۳)، اسکے والد کو مجبور کرنا ظلم ہے، پھر اس ظلم کو برداشت کر لینے کے بعد بیٹے سے

= (والصحیح لمسلم: ۱/۴۷۶، کتاب الطلاق، باب تحریم طلاق الحائض بغیر رضاها، وأنه لو خالف وقع الطلاق، ویؤمر برجعتها، قدیمی)

(وسنن النسائی: ۲/۹۸، باب وقت الطلاق للعدة التی أمر اللّٰہ عزوجل أن یطلق لها النساء، قدیمی)

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿الطلاق مرتان فإمساک بمعروف أو تسریح بإحسان، ولایحل لکم أن تأخذوا مما اٰتیتموهن شیئاً إلاأن یخافا ألایقیما حدود اللّٰہ، فإن خفتم ألایقیما حدود اللّٰہ، فلاجناح علیهما فیما افتدت به﴾ الأیة (سورة البقرة: ۲۲۹)

(۲) "(قوله: ومن محاسنه التخلص به من المکاره): أی الدینیة والدنیویة، بحر: أی کأن عجز عن إقامة حقوق الزوجة أوکان لایشتهیها". (ردالمحتار: ۳/۲۲۹، کتاب الطلاق، سعید)

(وکذا فی البحرالرائق: ۳/۴۱۵، کتاب الطلاق، رشیدیه)

(وکذا فی فتح القدیر: ۳/۴۶۵، کتاب الطلاق، باب طلاق السنة، مصطفی البابی الحلبی مصر)

(۳) "المهر یتأکد بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلوة الصحیحة، وموت أحد الزوجین، سواء کان مسمی أومهر المثل، حتی لا یسقط منه شئ بعد ذلک إلا بالإبراء من صاحب الحق". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۳۰۳، الباب السابع فی المهر، الفصل الثانی فیما یتأکد به المهر، رشیدیه)

(وکذا فی البحر الرائق: ۳/۲۵۱، کتاب النکاح، باب المهر، رشیدیه)

(وکذا فی الدرالمختار مع ردالمحتار: ۳/۱۰۲، باب المهر، سعید)

"المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة، والسکنی، کان الطلاق رجعیاً أو بائناً أو ثلثاً، حاملاً کانت المرأة أولم تکن". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۵۵۷، الفصل الثالث فی نفقة المعتدة، کتاب =

قطع تعلق پر مجبور کرنا ظلم بالائے ظلم ہے اور قطع رحمی ہے(۱)، جبکہ وہ بیس سال کا ہے تو اس کو شادی سے روک دینا اور ظلم ہے جس سے معصیت میں مبتلا ہونے کا سخت خطرہ ہے(۲)۔

۳......یہ بھی ظلم ہے۔

۴......یہ بھی ظلم ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۹/۲/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱/۳/۱۳۹۱ھ۔

کیا اہلِ محلّہ کو طلاق دینے پر سزا دینے کا حق ہے؟

سوال[۵۹۷۱]: اگر کسی شخص کو اپنی بیوی پسند نہ ہو اور یہ اسے رکھنا ہی نہیں چاہتا اور طلاق دینے پر آمادہ ہے، مگر گھر کے بڑے بڑے لوگ اور محلّہ کے آدمی اسے مجبور کرتے ہیں کہ تم طلاق نہ دو، اگر طلاق دو گے تو ایسی صورت میں تمہیں سخت سزا دی جائے گی۔تو کیا اہلِ محلّہ کو طلاق دینے والے کو سزا دینا جائز ہے؟ نیز اس مجبوری کے وقت شوہر طلاق دیدے یا رُک جائے؟ اس سلسلہ میں مفصلاً اور مدللاً احکام پیش کریں۔

= الطلاق، رشیدیه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۴۰، فصل في نفقة العدة، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع ردالمحتار: ۶۰۹/۳، باب النفقة، مطلب في نفقة المطلقة، سعيد)

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "الرحم شجنة من الرحمٰن، فقال الله: "من وصلك وصلته، ومن قطعك قطعته". (صحيح البخاري: ۸۸۵/۲، كتاب الأدب، باب: من وصل وصله الله، قديمي)

(وجامع الترمذي: ۱۲/۲، أبواب البر والصلة، باب ماجاء في قطعية الرحم، سعيد)

(ومسند أحمد بن حنبل: ۳۴۳/۲، مسند عبد الله بن عمرو، (رقم الحديث: ۶۴۵۸)، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "عن أبي سعيد وابن عباس رضي الله تعالى عنهم قالا: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من ولد له ولد فليحسن اسمه، وأدبه، فإذا بلغ فليزوجه، فإن بلغ ولم يزوجه، فأصاب إثماً، فإنما إثمه على أبيه".

(مشكوٰة المصابيح: ۲۷۱/۲، باب الولي في النكاح واستيذان المرأة، الفصل الثالث، قديمي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بیوی سے نباہ نہیں ہوتا، حقوق ضائع ہوتے ہیں، قلوب میں نباہ کی گنجائش نہیں ہے تو طلاق دے دینا چاہیئے (۱)، اہلِ محلّہ کو ایسی صورت میں تکلیف پہونچانے اور سزا دینے کا حق نہیں ہے۔ قرآنِ کریم اور فقہ سے یہ مسئلہ ثابت ہے، البتہ ذرا ذرا سی بات پر طلاق دیدینا جبکہ نباہ اور صلح کی صورتیں ہوں تو شرعاً ناپسند اور قبیح ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

طلاق بحکمِ والدین

سوال [۵۹۷۲]: زید کی شادی والدین نے اپنی مرضی کے مطابق ایک قریبی رشتہ دار کے یہاں کردی، کچھ دنوں کے بعد زید کے والدین کہتے ہیں کہ طلاق دے دو لیکن زید کی بیوی میں کوئی اخلاقی ومعاشرتی ودینی کوتاہی نظر نہیں آتی زید نے والدین سے کہا کہ میری نظر میں کوئی اپنی بیوی میں کوتاہی نہیں دیکھتا ہوں جس سے میں طلاق دوں۔

ہاں اگر آپ حضرات کی نظر میں کوئی غلطی ہو تو فرمائیں، میں اگر وہ غلطی دیکھوں گا، فوراً اس کو دور کرنے

---

(۱) "ويجب (أى الطلاق) لَوْ فاتَ الإمساك بالمعروف". (الدرالمختار). "أى كان عجز عن إقامة حقوق الزوجة أوكان لايشتهيها". (ردالمحتار: ۳/۲۲۹، كتاب الطلاق، سعيد)

"وسببه الحاجة إلى الخلاص عند تباين الأخلاق ...... وأما وضعه فالأصح حظره إلالحاجة".

(مجمع الأنهر: ۱/۳۸۰، ۳۸۱، كتاب الطلاق، دارإحياء التراث العربى بيروت)

(وكذا فى البحر الرائق: ۳/۴۱۲، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا فى فتح القدير: ۳/۴۶۳، ۴۶۴، كتاب الطلاق، مصطفىٰ البابى الحلبى مصر)

(۲) "عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: "أبغض الحلال إلى الله عزوجل الطلاق". (سنن أبى داؤد: ۱/۲۹۶، كتاب الطلاق، سعيد)

"وأما وصفه: فهو أنه محظور نظراً إلى الأصل ومباح نظراً إلى الحاجة". (الفتاوىٰ العالمكرية: ۱/۳۴۸، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا فى رد المحتار: ۳/۲۲۸، كتاب الطلاق، سعيد)

کے لئے تدابیر اختیار کرونگا، اگر غلطی کی اصلاح نہ ہوئی تو میں طلاق بھی دے سکتا ہوں، آپ کی مرضی کے مطابق، لیکن والدین نے فرمایا غلطی کوئی نہیں ہے، لیکن ہماری طبیعت ہے کہ تم اس بیوی کو طلاق دیدو۔

ایسی حالت میں زید کیا کرے جب کہ اس کی بیوی ایک دیندار عورت ہے اور کوئی غلطیاں بھی اس میں نہیں ہیں؟ اگر ایسی حالت میں زید طلاق دیدے تو بیوی کی حق تلفی تو نہیں ہوگی؟ اور اگر طلاق نہیں دیتا ہے تو والدین کا کہنا نہ ماننے کا گناہ تو نہیں ہوگا؟ دونوں صورتوں کا جواب عنایت فرمائیں۔

محمد عمر۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جب کہ بیوی میں دینی، اخلاقی، معاشرتی کسی قسم کی خرابی نہیں اور وہ اپنے شوہر کے والدین کو نہیں ستاتی، بلکہ ان کی خدمت کرتی اور ان کو خوش رکھتی ہے، ادھر شوہر کو یہ بھی اندیشہ ہے کہ اگر بیوی کو طلاق دیدی بیوی کی حق تلفی ہوگی، تو ان مجموعی حالات کے پیش نظر طلاق نہیں دینی چاہئے، طلاق نہ دینے سے زید گنہ گار نہیں ہوگا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

---

(۱) "عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: كانت تحتي امرأة أحبها وكان عمر –رضي الله تعالىٰ عنه– يكرهها، فقال لي: طلقها، فأبيت، فأتى عمر رسول الله –صلى الله تعالىٰ عليه وسلم– فذكر ذلك له فقال لي رسول الله –صلى الله تعالىٰ عليه وسلم– : "طلقها". رواه الترمذي". قال الملا علي القاري رحمه الله تعالىٰ: "طلقها" أمر ندب أو وجوب إن كان هناك باعث آخر".

وقال الإمام الغزالي في الإحياء: –۲/۲۶، كشوري– في هذا الحديث: فهذا يدل على أن حق الوالد مقدم، ولكن والد يكرهها لالغرض فاسد مثل عمر في المشكوة عن معاذ قال: أو صاني رسول الله –صلى الله تعالىٰ عليه وسلم– وساق الحديث. وفيه: "لاتعصن والديك وإن أمراك أن تخرج من أهلك ومالك". الحديث. في المرقاة: شرط للمبالغة باعتبار الأكمل أيضاً، إما باعتبار أصل الجواز فلا يلزمه طلاق زوجته امرأته بفراقها وإن تأذيا ببقاءها إيذاءً شديداً؛ لأنه قد يحصل له ضرر بها فلا يكلف لأجلها؛ إذ من شان شفقتهما أنهما لوتحققا ذلك لم يأمراه به، فإلزامهما له به مع ذلك حمق منهما ولايلتفت إليه، وكذلك إخراج ماله". انتهى مختصراً". (ضميمه ثانيه، اصلي بهشتي گوهر، گیارہواں حصہ، ص: ۱۴۴، المكتبة المدنية)

ماں باپ کے کہنے سے بیوی کو طلاق

سوال[۵۹۷۳]: ہم دونوں میاں بیوی میں باہم تعلق ہے، میں مدرسہ میں پڑھتا ہوں اور بیوی اپنے ماں باپ کے پاس رہتی ہے۔ میری والدہ بیمار ہوگئی ہے دادا صاحب بیوی کو لے کر آئے ہیں، تا کہ اپنی ساس کی خدمت کرے۔ دو روز رہنے کے بعد بیوی اپنے ماں باپ کے پاس بغیر اجازت چلی گئی ہے، محلّہ کی عورتوں نے بے حد سمجھانے کی کوشش کی، دادا صاحب نے بھی کوشش کی ہے مگر کسی کی بات پر عمل نہیں کیا۔ میری چچی نے ایک میل پر جا کر اس کو روکا ہے چونکہ اس کو بعد میں معلوم ہوا کہ بغیر اجازت جا رہی ہے، وہاں پر اس کی صندوق وغیرہ پکڑی ہے، آپس میں پٹکم پٹکا ہوئی ہے(۱)۔ بہر کیف وہ کوشش کے باوجود چلی گئی ہے۔

اپنے ماں باپ سے جا کر یہ کہا ہے کہ مجھ کو سسر بٹھا کر گئے ہیں سب کی اجازت سے آئی ہوں بغیر اجازت نہیں آئی۔ یہ بالکل جھوٹ کہا ہے۔ اب والد صاحب نے مدرسہ میں میرے پاس خط بھیجا کہ تمہاری ماں بیمار ہے، جلدی سے آجاؤ۔ جب گھر آیا تو یہ ساری باتیں معلوم ہوئیں جس سے میں بہت متفکر ہوا کہ بہت بڑی غلطی کی ہے، بغیر اجازت بھاگ گئی ہے، روکنے کے باوجود نہیں رُکی۔

والدہ بیماری کی وجہ سے چار پائی سے اٹھنے کی بھی طاقت نہیں رکھتیں۔ والد صاحب اپنے ہاتھ سے کھانا وغیرہ پکاتے ہیں۔ مجھ سے گھر والے کہتے ہیں کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو۔ چونکہ دو مرتبہ پہلے بھی بغیر اجازت کے اپنے بھائی کے ساتھ چلی گئی ہے، اب بذاتِ خود گئی ہے۔ گھر والے کہتے ہیں کہ اس کی تو عادت بن چکی ہے، لہٰذا جلدی سے طلاق دو تا کہ ہم دوسری جگہ شادی کریں خواہ آٹھ ہزار روپیہ لگ جائے، چاہے زمین بیچنا پڑے، مگر شادی کریں گے۔ اور اگر تُو ہماری بات نہیں مانے گا تو ہمارا تیرا کوئی تعلق نہیں۔ اگر بیوی کو لائے گا تو ہم تم کو بھی تمہاری بیوی کو بھی گھر میں نہیں رکھیں گے، نہ تم کو مکان دیں گے نہ کھیتی دیں گے۔ میری طبیعت طلاق دینے کو نہیں چاہتی ہے۔

ہماری شادی ہوئے سات سال ہوگئے ہیں، آپس میں خوب تعلق ہے، لڑائی جھگڑے کی نوبت نہیں آئی ہے۔ بیوی نے اپنا بھائی مدرسہ میں بھیجا ہے کہ میری غلطی کو معاف کر دیں، آئندہ کبھی بھی غلطی نہیں کروں گی، اب چاہے مجھ کو بیس سال تک اپنے ماں باپ کے پاس نہ بھیجنا، یہ بھی منظور ہے۔ یہ بات سن کر میں سسرال گیا۔ اپنے

---

(۱) ''پٹکم پٹکا: دھکا دینا، کھینچا تانی کرنا''۔

ماں باپ کی بغیر اجازت کے کیوں چلی گئی اس سے معلوم کیا، آنے کی صحیح وجہ بتلا دو۔ اس نے بتلایا: مجھے کسی نے کچھ بھی نہیں کہا، غلطی ہوگئی معاف کردو، آئندہ غلطی نہیں کروں گی۔ میں نے اس سے کہا میرے گھر والوں کو راضی کردو، میں بھی راضی ہوں۔ اس نے گھر والوں سے معافی مانگی۔ میرے سسرال جانے کی خبر میرے والدین کو ہوگئی انہوں نے دھمکی دی۔ اب میں متفکر ہوں کیا کروں، طلاق دوں یا نہ دوں۔

جناب کے فتوے پر عمل کیا جائے گا۔ حدیث میں آتا ہے کہ اگر ماں باپ طلاق کو کہیں تو بیوی کو طلاق دے دینی چاہیے۔ اگر میں طلاق دے دوں تو گھر والے تو راضی ہو جائیں گے، لیکن میری طبیعت نہیں چاہتی۔ تین سال کی ایک لڑکی بھی ہے۔ اس صورتِ حال میں جناب والا فتویٰ سے مطلع فرمائیں تو کرم ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ماں باپ کو آپ کی بیوی کی حرکت ناگوار ہوئی کہ وہ ایسے پریشانی کے وقت بلا اجازت چلی گئی، اب وہ معافی چاہتی ہے، خود جا کر سسرال میں اپنی ساس اور سسر کو راضی کرلے اور گھر کا کام شروع کردے، معافی مانگ لے اور آپ بھی سفارش کردیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے دل کو نرم فرمادیں جس سے وہ معاف کردیں۔

طلاق دینے سے جب معصیت میں گرفتار ہونے کا اندیشہ ہے تو ماں باپ کے کہنے سے طلاق نہ دی جائے (۱)۔ ماں باپ کو چاہیے کہ معاف کردیں، جو شخص بندوں کی خطا معاف کرتا ہے اللہ پاک اس کی خطا معاف کرتے ہیں (۲)، ورنہ سخت باز پرس کا اندیشہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۱/۶/۲۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۱/۶/۲۵ھ۔

---

(۱) "عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "أبغض الحلال إلی اللہ عزوجل الطلاق". (سنن أبی داؤد، کتاب الطلاق: ۱/۳۰۳، مکتبہ إمدادیہ ملتان)

"وأما وصفه (أی الطلاق) فهو أنه محظور نظراً إلی الأصل، ومباح نظراً إلی الحاجة".

(الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الطلاق: ۱/۳۴۸، رشیدیه)

(وکذا فی ردالمحتار، کتاب الطلاق: ۳/۲۲۸، سعید)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿الذین ینفقون فی السرآء والضرآء والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس، واللہ یحب المحسنین﴾. (آل عمران: ۱۳۴)

بلا وجہ شوہر سے طلاق دلوانا

سوال[۵۹۷۴]: اگر کسی عورت کے باپ بھائی وغیرہ یہ چاہیں کہ اس لڑکی کو اس کا شوہر طلاق دیدے اور لڑکی مکان والدین پر ہو اور ان کے بہکانے اور ترغیب سے مجبور ہو کر طلاق لینے پر رضامندی ظاہر کرے اور خاوند بلا وجہ طلاق نہ دینا چاہتا ہو تو شرعاً خاوند پر طلاق دینا واجب ہوگا یا نہیں؟

سعادت علی تار بابو، ضلع پلکھن، سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلياً:

نکاح دوام کے لئے ہوتا ہے فسخ کے لئے نہیں ہوتا، لیکن اگر نباہ مشکل ہو جائے تو شریعت نے جدائی کی صورتیں: طلاق، خلع وغیرہ بھی بتادی ہیں، لہٰذا صحتِ نکاح کے بعد جب تک کوئی واقعی دشواری نہ ہو تو شوہر کو طلاق دینے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا، خاص کر جب کہ زوجین آپس میں رضامند بھی ہوں، تو ایسی صورت میں طلاق کے لئے شوہر کو مجبور کرنا سخت گناہ ہے اور صریح ظلم ہے(۱)۔ البتہ اگر عورت بحالتِ بلوغ اپنا نکاح خود بلا رضامندیٔ اولیاء غیر کفو میں یا مہر مثل سے کم پر کرے تو اولیاء کو نکاح فسخ کرانے یا مہر میں زیادتی پر زور دینے کا حق ہے اور مفتی بہ قول پر اگر غیر کفو میں نکاح کیا ہے تو وہ منعقد نہیں ہوتا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

محمود گنگوہی، ۵/ رجب/ ۵۳ھ۔

جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۷/ رجب/ ۵۳ھ۔

---

(۱) "والأصح حظره إلا لحاجة للأدلة المذكورة، ويحمل لفظ المباح على ما أبيح فى بعض الأوقات أعنى تحقق الحاجة المبيحة". (فتح القدير: ۳/ ۴۶۵، باب طلاق السنة، مصطفى البابى الحلبى مصر)

(وكذا فى مجمع الأنهر: ۱/ ۳۸۰، كتاب الطلاق، دار إحياء التراث العربى بيروت)

(وكذا فى رد المحتار: ۳/ ۲۲۸، كتاب الطلاق، سعيد)

(۲) "وإذا زوجت المرأة نفسها من غير كفءٍ، فللأولياء أن يفرّقوا بينهما دفعاً لضرر العار عن أنفسهم". (الهداية). قال ابن الهمامؒ: "أما على رواية المختارة للفتوى، لا يصح العقد أصلاً". (فتح القدير: ۳/ ۲۹۴، فصل فى الكفاءة، مصطفىٰ البابى الحلبى مصر)

(وكذا فى رد المحتار على الدر المختار: ۳/ ۸۴، ۹۴، باب الكفاءة، سعيد)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالكميرية: ۱/ ۲۹۲، الباب الخامس فى الأكفاء، رشيديه)

نماز نہ پڑھنے والی کو طلاق دینا کیسا ہے؟

سوال[۵۹۷۵]: زنے اگر احکامِ شرع بجانیارد چنانچہ نماز وغیرہ باوجودِ پندِ شوہرِ خود نخواند ونصیحتِ شوہر نپندد، پس او را بعد تدبیراتِ شرعی طلاق دادن لازم وواجب شود یا نہ؟بینو ابحوالة صفحات الكتب المعتبرة فتوجرواعنداللّٰه أجراً عظيماً.

المستفتی: بندہ سلامت اللہ عفی عنہ، ۱۹/ ربیع الاول/ ۵۶ھ۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگربلا زوجہ صبر تواند کرد ونیز ادائے مہر قدرت دارد، بہتر است کہ طلاق دہد(۱)، ورنہ طلاق نہ دہد، وفقہاء وجوب رانفی کردہ اند: "لايجب على الزوج تطليق الفاجرة". درمختار: ۵/ ۳۷۷(۲)۔

"إذا اعتادت الزوجة الفسق، عليه الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر، والضرب فيما يجوز فيه، فإن لم تنزجر، لايجب التطليق عليه؛ لأن الزوج قد أدّى حقه، والإثم عليها. هذا ما اقتضاه الشرع، وأما مقتضى غاية التقوى، فهو أن يطلقها، لكن جواز الطلاق إنما هو إذا قدر على أداء المهر، وإلا فلا يطلقها، كمافى الأشباه والنظائر، اهـ". نفع المفتى والسائل، ص: ۱۱۸، ۱۱۹(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۳/ ربیع الثانی/ ۵۶ھ۔

---

(۱) "بل يستحب لو مؤذيةً، أو تاركة صلوة". (الدرالمختار). "أن ترك الفرائض غير الصلوة كالصلاة". (ردالمحتار: ۳/۲۲۹، كتاب الطلاق، سعيد)

(۲) (الدر المختار: ۶/۴۲۷، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع، سعيد)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية: ۵/۳۷۲، كتاب الكراهية، باب المتفرقات، سعيد)

(۳) (نفع المفتى والسائل، ص: ۱۶۳، ۱۶۴، مايتعلق بإطاعة الزوجات للأزواج، وحقوقهم عليهن، وحقوقهن عليهن، إدارة القرآن كراچى)

کیا بے عمل بیوی کو چھوڑ دینا ضروری ہے؟

سوال[۵۹۷۶]: اگر بیوی باوجود تاکید وتقاضہ کے نماز نہ پڑھے تو کیا اس کو چھوڑ دینا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس کی اصلاح سے مایوس ہو گیا اور طلاق دینے کے بعد ادائے مہر میں دشواری نہیں ہوگی اور خود بھی معصیت میں مبتلاء ہونے کا اندیشہ نہیں تو اس کو طلاق دینا مستحب ہے(۱)، ورنہ اس کو طلاق نہ دے اور اصلاح کی کوشش کرتا رہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔



(۱) "بل يستحب لو مؤذيةً، أو تاركة صلوة". (الدرالمختار). "أن ترک الفرائض غير الصلوة كالصلاة". (ردالمحتار: ۲۲۹/۳، كتاب الطلاق، سعيد)

"إذااعتادت الزوجة الفسق، عليه الأمر بالمعروف، والنهى عن المنكر، والضرب فيما يجوز فيه، فإن لم تنزجر، لا يجب التطليق عليه؛ لأن الزوج قد أدّى حقه، والإثم عليها. هذا ما اقتضاه الشرع، وأما مقتضى غاية التقوى، فهو أن يطلقها، لكن جواز الطلاق إنما هو إذا قَدَر على أداء المهر، وإلافلايطلقها". (نفع المفتى والسائل، ص: ۱۶۳، ۱۶۴، مايتعلق بإطاعة الزوجات للأزواج وحقوقهم عليهن، وحقوقهن عليهم، إدارة القرآن كراچى)

باب وقوع الطلاق وعدم وقوعه

الفصل الأول فی وقوعِ الطلاق

(وقوعِ طلاق کا بیان)

بے اختیار لفظِ طلاق زبان سے نکل گیا

سوال[۵۹۷۷]: اگر کوئی شخص اِدھر اُدھر کی خیالی باتیں کررہا ہو، اور اس میں اپنی بیوی کو طلاق بھی دے دیا اور اُسے مطلق کچھ خیال نہ ہو کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس کا کیا اثر پڑے گا۔ کہنے کے بعد خیال آیا تو کیا طلاق ہوگئی یا نہیں؟ حلالہ کرنے کے بعد مہر جدید کافی ہے، یا پہلے والا مہر ختم ہوجائے گا اور پھر مہر جدید متعین کرنا پڑے گا؟ جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کہنا کچھ اَور چاہتا تھا مگر زبان لڑکھڑا گئی اور زبان سے لفظ طلاق نکل گیا تو دیانۃً طلاق واقع نہیں ہوئی، لیکن قضاءً طلاق کا حکم ہوگا، یعنی اگر معاملہ عدالت میں یا شرعی پنچایت میں پہونچ جائے اور وہ کہے کہ میں لفظ طلاق نہیں کہنا چاہتا تھا بلکہ فلاں لفظ کہنا چاہتا تھا، بے اختیار زبان سے لفظ طلاق نکل گیا تو اس کا قول معتبر نہیں مانا جائے گا(۱)، بلکہ طلاق کا حکم کردیا جائے گا۔ عورت نے اگر لفظِ طلاق سنا ہے تو وہ شرعاً اس کو طلاق ہی تصور

---

(۱) "ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو عبداً أو مکرهاً أوهازلاً أو سفیهاً أو سکران أو أخرس بإشارته أو مخطئاً". (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الطلاق: ۲۳۵/۳-۲۴۱، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، فصل فیمن یقع طلاقه وفیمن لایقع طلاقه: ۳۵۳/۱، رشیدیه)

(وکذا فی التاتارخانیة، کتاب الطلاق، من یقع طلاقه ومن لایقع: ۲۵۸/۳، إدارة القرآن کراچی)

کرے گی"لأن المرأة کالقاضی"(۱)۔

اگراس کے ذہن میں آیا کہ بیوی کوطلاق دینا اچھا ہے اوراس نے جب ہی طلاق دے دی تو طلاق ہوگئی(۲)۔ایک دفعہ نکاح میں جوتجویز کیا گیا ہے، اگر وہ ادانہیں کیا گیااور بیوی نے معاف بھی نہیں کیا، پھر بعد حلالہ کے دوبارہ نکاح کیا گیا تو دوسرا مہر مقرر کیا جائے گااور پہلا بھی باقی ہے(۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۲۱/۱/۸۹ھ۔

وقوعِ طلاق کے لئے تحریر ضروری نہیں

سوال [۵۹۷۸]: دوشخصوں نے اپنی دولڑکیوں کی بطورِادل بدل شادی کی، بعدازیں اس شخص نے اپنی لڑکی اپنے گھر بٹھائی اوراس کے خاوند کے ساتھ روانہ نہ کی۔جب اس لڑکی کواپنے باپ کے گھر بیٹھے پورا ایک سال گزر چکا تو اس لڑکے نے دوسری شادی کروالی اوروہ لڑکی اپنے باپ کے گھر بیٹھی رہی۔اب اس لڑکی کے باپ نے اس لڑکے سے کہا کہ میری لڑکی کوگھر بیٹھے ہوئے پورے تین سال گزر چکے ہیں یاتوتم اپنے گھر میں لاؤ، ورنہ طلاق نامہ لکھو۔اس نے اپنے خسر سے کہا کہ میری بھانجی جوتمہارے بھتیجے سے بیاہی ہوئی ہے،تُو اس کوطلاق

---

(۱) (ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الصریح: ۲۵۱/۳، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الفصل الأول فی الطلاق الصریح: ۳۵۴/۱، رشیدیه)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الطلاق: ۴۴۸/۳، رشیدیه)

(۲) "ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو عبداً أو مکرهاً أوهازلاً أو سفیهاً أو سکران أو أخرس بإشارته أو مخطئاً". (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الطلاق: ۲۳۵/۳-۲۴۱، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، فصل فیمن یقع طلاقه وفیمن لایقع طلاقه: ۳۵۳/۱، رشیدیه)

(وکذا فی التاتارخانیة، کتاب الطلاق، من یقع طلاقه ومن لایقع: ۲۵۸/۳، إدارة القرآن کراچی)

(۳) "والطلاق بعد الدخول یعقب الرجعة ویوجب کمال المهر، فیجب علیه المسمی فی النکاح الثانی، فیجتمع علیه مهران". (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة، فصل فی تکرار المهر: ۳۹۳/۱، رشیدیه)

(وکذا فی التاتارخانیة، کتاب النکاح، المهر: ۱۵۴/۳، رشیدیه)

(وکذا فی ردالمحتار، کتاب النکاح، باب المهر: ۱۰۲/۳، ۱۰۳، سعید)

دیدوتو میں بھی اس کو طلاق دیدونگا اور اس کو دونوں طرف نے منظور کرلیا۔ اورلڑکا پندرہ سال سات ماہ کی عمر کا ہے، گویا شرعی رو سے تو بالغ ہے اگرچہ سرکاری قانون میں نابالغ ہے۔ تو یہ طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟

اور دوسرے یہ کہ ایک شخص اپنی عورت کو طلاق دیتا ہے اور تحریرنامہ سے انکار کرتا ہے تو آیا یہ طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟ ایک مولوی صاحب نے اس پر فتویٰ دیا کہ یہ طلاق واقع ہوچکی ہے اور اس کی عدمِ تحریر کو اس کے وقوع میں کچھ دخل نہیں ہے، اور اس پر کنزالدقائق کی عبارت "و یقع طلاق کل زوج عاقل بالغ و لو مکرهاً. الخ". نقل کی۔ اس فتوی کی صحت اور عدم صحت کو بھی واضح فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

شیر محمد ساکن کنگن پور، ضلع حصار۔

الجواب حامداًومصلیاً:

شرعاً پندرہ سال پورے ہونے پر لڑکا بالغ قرار دیدیا جاتا ہے (۱) اگرچہ اس میں علاماتِ بلوغ ظاہر نہ ہوں، پس اگر وہ لڑکا اپنی زوجہ کو طلاق دے تو وہ واقع ہوجائے گی اور شرعاً معتبر ہوگی۔ اگر اس کی طرف سے اس کا کوئی ولی باپ یا چچا وغیرہ اس کی زوجہ کو طلاق دے گا تو وہ واقع نہ ہوگی (۲)۔ طلاق کا وقوع تحریر پر موقوف نہیں زبان سے کہنے سے بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے: "هو رفع قيد النكاح في الحال بالبائن أو المآل

---

(۱) "بلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والإنزال .... فإن لم يوجد فيهما شيء، فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنةً، به يفتى، لقصر أعمار أهل زماننا". (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۶/۱۵۳، كتاب الحجر، فصل: بلوغ الغلام بالاحتلام، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية: ۵/۶۱، كتاب الحجر، فصل في معرفة حد البلوغ، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۸/۱۵۳، كتاب الحجر، فصل في حد البلوغ، رشيديه)

(۲) "و تصرف الصبي والمعتوه إن كان نافعاً كالسلام والاتهاب، صح بلا إذن، وإن ضاراً كالطلاق والعتاق، لا وإن أذن به و ليهما". (الدرالمختار). "لا شتراط الأهلية الكاملة .... وكذا لا تصح من غيره كأبيه و وصيه والقاضي للضرر". (ردالمحتار: ۶/۱۷۳، كتاب المأذون، مطلب في تصرف الصبي و من له الولاية عليه، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية: ۵/۱۱۰، كتاب المأذون، الباب الثاني عشر في الصبي أو المعتوه، رشيديه)

بالرجعی بلفظ مخصوص". درمختار (۱)۔

تحریر کی ضرورت احتمالِ انکار کے دفعیہ یا کسی اَور مصلحت کے لئے ہوتی ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/ ربیع الاول/ ۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/۳/ ۵۸ھ۔

مذاق میں طلاق

سوال[۵۹۷۹]: زید نے اپنی دودختران کا نکاح دوحقیقی برادران سے کردیا تھا،عرصہ تک اچھی طرح رہتے رہے۔دختران کا کہنا ہے کہ دونوں بھائی ہمیشہ مذاق مذاق میں کہا کرتے ہیں کہ تم اپنے ماں باپ کے گھر سے کچھ لے کرنہیں آئیں،ہم تو ایسی جگہ کریں گے جو خوب مال لے کرآویں۔ایک روز صاف لفظوں میں اول بڑے بھائی نے کہا:"تم ہمارا پیچھا چھوڑو، ہم نے تمہیں چھوڑ دیا"۔ایک مرتبہ طلاق کا لفظ بھی کہا کہ"چھوڑ دیا، طلاق دیدی"۔ ہم نے کہا کہ طلاق نامہ لکھدو اور ہمارے گھر پہونچادو، ہم نے اس کو بھی مذاق ہی سمجھا۔ انہوں نے کہا کہ چلو ہم تمہارے والدین کے سامنے لکھدیں گے۔

لدھیانہ سے ریل میں سوار ہوکر میرٹھ شہر میں اترے، یہاں سے ہمارا گھر فاصلہ پرتھا،موضع صالح نگر،ہم سے کہا کہ تم ٹھہرو، ہم سواری تلاش کرلائیں، پھر لاپتہ ہوگئے۔تین یوم تک میرٹھ میں انتظار کیا، پھر ہم خود اپنے گاؤں صالح نگر میں پہونچے،سب قصہ لڑکیوں نے بیان کیا، برادران سے خط وکتابت کی، نہ کسی کا جواب دیتے ہیں نہ آتے ہیں، نہ ملتے ہیں، سات ماہ گزر گئے۔ایسی صورت میں شرعاً طلاق ہوگی یانہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب حامداً ومصلیاً:

طلاق مذاق میں بھی ہوجاتی ہے،لہذا صورت مسئولہ میں اگرلڑکیوں کا بیان صحیح ہے تو شرعاً طلاق واقع

---

(۱) (الدرالمختار: ۲۲۶/۳، ۲۲۷، کتاب الطلاق، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۳۴۸/۱، کتاب الطلاق، رشیدیه)

(وکذا فی البحر الرائق: ۴۰۹/۳، کتاب الطلاق، رشیدیه)

ہوگئی:"و طلاق اللاعب والهازل به واقع، اھ". عالمگیری: ۱/ ۳۵۳(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/۴/۶۴ھ۔

نوٹ: لیکن محض لڑکیوں کے بیان پر دوسرا نکاح نہ کیا جاوے، بلکہ معاملہ صاف کرنا ضروری ہے، اگر شوہر اقرار کرے تو عدت کے بعد نکاح ہوسکتا ہے۔فقط سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ۔

جنگل میں باپ کے سامنے بغیر مرضی کے طلاق دینے سے وقوعِ طلاق

سوال[۵۹۸۰]: ایک جنگل میں باپ اور بیٹا دونوں کام کر رہے تھے، باپ نے بیٹے سے کہا کہ تم کس کے مرید بنوگے؟ تو لڑکے نے کہا: میں اپنے ماموں کا بالک بنوں گا۔تو باپ نے کہا کہ ماموں کی لڑکی تیرے گھر میں ہے، جب تو ماموں کا مرید بننا چاہتا ہے تو تیرا نکاح اس کی لڑکی سے ہے، اس سے تو بہتر ہے کہ اپنی بہن سے نکاح کرلیتا۔تو لڑکے نے جواب دیا کہ بالک یا مرید بنوں گا، تو ماموں کا۔اس کے بعد اس لڑکے نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی اور طلاق باپ کے سامنے دی۔ویسے نہ مرضی طلاق کی تھی اور نہ اب ہے، دونوں میاں بیوی ایک ہونے کو کہتے ہیں۔اب علماء اس بارے میں کیا کہتے ہیں طلاق ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پیر کی لڑکی سے نکاح جائز ہے(۲)، وہ حقیقی بہن کی طرح نہیں۔حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیر اور مربی تھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے۔اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ

---

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۳۵۳، کتاب الطلاق، فصل فیمن یقع طلاقه، رشیدیه)

(وكذافي تنوير الأبصار مع الدرالمختار: ۳/۲۳۵، كتاب الطلاق، سعيد)

"فيقع طلاق الهازل بالطلاق واللاعب، لما روى عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنه قال: "ثلاث جدّهنّ جدٌّ و هزلهن جدٌّ: النكاح والطلاق والعتاق". (بدائع الصنائع: ۴/۲۱۵، كتاب الطلاق، فصل فى شرائط الركن، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) قال الله تعالىٰ﴿ وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾ (النساء: ۲۴)

علیہ وسلم کی بیٹی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں تھیں (۱)۔

بیٹے نے جب تین طلاق دی تو طلاق مغلظہ ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے دونوں کا شوہر بیوی کی طرح رہنا ہرگز جائز نہیں۔اور حلالہ یہ ہے کہ بیوی عدت کے بعد کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے، وہ ہمبستری کر کے اگر طلاق دیدے یا مرجائے اور اس کی عدت گزر جائے تب دوبارہ اس مطلقہ لڑکی سے نکاح ہوسکتا ہے (۲)۔ طلاق باپ کے سامنے اور جنگل میں دی تب بھی وہ طلاق ہوگئی۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

مذاق میں طلاق اور طلاق کا جھوٹا اقرار

سوال [۵۹۸۱]: زید نے اپنی بیوی سے جھگڑا کیا اور غصہ کے عالم میں اپنی بیوی سے کہا کہ ’’میں تمہیں نہ رکھوں گا‘‘۔ پھر جب گھر سے باہر نکلا تو ایک صاحب نے مذاق میں کہا کہ ’’آپ نے اپنی بیوی کو کیسی طلاق دی ہے‘‘؟ زید نے ہنستے ہوئے کہا کہ ’’میں نے طلاقِ مغلظہ دی ہے‘‘۔ اپنی بیوی کے سامنے بھی نہیں کہا تھا، صرف دوسرے سے مذاق میں زبان سے نکل گیا، کوئی دل سے نہیں کہا۔

اب اس صورت میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ طلاق مغلظہ ہوگی یا نہیں، اور اپنی بیوی کو بغیر حلالہ کے رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

---

(۱) ’’عن بریدة قال: خطب ابو بكر وعمر رضى الله تعالىٰ عنهما فاطمة، فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ’’إنها صغيرةٌ، ثم خطبها عليٌّ، فزوجها منه‘‘. (مشكوة المصابيح، باب مناقب على بن أبى طالب، الفصل الثالث، ص: ۵۶۵، قديمى)

(۲) قال الله تعالىٰ ﴿فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ الآية (البقرة: ۲۳۰)

’’وعن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها قالت: جاء ت امرأة رفاعة القرظىّ إلى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقالت: إنى كنت عند رفاعة، فطلقنى، فبتّ طلاقى، فتزوجت بعده عبد الرحمن بن الزبير، وما معه إلا مثل هدبة الثوب. فقال: ’’أتريدين أن ترجعى إلى رفاعة‘‘؟ قالت: نعم، قال: ’’لا، حتى تذوقى عسيلته و يذوق عسيلتك‘‘. (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب المطلقة ثلاثاً، الفصل الأول، ص: ۲۸۴، قديمى)

الجواب حامداًومصلياً:

اگر ہنسی مذاق میں بھی اس نے طلاقِ مغلظہ دے دی تب بھی واقع ہوگئی، چاہے بیوی سامنے ہو یا نہ ہو(۱)۔لیکن اگر اس کا مقصود اس لفظ سے طلاقِ مغلظہ کی غلط خبر دینا تھا، یعنی مخاطب کے سامنے جھوٹی خبر دینا تھا اور جھوٹ کا اقرار کرنا تھا تو دیانۃً فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ طلاق نہیں ہوئی۔اگر پہلے اس پر گواہ بنالیا تھا کہ میں جھوٹا اقرار کروں گا تو قضاءً بھی طلاق نہیں ہوئی (۲)۔

اگر طلاقِ مغلظہ کا لفظ کہتے وقت زید خالی الذہن تھا یعنی جھوٹا اقرار کرنا، جھوٹی خبر دینا ذہن میں نہیں تھا، بلکہ اس تصور سے فارغ ہوکر کہہ دیا تو طلاقِ مغلظہ ہوگئی۔اب بغیر حلالہ کے زوجیت درست نہیں (۳)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱۲/ ۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱۲/ ۱۳۸۷ھ۔

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "ثلث جدهن جد وهزلهن جد: النكاح والطلاق والرجعة". (سنن أبي داؤد، باب في الطلاق على الهزل: ۱/۳۰۵، إمدايه ملتان)

"ويقع طلاق .... هازلاً". (الدرالمختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "أى فيقع قضاءً وديانةً". (ردالمحتار: ۲۳۸/۳، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۳۸۴/۱، كتاب الطلاق، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۲) "لو أراد به الخبر من الماضي كذباً لايقع ديانةً، وإن أشهد قبل ذلك لايقع قضاءً". (ردالمحتار، كتاب الطلاق، مطلب في مسائل التي لاتصح مع الإكراه: ۲۳۸/۳، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الطلاق، فيما يرجع إلى صريح الطلاق: ۲۶۲/۳، رشيديه)

(۳) "وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتيين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب السادس في الرجعة: ۴۷۳/۱، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۴۰۹/۳، ۴۱۰، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۳۹۹/۲، شركة علميه ملتان)

عددِ طلاق میں شک

سوال[۵۹۸۲]: زید اور اس کی بیوی ہندہ میں نزاع ہوا، زید نے ہندہ مذکورہ کو ایک سے زائد طلاق دیں (غالباً اس طرح: میں نے تجھ کو طلاق دیدی قطعی دیدی اور پچھلا فقرہ قطعی دیدی ایک بار یا دو بار تین بار اس کو سننے والوں نے دو یا تین یا چار سمجھا) اور گھر سے نکل جانے کو کہا پھر جب غصہ فرو ہو گیا تو اس نے اپنی بیوی مذکورہ کو اپنے گھر میں رکھ لیا اور اب تک حسب معمول سابق اس کے پاس رہتی ہے واقعہ مذکورہ کی تفصیل زوجین اور دو عورتوں عائشہ اور زینب کے بیان کے مطابق جو جھگڑے کے وقت موجود تھے بطور ذیل ہے:

۱- زید شوہر کا بیان کہ میری بیوی نے طعنہ زنی کی جس پر مجھ کو غصہ آیا اور غصہ میں میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی یہ یاد نہیں ہے کہ کتنی طلاقیں دی ہیں دو یا تین یا چار۔

۲- ہندہ بیوی کا بیان ہے کہ میرے شوہر نے مجھ کو برا بھلا کہا اس لئے میں نے بھی طعنہ دیا اس پر میرا شوہر بہت غصہ ہو گیا اور مجھ کو دو چھڑیاں لگائیں اور میں نے دو طلاقیں اس کی زبان سے سنیں۔

۳- مسماۃ عائشہ نے بیان کیا جس مکان میں جھگڑا ہوا میں موجود تھی زید نے اپنی بیوی کو کئی طلاقیں دیں یہ مجھے پورا خیال نہیں کہ دیں اور کتنی دفعہ کہا، میرے خیال میں یہ ہے کہ اس نے پوری طلاقیں دیں اگر مجھے اس وقت خیال ہوتا کہ بعد میں تحقیق کیجاوے گی تو میں دھیان کر کے یاد رکھتی۔

۴- مسماۃ زینب کا بیان ہے کہ جب جھگڑا ہوا تو زید نے اپنی لڑکی اپنی بیوی ہندہ کی گود سے لے لی اور ہندہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا، جا، وہ چلدی جب چلدی تو اس نے تین دفعہ طلاق دی۔

پس ارشاد ہو کہ صورت مذکورہ بالا میں شرعاً زید کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس کا اپنی بیوی کو رکھ لینا رجوع ہوا یا نہیں؟ اور اگر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی تو عدت کا شمار کس وقت سے ہوگا اور کب عدت ختم ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چاروں میں کسی کے بیان میں بھی الفاظ طلاق کا ذکر نہیں کہ کیا تھے سائل نے جو کچھ لکھا ہے وہ بھی یقین کے ساتھ نہیں لکھا پس اگر صریح الفاظ طلاق کے کہے تو حکم یہ ہے کہ اگر ہندہ کے نزدیک زینب کا بیان صحیح ہے اور زینب ثقہ عادلہ ہے تو ہندہ کو اپنے شوہر کے پاس رہنا جائز نہیں، البتہ حلالہ کے بعد نکاح درست ہوسکتا ہے اگر

زینب ثقہ عادلہ نہیں اور ہندہ کو اس کے کہنے کا یقین نہیں اور عائشہ کا خیال یہ ہے کہ تین دفعہ طلاق صریح دی ہے اور ہندہ اس خیال کی تصدیق کرتی ہے تب بھی یہی حکم ہے(۱)۔

اگر عائشہ کے خیال کی تصدیق نہیں کرتی اور دومرتبہ خود صریح طلاق سننے کا یقین کرتی ہے اور شوہر کو شک ہے کہ اس نے دو دفعہ صریح طلاق دی ہے یا تین دفعہ اور کوئی ذریعہ ترجیح اور ظن غالب کا ہے نہیں تو اس صورت میں دو طلاق شمار ہوگی تین شمار نہ ہوگی (۲) اور صریح طلاق دومرتبہ طلاق دینے کے بعد عدت میں رجعت جائز ہوتی ہے(۳) اور عدت کا اعتبار طلاق کے وقت سے ہوگا(۴)۔

---

(۱) "والمرأة كالقاضي، لا يحل لها أن تمكنه إذا سمعت منه ذلک، أو شهد به شاهد عدل عندها".

(تبيين الحقائق: ۴۱/۳، كتاب الطلاق، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في ردالمحتار: ۲۵۱/۳، كتاب الطلاق، مطلب من الصريح ألفاظ المصحفة، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية: ۳۵۴/۱، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(۲) "وفي نوادر ابن سماعة عن محمدؒ: إذا شک في أنه طلق واحدةً، أو ثلاثاً، فهي واحدة، حتى يستقين، أو يكون أكبر ظنه على خلاف". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۳۶۳/۱، الفصل الأول في الطلاق الصريح، مطلب: إذاشک أنه طلق واحدة الخ، رشيديه)

(و كذا في الدرالمختار مع رد المحتار: ۲۸۳/۳، مطلب في قول الإمام: إيماني كإيمان جبريل، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية: ۴۳۰/۳، الفصل في الشک في إيقاع الطلاق، وفي الشک في عدم ما وقع من الطلاق، إدارة القرآن كراچی)

(۳) "إذا طلق الرجل امرأته تطليقةً رجعيةً، أو رجعيتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلک، أولم ترض". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۴۷۰/۱، الباب السادس في الرجعة، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱۴۹/۳، باب الرجعة، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۸۳/۴، باب الرجعة، رشيديه كوئٹه)

(۴) "ابتداء العدة في الطلاق عقيب الطلاق، و في الوفاة عقيب الوفاة". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۵۳۱/۱، كتاب الطلاق، الباب الثالث عشر في العدة، رشيديه)

(وكذا في تنوير الأبصار مع الدر المختار: ۵۲۰/۳، باب العدة، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲۶۰/۳، باب العدة، دار الكتب العلمية بيروت)

تین حیض عدت ہوگی، اگر حاملہ ہے تو وضع حمل (۱) ورنہ تین ماہ ہے، لہٰذا تعلق زوجیت کا باقی رکھنا رجعت شمار ہوگا (۲) تاہم اگر کسی طریق سے یقین یا ظن غالب ہو جائے کہ تین مرتبہ صریح طلاق دی ہے پھر تعلق زوجیت کا باقی رکھنا بلا حلالہ کے حرام ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

ایضاً

سوال[۵۹۸۳]: ماقولکم رحمکم اللّٰه تعالیٰ، اندریں صورت:

شخصے بنام عبدالجلیل در روز بحوائجِ مکان مشغول شدے وبعد مغرب بخار آمدے، بدینگونه حالتِ اوبود. روزے بعد مغرب بخار آمد وزوجۂ خود را برائے خدمتِ او طلب کرد، نیامد، اوگفت: تُرا ایک طلاق دادم. وشاهد واحد فقط پسرِ او بنام علی حسین حاضر بود، گفت: پدرم مادرم رابدینگونه گفت: "تُرا طلاق دادم، طلاق دادم، ترا

---

(۱) "إذا طلق الرجل امرأته طلاقاً بائنا، أو رجعياً، أو ثلاثاً، أو وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق، و هی حرة ممن تحيض، فعدتها ثلاثة أقراء، و عدة الحامل أن تضع حملها". (الفتاویٰ العالمکيرية: ۱/۵۲۶، ۵۲۸، الباب الثالث عشر فی العدة، رشيديه)

(وكذا فی التنوير مع الدر المختار: ۳/۵۰۴، ۵۱۱، باب العدة، سعيد)

(وكذا فی تبيين الحقائق: ۳/۲۴۸، ۲۵۲، باب العدة، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا فی بدائع الصنائع: ۴/۴۱۵، ۴۱۹، فصل فيما يتعلق بتوابع الطلاق فی عدة الحامل، دار الكتب العلميه بيروت)

(۲) "وتصح (الرجعة) براجعتک، أو راجعت امرأتی، و بما يوجب حرمة المصاهرة، .... إلى أن قال: كالوطء، والقبلة، واللمس والنظر إلى داخل الفرج بشهوة". (تبيين الحقائق: ۳/۱۴۹، باب الرجعة، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذا فی ردالمحتار مع الدر المختار: ۳/۳۹۸، باب الرجعة، سعيد)

"والجماع فی العدة رجعة، و كذلک المس بشهوة، والتقبيل بشهوة". (التاتارخانية: ۳/۵۹۴، كتاب الطلاق، مسائل الرجعة، إدارة القرآن)

ایک طلاق دادم".

عبدالجلیل گفت: هر گاه میانِ ماں فساد گردد، پسرم علی حسین دائماً طرفداریٔ مادرش می نماید، یامادرش مشاوره نموده، این میگوید. پس درین صورت کدام طلاق گردد، یعنی سه طلاق واقع گردد، یا طلاق واحد؟ بینوا بالدلیل توجروا عند الجلیل.

احقر عبدالرحمٰن غفرلہ الرحمٰن۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر عبدالجلیل بحواس خود ایک طلاق داده است وبوثوق میدا ند که یک طلاف داده، وسه طلاق نه داده است، وشاهد بجزِ پسرش هیچ کس نیست، پس قضاءً سه طلاق واقع نخواهد شد، بل یک طلاق واقع خواهد شد. تاهم اگر زنش راپسرش بسه طلاق اطلاع داده است، واُونزدِ او عادل است ویقین به خبرِ پسر میدارد، یااوبگوشِ خود سه طلاق شنیده است، در هر صورت زن را روانیست که بیهچ وجه عبدالجلیل را بر خود دست دهد، وبرائے جماع ودواعیش مطاوعت نماید، بلکه واجب است که بنهجیکه تواند ازو دور ماند، کما صرح به فی ردالمحتار فی باب الرجعة: ۲/۸٤۱(۱)۔

اگر عبدالجلیل یک طلاق را بوثوق باور نمیدارد بلکه او راشک است که ایک طلاق داده است یاسه، وپسر وزوجۂ اش را تصدیق می نماید، پس درین صورت سه طلاق واقع خواهد شد، هکذا یفهم مما ذکر فی الأشباه:

"شك أنه طلق واحدةً أو أكثر، بُني على الأقل، كما ذكره الإسبيجابي، إلا أن يستيقن بالأكثر أو يكون أكثر ظنه على خلافه. وإن قال الزوج: عزمت على أنه ثلاث، يتركها. وإن

(۱) "إذا أخبرها ثقةٌ أن الزوج طلقها وهو غائب، وسعها أن تعتد وتتزوج ولم يقيده بالديانة. قلت: هذا تأييد لقول الأئمة المذكورين: فإنه إذا حل لها التزوج بإخبار ثقة، فيحل لها التحليل هنا بالأولىٰ إذا سمعت الطلاق أو شهد به عدلان عندها". (ردالمحتار، باب الرجعة، مطلب: الإقدام على النكاح إقرار بمضي العدة: ۳/۴۲۱، سعيد)

أخبره عدول حضروا ذلك المجلس بأنها واحدة وصدقهم، أخذ بقولهم إن كانوا عدولاً، اھ".

قال الحموی: "(قوله: وصدقهم) مفهومه أنه غلب علی ظنه خلاف كلامهم، يأخذ بظنه، اھ"

حموی ،ص: ۸۲(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور،۲۱/۳/۵۵ھ۔

---

(۱) (شرح الحموی علی الأشباه والنظائر: ۱/۱۹۶، ۱۹۷، القاعدة الثانية: اليقين لايزول بالشک، إدارة القرآن کراچی)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، مطلب: إذا شک أنه طلق واحدةً أو ثلاثاً: ۱/۳۶۳، رشیدیہ)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، مطلب في قول الإمام: إيماني كإيمان جبريل: ۳/۲۸۳، سعيد)

ترجمۂ سوال و جواب:

آپ حضرات کا اس صورت میں کیا قول ہے رحمکم اللہ تعالیٰ کہ:

ایک شخص عبدالجلیل نامی دن میں گھریلو ضروریات میں مصروف رہتا تھا اور بعد مغرب اس کو بخار آجاتا تھا، اسی طرح اس کی حالت تھی، ایک دن بعد مغرب اس کو بخار آگیا اور اس نے اپنی بیوی کو اپنی خدمت کے لئے طلب کیا، وہ نہیں آئی اس نے کہا: ''تجھ کو میں نے ایک طلاق دی''۔ اور صرف ایک گواہ اس کا لڑکا علی حسین نامی حاضر تھا، اس نے بیان کیا: میرے والد نے میری والدہ کو اس طرح کہا ہے: ''تجھ کو میں نے طلاق دی، میں نے طلاق دی، تجھ کو میں نے ایک طلاق دی''۔

عبدالجلیل نے بیان کیا: جس وقت ہمارے درمیان جھگڑا ہوتا ہے، میرا لڑکا علی حسین ہمیشہ اپنی ماں کی طرف داری کرتا ہے، وہ اپنی ماں سے مشورہ کرکے ہی یہ بیان کررہا ہے۔ پس اس صورت میں کون سی طلاق واقع ہوگی، تین طلاق واقع ہوگی یا ایک طلاق؟ بینوا بالدلیل توجروا عندالجلیل۔

احقر عبدالرحمٰن غفرلہ الرحمٰن۔

الجواب:

اگر عبدالجلیل نے اپنے حواس کی درستگی کے ساتھ ایک ہی طلاق دی ہے اور یقین سے جانتا ہے کہ ایک ہی طلاق دی ہے، تین طلاق نہیں دی اور گواہ بجز اس کے لڑکے کے اور کوئی نہیں، پس قضاءً تین طلاق واقع نہ ہوں گی، بلکہ ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔ تاہم اگر اس کی بیوی کو اس کے لڑکے نے تین طلاق کی اطلاع دی ہے اور وہ لڑکا اس کے نزدیک عادل ہے اور وہ اپنے لڑکے کی خبر پر یقین رکھتی ہے، یا اس نے اپنے کان سے تین طلاق سنی ہیں، ہر صورت میں عورت کو جائز نہیں کہ کسی طرح =

صیغۂ حال سے طلاق

سوال[۵۹۸۴]: زید نے اپنی زوجہ مسماۃ ہندہ کو بایں لفظ کہ ''تم کو طلاق دیتے ہیں، طلاق دیتے ہیں، طلاق دیتے ہیں'' کہدیا۔ تو اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوگئی تو کس قسم کی رجعی یا بائن یا مغلظہ؟ ازروئے شرع شریف ذیل میں تحریر فرمادیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ لفظ کہ ''تم کو طلاق دیتے ہیں'' حال کا صیغہ ہے اور صیغۂ حال سے بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے، پس تین مرتبہ کہنے سے مغلظہ ہوگئی، بغیر حلالہ کے رکھنا صحیح نہیں: "و فی المحیط: لو قال بالعربیة: أطلق، لایکون طلاقاً، إلا إذا غلب استعماله للحال، فیکون طلاقاً، اهـ". عالمگیری: ۱/۴۰۲(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف، ۲۶/شوال/۵۵ھ۔

=عبد الجلیل کو اپنے اوپر قابو دے اور جماع یا دواعی جماع کے واسطے اس کی اطاعت کرے، بلکہ اس پر واجب ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو اس سے دور رہے جیسا کہ ردالمحتار، باب الرجعة: ۲/۸۴۱، میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔

اگر عبد الجلیل کو ایک طلاق کا وثوق کے ساتھ یقین نہیں، بلکہ اس کو شک ہے کہ ایک طلاق دی ہے یا نہیں اور اپنے لڑکے اور بیوی کی تصدیق کرتا ہے تو اس صورت میں تین طلاق واقع ہوجائیں گی۔ اشباہ میں ذکر کردۂ ذیل عبارت سے اسی طرح سمجھ میں آتا ہے: "شک أنه طلق واحدةً أو أکثر، بُنی علی الأقل، الخ".

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۳۸۴، کتاب الطلاق، الفصل السابع فی الطلاق بالألفاظ الفارسیة، رشیدیه)

"و یقع بها: أی بهذه الألفاظ و ما بمعناها من الصریح". (الدرالمختار). "(قوله: و مابمعناها من الصریح): أی مثل ما سیذکره من نحو: کونی طالقاً وأطلقی، و یا مطلقة بالتشدید، و کذا المضارع إذا غلب فی الحال، مثل أطلقک، کما فی البحر". (ردالمحتار: ۳/۲۴۸، کتاب الطلاق، باب الصریح، مطلب: سن بوش، یقع به الرجعی، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/۴۳۹، کتاب الطلاق، باب الطلاق، رشیدیه)

اگر وہاں کے عرف میں یہ لفظ حال میں اکثر مستعمل ہوتا ہے تو ان الفاظ سے حسبِ تصریح مفتی صاحب تین طلاق واقع ہونگی۔سعید احمد غفرلہ۔

صیغۂ حال سے طلاق

سوال[۵۹۸۵]: ۱......احقر کشمیر کے ایک دورافتادہ پہاڑی علاقہ کا باشندہ ہے جو وادی سے دوسو کلومیٹر دور ہے،علاقہ کی بولی سے جداگانہ ہے،یہ علاقہ قلیل کے نام سے جانا جاتا ہے،اس میں ۲۷،۲۸/گاؤں ہیں،لوگ نسلاً سب مسلمان ہیں۔احقر رمضان المبارک میں گھر گیا تو برادری کے ایک آدمی نے اپنی بیوی کے بارے میں ایک جملہ کہا تھا"مسر ، نبه، نهت، نهم، نهس" جس کا ترجمہ یہ ہے''میں اسے چھوڑ رہا ہوں''۔ بیوی سامنے تھی۔یہ جملہ ایک ہی مجلس میں تین دفعہ کہا تھا،یہ جملہ بیوی کے بارے میں اگر ہمارے یہاں کہے تو طلاق ہی مراد لیتے ہیں اور اگر کسی دوسری چیز کی طرف اشارہ کر کے کہے تو اس سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس چیز کو چھوڑ رہا ہے۔

یہ مسئلہ کشمیر کے مفتی اعظم بشیر الدین صاحب کے پاس گیا تو انہوں نے فتویٰ دیا کہ طلاق نہیں ہوتی ہے،مگر احتیاطاً نکاح پڑھیں۔احقر کے پاس وہ فتوی لایا گیا،اس میں مفتی صاحب نے لکھا تھا:"إذا لم يسم المرأة و لم يضف الطلاق إلى المرأة لا يقع"(۱)۔

۲......کوئی اپنی بیوی سے کہے''میں اسے چھوڑ دوں گا'' تو طلاق واقع نہیں ہوگی؟

۳......غصہ اور غضب میں ہے،ہوش قائم نہ ہوں،ایسی حالت میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔

احقر نے کہہ دیا کہ یہ فتویٰ غلط ہے،پہلا مسئلہ اس وقت ہے جب کہ ایک آدمی کے نکاح میں کئی بیویاں ہوں وہ نام لے،یہاں ایک ہے نام لینے کی کیا ضرورت ہے،نمبر:۲ میں''میں چھوڑ رہا ہوں'' کے بجائے''میں چھوڑ دوں گا'' کا حکم لکھا تھا۔نمبر:۳ میں غصہ اور غضب میں طلاق واقع نہ ہونے کو جو لکھا ہے یہ بھی غلط ہے،بندہ نے اتنا ہی کہا تھا کہ سب لوگ بندہ کے سر ہو گئے کہ پھر آپ ہی کچھ کریں۔احقر مذکورہ جملہ تین دفعہ کہنے سے

---

(۱) "رجل قال: طلقت امرأةً، أو قال: "امرأة طالق". ثم قال: لم أعن امرأتي، يصدق قوله". (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الطلاق، نوع آخر في الإيقاع بطريق الإضمار وفي ترك الإضافة وما أشبههما: ۲۰۶/۳، قديمی)

طلاقِ مغلظہ کا قائل تھا، مگر ظاہر نہ کر سکا۔ چونکہ جن صاحب نے یہ الفاظ کہے تھے، وہ کافی مالدار تھے، علاقہ کے اکثر لوگ ان سے وابستہ تھے، نیز جن کی لڑکی تھی وہ طلاق کو نہیں چاہتے تھے، بلکہ پختہ ارادہ ان کا یہ تھا کہ کچھ بھی ہو جائے ہماری لڑکی ان کے گھر رہے۔ ادھر سے لڑکی والے میری اہلیہ محترمہ سلمہا اللہ کے قریبی رشتہ دار ہیں، ان کی وجہ سے بھی میں بات صاف نہ کہہ سکا، کیونکہ فتنہ برپا ہوتا۔

احقر سے یہ لوگ صرف نکاح پڑھنے یا اجازت نکاح طلب کرنے کو کہتے تھے، یہ نہیں کہتے تھے کہ شرعی حکم کیا ہے؟ یہ لوگ رات ودن آتے رہتے اور تنگ کرتے، آخر کار بندہ مجبور ہوا تو ان سے کہا کہ قریب کے پانچ چھ گاؤں کے اکثر اور سمجھدار لوگ جمع کریں، سب مل کر فیصلہ کریں، ایک اور چار گاؤں کے اکثر لوگ اور دو گاؤں سے ایک ایک آدمی جمع ہوئے، احقر نے پہلے ان کو خوب سمجھایا کہ طلاق ونکاح کا مسئلہ ہے، آپ لوگ کسی کی رعایت نہ کریں، اس جملے میں کونسا زمانہ پاتے ہو؟ اور تین دفعہ کہنے سے تم لوگ کیا حکم لگاتے ہو؟ صاف صاف کہدیں تو سب لوگوں نے یہ کہا کہ ان الفاظ سے ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ طلاق واقع نہیں ہوئی اور مذکورہ جملے میں زمانہ مستقبل پاتے ہیں۔

کسی نے یہ نہیں کہا کہ آپ بھی اس علاقہ کے باشندہ ہیں، مذکورہ جملہ آپ کی مادری زبان کا ہے، آپ ہی بتائیں کہ کیا حکم ہوگا، بلکہ سب لوگ کہنے لگے کہ آپ نکاح پڑھیں، یا اجازت دیں۔

احقر نے ان سے ایک تحریر نامہ بھی لیا جس میں چالیس سے زائد لوگوں نے دستخط بھی کئے، پھر مجبور ہو کر بندہ نے نکاح پڑھنے کی اجازت دی، نکاح ہو گیا۔ اب حضرت والا سے گزارش ہے کہ احقر کے حق میں شرعی حکم کیا ہے؟ اور مذکورہ جملہ کا شرعی حکم کیا ہے؟ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہمارے عرف میں جب شوہر اپنی بیوی کے حق میں کہتا ہے کہ ''میں اسے چھوڑ رہا ہوں'' تو عامۃً اس سے مراد یہی ہوتی ہے کہ میں اسے طلاق دے رہا ہوں، لہٰذا اس لفظ سے بلا نیت بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور تین دفعہ کہنے سے طلاقِ مغلظہ واقع ہو جاتی ہے (۱)، پھر بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح جائز نہیں ہوتا، جو نکاح دوبارہ

---

(۱) "إذا قال الرجل لامرأته ''بہشتم ترا از زنی'' فاعلم بأن هذه اللفظة استعملها أهل خراسان و أهل عراق في الطلاق، و أنها صريحة عند أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ، حتى كان الواقع بها رجعياً، و يقع بدون =

کیا جائے حلالہ سے قبل وہ شرعی نکاح نہیں، ان دونوں کے درمیان جدائی لازم ہے۔ مسئلہ معلوم ہونے کے باوجود جس نے نکاح پڑھا اور جو لوگ اس نکاح میں شریک ہوئے، یا اس سے راضی ہوئے وہ سب گنہ گار ہیں، سب کو توبہ لازم ہے، ایمان کسی کا سلب نہیں ہوا، اللہ تعالیٰ سب کا ایمان باقی رکھے اور قوی فرمائے۔ باقی آپ کا مسئلہ بہت الجھ گیا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے بہتر مخرج پیدا فرمائے اور آئندہ کو محفوظ فرمائے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ لفظ ''میں اسے چھوڑ رہا ہوں'' اس معنی میں ہوتا ہے کہ میں اسے چھوڑنے کا ارادہ کر رہا ہوں، اس لفظ سے طلاق نہیں ہوتی، پھر دوبارہ نکاح اور حلالہ کی بحث بھی پیدا نہیں ہوتی۔ اسی طرح اگر یہ لفظ کسی مقام پر طلاق کے لئے بولا ہی نہیں جاتا ہو تو وہاں بھی یہ حکم نہیں ہوگا جو شروع جواب میں لکھا تھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۱/۱۴۰۶ھ۔

= النية. و في الخلاصة: و به أخذ الفقيه أبو الليث. و في التفريد، و عليه الفتوىٰ، كذا في تاتارخانية. وإذا قال: ''بہشتم ترا'' و لم يقل: ''اززنی'' فإن كان في حالة غضب، و مذاكرة الطلاق، فواحدةً يملك الرجعة. وإن نوى بائناً أو ثلاثاً فهو كما نوى. و قول محمد رحمه الله تعالىٰ في هذا كقول أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ كذا في المحيط.

ولو قال الرجل لامرأته: ''ترا چنگ باز داشتم، او بہشتم، او یله کردم ترا، او پائی کشاده کردم ترا'' فهذا كله تفسير قوله: طلقتك عرفاً، حتى يكون رجعياً، و يقع بدون النية، كذا في الخلاصة. و كان الشيخ الإمام ظهير الدين المرغيناني يفتي في قوله: ''بہشتم'' بالوقوع بلانية، و يكون الواقع رجعياً''. (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۹، كتاب الطلاق، الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسية، رشيديه)

''بخلاف فارسية (قوله: سرحتك) وهو ''رہا کردم'': لأنه صار صريحاً في العرف على ما صرح به نجم الزاهدي الخوارزمي في شرح القدوري .... فإن سرحتك كناية، لكنه في عرف الفرس غلب استعماله في الصريح، فإذا قال: ''رہا کردم'' أي: سرحتك، يقع به الرجعي مع أن أصله كناية أيضاً، و ما ذاك إلا لأنه غلب في عرف الفرس استعماله في الطلاق، و قدم أن الصريح ما لم يستعمل إلا في الطلاق من أيّ لغة كانت .... وأما إذا تعورف استعماله في مجرد الطلاق لا بقيد كونه بائناً، يتعين وقوع الرجعي، كما في فارسية سرحتك''. (رد المحتار: ۳/۲۹۹، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

گالی کے طور پر ''طلاقن'' کہنا

سوال[۵۹۸۶] : زید کی اس کی گھر والی سے ناراضگی چل رہی تھی، گھر والی کھانے کے لئے کہنے کے واسطے سامنے آئی تو زید نے گھر والی سے کہا کہ ''ہٹ جا سامنے سے سات طلاقن''۔ اس لفظ سے زید کی نیت گالی دینے کی تھی، طلاق دینا نہیں تھا۔ اس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس کی بیوی کو پہلے طلاق نہیں دی گئی تھی، اب یہ شخص خود اس کو ''طلاقن'' کہہ رہا ہے تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوگئی، اور ''سات طلاقن'' کہنے سے طلاقِ مغلظہ ہوگئی۔ گالی کی نیت قضاءً معتبر نہیں:

"قال في البحر: ومنه: أي من الصريح: يا طالق، أو يا مطلقة –بالتشديد– ولو قال: أردت الشتم، لم يصدق قضاءً ودُيّن، خلاصة. ولو كان لها زوج طلقها قبل فقال: أردت ذلك الطلاق، صدّق ديانةً باتفاق الروايات وقضاءً في رواية أبي سليمان، وهو حسن، كما في الفتح. وهو الصحيح، كما في الخانية. ولو لم يكن لها زوج، لايصدق. وكذا لو كان لها زوج قد مات، اهـ". ردالمحتار: ۲/۴۳۲(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۵/۹۰ھ۔

گالی کے طور پر لفظ ''طلاق'' کا استعمال

سوال[۵۹۸۷] : زید نے زوجہ کی چند کوتاہیوں کی وجہ سے اشتعال میں آکر لفظ ''طلاق، طلاق، طلاق'' تین مرتبہ کہا، جب غصہ ٹھنڈا ہوا تو زید نے کہا کہ میں نے طلاق کی نیت سے نہیں کہا بلکہ بطورِ دشنام کہا۔ لہٰذا اس صورت میں طلاق ہوگی یا نہیں؟

---

(۱) (ردالمحتار، كتاب الطلاق، مطلب في قول البحر: إن الصريح يحتاج في وقوعه ديانةً إلى النية: ۳/۲۵۱، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق، باب الطلاق: ۲/۳۲۱، إمداديه ملتان)

(وكذا في فتح القدير، باب إيقاع الطلاق: ۴/۷، مصطفى البابي الحلبي مصر)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب بیوی کے حق میں لفظ طلاق تین دفعہ کہا ہے اگر چہ بطورِ دشنام کہا ہو اور طلاق دینے کی نیت نہ ہو تب بھی طلاقِ مغلظہ ہوگئی (۱)، اب بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی بھی گنجائش نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۴/۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۴/۴ھ

طلاق نہ دینے کا عہد کرنے کے بعد پھر طلاق دینا

سوال[۵۹۸۸]: زید نے اپنی زوجہ ہندہ سے حالتِ نکاح میں یہ عہد کیا تھا کہ اگر میں تیرے ساتھ کسی قسم کا دھوکہ کروں تو مجھے خدا اور اس کے سچے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بُعد نصیب ہو۔ اس عہد کے بعد زید کو قرائنِ قویہ سے معلوم ہوا اور پورے وثوق کے ساتھ اس بات کو پہنچا کہ ہندہ خصائلِ رذیلہ میں مبتلا ہوگئی، اس علم کے بعد زید نے اس کو بہت سمجھایا اور بہت کچھ صبر وتحمل سے کام لیا مگر جب کہ بستی والوں نے بھی

---

(۱) "إذا قال لامرأته: أنت طالق، و طالق، و طالق، و لم يعلّقه بالشرط، إن كانت مدخولةً، طلقت ثلاثاً".

(الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۵۵، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، رشيديه)

(و كذا في الفتاویٰ التاتارخانية: ۳/۲۸۶، كتاب الطلاق، تكرار الطلاق و إيقاع العدد، إدارة القرآن كراچی)

(و كذا في الدرالمختار مع ردالمحتار: ۳/۲۹۳، كتاب الطلاق، قبيل باب الكنايات، سعيد)

(۲) "فالحكم الأصلي لمادون الثلاث من الواحدة البائنة والثنتين البائنتين هو نقصان عدد الطلاق وزوال الملك أيضاً، حتى لا يحل له وطؤها إلا بنكاح جديد .... وأما الطلقات الثلاث، فحكمها الأصلي هو زوال الملك وزوال حل المحلية أيضاً حتى لايجوز له نكاحها قبل التزوج بزوج آخر لقوله عزوجل: ﴿فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾". (بدائع الصنائع: ۴/۴۰۳، كتاب الطلاق، فصل في حكم الطلاق البائن، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة: ۴/۹۴، ۹۷، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ التاتار خانية: ۳/۶۰۳، كتاب الطلاق، الفصل الثالث والعشرون، في المسائل المتعلقة بنكاح المحلل، اهـ، إدارة القرآن كراچی)

اس بات کی شہادت دی کہ زید! تیری بیوی کا تعلق نہایت درجہ خراب ہو چکا ہے۔ اور ہندہ نے اپنے خاوند سے کئی مرتبہ کہا کہ مجھے طلاق دیدے، میرا تعلق جس شخص سے ہو چکا ہے، اس سے نکاح کروں گی تو زید نے مجبوراً طلاقِ مغلظہ دیدی۔

اب زید کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے، آیا وہ دھوکہ باز قرار دیا جائے گا اور وہ بُعدِ خداوندی کا مرتکب ہوگا یا نہیں؟ اب ہندہ بہت زور دے رہی ہے نکاحِ ثانی پر اور اس نے حلالہ کے واسطے ایک آدمی کو تیار کر رکھا ہے، مگر زید کا دل اس سے بالکل برداشتہ ہو چکا اور بستی والے بھی بہت زور دے رہے ہیں نکاحِ ثانی پر۔ اب ان سے حلفاً پوچھا جائے کہ ہندہ کے تعلقات واقعی تم نے خراب پائے، اگر خراب پائے تو پھر کیوں زور دیتے ہو اور زید کو جس جگہ اور جس پر شبہ تھا اس نے بھی اقرار کیا کہ میں نے زنا کیا اور میرے سے یہ زنا نہیں چھوٹ سکتا اور یہ ہندہ عورت مجھے چھوڑ نہیں سکتی۔ اور زید کے لئے ایسی صورت میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے اور زید کے لئے ایسی بیوی کی بابت کیا حکم ہے؟ فقط۔ والسلام، ۲۰/صفر/۵۴ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو اس صورت میں زید کو شرعاً دھوکہ باز نہیں کہا جا سکتا اور زید کے ذمہ اس عورت سے دوبارہ حلالہ کے بعد بھی نکاح کرنا واجب نہیں، اس کو اختیار ہے کرے یا نہ کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/صفر/ ۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۲۱/صفر/ ۵۸ھ۔

حالتِ حیض میں طلاق

سوال [۵۹۸۹]: ہمارے یہاں ایک شخص کو آج شادی کئے ہوئے قریب دوسال ہو گئے، ایک بچہ بھی ہو گیا اور آرام سے زندگی بسر کرتے رہے۔ ایک روز زید کی بیوی بیماری کی حالت میں رو رہی تھی، زید نے بیوی سے رونے کی وجہ پوچھی، بیوی نے کوئی وجہ نہ بتائی تو زید نے بیوی کو مارنا شروع کر دیا اور اس غصہ کی حالت میں زبان سے تین دفعہ طلاق دے دی اور زید کی بیوی اس وقت حیض کی حالت میں ہی تھی۔ اب زید اس بیوی کو واپس لانا چاہتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

تین طلاق کے بعد بغیر حلالہ اس کو رکھنے کا حق نہیں (۱) یعنی اس طلاق کے بعد عدت تین حیض مستقل گزار کر دوسرے شخص سے نکاح ہو اور ہمبستری کرنے کے بعد اگر مرجائے یا طلاق دیدے تو اس کی عدت ختم ہونے پر اس تین طلاق دینے والے زید سے دوبارہ نکاح ہو سکے گا، اس سے پہلے کوئی صورت نہیں۔ حالتِ حیض میں طلاق دینا منع ہے، تاہم اگر کوئی حالتِ حیض میں طلاق دیدے تو وہ واقع ہو جائے گی (۲)۔ جس حیض میں

---

(۱) "وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة أو ثنتين في الأمَة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، و يدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها". (الفتاوى التاتارخانية: ۶۰۳/۳ كتاب الطلاق، الفصل الثالث والعشرون في المسائل المتعلقة بنكاح المحلل و ما يتصل به، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچی)

"فالحكم الأصلي لمادون الثلاث من الواحدة البائنة والثنتين البائنتين هو نقصان عدد الطلاق، و زوال الملك أيضاً، حتى لا يحل له وطؤها إلا بنكاح جديد .... و أما الطلقات الثلاث، فحكمها الأصلي هو زوال الملك، و زوال حل المحلية أيضاً، حتى لا يجوز له نكاحها قبل التزوج بزوج آخر لقوله عزوجل: ﴿فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ (بدائع الصنائع: ۴/۴۰۳، كتاب الطلاق، فصل في حكم الطلاق البائن، دارالكتب العلمية بيروت)

"و ينكح مبانته في العدة و بعدها لا المبانة بالثلاث لو حرةً، وبالثنتين لو أمةً، حتى يطأها غيره و لو مراهقاً بنكاح صحيح و تمضي عدته". (البحر الرائق: ۴/۹۴، ۹۷ كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(۲) "وإذا طلق الرجل امرأته في حالة الحيض، وقع الطلاق؛ لأن النهي عنه لمعنىً في غيره، و هو ما ذكرنا، فلا ينعدم مشروعيته، الخ". (الهداية: ۳۵۷/۲، كتاب الطلاق، شركة علمية، ملتان)

"والبدعي من حيث الوقت أن يطلق المدخول بها و هي من ذوات الأقراء في حالة الحيض أو في طهر جامعها فيه، وكان الطلاق واقعاً". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۴۹/۱، كتاب الطلاق، رشيديه)

"ثم البدعة في الوقت يختلف فيها المدخول بها و غير المدخول بها، فيكره أن يطلق المدخول بها في حالة الحيض.......... وأما حكم طلاق البدعة، فهو أنه واقع عند عامة العلماء، و قال بعض الناس: إنه لا يقع، وهو مذهب الشيعة أيضاً". (بدائع الصنائع: ۴/۲۰۵، ۲۰۶، كتاب الطلاق، =

طلاق دی ہے، وہ عدت میں شمار نہیں ہوگا، اس کے بعد تین حیض مستقل لازم ہوں گے(۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۸۵ھ۔

الفاظِ طلاق عربی میں کہلوانا، جن کے معانی کو نہ جانتا ہو

سوال[۵۹۹۰]: ایک شخص نے کسی آدمی سے یہ الفاظ کہلوائے:

"أطلّق زوجی طلقاً واحداً أو ثانیاً أو ثالثاً"۔ لیکن ان الفاظ کے معانی اس کو معلوم نہیں، پھر معانی بتلا دیئے گئے، تو پھر اس نے ان الفاظ کو کہا اور اس کی نیت طلاق دینے کی نہیں تھی۔ تو کیا اس صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ شخص ان الفاظ کا ترجمہ نہیں جانتا، مگر یہ جانتا ہے کہ ان الفاظ سے طلاق دی جاتی ہے تو اس صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی۔ لیکن جب اس کو معنی بھی بتلا دیئے گئے اور جان کر سمجھ کر پھر یہ الفاظ کہے تو اب وقوعِ طلاق میں کیا شبہ ہے، نیت کی حاجت نہیں (۲)۔ ہاں! اگر بالکل محلِ استعمال اور معنیٰ سب سے ہی ناواقف ہو، کچھ خبر ہی نہ ہو تو پھر طلاق نہیں ہوگی (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۴/۹۵ھ۔

= فصل فی طلاق البدعة، بیروت)

(۱)"وإذا طلق امرأته فی حالة الحیض، کان علیها الاعتداد بثلاث حیض کوامل، ولا تحتسب هذه الحیضة من العدة". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۵۲۷، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدة، رشیدیه)

(۲) "ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو عبداً أو مکرهاً أو هازلاً أو سفیهاً أو سکران أو أخرس أو مخطئاً". (الدرالمختار، کتاب الطلاق: ۳/۲۳۵-۲۴۱، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، فصل فیمن یقع طلاقه وفیمن لایقع طلاقه: ۱/۳۵۳، رشیدیه)

(وکذا فی النهر الفائق، کتاب الطلاق: ۲/۳۱۶، إمدادیه ملتان)

(۳) "وإذا قال الرجل لامرأته: أنت طالق ولایعلم معنی قوله: أنت طالق، فإنه یقع الطلاق. وإذا قال =

مغرور ضدی عورت کو طلاق

سوال[۵۹۹۱]: تقریباً دو ماہ کا عرصہ ہوا میری بیوی اپنے سگے چچا کے ساتھ میری بغیر مرضی کے اپنے میکہ چلی گئی جہاں پر اس کو اپنے خالہ زاد بھائی کی شادی میں شرکت کرنی تھی۔ چلتے وقت اس سے میں نے یہ کہا تھا: ''دیکھو! تم میری بغیر اجازت کے اپنے گھر جارہی ہو، تمہارا یہ فعل شریعت کے خلاف ہے، لیکن پھر بھی شوہر ہونے کے ناطہ میں تم کو یہ سمجھائے دیتا ہوں کہ جہاں پر تم جارہی ہو، وہ ایک شادی کا گھر ہے، ہنگامۂ شادی میں بے پردگی اور بے حیائی کا زیادہ دَور دَورہ رہتا ہے، بے حیائی اور بے پردگی سے پرہیز رکھنا اور میں تم کو اس بات کی سخت تاکید کرتا ہوں کہ تم وہاں جا کر کبھی اپنے خالہ زاد بھائی کے سامنے ہرگز مت آنا اور اگر تم نے میری بات کی خلاف ورزی کی تو میں تم کو چھوڑ دوں گا''۔

میری یہ باتیں سُن کر اس نے مجھے یقین دلاتے ہوئے کہا کہ اگر تم مجھے میرے خالہ زاد بھائی کے سامنے آنے سے روکتے ہو تو میں اس کے سامنے کبھی نہیں آؤں گی اور میں قسم کھاتی ہوں کہ اگر میں تمہارے اس حکم کی خلاف ورزی کروں تو خدا کے دین وایمان سے پھر جاؤں۔ اتنا کہہ کر وہ اپنے میکہ چلی گئی۔ لیکن مجھے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ اس نے اپنے میکہ جا کر میری ہر بات کی خلاف ورزی کی ہے۔

میری بیوی ایک مالدار گھرانہ کی اکلوتی، مغرور اور ضدی لڑکی ہے۔ مختصر پڑھی ہونے کے علاوہ صوم وصلوۃ کی بھی پابند ہے۔ میں ایک غریب مگر تعلیم یافتہ نوجوان ہوں، میرے ایک چار ماہ کا لڑکا بھی ہے جو اپنی ماں کے ہمراہ ہے۔ اگر حدیث شریف مجھے اپنی بیوی سے قطعِ تعلق کرنے کی اجازت دے دے تو کیا میں اپنے لڑکے کو فوری طور پر اپنے پاس رکھ سکتا ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ نے لکھا ہے کہ ''وہ مغرور اور ضدی لڑکی ہے''۔ مگر آپ کے منع کرنے پر اس نے پختہ وعدہ کیا اور

= لامرأته: أنت طالق، ولايعلم أن هذا القول طلاق، طلقت في القضاء ولاتطلق فيما بينه وبين الله تعالىٰ، هكذا في الذخيرة". (الفتاوىٰ العالمكيرية، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لايقع طلاقه: ۳۵۳/۲، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الطلاق: ۲۴۱/۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ البزازية، مسائل الإيقاع بلا قصد وإضافته: ۱۷۹/۱، رشيديه)

سخت قسم بھی کھائی۔اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ فرماں بردار ہے،مغرور اور ضدی نہیں،ہوسکتا ہے کہ قسم بھول گئی ہو۔آپ اس کو نرمی سے بار بار نصیحت کرتے رہیں،امید ہے کہ اصلاح ہوجائے گی اور آپ کا گھر آباد رہے گا۔ طلاق دینے اور تعلق ختم کردینے کی صورت میں ہوسکتا ہے کہ آپ کو بھی دشواری پیش آئے۔دوسری شادی جلدی نہ ہوسکے،اور دوسری کہیں اس سے زیادہ پریشان کن نہ آئے،اس لئے ابھی تعلق ختم نہ کریں۔

بچہ کی پرورش کا حق بچہ کی ماں کو ہے(۱)،نفقہ آپ کے ذمہ ہے(۲)،اگر خدانخواستہ آپ نے طلاق دے دی تب بھی بچہ کو فوری طور پر آپ اس سے نہیں لے سکتے،بلکہ وہ چھ سات سال کی عمر تک ماں ہی کے پاس رہے گا،جب کہ ماں کسی ایسے شخص سے نکاح نہ کرے جو بچے کے حق میں غیر ذی رحم محرم ہو(۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ،دارالعلوم دیوبند،۱۱/۹/۹۵ھ۔

---

(۱) "أحق الناس بحضانة الصغير حال قيام النكاح أو بعد الفرقة الأمُّ، إلا أن تكون مرتدةً أو فاجرةً غير مأمونة". (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب السادس عشر في الحضانة: ۱/۵۴۱، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، باب الحضانة: ۳/۵۵۵، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق، باب الحضانة: ۲/۵۰۰، رشيديه)

(۲) "نفقه الأولاد الصغار على الأب، لايشاركه فيها أحدٌ". (الفتاویٰ العالمكيرية، الفصل الرابع في نفقة الأولاد: ۱/۵۶۰، رشيديه)

(وكذا في فتاویٰ قاضي خان على هامش الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۴۴۵، فصل في نفقة الأولاد،رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار: ۳/۶۱۲، باب النفقة، مطلب: الصغير والمكتسب نفقة في كسبه لاعلى أبيه، سعيد)

(۳) "ويشترط في الحاضنة أن تكون حرةً بالغةً عاقلةً أمينةً قادرةً، وأن تخلو من زوج أجنبي".

(ردالمحتار، باب الحضانة: ۳/۵۵۵، مطلب: شروط الحضانة، سعيد)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاویٰ العالمكيرية: ۴/۱۶۹، التاسع عشر في النفقات، مسائل الحضانة، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۵۴۱، الباب السادس عشر في الحضانة، رشيديه)

گونگے کی طلاق

سوال[۵۹۹۲]: کسی نابالغ لڑکی کا نکاح اس کے والدین نے گونگے مرد کے ساتھ کردیا، یہی لڑکی بلوغت کے بعد اپنے شوہر کے یہاں جانے سے انکار کررہی ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ گونگا طلاق کس طرح دے گا؟ اگر وہ گونگا طلاق دینے سے انکار کردے تو کیا کیا جائے، یا طلاق دینے کے لئے کسی بھی طرح گونگا مرد راضی ہوجائے، یا اس کو اس کے گھر والے اور ذمہ دار حضرات کسی طرح اسے راضی کرلیں تو کیا طلاق میں بھی اشارہ کافی ہوگا، یا طلاق کی کوئی دوسری صورتیں نکل سکتی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اشارہ سے طلاق بھی ہوجائے گی، اگر لکھنا جانتا ہے تو لکھ دے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱/۱۳۹۶ھ۔

عورت کی طرف طلاق کی اضافت

سوال[۵۹۹۳]: زید اپنی خوشدامنہ کے ساتھ سالہ وسمدھی (۲) کے بارہ میں جھگڑا کررہا تھا، جب زید گھر سے باہر نکل آیا تو اس کی خوشدامنہ نے کہا: کیوں لوٹ جارہے ہو؟ تو زید واپس آیا اور اپنی ساس کو خطاب کرکے کہنے لگا: کیا تم طلاق لے لوگی؟ اور اپنی زبان سے ''ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق''، بائن طلاق کہا، پھر کسی وقت جب اس کو کہا گیا کہ تم نے اپنی زوجہ کو طلاق دیدی تو زید کہتا ہے: میں نے طلاق دیتے وقت اپنی زوجہ کو طلاق نہیں دی اور اپنی عورت کا ارادہ نہیں کیا۔

۱......تو کیا اس صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

---

(۱) "ویقع طلاق الأخرس بالإشارة .... ویقع طلاقه بکتابته". (ردالمحتار، مطلب فی الحشیشة والأفیون والبنج: ۳/۲۴۱، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، فصل فیمن یقع طلاقه وفیمن لایقع طلاقه: ۱/۳۵۴، رشیدیه)

(وکذا فی مجمع الأنهر، قبیل باب إیقاع الطلاق: ۱/۳۸۵، مکتبه غفاریه کوئٹه)

(۲) ''سمدھی: دولہا اور دلہن کے باپ آپس میں سمدھی ہوتے ہیں''۔ (فیروز اللغات، ص:۸۰۹)

''سالہ: بیوی کا بھائی''۔ (نور اللغات، ص:۲۷۶)

۲......دوسری بات یہ ہے کہ جب زید کو کہا گیا کہ تم نے اپنی عورت کو طلاق دیدی ہے تو اس وقت زید خاموش رہا، کچھ نہیں کہا۔ اس صورت میں کیا ہوگا؟

۳......دونوں صورت مذکورہ میں دیانت وقضاء کی مداخلت ہے کیا؟

۴......طلاق کے وقوع میں جیسا کہ اضافتِ لفظیہ کی ضرورت ہے ویسا ہی اضافتِ معنویہ کی بھی ضرورت ہے یا نہیں؟

۵......صورت مذکورہ میں کسی قسم کی اضافت پائی جاتی ہے یا نہیں؟

۶......زید کی منکوحہ موجود ہے، لہٰذا محلِ طلاق بھی موجود ہے، باوجود اس کے زید جیسے عاقل بالغ کے قول کو ملغیٰ کہنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱-۶......اگر زید نے زوجہ کو نہ طلاق کا خطاب کیا، نہ اس کا نام لیا، نہ اس کی طرف اشارہ کیا، نہ اس کی طرف ضمیر راجع کی، نہ اس کی کوئی صفت بیان کی، نہ اس کو ندا دی بلکہ خوشدامنہ کو خطاب کر کے الفاظِ مذکورہ ادا کئے ہیں اور اب دریافت کرنے پر کہتا ہے کہ میں نے اپنی زوجہ کو طلاق نہیں دی اور زوجہ کو طلاق دینے کا ارادہ نہیں کیا تو قسم کے ساتھ زید کا قول شرعاً معتبر ہے، یہ قسم کی ضرورت قضاءً ہے دیانۃً نہیں، منکوحہ موجود ہونے کے وقت ہی یہ تفصیل ہے، اگر منکوحہ موجود نہ ہوتی تو کسی تفصیل کی کیا ضرورت تھی، زید کے کلام میں زوجہ کی طرف طلاق کی کسی قسم کی بھی اضافت نہیں، اس لئے دارومدار صرف نیت پر رہے گا:

"لو قال: طالق، فقيل له: من عنيت؟ فقال: امرأتي، طلقت امرأته ....لو قال: امرأة طالق، أو قال: طلقت امرأةً ثلاثاً، و قال: لم أعنِ امرأتي، يصدّق. و يفهم منه أنه لو لم يقل ذلك، تطلق امرأته؛ لأن العادة أن من له امرأة إنما يحلف بطلاقها لا بطلاق غيرها، فقوله: إني حلفت بالطلاق ينصرف إليها ما لم يُرد غيرها؛ لأنه يحتمله كلامه، بخلاف ما لو ذكر اسمها أو اسم أبيها أو أمها أو ولدها ....لا يصدق قضاءً إذا كانت امرأته كما وصف.......... الخطاب من الإضافة المعنوية، وكذا الإشارة نحو: هذه طالق، و كذا نحو امرأتي طالق،

وزینب طالق، اھـ". ردالمحتار بتغیر تقدیماً وتأخیراً: ۲/۷۰۵(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ رمضان المبارک/۶۴ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

عورت کی طرف طلاق کی اضافت

سوال[۵۹۹۴]: زید کا اپنی بیوی ہندہ سے کسی بات پر تکرار ہوا ہے اور زید ہندہ سے اس کے ہٹ کرنے کی بنا پر عورت کو کچھ مارا۔ اس کے بعد ہندہ اس دن تو اپنے گھر میں رہی، مگر آئندہ کل صبح سویرے پوشیدہ طور پر زید کے بھتیجے کے گھر میں چلی گئی، ادھر زید اس کو تلاش کرتا ہوا اس کے بھائی کے گھر میں پا کر وہاں پہونچا اور اپنے گھر چلنے کے لئے کہا، لیکن ہندہ سخت انکار کر کے کہنے لگی کہ گھر کی ضرورتوں کی مجھ کو کچھ پروا نہیں ہے، تمہارے ساتھ میں ہرگز نہیں جاؤں گی۔

اس پر تخویف کی غرض سے زید ایک طلاق کہہ کر کچھ دیر تک ٹھہرا رہا اور ساتھ جانے کا تقاضا کرتا رہا، مگر ہندہ برابر انکار کرتی رہی اور اس کے بھائی نے بھی کچھ نہیں کہا ہے، لہٰذا زید نے نہایت رنجیدہ ہو کر "دو طلاق، تین طلاق دیا" کہہ کر اپنے گھر واپس آگیا۔ اب از روئے شرع اسلام ان الفاظ سے جن میں ہندہ منکوحہ کی طرف نسبت بھی نہیں ہے اور دیدینے کا لفظ بھی نہیں ہے، محض گنتی جیسے الفاظ ہیں، کیا اس صورت میں ہندہ پر طلاق ہوگئی ہے یا نہیں؟ اگر واقع ہوئی ہے تو کتنی واقع ہوئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

طلاق بیوی ہی کو دی جاتی ہے، کسی غیر کو نہیں دی جاتی۔ بیوی سے جھگڑا تکرار ہوا، وہ گھر چھوڑ کر چلی گئی،

---

(۱) (ردالمحتار: ۳/۲۴۸، کتاب الطلاق، مطلب: سن بوش، سعید)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۵۸، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، رشيديه)

(وكذا في فتاویٰ قاضي خان على هامش الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۴۶۵، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ التاتارخانية: ۳/۲۸۰، نوع في الإيقاع بطريق الإضمار، إدارة القرآن كراچی)

اس کو لینے کے لئے شوہر گیا اور ساتھ چلنے کا تقاضہ کیا، بیوی نہیں گئی، اس پر ایک طلاق کہا، پھر رک کر تقاضا کیا کہ شاید ایک طلاق کے بعد مان جائے وہ نہیں مانی، پھر دو طلاق تین طلاق کہہ کر واپس چلا گیا، اس کا کھلا مطلب یہی ہے کہ بیوی کو طلاق دے کر آیا ہے اگر چہ بیوی کا نام لیکر نہیں کہا اور ''دیدی'' کا لفظ بھی نہیں کہا، اس سے گفتگو اور خطاب اور ساتھ چلنے پر اصرار اور اس کے نہ ماننے پر طلاق، یہ سب کچھ اس کی نسبت کے لئے کافی ہے۔

قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "لا يلزم كون الإضافة صريحةً في كلامه، كمافي البحر: لو قال: طالق، فقيل له: من عنيت؟ فقال: امرأتي، طلقت امرأته، اهـ. ويؤيده ما في البحر لو قال: امرأة طالق، أو قال: طلقت امرأةً ثلاثاً، وقال: لم أعن امرأتي يصدّق، اهـ. ويفهم منه أنه لو لم يقل ذلك، تطلق امرأته؛ لأن العادة أن من له امرأة إنما يحلف بطلاقها لا بطلاق غيرها، اهـ". ردالمحتار: ۲/۴۲۹، ۴۳۰(۱)۔

لہٰذا طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی گنجائش نہیں رہی (۲)، لقوله تعالىٰ:

---

(۱) (رد المحتار: ۳/۲۴۸، كتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۶۵، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۴۴۳، كتاب الطلاق، باب الطلاق، رشيديه)

(۲) "وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة أو ثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، و يدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها". (الفتاوى التاتارخانية: ۳/۲۰۳ كتاب الطلاق، الفصل الثالث والعشرون في المسائل المتعلقة بنكاح المحلل و ما يتصل به، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچی)

"فالحكم الأصلي لمادون الثلاث من الواحدة البائنة والثنتين البائنتين هو نقصان عدد الطلاق، و زوال الملك أيضاً، حتى لا يحل له وطؤها إلا بنكاح جديد .... و أما الطلقات الثلاث، فحكمها الأصلي هو زوال الملك، و زوال حل المحلية أيضاً، حتى لا يجوز له نكاحها قبل التزوج بزوج آخر لقوله عزوجل: ﴿فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ (بدائع الصنائع: ۴/۴۰۳ كتاب الطلاق، فصل في حكم الطلاق البائن، دارالكتب العلمية بيروت)

"و ينكح مبانته في العدة و بعدها لا المبانة بالثلاث لو حرةً، وبالثنتين لو أمةً، حتى يطأها غيره =

﴿الطلاق مرتان﴾ إلى قوله: ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ الآية(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۴/۹۰ھ۔

عورت کی طرف طلاق کی نسبت

سوال[۵۹۹۵]: زید نے اپنی والدہ کے ساتھ جھگڑا فساد کیا، اتنے میں اس کی والدہ نے کہا کہ اس وجہ سے تیری بیوی مجھ سے بے پروائی سے پیش آتی ہے تو زید نے کہا کہ ''اس کو چھوڑوں گا'' اور تاکید تحلف کی اور چلا گیا اور گھر میں جا کر بھاگ جانے کے ارادہ سے گٹھڑی وغیرہ تیار کر کے برآمدہ میں آ کر کہا'' آگے دو طلاق دیا تھا، اب ایک دیا''۔ چار سال سے زائد ہوئے کہ زید اپنی منکوحہ کو دو طلاق دے کر رجعت کر لیا۔ کیا اس صورت مسئولہ میں زید کی بیوی پر تین طلاق پڑ گئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید کی ایک بیوی ہے جس کو پہلے دو طلاق دے چکا ہے تو صورت مسئولہ میں بلا تأمل تین طلاق واقع ہو کر مغلظہ ہو گئی:"و لو قال لها: "دادمت یک طلاق" وسكت، ثم قال: "دو طلاق وسه طلاق" وقع الثلاث. و لو قال: تُرا یک طلاق" ثم قال "دو" وقع الثلث. ولو قال: "دو" بعد الواو، إن نوى العطف وقع الثلث، وإن لم ينو يقع واحدة". كذا في الخلاصة: ۱/۳۸۰(۲)۔

دیکھئے یہاں کافی سکوت کے بعد صرف لفظ ''دو'' کہا ہے، نہ اس کے معدود کو ذکر کیا اور نہ عورت کی جانب صراحۃً اضافت کیا، مگر اس سے طلاق واقع ہو گئی، اسی طرح صورت مسئولہ میں زید کے الفاظ'' آگے دو

= و لو مراهقاً بنكاح صحيح و تمضى عدته". (البحر الرائق: ۹۴/۴، ۹۷ كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(۱) (سورة البقرة: ۲۲۹، ۲۳۰)

(۲) (خلاصة الفتاوى: ۸٦/۲، كتاب الطلاق، جنس آخر في العدد، سهيل اكيڈمی لاهور)

(و كذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۵۹/۱، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، رشيديه)

(و كذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۳۰۰/۳، نوع آخر في إلحاق العدد بالإيقاع، إدارة القرآن كراچی)

طلاق دیا تھا'' اور ''اب ایک طلاق دیا'' اس سے تیسری طلاق واقع ہوجائے گی۔ وقوع طلاق کے لئے اضافت ضروری ہے، مگر اس کا صراحۃً ہونا ضروری نہیں بلکہ محض نیت ہی کافی ہوتی ہے:

"ولا يلزم كون الإضافة صريحةً في كلامه، كما في البحر: لو قال: طالق، فقيل له: من عنيت؟ فقال: امرأتي، طلقت امرأته. اهـ". شامي: ٢/٦٦٣(١)۔

عادت اور عرف یہ ہے کہ آدمی اپنی ہی بیوی کو طلاق دیا کرتا ہے، لہذا جب تک دوسرا محمل متعین نہ ہوجائے اس کی بیوی ہی پر طلاق واقع ہوگی: "ويؤيده ما في البحر: لو قال: امرأةٌ طالق، أو قال: طلقت امرأةً ثلاثاً، و قال: لم أعن امرأتي، يصدق. ويفهم منه أنه لو لم يقل ذلك، تطلق امرأته؛ لأن العادة أن مَن له امرأةٌ إنما يحلف بطلاقها لا بطلاق غيرها، فقوله: إني حلفت بالطلاق، ينصرف إليها ما لم يُرد غيرها؛ لأنه يحتمله كلامه، اهـ". شامي: ٤/٦٦٤(٢)۔

اس عبارت سے درمختار کے جزئیہ: "لو قال: إن خرجت يقع الطلاق، أو لا تخرجي إلا بإذني، فإني حلفت بالطلاق، فخرجت، لم يقع لتركه الإضافة إليها" (٣) کا محمل بھی معلوم ہوگیا جب کہ زید نے اولاً دو طلاق دی اور اب ان کو ذکر کرکے تیسری دے رہا ہے تو یہ بھی مذاکرۂ طلاق ہوگیا: "(قوله: وهي حالة مذاكرة الطلاق) أشار به إلى ما في النهر: من أن دلالة الحال نعم دلالة المقال، قال: و علىٰ هذا فتفسر المذاكرة بسؤال الطلاق، أو تقديم الإيقاع كما في اعتدي ثلاثاً، وقال قبله: المذاكرة أن تسأله هي أو أجنبي الطلاق، اهـ" شامي: ٢/٧١٠(٤)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/ ربیع الاول/ ٦٠ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف، ۱۴/ ربیع الاول/ ٦٠ھ۔

---

(۱) (رد المحتار: ۳/۲۴۸، كتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

(۲) (ردالمحتار، المصدرالسابق)

(و كذافي فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴٦۵، كتاب الطلاق، رشيديه)

(و كذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۵۸، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، رشيديه)

(۳) (رد المحتار: ۳/۲۴۸، كتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

(۴) (الدرالمختار مع رد المحتار: ۳/۲۹۷، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

دو بیویوں کی موجودگی میں بلا تعیین واشارہ الفاظِ طلاق کہنے کا حکم

سوال[۵۹۹۶]: محمد عبدالحق نے اپنی دونوں بیویوں کے ساتھ جھگڑا کر کے ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق بائن دے دیا، لیکن کسی عورت کا نام نہ لیا، اشارہ بھی نہ کیا۔ گواہ نے جو عبدالحق نے کہا، وہ سنا۔ اب شریعت کا حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر جھگڑا دونوں سے تھا تو دونوں کو طلاقِ مغلظہ ہوگئی، دونوں کو علیحدہ کر دے۔ اگر ایسا نہیں تو عبدالحق سے دریافت کرلیا جائے وہ جس کو متعین کر کے کہے کہ فلاں کو طلاق دی ہے تو اس پر طلاق مانی جائے گی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

جس نام سے بیوی مشہور ہو، اس نام سے طلاق دینا

سوال[۵۹۹۷]: میں نے اپنی منکوحہ بیوی وحید النساء کو غصہ کی حالت میں یہ جملہ کہہ کر طلاق دیا کہ ''عبدل کی لڑکی ''میرا'' نام کو میں نے طلاق دیا'' تین بار کہا۔ دس منٹ کے بعد پھر اسی غصہ میں تین بار اسی جملہ کو کہہ دیا۔ شادی کے وقت قاضی صاحب نے وحید النساء ولد عبدل کہہ کر نکاح پڑھایا تھا، مگر ہمارے گھر میں ''میرا'' کے نام سے مشہور ہے، میکہ میں ''میرا'' کے نام سے مشہور ہے۔ تو طلاق میں نے ''میرا'' کے نام سے دیا۔ اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب وہ ''میرا'' نام سے آپ کے یہاں مشہور ہے اور اسی نام سے آپ نے تین طلاق دی ہے، تو

---

(۱) ''فإن قال: امرأته طالق، وله امرأتان كلتاهما معروفتان، يصرف الطلاق إلى أيّتهما شاء''.
(الفتاویٰ التاتارخانیه، کتاب الطلاق، إيقاع الطلاق بطريق الإضمار وترك الإضافة: ۲۸۱/۳، إدارة القرآن کراچی)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، الفصل الأول في الطلاق الصريح: ۳۵۸/۱، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، باب طلاق غير المدخول بها: ۲۹۰/۳، سعيد)

بلا شبہ طلاقِ مغلظہ ہوگئی (۱)۔اب بغیر حلالہ کے تعلقِ زوجیت رکھنا حرام ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/ ۸/ ۱۳۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/ ۸/ ۹۲ھ۔

بیوی کے ایک عضو کو طلاق دینا

سوال[۵۹۹۸]: بکر اور زینب میں جھگڑا ہوا زینب نے بکر سے کہا کہ اگر مجھ کو گالی دوگے تو میں میکہ چلی جاؤں گی، بکر بہت غصہ ہوا اور زینب سے کہا (جو دو مہینہ کے بچہ کی ماں ہے) ''تیری گانڈ پر طلاق ہے، طلاق ہے، اب چلی جا، تجھ کو طلاق ہوگیا''۔اس وقت زینب طلاق سمجھ کر بکر سے علیحدہ ہوگئی، بکر نے طلاق دیتے وقت کوئی گواہ دیا کہ میں مقرر نہیں کیا۔کیا اس میں مراجعت کی گنجائش ہے؟

---

(۱) "(قال: امرأته طالق ولم يسم، وله امرأة معروفة، طلقت امرأته". (الدرالمختار). "(قوله: ولم يسم) أما لو سماها باسمها، فكذلك بالأولى". (ردالمحتار، كتاب الطلاق، مطلب فيما قال: امرأته طالق وله امرأتان أو أكثر، تطلق واحدة: ۳/ ۲۹۲، سعيد)

"وإن سمى امرأته باسمها وباسم أبيها بأن قال: امرأتي عمرة بنت صبيح بن فلان، أو قال: أمّ هذا الرجل التي في وجهها خال طالقٌ، ولم يكن بها خال، طلقت، كذا في محيط السرخسي". (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب الثاني في إيقاع الطلاق: ۱/ ۳۵۹، رشيديه)

"لو قال: زينب طالق، وامرأته زينب، طلقت امرأته". (فتاویٰ قاضي خان على هامش الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق: ۱/ ۴۵۸، رشيديه)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ (البقرة: ۲۳۰)

"عن عائشة: أن رجلاً طلق امرأته ثلاثاً، فتزوجت، فطلق فسئل النبي -صلى الله تعالى عليه وسلم- أتحل للأول قال: "لا، حتى يذوق عسليتها كما ذاق الأول". (الصحيح للبخاري، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث: ۲/ ۷۹۱، قديمي)

"وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة: ۱/ ۴۷۳، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

شوہر کے پہلے لفظ سے کوئی طلاق نہیں ہوئی، یہ مہمل ہے، دوسرے لفظ کو بھی آپ ہی اگر پہلے ہی لفظ پر مرتب کیا ہے مستقل نہیں کہا تو اس سے بھی طلاق نہیں ہوئی۔ اگر اس دوسرے لفظ ''طلاق ہے'' کو مستقل کہا ہے تو اس سے ایک طلاق رجعی ہوگی۔ پھر تیسرے لفظ ''اب چلی جا، تجھ کو طلاق ہوگیا'' سے بالیقین طلاق ہوگی بشرطیکہ پہلے مہمل لفظ سے یہ سمجھ کر کہ اس سے طلاق ہوگئی اس کو خبر دیا تو، ورنہ اس سے بھی نہیں ہوئی۔

دوسرے اور تیسرے لفظ سے حسبِ تفصیل بالا اگر طلاق ہوگئی ہے تو رجعت کا اختیار حاصل ہے، عدت (تین حیض) گزرنے سے پہلے رجعت کر سکتا ہے (۱) بشرطیکہ ''اب چلی جا'' سے مستقل طلاق کی نیت نہ کی ہو، ورنہ رجعت کا اختیار نہیں: "لا يقع لو أضافه إلى اليد، والرجل، والدبر، والشعر، والأنف، الخ". در مختار (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۹/ ۷/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

بیوی کا نام بدل کر طلاق دینا

سوال [۵۹۹۹]: محمد ظہیر الدین ابن حکیم الدین مرحوم نے اپنی بڑی بیوی کے ساتھ کئی وجوہ کی بنا پر غصہ ہو کر چار آدمیوں کے سامنے یہ بات کہی کہ ''رحیم بخش کی بیٹی جمیلہ کو طلاق دی، رحیم بخش کی بیٹی جمیلہ کو طلاق

(۱) "وتصح إن لم يطلق بائناً، فإن أبانها، فلا. قلت: هي أن لا يكون الطلاق ثلاثاً في الحرة أو ثنتين في الأمة". (تنوير الأبصار مع الدر المختار: ۳/ ۴۰۰، باب الرجعة، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/ ۴۷۰، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة و فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۴/ ۴۲، باب الرجعة، رشيديه)

(۲) (تنوير الأبصار مع الدر المختار: ۳/ ۲۵۶، كتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/ ۳۶۰، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۲/ ۱۵، كتاب الطلاق، مكتبة غفاريه كوئٹه)

دی، رحیم بخش کی بیٹی جمیلہ کو طلاق دی''۔ آگاہ رہیں کہ ظہیر الدین کی بڑی بیوی کا نام عاملہ ہے، لیکن جمیلہ نام لیکر طلاق دی ہے۔

نوٹ: اوران چار اشخاص کا کہنا ہے کہ ظہیر الدین نے جو کچھ کہا ہم وہی بات سنے ہیں، نہ اس سے کم سنے نہ اس سے زیادہ۔ اب گزارش یہ ہے کہ ہمارے یہاں اس مسئلہ میں دو قول ہو گئے: جو لوگ کہتے ہیں کہ طلاق نہیں ہوئی وہ دلیل میں پیش کرتے ہیں کہ فتاویٰ دار العلوم ساتویں جلد، ص: ۳۵، فتویٰ نمبر: ۱۲۸۸، میں مسئلہ ہے کہ: ''نام بدل کر طلاق دینے سے طلاق نہیں ہوتی ہے'' (۱)۔ اور جو لوگ کہتے ہیں کہ طلاق ہوگئی، وہ کہتے ہیں کہ اس نے اپنی زبان سے یہ کہا کہ میری بڑی بیوی اور اس کے ساتھ اس عورت کے والد جو اس کا خسر ہے اس کے نام کے ساتھ کہا ہے، صرف بیوی کا نام بدل جانے سے تو وہ اس کی غیر نہیں ہوتی، یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔

نیز اس کی چھوٹی بیوی کا نام بھی جمیلہ نہیں ہے، اس لئے یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس شخص کے اپنی زبان سے نام بدلنے سے پہلے وہی بڑی بیوی متعین تھی، لہذا اس کی بڑی بیوی ہی پر طلاق واقع ہوگئی۔ اب آپ حضرت سے میری درخواست ہے کہ مع دلائل صحیح جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر خالی نام لے اور وہ بیوی کا نام نہ ہو بلکہ غیر کا نام ہو تو اس سے بیوی پر طلاق نہیں ہوتی (۲)، صورتِ

---

(۱) (فتاویٰ دارر العلوم دیوبند: ۹/ ۷۸، سوال نمبر: ۷۹، عنوان: ''بیوی کا نام بدل کر طلاق دی، نیت طلاق نہیں تھی، دوسرے کو دھوکہ دینا تھا، کیا حکم ہے؟''، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(۲) "وكذا إذا حلفه أن لا يخرج من مصر، فإن خرج، فامرأته عائشة كذا، واسم امرأته فاطمة، لاتطلق إذا خرج". (الفتاویٰ البزازية على هامش الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۱۷۳، كتاب الطلاق، نوع في الإضافة، رشيديه)

"رجل قال: امرأته الحبشية طالق، وامرأته ليست بحبشية، لايقع الطلاق". (فتاویٰ قاضی خان على هامش الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۴۵۳، كتاب الطلاق، رشيديه)

"لو قال: امرأته الحبشية طالق، و لا نية له في طلاق امرأته، وامرأته ليست بحبشية، لا يقع عليها، و على هذا إذا سمى بغير اسمها و لا نية له في طلاق امرأته". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۵۴، كتاب الطلاق، إيقاع الطلاق، رشيديه)

مسئولہ میں شوہر کا جو مقولہ نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ ''رحیم بخش کی بیٹی جمیلہ کو طلاق دی'' اور اس مقولہ پر چار اشخاص کی گواہی پیش کی ہے، اس میں یہ لفظ نہیں ہے ''میری بڑی بیوی''۔ پھر جو حضرات وقوع طلاق کا حکم دیتے ہیں وہ یہ لفظ ''میری بڑی بیوی'' کہاں سے بیان کرتے ہیں، کیا رحیم بخش کی دوسری لڑکی جمیلہ نامی ہے؟ نیز شوہر نے جمیلہ نام لیا، عاملہ نام نہیں لیا جو کہ اصل نام ہے، تو آیا سبقتِ لسانی سے یہ نام زبان سے نکل گیا ہے، یا قصداً نام بدلا ہے اور مقصود یہ ہے کہ طلاق واقع نہ ہو۔

جب عَلَم اور وصف میں تقابل ہو تو عَلَم کو ترجیح ہوتی ہے: "لأنه يدل على الذات، والوصف لا يدل على الذات" (۱)۔ اس ضابطہ کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی بیوی عاملہ پر طلاق واقع نہ ہو، لیکن اگر اپنی بیوی عاملہ کی طرف اشارہ بھی کیا ہے کہ ''رحیم بخش کی اس بیٹی جمیلہ کو طلاق دی'' تو نام بدلنے کے باوجود طلاق ہوگئی، اور تین دفعہ کہنے سے مغلظہ ہوگئی، کیونکہ اشارہ کے وقت تسمیہ کا اعتبار نہیں ہوتا، گویا کہ اس طرح کہا کہ اس کو طلاق دی:

"الأصل أن المسمى إذا كان من جنس المشار إليه، يتعلق العقد بالمشار إليه؛ لأن المسمى موجود في المشار إليه ذاتاً، والوصف يتبعه. وإن كان من خلاف جنسه يتعلق بالمسمى؛ لأن المسمى مثل المشار إليه، و ليس بتابع له، والتسمية أبلغ في التعريف من حيث أنها تعرف الماهية، والإشارة تعرف الذات، اهـ. قال الشارحون: هذا الأصل متفق عليه في النكاح والبيع والإجارة وسائر العقود، اهـ". شامي: ۱/۲۸۵، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة، بحث النية (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۹/۴/۸۹ھ۔

بیوی کا نام بدل کر طلاق دینا

سوال [۲۰۰۰]: ایک شخص اپنی سابقہ بیوی کو رکھ کر دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے اس میں عورت مخطوبہ

(۱) "فإذا اجتمعت الإشارة والتسمية بالبدل الواحد، فإن كان البدل المشار إليه من جنس المسمى ولا يختلفا إلا بالوصف فقط، فالوصف لغو، والإشارة معتبرة". (شرح المجلة: ۱/۴۵، حنفيه كوئٹه)

(۲) (رد المحتار: ۱/۴۲۶، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة، بحث النية، سعيد)

(وكذا في الأشباه والنظائر: ۳/۱۳۰، أحكام الإشارة، إدارة القرآن كراچی)

کی طرف کے لوگوں نے کچھ نہیں کہا، جب لوگوں کولیکر دلہن کے گھر پہونچے اور نکاح پڑھانے کا وقت ہوا تو عورت کے لوگوں نے کہا کہ اگرتم اپنی پہلی بیوی کوطلاق نہ دو گے تو ہم کبھی تمہارے ساتھ بیاہ نہ کرائیں گے، آخر دولہا مارے شرم کے بلانیتِ طلاق اپنی بیوی کا نام بدل کراجنبی کا نام کہکر طلاق دیا، لیکن عورت کے باپ کا نام لیا ہے۔ آیا اس صورت میں عورت مذکورہ پرطلاق ہوئی یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگراجنبی نام لیکر طلاق دی ہے تو اس کی بیوی پرطلاق واقع نہیں ہوئی۔ وقوعِ طلاق کی بیوی کی طرف نسبت واضافت لازم ہے، خواہ نام لیکر ہو، خواہ اشارہ کرکے، خواہ ضمیر راجع کرکے، جب کہ بیوی کا نام نہیں لیا اگر چہ نسبت صحیح بیان کیا ہے تو طلاق نہیں ہوئی۔ نام غلط ہونے کی صورت میں نسبت کی صحت معتبر نہیں ہوتی:

"وفی المحیط: الأصل أنه متی وجدت النسبة، وغیّر اسمها بغیره، لا یقع؛ لأن التعریف لا یحصل بالتسمیة متی بدل اسمها؛ لأن بذلك الاسم تكون امرأةً أجنبيةً. و لو بدل اسمها وأشار إلیها، یقع، اهـ"(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

متعدد بار طلاق

سوال[۶۰۰۱]: ایک عورت مسماۃ جنت بعمر ۲۱/ سال خدا کوحاضروناظر جان کرحلفیہ بیان کرسکتی ہے کہ میں عرصہ تقریباً ساڑھے چار سال ۔سے عبدالرشید کی زوجیت میں ہوں، اس تمام مدت میں میرے خسر تقریباً چھ ماہ تک اپنی حیات میں میرے تمام اخراجات کے کفیل رہے، ان کے انتقال کے بعد میرے شوہر مذکور نے حقوقِ زوجیت مثلاً نان ونفقہ اوررات کا تخلیہ ترک کرکے دوسری بازاری پیشہ عورتوں سے اپنے تعلقات کر لئے، جب کبھی میں نے اور میرے والدین نے اور دوسرے اقرباء نے نان ونفقہ کے لئے کہا تو اس نے صاف طور سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ "میں تجھ کو بالالفاظ طلاق دے چکا، تُو اپنے ماں باپ کے یہاں رہ"۔ اس لئے

---

(۱) (البحر الرائق: ۳/۴۴۳، کتاب الطلاق، باب الطلاق، رشیدیہ)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۳۵۸، الفصل الأول فی الطلاق الصریح، رشیدیہ)

(وکذا فی الفتاویٰ التاتارخانیة: ۳/۲۸۲، إیقاع الطلاق، بطریق الإضمار، إدارة القرآن کراچی)

یہی الفاظِ طلاق ایک وقت میں متعدد مرتبہ خوشی اور غصہ کی حالت میں مجھ سے اور دوسرے سے کہے۔

چونکہ میرے خاوند کی رہائش پیشہ ور عورتوں کے یہاں ہے اور اس کی والدہ بھی پیشہ کرنے لگی ہے، جب کبھی دو چار اشخاص نے اس کو مجبور کیا: تُو اپنی بیوی کو کیوں نہیں لے جاتا ہے تو الفاظِ طلاق دہراتے ہوئے کہا کہ اگر اسے چلنا ہی ہے تو جہاں میں رہتا ہوں وہاں چلی چلے، اب اگر میں اس کے کہنے کے مطابق چلی جاؤں تو میری عصمت کو خطرہ ہے، میں نے اس بیان کی تصدیق کے لئے محلّہ کے دوسرے اشخاص اور برادری کے لوگ موجود ہیں کہ جن کے سامنے عبدالرشید نے کہا کہ "میں اسے -یعنی اپنی بیوی جنت- کو طلاق دے چکا"۔ غرض وہ ہر شخص سے بھی بیان کرتا پھرتا ہے کہ میں نے اسے طلاق دیدی۔

۱......علمائے دین مفتیانِ شرعِ متین میرے لئے شرعی مسئلہ بیان فرمادیں، آیا واقعی طلاق ہوگئی ہے یا نہیں؟

۲......اگر طلاق ہوگئی تو عدت کے دن اس تاریخ سے شمار کرے، یا اس مسئلہ کے معلوم ہونے کے وقت سے؟

۳...... بعد ایام گزرنے عدت کسی دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہوں یا نہیں؟ خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ موجودہ قانون زبانی طلاق کو نہ مانتا ہو، تحریر ہی قابلِ قبول ہو، تحریری طلاق نامہ تو نہیں، البتہ شاہد موجود ہیں۔

۴......اگر طلاق واقع نہیں ہوتی تو انفساخِ نکاح کے لئے ایسی صورت میں جب کہ مسلمان حاکم موجود نہ ہو، یا مسلمان حاکم کے پاس مقدمہ نہ جاوے، غیر مسلم حاکم کے پاس جاوے، ان دونوں صورتوں میں کونسی تدبیر ہے کہ جس سے نکاح فسخ ہوجائے، کیونکہ جب میں اپنے شوہر عبدالرشید کے پاس جاتی ہوں تو خطرہ عظیم ہے کہ جس طرح اس کی والدہ اپنے شوہر کے مرنے پر پیشہ ور ہوگئی ہے، مجھے کسی مقام پر لے جا کر اس فعلِ خراب کے لئے مجبور کرے۔ اور خود کوئی ایسی شکل نہیں کہ جس سے اپنے بچوں کی پرورش کرسکوں۔ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......صورتِ مسئولہ میں شرعاً طلاق واقع ہوگئی (۱)۔

---

(۱) "(ويقع طلاق كل زوج بالغ عاقل) و لو تقديراً (و لو عبداً أو مكرهاً)". (تنوير الأبصار مع الدرالمختار:=

۲......جس تاریخ کو طلاق دی ہے اسی تاریخ سے عدت کے دن شمار کئے جائیں گے(۱)۔

۳......اگر شوہر کو طلاق کا اقرار ہے(۲)، یا کم از کم دو عادل مرد، یا ایک مرد دو عورتیں گواہ موجود ہیں تو بعد عدت دوسری جگہ شرعاً نکاح درست ہے(۳)۔

۴......اگر شوہر طلاق کا انکار کرے اور گواہ بھی نہ ہوں تو حاکم مسلم با اختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش

= ۲۳۵/۳، کتاب الطلاق، سعید)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۲۵۵/۳، كتاب الطلاق، الفصل الثالث في بيان من يقع طلاقه و من لا يقع، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في البحر الرائق: ۴۲۶/۳، كتاب الطلاق، رشيديه)

(۱)"و مبدأ العدة بعد الطلاق، و بعد الموت على الفور، و تنقضي العدة وإن جهلت المرأة بهما: أي بالطلاق والموت؛ لأنها أجل فلا يشترط العلم بمضيه". (تنوير الأبصار مع الدر المختار: ۵۲۰/۳، كتاب الطلاق، باب العدة، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۲۴۳/۴، كتاب الطلاق، باب العدة، رشيديه)

(وكذافي الفتاوىٰ العالمكيرية: ۵۳۲/۱، ۵۳۳، كتاب الطلاق، باب العدة، رشيديه)

(وكذافي فتح القدير: ۳۲۹/۴، كتاب الطلاق، باب العدة، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۴۱۵/۴، كتاب الطلاق، فصل فيما يتعلق بتوابع الطلاق، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲)"و لو أقر بالطلاق كاذباً أو هازلاً، وقع قضاءً لا ديانةً". (رد المحتار: ۲۳۶/۳، كتاب الطلاق، مطلب في الإكراه على التوكيل بالطلاق والنكاح والعتاق، سعيد)

"أن من أقر بطلاق سابق، يكون ذلك إيقاعاً منه في الحال؛ لأن من ضرورة الاستناد الوقوع في الحال، و هو مالك للإيقاع غير مالك للاستناد". (المبسوط للسرخسي: ۱۰۹/۴، باب الطلاق، حبيبيه كوئٹه)

(۳)"وإذا شهد شاهدان على رجل أنه طلق امرأته ثلاثاً، وجحد الزوج والمرأة ذلك، فرق بينهما؛ لأن الشهادة على الطلاق تقبل من غير دعوى". (الفتاوى التاتار خانية: ۵۷۲/۳، كتاب الطلاق، الشهادة والدعوىٰ في الطلاق، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الدر المختار: ۲۳۵/۳، كتاب الرضاع، سعيد)

کرکے باقاعدہ طلاق حاصل کرلی جاوے یا خلع کرلیا جاوے، نکاح فسخ کرنے کے لئے حاکم مسلم کا ہونا شرط ہے اور شوہر سے طلاق دلانے کے لئے یا شوہر کو خلع پر مجبور کرنے کے لئے حاکم کا ہونا شرط نہیں (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح :سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

بار بار طلاق کا حکم

سوال [۶۰۰۲]: میں نے اپنے والدین سے گھر کے متعلق لڑکے اپنی زوجہ کو کہہ دیا کہ تم اپنے گھر اپنے بھانجے کے کپڑے لیجا اور ایک پرچہ نابالغ لڑکے سے لکھوا کر زوجہ کو دیدیا جس کی یہ عبارت ہے:

’’جناب خالو صاحب! تمہاری لڑکی میری طرف سے آزاد ہے، تم کو اختیار ہے مہر کے عوض میرا زیور رکھ لینا، ورنہ واپس کردینا یا روپیہ لے لینا‘‘۔

زوجہ کو رخصت کرکے پردیس میں چلا گیا اور وہاں سے اپنے خسر کو دو خط لکھے کہ میری غلطی معاف کرو، اگر تم اور تمہاری لڑکی راضی ہو تو میں لینے کے لئے آؤں، انہوں نے دو آدمیوں کے ہاتھ اطلاع دی کہ چلے آؤ۔ میں وہاں سے اپنی زوجہ کو لیکر مولانا اشرف علی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر زبانی حالات گذشتہ بیان کئے، حضرت ممدوح دام ظللهم العالی نے ارشاد فرمایا کہ ایک طلاق ہوگئی۔ میری زوجہ نے عرض کیا کہ اس واقعہ سے ۳/ سال قبل میرے شوہر نے مجھے ۲/ طلاق دیدی تھیں، مولانا دام ظلهم نے احقر سے دریافت فرمایا کہ جو عورت کہتی ہے سچ ہے یا نہیں؟ عرض کیا کہ احقر کو یاد نہیں، دوبارہ پھر دریافت فرمایا، عرض کیا کہ یاد نہیں۔ فرمایا کہ میرے گھر کے مسئلے نہیں، اگر ان سب طلاقوں کو جمع کرلیں تو تین طلاق ہوگئیں۔

---

(۱) ’’حضرة السلطان ليست بشرط لجواز الخلع عند عامة العلماء‘‘. (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۴۸۸، كتاب الطلاق، الباب الثامن في الخلع و ما في حكمه، رشيديه)

’’و روى عن الحسن البصري و ابن سيرين: أنه لا يجوز إلا عند السلطان، والصحيح قول العامة، لما روى أن عمر و عثمان و عبد الله بن عمر رضى الله عنهم جوّزوا الخلع بدون السلطان‘‘. (بدائع الصنائع: ۴/۳۱۵، كتاب الطلاق، فصل فيما يرجع إلى المرأة، دارالكتب العلمية بيروت)

میں نے زوجہ کوخسر صاحب کے یہاں پہونچا دیا اور خسر صاحب سے کہہ دیا کہ مولانا ممدوح الشان نے ارشاد فرمایا کہ نکاح ناجائز ہوگیا، تم کسی عالم سے دریافت کرلینا، پس اگر فتوی جواز کا آ گیا تو میں زوجہ کو لیجاؤں گا۔ میری زوجہ کہتی ہے کہ اگر میرا نکاح دوسرے کے ساتھ کردیا تو میں خودکشی کرلوں گی، ۲/طلاق جو زوجہ نے بیان کیں میرے تو یادنہیں لیکن میرے والد کا بیان ہے کہ لڑکے نے کہا ''میں نے طلاق دی'' میں نے لڑکے کے طمانچہ مارا اور کہا ایسا مت کر، اس نے جواب دیا میں تو دوں گا۔ لہذا ملتجی ہوں کہ اس صورت میں نکاح جائز ہے یا نہیں؟

ریلم محلّہ سلمانان مظفرنگر۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شوہر اگر والد اور زوجہ کی دو طلاق کے بارے میں تصدیق کرتا ہے یعنی غالب خیال یہ ہے کہ یہ سچے ہیں تو دونوں طلاقیں واقع ہوگئیں، اگر دونوں صریح ہیں تو ان کے بعد عدت میں رجعت جائز ہے(۱) اور بعد عدت نکاح درست ہے(۲)۔ اگر ایک بائن تھی، دوسری صریح تو رجعت کا اختیار نہیں، البتہ نکاح

(۱) ''إذا طلق الرجل امرأته تطليقةً رجعيةً أو تطليقتن، فله أن يراجعها فى العدة''. (فتح القدير: ۱۵۸/۴، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مصطفىٰ البابى الحلبى، مصر)

''أما الطلاق الرجعي، فالحكم الأصلي له هو نقصان العدد، فأما زوال الملك وحل الوطيء، فليس بحكم أصليٌ له لازمٌ حتى لا يثبت للحال، وإنما يثبت فى الثانى بعد انقضاء العدة، فإن طلقها و لم يراجعها، بل تركها حتى انقضت عدتها، بانت''. (بدائع الصنائع: ۳۸۷/۴، كتاب الطلاق، فصل فى بيان حكم الطلاق، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا فى البحر الرائق: ۴۴۵/۳، كتاب الطلاق، باب الطلاق، رشيديه)

(وكذا فى رد المحتار: ۴۰۰/۳، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(۲) ''و ينكح مبانته بمادون الثلاث فى العدة و بعدها بالإجماع''. (تنوير الأبصار مع الدر المختار: ۴۰۹/۳، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(وكذا فى فتح القدير: ۱۷۶/۴، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، مصطفىٰ البابى الحلبى مصر)

(وكذا فى البحر الرائق: ۹۴/۴، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

درست ہے(۱)۔اگر دونوں بائن تھیں تو ان میں سے ایک ہی واقع ہوئی، دوسری نہیں (۲)، نکاح درست ہے۔

اگر نکاح یا رجعت (حسبِ تفصیل بالا جس کی بھی ضرورت تھی) کرنے کی نوبت نہیں آئی اور عدت گزر گئی، بعد اس کے تیسری طلاق لکھوا کر دی جس کا خود بھی مقر ہے تو یہ واقع نہیں ہوئی، کیونکہ نہ یہ اب منکوحہ ہے نہ معتدہ، لہذا اب نکاح درست ہے، اگر عدت ختم نہیں ہوئی تھی یا پہلی دو طلاق واقع ہو کر نکاح یا رجعت کی نوبت آچکی تھی تو اب تیسری طلاق واقع ہو کر مغلظہ ہوگئی، بلا حلالہ کے نکاح جائز نہیں۔ یہ سب تفصیل مدخولہ کے حق میں ہے، اگر غیر مدخولہ ہے تو وہ پہلی ہی طلاق سے بائن ہوگئی، اس کے بعد دوسری اور تیسری واقع نہیں ہوئی، لہذا نکاح جائز ہے۔

تنبیہ: والد کا بیان جو کہ سوال میں درج ہے اس سے دو طلاق دینا معلوم نہیں ہوتا، بلکہ ایک طلاق دینا معلوم ہوتا ہے اور دوسری کا وعدہ، پس اگر وعدہ کے بعد دوسری طلاق دیدی ہے تو اس کا جواب حسبِ تفصیل بالا ہے۔ اگر وعدہ کے بعد دوسری طلاق نہیں دی تو پھر کسی طرح مغلظہ نہیں ہوئی، لہذا اندریں صورت نکاح بلا حلالہ درست ہے۔

محمود، ۲۹/۵/۵۳ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/ جمادی الاولی/۵۳ھ

عدت میں مکرر طلاق

سوال[۲۰۰۳]: زید نے -تقریباً عرصہ ۴/ ماہ کا ہوا- اپنی زوجہ ہندہ کو بحالتِ غصہ و جھگڑا معاملاتِ

(۱) "فإن كانا حرين، فالحكم الأصلي لما دون الثلاث من الواحدة البائنة والثنتين البائنتين، هو نقصان عدد الطلاق، وزوال الملك أيضاً، حتى لا يحل له وطؤها إلا بنكاح جديد". (بدائع الصنائع: ۴۰۳/۴، كتاب الطلاق، فصل في حكم الطلاق البائن، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۵۱۹/۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، رشيديه)

(۲) "والصريح يلحق الصريح، والبائن يلحق الصريح، لا البائن". (كنز الدقائق: ۵۱۹/۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، دهلى)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۷۷/۱، كتاب الطلاق، باب الكنايات، رشيديه)

(وكذا في التنوير مع الدر المختار: ۳۰۶/۳، ۳۰۸، باب الكنايات، سعيد)

خانگی دومرتبہ یہ الفاظ کہے کہ ''میں تجھ کو طلاق و آزاد کرچکا ہوں''۔ اور اس حالت کے بعد زید نے ان الفاظ کی تصدیق ایک دو شخص سے کی۔ لیکن آج تک ہندہ زید کے گھر موجود وتعلقاتِ زن وشوہر باہم فریقین میں قائم ہیں۔ مسماۃ ہندہ کو طلاق ہوچکی تھی یا نہیں، اگر ہوچکی تو دوبارہ قیامِ رشتہ کی کیا صورت ہے؟

عنایت الٰہی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

لفظ ''آزاد کرچکا'' بمنزلۂ صریح ہے، اس سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے(۱) اور لفظ ''طلاق'' سے بھی رجعی طلاق واقع ہوتی ہے(۲) اور دومرتبہ طلاق دے کر عدت کے اندر رجعت کا اختیار حاصل ہوتا ہے(۳) لہٰذا

---

(۱) "فإذا قال: ''رھا کردم'' أی سرحتک یقع به الرجعی مع أن أصله کناية أيضاً، وما ذلک إلا لأنه غلب في عرف الفرس استعماله في الطلاق". (ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الکنایات: ۲۹۹/۳، سعید)

"ولو قال الرجل لامرته: ''تراچنگ باز داشتم'' أو ''بهشتم'' أو ''یله کردم ترا''.......... فهذا كله تفسير قوله: طلقتک عرفاً حتى يكون رجعيًا، ويقع بدون النية كذا في الخلاصة. وكان الشيخ الإمام ظهير الدين المرغيناني رحمه الله تعالىٰ يفتي في قوله: ''بهشتم'' بالوقوع بلا نية، ويكون الواقع رجعيًا".

(الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الطلاق، الفصل السابع في الطلاق بالفارسية: ۳۷۹/۱، رشیدیه)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الطلاق، الفصل الثاني في الکنایات، أجناس الأول: ۱۸۹/۴، رشیدیه)

(وكذا في خلاصة الفتاویٰ، کتاب الطلاق، الفصل الثاني في الکنایات، جنس آخر: ۹۹/۲، امجد اکیڈمی لاهور)

(۲) "صريحه مالم يستعمل إلا فيه كطلقتک وأنت طالق ومطلقة، ويقع بها واحدة رجعية وإن نوى خلافه أو لم ينو شيئاً". (الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الصریح: ۲۴۷/۳، ۲۴۰، سعید)

(وكذا في الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح: ۳۵۴/۱، رشیدیه)

(وكذا في فتاویٰ قاضي خان على هامش الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الطلاق، الباب الأول، الفصل الأول في صريح الطلاق: ۴۵۲/۱، رشیدیه)

(۳) "وإذا طلق الرجل امرأته تطليقةً رجعيةً أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها رضيت بذلک أو لم=

دومرتبہ طلاق کے بعد جب ایک دوشخص نے اس کی تصدیق کی ہے، اگر اس نے نئی طلاق کی نیت نہیں کی، بلکہ پہلی طلاق کی خبر دی ہے تو عدت کے اندر رجعت کرنا جائز ہے (۱) اور عدت کے بعد نکاح کرنا ہوگا۔

اور اگر نئی طلاق مراد لی ہے تو رجعت و نکاح کرنا جائز نہیں، بلکہ مغلظہ ہوگئی، لہٰذا حلالہ کی ضرورت ہوگی، بشرطیکہ عدت کے اندر نئی طلاق مراد لی ہو (۲) اور اگر بعد عدت نئی طلاق مراد لی ہے تب بھی مغلظہ نہیں ہوئی، بلکہ تجدید نکاح کافی ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/۱۲/۵۲ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۲۹/ ذی الحجہ/ ۵۲ھ۔

= ترض كذا فى الهداية". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس فى الرجعة: ۱/۴۷۰، رشيديه)

(وكذا فى ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۳/۴۰۰، سعيد)

(۱) "ولو قال لامرأته: أنت طالق، فقال له رجل: ماقلت؟ فقال: طلقتها، أوقال: قلت: هى طالق، فهى واحدة فى القضاء، كذا فى البدائع". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثانى فى إيقاع الطلاق، الفصل الأول فى الطلاق الصريح، مطلب: إذا كرر الطلاق على المرأة المدخول بها ونوى الإخبار: ۱/۳۵۵، رشيديه)

(وكذا فى بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل فى شرط النية فى الكناية: ۴/۲۲۴، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها فى العدة وبعد انقضائها. وإن الطلاق ثلاثاً فى الحرة وثنتين فى الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها كذا فى الهداية". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس فى الرجعة الخ، فصل فيما تحل به المطلقة ومايتصل به: ۱/۴۷۲، رشيديه)

(وكذا فى التاتارخانية، كتاب الطلاق، الفصل الثانى والعشرون فى مسائل الرجعة: ۳/۶۰۲، إدارة القرآن كراچى)

(۳) "وأما الذى يرجع إلى المرأة فمنها الملك، أو علقة من علائقه، فلا يصح الطلاق إلا فى الملك، أو فى علقة من علائق الملك، وهى عدة الطلاق". (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل فيما يرجع إلى المرأة فى الطلاق: ۴/۲۷۳، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذا فى فتح القدير، كتاب الطلاق: ۳/۴۶۳، مصطفىٰ البابى الحلبى مصر)

طلاق پر طلاق

سوال[۶۰۰۴]: ایک شخص (زاہد) کی شادی ۱۹۴۹ء میں (زینب) کے ساتھ ہوئی تھی۔ (زینب) کے والدین وغیرہ نے اور خود (زینب) نے بھی کوشش کی کہ (زاہد) کی بہن (فاطمہ) کی شادی (زینب) کے بھائی (خالد) کے ساتھ ہوجائے، چنانچہ (فاطمہ) کی شادی (خالد) کے ساتھ ۵۹ء میں ہوگئی۔ بدقسمتی سے (زینب) کی شادی کے ایک سال بعد یا کچھ مدت کے بعد تلخیاں پیدا ہوگئیں، چنانچہ ۶۱ء کے شروع میں (زاہد) نے اپنی (زینب) کو طلاق دیدی، باپ نے (زاہد) کی خوشامد کی، چنانچہ طلاق کا معاملہ اس وجہ سے چھپالیا گیا، لیکن دل میں خلش باقی رہی۔ بہن (فاطمہ) کو مقام (لام) پر اس کے باپ کے گھر پر بٹھالیا گیا اور ارادہ کرلیا گیا کہ بہن (فاطمہ) کو اس کے شوہر (خالد) کے یہاں نہیں بھیجا جائے گا۔

اس عرصہ میں (زاہد) کا تبادلہ مقام (لام) سے دوسری جگہ پر ہوگیا، اس تبادلہ سے پہلے (زاہد) نے اپنے بچوں کو مع ان کی ماں کے اس کے باپ کے گھر پر بھیجدیا، بدقسمتی سے ۶۲ء، یا ۶۱ء میں (خالد) چھپ کے سے (فاطمہ) کو دوسری جگہ لے گیا جہاں اس کو بہت تکالیف پہونچائی، (زاہد) نے مجبور ہوکر مقام (پ) سے مقام (ش) پر جانا شروع کردیا اور پالیسی کو نرم رکھا، چنانچہ ۶۳ء میں (زاہد) بہن (فاطمہ) کو مقام (پ) پر لے آیا، کئی ماہ (فاطمہ) کا علاج ومعالجہ کرکے اس کو مقام (م) پر بھیجدیا اور اب متفقہ طے کرلیا کہ سوائے طے ہونے کے کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے، چنانچہ (احمد) اور (خالد) وغیرہ ملازم کو مقام (پ) پر لانے سے پہلے یہ کہا تھا کہ ہم (فاطمہ) کو اس کے باپ اور بھائی کے یہاں نہیں بھیجیں گے۔

۶۴ء میں (زاہد) مقام (پ) سے ملازمت چھوڑ کر مقام (م) آگیا اور پھر اپنا پیشہ دوسری جگہ شروع کردیا۔ بعد میں (زاہد) نے بہت سمجھایا کہ وہ اپنے بچوں کو بلالے، چنانچہ بچے اپنی ماں کے ساتھ آگئے۔ دوسرے یہ کہ بہن (فاطمہ) کا معاملہ آسانی سے طے ہوجائے، لیکن آج تک وقت ٹلتا اور گزرتا گیا۔ (زاہد) کے تعلقات (زینب) کے ماموں وغیرہ سے انتہائی کشیدہ اور ناخوشگوار تھے۔ (زینب) نے مقام (ب) آنے سے قبل کہا تھا کہ (عائشہ) کی شادی میں شرکت کرنی ہے، (زاہد) نے اس کو اور بچوں کو شادی میں شرکت کرنے سے منع کیا اور کہا کہ ''اگر (زینب) اس شادی میں گئی تو اس کو پھر طلاق بائن پڑے گی''۔ لیکن (زینب) نے کہا تھا کہ ایک بار طلاق کے بعد دوسری طلاق کا کیا ڈر اور خوف، اور دس طلاقیں بھی مجھے شادی میں

شرکت کرنے سے نہیں روک سکتیں چنانچہ (زینب) نے اس شادی میں مقام (ن) پر شرکت کی۔ (زاہد) نے مصلحت سمجھتے ہوئے کہ (زینب) تو پہلے ہی سے مطلقہ ہے، خاموش رہا، تاکہ بہن (فاطمہ) کا معاملہ مزید الجھن میں نہ پڑے۔

اس کے بعد چونکہ (احمد) وغیرہ کو وقت اور موقع مل گیا تھا اور خلاف رویہ شروع کر دیا اور (زاہد) سے کہا کہ تم ہماری لڑکی (زینب) کو رکھو اور ہم تمہاری بہن (فاطمہ) کو رکھیں گے۔ اس پر (زاہد) تیار نہ ہوا اور (زاہد) نے کہا کہ بہن (فاطمہ) کا معاملہ اس کے مہر اور جہیز دیکر طے کرو، آپ کی لڑکی (زینب) کا معاملہ بدستور رکھا جائے گا اور موقع ملنے پر حلالہ کر دیا جائے گا، لیکن (احمد) تیار نہ ہوا، چونکہ مہر جہیز دینا پڑتا ہے۔ اس عرصہ میں غالباً ۶۷ء میں (احمد) مقام (ب) سے (فاطمہ) کی لڑکی عمر ۵/ یا ۶/ سال کو دھوکہ سے مقام (ش) لے گئے اور آج تک اپنے وعدہ پر نہیں بھیجا جس کی وجہ سے اس عرصے میں لڑکی کے معاملہ پر معاملہ بڑھا اور (احمد) کا لڑکا (اکرم) اپنی (زینب) اور بچوں کو بہانہ سے ۲۲/ ستمبر/ ۶۸ء کو لے گیا اور (زینب) باوجود سخت ہدایتوں کے اور طلاق کے ڈراوے کے پھر ۲۲/ ستمبر/ ۶۸ء کو مقام (ن) گئی اور وہاں سے مقام (س) پہونچ گئی۔

اب سوال یہ ہے کہ:

۱......کیا (زینب) کو طلاق ہوگئی؟

۲......اور کیا (زاہد) کلمۂ طلاق کے بعد (زینب) کو اپنے گھر میں رکھ سکتا ہے؟ خواہ کسی وجہ سے ہو، اور (زاہد) کس حد تک مرتکب گناہ ہے؟ اور اس پر کیا کفارہ ہے؟

۳......اب حلالہ کی کیا صورت ہے اور کیا شرائط ہیں؟ کیا بہن (فاطمہ) کو مندرجہ بالا حالات میں بذریعۂ طلاق الگ کرالینا ہی مناسب ہے جب کہ (فاطمہ) کا شوہر (خالد) اول درجہ کا زانی اور نا کارہ ہے اور مذہباً خیالات میں بھی اور اعمال میں بھی بریلوی ہے؟ اگر (فاطمہ) کا معاملہ بذریعۂ طلاق طے نہ کیا گیا تو اس کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی، کیا طلاق کی صورت میں (فاطمہ) اپنا مہر اور اپنا سامان جہیز واپس لینے کی مستحق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۶۰ء کے آخر، یا ۶۱ء کے شروع میں جب (زاہد) نے (زینب) کو طلاق دی تو اسی وقت طلاق ہوگئی

تھی، اس کے بعد اگر عدت (تین حیض) گزرنے سے پہلے رجعت کرلی تھی تو وہ رجعت صحیح ہوگئی تھی اور نکاح بدستور قائم تھا (۱)۔ پھر جب (عائشہ) کی شادی میں شرکت کرنے پر طلاقِ بائن کو معلق کیا اور (زینب) نے شادی میں شرکت کی، تو اس شرکت کے وقت دوسری طلاقِ بائن ہوگئی (۲)۔

پوری تحریر میں یہی دو طلاقیں مذکور ہیں: پہلی طلاق سے تو رجعت ہو ہی چکی تھی، دوسری طلاق میں رجعت کا اختیار نہیں، البتہ طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح درست ہوسکتا ہے (۳)، حلالہ کی ضرورت نہیں، پہلی طلاق سے رجعت کرنے کے بعد تعلق کا قائم رکھنا درست رہا، دوسری طلاق بائن کے بعد (شادی میں

---

(۱) "إذا طلق الرجل امرأته تطليقةً رجعيةً أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۰، كتاب الطلاق، باب الرجعة، رشيديه)

(وكذا في البحرالرائق: ۴/۸۳، كتاب الطلاق، باب الرجعة، رشيديه)

(وكذافي الهداية: ۲/۳۹۴، كتاب الطلاق، باب الرجعة، رشيديه)

(وكذافي اللباب في شرح الكتاب: ۲/۱۸۰، كتاب الرجعة، قديمي)

(۲) "إنما يصح في الملك كقوله لمنكوحته: إن زُرت فأنت طالق، أو مضافاً إليه .... فيقع بعده: أي يقع الطلاق بعد وجود الشرط في المسئلتين". (البحر الرائق: ۴/۵، ۱۳، كتاب الطلاق، باب التعليق، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ التاتارخانية: ۳/۵۰۲، كتاب الطلاق، فصل في الأيمان بالطلاق، إدارة القرآن، كراچی)

(وكذا في الدرالمختار: ۳/۳۴۴، كتاب الطلاق، باب التعليق، سعيد)

(۳) "وينكح مبانته بما دون الثلاث في العدة و بعدها بالإجماع". (الدرالمختار: ۳/۴۰۹، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۴/۹۴، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذافي النهر الفائق: ۲/۴۲۰، كتاب الطلاق، فصل فيماتحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذافي فتح القدير: ۴/۱۷۶، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، مصطفیٰ البابي الحلبي مصر)

(وكذا في التاتارخانية: ۳/۶۰۳، الفصل الثالث والعشرون في المسائل المتعلقة بنكاح المحلل ومايتصل به، إدارة القرآن كراچی)

شرکت کرنے پر) تعلق قائم رکھنا جائز نہیں تھا، یہ سخت معصیت ہوئی، اس سے توبہ اور استغفار ضروری ہے، جب تک دوبارہ نکاح نہ ہوجائے ہرگز آپس میں ملنے نہ پائیں، بالکل جدا رہیں۔

۲......اگر (فاطمہ) پر جبر وتشدد کیا جاتا ہے شرعی حقوق کو ادا نہیں کیا جاتا اور وہاں ماحول بھی اس کے حق میں تباہ کن ہے تو تعلق منقطع کرالینا چاہئے جس کی بہتر صورت یہ ہے کہ (فاطمہ) اپنا مہر معاف کردے اور شوہر کا دیا ہوا زیور جو کچھ ہو وہ واپس کردے اور اس کے عوض میں شوہر (خالد) طلاق دیدے (۱)۔ جہیز (فاطمہ) کی ملکیت ہے، اس پر (خالد) کو زبردستی قبضہ کرنا جائز نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۹/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۹/۸۸ھ۔

واقعۂ طلاق مع فیصلۂ عدالت

سوال [۶۰۰۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ زید اور اس کی منکوحہ ہندہ کے وارثان میں ایسا اختلاف قبل از رخصتی ہوتا ہے کہ زید اپنی منکوحہ ہندہ کو طلاق دیدیتا ہے اور بعدہ جب ہندہ کے

---

(۱) "وإذا تشاق الزوجان و خافا أن لا يقيما حدود الله تعالىٰ، فلا بأس بأن تفتدى نفسها منه بمال يخلعها". (التاتارخانية: ۴۵۳/۳، كتاب الطلاق، الفصل السادس عشر فى الخلع، إدارة القرآن)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۸۸/۱، كتاب الطلاق، الفصل السادس عشر الباب الثانى فى الخلع و ما فى حكمه، رشيديه)

(وكذا فى تبيين الحقائق: ۱۸۲/۳، كتاب الطلاق، الفصل السادس عشر باب الخلع، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) "إذا اختلف الزوجان فى متاع موضوع فى البيت الذى يسكنان فيه ...... فما يكون للنساء عادةً كالدرع والخمار و المغازل والصندوق وما أشبهه، فهو للمرأة، إلا أن يقيم الزوج البينة على ذلك".

(فتاوىٰ قاضى خان على هامش الفتاوىٰ العالكمىرية: ۴۰۱/۱، كتاب النكاح، فصل فى اختلاف الزوجين فى متاع البيت، رشيديه)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۲۹/۱، كتاب النكاح، الفصل السابع عشر فى اختلاف الزوجين، رشيديه)

عزیز دوسرے عقد کا ارادہ کرتے ہیں تو زید طلاق دینے سے انکار کرتا ہے، بجبوری یہ معاملہ عدالت میں استقرارِ حق طلاق کا دعویٰ ہندہ کی جانب سے دائر ہوتا ہے، ہندہ بحلف بیان کرتی ہے کہ زید نے مجھ کو طلاق میرے مکان پر دیدی اور چار گواہ جو کہ بروقتِ طلاق موجود تھے حلفیہ بیان کرتے ہیں کہ زید نے ہندہ کو طلاق دیدی۔

تفصیل گواھان: ایک والدۂ ہندہ، ایک برادر حقیقی ہندہ، دو عزیز مرد۔

دو گواہ حلف سے بیان کرتے ہیں کہ زید نے ہم سے کہا کہ میں نے ہندہ کو طلاق دے دی ہے، لیکن میں اس کو ہرگز دوسرا عقد نہ کرنے دوں گا۔

تفصیلِ گواہان جن سے زید نے اپنے وطن میں جا کر کہا: ایک ماموں ہندہ کا، دوسرا رشتہ دار زید کا:

زید نے بھی عدالت میں بحلف بیان کیا کہ میں نے طلاق نہیں دی اور زید کی والدہ نے بحلف تائید کی اور ایک مرد بھی پیش کیا گیا جو والدۂ ہندہ وغیرہ پر اتہام لگاتا ہے اور زید کو نیک چلن بیان کرتا ہے، کوئی خاص تردید معاملۂ طلاق کی نہیں کرتا ہے۔

عدالت ابتدائی نے محض بیانِ زید کو باور کر کے مقدمہ خارج کر دیا، عدالت اپیل کا حکم ہوتا ہے کہ (گو شرعاً شہادتِ طلاق شہادتِ نفی پر لائقِ ترجیح ہے) لیکن دعویٰ اس بنا پر خارج کیا جاتا ہے کہ گواہ شرعی نقطۂ لحاظ سے معتبر نہیں:

۱- ہندہ کی والدہ اور اس کے بھائی کی شہادت شرعاً عقلاً قابلِ اعتماد نہیں ہے؟

۲- ایک غیر مرد کی شہادت جو کہ فہرستِ گواہانِ طلبیدہ میں نہ تھا، مشکوک ہے۔

۳- دوسرا عزیز مرد ایک درزی ہے جس نے ہندہ کے یہاں اجرت سلائی کا کام کیا ہے، اس کی شہادت بغیر تائید کے بیکار ہے۔

۴- دو گواہ غیر جن کے نام فہرستِ گواہان میں تھے پیش نہیں کئے گئے، لہذا دعویٰ خارج۔

اعتراض ۱ ......کی بابت عرض ہے کہ ہندہ کے برادر کی عمر بیس سال ہے۔

اعتراض ۲ ......کی بابت گذارش ہے کہ مقدمات میں موجودہ خاص اکثر گواہان ذریعہ فہرست طلب نہیں کرائے جاتے، بروزِ ثبوت پیش کئے جاتے ہیں، چنانچہ ایک گواہ غیر بوجہ خاص بروز ثبوت طلب کر کے پیش کیا گیا۔

اعتراض ۳ ......کی بابت عرض ہے کہ کل گواہان کے بیانات میں کوئی اختلاف رونما نہیں ہوا، سب ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں۔

اعتـــــراض ٤ ......کی نسبت یہ عرض ہے کہ جب قانون داں اصحاب نے یہ تصور کرلیا کہ نصابِ شہادت پورا ہوگیا تو گواہ پیش کرنے سے روکدیئے۔

اب سوال یہ ہیکہ ان صورتوں کے ہوتے ہوئے ہندہ پر شریعت سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ جب کہ چار شہادتیں عینی موقع کی اور دو شہادتیں جن سے زید نے واقعۂ طلاق بیان کیا ہے اپنے وطن میں کہ ''ہندہ کو طلاق دے آیا ہوں''۔اب جملہ یہ شہادتیں متذکرہ از روئے شریعت معتبر ہیں یا نہیں؟ عند اللہ اپنا قیمتی وقت ضائع کر کے اور توجہ خاص مبذول فرما کر موافقِ شرع شریف کتب مستند و کلامِ الٰہی سے مع حوالہ حکم صادر فرمایا جائے، تاکہ عدالت اپیل میں پیش کر کے فیصلہ صحیح حاصل کیا جاسکے۔

مسعود احمد خلف عزیز احمد ٹھیکدار مرحوم، ڈاکخانہ ٹانڈہ، ضلع مرادآباد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر گواہان مذکورہ عادل اور ثقہ ہیں تو شرعاً ہندہ پر طلاق واقع ہوگئی (۱) اور ہندہ چونکہ غیر مدخولہ ہے اس لئے زید کو اس طلاق سے رجعت کا حق بھی باقی نہیں رہا (۲)۔عدالت اپیل کا ہندہ کے بھائی کی شہادت کو شرعاً

---

(۱)''وإذا شهد شاهدان على رجل أنه طلق امرأته ثلاثاً، وجحد الزوج والمرأة ذلک، فرق بينهما؛ لأن الشهادة على الطلاق تقبل من غير دعوى''. (الفتاویٰ التاتارخانية: ۵۷۲/۳، كتاب الطلاق، الشهادة والدعوى والخصومة في الطلاق، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچی)

''والرضاع حجته حجة المال، و هي شهادة عدلين أو عدل و عدلتين .... و هل يتوقف ثبوته على دعوى المرأة؟ الظاهر: لا، لتضمنها حرمة الفرج، و هي من حقوقه تعالیٰ كما في الشهادة بطلاقها''. (الدر المختار مع رد المحتار: ۲۲۴/۳، ۲۲۵، كتاب الطلاق، باب الرضاع، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۲۶۱/۳، كتاب الشهادات، مكتبة غفاريه كراچی)

(۲)''(وإن فرق) بوصف نحو: أنت طالق واحدة و واحدة وواحدة، أو خبر أو جمل بعطف أو غيره، بانت بالأولیٰ: أي قبل الفراغ من الكلام الثاني''. (الدر المختار مع رد المحتار: ۲۸۶/۳، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد) .... =

وعقلاً نا قابلِ اعتبار کہنا قانونِ شریعت سے ناواقفیت کی دلیل ہے، کیونکہ بھائی کی شہادت بہن کے حق میں شرعاً جائز اور معتبر ہے۔ فتاویٰ عالمگیری، کتاب الشہادت کی فصل ثالث میں ہے: "و یجوز شهادة الأخ لأخته، كذا في محيط السرخسي". عالمگيری: ۳/٤٥٦ (۱)۔

درزی کو اگر ہندہ نے ملازم رکھ کر سلائی کا کام کرایا ہے اس طرح پر کہ اس کے لئے یومیہ، ماہانہ، یا سالانہ اجرت مقرر کردی تھی تب تو واقعی اس درزی کی شہادت ہندہ کے حق میں معتبر نہیں، اگر اس طرح سلائی کا کام نہیں کرایا، بلکہ وہ اَوروں کے کپڑے بھی سیتا تھا اور ہندہ کے کپڑے بھی اجرت پر سیتا تھا جیسا کہ عام درزی سیتے ہیں اور اجرت لیتے ہیں تو اس کی شہادت جائز اور مقبول ہے:

"أما الأجير المشترك إذا شهد للمستأجر، تقبل. أما الأجير الواحد و هو الذى استأجره مياومةً أو مشاهرةً، أو مسانهةً بأجرة معلومة، لا تقبل استحساناً، كذا في الخلاصة". عالمگیری: ۳/٤٥٦ (۲)۔

شرعاً کسی گواہ کی گواہی قبول ہونے نہ ہونے میں اس کے فہرستِ گواہان طلبیدہ میں ہونے نہ ہونے کو کوئی دخل نہیں، اگر فہرستِ گواہان داخل کرنے کے بعد کسی عادل گواہ کا علم ہوجائے اور وہ گواہی دیدے تو شرعاً اس کی گواہی بھی معتبر ہوگی، لہٰذا اس غیر مرد کی گواہی اس وجہ سے مشکوک کہنا بھی اصولِ شرع کے خلاف ہے۔ اگر

= (وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۷۱، كتاب الطلاق، فصل في الطلاق قبل الدخول، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۵۰۸، كتاب الطلاق، فصل في الطلاق قبل الدخول، رشيديه)

(۱) (الفتاویٰ العالمكيرية: ۳/۴۷۰، كتاب الشهادات، الفصل الثالث فيمن لا تقبل شهادته، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۵/۴۷۴، كتاب الشهادات، باب القبول و عدمه، سعيد)

(وكذا في فتاویٰ قاضی خان: ۲/۴۶۷، كتاب الشهادات، من لا تقبل شهادته للتهمة، رشيديه)

(۲) (الفتاویٰ العالمكيرية: ۳/۴۷۰، كتاب الشهادات، الفصل الثالث فيمن لا تقبل شهادته، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ البزازية على هامش الفتاویٰ العالمكيرية: ۳/۲۵۰، الفصل الثاني فيما يقبل وفيما لايقبل، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار مع رد المحتار: ۵/۴۷۹، كتاب الشهادات، باب القبول و عدمه، سعيد)

مشکوک کہنے کی کوئی اَور وجہ ہے تو بیان کیجائے تا کہ اس پر غور کیا جائے۔ یہ حکم شریعت کا قضاءً ہے اور دیانۃً یہ حکم ہے کہ ہندہ نے اگر خود طلاق کو سنا ہے یا کسی ایک عادل گواہ نے بھی اس کو طلاق کی اطلاع دی ہے تو اس کے لئے ہرگز جائز نہیں کہ زید کو اپنے اوپر قابو دے، جو صورت بھی اس سے بچنے کی ہو سکے اس سے بچے، کذا فی الدر المختار: ۲/۸٤۱(۱)۔

نوٹ: یہ جواب سائل کی اس تحریر کے موافق ہے جو اس نے عدالت اپیل کے فیصلہ پر بطورِ تنقید لکھی ہے، سائل کو چاہئے کہ عدالت کا فیصلہ بعینہ یا اس کی نقل اردو میں کسی ماہر سے صحیح ترجمہ کرا کے روانہ کرے تب معلوم ہو سکتا ہے کہ عدالت نے شہادتیں کن وجوہ کی بنا پر نا قابلِ اعتبار قرار دیں۔ فقط۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/ ۸/ ۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۱۸/ شعبان/ ۱۳۵۴ھ۔

کسی مخصوص مقام کو طلاق سے مستثنیٰ کرنے سے واقع شدہ طلاق ختم نہیں ہوتی

سوال[٦٠٠٦]: میں نے اپنی بیوی کو اس شرط پر طلاق دی: ''سوائے شہاب پور کے طلاق دی طلاق دی، اگر شہاب پور میں آئی تو میری طلاق نہیں ہے''۔ وہ عورت دوسرے روز آ گئی اور کہتی ہے کہ ہر حالت میں یہیں رہوں گی۔ اس صورت میں طلاق ہو گئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس وقت شوہر نے یہ کہا کہ ''سوائے شہاب پور کے طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی، اگر شہاب پور میں آئی تو میری طلاق نہیں''۔ اس وقت بیوی شہاب پور میں نہیں تھی، لہٰذا اس پر طلاقِ مغلظہ ہو گئی، دوسرے روز جب وہ عورت شہاب پور میں آ گئی تو اب وہ طلاق ختم نہیں ہوئی۔ اب بغیر حلالہ کے اس سے تعلقِ زوجیت رکھنا

---

(۱) "والمرأة كالقاضي إذا سمعته أو أخبرها عدلٌ، لا يحل لها تمكينه". (رد المحتار: ۳/ ۲۵۱، مطلب في قول البحر: إن الصريح يحتاج في وقوعه ديانةً إلى النية، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/ ٤٤۸، كتاب الطلاق، باب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/ ٤١، كتاب الطلاق، باب الطلاق، دار الكتب العلمية، بيروت)

حرام ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۱۳/ ۸/ ۹۴ھ۔

''اگر پہلے طلاق نہیں دی، تو اب دے دی'' کہنے کا حکم

سوال[۷۰۰۲]: آج سے چار مہینہ قبل میں نے اپنی دونوں بیویوں کو طلاق دی ایک ''تم دونوں کو طلاق'' کہہ کر طلاق دی۔ میں نے اس کے بارے میں فتویٰ لیا تھا، تو اب جواب دیا گیا کہ رضامندی ہونے پر عدت میں رجوع کر سکتے ہیں۔اس کے بعد میری ایک گھر والی اپنے رشتہ داروں میں چلی گئی، چار مہینہ بعد میں اسے لینے گیا، اور انہوں نے گرماگرمی سے کہا کہ تم نے جب اسے طلاق دے دی تھی تو اسے کیوں لینے آئے؟ اس کے بعد ان کا کہنا ہے کہ تو نے ہمارے سامنے بھی یہ الفاظ ادا کر دیئے کہ ''میں نے طلاق اس وقت نہیں دی تو اب دی دی''۔ان کا کہنا ہے کہ ''دی دی'' کا لفظ تم نے کتنی بار ادا کیا، البتہ طلاق کا لفظ نہیں کہا۔ خدا گواہ ہے کہ میں نے یہ الفاظ ادا کئے یا نہیں، مجھے معلوم نہیں ہے۔لہٰذا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب اپنی دو بیویوں کو ایک بار کہا کہ ''تم دونوں کو طلاق'' تو دونوں پر ایک ایک طلاق ہوگئی(۲) جس

---

(۱) "ولو قال لها في منزل والدها: إن لم تحضری منزلی الليلة، فأنت طالق، فمنعها الوالد من الحضور، تطلق، هو المختار". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الفصل الثالث فی تعليق الطلاق بكلمة إن وإذا: ۱/ ۴۴۲، رشيديه)

(وكذا فی النهر الفائق، كتاب الطلاق، باب التعليق: ۲/ ۳۹۲، رشيديه)

(وكذا فی البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب التعليق: ۴/ ۳۱، رشيديه)

(۲) "قال لنسائه الأربع بينكن تطليقة طلقت كل واحدة تطليقة". (الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، مطلب: فيما قال: امرأته طالق وله امرأتان أو أكثر تطلق واحدة: ۳/ ۲۹۲،سعيد)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثانی فی إيقاع الطلاق، الفصل الأول فی الطلاق الصريح: ۱/ ۳۶۱، رشيديه)

میں رجعت کا حق حاصل تھا،حقِ رجعت عدت کے اندر ہوتا ہے(۱)،عدت تین ماہواری ہے(۲)،اگر تین ماہواری آنے سے پہلے رجعت نہیں کی تو بائنہ ہوگئی،اب جب تک بیوی کی رضامندی سے دوبارہ نکاح نہ ہوتو اس کے لانے اور کہنے کا حق نہیں،وہ بالکل غیر ہوگئی(۳)۔

اگر تین ماہواری آنے سے پہلے رجعت کرلی یعنی اس طرح کہہ دیا کہ میں نے اپنی طلاق واپس لے لی،یا ایسا کوئی کام کرلیا جوشوہر بیوی کے ساتھ خاص ہوتو رجعت ہوگئی،خواہ بیوی رضامند ہو یا نہ ہو، بلکہ زبانی رجعت کی ہوتو بیوی سامنے ہو یا نہ ہو ہر طرح رجعت ہوگئی(۴)۔

---

(۱) "وإذا طلق الرجل امرأته تطليقةً رجعيةً أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أو لم ترض، كذا في الهداية". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة: ۱/۴۶۸، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۴/۸۲، ۸۳، رشيديه)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلثة قروء﴾ (سورة البقرة: ۲۲۸)

"وهي حرة ممن تحيض، فعدتها ثلاثة أقراء، سواء كانت الحرة مسلمةً أو كتابيةً، كذا في السراج الوهاج، والعدة لمن لم تحض لصغر أو كبر أو بلغت بالسن، ولم تحض ثلاثة أشهر، كذا في النقاية". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثالث عشر في العدة: ۱/۵۲۶، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب العدة: ۴/۲۱۷، ۲۱۹، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل فيما يتعلق بتوابع الطلاق: ۴/۴۱۵، ۴۱۸، دارالكتب العلمية بيروت)

(۳) "فالحكم الأصلي لما دون الثلاث من الواحدة البائنة، والثنتين البائنتين هو نقصان عدد الطلاق، وزوال الملك أيضاً، حتى لايحل له وطؤها إلا بنكاح جديد ولا يصح ظهاره وإيلاءه، ولايجري اللعان بينهما ولايجري التوارث، ولايحرم حرمة غليظة، حتى يجوز له نكاحها، من غير أن تتزوج بزوج آخر؛ لأن مادون الثلاثة وإن كان بائناً، فإنه يوجب زوال الملك لازوال حل المحلية". (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في حكم الطلاق البائن: ۴/۴۰۳، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۳/۴۰۹، سعيد)

(۴) "هي استدامة الملك القائم في العدة بنحو راجعتك وبكل مايوجب حرمة المصاهرة .... إن =

اگر رجعت کر لینے کے بعد آپ بیوی کو لینے گئے اور اس کے رشتہ داروں نے یہ کہا کہ تم نے ہمارے سامنے یہ الفاظ ادا کئے ''میں نے طلاق اس وقت نہیں دی تو اب دی دی'' تو اگر واقعۃً ایسا کہا بھی تو ایسا کہنے سے کوئی طلاق نہیں ہوئی، اس لئے کہ ''اب طلاق دی دی'' کو اس پر معلق کیا ہے کہ ''پہلے طلاق نہیں دی''، حالانکہ پہلے طلاق دے دی تھی، اس لئے اب ایسا کہنے سے کوئی طلاق نہیں ہوئی۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

طلاقِ مکرہ مفصل ومدلل

سوال [۲۰۰۸]: حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم رحمہ اللہ تعالیٰ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ عظیم مسئلۂ ذیل کے بارے میں، حدیث مشکوۃ:

"عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "لاطلاق ولاعتاق في إغلاق". رواه أبو داؤد وابن ماجة"(۱)۔ "قيل: معنى "الإغلاق" الإكراه"(۲)۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کسی کو حالتِ اکراہ میں کہا گیا کہ اپنی بیوی کو طلاق دو، ورنہ قتل کرتا ہوں اور اس نے طلاق دے دیا تو فرماتے ہیں کہ طلاق واقع ہو جائے گی، اس لئے کہ اکراہ پایا گیا، بلکہ شرّین میں اہون ترین کو اختیار کر لیا گیا ہے، لہٰذا ان کے مسلک کے پیشِ نظر حدیث پر عمل در آمد نہیں ہوا،

= لم يطلق بائناً وإن أبت". (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۳/۳۹۷-۴۰۰، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة: ۱/۴۶۸، رشيديه)

(۱) (مشكوة المصابيح، باب الخلع والطلاق، الفصل الثاني: ۲/۲۸۳، قديمي)

(وسنن أبي داؤد: ۱/۲۹۸، كتاب الطلاق، باب في الطلاق على غيظ، دار الحديث ملتان)

(وسنن ابن ماجة، ص: ۱۴۸، أبواب الطلاق، باب طلاق المكره والناسي، مير محمد كتب خانه كراچي)

(۲) (ذكره التبريزي في مشكوة المصابيح: ۲/۲۸۳، باب الخلع والطلاق، الفصل الثاني، قديمي)

(وانظر للتفصيل مرقاة المفاتيح: ۶/۴۲۶، ۴۲۷، باب الخلع والطلاق، رشيديه)

نیز حدیث کے مقابلہ میں قیاس کو دخل دیا گیا اور حالتِ اکراہ میں طلاق نہ ہونے کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟

فقط والسلام۔

احقر سلیمان افریقی، ۲۴/محرم الحرام/۱۳۹۱ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً، نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم:

طلاقِ مکرہ کو غیرِ معتبر اور شرعاً کالعدم قرار دینے کے لئے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تین دلیلیں پیش کی گئی ہیں اور الزام لگایا گیا ہے کہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث کو چھوڑا اور اس کے مقابلہ میں قیاس کو اختیار کیا:

ا......پہلی حدیث "لا طلاق و لا عتاق فی إغلاق" ہے(۱) مگر اس حدیث سے استدلال تام نہیں، اس کی دو وجہ ہیں: **وجہ اول** یہ کہ یہ حدیث بالاتفاق اپنے ظاہر پر محمول نہیں، کیونکہ ظاہری معنی یہ ہیں کہ "طلاق کا وجود (صدور) ہی اغلاق میں نہیں ہوتا"۔ حالانکہ یہ خلافِ مشاہدہ اور خلافِ واقعہ ہے، ورنہ اس کے معتبر اور غیر معتبر ہونے کی بحث ہی سب بے محل ہوجائے گی، پس لامحالہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حالتِ اغلاق کی طلاق پر حکمِ شرعی مرتب نہیں ہوتا، حکم کی دونوعیں ہیں: "اول حکم فی الدنیا دوم حکم فی الآخرة۔ اگر حکم فی الآخرۃ مراد لیا جائے تو اس مسئلہ میں نزاع ہی باقی نہیں رہتا (۲)۔

حاصل یہ ہوگا کہ طلاق عنداللہ مبغوض بلکہ ابغض المباحات ہے اور تین طلاق دفعۃً دینا معصیت ہے، مگر حالتِ اغلاق میں اس کی نوبت آئے تو یہ حکم بغض ومعصیت اس پر مرتب نہیں ہوگا، لہٰذا امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ پر یہ الزام غلط ہے کہ انہوں نے حدیث کو ترک کردیا۔

وجہ دوم استدلال تام نہ ہونے کی یہ ہے کہ یہ حدیث اس معنی میں نص نہیں۔ سائل نے لفظ "إغلاق"

---

(۱) (سنن أبی داؤد: ۲۹۸/۱، کتاب الطلاق، باب فی الطلاق علی غیظ، دار الحدیث ملتان)

(۲) قال القاری فی المرقاة تحت الحدیث: "(رفع الخطأ والنسیان و ما استکرهوا علیه) من باب المقتضی و لا عموم له، و لا یجوز تقدیر الحکم الذی یعم أحکام الدنیا وأحکام الآخرة، بل إما حکم الدنیا و إما حکم الآخرة، والإجماع علی أن حکم الآخرة و هو المؤاخذة مراد، فلا یرد الآخر معه وإلا عمم". (مرقاة المفاتیح: ۴۲۸/۶، کتاب النکاح، باب الخلع والطلاق، الفصل الثانی، رشیدیه)

کی تفسیر "إکراہ" کے ساتھ لفظ "قیل" سے نقل کی ہے جس سے متبادر ہوتا ہے کہ اس کی کوئی دوسری تفسیر بھی ہے(۱)، نیز "قیل" عامۃً تضعیف کے لئے استعمال ہوتا ہے جس کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ تفسیر ضعیف ہے۔ علامہ زبیدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "اغلاق" کی تفسیر میں تین قول نقل کئے ہیں: "اکراہ، جنون، غضب". اگر یہاں اغلاق سے جنون مراد لیا جائے تو اس مسئلہ میں نزاع ہی باقی نہیں رہتا، کیونکہ طلاقِ مجنون کسی کے نزدیک بھی واقع نہیں ہوتی، لحدیث: "رفع القلم عن ثلاث". وفیه: "عن مجنون حتی یفیق"(۲)، اس کے بعد ایسے معنی مراد لینا جس میں اختلاف ہو بطورِ احتمال کے ہوگا نہ کہ بطورِ نص کے، پس اس سے حجت تام نہیں ہوگی۔

۲......دوسری دلیل ہے حدیث: "رفع عن أمتی الخطأ والنسیان، وما استکرهوا علیه". أخرجه الطبرانی(۳)۔ اس بات سے قطع نظر کہ محدثین نے اس حدیث پر کیا کلام کیا ہے(۴)، اس حدیث کا

---

(۱) "فالجواب أن الا حتجاج به غیر صحیح، للاختلاف فی معنی الإغلاق، فقیل: الإکراه، و قیل: الجنون، و قیل: الغضب، و قیل: التضییق". (عقود الجواهر المنیفة فی أدلة مذهب الإمام أبی حنیفة: ۱/۱۶۲، طلاق المکره مطبعة الشبکشی بالأزهر)

(۲) (مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۱/۲۲۶، (رقم الحدیث: ۱۱۸۷)، مسند علی بن أبی طالب، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۳) "أخرج الطبرانی عن عبید بن عمیر عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "إن الله تعالیٰ تجاوز عن أمتی الخطأ والنسیان وما استکرهوا علیه". (المعجم الصغیر للطبرانی، باب الکاف، من اسمه کنیر: ۱/۲۷۰، دارالکتب العلمیة بیروت)

(وفیض القدیر شرح الجامع الصغیر: ۷/۳۴۰۳، (رقم الحدیث: ۴۴۶۱)، مکتبه نزار مصطفیٰ الباز مکة المکرمة)

(۴) قال الحافظ: "فی إسناده ضعف، و روی ابن ماجة و ابن حبان والدار قطنی والطبرانی والبیهقی والحاکم فی المستدرک من حدیث الأوزاعی، فقیل: عنه عن عطاء عن عبید بن عمیر عن ابن عباس، و روی الولید بن مسلم عن الأوزاعی و لم یذکر عبید بن عمیر، و للولید إسنادان آخران: روی عن محمد بن المصفی عنه عن مالک عن نافع عن ابن عمر، وعن ابن لهیعة عن موسی بن داؤد عن عقبة بن عامر رضی الله تعالیٰ عنه. قال ابن أبی حاتم: سألت أبی عنها، فقال: هذه الأحادیث منکرة، کأنها موضوعة. قال عبد الله بن أحمد: سألت أبی عنه فأنکره جداً. و رواه ابن ماجه من حدیث أبی ذر، و فیه=

مقصود بھی یہ نہیں کہ خطأً ونسیاناً واستکراہاً امت سے کسی فعل کا صدور نہیں ہوسکتا، ورنہ ہر سہ کے احکام بیان فرمانے کی ضرورت نہیں تھی (حالانکہ قرآن وحدیث میں ان کے احکام بیان فرمائے گئے ہیں) اور اس دعاء کی بھی ضرورت نہیں تھی ﴿ربنا لا تؤاخذنا إن نسينا أو أخطأنا﴾ الآية(۱)۔

بلکہ یوں سمجھنا چاہئے کہ اس دعاء کی برکت اور ثمرہ کے طور پر یہ بشارت دی گئی ہے: "رفع عن أمتي" الحديث. یعنی ان چیزوں پر آخرت میں پکڑ نہیں رہی، یہ بات کہ دنیا میں بھی کوئی حکم مرتب نہیں ہوتا تو یہ قرآن وحدیث کی تصریحات کے خلاف ہے، قتلِ خطاء کی سزا خود نصِ قطعی میں موجود ہے: ﴿ومن قتل مومناً خطأً، فتحرير رقبة مؤمنة ودية مسلمة إلىٰ أهله﴾ الآية(۲)۔

= شهربن حوشب و في الإسناد انقطاع أيضاً.

فلو صح هذا الحديث فالجواب عنه أن الحديث ليس على ظاهره؛ إذ لامعنى لرفع الخطأ والنسيان، فإن ماوجد من الأفعال خطئاً أو نسياناً، فهي واقعة لامحالة، فالمعنى: رفع عن أمتي إثم الخطأ والنسيان، ولايجوز تقدير الحكم الذى يعم أحكام الدنيا والآخرة؛ إذلا عموم للمقتضى، فالمراد إما أحكام الدنيا وإما حكم الآخرة، والإجماع على أن حكم الآخرة وهو رفع المؤاخذة مرادٌ، فلا يراد الآخر معه، وإلا عمم". (التفسير المظهرى: ۳۷۹/۲، ۳۸۰، حافظ كتب خانه، كوئٹه)

"فالجواب (عن هذا الحديث)أن عبدالله بن أحمد سأل أباه عن هذا الحديث، فأنكره جداً. وقال محمد بن نصر فى كتاب الاختلاف: هذا الحديث ليس له إسناد يحتج به، ومع قطع النظر عن هذا فاعلم أن المراد بالرفع هنا رفع الإثم لارفع الفعل، وإلا لَمَا وقعن مع أن وقوعهن محقق، ومحله أن المراد: يرفعها رفعها أو رفع حكمها، ولا يجوز الأول؛ لأنها قد توجد حقيقةً، فتعين الثاني. ثم هو على نوعين: إما أن يراد به حكم الدنيا أوحكم الآخرة، ولايجوز الأول؛ لأن في القتل الخطأتجب الدية والكفارة بالنص، وذلك من أحكام الدنيا ...... فتعين الثاني وهو حكم الآخرة وهو رفع إثم هذه الأشياء". (عقود الجواهر المنيفة فى أدلة مذهب الإمام أبى حنيفة: ۱۶۲/۱، بيان الخبر الدال على عدم وقوع طلاق المكره على إنشاء لفظ الطلاق، مطبعة الشبكشي بالأزهر، مصر)

(۱) (سورة البقرة: ۲۸۶)

(۲) (سورة النساء: ۹۵)

سہو کی وجہ سے سجدۂ سہو کا حکم حدیث شریف میں ہے(۱)۔حج میں خطأً یا نسیان سے کوئی جنایت ہوجائے تو اس کے احکام بھی موجود ہیں (۲)،صوم میں بھول کر کھانے پینے سے عدمِ فسادِ صوم کا حکم اس حدیث کی وجہ سے نہیں، بلکہ اس کے لئے مستقل حدیث موجود ہے(۳)۔اس ذیل میں طلاق مکرہ بھی ہے کہ دنیا میں اس پر حکم مرتب ہوگا۔امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس حدیث صریح بھی موجود ہے:

"أخرج العقيلي عن صفوان بن عمران الطائي أن رجلاً كان نائماً، فقامت امرأته، فأخذت سكيناً، فجلست على صدره، فوضعت السكين على حلقه، فقالت: لَتطلقني ثلاثاً أو لأذبحنّك، فناشدها، فأبت فطلقها ثلاثاً، ثم أتى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فذكر له ذلك، فقال: "لاقيلولة في الطلاق، اهـ". نصب الراية:۳/۲۲۲(٤)۔

والمسئلة مع أدلتها من الأحاديث والاثار مذكورة في إعلاء السنن:۱۱/۱۲۵، والتفسير المظهري، سورة النحل، وعقود الجواهر المنيفة في أدلة مذهب الإمام أبي حنيفة:۱/۱٦۱، وزجاجة المصابيح:۲/٤۷٦، ومرقاة المفاتيح:٦/۲۸۸(٥)۔

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "إن أحدكم إذا قام يصلي، جاءه الشيطان، فلبس عليه حتى لايدري كم صلى، فإذا وجد ذلك أحدكم فليسجد سجدتين وهو جالس". (الصحيح لمسلم: ۱/۲۱۰، كتاب الصلوة، باب السهو في الصلوة والسجود، قديمي)

(۲) "قال في اللباب: ويستوي في وجوب الجزاء الرجل والمرأة، والعامد والناسي، والخاطئ والساهي، والمفيق والمغمى عليه، والمباشرة بالنفس أو بالغير". (منحة الخالق على البحر الرائق، كتاب الحج، فصل ان قتل محرم صيدا: ۳/۴۷، رشيديه)

(وكذا في اللباب في شرح الكتاب، كتاب الحج، باب الجنايات: ۱/۲۰٦، مير محمد كتب خانه كراچی)

(۳) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "من نسي وهو صائم فأكل أو شرب، فليتم صومه، فإنما أطعمه الله وسقاه". (الصحيح لمسلم، كتاب الصيام، باب أكل الناسي وشربه وجماعه لايفطر: ۱/۳٦۴، قديمي)

(۴) (نصب الراية لأحاديث الهداية: ۳/۲۲۲، كتاب الطلاق، أحاديث في طلاق المكره، مطبعه دار المأمون بشبرا شارع الأزهار سورت الهند)

(۵) (إعلاء السنن، كتاب الطلاق، باب عدم صحة طلاق الصبي .... وصحته من المكره =

یہی وجہ غالباً پیش آئی کہ دو حدیثوں سے استدلال کو تام نہ سمجھتے ہوئے قیاس کی طرف رجوع کرنے کی نوبت پیش آئی اور اس حدیث کو ترک کر کے قیاس سے کام لیا، کما سیجئ۔

۳......تیسری دلیل قیاس ہے "إکراہ علی الکفر" پر، یعنی جس طرح وہاں حکمِ کفر نہیں دیا جاتا، اسی طرح طلاقِ مکرہ پر حکمِ طلاق نہیں دیا جائے گا، مگر یہ قیاس قیاس مع الفارق ہے، اس سے استدلال تام نہیں، اس لئے کہ ایمان وکفر کا اصالۃً محل قلب ہے جس کا قلب حالتِ اکراہ میں مطمئن بالایمان ہے اور جان بچانے کے لئے اکراہ کی وجہ سے کلمۂ کفر کہا تو اس پر کفر کا حکم نہیں ہوگا (۱)۔ اگر دل میں کفر اختیار کر لے اور زبان سے کچھ نہیں کہے تو اس پر حکمِ کفر جاری ہوگا، بخلافِ طلاق کے کہ اس کا مدار تلفظ پر ہے، اگر زبان سے طلاق دیدے اور دل میں نہ ہو تب بھی طلاق ہو جائے گی، اگر دل میں اختیار کر لے اور زبان سے نہ کہے تو طلاق نہیں ہوگی، پس یہ قیاس تام نہیں (۲)۔

اول تو حدیث موجود ہوتے ہوئے اس کے مقابلہ میں قیاس کرنے کا حق ہی نہیں، ائمۂ حدیث وفقہاء نے اس کی اجازت نہیں دی، جیسا کہ إعلام الموقعین، ص: ۱۱ میں ابن قیم نے لکھا ہے، اور سرفہرست امام ابوحنیفہ

= والسكران والهازل: ۱۸۶/۱۱، إدارة القرآن كراچى)

(ومرقاة المفاتيح، كتاب النكاح، باب الخلع والطلاق، الفصل الثانى: ۴۲۷/۶، ۴۲۸، رشيديه)

(والتفسير المظهرى: ۳۷۷/۵-۳۸۱، حافظ كتب خانه)

(وعقود الجواهر المنيفة فى بيان الخبر الدال على وقوع طلاق المكره على إنشاء لفظ لطلاق: ۱۶۱/۱-۱۶۲، مطبعة الشبكشى بالأزهر مصر)

(وزجاجة المصابيح، كتاب الطلاق، باب الخلع والطلاق: ۴۷۶/۲، خيرية كتب خانه كوئٹه)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿من كفر بالله من بعد إيمانه إلا من أكره وقلبه مطمئن بالإيمان﴾. (سورة النحل: ۱۰۶)

"فهو استثناء ممن كفر بلسانه ووافق المشركين بلفظه مكرهاً لما ناله من ضرب وأذى وقلبه يأبى مايقول، وهو مطمئن بالإيمان بالله ورسوله". (تفسير ابن كثير: ۷۷۵/۲، ۷۷۶، دار الفيحاء دمشق)

(۲) "قال الزبيدى: الكفر يعتمد على الاعتقاد بدليل أنه لو نوى الكفر بقلبه، يكفر. والإكراه يمنع الحكم بالاعتقاد فى الظاهر. والطلاق يعتمد على إرسال اللفظ مع التكليف، و هذا موجود فى طلاق المكره، و لو نوى الطلاق لم يقع". (عقود الجواهر المنيفة: ۱۶۲/۱، طلاق المكره، سعيد)

رحمہ اللہ تعالیٰ کا نام درج کیا ہے اور چند مسائل بھی بطورِ نظیر پیش کئے ہیں کہ ان میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے قیاس نہیں کیا بلکہ حدیث پر عمل کیا ہے اگرچہ وہ حدیث ضعیف ہے(۱)۔

اگر قیاس کرنا ہی ہے تو اکراہ کو ہزل پر قیاس کرنا اقرب ہے، جامع یہ ہے کہ اکراہ میں ایسی چیز کا تلفظ کرنا ہے جس کے حکم سے قلب راضی نہیں، یہی حال ہزل میں ہوتا ہے اور ہزل میں وقوعِ طلاق حدیث سے ثابت ہے:"ثلاث جدّهن جدٌّ، و هزلهن: جدٌّ النكاح والطلاق والرجعة". الحديث(۲)۔

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث کو نہیں چھوڑا اور حدیث کے مقابلہ میں قیاس نہیں کیا، ہاں! دوسرے حضرات کی طرف یہ بات منسوب کیجائے تو قرینِ قیاس ہے اور مطابق نقل ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

طلاقِ مکرہ

استفتاء [۲۰۰۹]: زید کی اپنے چچازاد بھائی سے عرصہ دس سال سے مخالفت ہے، اس مخالف بھائی نے ایک روز زید کے مکان پر آ کر زید کو مارا اور چاقو دکھلا کر حملہ کیا، تین شخص اَور موجود تھے، انہوں نے پکڑ کر چاقو چھین لیا۔ حملہ آور نے زید سے کہا کہ ہماری ناراضی تمہاری عورت کی وجہ سے ہے، لہذا تم اپنی عورت کو طلاق دیدو، زید طلاق دینا نہیں چاہتا تھا، عورت بھی اس پر ناراضی تھی کہ اس کو طلاق دی جائے، اپنی بے عزتی کی

---

(۱)"وأصحاب أبي حنيفه رحمه الله تعالىٰ مُجمِعون على أن مذهب أبي حنيفة: أن ضعيف الحديث عنده أولىٰ من القياس والرأى، وعلى ذلک بنى مذهبه، كما قدّم حديث القهقهة مع ضعفه على القياس والرأى، وقدم حديث الوضوء بنبيذ التمر فى السفر مع ضعفه على الرأى والقياس، الخ". (إعلام الموقعين ۱/۱۲، أبوحنيفه يقدم الحديث على القياس، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (سنن أبى داؤد: ۱/۲۹۸، كتاب الطلاق، باب فى الطلاق على الهزل، امداديه ملتان)

"فى الحديث دلالة على أن طلاق الهازل واقعٌ، فثبت به أن الطلاق يقع بكل حال يكون فيه المطلق مختاراً فى التكلم وإن لم يكن راضياً بحكمه، والمكره كذلک، فإنه يتكلم بالطلاق فى اختيار كامل و لا يرضى بحكمه، كما أن الهازل يفعل ذلک". (إعلاء السنن: ۱۱/۱۸۳، باب عدم صحة طلاق الصبى ...... والمكره، إدارة القرآن كراچى)

وجہ سے مکان میں بند تھی اور وہ کسی صورت سے طلاق نہیں چاہتی تھی۔

زید کے مخالف بھائی نے زید کو دہشت دلا کر جبریہ طور پر زید کو اسی وقت مجبور کر کے طلاق دلائی، زید نے بوجہ خوف کے طلاق دی اور جانبین کی تحریر سادے کاغذ پر لکھا کر اپنے پاس رکھ لیں، زید اور عورت کو نہیں دی۔ زید کو اور ان کی عورت کو اس واقعہ کا صدمہ ہے، اس وقت سے اب تک آمادہ ہیں کہ اگر شریعت اجازت دے تو وہ ایک جگہ ہو جائیں۔ سوال یہ ہے کہ ایسی صورت میں تین طلاق واقع ہونگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زبردستی اور بلانیت صریح الفاظ سے طلاق دلانے سے بھی طلاق ہو جاتی ہے، لہذا اگر زید نے زبان سے طلاق دی ہے، یا طلاق کے لکھنے کا حکم کیا ہے، یا اس کو سن کر بلا جبر دستخط کر دیئے ہیں تو زوجہ پر طلاق واقع ہوگئی۔ لیکن یہ بات کہ کتنی طلاق ہوئیں اور اب دونوں بلا نکاح ایک جگہ رہ سکتے ہیں یا نہیں، طلاق کی تحریر دیکھنے کے بعد معلوم ہو سکتی ہے، وہ تحریر بھیج کر دریافت کرلیا جائے: "و طلاق المکرہ واقع". هدایه(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۱/۲/۱۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۶۱/۲/۱۱ھ۔

جبراً طلاق

سوال[۶۰۱۰]: مالک مزارعان کی لڑائی ہوئی، مزارعان نے تھانہ دار کو رپورٹ دی، تھانہ دار نے کہا کہ میں تب رپورٹ درج کروں گا کہ جب تک تم طلاق نہ اٹھاؤ کہ ہم راضی نامہ نہ کریں گے، دونوں نے تین طلاق اٹھائی اور رپورٹ تحریر ہوگئی، مقدمہ کا چالان عدالت پولیس نے کر دیا۔ پھر گاؤں کے لوگوں نے مزارع کو مجبور کیا کہ راضی نامہ کرو، مجبوراً مزارعان کو راضی نامہ کرنا پڑا۔ جس وقت یہ سوال تین طلاق مولوی صاحب محمد شفیع

---

(۱) (الهداية: ۲/۳۵۸، كتاب الطلاق، شركة علميه)

(وكذا في الفتاویٰ التاتارخانية: ۳/۲۵۷، من يقع طلاقه و من لا يقع، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۵۳، فصل في بيان من يقع طلاقه وفيمن لايقع صلاقه، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۳۴، كتاب الطلاق، دارالكتب العلمية بيروت)

کے پاس سرگودہا میں پیش کیا گیا، صاحب موصوف نے فرمایا کہ طلاق واقع ہوگئی اور عورتیں ان پر حرام ہوگئیں۔

طلاق کنندگان مولوی محمد عبدالحکیم کو چک ہذا میں لائے اور انہوں نے فرمایا کہ یہ سب حالات ہم کو روشن ہوگئے ہیں کہ یہ تین طلاق اٹھا چکے ہیں، لیکن: خوفِ پولیس، بغیر نیت طلاق، ایک وقت میں تین طلاق کا لفظ استعمال کرنا، مجبوراً راضی نامہ کرانا۔ مولوی عبدالحکیم صاحب نے فتوی دیا کہ ان چار صورتوں میں طلاق واقع نہیں ہوتی، نکاح از سرنو کی بھی ضرورت نہیں، جو اس میں انکار کرے گا گنہگار ہوگا، مولوی صاحب نے خود بھی کھانا کھایا۔ اور دوسروں کو بھی کھلایا جواب سے نوازیں۔

حافظ عبدالکریم، چک نمبر: ۸۴، شمالی ضلع، ڈاک خانہ سرگودھا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر طلاق اٹھانے کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے یہ کہا کہ ہم نے اپنی اپنی عورتوں کو تین تین طلاق دیں تو شرعاً یہ طلاق واقع ہو کر مغلظہ ہوگئیں، اب بلا حلالہ کے ان عورتوں کو رکھنا جائز نہیں ہیں، مولوی محمد شفیع صاحب کا فرمانا درست ہے اور مولوی عبدالحکیم صاحب کا جواب بالکل غلط ہے اور یہ کہنا کہ ان صورتوں میں طلاق واقع نہیں ہوتی قطعاً بے اصل ہے، اس کے خلاف تمام کتبِ فقہ مثل ہدایہ، درمختار، عالمگیری، بحر، خانیہ میں تصریح موجود ہے۔

یہ خوف پولیس تو معمولی خوف ہے اگر اکراہ شرعی ہو تب بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے اسی طرح بلا نیتِ طلاق الفاظ مذکورہ کہنے سے نیز بلا اختیار الفاظِ مذکورہ نکلنے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے، اسی طرح تین طلاق دینے سے واقع ہو جاتی ہیں اگرچہ ایسا کرنا گناہ ہے، جب مجبوراً طلاق دینے سے واقع ہو جاتی ہے تو مجبوراً راضی نامہ کرانے سے بطریقِ اَولیٰ واقع ہو جاوے گی:

"و يقع طلاق كل زوج إذا كان بالغاً عاقلاً، سواء كان حراً أو عبداً، طائعاً أو مكرهاً، كذا في الجوهرة النيرة. و طلاق اللاعب والهازل به واقع، وكذلك أراد أن يتكلم بكلام فسبق لسانه بالطلاق، فالطلاق واقع، كذا في المحيط .... وإذا قال الرجل لامرأته: أنت طالق، ولا يعلم معنى قوله: أنت طالق، فإنه يقع الطلاق، الخ". عالمگیری: ۳۳۸/۲ (۱)۔

---

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریة: ۳۵۳/۱، کتاب الطلاق، فصل فیمن یقع طلاقه و فیمن لا یقع طلاقه، رشیدیه) =

”وطلاق البدعة أن يطلقها ثلثاً بكلمة واحدة في طهر واحد، فإذا فعل ذلك وقع الطلاق، وكان عاصياً“. هدايه: ۱/۳۳۵(۱)۔

مولوی عبدالحکیم صاحب سے ان کے فتویٰ کی دلیل طلب کی جاوے، اگر انہوں نے کوئی دلیل تحریر کی ہو تو یہاں بھیجئے، اس کے بعد ان کی دلیل کو بھی بیان کیا جائے گا کہ کتنی قوت کی دلیل ہے۔

اور اگر طلاق اٹھانے کا مطلب یہ ہے کہ ہم راضی نامہ نہ کریں گے، اگر ہم نے راضی نامہ کیا تو ہماری بیویوں کو تین تین طلاق ہیں اور پھر راضی نامہ کرلیا ہے تب بھی یہی حکم ہے کہ طلاق واقع ہوگئیں (۲)، اور اگر کچھ اُور مراد ہے تو اس کو صاف صاف لکھ کر حکم دریافت کیا جائے۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵۴/۲/۴ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۶/صفر/۵۴ھ۔

ایضاً

سوال [۶۰۱۱]: زید نے اپنی بیوی کو جب کہ وہ بے خطا تھی، جبراً تین طلاق دی، مگر بیوی اور وہاں موجود لوگوں نے نہیں سنا۔ مگر زید کا کہنا ہے کہ میں نے طلاق ۱۳/ جمادی الثانیہ/ ۱۳۹۵ھ مطابق ۲۵/مئی/ ۱۹۷۵ء

= (وكذا في الدر المختار مع تنوير الأبصار: ۲۳۵/۳، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذافي بدائع الصنائع: ۲۱۳/۴، ۲۱۴، كتاب الطلاق، فصل في شرائط الركن، دار الكتب العلميه، بيروت)

(۱) (الهداية: ۳۵۵/۲، باب طلاق السنة، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في الدر المختار مع ردالمحتار: ۲۳۳/۳، كتاب الطلاق، طلاق الدور، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۴۹/۱، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۲۰۲/۴، كتاب الطلاق، فصل في طلاق البدعة، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲)”فإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً مثل أن يقول لامرأته: إن دخلت الدار فأنت طالق“. (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴۲۰/۱، الفصل الثالث في تعليق الطلاق بكلمة إن وإذا وغيرهما، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۵/۴، ۶، كتاب الطلاق، باب التعليق، رشيديه)

(وكذا في تنوير الأبصار مع الدر المختار: ۳۴۴/۳، باب التعليق، سعيد)

کودی ہے۔

ایک پرچہ میں مندرجہ ذیل مضمون چھپا ہے جس کو بعینہ نقل کیا جارہا ہے:

''مدینہ کا گورنر جعفر بن سلیمان حکم دے رہا ہے کہ انس کے بیٹے مالک سے کہہ دو کہ وہ آئندہ یہ فتویٰ نہ دیں کہ ''جبری طلاق درست نہیں''۔ اس سے یہ جواز پیدا ہوتا ہے کہ جبری طلاق کی طرح بیعت بھی صحیح نہیں ہے۔ اس وقت مسلمانوں کے خلیفہ ابوجعفر منصور ہیں اور ان کے بارے میں حضرت مالک کا خیال یہ تھا کہ منصور جبراً بیعت لے رہے ہیں۔ مالک کا کہنا تھا کہ خلافت محمد نفس ذکیہ کا حق ہے، منصور کی بیعت صحیح نہیں ہے۔ شریعت میں جبراً جو کام کیا، یا کرایا جاتا ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں، کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ جبری طلاق درست نہیں۔

غرض! حضرت مالک کے انکار کرنے پر جعفر بن سلیمان کا غصہ اور بھڑک اٹھا، اس نے مالک کو مجرموں کی طرح پکڑوا کر بلوایا، ان کے کپڑے اتروائے اور جلاد کو حکم دیا کہ ننگی پیٹھ پر پوری طاقت سے کوڑے مارے۔ جلاد نے حکم کی تعمیل کی اور پیٹھ پر کوڑے لگائے۔

پھر پوچھا گیا کہ اب بتا، کیا فتویٰ دو گے؟ تو حضرت مالک نے کہا کہ میں فتویٰ دیتا ہوں کہ جبری طلاق اللہ کے رسول کے حکم سے صحیح نہیں ہے۔ زخمی پیٹھ پر دوبارہ کوڑے لگانے کا حکم دیا گیا، کوڑے پڑتے رہے اور خون کے فوارے اٹھتے رہے، دونوں ہاتھ مونڈھوں سے اتر گئے تھے۔

جب کوڑوں کی بارش کے باوجود حضرت مالک نے بات نہ مانی تو انہیں بوڑھے اونٹ پر دُم کی طرف منہ کر کے بٹھایا گیا اور پورے مدینہ میں گشت کرایا گیا۔ اعلان یہ کیا جاتا تھا کہ جبری طلاق سے انکار کرنے والے کی سزا یہی ہے۔ اس کے فوراً بعد حضرت مالک زور سے یہ کہتے کہ ''جو شخص مجھے جانتا ہے وہ تو جانتا ہی ہے، لیکن جو مجھے نہیں جانتا وہ سن لے کہ میں انس کا بیٹا ہوں اور یہ فتویٰ دیتا ہوں کہ جبراً طلاق درست نہیں''۔

جب گشت پورا ہوا، زخمی پیٹھ اور خون میں لت پت کپڑوں سے آپ مسجد نبوی میں تشریف لائے اور دو رکعت نماز پڑھی۔

خلیفہ منصور کو معلوم ہوا تو اس نے لکھا کہ جو کچھ بھی سلوک آپ کے ساتھ کیا گیا ہے، وہ نہ میری اجازت سے ہوا اور نہ جو سزا آپ کو دی گئی وہ میرے علم میں تھی، میں نہ تو کسی کے ساتھ زیادتی کو پسند کرتا ہوں اور نہ چاہتا ہوں کہ کوئی کسی کی میرے نام پر تذلیل کرے، میں نے حکم دیا کہ جعفر بن سلیمان کو گدھے پر سوار کر کے مدینہ سے بغداد لایا جائے۔ تو امام مالکؒ نے فرمایا کہ میری پیٹھ پر جب بھی کوڑا پڑتا تھا تو میں جعفر کو معاف کر دیتا تھا، میں نہیں چاہتا کہ خلیفہ میری سزا کا بدلہ لے"۔

زید نے اپنی زوجہ کو جبراً طلاق دی ہے، مگر وہ مکان پر موجود ہے۔ اور اس کے کئی بچے ہیں۔ اور زید کی زوجہ کے حمل بوقتِ طلاق تھا اور اب بھی ہے۔

محمد ذوالقدر خاں، موضع محمد پور، فیض آباد (یو، پی)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابی نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ "رات میں سویا ہوا تھا کہ میری بیوی آئی اور چھرا لے کر مجھ پر سوار ہوگئی کہ مجھے تین طلاق دے، ورنہ ابھی پیٹ چاک کر دوں گی۔ اس سے معذرت کی، معافی مانگی مگر وہ نہیں مانی، اس لئے مجبوراً جان بچانے کے لئے میں نے تین طلاق دے دی تو کیا طلاق ہوگئی؟ اس پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس طلاق کو معتبر قرار دیا"۔ یہ حدیث اعلاء السنن میں مذکور ہے (۱)۔

---

(۱) "وأخرج العقيلي عن صفوان بن عمران الطائي أن رجلاً كان نائماً فقامت امرأته، فأخذت سكيناً، فجلست على صدره، فقالت: لتطلقني ثلاثاً أو لأذبحنّك، فطلقها، ثم أتى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فذكره له ذلك. فقال: "لاقيلولة في الطلاق". (إعلاء السنن، كتاب الطلاق، باب عدم صحة طلاق الصبي والمجنون والمعتوة والموسوس وصحته من المكره والسكران والهازل: ۱۱/۱۸۳، إدارة القرآن كراچی) .... =

اس کی بناء پر امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر شوہر کو طلاق دینے پر مجبور کیا جائے اور وہ جبراً طلاق دے دے تب بھی طلاق ہوجاتی ہے(۱)، البتہ اگر طلاق جبراً لکھوالی جائے اور زبان سے شوہر طلاق نہ دے تو طلاق نہیں ہوتی (۲)۔

مسئلہ کی مزید تفصیل اور دلائل پر بحث مطلوب ہو تو مرقاۃ، بذل المجہود، اوجز المسالک، عمدۃ القاری کا مطالعہ کریں (۳)۔

= (وكذا في نصب الراية لأحاديث الهداية: ۲۲۲/۳، كتاب الطلاق، أحاديث في طلاق المكره، مطبعه دار المأمون بشر شارع الأزهار، سورة الهند).

(۱) "يقع طلاق كل زوج إذا كان بالغاً عاقلاً، سواء كان حراً أو عبداً، طائعاً أو مكرهاً". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لايقع طلاقه: ۳۵۳/۱، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب الطلاق، باب طلاق السنة، فصل: ۳۵۸/۲، شركة علميه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الطلاق: ۳۱۷/۲، رشيديه)

(۲) "رجل أكره بالضرب والحبس على أن يكتب طلاق امرأته فلانة بنت فلان بن فلان، فكتب: امرأته فلانة بنت فلان بن فلان طالق، لاتطلق امرأته". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة: ۳۷۹/۱، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴۷۲/۱، فصل في الطلاق بالكتابة،رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الطلاق، مطلب في الإكراه على التوكيل بالطلاق والنكاح والعتاق: ۲۳۶/۳، سعيد)

(۳) "قلنا: وكذلك المكره مختار في التكلم اختياراً كاملاً في السبب إلا أنه غير راض بحكمه؛ لأنه عرف الشرين، فاختار أهونهما عليه". (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح، باب الخلع والطلاق، الفصل الثاني: ۴۲۸/۶، رشيديه)

"وحكى أيضاً وقوع الطلاق المكره عن النخعي وابن المسيب والثوري وعمر بن عبدالعزيز وأبي حنيفة وأصحابه رحمهم الله تعالىٰ، انتهى .... ولأن الفائت بالإكراه ليس إلا الرضا طبعاً، وأنه ليس بشرط لوقوع الطلاق". (بذل المجهود شرح أبي داؤد: ۲۷۶/۳، كتاب الطلاق، باب في الطلاق =

تنبیہ ۱: حالتِ حمل میں دی ہوئی طلاق بھی واقع ہوجاتی ہے(۱)۔

تنبیہ ۲: حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے والد بزرگوار جن کا نام حضرت انس ہے وہ صحابی نہیں، بلکہ دوسرے ہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۹/۱۳۹۵ھ۔

بغیر نام لئے جبراً طلاق

سوال[۲۰۱۲]: زید اپنے مکان پر موجود نہ تھا، اس کی بہن آئی اور اس کی بیوی کو اپنے ہمراہ میکے

= علی غلط، معهد الخليل الإسلامي، کراچی)

"وأجازه أبو قلابة والشعبي والنخعي والزهري والثوري وأبوحنيفة وصاحباه رحمهم الله تعالىٰ؛ لأنه طلاق من مكلف في محل يملكه، فينفذ كطلاق غير المكره". (أوجز المسالک، كتاب الطلاق، هل يقع طلاق المكره أم لا: ۴/۴۲۹، مكتبه يحيويه، مظاهر علوم سهارنپور)

"وفي مصنف ابن أبي شيبة أن الشعبي كان يرى طلاق المكره جائزاً، وكذا قاله إبراهيم وأبوقلابة وابن المسيب وشريح رحمهم الله تعالىٰ. وقال ابن حزم: وصح أيضاً عن الزهري وقتاده وسعيد بن جبير، وبه أخذ أبوحنيفة وأصحابه رحمهم الله تعالىٰ". (عمدة القاري، كتاب الطلاق، باب الطلاق في الإغلاق والمكره والسكران والمجنون: ۲۰/۲۵۰، إدارة الطباعة المنيرية، بيروت)

(۱) "وحل طلاقهن: أي الآيسة والصغيرة والحامل عقب وطء؛ لأن الكراهة فيمن تحيض لتوهم الحبل وهو مفقود هنا". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق: ۳/۲۳۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الأول في تفسيره وركنه وشرطه وحكمه الخ: ۱/۳۴۹، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الطلاق: ۴/۱۸۷، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "وهو أحد الأئمة الأعلام ركن من أركان الإسلام فقيه الأمة إمام دار الهجرة أبو عبدالله مالک بن أنس بن مالک بن أبي عامر .... وأول من أسلم من آبائه أبو عامر، واختلف أهل الرجال في صحبته .... وجد الإمام وهو مالک بن أبي عامر تابعيّ بلا خلاف، نعم! من كبار التابعين .... وكذلک أنس والد الإمام ليس من رواة السنة وغيرها من الكتب المتداولة". (مقدمة أوجز المسالک: ۱/۱۱، ۱۲، الباب الثاني، مكتبه يحيويه سهارنپور)

لے گئی، زید کو واپسی کے بعد معلوم ہوا تو وہ اپنی بیوی کو اس کے میکے سے لینے گیا، ان کی بیٹھک میں جا کر ٹھہرا، بیوی کے چند رشتہ دار بھی بیٹھک میں آ گئے اور زید سے گفتگو شروع کی کہ تم تو ہم لوگوں کو لچے کہتے ہو، بچوں کے یہاں کیوں آ گئے، دوسرے صاحب نے کہا کہ بیوی کو طلاق دیدو، زید نے انکار کیا کہ میں طلاق نہ دوں گا، تیسرے آدمی نے کہا کہ اگر یوں نہ دوگے رسے میں باندھ کر ڈنڈے لگا کر طلاق لے لیں گے۔

زید نے کہا خواہ کچھ کرو، طلاق نہ دوں گا۔ انہوں نے فوراً رسا منگا لیا اور باندھنے کا ارادہ کیا۔ زید کو یقین ہو گیا کہ یہ ضرور ایسا ہی کریں گے اور وہاں اس کا کوئی معین و مددگار نہ تھا، اس لئے اس نے کہہ دیا کہ "میں نے طلاق دی، میں نے طلاق دی، میں نے طلاق دی" لیکن ان الفاظ سے اپنی بیوی کو طلاق کی نیت نہیں کی۔ سوال یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

سائل: فرزند علی شاہ پوری ضلع سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئولہ میں تین طلاق واقع ہو کر مغلظہ ہو گئی، جس طرح اپنی خوشی سے طلاق دینے سے طلاق ہو جاتی ہے اسی طرح دوسروں کی زبردستی دلانے سے بھی واقع ہو جاتی ہے جب کہ صریح ہو: "ویقع طلاق کل زوج عاقل بالغ و لو کان مکرهاً، فإن طلاقه صحیح، اهـ". مجمع الأنهر: ۱/۳۸٤(۱)۔

چوں کہ طلاق اپنی بیوی ہی کو دی جاتی ہے، نیز صورت مسئولہ میں زید ابتداءً طلاق نہیں دے رہا ہے بلکہ طلاقِ زوجہ کا اس سے مطالبہ اور سوال کیا جا رہا ہے، اس کے جواب میں طلاق دے رہا ہے اس لئے زوجہ کا نام نہ لینا، یا اس کی نیت نہ کرنا کچھ مؤثر اور معتبر نہیں (۲)۔ قال ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ: "الجواب

---

(۱) (مجمع الأنهر: ۲/۷،۸، کتاب الطلاق، غفاریه کوئٹه)

(وکذافی الدر المختار: ۳/۲۳۵، کتاب الطلاق، سعید)

(وکذافی الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۳۵۳، کتاب الطلاق، فصل فیمن یقع طلاقه و فیمن لا یقع طلاقه، رشیدیه)

(وکذا فی النهر الفائق: ۲/۳۱٦، کتاب الطلاق، رشیدیه)

(۲) "و صریح الطلاق لا یحتاج إلی النیة؛ لأنه موضوع له شرعاً، فکان حقیقةً، والحقیقة لا تحتاج إلی نیة". (الاختیار لتعلیل المختار: ۲/۱٦٤، فصل فی صریح الطلاق، حقانیه)

(وکذافی رد المحتار: ۳/۲٤۷، کتاب الطلاق، باب الصریح، سعید) .... =

يتضمن إعادة ما في السوال، اهـ". ردالمحتار(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور، ۲۶/۶/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور، ۲۸/ جمادی الثانی/ ۵۶ھ۔

جھوٹ طلاق کا اقرار کرنا

سوال[۲۰۱۳]: زید نے اپنی بیوی سے جھگڑا کیا اور غصہ کے عالَم میں اپنی بیوی سے کہا کہ "میں تمہیں نہ رکھوں گا" اور جب گھر سے باہر نکلا تو ایک صاحب نے سنا تھا، اس نے ہنسی مذاق میں کہا کہ آپ نے اپنی بیوی کو کیسی طلاق دی ہے، زید نے ہنستے ہوئے کہا کہ "میں نے طلاقِ مغلظہ دی ہے"۔ اپنی بیوی کے سامنے بھی نہیں کہا تھا، صرف دوسرے سے مذاق میں زبان سے نکل گیا، کوئی دل سے نہیں کہا۔ اب اس صورت میں دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ طلاقِ مغلظہ ہوگی یا نہیں؟ زید اپنی بیوی کو بغیر حلالہ کے رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر ہنسی مذاق میں بھی اس نے طلاقِ مغلظہ دی ہے تب بھی واقع ہوگی چاہے، بیوی سامنے ہو یا نہ ہو(۲)، لیکن اگر اس سے مقصود اس لفظ سے طلاقِ مغلظہ کی غلط خبر دینا تھا یعنی مخاطب کے سامنے جھوٹی خبر دینا تھا اور جھوٹ کا اقرار کرنا تھا تو دیانۃً فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ طلاق نہیں ہوگی (۳)، اگر پہلے اس پر گواہ بنالیا تھا کہ میں

= (وكذا في التاتارخانية: ۳/۲۶۰، الفصل الرابع فيمايرجع إلى صريح الطلاق، إدارة القرآن كراچی)

(۱) (رد المحتار: ۳/۲۴۲، كتاب الطلاق، مطلب في الحشيشة والأفيون والبنج، سعيد)

(۲)"و طلاق اللاعب والهازل به واقع". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۵۳، كتاب الطلاق، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لايقع طلاقه، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار: ۳/۲۳۵، كتاب الطلاق، سعيد)

"فيقع طلاق الهازل بالطلاق واللاعب، لما روى عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنه قال: "ثلث جدهن جد و هزلهن جد: النكاح، والطلاق، والعناق". (بدائع الصنائع: ۴/۲۱۵، كتاب الطلاق، فصل في شرائط الركن، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۳)"إذا قال لها: قد طلقتك، أو قال لها: أنت طالق، و أراد الخبر عما مضى كذباً، وسعه فيما بينه وبين الله تعالىٰ أن يمسكها". (الفتاوىٰ التاتارخانية: ۳/۲۶۲، كتاب الطلاق، فصل فيما يرجع إلى صريح =

جھوٹا اقرار کروں گا تو قضاءً بھی نہیں ہوگی (۱)۔ اگر طلاقِ مغلظہ کا لفظ کہتے وقت زید خالی الذہن تھا یعنی جھوٹ کا اقرار کرنا اور جھوٹی خبر دینا ذہن میں نہیں تھا بلکہ اس تصور سے فارغ ہو کر کہدیا تو طلاقِ مغلظہ ہوگئی (۲)، اب بغیر حلالہ کے تعلقِ زوجیت درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۵/۳/۲۸ھ۔

اقرارِ طلاق کے بعد انکار

سوال[۶۰۱۴]: زید نے اپنی بیوی کو طلاق دی، جو لوگ وقوعِ واقعہ کے وقت موجود تھے ان میں سے دو عورتیں اور ایک مرد نے شرعی گواہی دی کہ زید نے چار مرتبہ کہا کہ ''میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی'' اور اثنائے واقعہ میں اَور ایک مرد آیا تو زید کو یہ کہتے ہوئے پایا کہ ''میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی'' اس مرد نے اس کو کہا کہ طلاق کا لفظ کوئی معمولی ہے، ایسا لفظ نہ کہو تو زید نے پھر کہا کہ ''تم کیا سمجھتے ہو؟ ہاں میں نے اس کو طلاق دے دی''۔ ایک دوسری آدمی کے پاس زید نے اقرار کیا کہ ''میں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی ہیں، اب دینِ مہر ادا کرنا ہے کس طرح ادا کروں گا''۔

اس واقعہ کے دن سے یہ بات مشہور ہوگئی ہے کہ زید نے اپنی بیوی کو طلاقیں دیدی ہیں، خود زید نے اپنی بیوی کو فوراً اپنے سے علیحدہ کر کے میکے میں بھیجدیا، لیکن چند دن بعد اب زید کا بیان ہے کہ میں نے تین مرتبہ کہا تھا کہ ''طلاق دیدیں گے، چوتھی مرتبہ کہا تھا کہ طلاق دیدی''۔ اس کی بیوی کہتی ہے کہ میرے شوہر نے پہلے

= الطلاق، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في رد المحتار: ۲۹۳/۳، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذافي البحر الرائق: ۴۲۸/۳، كتاب الطلاق، رشيديه)

(۱) "استثنى في القنية من الوقوع قضاءً ما إذا أشهد قبل ذلك؛ لأن القاضي يتهمه في إرادته الكذب، فإذا أشهد قبله، زالت التهمة". (البحر الرائق: ۴۲۹/۳، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق: ۳۱۷/۲، كتاب الطلاق، رشيديه)

(۲) "وإن لم يرد به الخبر عن الماضي، أو أراد به الكذب، أو الهزل، وقع قضاءً وديانةً". (البحر الرائق: ۴۲۸/۳، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذافي التاتارخانية: ۲۶۲/۳، كتاب الطلاق، فصل فيما يرجع إلى صريح الطلاق، إدارة القرآن كراچي)

ہی مرتبہ طلاق دیدی تھی اور آخری مرتبہ میں طلاق دیدیں گے کہا تھا۔

علاوہ ازیں زید کو خود اقرار ہے اور مذکورہ بالا بھی گواہی دے رہے ہیں اس لئے علاوہ لفظِ طلاق کے چند جملے اور بھی کہے مثلاً: ''تم کو طلاق دیدیں گے یا دیدیا''۔ ازیں اختلاف قول الشاہد والطالق ''تم میرے گھر سے اپنے میکے چلی جاؤ، تم میرے گھر سے نکل جاؤ'' پھر اس کے بعد اپنے والد اور بھائی سے مخاطب ہو کر کہا کہ میری شادی دوسری جگہ فوراً کرادو، ورنہ میں ہیضہ والے گھر گھس کر مرجاؤں گا۔ یہ واضح ہے کہ یہ سارا واقعہ جھگڑا اور غضب کی حالت میں ہوا ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ایک مرد اور دو عورتیں جب کہ مقبول الشہادۃ گواہی دیں کہ ہمارے سامنے زید نے چار مرتبہ کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی تو شرعاً طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی (۱) اور شوہر کے انکار سے کچھ نہیں ہوتا۔ پھر زید کا دوسرے شخص کے سامنے اقرار کرنا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی قوی دلیل ہے اس پر کہ زید نے وعدۂ طلاق پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ بالفعل طلاقِ مغلظہ دی ہے (۲)۔

---

(۱) "ونصابها لغيرها من الحقوق، سواء كان الحق مالاً أو غيره، كنكاح و طلاق و وكالة .... رجلان أو رجل و امرأتان". (تنوير الأبصار مع الدر المختار: ۵/۴۶۵، كتاب الشهادة، سعيد)

"و ما سوى ذلك من الحقوق تقبل فيها شهادة رجلين، أو رجل و امرأتين، سواء كان الحق مالاً أو غير مال، مثل النكاح والطلاق والوكالة والوصية؛ لأن الأصل فيها القبول، لوجود ما يبتني عليه أهلية الشهادة، وهو المشاهدة والضبط والأداء". (اللباب في شرح الكتاب: ۳/۱۴۲، كتاب الشهادة)

"وإذا شهد شاهدان على رجل أنه طلق امرأته ثلاثاً، و جحد الزوج والمرأة ذلك، فرق بينهما؛ لأن المشهود به حرمتها عليه، والحل والحرمة حق الله تعالىٰ، فتقبل الشهادة عليه من غير دعوى". (المبسوط للسرخسي: ۳/۱۷۰، باب الشهادة في الطلاق، حبيبيه، كوئٹه)

(۲) "و لو أقر بالطلاق كاذباً أو هازلاً، وقع قضاءً، لا ديانةً". (رد المحتار: ۳/۲۳۶، كتاب الطلاق، مطلب في الإكراه على التوكيل بالطلاق والنكاح والعتاق، سعيد)

"أن من أقر بطلاق سابق يكون ذلك إيقاعاً منه في الحال؛ لأن من ضرورة الاستناد الوقوع في الحال، و هو مالك للإيقاع غير مالك للاستناد". (المبسوط للسرخسي: ۴/۱۰۹، باب الطلاق، حبيبيه كوئٹه)

اگر عورت نے خود ایک مرتبہ طلاق کو سنا ہے اور دوسری اور تیسری مرتبہ طلاق سننے کا انکار کرتی ہے، البتہ کسی معتبر شخص نے اس کو خبر دی کہ زید نے میرے سامنے تم کو تین طلاقیں دینے کا اقرار کیا ہے تب بھی کافی ہے یعنی یہ ضروری نہیں کہ وہ خود ہی طلاق کو سن لے، بلکہ ایک عادل کی شہادت طلاق کی یا اقرارِ طلاق کی حرمتِ غلیظہ کے لئے شرعاً معتبر اور کافی ہے، اب عورت کو جائز نہیں کہ زید کو اپنے اوپر قابو دے:

"صرح بـه الـحصكفي في باب العدة: والمرأة كالقاضي لا يحل أن تمكنه إذا سمعت منه ذلك، أوشهد به شاهد عدل عندها، اهـ". زيلعي: ۲/۱۹۸(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف غفرلہ، ۸/محرم الحرام/۶۳ھ۔

جھوٹی طلاق دینے کا اقرار

سوال[۶۰۱۵]: شوہر اور بیوی میں باہم نا اتفاقی رہتی تھی کہ بیوی اپنے والدین کے گھر بیٹھ گئی اور شوہر پر عدالت میں نان ونفقہ کا دعویٰ دائر کر دیا۔ شوہر نے کہا کہ اگر بیوی میرے گھر پر رہے گی تو میں نان ونفقہ دینے کو تیار ہوں، خلاصہ یہ کہ آپس کی رضامندی سے مقدمہ واپس لے لیا اور بیوی شوہر کے گھر آ گئی۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد بیوی کو شوہر کے خلاف لوگوں نے بھڑکا دیا اور جبراً طلاق دینے پر مجبور کیا، اس پر شوہر نے کہا کہ "اب طلاق کا سوال ہی کیا، میں تو عدالت میں طلاق دے چکا ہوں" اور یہ صرف دفع الوقتی کے طور پر کہا۔ اگر عدالت کے روبرو طلاق دی جاتی تو پھر بیوی شوہر کے گھر آتی کیوں؟ بہر حال یہ جھوٹ کہا۔ تو کیا اس طرح کہنے سے بھی طلاق ہو گئی؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جب شوہر نے محض دفع الوقتی کے لئے طلاق کا اقرار کر لیا اور حقیقۃً عدالت میں طلاق نہیں دی تھی تو دیانۃً طلاق واقع نہ ہوگی، البتہ اگر مقدمہ عدالت میں پہونچے گا تو بقاعدۂ شرعیہ اس کی بیوی پر ایک طلاقِ رجعی

(۱) (تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب الطلاق: ۳/۱۴۰، دار الكتب العلميه بيروت)

مان لی جائے گی اس کو عدت تین حیض گزرنے سے پہلے پہلے رجعت کا حق حاصل رہے گا(۱)، مثلاً اس طرح کہ دوآدمیوں کے سامنے کہدے کہ میں نے اپنی طلاق واپس لے لی، پھر دونوں حسبِ سابق شوہر اور بیوی کی طرح رہ سکیں گے(۲)۔

”کما لو أقر بالطلاق هازلاً أو كاذباً .... لو أراد به الخبر من الماضی كذباً، لایقع دیانةً“. شامی مختصر: ۲/ ۵۸۲(۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۹/ ۳/ ۸۸ھ۔

---

(۱)”إذا طلق الرجل امرأته تطليقةً رجعيةً أو تطليقتين، فله أن يراجعها في العدة“. (اللباب في شرح الكتاب: ۲/ ۱۸۰، باب الرجعة، قديمي)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۴/ ۳۹۶، شرائط جواز الرجعة، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في التاتارخانية: ۳/ ۵۹۴، كتاب الطلاق، الفصل الثاني والعشرون في مسائل الرجعة، إدارة القرآن كراچي)

(۲)”الرجعة على ضربتين .... فالسني أن يراجعها بالقول، و يشهد على رجعتها شاهدين، و يعلمها بذلك“. (الفتاوى التاتارخانية: ۳/ ۵۹۴، كتاب الطلاق، الفصل الثاني والعشرون في الرجعة، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۴/ ۳۹۱، كتاب الطلاق، في بيان ماهية الرجعة، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/ ۱۵۰، كتاب الطلاق، باب الرجعة، دارالكتب العلمية بيروت)

(۳) (ردالمحتار: ۳/ ۲۳۸، كتاب الطلاق، مطلب في المسائل التي تصح مع الإكراه، سعيد)

”وفي الصغرى: في أمالي أبي يوسف: إذا قال لها: قد طلقتك، أو قال: أنت طالق، و أراد الخبر عما مضى كذباً، وسعه فيما بينه و بين الله تعالىٰ أن يمسكها“. (التاتارخانية: ۳/ ۲۶۲، فصل فيما يرجع إلى صريح الطلاق، إدارة القرآن كراچي)

”و لو أقر بالطلاق و هو كاذب، وقع في القضاء. و صرح في البزازية: بأن له في الديانة إمساكها إذا قال: أردت به الخبر عن الماضي كذباً“. (البحرالرائق: ۳/ ۴۲۸، كتاب الطلاق، رشيديه)

اقرارِطلاق سے طلاق

سوال[۶۰۱۶]: میں نے اپنی بیوی کوسینماوغیرہ دیکھنے سے منع کیا مگراس نے میرے حکم کی نافرمانی کی جس پرمیں نے قاضی کی معرفت طلاق دی اوراسے اپنے گھر سے جدا کردیا،لیکن میرے سسرال والے یہ کہہ رہے ہیں کہ اس طرح طلاق نہیں ہوتی، یہ بدستورتمہاری بیوی ہے۔اب مجھے اس عورت کے بارے میں کیا کرنا چاہئے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جب آپ نے طلاق دیدی تو وہ واقع ہوگئی جیسی دی ہے ویسی ہی ہوگئی،اگرایک یادودفعہ صاف لفظوں میں طلاق دی ہے تورجعی طلاق ہوگی اگرآپ چاہیں توعدت (تین حیض)ختم ہونے سے پہلے طلاق واپس لے سکتے ہیں جس کی بہترصورت یہ ہے کہ دوگواہوں کے سامنے کہدیں کہ میں نے طلاق سے رجعت کرلی(۱)،بس اتنا کافی ہے،نکاح بدستورقائم رہے گا۔اگرطلاق بائن دی ہے تورجعت کاحق نہیں رہا،البتہ طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کی اجازت ہے(۲)۔اگرتین طلاق دی ہیں تومغلظہ ہوگئی،اب بغیرحلالہ کے دوبارہ تعلق

---

(۱)"(وتصح)الرجعة (إن لم يطلق)الزوج (ثلاثاً) أو اثنتين إن كانت أمةً، ولم يقترن الطلاق بعوض .... و لم يكن بكناية يقع بهاالبائن، و على هذا فلو قال: إن لم يطلق بائناً، لكان أولى". (النهر الفائق: ۲/۴۱۳، ۴۱۴، كتاب الطلاق، باب الرجعة، رشيديه)

(وكذا في اللباب في شرح الكتاب: ۲/۱۸۰، كتاب الرجعة، رشيديه)

"(و تصح إن لم يطلق بائناً) هذا بيان لشرط الرجعة، هي أن لا يكون الطلاق ثلاثاً في الحرة أو ثنتين في الأمة.......... و لا يخفى أن الشرط واحد هو كون الطلاق رجعياً". (ردالمحتار: ۳/۳۹۹، ۴۰۰، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(۲)"و ينكح مبانته بمادون الثلاث في العدة و بعدها بالإجماع". (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۳/۴۰۹، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية: ۳/۶۰۳، كتاب الطلاق، الفصل الثالث والعشرون في المسائل المتعلقة بنكاح المحلل و ما يتصل به، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في البحر الرائق: ۴/۹۴، ۹۷، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

زوجیت قائم ہونے کی کوئی صورت نہیں (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۷/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۷/۸۷ھ۔

زبانی طلاق دینے سے طلاق

سوال[۶۰۱۷]: میں کہ محمد مجتبیٰ عرف ڈھلو کی شادی شمیمہ بانو کے ساتھ ہوئی، پھر محبت واخلاق سے دس بارہ سال کا عرصہ گزرنے کے بعد محمد مجتبیٰ نے اپنی منکوحہ بیوی کو اس کے گھر لاکر پہنچادیا۔ پھر رخصتی کرانے کے لئے نہیں آتا، بلکہ غیروں کے سامنے کہتا ہے کہ ''میں نے اس کو طلاق دیدیا'' اور اس نے دوسری شادی کرلی۔ لڑکی کے خالو محمد ایوب نے جب کچھ پوچھا کہ کیوں رخصتی نہیں کراتے؟ تو اس نے ایوب سے کہا کہ میں نے اس کو طلاق دیدیا اور کاغذی طور پر طلاق نہیں دیا، بلکہ جو بھی پوچھتا ہے تو کہتا ہے کہ میں نے طلاق دیدیا۔ تو اس کے زبانی طلاق دینے سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

---

(۱)"وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة أو ثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحاً صحيحاً، و يدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها". (الفتاوى التاتارخانية: ۶۰۳/۳ كتاب الطلاق، الفصل الثالث والعشرون في مسائل المتعلقة بنكاح المحلل و ما يتصل به، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچی)

"فالحكم الأصلي لمادون الثلاث من الواحدة البائنة والثنتين البائنتين هو نقصان عدد الطلاق، و زوال الملک أيضاً، حتى لا يحل له وطؤها إلا بنكاح جديد .... و أما الطلقات الثلاث، فحكمها الأصلي هو زوال الملک، و زوال حل المحلية أيضاً، حتى لا يجوز له نكاحها قبل التزوج بزوج آخر لقوله عزوجل: ﴿فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ (بدائع الصنائع: ۴۰۳/۴، كتاب الطلاق، فصل في حكم الطلاق البائن، دارالكتب العلميه بيروت)

"و ينكح مبانته في العدة و بعدها لا المبانة بالثلاث لو حرةً، وبالثنتين لو أمةً، حتى يطأها غيره و لو مراهقاً بنكاح صحيح و تمضي عدته". (البحر الرائق: ۹۴/۴، ۹۷ كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

طلاق زبانی دینے سے بھی واقع ہوجاتی ہے، لکھ کر دینے پر موقوف نہیں (۱)، پس جب کہ شوہر کو طلاق کا اقرار ہے تو وقتِ طلاق سے تین ماہواری عدت گزرنے پر اس کی مطلقہ بیوی کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا حق حاصل ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۳/۱۴۰۶ھ۔

الگ الگ مجلس کے اقرار کے گواہوں سے طلاق

سوال [۱۰۱۸]: محمد طیب کا بیان ہے کہ میں نے وسیلہ خاتون کو طلاق نہیں دی۔ وسیلہ خاتون کا بیان بھی محمد طیب کے مکان پر یہی تھا کہ مجھ کو طلاق نہیں دی، لیکن اپنے گھر جانے پر جو کہ دو میل ہے وسیلہ خاتون سے -جب کہ اس کو اپنے ماں باپ کے یہاں گئے ہوئے پندرہ یوم سے زائد ہوگئے تھے- حسبِ ضرورت دریافت کیا گیا تو وہ کہتی ہے کہ "مجھ کو ایک دفعہ کوٹھری سے نکل کر محمد طیب نے کہا کہ میں نے طلاق دے دی" اس کے کچھ دیر کے بعد دستی نل کے پاس کہا کہ "میں نے طلاق دے دی" اس کے کچھ دیر بعد کہا کہ "میں نے طلاق دے دی"۔ لیکن کسی گواہ کی موجودگی میں ثابت نہیں کہ حویلی کے اندر پانچ گھر اور آٹھ عورتیں ہیں، جو کہ ہر وقت موجود رہتی

---

(۱) "و یقع طلاق کل زوج بالغ عاقل و لو عبداً أو مکرهاً أو هازلاً أو سکران أو أخرس بإشارته أو مخطئاً بأن أراد التکلم بغیر الطلاق فجری علی لسانه الطلاق، أو تلفظ به غیر عالم بمعناه، أو غافلاً أو ساهیاً". (تنویر الأبصار مع الدر المختار: ۲۳۵/۳، ۲۴۱، ۲۴۱، کتاب الطلاق، سعید)

(و کذافی التاتارخانیة: ۲۵۷/۳، فصل من یقع طلاقه و من لا یقع، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی البحرالرائق: ۴۲۶/۳، کتاب الطلاق، رشیدیه)

(و کذا فی بدائع الصنائع: ۲۱۵/۴، کتاب الطلاق، فصل فی شرائط الرکن، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(۲) "أن من أقر بطلاق سابق، یکون ذلک إیقاعاً منه فی الحال؛ لأن من ضرورة الاستناد الوقوع فی الحال، و هو مالک للإیقاع غیر مالک للاستناد". (المبسوط للسرخسی: ۱۰۹/۴، باب الطلاق، حبیبیه کوئٹه)

(و کذا فی رد المحتار: ۲۳۶/۳، کتاب الطلاق، مطلب فی الإکراه علی التوکیل بالطلاق والنکاح والعتاق، سعید)

ہیں۔اور وسیلہ خاتون کے بیان کے وقت سب موجود تھیں۔حویلی کا صحن چاروں گھروں کا ایک ہے۔

علاوہ اس کے جو بیان کسی مرد یا عورت کا ہے کہ محمد طیب نے میرے سامنے کہا کہ میں نے وسیلہ خاتون کو طلاق دے دی، وہ فقط ایک ہے۔پھر معلوم ہوا کہ ایک شخص نے یہ کہا کہ میں نے دریافت کیا تو محمد طیب نے کہا کہ ''میں نے طلاق دے دی''۔دوعورتیں بیان کرتی ہیں کہ محمد طیب نے طلاق دے دی۔ایک بالغہ لڑکی کا بیان ہے کہ طلاق دے دی۔لیکن اس کے برخلاف محمد طیب طلاق دینے سے انکاری ہے۔اور دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں ایک جگہ شاہد نہیں ہیں۔

ایسی حالت میں محمد طیب کا بیان قابلِ تصدیق ہے یا قابلِ تکذیب؟ محمد طیب کو قسم کھانے پر مجبور کیا جائے کہ قرآن شریف کی قسم جب کہ ہاتھ پر رکھا ہو، یا اللہ پاک کی قسم کھا کر بیان دے، یا بلاقسم کے بیان دے، یا مجبور نہ کیا جائے اور محمد طیب کے بیان پر عمل کیا جائے، یا بیان نہ مانا جائے؟

تحریرِ بالا پر غور کر کے فتویٰ دیں کہ وسیلہ خاتون اب بھی منکوحہ ہے یا مطلقہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس طرح طلاق دینے سے طلاق واقع ہوجاتی ہے، اسی طرح طلاق کا اقرار کرنے سے بھی طلاق کا حکم کر دیا جاتا ہے(۱)۔اگر موقع کا گواہ کوئی نہیں ہے، لیکن اقرارِ طلاق ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے ثابت ہے اور یہ معتبر ہیں تو ان کی گواہی سے بھی شرعی ثبوت حاصل ہوجائے گا اور طلاق کا حکم کر دیا جائے گا، اور جیسی طلاق کی گواہی دیں ویسی طلاق کا حکم ہوگا اگرچہ یہ گواہ ایک مجلس کے اقرار کے گواہ نہ ہوں، بلکہ الگ الگ مجلس کے گواہ ہوں (۲)۔ایسی صورت میں محمد طیب سے حلفیہ بیان لینے کی ضرورت نہیں۔

---

(۱) "ولو أقر بالطلاق كاذباً أو هازلاً، وقع قضاءً لا ديانةً". (ردالمحتار، كتاب الطلاق، مطلب في الإكراه على التوكيل بالطلاق والنكاح والعتاق: ۲۳۶/۳، سعيد)

"أن من أقر بطلاق سابق يكون ذلك إيقاعاً منه في الحال؛ لأن من ضرورة الاستناد الوقوع في الحال، وهو مالك للإيقاع غير مالك للاستناد". (المبسوط للسرخسي، باب الطلاق: ۱۰۹/۷، حبيبه كوئٹه)

(۲) "(و) نصابها (لغيرها من الحقوق، سواء كان) الحق (مالاً أو غيره كنكاح وطلاق ووكالة ووصية واستهلال صبي) ولو (للإرث رجلان) .... (أو رجل وامرأتان)". (الدرالمختار، كتاب الشهادات: ۴۶۵/۵، سعيد) .... =

الحاصل حکمِ طلاق کے لئے نہ تنہا زوجہ کا دعویٰ کافی ہے اور عدمِ حکم طلاق کے لئے نہ محض شوہر کا انکار کافی ہے۔ شوہر کے اقرار یا شرعی شہادت سے طلاق کا حکم ہوتا ہے، اقرار اور گواہ نہ ہونے کی صورت میں شوہر کے حلفیہ انکار سے عدمِ طلاق کا حکم ہوتا ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۲/ ۷/ ۱۳۹۰ھ۔

جائیداد کے تحفظ کے لئے عدالت میں طلاق کا جھوٹا اقرار

سوال[۶۰۱۹]: ۱...... زید حکومت کے قانونی شکنجے سے بچانے کی غرض سے اپنی ملکیت کو لڑکے کی بیوی کو ہبہ کر دیتا ہے، لیکن زید کے ایسا کرنے سے اس کی ملکیت قانونی گرفت سے محفوظ نہیں ہوتی۔ چونکہ ملکیت جس کو ہبہ کی گئی وہ قانوناً لڑکے کی فیملی میں شامل ہے، لہٰذا زید کو پہلے لڑکے اور اس کی بیوی کو علیحدگی ثابت کرنا ضروری ہوگئی، علیحدگی بھی قانونی طریقے سے۔ تحریر عدالت میں پیش کی جائے تب اس کی ملکیت محفوظ ہو سکتی ہے۔ چنانچہ زید اب دوسرا طریقہ اختیار کرتا ہے جو حسبِ ذیل ہے:

زید اپنے ہبہ نامہ کی عبارت میں تحریر کراتا ہے کہ:

"میرا لڑکا نالائق ہے، بدچلن ہے، اپنی بیوی کے سمجھانے پر سمجھنے کی ذرا بھی کوشش نہیں کی اور فوراً طلاق دے دی۔ میرے لڑکے کی بیوی میری بھانجی ہے، میرا خون ہے، اس کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہیں۔ لڑکے سے یہ توقع رکھوں کہ بچوں کی تربیت اچھی طرح کرلے گا، ناممکن ہے۔ اور بچوں کی ماں کے پاس بھی کچھ نہیں رہا، جو زیور وغیرہ

= (وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الشهادات، الباب الأول في تعريفها، الخ: ۳/ ۴۵۱، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الشهادات: ۷/ ۱۰۳، رشيديه)

(۱) "عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن النبي -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم- قال في خطبته: "البينة على المدعي واليمين على المدعى عليه". (جامع الترمذي، كتاب الأحكام: ۱/ ۲۴۹، سعيد)

"وشرط فيهما شهادة رجلين أو رجل وامرأتين، سواء كان الحق مالاً أو غير مال، كالنكاح والطلاق". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الشهادات، الباب الأول: ۳/ ۴۵۱، رشيديه)

"وإذا نكل المدعى عليه عن اليمين، قضى عليه بالنكول وألزمه ماادعى عليه". (مختصر القدوري، كتاب الدعوىٰ، ص: ۲۶۷، إدارة القرآن كراچى)

تھا وہ اس کا شوہر پہلے ہی خرد برد کر چکا ہے، لہٰذا بچوں کی پرورش کے لئے میں اپنی ملکیت میں سے اتنی جائیداد اپنے لڑکے کی بیوی اور اس کے بچوں کے نام ہبہ کرتا ہوں''۔

اور اس قسم کے مضمون کی ایک درخواست لڑکے کی طرف سے متعلقہ افسر کے دفتر میں پیش کرا دیتا ہے، یعنی:

''میری بیوی گندی رہتی ہے، کھانا بنانا اچھے قسم کا نہیں جانتی، بے تمیز ہے، لہٰذا میں اپنی بیوی کو طلاق دے چکا ہوں''۔

لیکن یہ درخواست جو عدالت میں پیش کی گئی ہے، اس کو لڑکا نہ اپنے قلم سے لکھتا ہے اور نہ اس پر دستخط کرتا ہے، بلکہ مطالبہ ہی نہیں کرتا ہے، لیکن اس کارروائی کا علم لڑکے کو ضرور ہے۔ اور یا اپنے مفاد کے لئے لڑکا اپنے والد کو ایسا مشورہ دیتا ہے، اور زید اس کے کہنے سے ایسا کرتا ہے۔ ایسی صورت میں کیا لڑکے کی بیوی پر طلاق ہو جائے گی؟

۲...... اگر بالفرض محال کسی وجہ سے بھی حسبِ ذیل کارگزاری کے سلسلہ میں عدالت میں پیش ہونا پڑ جائے، اور لڑکے کو قانونی مجبوری کی وجہ سے ان کاغذات کا جو اس کے والد کی طرف سے گذرے ہیں، اقرار کرنا پڑ جائے اور یا دستخط یا انگوٹھا لگانا پڑ جائے اور یا عدالت کی طرف سے یہ سوال ہو لڑکے سے: کیا یہ درخواست تم نے ہی لکھی ہے یا لکھائی ہے؟ ایسی صورت میں لڑکا اقرار کرلے تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر لڑکا پہلے اس بات کا گواہ بنالے کہ میں طلاق نامہ پر غلط دستخط کروں گا، یا عدالت میں طلاق کا غلط اقرار کروں گا، واقعۃً نہ طلاق دی ہے، نہ طلاق دینا مقصود ہے تو اس کے اس جھوٹے اقرار یا جھوٹے دستخط سے طلاق واقع نہیں ہوگی:

"لو أراد به الخبر من الماضي كذباً، لايقع ديانةً، وإن أشهد قبل ذلك لايقع قضاءً، اه".

شامی: ۱/۴۳۳ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸/۱۱/۱۳۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۸/۱۱/۱۳۹۰ھ۔

---

(۱) (ردالمحتار، کتاب الطلاق: ۳/۲۳۸، سعید)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الطلاق، فيما يرجع إلى صريح الطلاق: ۳/۲۶۲، إدارة القرآن كراچی)

''تو سمجھ لے کہ دی'' سے طلاق

سوال[۶۰۲۰]: زید نے دوسری شادی کر لی۔ایک روز پہلی بیوی کے ساتھ جھگڑا ہوا،اس وقت زید کی بھابھی بھی وہاں موجود تھی۔زید نے کہا کہ ''میں تم سے عاجز ہوگیا ہوں، میں تجھے چھوڑ دوں گا''۔اس کے جواب میں بیوی نے کہا کہ میں بھی تم سے تنگ آگئی ہوں۔اس پر زید نے کہا کہ ''جا،تُو یہ سمجھ لے کہ میں نے تجھے طلاق دی''۔اس کے بعد جھگڑا ہوتا رہا۔اور اس دوران میں زید نے کئی مرتبہ پھر یہی الفاظ کہے کہ ''جا،تُو یہ سمجھ لے کہ دی، جا،تُو یہ سمجھ لے کہ دی''۔

اس عرصہ مین دو تین آدمی اَور آگئے،بیوی نے ان دو آدمیوں کے سامنے یہ واقعہ دہرایا کہ زید نے مجھے ایسا کہا ہے۔اس پر زید نے یہ کہہ دیا کہ اس طرح طلاق نہیں ہوتی۔تقریباً پانچ ماہ کا عرصہ گذر گیا بیوی سے زید کا کوئی تعلق نہیں ہے۔صورتِ مذکورہ میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید کا یہ مطلب تھا کہ ''جا،تُو یہ سمجھ لے کہ میں نے تجھے طلاق دی،مگر تیرے سمجھنے سے کیا ہوتا ہے، میں نے طلاق نہیں دی''۔اور زید اس پر حلف کرلے تو زید کا قول معتبر ہوگا اور طلاق کا حکم نہیں کیا جائے گا،ورنہ طلاق کا حکم ہوجائے گا(۱)،اور قرینہ بھی یہی ہے،کیونکہ ایسا کہنے کے بعد زید نے اس سے کوئی تعلق نہیں رکھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ،دار العلوم دیوبند۔



---

(۱) ''اگر نیت زید کی دوبارہ اور سہ بارہ وغیرہ سے خبر دینا اسی طلاقِ اول کی ہے تو اس کی زوجہ پر صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوئی،اور حکم اس کا یہ ہے کہ عدت کے اندر رجعت بلا نکاح کے درست ہے اور بعد عدت کے نکاح جدید بلا حلالہ کے ہوسکتا ہے''۔(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۰/۱۴۸، باب هشتم، طلاق رجعی سے متعلق احکام ومسائل، إمدادیه ملتان)

الفصل الثانی فی عدم وقوع الطلاق

(عدمِ وقوعِ طلاق کا بیان)

وعدۂ طلاق سے طلاق نہیں ہوتی

سوال[۱۰۲۱]: زید نے اپنی بیوی کو اس کے ماں باپ کے یہاں سے لیجانے کا تقاضہ کیا مگر کسی وجہ سے وہ اس کے ساتھ جانے کو تیار نہ ہوئی، اس پر زید نے - جہاں تک اس کو یاد ہے - اپنی بیوی کے بھائی سے یہ لفظ کہے کہ ''شریفوں میں مقدمہ بازی کرنے اور مستورات کو عدالت میں لیجانے کے بہ نسبت مرجانا، یا طلاق دیدینا بہتر ہوتا ہے، اگر معاملہ عدالت تک جائے گا تو میں بھی طلاق دیدینے کو ترجیح دوں گا بجائے اس طرح بے غیرت ہونے کے''۔ اور زید نے تاکیداً اس کے بھائی سے ۵/ تاریخ تک پہونچا دینے کو کہا۔ جو الفاظ زید نے کہے تھے، زید ان کے متعلق حلف شرعی اٹھانے کو تیار ہے۔

اس کے برخلاف مسماۃ کا بھائی یہ کہتا ہے کہ زید نے یہ الفاظ کہے تھے کہ ''اگر زید کی بیوی ۵/ تاریخ تک اس کے گھر نہ پہونچ گئی تو زید طلاقنامہ لکھ کر بھیج دے گا''۔ چنانچہ زید کی بیوی ۵/ تاریخ تک نہیں بھیجی گئی۔ اس صورت میں زید کا بھائی کہتا ہے کہ تم طلاق دے چکے ہو، زید نے اس کے قول کو تسلیم نہیں کیا۔ حکم شرعی سے مطلع فرمائیں کہ ایسی صورت میں شرعاً مسماۃ زید کی زوجیت سے علیحدہ ہوگئی یا بدستور اس کی بیوی ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مسماۃ کے بھائی کا بیان اگر تسلیم کرلیا جائے تب بھی شرعاً طلاق واقع نہیں ہوئی، کیونکہ اس کا بیان ہے کہ ''اگر زید کی بیوی ۵/ تاریخ تک اس کے گھر نہ پہونچ گئی تو زید طلاقنامہ لکھ کر بھیج دے گا'' اور اس بیان میں طلاق نہیں دی گئی، بلکہ طلاق کا وعدہ کیا گیا ہے اور وعدۂ طلاق سے طلاق واقع نہیں ہوتی (۱)، البتہ اگر طلاقنامہ لکھ

---

(۱) ''فقال الزوج: أطلق ''طلاق می کنم'' فكرره ثلاثاً، طلقت ثلاثاً، بخلاف قوله: سأطلق ''طلاق کنم''؛ لأنه استقبال، فلم يكن تحقيقاً بالتشكيك''. (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/ ۳۸۴، كتاب الطلاق، الطلاق =

کر بھیجد یتا تو اس طلاقنامہ کی وجہ سے طلاق واقع ہوجاتی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/ ۸/ ۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/ شعبان/ ۵۵ھ۔

صیغۂ استقبال سے طلاق کا حکم

سوال [۲۰۲۲]: زید اور اس کی منکوحہ میں بہت محبت تھی، ایک روز خلوت میں تھے، دونوں پر شہوت طاری تھی، زید کی منکوحہ نے کہا: اگر میں نے ہاتھ چھڑا لیا تو مجھے چھوڑ دوگے یعنی طلاق دیدوگے یہ انداز طلاق لینے کا نہیں تھا بلکہ خوامخواہ ہاتھ چھڑا کر اپنی بہادری دکھانا تھا۔ زید نے ہاں کردیا، منکوحہ نے کوشش سے ہاتھ چھڑا لیا۔ اس کے بعد صحبت کی کیا طلاق پڑگئی؟ اس واقعہ کے بعد چار بچے ہوچکے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کی منکوحہ کو طلاق نہیں ہوئی، فتاوی عالمگیری، ص: ۳۵۸، ۳۵۹، میں ہے:

"فقال الزوج: أطلق: "**طلاق می کنم، طلاق می کنم**" فکررہ ثلاثاً طلقت ثلاثاً،

= بالألفاظ الفارسية، رشيديه)

"قوله: طلقي نفسك، فقالت: أنا طالق، أو أنا أطلق نفسي، لا يقع؛ لأنه وعد، جوهرة".
(الدر المختار). "بخلاف قولها: أطلق نفسي، لا يمكن جعله إخباراً عن طلاق قائم؛ لأنه إنما يقوم باللسان، فلو جاز، لقام به الأمران في زمن واحد و هو محال". (ردالمحتار: ۳/ ۳۱۹، كتاب الطلاق، باب تفويض الطلاق، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/ ۵۴۵، كتاب الطلاق، باب تفويض الطلاق، رشيديه)

(۱) "الأول أن يكتب: هذا كتاب فلان بن فلان إلى فلانة، أما بعد! فأنت طالق، و في هذا الوجه يقع الطلاق في الحال". (التاتار خانية: ۳/ ۳۷۷، كتاب الطلاق، الفصل السادس إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في رد المحتار: ۳/ ۲۴۶، كتاب الطلاق، الطلاق بالكتابة، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۴/ ۲۳۹، كتاب الطلاق، فصل في النوع الثاني، دارالكتب العلمية بيروت)

بخلاف قوله: سأطلق: "طلاق كنم"؛ لأنه استقبال، فلم يكن تحقيقاً بالتشكيك"(۱)۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جواب صحیح ہے، صورتِ مسئولہ میں زیادہ سے زیادہ وعدۂ طلاق ہوسکتا ہے، ایقاعِ طلاق ہرگز نہیں ہوسکتا اس لئے بلاشبہ کوئی طلاق نہیں ہوئی۔

بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

طلاق کی حکایت کرنے سے طلاق نہیں ہوتی

سوال[۶۰۲۳]: ایک لڑکی کے طلاق وعلیحدگی کے سلسلے میں چند لوگوں کو جمع کیا گیا ہے، اس میں ایک شخص زید نامی بھی شریکِ مجمع تھا۔ لڑکی کی طلاق کے بارے میں کچھ گفت وشنید ہوئی، پھر لڑکے کو بلا کر لڑکی کو طلاق دلوائی گئی۔ جب طلاق ہوچکی تو سب اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ زید نامی شخص بھی چلا گیا، زید نے گھر جا کر اپنی بیوی کو "طلاق دیا" کا جملہ دوتین بار ادا کیا۔

لوگوں نے دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی، بلکہ میں پہلے میٹنگ والی طلاق نقل کررہا تھا۔ اس کا دماغ وعقل بھی کمزور ہے، زید کو پوری گنتی بھی نہیں آتی۔ کہتا ہے کہ جہاں تک خیال ہے، دو ہی بار طلاق دیا گیا ہے۔ قاعدہ سے بات کا جواب بھی نہیں دے پاتا، بہکی بہکی باتیں کرتا ہے۔ تو کیا اس کی بیوی کو طلاق واقع ہوجائے گی؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر زید نے اپنی بیوی کو اس طرح کہا ہے "میں نے تم کو طلاق دے دی" اور تین دفعہ کہا ہے تو طلاقِ

---

(۱) (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۸۴، كتاب الطلاق، الطلاق بالألفاظ الفارسية، رشيديه)

"قوله: طلقي نفسك، فقالت: أنا طالق، و أنا أطلق نفسي، لم يقع؛ لأنه وعدٌ، جوهرة". (الدرالمختار). "بخلاف قولها: أطلق نفسي، لا يمكن جعله إخباراً عن طلاق قائم؛ لأنه إنما يقوم باللسان، فلو جاز، لقام به الأمران في زمن واحد وهو محال". (ردالمحتار: ۳۱۹/۲، كتاب الطلاق، باب تفويض الطلاق، سعيد)

(و كذافي البحر الرائق: ۵۴۵/۳، كتاب الطلاق، باب تفويض الطلاق، سعيد)

مغلظہ ہوگئی (۱)، دونوں میں جدائی کرادی جائے۔ اگر اس طرح کہا ہے کہ ’’فلاں شخص نے اپنی بیوی کو یہ کہا ہے کہ میں نے تم کو طلاق دی‘‘ تو اس سے کوئی طلاق نہیں ہوگی۔ زید دماغ کا کمزور ہے مگر طلاق کو سمجھتا ہے اور جانتا ہے کہ تین طلاق سے نکاح کی جڑ ہی کٹ جاتی ہے۔ اسی لئے تو کہتا ہے کہ ’’جہاں تک خیال ہے دو ہی بار طلاق دیا گیا ہے‘‘۔ ورنہ جب وہ دوسرے کی طلاق کا واقعہ نقل کر رہا ہے خود طلاق نہیں دے رہا ہے تو پھر اس میں دو اور تین کی بحث ہی بے کار ہے، کیونکہ دوسرے کا واقعہ نقل کرنے سے طلاق نہیں ہوتی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

الفاظِ طلاق اس طرح کہنا کہ سنائی نہ دیں

سوال [۶۰۲۴]: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اس طرح طلاق دے کہ الفاظِ طلاق کسی دوسرے کو سنائی نہ دے، صرف زبان متحرک ہو تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر زبان سے طلاق کا لفظ اس طرح کہا کہ سنا نہ جائے، صرف زبان متحرک ہوئی تو اس سے طلاق نہیں ہوئی، کما فی ط، ص: ۱۱۹ (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) ’’إذا قال لامرأته: أنت طالق وطالق وطالق، ولم يعلقه بالشرط، إن كانت مدخولةً، طلقت ثلاثاً‘‘ (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الأول: ۳۵۵/۱، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، باب طلاق غير المدخول بها: ۲۹۳/۳، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية، نوع آخر في تكرار الطلاق وإيقاع العدد: ۲۸۲/۳، إدارة القرآن كراچی)

(۲) ’’أو كتب ناقلاً من كتاب: ’’إمرأتي طالق‘‘ مع التلفظ، أو حكى يمين غيره، فإنه لايقع أصلاً مالم يقصد زوجته‘‘. (ردالمحتار، باب الصريح، مطلب: الصريح نوعان: ۲۵۰/۳، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لايقع طلاقه: ۳۵۳/۱، رشيديه)

(۳) ’’لو أجرى الطلاق على قلبه وحرّك لسانه من غير تلفظٍ يسمع، لايقع‘‘. (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، ص: ۲۱۹، شروط الصلوة، قديمي)

’’عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ’’إن الله عزوجل تجاوز لأمتي عما حدثت به أنفسها مالم تعمل أو تتكلم به‘‘. (الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان: ۷۸/۱، قديمي) =

مدت تک علیحدہ رہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی

سوال[۶۰۲۵]: زید نے اپنی منکوحہ سعیدہ بی کو، زاہدہ بی جو کہ زید کی پہلی بیوی تھی، اس کے ساتھ اتفاق نہ ہونے کی بناء پر گھر سے الگ کر دیا جو کہ تقریباً ۲۵/ سال سے جدائی کی زندگی گذار رہی ہے۔ اب جب کہ پہلی بیوی زاہدہ بی کا انتقال ہو چکا ہے، تو پھر زید اپنی دوسری بیوی سعیدہ بی کو واپس اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہے، تو کیا وہ رکھ سکتا ہے۔ اس ۲۵/ سال کے درمیان سعیدہ بی سے معاشرتی تعلقات تو نہیں ہے لیکن ملاقات کبھی کبھار ہو جاتی ہے۔

سعیدہ بی کے بطن سے ایک لڑکا بھی ہے جو کہ زید کے ہی گھر میں جدائیگی سے قبل پیدا ہوا تھا، وہ لڑکا سعیدہ بی کے ساتھ آج بھی موجود ہے۔ اس کی پرورش اور ضروریاتِ زندگی سعیدہ بی ہی پورا کرتی رہی۔ سعیدہ بی کو زید نے طلاق نہیں دیا ہے، صرف الگ کر دیا تھا، اب زید چاہتا ہے کہ سعیدہ بی کو اپنے گھر میں بیوی کی طرح رکھے اور معاشرتی زندگی پہلے جیسی بسر کرے۔

یہاں یہ بات بھی ہم واضح کرتے ہیں کہ زید فریضۂ حج بھی ادا کر چکا ہے۔ ۱۹۷۰ء میں زید حج کے لئے روانہ ہونے والا تھا تو اس کو خیال ہوا کہ اپنی بیوی سعیدہ کے ساتھ ہی۔ جس کو برسوں سے چھوڑ رکھا ہے۔ تعلقات قائم کرے، لیکن پہلی بیوی زاہدہ بی کی موجودگی پھر مخل ہوئی۔ پھر جب زاہدہ بی روانگیٔ حج کے قبل ہی انتقال کر گئی تو زید کو احساس ہوا کہ سعیدہ بی کو بلائے، چنانچہ سعید بی اور اس کے لڑکے کو بلا کر زید نے سعیدہ بی کی مہر کی رقم ادا کر دی، ساتھ ہی اس کو اور اس کے لڑکے کو ایک ہزار روپیہ کی نقد رقم دی۔

اب پھر سعیدہ بی اپنے لڑکے کے ہمراہ اپنے گھر چلی گئی، اور زید فریضۂ حج کے لئے چلا گیا۔ جب زید فریضۂ حج کے بعد واپس گھر آیا تو معاً اس کو خیال ہوا کہ سعیدہ بی سے ملے، چنانچہ وہ ملا اور معاشرتی طور پر اس کے یہاں رہا، اب دائمی طور پر اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اتنی مدت گذر جانے کے بعد بھی سعیدہ بی زید کی حبالۂ زوجیت میں ہے، اور کیا زید سعیدہ بی کو ایسی صورت میں کہ وہ برسوں تک جدا رہی اپنے گھر میں بحیثیتِ بیوی کے رکھ سکتا ہے؟ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

= "وركنه لفظ مخصوص، هو ما جُعل دلالةً على معنى الطلاق من صريح أو كناية .... وبه ظهر أن من تشاجر مع زوجته فأعطاها ثلاثة أحجار ينوي الطلاق ولم يذكر لفظاً لاصريحاً ولا كنايةً، لايقع عليه". (ردالمحتار مع الدر المختار: ۳/۲۳۰، كتاب الطلاق، سعيد)

الجواب حامداً و مصلیاً:

جب کہ طلاق نہیں دی ہے تو اتنی مدت تک الگ الگ رہنے سے نکاح ختم نہیں ہوا، بلکہ بدستور باقی ہے(۱)، اب ساتھ رہیں اور ایک دوسرے کا حقِ زوجیت ادا کریں، اس سے وہ دونوں شرعاً مجرم نہیں ہوں گے، بلکہ اب تک جو کچھ جرم ہوا ہے اور حقوق ادا نہیں کئے ہیں، انشاء اللہ تعالیٰ اس جرم کی مکافات ہوجائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/ ۷/ ۱۳۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/ ۷/ ۱۳۹۰ھ۔

محض دیر تک میکہ میں رہنے سے طلاق نہیں ہوئی

سوال[۶۰۲۶]: زید کی پہلی بیوی دائم المرض ہے، خانگی کاروبار ٹھیک نہیں چلا سکتی، لہٰذا زید نے اپنی پہلی بیوی کی مرضی سے نکاح ثانی کیا ہے، کیونکہ پہلی بیوی لاولد ہے، دونوں بیویوں کو ایک مکان میں رکھنے کا انتظام نہ ہوسکا، اس لئے پہلی بیوی کو اس کے والدین کے گھر چھوڑا، عقد ثانی سے اب تک تین سال کا عرصہ ہوا، مگر زید کو پہلی بیوی کے پاس جانے کا موقعہ نہیں ہوا، اس لئے بعض لوگوں کو زید کے طلاق دینے کا شبہ ہوا، مگر زید نے زبانی اور تحریری طلاق نہیں دی اور اس نے ایک جماعت کے سامنے حلفاً اقرار کیا کہ میں نے پہلی بیوی کو طلاق نہیں دی ہے، اب میں پہلی بیوی کو مکان بلانا چاہتا ہوں، بیوی بھی تیار ہے۔ دریں حالت زید کے خسر اپنی دختر کو اس کے شوہر کے ہمراہ بھیج سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جب کہ طلاق کا کوئی ثبوت نہیں اور شوہر پوری قوت سے طلاق کا منکر ہے تو طلاق کا حکم کرنے کی کوئی وجہ نہیں (۲)، شوہر اپنی بیوی کو بلاسکتا ہے اور بیوی اس کے پاس جاسکتی ہے اور خسر بھیج سکتا ہے۔ اور شوہر دونوں

---

(۱) "ورکنه (أی الطلاق) لفظ مخصوص، هو ماجُعل دلالةً علی معنی الطلاق من صریح أو کنایة".
(ردالمحتار، کتاب الطلاق: ۳/ ۲۳۰، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الطلاق، الباب الأول: ۱/ ۳۴۸، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب الطلاق: ۳/ ۲۰، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۲) "(و یقبل قوله إن ادّعاه) وأنکرته: أی ادعی الاستثناء، و مثله الشرط، کما فی الفتح و غیره. وقید بإنکارها؛ لأنه محل الخلاف، إذ لو لم یکن له منازع فلا إشکال فی أن القول قوله، کما صرح به فی =

بیویوں کے حقوق ادا کرنے کے لئے تیار ہے، لہٰذا پہلی بیوی کو ضرور شوہر کے پاس بھیج دیا جائے، خاص کر ایسی صورت میں کہ بیوی بھی اس کے ساتھ رہنا چاہتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۵/۹/۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۵/۹/۵ھ۔

تین کنکر سے طلاق

الاستفتاء [۲۰۲۷]: ۱...... من آقائے زید، شماچه الفاظے نسبت به طلاقِ زینب از دهانِ خود بیرون کرد، بطورِ واضح بیان نمائید. آقائی مولوی صاحب! من مسلمان هستم وقسم خوردم که دروغ نگویم، من ونامبُردۂ فوق –دربارۂ زنے که گو فدیۂ ام داشتیم– بطورِ تحدید بایک دیگر گفتگو می کردم، والفاظِ طلاق هم تبلاً میانِ مابوده. بعداً هنده به سه الفاظ حساب کردم، یعنی یک ودو وسه بطرفِ او انداختم، گفته: بردار. دلے بخیالِ من دو عدد سنگ می داشته.

بسته بدستورِ شرعِ مبارک می باشد، من تابعِ شرعِ محمدی هستم. من از زن سوال کردم، مگر خدامی خواهی یعنی درحال خشم سوال کردم، گفت: بلے بخواهم. بعد از چندیں دقیقه سه عدد سنگ بطرفِ او انداختم، گفتم: "بردار".

۲...... من درحالتِ خشم وغضب از زنِ خود سوال کردم که "تو طلاق میخواهی"؟ زن گفت: "می خواهم". بارِ ثانی سه عدد سنگ بطرفِ او انداختم، گفتم: "بردار، خاموش باش".

"امرأة طلبت الطلاق من زوجها، فقال لها: **سه طلاق بردار ورفتی**، لايقع، ويكون هذا تفويض الطلاق إليها(۱)۔

= الفتح". (التنوير مع رد المحتار: ۳۶۹/۳، كتاب الطلاق، باب التعليق، مطلب فيما لو ادعى الاستثناء و أنكرته الزوجة، سعيد)

(و كذا في تبيين الحقائق: ۱۱۸/۳، كتاب الطلاق، باب التعليق، دارالكتب العلمية، بيروت)

(و كذا في البحر الرائق: ۳۵/۴، باب التعليق، رشيديه)

(۱) (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الفصل السابع في الطلاق بالفاظ الفارسية: ۳۸۲/۱، رشيديه)

رائے خود را دریں مرقوم فرمایند عند اللہ ماجور. فقط.

عبدالغفور بمعرفت مولوی سراج الدین، بازگشت ایران، زاہدان ایران، بردوکان جمعہ بلوچی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ایں طریق دراں دیار برائے طلاق دادن رائج است، طلاق واقع خواھد شد، ورنہ درحقیقت سہ سنگ سہ طلاق نیست(۱). بیش از بیش تفویضِ طلاق گفتہ خواھد شد(۲). الغرض! مدار برعُرف ورواج است(۳). فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۳/۹۴ھ۔

---

(۱) اگر صرف پتھر پھینکے جائیں اور زبان سے طلاق کا کوئی لفظ نہ ادا کیا جائے تو اس سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی:

"وبه ظهر أن من تشاجر مع زوجته فأعطاها ثلاثة أحجارٍ ينوى الطلاق ولم يذكر لفظاً لاصريحاً ولا كناية، لايقع عليه". (ردالمحتار، كتاب الطلاق، مطلب: طلاق الدور: ۳/۲۳۰، سعيد)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثانى، الفصل الأول فى الطلاق الصريح: ۱/۳۵۷، رشيديه)

(وكذا فى فتاوىٰ قاضى خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق: ۱/۴۶۳، رشيديه)

(۲) (راجع رقم الحاشيه : ۱)

(۳) بعض الفاظ طلاق کے استعمال میں عرف کا بہت بڑا دخل ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ عرف کی وجہ سے بعض الفاظِ کنایہ کو صریح قرار دیا گیا ہے، چنانچہ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ عرف سے بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ولو قال: "حلالِ ایزد بروی حرام" أو حلال الله عليه حرام، لاحاجة إلى النية، وهو الصحيح المفتى به للعرف، وأنه يقع به البائن؛ لأنه المعتارف. ثم فرق بينه وبين سرحتك، فإن سرحتك كناية لكنه فى عرف الفرس غلب استعماله فى الصريح، فإذا قال "رھا کردم" أى سرحتك، يقع به الرجعى مع أن أصله كناية أيضاً، وما ذاك إلا لأنه غلب فى عرف الفرس استعماله فى الطلاق". (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات: ۳/۲۹۹، سعيد)

استفتاء:

جناب زید سے: آپ نے کون سے الفاظ زینب کی طلاق کے بارے میں اپنے منہ سے نکالے، واضح طور پر بیان کرو۔

۱...... میرے آقا مولوی صاحب! میں مسلمان ہوں، اور قسم کھاتا ہوں کہ جھوٹ نہیں بولوں گا۔ میں اور مسماۃ مذکورہ =

غیر شادی شدہ کی طلاق واقع نہیں

سوال[۲۰۲۸]: ایک شخص قسم کھانے کا عادی ہے، اس نے قسم کھائی کہ ”اگر میں فلاں لفظ زبان سے ادا کروں تو میری بیوی کو طلاق ہے“ اور شام تک کی اس نے اپنے ذہن میں نیت کرلی اور اگلے روز اس لفظ کو اس نے زبان سے ادا کردیا۔ پھر کچھ دنوں بعد اس نے قسم کھائی کہ ”میں نے فلاں کام نہیں کیا، اگر کیا ہو تو میری بیوی کو طلاق ہے“۔ پھر کچھ دنوں بعد اس نے پھر یہی قسم کھائی اور غالب گمان بلکہ یقین ہے کہ اس نے وہ کام نہیں کیا۔ کچھ دنوں بعد پھر قسم کھائی کہ ”فلاں نے یہ کام کیا ہے، اگر نہیں کیا ہے تو میری بیوی کو طلاق“۔ اور یہاں پر بھی اسی درجہ کا غالب گمان ہے کہ فلاں نے یہ کام کیا ہے، اسی طریقہ سے پانچ مرتبہ واقعہ ہوا، اور گمان ہر جگہ بدرجۂ یقین موجود ہے اور وہ شخص غیر شادی شدہ ہے۔ تو طلاق پڑے گی یا نہیں؟ اور اگر تین مرتبہ یہ واقعہ ہوا تب کیا حکم ہے؟

=-ایک عورت کے بارے میں کہ گویا میں اس کا قیمت دے چکا ہوں- دھمکی کے طور پر ایک دوسرے سے باتیں کررہے تھے اور طلاق کے الفاظ بھی ہماری درمیان بھی ذکر ہورہے تھے۔ اس کے بعد ہندہ کو تین عدد شمار کئے یعنی: ایک، دو، تین، اور اس کی طرف پھینک دیئے اور کہا کہ لے لو۔ میرے دل میں یہی خیال تھا کہ اس کی طرف دو پتھر پھینک چکا ہوں۔

میں شریعت مبارک کے دستور اور احکام پر پابند ہوں گا، میں شرعِ محمدی کا تابع ہوں۔

میں نے اپنی بیوی سے سوال کیا، مگر اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ غصہ کی حالت میں سوال کردیا، وہ بولی کہ ”ہاں چاہتی ہوں“۔ اس کے بعد تین عدد کنکریاں اس کی طرف پھینک دیں اور میں نے کہا کہ لے لو۔

۲...... میں نے غضب وغصہ کی حالت میں اپنی بیوی سے سوال کیا کہ ”تو طلاق چاہتی ہے“؟ بیوی نے کہاں کہ ”چاہتی ہوں“۔ دوسری بار میں نے تین کنکریاں اس کی طرف پھینک دیئے اور میں نے کہا کہ ”لے لو“۔ اور چپ ہوجاؤ: ”امرأة طلبت الطلاق من زوجها، الخ“۔

اس کے بارے میں اپنی رائے لکھ کر عنداللہ ماً جور ہوں فقط۔

الجواب:

اگر یہ طریقہ ان علاقوں میں طلاق دینے کے لئے رائج ہے تو طلاق واقع ہوجائے گی، ورنہ حقیقت میں تین کنکریاں تین طلاقیں نہیں ہیں، زیادہ سے زیادہ تفویض طلاق اس کو کہا جائے گا۔ الغرض اس کا مدار عرف اور رواج پر ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ قسم کھاتے وقت اس کے نکاح میں کوئی عورت نہیں تھی تو مذکورۂ سوال قسم بار بار کھانے سے اس کی بیوی پر کوئی طلاق نہیں ہوئی، کیونکہ اس وقت اس کی بیوی موجود ہی نہیں (۱)، جب نکاح کرے گا تب اس کی بیوی آئے گی اور اس سے قسم وطلاق کا کوئی تعلق نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۳/۱۴۰۰ھ۔

طلاق قبل النکاح

سوال[۶۰۲۹]: ایک شخص مسمی سیف اللہ خان جو کہ کند ذہن اور نیم پاگل ہے وہ ایک دوسرے گاؤں میں ایک شخص مولوی خان زمان کے پاس اپنے گھر کے کسی مریض کے لئے تعویذ لینے گیا، جب وہاں سے فارغ ہوا تو واپسی پر راستے میں اس کو غلام عباس خان، محمد یعقوب خان، محمد وزیر خان ملے، کیونکہ یہ تینوں آدمی راستے میں اپنی اپنی زمین میں کاشت کر رہے تھے، تو سیف اللہ خان وہاں ان کے پاس بیٹھ گیا، تو محمد یعقوب خان نے اس سے کہا کہ تجھ کو میں دس روپے کا نوٹ دوں گا تُو اپنی منکوحہ کو طلاق دیدے تو سیف اللہ خان نے کہا کہ اگر یہ بات تم کسی کو نہ بتاؤ تو میں طلاق دیتا ہوں تو انہوں نے کہا کہ ہم نہ بتائیں گے اور نہ تُو بتائے گا، جب دونوں نے اقرار کرلیا تو محمد وزیر خان نے ان الفاظ کے ساتھ تین دفعہ طلاق اٹھوائی: ''میری بیوی بیٹی فتح خان کی،

---

(۱) "أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: "لاطلاق إلافیماتملک، ولاعتق إلافیماتملک، ولابیع إلافیماتملک".

"وهومنقول عن علی وابن عباس وعائشة رضی اللہ تعالیٰ عنهم، ومذ هبنا أنه إذاأضاف الطلاق إلی سببیة الملک صح، کما إذاقال لأجنبیه: إن نکحتک فأنت طالق، فإذاوقع النکاح، وقع الطلاق".

(بذل المجهود فی حل أبی داود: ۶۵/۴، باب فی الطلاق قبل النکاح)

"قال رحمه اللہ: إنمایصح فی الملک کقوله لمنکوحته:(وإن زرت فأنت طالق، أومضافاً إلیه): أی إلی الملک (کإن نکحتک فأنت طالق، فیقع بعده): أی یقع الطلاق بعد وجود الشرط". (تبیین الحقائق ۱۰۹/۳ کتاب الطلاق، باب التعلیق، بیروت)

(وکذا فی النهر الفائق: ۳۸۵/۲، ۳۸۶، کتاب الطلاق، باب التعلیق، رشیدیه)

پر تین طلاق حرام ہیں'' ان الفاظ کو سیف اللہ خان نے تین دفعہ دہرایا۔

اب گزارش یہ ہے کہ کیا ان الفاظ کے ذریعہ سے سیف اللہ خان کی منکوحہ اس پر حرام ہوجاتی ہے، کیونکہ ابھی تک بصورتِ ایجاب وقبول سیف اللہ خان کی صرف منگنی ہوئی ہے، شادی نہیں ہوئی ؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر صرف منگنی ہوئی ہے یعنی وعدۂ نکاح ہوا ہے (نکاح نہیں ہوا) تو یہ طلاق بیکار ہے، اس سے کچھ نہیں ہوا: ''لا طلاق قبل النكاح'' (۱)۔ اگر نکاح بھی ہو چکا ہے (اگر چہ رخصتی نہیں ہوئی) تو طلاقِ مغلظہ ہوگئی، اب اس سے بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح نہیں ہوسکتا:

''قال لزوجته غير المدخول بها: أنت طالق ثلاثاً، وقعن، لما تقرر أنه متى ذكر العدد كان الوقوع به، الخ''. درمختار (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸۸/۹/۱۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۸۸/۹/۱۸ھ۔

طلاق قبل النکاح

سوال [۶۰۳۰]: بدرالدین وسیف الدین دونو جوان لڑکے ہیں۔ بدرالدین نے سیف الدین

---

(۱) ''قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم : ''لانذر لابن آدم فيما لا يملک، و لا طلاق قبل نكاح، و لا عتاق فيما لا يملک''. (إعلاء السنن: ۲۰۱/۱۱، كتاب الطلاق، باب حكم تعليق الطلاق بالنكاح، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچی)

''عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قال: ''لاطلاق إلا فيما تملک، و لا عتق إلا فيما تملک، و لا بيع إلا فيما تملک''. (سنن أبی داود: ۲۹۸/۱، كتاب الطلاق، باب فی الطلاق قبل النكاح، دار الحديث، ملتان)

(۲) (الدر المختار: ۳۸۴/۳، ۳۸۵، كتاب الطلاق، طلاق غير المدخول بها، سعيد)

''إذا قال: لامرأته قبل الدخول بها: أنت طالق ثلاثاً، أو قال: أنت طالق ثنتين، وقع ذلك عند عامة العلماء''. (بدائع الصنائع: ۲۹۹/۴، كتاب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا فی النهر الفائق: ۳۵۶/۲، كتاب الطلاق، فصل فی الطلاق قبل الدخول، رشيديه)

سے کہا کہ تم یہ کہو کہ ''تیری شادی سے پہلے اگر میں رات میں تیرے بستر پر نہ سویا کروں تو میری بیوی پر تین طلاق ہیں'' تو سیف الدین نے اس بات کا اقرار کرلیا اور یہ سب کلام کاغذ پر لکھا۔ پھر جب سے سیف الدین بدرالدین کے بستر پر رات میں سوتا رہا، لیکن دونوں کے دل میں یہ خیال تھا کہ اگر کوئی سخت ضرورت یا مشکل پیش آئے اور سونا ایک ساتھ ممکن نہ ہو تو سونے کی کوئی بات نہیں اور یہ کلام مکالمہ میں طے ہوا تھا، کاغذ میں لکھا ہوا نہیں ہے۔ظاہر ہے کہ دونوں کی شادی ابھی تک نہیں ہوئی۔

سوال یہ ہے کہ سیف الدین اگر شادی کریں تو اس کی بیوی پر طلاق پڑ جائے گی یا نہیں؟ دونوں کے دل میں جو خیال تھا وہ لغو ہو جائے گا یا نہیں؟ ازراہ کرم جواب مرحمت فرما کر ہم لوگوں کو ٹھیک راستہ پر ہدایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں کہ ابھی تک شادی نہیں ہوئی، کوئی عورت اس کے نکاح میں نہیں، تو اس کلام یا تحریر کی وجہ سے اس کی بیوی پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی (۱)۔

تنبیہ: دونو جوان کا ایک بستر پر سونا ٹھیک نہیں ہے، اس سے پورا پرہیز کیا جائے (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۱۲/۱۴۰۰ھ۔

---

(۱) "رجل قال: إن فعلت كذا، فامرأته طالق، وليس له امرأة، فتزوج امرأةً ثم فعل ذلك، لايحنث في يمينه". (فتاوىٰ قاضي خان: ۱/۱۱۵، كتاب الطلاق، باب التعليق، مسائل تعليق الطلاق بالتزوج، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ البزازية: ۴/۲۷۵، كتاب الأيمان، الثالث في المتفرقات، رشيديه)

(وكذا في المبسوط للسرخسي: ۶/۸۱، كتاب الطلاق، باب من الطلاق، مكتبه حبيبيه)

(۲) "عن عبد الرحمن بن أبي سعيد الخدري عن أبيه رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "لاينظر الرجل إلى عورة الرجل، ولاالمرأة إلى عورة المرأة، ولايفضي الرجل إلى الرجل في ثوب واحد، ولاتفضي المرأة إلى المرأة في الثوب الواحد". (الصحيح لمسلم: ۱/۱۵۴، كتاب الحيض، باب تحريم النظر إلى العورات، قديمي) .... =

سالی کو طلاق

سوال[۱۰۳۱]: چه میفرمایند علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئله: صورتش ایں که زید در حاضرانِ مجلس زوجهٔ خود را که نامش هنده بود مخفی داشته اختِ هنده را که نامش میمونه بود، بعلّت نکاحِ ثانی مجبور شده، میمونه را زوجهٔ خود قرار داده، بطورِ حیلهٔ سازی سه طلاق داد، زیرا که اگر زوجهٔ اول را طلاق ندهد، وی وخویش واقربائے عروسهٔ ثانی ناراض و ممتنع گردیدند. بعد او اظهار نماید: زوجهٔ من هنده است میمونه نیست. پس دریں صورت هنده مطلقه شد، یا نه؟ بینوا توجروا.

راقم الحروف مولوی مجیب الحق نواکھالی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر هنده رانه خطاب کرده، و نه بسوئے او اشاره نموده، و نه نامش بُرده، و نه بر سبیلِ طلاقِ زوجه و منکوحهٔ خود را طلاق داده است، بلکه خواهرِ زوجه اش را که میمونه است، زوجهٔ خود ظاهر کرده طلاق داده است، خواه بدیں صورت که میمونه را که زوجهٔ من است طلاق دادم، خواه بسویش اشاره نموده گفت که ایں را طلاق دادم.

پس در همه صورتهائے مذکوره نه بر هنده طلاق واقع شده است، و نه بر میمونه، زیرا که هنده را خطاب نکرده است، و نه بهیچ و جه نسبتِ طلاق بدو کرد، ومیمونه منکوحه اش نیست، البته میمونه را منکوحهٔ خود ظاهر کردن بدروغ است، و بزۂ وی بر

= "ولایجوزللرجل مضاجعة الرجل وإن كان كل واحد منهمافي جانب من الفراش". (الدرالمختار). "(قوله: مضاجعة الرجل): أی فی ثوب واحد لاحاجزبینهما...... وهل المراد أن یلتفّا فی ثوب واحد أویکون أحدهما فی ثوب دون الآخر، والظاهر الأول، یؤیده مانقله عن مجمع البحار: أی متجردین، وإن كان بینهماحائل، فیکره تنزیهاً". (رد المحتار: ۳۸۲/۶، کتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغیره، سعید)

(وكذا فی فتح القدیر: ۵۲/۱۰، کتاب الکراهیة، فصل فی الاستبراء وغیره، مصطفی البابی الحلبی مصر)

گردن او:

"ومحله المنكوحة............ وأهله زوج عاقل بالغ مستيقظ. صريحه ما لم يستعمل إلا فيه، كطلقتك وأنت طالق، و مطلقة، قيد بخطابها؛ لأنه لو قال: إن خرجت يقع الطلاق، أو لا تخرجي إلا بإذني، فإني حلفت بالطلاق، فخرجت، لم يقع، لتركه الإضافة إليها، اهـ".

درمختار (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۲۱/ ذی الحجہ/ ۵۷ھ۔

---

(۱) (الدر المختار: ۳/۲۳۰، ۲۴۷، ۲۴۸، كتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

"و لو قال: امرأته الحبشية طالق، و لا نية له في طلاق امرأته، وامرأته ليست بحبشية لا يقع عليها، و على هذا إذا سمى بغير اسمها، و لا نية له في طلاق امرأته". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۵۸، كتاب الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(و كذا في التاتارخانية: ۳/۲۸۲، إيقاع الطلاق بطريق الإضمار، إدارة القرآن كراچی)

ترجمه: علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے میں کیا فرماتے ہیں جس کی صورت یہ ہے کہ زید نے حاضرینِ مجلس کے سامنے اپنی بیوی کو جس کا نام ہندہ ہے مخفی رکھ کر ہندہ کی بہن کو- جس کا نام میمونہ ہے- نکاحِ ثانی کی وجہ سے مجبور ہو کر میمونہ کو اپنی بیوی قرار دیکر حیلۂ سازی کے طریقہ پر طلاق دی، اس لئے کہ وہ اگر اپنی اول بیوی کو طلاق نہ دیتا، دوسری بیوی کے خویش واقرباء ناراض اور شادی سے منکر ہو جاتے۔

اس کے بعد وہ (شوہر) اظہار کرتا ہے کہ میری بیوی ہندہ ہے میمونہ نہیں، بس اس صورت میں ہندہ مطلقہ ہوئی یا نہیں؟

ترجمۂ جواب: "اگر ہندہ کو نہ خطاب کیا اور نہ اس کی طرف اشارہ، نہ اس کا نام لیا، نہ طلاق کے طریقہ پر اپنی بیوی اور منکوحہ کو طلاق دی، بلکہ اپنی بیوی کی بہن کو جو کہ میمونہ ہے اپنی بیوی ظاہر کر کے طلاق دی ہے، خواہ اس صورت سے کہ میمونہ کو جو کہ میری بیوی ہے میں نے طلاق دی، یا اس کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس کو میں نے طلاق دی۔

پس مذکورہ تمام صورتوں میں نہ ہندہ پر طلاق واقع ہوگی اور نہ میمونہ پر، اس لئے کہ نہ ہندہ کو خطاب کیا، نہ کسی طریقہ پر اس کی طرف طلاق کی نسبت کی اور میمونہ اس کی منکوحہ نہیں، البتہ میمونہ کو اپنی منکوحہ ظاہر کرنا جھوٹ ہے اور اس کا گناہ اس کی گردن پر ہے۔

ماں کوطلاق اورظاہر الروایۃ کے خلاف فتویٰ

سوال[۲۰۳۲]: ۱...... زیدحالتِ مرض میں ہے،اس کی ماں اس کے پاس ترکاری پکا کر لائی، چوں کہ ترکاری موافقِ مزاج کے نہیں ہوئی، ماں کو گالی دینے لگا، ماں نے جواب دیا کہ اپنی زوجہ حسینہ کو بلا کر اچھی ترکاری پکا کر کھاؤ، زید نے اس کے جواب میں کہا: ''تجھ کو تین طلاق ہے'' یعنی طلاق کی اضافت ماں کی طرف کی۔اس اضافت میں اس کی زوجہ مطلقہ ہوگی یا نہیں؟ اگر ہو تو جواب بحوالہ کتب دیں۔

۲......فقہاء رحمہم اللہ کا قاعدہ صریحہ ہے کہ ظاہر الروایۃ ہوتے ہوئے دوسری روایت پر فتویٰ نہیں ہوگا، پھر اس کے خلاف اکثر مسائل میں کیوں فتوی دیا جاتا ہے؟ بینوا توجروا۔

بندہ نورمحمد غفرلہ الصمد برسپال۔

الجواب حامداً ومصلياً:

۱......نہ زوجہ کو خطاب کیا، نہ اس کی طرف اشارہ کیا، نہ نام لیا، نہ ضمیر راجع کی غرض کسی طرح بھی طلاق کی اضافت اپنی منکوحہ کی طرف نہیں بلکہ غیر منکوحہ کو خطاب کر کے طلاق دی ہے، پس شرعاً طلاق واقع نہیں ہوئی:

"ومحله المنكوحة .... صريحه مالم يستعمل إلا فيه كطلقتك، وأنت طالق، و مطلقة بالتشديد، قيد بخطابها؛ لأنه لو قال: إن خرجت يقع الطلاق، أولا تخرجي إلا بإذني فإني حلفت بالطلاق فخرجت، لم يقع لتركه الإضافة إليها". درمختار۔ قال في ردالمحتار: "أي المعنوية، فإنها الشرط، والخطاب من الإضافة المعنوية، وكذا الإشارة نحو: هذه طالق، و كذا نحو: امرأتي طالق، و زينب طالق". شامی: ۲/۶۶۳(۱)۔

۲......اس کے خلاف کرنے کی بھی فقہاء نے تصریح کی ہے، اصل یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ میں دو قول

---

(۱) (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۳/۲۴۷، ۲۴۸، كتاب الطلاق، باب الصريح، مطلب: سن بوش، سعيد)

"لو قال: امرأة طالق، أو قال: طلقت امرأةً ثلثاً، و قال: لم أعن امرأتي، يصدق". (رد المحتار: ۳/۲۴۸، كتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

(وكذا في فتاویٰ قاضي خان على هامش الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۴۶۵، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية: ۳/۲۸۰، ۲۸۱، كتاب الطلاق، نوع آخر بطريق الإضمار، إدارة القرآن كراچی)

ہوں تو ان میں سے کسی کو اختیار کرنے کے لئے وجۂ ترجیح کی ضرورت ہے اور وجوہِ ترجیح مختلف ہیں، اسی طرح ان کے الفاظ بھی مختلف ہیں اگر کسی ایک قول کی فقہاء نے صراحۃً ترجیح بیان کردی ہو تو وہ دوسرے قول پر مقدم ہوگا اگر چہ وہ دوسرا قول ظاہر روایت ہی کیوں نہ ہو، اگر دونوں میں سے کسی ایک کو صراحۃً ترجیح نہیں اور ایک ان میں ظاہر الروایۃ ہے تو یہ ظاہر الروایۃ ہونا بھی اس کے لئے مرجح ہوگا۔ شرح عقود رسم المفتی میں ہے:

وإن تجد تصحيح قولين و رد فاختر لما شئت، فكل معتمد
إلا إذا كان صحيحاً وأصح أو قيل: ذا يفتىٰ به، فقد رجح
أو كان فى المتون أو قول الإمام أو ظاهر المروى أو جلّ العظام
قال به أو كان الاستحسانا أو زاد للأوقاف نفعاً بانا
أو كان ذا أوفق للزمان أو كان ذا أوضح فى البرهان
هذا إذا تعارض التصحيح أو لم يكن أصلاً به تصريح
فتأخذ الذى له مرجّح مما علمته، فهذا الأوضح

شرح المنظومة المسماة بعقود رسم المفتى، مجموعة رسائل ابن عابدين، ص: ۳۹(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۲/ رجب/ ۵۷ھ۔

برخوردار کو طلاق

سوال[۲۰۲۳]: شوہر نے بیوی کو مندرجہ ذیل پرچہ لکھ کر بھیج دیا، بیوی اپنے میکے میں ہے اور اس کے ایک بچہ بھی ہے:

''برخوردار، نورِ چشم راحتِ جان طول عمرہ!

بعد دعائے درازیٔ عمر کے معلوم ہو کہ میں نے تم کو طلاق دی ہے، جس جگہ رہو خوش رہو۔ نہیں معلوم تو اب سن لو کہ ہم نے اپنے قلم سے تم کو اجازت دی بعد عدت پوری

(۱) (شرح عقود رسم المفتى، ص: ۳۳، دار الإشاعت كراچى)

ہونے پر تم کو اختیار ہے جو چاہو کرو، ہماری طرف سے تم آزاد ہو"۔

براہِ کرم حکم شرع سے مطلع فرمائیں کہ مذکورہ بالا الفاظ کی وجہ سے اس شخص کی بیوی پر طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

طلاق بیوی کو دی جایا کرتی ہے، برخوردار کو نہیں دی جاتی۔ یہ پرچہ برخوردار کے نام ہے، اس کی وجہ سے اس لکھنے والے کی بیوی پر کوئی طلاق نہیں ہوئی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۵/۱۳۹۵ھ۔

بیوی کا شوہر کو طلاق دینا

سوال [۶۰۳۴]: ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی، بعد صحبت میاں میں کسی بات پر ناراضگی ہوگئی، بیوی نے اپنے خاوند کو جواب دیا کہ اگر تو آئندہ مجھ سے صحبت کرے گا، حرام کاری کرے گا یعنی تیرا آئندہ صحبت کرنا حرام کاری ہوگا۔ جواب بحوالہ کتب تحریر فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورت کے کہنے سے کچھ نہیں ہوتا، طلاق دینے کا حق مرد کو ہے: "و محله المنكوحة، و أهله زوج عاقل بالغ مستيقظ، اهـ". درمختار: ۲/ ٦٤٥ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۱۱/۵٦ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/ ذیقعدہ/۵٦ھ۔

---

(۱) "ومحله المنكوحة". (الدر المختار) "(قوله: ومحله المنكوحة): أي ولو معتدةً عن طلاق رجعي أو بائن غير ثلاث في حرة، وثنتين في آمة". (ردالمحتار، كتاب الطلاق، مطلب: طلاق الدور: ۳/ ۲۳۰، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق: ۳/ ۴۱۴، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الطلاق: ۲/ ۳۱۰، رشيديه)

(۲) (الدر المختار: ۳/ ۲۳۰، كتاب الطلاق، سعيد) .... =

شوہر کا قول ''مجھے طلاق ہے'' کا حکم

سوال[۶۰۳۵]: زید کا نکاح زرینہ نامی عورت سے ۱۹۶۵ء میں ہوا، لیکن ابھی شادی کی رسم انجام نہ پائی کہ زید نے یہ الفاظ کہے: ''مجھے طلاق ہے، اگر میں جوا کھیلوں''۔

اس کے چند ماہ بعد زید کو جوا کھیلتے ہوئے پایا گیا۔ اب زید کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ابھی تک میاں بیوی میں تنہائی نہیں ہوئی تو جوا کھیلنے کی وجہ سے شرط کے موافق طلاقِ بائن واقع ہوگئی (۱)۔ اب طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۲۷/۱۳۸۶ھ۔

الجواب صحیح: مگر مدار عرف ہے۔ بندہ نظام الدین غفرلہ، ۱/۲۷/۱۳۸۶ھ۔

= (وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ١/ ٣٤٨، ٣٥٣، فصل فيمن يقع طلاقه و فيمن لا يقع طلاقه، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ٣/٣٥٣، ٣٥٥، كتاب الطلاق، من يقع طلاقه و من لا يقع، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في بدائع الصنائع: ٣/٢١٣، فصل في شرائط الركن، دارالكتب العلمية، بيروت)

(١) "وقد تعورف في عرفنا الحلف بالطلاق "يلزمني لا أفعل كذا" يريد: "إن فعلتُه، لزم الطلاق ووقع" فيجب أن يجرى عليهم؛ لأنه صار بمنزلة قوله: إن فعلتُ فأنت كذا". (النهر الفائق، كتاب الطلاق، باب الطلاق الصريح: ٢/٣٢٢، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الطلاق: ٣/٣٤٠، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح : ٣/٢٥٣، سعيد)

(٢) "إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السابع في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة ومايتصل به: ١/٤٧٢، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة: ٣/٩٣، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ٢/٤٢٠، رشيديه)

دل میں طلاق دینے کا حکم

سوال[۶۰۳۶]: زید نے اپنے ہی آپ کو اپنے دل میں بغیر حرکت کرنے زبان کے کہا کہ تو نے اپنی بی بی کو طلاق دے دی، اس کے جواب میں زید ہی نے کہا کہ ''ہاں''! اور اس ہاں کو سن بھی لیا، پس صرف ہاں کے سن لینے سے بکر کہتا ہے کہ طلاق ہوگئی اگر چہ طلاق کو زبان سے نہ کہا ہو اور خالد کہتا ہے کہ طلاق نہیں ہوگی جب تک کہ زبان سے نہ کہے۔ ان دونوں میں کون حق پر ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

خالد کا قول صحیح معلوم ہوتا ہے، کیوں کہ وقوعِ طلاق کے لئے صرف نیت کافی نہیں بلکہ زبان سے کہنا شرط ہے اور صورت مسئولہ میں لفظِ طلاق کا تلفظ نہیں کیا، لہذا طلاق واقع نہ ہوگی۔

''لو أجرى الطلاق علىٰ قلبه، و حرك لسانه من غير تلفظٍ يُسمع، لا يقع، اه''. مراقی الفلاح(۱)۔ والبسط فی رد المحتار۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۱/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم، ۳/صفر/۵۷ھ۔

بیوی کو میکے پہونچانا طلاق نہیں

سوال[۶۰۳۷]: ایک شخص اپنی بیوی کو چھوڑنے کی نیت سے گاڑی میں سوار کر کے اپنے خسر یعنی بیوی کے والدین کے گاؤں کے نزدیک ہی چھوڑ آیا اور زیورات و پارچات لے کر وہ عورت خود گھر چلی گئی، اس کو

---

(۱) (مراقی الفلاح شرح نور الإيضاح، ص: ۲۱۹، شرط الصلوة، قديمی)

''عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ''إن الله عزوجل تجاوز لأمتي عما حدثت به أنفسها ما لم تعمل، أو تتكلم به''. (الصحيح لمسلم: ۱/۷۸، كتاب الإيمان، قديمی)

''و ركنه لفظ مخصوص، هو ما جُعل دلالةً على معنى الطلاق من صريح أو كناية (الدر المختار) و به ظهر أن من تشاجر مع زوجته فأعطاها ثلاثة أحجار ينوي الطلاق، و لم يذكر لفظاً لاصريحاً ولاكنايةً، لا يقع عليه''. (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۳۰، كتاب الطلاق، سعيد)

چھ سال ہوگئے ہیں۔اس شخص نے دوسرے نکاح کی بھی جستجو کی، لیکن نہیں ہوسکا، پھر مجبوراً وہ اس عورت کی طرف رجوع ہوا۔اب وہ عورت اس کی بیوی رہی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر صراحۃً یا کنایۃً طلاق نہیں دی تو وہ عورت بدستور اس کی بیوی ہے، محض دل میں نیت کرکے بیوی کو اس کے والدین کے گھر پہونچانے اور نکاحِ ثانی کی جستجو کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/ ۵/ ۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم ۲۴/ جمادی الاولی/ ۵۷ھ۔

دل میں طلاق دینے کی نیت سے طلاق کا حکم

سوال [۶۰۳۸]: زید ایک گناہ میں مبتلا ہے، اس نے اس گناہ کو چھوڑنے کی بہت کوشش کی، مگر کامیاب نہ ہوا۔اس نے یہ سوچ کر کہ یہ گناہ اس طرح چھوٹ جائے گا، یہ شرط اپنے دل میں لگائی کہ "اگر میں دوبارہ اس گناہ کو کروں گا تو میری گھر والی کو طلاق" یہ دل میں طے کرلیا، یہ تشریح نہیں کی کہ طلاقِ بائنہ یا رجعی یا مغلظہ۔اب پھر زید سے وہ گناہ ہوگیا تو کیا اس طرح طلاق واقع ہوجائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر صرف دل میں طے کیا تھا، زبان سے نہیں کہا تو کوئی طلاق نہیں ہوئی (۲)۔اگر زبان سے بھی کہہ دیا

---

(۱) "ورکنہ لفظ مخصوص، هوما جعل دلالةً على معنى الطلاق من صريح أو كناية". (الدر المختار).

"وبه ظهر أن من تشاجر مع زوجته فأعطاها ثلاثة أحجار ينوى الطلاق، ولم يذكر لفظاً لا صريحاً ولا كنايةً، لا يقع عليه". (ردالمحتار على الدر المختار: ۳/ ۲۳۰، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/ ۳۴۸، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في حاشية الشلبي على تبيين الحقائق للزيلعي: ۳/ ۲۰، كتاب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن الله عزوجل تجاوز لأمتي عما حدثت به أنفسها مالم تعمل أو تتكلم به". (الصحيح لمسلم: ۱/ ۷۸، كتاب الإيمان، قديمي) =

تھا تو ایک طلاق رجعی ہوگئی (۱)۔ پھر اگر تین ماہواری گذرنے سے پہلے تعلقِ زوجیت قائم کرلیا تو رجعت بھی ہوگئی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۶/۲۴ھ۔

جی میں گزرا کہ ''اگر فلاں سورت پڑھوں تو طلاق'' کا حکم

سوال [۶۰۳۹]: میں نماز میں تھا نماز ہی میں شیطان نے وسوسہ سے اچانک دل سے گذار دیا کہ فلاں سورت کو پڑھوں گا تو طلاق واقع ہوجائے گی۔ اس سورت کو پڑھنے سے رُکا رہا کہ طلاق کا خیال بالکل اتر گیا، اس سورت کو پڑھ لیا، بعد میں اوپر کی لکھی ہوئی بات یاد آگئی، اب میرے دل کو کھٹکا ہے کہ طلاق تو واقع نہ ہوگی۔ شیطانی وسوسہ یک بیک دل میں ہونے کے بعد اہلیہ کو دو حیض ہوگیا ہے، تیسرے حیض کا انتظار ہے۔ طلاق ہوگی کہ نہیں؟

= "لو أجرى الطلاق على قلبه وحرك لسانه من غير تلفظٍ يُسمع، لايقع". (مراقی الفلاح شرح نور الإيضاح، ص: ۲۱۹، شروط الصلوة، قديمی)

"وركنه لفظ مخصوص، هو ماجُعل دلالةً على معنى الطلاق من صريح أو كناية .... وبه ظهر أن من تشاجر مع زوجته فأعطاها ثلاثة أحجار ينوى الطلاق ولم يذكر لفظاً لاصريحاً ولا كنايةً، لايقع عليه". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق: ۲۳۰/۳، سعيد)

(۱) "وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً، مثل أن يقول لامرأته: إن دخلت الدار فأنت طالق". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الفصل الثالث فى تعليق الطلاق بكلمة إن وإذا وغيرهما: ۴۲۰/۱، رشيديه)

(وكذا فى تبيين الحقائق، باب التعليق: ۱۰۹/۳، ۱۱۰، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا فى الدرالمختار : ۳۴۴/۳، باب التعليق ، سعيد)

(۲) "وإذا طلق الرجل امرأته تطليقةً رجعيةً أو تطليقتين، فله أن يراجعها فى عدتها، رضيت بذلك أو لم ترض". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب السادس فى الرجعة الخ: ۴۷۰/۱، رشيديه)

(وكذا فى الدرالمختار: ۳۹۸/۳، باب الرجعة، سعيد)

(وكذا فى تبيين الحقائق، باب الرجعة: ۱۴۹/۳، دارالكتب العلمية بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

محض ایسا وسوسہ آنے کے بعد اس سورت کے پڑھنے کی وجہ سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی، بے فکر رہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۲/۱۳۹۱ھ۔

چوٹی کاٹنے اور منہ کالا کرنے سے طلاق نہیں ہوتی

سوال [۶۰۴۰]: حمید خان کی بیوی برائی کا کام کرتی تھی، شروع میں حمید خان نے اسے بیچنے کا ارادہ کیا اور آدمیوں سے سودا بھی کیا، یہ گھر سے بھاگنے کے لئے بھی تیار تھی، اس سے حمید خان نے اپنی عورت کی چوٹی کاٹ کر اور منہ کالا کر کے گاؤں سے نکال کر بھنگی کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کو تیار ہو گیا تھا، ایک آدمی نے اس کو دھمکا دیا اس نے نہیں پکڑا۔ وہ عورت غیر آدمی کے پاس رہنے لگی، اس شخص نے تین مہینہ دس دن کی عدت پوری کر کے نکاح کر لیا اور حمید خان نے اپنی شادی دوسری کر لی، وہ عورت بھی اس کی بھاگ گئی جو پہلی تھی جس نے نکاح کر لیا تھا، پھر اس عورت سے بات چیت شروع کر دی۔ حمید خان کی عورت نے جس سے نکاح کیا تھا اس کے گھر کا سامان لے کر حمید خان کے گھر چلی گئی، اس عورت کو چھ ماہ کا حمل بھی ہے، یہ عورت نکاح کر کے اس آدمی کے پاس دس مہینہ رہی اس کا سوچ کر جواب تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حمید خان کی بیوی اگر برے کام کرتی تھی تو اس کی اصلاح کرنی چاہئے تھی (۲)، اس کو بیچنا، یا چوٹی

---

(۱) "لو أجرى الطلاق على قلبه وحرّك لسانه من غير تلفظٍ يُسمع، لايقع". (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، ص: ۲۱۹، شروط الصلوة، قديمي)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن الله عزوجل تجاوز لأمتي عما حدثت به أنفسها مالم تعمل أو تتكلم به". (الصحيح لمسلم: ۱/۷۸، كتاب الإيمان، قديمي)

"وركنه لفظ مخصوص، هو ماجُعل دلالةً على معنى الطلاق من صريح أو كناية". (ردالمحتار مع الدرلمختار: ۳/۲۳۰، كتاب الطلاق، سعيد)

(۲) "قال الله تعالىٰ: ﴿والّتي تخافون نشوزهن فعظوهن﴾ يعني خوّفوهن بالله و بعقابه. و قوله تعالىٰ: =

کاٹ کر منہ کالا کر کے بھنگی کے ہاتھ میں دینا اس کا علاج نہیں، بلکہ ناجائز اور سخت گناہ ہے۔ پھر اس عورت کا غیر آدمی سے تعلق کر لینا اور بغیر شوہر سے طلاق لئے ہوئے تین مہینہ دس دن بعد دوسری جگہ نکاح کر لینا بھی ناجائز ہے، وہ نکاح بھی صحیح نہیں ہوا(۱)۔

اب جب کہ حمید خان کی دوسری عورت بھاگ گئی اور پہلی عورت اس کے پاس آنا چاہتی ہے اور حمید خان اس کو رکھنا چاہتا ہے تو رکھ لے کیونکہ اس کا نکاح تو باقی ہے، لیکن یہ عورت دوسرے آدمی کا سامان بلا اجازت اگر لانا چاہے تو اس کا سامان نہ لے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۲/۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۲/۵ھ۔

بیوی کو کنویں میں دھکا دینے سے طلاق نہیں ہوتی

سوال[۷۰۴۱]: زید اپنی بیوی کے پاس سسرال میں آیا، تین دن بعد بیوی سے کہا کہ تم سے ضروری بات علیحدگی میں کرنی ہے، تم فلاں کنویں پر مجھے ملنا۔ ہندہ وہاں چلی گئی، ابھی بیٹھی ہی تھی کہ زید نے بیوی کو کنویں میں دھکا دے دیا اور وہاں سے چلا گیا۔ پھر لوگوں نے نکالا اور اس نے واقعہ بیان کیا۔ اب ہندہ جانے کو تیار نہیں ہے، نہ زید طلاق دیتا ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ کا نکاح باقی ہے یا نہیں، جب کہ اس نے اپنے سے ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کے لئے دھکا دیا تھا؟

= ﴿واهجروهن في المضاجع﴾ قال ابن عباس و عكرمة والضحاك والسدى: هجر الكلام. وقال سعيد بن جبير: هجر الجماع. وقال مجاهد: هجر المضاجعة. وقوله: ﴿واضربوهن﴾ قال ابن عباس: إذا أطاعته في المضجع فليس له أن يضربها. و قال مجاهد: إذا نشزت عن فراشه، يقول لها: اتقى الله و ارجعى". (أحكام القرآن للجصاص: ۲/۲۶۸، سورة النساء، باب النهى عن النشوز، قديمى)

(۱) "أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته، فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه، فلم ينعقد أصلاً". (رد المحتار: ۳/۵۱۶، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب عدة المنكوحة فاسدا و الموطؤة بشبهة، سعيد)

(وكذا في التاتار خانية: ۳/۱۱، كتاب النكاح، نكاح الفاسد وأحكامه، إدارة القرآن كراچى)

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کی اس ظالمانہ حرکت کے باوجود نکاح ختم نہیں ہوا بلکہ نکاح باقی ہے(۱)۔اب اگر وہ نہ لے جا کر آباد کرتا ہے نہ طلاق دے کر آزاد کرتا ہے تو کم از کم تین معزز دیندار مسلمانوں کی شرعی کمیٹی بنالی جائے جس میں ایک معاملہ شناس معتبر عالم بھی شریک رہے۔اس کمیٹی میں ہندہ درخواست دے کہ زید میرا شوہر ہے وہ میرے حقوق ادانہیں کرتا اور اس کا مجھ پر یہ ظلم ہے۔شرعی کمیٹی جملہ امور کی تحقیق کر کے زید کو بلا کر کہے کہ یہ تمہاری بیوی کی درخواست ہے،تم ظلم سے باز آؤ اور بیوی کو شریفانہ طریقے پر آباد کرو، یا اس کو طلاق دے دو، ورنہ ہم تفریق کردیں گے۔اس پر اگر زید نے کچھ نہ کہا تو شرعی کمیٹی خود تفریق کردے،اس کے بعد عدت تین ماہواری گذار کر ہندہ کو دوسری جگہ نکاح کی اجازت ہو جائے گی۔رسالہ الحیلۃ الناجزۃ سامنے رکھ کر اس کے مطابق شرعی کمیٹی سب کارروائی کرے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۲۲/۲/۹۵ھ۔

دوسرے کی بیوی کو طلاق دینے سے طلاق نہیں ہوتی

سوال[۶۰۴۲]: میرے ایک دوست نے اپنی طرف سے میرے بغیر مشورہ وآگہی کے اخبار میں

---

(۱) "(ھو) .... (رفع قید النکاح فی الحال) بالبائن (أو المآل) بالرجعی بلفظ مخصوص ھو ماشتمل علی الطلاق". (الدر المختار، کتاب الطلاق: ۲۲۷/۳، سعید)

(وکذا فی النھر الفائق، کتاب الطلاق: ۳۰۹/۲، رشیدیہ)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریۃ، کتاب الطلاق: ۳۴۸/۱، رشیدیہ)

(۲) ''زوجۂ متعنت کو اول تو یہ لازم ہے کہ کسی طرح خاوند سے خلع وغیرہ کرلے،لیکن اگر باوجود سعی کے کوئی صورت نہ بن سکے تو سخت مجبوری کی حالت میں مذہبِ مالکیہ پر عمل کرنے کی گنجائش ہے۔

اور صورت تفریق کی یہ ہے کہ عورت اپنا مقدمہ قاضی اسلام یا مسلمان حاکم اور ان کے نہ ہونے کی صورت میں جماعتِ مسلمین کے سامنے پیش کرے اور جس کے پاس پیش ہو وہ معاملہ کی شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعہ سے پوری تحقیق کرے۔اور اگر عورت کا صحیح دعویٰ ثابت ہو کہ باوجود وسعت کے خرچ نہیں دیتا تو اس کے خاوند سے کہا جائے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو،یا طلاق دو،ورنہ ہم تفریق کردیں گے۔اس کے بعد بھی اگر وہ ظالم کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی یا شرعاً جو اس کے قائم مقام ہو،طلاق واقع کردے،اس میں کسی مدت کے انتظار ومہلت کی باتفاقِ مالکیہ ضرورت نہیں''۔(الحیلۃ الناجزۃ، ص: ۷۳، زوجۂ متعنت، دارالاشاعت کراچی)

یہ شائع کرادیا کہ ''میں نے اپنی بیوی کوطلاق دیدی ہے''۔ بعد میں جب مجھے معلوم ہوا تو میں نے اس کی تردید کی کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی ہے اور نہ ہی مہر ادا کیا ہے۔ تو کیا اس کی ذمہ داری شرعاً مجھ پر ہوگی کہ میری بیوی کو طلاق پڑ گئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب آپ کے دوست نے بغیر آپ کے مشورہ وعلم کے طلاقنامہ شائع کرادیا اور آپ نے اس کو منظور نہیں کیا بلکہ اس کی تردید کردی ہے تو اس طلاق نامہ کی وجہ سے آپ کی بیوی پر کوئی طلاق نہیں ہوئی، بالکل بے فکر رہیں، آپ کا نکاح بدستور قائم ہے: "کل کتاب لم یکتبہ بخطہ، ولم یمل بنفسہ، لا یقع الطلاق مالم یقرّ أنہ کتابہ". ردالمحتار (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۱/۲۷ھ۔

''طلاق دے دو'' کے جواب میں ''کب کی دے دی''

سوال[۶۰۴۳]: زید کی بیوی جھگڑا کرکے مدت ہوئی اپنے میکہ چلی گئی، زید اس کی وجہ سے افسردۂ خاطر رہتا ہے، زید نے دوتین بار طلاق دینے کا بھی اظہار کیا ہے۔ زید ایک بار اپنے دوست عمر کے پاس آیا، عمر نے زید کو پریشان دیکھ کر کہا: بھئی! ایسے پریشان ہورہے ہو تو بیوی کو طلاق دے دو۔ زید نے کہا ''کب کی دے دی ہے''؟ عمر نے ٹوکا: ایسے الفاظ کہتے ہو تو مطلقہ ہوجائے گی، میں تحقیق کروں گا۔ زید نے کہا نہیں نہیں، اس سے طلاق نہ ہوگی۔

یہ بات مدِ نظر رہے کہ زید نے اپنی بیوی کو اس مجلس سے پیشتر طلاق نہیں دی ہے، اور عمر کے سامنے صراحۃً جھوٹ بولا تھا، اس کا ثبوت اس کے قول سے بھی ہورہا ہے۔ تو زید کے اس قول سے طلاق ہوگئی یا نہیں، اگر ہوگئی تو کون سی؟ زید کی اس بات کو سننے والا صرف ایک شخص عمر ہے، وہ کیا کرے؟ زید تو اپنے خیال پر قائم ہے کہ طلاق نہیں ہوئی ہے۔

---

(۱) (ردالمحتار: ۲۴۷/۳، کتاب الطلاق، مطلب فی الطلاق بالکتابة، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۳۷۹/۱، الفصل السادس، الطلاق بالکتابة، رشیدیه)

(وکذا فی التاتارخانیة: ۳۸۰/۳، إیقاع الطلاق بالکتاب، إدارة القرآن کراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کے اس (جھوٹے) اقرار سے بھی طلاق رجعی واقع ہوگئی (۱)، تین ماہواری گذرنے سے پہلے پہلے اس کو حق ہے کہ رجعت کرلے۔ عمرو غیرہ کے سامنے کہہ دے کہ میں نے اپنی طلاق واپس لے لی (۲)، اگر تین ماہواری گذر چکی ہو تو بیوی کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کی اجازت ہے، حلالہ کی ضرورت نہیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱/۱۳۹۴ھ۔

نسبت بدل کر طلاق دینا

سوال [۲۰۴۴]: عبدالعزیز نے اپنی بیوی کو حالتِ غصہ میں اس طرح طلاق دیا: ''بدھو کی نانی! تیرا تینوں طلاق اپنی ہاتھی لے کر جا''۔ بدھو عبدالعزیز کی بیوی کے باپ کا نام ہے، اصل اس کا نام عبدالخالق ہے۔ کیا ایسی صورت میں عبدالعزیز کی بیوی زوجیت سے ختم ہوگئی یا نہیں؟ اگر طلاق واقع نہیں ہوئی تو عدمِ

---

(۱) ''لو أقر بالطلاق كاذباً أو هازلاً، وقع قضاءً لا ديانةً''. (ردالمحتار، كتاب الطلاق، مطلب في الإكراه على التوكيل بالطلاق: ۳/۲۳۶، سعيد)

''أن من أقر بطلاق سابق، يكون ذلك إيقاعاً منه في الحال؛ لأن من ضرورة الاستناد الوقوع في الحال، وهو مالك للإيقاع غير مالك للاستناد''. (المبسوط للسرخسي: ۴/۱۰۹، باب الطلاق، مكتبه حبيبيه كوئٹه)

(۲) ''وإذا طلق الرجل امرأته تطليقةً رجعيةً أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أو لم ترض''. (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب السادس في الرجعة وفيما تحل به المطلقة ومايتصل به: ۱/۴۷۰، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، باب الرجعة: ۱/۴۳۲، ۴۳۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في بدائع الصنائع، فصل في حكم الطلاق: ۴/۳۸۷، دارالكتب العلمية بيروت)

(۳) ''وإذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها''. (الفتاویٰ العالمكيرية، فصل فيما تحل به المطلقة ومايتصل به: ۱/۴۷۲، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار، باب الرجعة: ۳/۴۰۹، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۳/۱۶۲، دارالكتب العلمية بيروت)

وقوعِ طلاق کی دلیل ضرور قلم بند کی جائے، اگر واقع ہوگئی تو کس دلیل سے؟ امید ہے کہ جواب شافی سے نوازا جاؤں گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ سوال تقریباً پانچ سال سے گشت کررہا ہے اور دونوں قسم کے جواب اس پر دیئے گئے ہیں، مگر افسوس سائل کو تشفی نہیں ہوئی، شافیٔ مطلق ہی شفا دے۔

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کا نام بدل کر یا نسبت بدل کر طلاق دے، مثلاً اس کی بیوی کا نام فاطمہ ہے اور وہ عائشہ کو طلاق دے، یا زید کی ماں یا زید کی بہن یا زید کی بیٹی کو طلاق دے حالانکہ اس کی بیوی زید کی ماں یا بہن یا بیٹی نہیں ہے تو اس کی بیوی پر طلاق نہیں ہوگی: "و كذا لو نسبها إلى أمها، أو أختها، أو ولدها و هي كذلك، و لو حلف: إن خرج من المصر فامرأته عائشة كذا، واسمها فاطمة، لا تطلق إذا خرج". شامی: ۲/٤٦٠(۱)۔

مشرکینِ قریش حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو "مذمم" کہہ کر برا کہتے تھے، اس پر ارشاد فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کی گالی اور لعنت سے کیسا بچالیا کہ وہ مذمم کو گالی دیتے ہیں اور میں تو مذمّم نہیں ہوں میں تو محمد ہوں:

"وعن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ألا تعجبون كيف يصرف الله عنه شتم قريش ولعنهم، يشتمون مذمماً ويلعنون مذمّماً، وأنا محمد". رواه البخاري"۔ مشكوة شريف، باب أسماء النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وصفاته(۲)۔

---

(۱) (رد المحتار: ۳/۲۹۲، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۵۸، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية: ۳/۲۸۲، إيقاع الطلاق بطريق الإضمار، إدارة القرآن كراچی)

(۲) (مشكوة المصابيح: ۲/۵۱۵، قديمی)

(وصحيح البخاري: ۱/۵۰۱، باب المناقب، باب ما جاء في أسماء رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، قديمی)

بعض احباب اہلِ علم نے بتایا کہ ہمارے اطراف میں بیوی کواس طرح بھی تعبیر کرتے ہیں جس طرح سوال میں مذکور ہے اور یہ بنابر تحقیر وتذلیل ہوتا ہے، اس صورت میں اگر وہاں کا محاورہ ہے، یا شوہر اس طرح بیوی کے لئے بولتا ہے تو طلاقِ مغلظہ واقع ہوجائے گی اور نہ رجعت کی گنجائش رہے گی نہ بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی اجازت رہے گی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/ ۷/ ۱۴۰۶ھ۔

طلاق بلا اضافت

سوال [۶۰۴۵]: محمد نیاز احمد نے شدتِ غضب کی حالت میں- جب کہ اس کے باپ نے بلایا اور وہ سامنے گیا باپ کو دھمکی دینے کے لئے کہا- ''ایک طلاق، ایک طلاق''۔ اسی وقت اس کے چچا نے مار پیٹ شروع کی، حالانکہ اس کے باپ نے بھی زدوکوب کیا، اس کے بعد نیاز احمد کہتا ہے کہ میرے ہوش اچھی طرح نہیں رہے، شاہدین میں سے دو شاہد کہتے ہیں کہ شدتِ ضرب وکوب شدتِ غضب میں نیاز احمد نے کہا ''تین طلاق''۔ اس کے والد کہتے ہیں کہ اس نے ایک طلاق کہا، میں نے اس سے پوچھا کہ کیا کہا؟ تو اس نے پھر کہا ایک طلاق، میں نے کہا کس کو دیا، اس نے کہا ''تم کو'' پھر کہا: ''تین طلاق''۔ اس وقت نیاز احمد شدت غضب میں تھا۔

ایک شاہد محمد مشدود علی کہتا ہے کہ اس واقعہ کی ابتداء میں میں گھر میں تھا، شور غل سن کر نکلتے وقت میں نے سنا: تین طلاق، تیسرا شاہد کہتا ہے کہ زوج نے پہلے کہا: ایک طلاق پھر کہا: ایک طلاق، پھر کہا: تین طلاق، لیکن کسی شاہد نے طلاق کو بیوی کی طرف اسناد کرنے کی شہادت نہیں دی اور نہ اس وقت زوج وزوجہ کے مابین جھگڑا ہے، باپ بیٹے کے درمیان جھگڑا ہے، ہاں! ایک گھنٹہ پہلے زوج وزوجہ میں جھگڑا ہوا تھا۔ تو نیاز احمد کی زوجہ پر طلاق

---

(۱) ''وأما الطلقات الثلاث، فحكمها الأصلي هو زوال الملك وزوال حل المحلية أيضاً، حتى لا يجوز له نكاحها قبل التزوج بزوج آخر، لقوله عزوجل: ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾. (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في حكم الطلاق البائن: ۴/ ۴۰۳، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة: ۴/ ۹۴، ۹۷، رشيديه)

واقع ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر نیاز احمد حلفاً یہ کہے کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کے لئے الفاظِ مذکورۂ سوال نہیں کہے تو اس کا قول معتبر ہوگا اور طلاق کا حکم نہیں کیا جائے گا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۷/۹/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۸/۹/۸۸ھ۔

طلاق بغیر اضافت

سوال [۶۰۴۶]: ایک شخص نے بیوی سے صحبت کے لئے کہا، بیوی نے ایامِ ماہواری کی مجبوری ظاہر کی، اس پر لڑکے نے کہا کہ میرا رشتہ دوسری جگہ ہوتا تھا، لڑکی نے جواب دیا کہ دوسری جگہ کروالیا ہوتا، بطورِ مذاق باتیں ہوئی ہیں، لڑکے نے فوراً ایک سانس میں متعدد مرتبہ یہ الفاظ کہے کہ: ''طلاق طلاق طلاق''، اس سے قبل اور مابعد کوئی لفظ نہ تھا، نہ ہی شوہر نے یہ کہا کہ تجھ کو طلاق یا تجھ کو طلاق دی۔ کیا ان الفاظ سے طلاق ہوگئی؟

حاجی رفیق احمد، مظفر نگر۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب بیوی کے حق میں شوہر لفظِ طلاق کہتا ہے تو اس سے بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے (۲) اگر چہ جملہ

---

(۱) "و لا يلزم كون الإضافة صريحةً في كلامه، لما في البحر: لوقال: طالق، فقيل له: من عنيت؟ فقال: امرأتي، طلقت امرأته، و يؤيده ما في البحر: لوقال: امرأة طالق، أو قال: طلقت امرأةً ثلثاً، وقال: لم أعن امرأتي، يصدق". (ردالمحتار: ۲۴۸/۳، كتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

"رجل قال: امرأة طالق، أوقال: طلقت امرأةً ثلثاً، وقال: لم أعن به امرأتي، يصدق". (فتاویٰ قاضي خان: ۴۶۵/۱، كتاب الطلاق، رشيديه)

"طلقت امرأةً، أو قال: مرأة طالق، ثم قال: لم أعن امرأتي، يصدق في قوله". (الفتاوی التاتارخانية: ۲۸۰/۳، ۲۸۱ كتاب الطلاق، نوع آخر بطريق الإضمار، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "و لا يلزم كون الإضافة صريحةً في كلامه، لما في البحر: لوقال: طالق، فقيل له: من عنيت؟ فقال: =

تامہ (میں نے تجھ کوطلاق) نہ کہا ہو، مگر مطلب اس کا یہی ہوتا ہے۔ تاہم اگر شوہر یہ کہے کہ میں نے طلاق نہیں دی اور لفظ یہ بیوی کے حق میں نہیں کہا تو قسم کے ساتھ شوہر کا قول معتبر ہوگا(۱)۔

تنبیہ: تین طلاق کے بعد بغیر حلالہ کے تعلقِ زوجیت قائم نہیں ہوسکتا (۲)۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/ ۵/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/ ۵/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱/ ۶/ ۸۷ھ۔

ایضاً

سوال[۶۰۴۷]: زید اپنی ساس سے اپنی بڑی سالی کے گھر کی باتیں بتلا رہا تھا کہ ہماری بڑی سالی نے مجھے ایسی خراب باتیں کہی ہیں جو کہ میرے دل کو بری معلوم ہوئیں۔ زید نے کہا کہ اس وجہ سے میں اپنی بیوی کو بغرضِ تفریح گھومنے نہیں جانے دوں گا، صرف غمی اور شادی کے لئے جانے دوں گا۔ زید کی بیوی نے ضد کی اور کہا کہ میں تو ضرور جاؤں گی۔ بات بڑھ گئی۔ زید کی بیوی نے کہا کہ تمہاری ماں اور چاروں بہنوں کو طلاق ہو جا۔

= امرأتی، طلقت امرأته، ويؤيده ما فی البحر: لو قال: امرأة طالق، أو قال: طلقت امرأةً ثلثاً، وقال: لم أعن امرأتی، يصدق". (ردالمحتار: ۲۴۸/۳، کتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

(وكذافی فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/ ۴۶۵، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا فی التاتارخانية: ۲۸۰/۳، ۲۸۱، كتاب الطلاق، نوع آخر بطريق الإضمار، إدارة القرآن كراچی)

(۱) "فی كل موضع يصدق الزوج على نفی النية، إنما يصدق مع اليمين؛ لأنه أمينٌ فی الإخبار عما فی ضميره، والقول قول الأمين مع اليمين". (فتح القدير: ۷۳/۴، كتا ب الطلاق، طلاق قبل الدخول، مصطفیٰ البابی الحلبی مصر)

(وكذا فی التاتارخانية: ۳۲۵/۳، نوع آخر فی بيان حكم الكنايات، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "وأما الطلقات الثلاث فحكمها الأصلی هو زوال الملك وزوال حل المحلية أيضاً، حتى لا يجوز له نكاحها قبل التزوج بزوج آخر لقوله عزوجل: ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾. (بدائع الصنائع: ۴۰۳/۴، كتاب الطلاق، فصل فی حكم الطلاق البائن، دارالكتب العلمية، بيروت)

اس کے بعد زید نے کہا کہ اگر ہماری بہنیں اپنے شوہر سے بلاوجہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑیں اور طلاق پاویں تو میں ان کو ہرگز رہنے نہ دوں گا۔ اس کے بعد گفتگو بڑھتی گئی۔ زید کی بیوی نے کہا کہ تمہاری عقل تمہارے والد سے بھی بدتر ہے۔ اس پر زید نے کہا کہ ''اگر میرا دماغ میرے والد سے بدتر ہوتا تو میں اپنی بڑی سالی کے یہاں تم کو طلاق دے دیتا، تم چاہے جو بھی کہو میں طلاق ہرگز نہ دوں گا''۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ زید کی گفتگو بیوی سے تیز تیز ہوئی۔ پھر زید نے غصے سے بے قابو ہوکر حواس باختہ ہوکر، اس کا ہوش وحواس جاتا رہا۔ زید ایک بار کھڑا ہوکر عورت کی طرف منہ نہ کرکے، بلکہ دوسری طرف دیوار کی طرف منہ کرکے زید کی زبان سے ایک بارگی ایک ہی سانس میں صرف لفظِ طلاق تین مرتبہ نکل گیا، نہ تو زید نے منہ سے یہ نکلا کہ میں نے تم کو طلاق دی اور نہ ہی زید نے اپنی بیوی کا نام لے کر کہا کہ تم کو طلاق دی۔ اس بات کے بعد زید نے عام لوگوں کے ساتھ رات سسرال میں گذاری صبح کو اپنے گھر چلا گیا۔

اور اس واقعہ کے تیسرے روز اپنی سسرال میں آیا اور طرفین نے دو گواہوں کے سامنے ایک دوسرے کو معاف کردیا۔ اور چونکہ گھر جانے کا وقت نہیں رہ گیا تھا اس لئے زید نے عام لوگوں کے ساتھ اپنی سسرال میں رات گذاری۔ اب آپ مطلع فرماویں کہ طلاق ہوگئی یا نہیں؟ جب کہ اب زید کا کہنا ہے کہ میں قسم کھا کر حلفیہ کہتا ہوں کہ میری عورت کو طلاق دینے کی نیت نہیں تھی، مجھے اس کا افسوس ہے جو میں نے کہا۔ بہر حال آپ تفصیل سے مطلع فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

آدمی طلاق اپنی بیوی ہی کو دیا کرتا ہے، کسی غیر عورت کو یا دیوار وغیرہ کو نہیں دیا کرتا، گفتگو تیز تیز بیوی ہی سے ہوئی، غصہ بیوی ہی کی بات پر آیا۔ اس گفتگو میں زید نے بیوی کے متعلق کہا کہ ''تم چاہے جو بھی کہو، میں طلاق ہرگز نہ دوں گا'' یہ مطلب نہیں تھا کہ دیوار یا کسی اَور غیر عورت کو طلاق نہیں دوں گا، بلکہ اپنی بیوی کے متعلق کہا تھا۔ ہر بات کرتے وقت ہر مرتبہ بیوی کا نام لینا، یا تم کہنا، یا اس کی طرف رخ کرنا ضروری نہیں ہوتا (۱)۔

---

(۱) ''ولایلزم کون الإضافة صریحةً فی کلامه، لما فی البحر: لو قال: طالق، فقیل له: من عنیتَ؟ فقال: امرأتی، طلقت امرأته''. (ردالمحتار، کتاب الطلاق، مطلبٌ: ''سن بوش'' یقع به الرجعی: ۲۴۸/۳، سعید)

''رجل قال لامرأته: طالق ولم یسم، وله امرأة معروفة، طلقت امرأته استحساناً''. (التاتارخانیه، =

پھر بیان میں یہ بھی ہے کہ ”زید کا ہوش وحواس جاتا رہا“ جس کا مطلب یہ ہے کہ زید نیت کرنے اور نہ کرنے سے بالکل فارغ تھا۔

پھر یہ کہنا کہ ”اگر میری نیت طلاق دینے کی ہوتی تو میں یہ کہتا میں نے تمہیں طلاق دیا اور اس کے سامنے منہ کر کے کہتا“ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہوش وحواس کی حالت میں طلاق دی ہے اور خوب سمجھ کر طلاق دی ہے۔ مجموعی حالات سے تو ظاہر یہی ہے کہ زید کی بیوی پر طلاقِ مغلظہ ہوگئی (۱)، تاہم زید اگر حلف کے ساتھ کہے کہ میں نے تین طلاق کا لفظ اپنی بیوی کے لئے نہیں بولا ہے تو زید کا قول معتبر ہوگا (۲)، مگر معاملہ حلال وحرام کا ہے، خوفِ آخرت کو سامنے رکھ کر حلف کیا جاتا ہے، ایسا نہ ہو کہ آخرت کا عذاب سر پڑے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیو بند، ۸۸/۹/۱۷ھ۔

بغیر نام وبغیر اشارہ کے طلاق

سوال [۶۰۴۸]: زید نے اپنی عورت کو زد وکوب کیا جس کی وجہ سے زید اور اس کی ساس کا آپس میں جھگڑا ہوا۔ زید نے اپنی ساس کو لکھا: ”کیا تو اس کی طلاق لینا چاہتی ہے“؟ ساس نے جواب نفی میں دیا۔ پھر ساس کے ساتھ جھگڑے کے دوران میں مندرجہ بالا الفاظ کے کچھ دیر بعد ساس کو مخاطب کرتے ہوئے زید نے

= إيقاع الطلاق بطريق الإضمار: ۲۸۱/۳، إدارة القرآن كراچی)

(۱) "ويؤيده ما في البحر: لوقال: امرأة طالق، أو قال: طلقت امرأةً ثلاثاً، وقال: لم أعن امرأتي، يصدق، ويفهم منه أنه لولم يقل ذلك، تطلق امرأته؛ لأن العادة أن من له امرأة إنما يحلف بطلاقها لابطلاق غيرها". (ردالمحتار، كتاب الطلاق، مطلب: "سن بوش": ۲۴۸/۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الأول في الطلاق الصريح: ۳۵۸/۱، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، إيقاع الطلاق بطريق الإضمار: ۲۸۰/۳، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق: ۴۶۵/۱، رشيديه)

(۲) "في كل موضع يصدق الزوج على نفي النية يصدق مع اليمين". (التاتارخانية، كتاب الطلاق، حكم الكنايات: ۳۲۵/۳، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها: ۷۳/۴، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

کہا: ''طلاق، طلاق، طلاق''۔ نہ زید نے اپنی عورت کا نام لیا، نہ اس کی طرف اشارہ کیا، نہ عورت زید کے سامنے تھی اور نہ اپنی ساس کو لکھا کہ میں نے تیری لڑکی، یا اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے۔ اب شرعاً اس کا حکم مدلل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زدوکوب اپنی عورت کو کیا، اس کی وجہ سے ساس سے جھگڑا ہوا، اسی کی طلاق کے لئے ساس سے دریافت کیا، جس پر ساس نے جواب نفی میں دیا۔ پھر اسی مجلس میں تین دفعہ طلاق طلاق طلاق کہا تو طلاق واقع ہونے پر کیا شبہ رہ گیا، نام لینا یا اشارہ کرنا ضروری نہیں۔ یہ سب قرائن کافی ہیں۔ ویسے بھی طلاق بیوی ہی کو دی جاتی ہے کسی اور کو نہیں دی جاتی:

"لو قال: امرأة طالق، أو قال: طلقت امرأةً ثلاثاً، وقال: لم أعن امرأتي، يصدق، ويفهم منه أنه لولم يقل ذلك، تطلق امرأته؛ لأن العادة أن من له امرأة إنما يحلف بطلاقها لا بطلاق غيرها، اهـ". شامی: ۲/ ۴۳۰(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۶/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۶/۹۱ھ۔

اپنی بیوی دوسرے کو دینے سے طلاق

سوال[۶۰۴۹]: تین آدمیوں نے ایک چوتھے آدمی سے ہنسی کی کہ اگر تو ۳۰/ روپے اور تین جوڑے کپڑے لائے تو ہم تینوں اپنی اپنی بیوی تجھے دیدیں گے اور اگر تو ۳۰/ روپے اور تین جوڑے کپڑے نہ لایا تو تیرے سے جرمانہ لیا جائے گا اور اگر ہم نہ دیں تو تُو واپس لے لینا۔

اب وہ آدمی کسی طرح ۳۰/ روپے اور تین جوڑے کپڑے لے آیا ہے اور ان کو دیدئے، انہوں نے وہ کپڑے اپنی اپنی عورتوں کو پہنادیئے اور ان کو اس شخص کے ساتھ کردیا اور یہ کہدیا کہ ہم نے تجھے دے دی،

---

(۱) (ردالمحتار، باب الصريح، مطلب: "سن بوش" يقع به الرجعي: ۳/ ۲۴۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل الأول في الطلاق الصريح: ۱/ ۳۵۸، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، نوع آخر في الإيقاع بطريق الإضمار: ۳/ ۲۸۰، ۲۸۱، إدارة القرآن كراچی)

عورتیں بھی بخوشی اس کے ساتھ چلدیں۔ گاؤں سے کچھ دور چل کر پیر جلنے کا بہانہ کر کے دوعورتیں اپنے گھر لوٹ آئیں اور اس شخص سے کہا کہ تم گاڑی لے آؤ، بغیر گاڑی کے پیر جلتے ہیں۔

شام کے وقت وہ شخص گاڑی لے آیا اور اس کے ساتھ بہت سے تماشہ بین بھی آ گئے، ان تینوں آدمیوں نے اس شخص سے کوئی بہانہ کر کے ٹال دیا۔ اب ان تینوں کا نکاح قائم ہے یا نہیں؟ کچھ آدمی تو یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے صرف یہ کہا تھا کہ ہم نے عورتیں تجھے دیدیں اور کچھ آدمی یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے یہ کہا کہ ہم نے اپنی عورتیں آزاد کر کے تجھے دیدی۔ جواب مفصل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان تینوں عورتوں کا نکاح اس چوتھے آدمی سے صحیح نہیں ہوا (۱)۔ اور اگر تینوں کے شوہروں نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ تم اس مرد سے نکاح کرلو اور اس سے طلاق کی نیت کی ہے تو طلاق واقع ہوگئی۔ اور اگر یہ کہا ہے ہم نے ان کو آزاد کر دیا اور پھر تجھ سے نکاح کر دیا تو تینوں پر طلاق واقع ہوگئی:

"وبابتغي الأزواج تقع واحدةٌ إن نواها، أو ثنتين أو ثلاث إن نواها، هكذا في شرح الوقاية". عالمگیری: ۱/۳۷۵ (۲)۔ "بخلاف فارسية قوله: "سرحتك وهو: **رها كردم**؛ لأنه

---

(۱) "(ويجب مهر المثل في نكاح فاسد) وهو الذي فَقَدَ شرطاً من شرائط الصحة، كالشهود". (الدرالمختار). "ومثله تزوج الأختين معاً، ونكاح الأخت في عدة الأخت ونكاح المعتدة". (ردالمحتار: ۳/۱۳۱، كتاب النكاح، مطلب في النكاح الفاسد)

"لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة، كذا في السراج الوهاج. سواء كانت العدة عن طلاق، أو وفاة، أودخول في نكاح فاسد". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۲۸۰، كتاب النكاح، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۴/۴۴۵، كتاب الطلاق، فصل في أحكام العدة، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۵، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

"إذهبي و تزوجي، لايقع إلا بالنية، وإن نوى فهي واحدة بائنة، وإن نوى الثلاث، فثلاث".

(ردالمحتار: ۳/۳۱۴، باب الكنايات، مطلب المختلعة والمبانة ليست امرأة من كل وجه، سعيد)

(وكذا في فتح القدير: ۴/۶۴، كتاب الطلاق، فصل في الطلاق قبل الدخول، مصطفى البابي الحلبي مصر)

صار صريحاً في العرف .... فإذا قال: رها كردم: أي سرحتك، يقع به الرجعي". در مختار (۱) ۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۱/۶/۲۷ھ۔

الجواب صحیح :سعید احمد غفرلہ، صحیح :عبد اللطیف، ۲۸/ جمادی الثانیہ/ ۶۱ھ۔

تکرارِ طلاق بنیتِ تاکید

سوال [۶۰۵۰] : زید نے اپنی بیوی ہندہ کو جھگڑے اور لڑائی کے درمیان طلاق دی، لفظِ طلاق کو بار بار اس نے دہرایا۔ زید کہتا ہے کہ لفظ طلاق کہنے کے وقت جب دوبارہ وسہ بارہ میں نے لفظ طلاق استعمال کیا تو میری نیت لفظ طلاق کی تکرار کی تھی، بصورتِ تاکید میں نے اس لفظ کو دہرایا تھا۔ مستقل تین طلاق کے ایقاع کی نیت نہیں تھی۔ اس طرح تین طلاق کا تین بار کا عدد پورا ہو گیا۔ مقصود اس کو اس نے ڈرانا تھا اور ان کے ورثاء کو دھمکانا تھا۔

اب ایسی صورت میں جب کہ لفظ طلاق ایک دفعہ میں نے طلاق کی نیت سے استعمال کیا اور اس کے بعد تاکید کی نیت سے استعمال کیا تو اس صورت میں کون سی طلاق واقع ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلياً:

شوہر نے لفظ طلاق ایک دفعہ کہنے کے بعد اگر بار بار محض تاکید کی نیت سے دہرایا ہے اور خالی الذہن تھا، اور جدید طلاق کی نیت نہ کی تو دیانۃً ایک ہی طلاق ہوئی (۲)۔ لیکن اگر عورت نے خود تین طلاق کو شوہر سے سنا

---

(۱) (رد المحتار: ۲۹۹/۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

"لو قال الرجل لامرأته: "ترا چنگ باز داشتم" أو "یله کردم ترا"، أو "پاکشاده کردم ترا"، فهذا كله طلقتك عرفاً............ و كان الشيخ الإمام ظهير الدين المرغيناني يفتي في قوله: "بهشتم" بالوقوع بلا نية". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۷۹/۱، الطلاق بالألفاظ الفارسية، رشيديه)

(۲) "كرر لفظ الطلاق وقع الكل، وإن نوى التأكيد ديّن". (الدرالمختار، باب طلاق غير المدخول بها: ۲۹۳/۳، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الطلاق، تكرار الطلاق وإيقاع العدد: ۲۸۸/۳، إدارة القرآن كراچی) =

ہےتو اب اس کے لئے جائز نہیں کہ اس شوہر کو اپنے اوپر قابو دے(۱)، بلکہ اس سے علیحدہ رہنے کے لئے ہر ممکن تدبیر کو اختیار کرنا ضروری ہے، خواہ مہر معاف کر کے چھٹکارا حاصل کرے، یا کسی اَور طرح (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند۔

''تیری لونڈیا کو طلاق'' کا حکم

سوال[۱۰۵۱۶]: ایک شخص سے اس کے سسر اور ساس نے یہ نہیں کہا کہ ہماری لڑکی کو طلاق دے دو، بلکہ یہ کہا کہ ''تیری بہن پر طلاق، تیری ماں پر طلاق''۔ اس لڑکے نے چار بار ''طلاق، طلاق، طلاق، طلاق'' کہا اور آخر میں یہ بھی کہا کہ ''تیری لونڈیا کو طلاق''۔ ساس کی تین لڑکیاں ہیں جو کہ شادی شدہ ہیں، کسی کا نام لے کر نہیں کہا اور نہ دل سے کہا اور نہ طلاق دینے کی نیت تھی۔ کہنا تو یہ چاہتا تھا کہ تمہاری بہن یا تمہاری ماں پر طلاق، جیسے کہ انہوں نے کہا تھا مگر نام آ گیا لونڈیا کا، اس کے بعد لڑکا خاموش ہو گیا اور اس واقعہ کے دو چار گواہ بھی ہیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اس لفظ سے ''تیری لونڈیا کو طلاق'' ایک طلاق تو ہو ہی گئی اگر چہ اس کے سسر کی کئی لڑکیاں ہیں، مگر

= (وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح: ۳۵۶/۱، رشيديه)

(۱) "والمرأة كالقاضي إذا سمعته أو أخبرها عدل، لايحل لها تمكينه". (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح: ۲۵۱/۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الأول في الطلاق الصريح: ۳۵۴/۱، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق: ۴۴۸/۳، رشيديه)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿فإن خفتم الأيقيما حدود الله، فلا جناح عليهما فيما افتدت به﴾ (البقرة: ۲۲۹)

"إذا تشاق الزوجان وخافا أن لايقيما حدود الله، فلا بأس بأن تفتدى نفسها منه بمال يخلعها به، فإذا فعلا ذلك، وقعت تطليقة بائنة ولزمها المال". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثامن في الخلع ومافي حكمه: ۴۸۸/۱، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الخلع: ۱۸۴/۳، دارالكتب العلمية بيروت)

طلاق اس لونڈیا کو دے سکتا ہے جو اس کے نکاح میں ہے، لہٰذا بغیر نام لئے بھی اس کی بیوی پر طلاق ہوگئی (۱)۔ اس سے پہلے چار بار طلاق، طلاق، طلاق، طلاق کہا ہے تو اس میں اس نے نہ بیوی کا نام لیا، نہ خطاب کیا، نہ اس کی طرف کسی طرح اشارہ کیا اور وہ قسم کھا کر کہے کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کے لئے یہ لفظ نہیں کہا تو اس کا قول معتبر ہوگا (۲) ورنہ اس کی بیوی پر طلاقِ مغلظہ کا حکم ہوگا (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

وتر میں "نخلع و نترك" پڑھتے وقت بیوی کی طلاق کا خیال آنا

(مع فتوی حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب)

سوال [۲۰۵۲]: زید نماز وتر پڑھ رہا تھا جب ان سے دعائے قنوت پڑھی اور "نخلع و نترك" پر جب پہونچا تو اس کے دل میں طلاق کا خیال آ گیا اور پہلے سے کوئی ارادہ و نیت نہیں تھی بلکہ یہ بھی کامل یقین کے

---

(۱) "له بنات ذوات أزواج، قال زوج إحداهن لأبيهن: طلاقٌ على بنتك، وقع على امرأته؛ لأنه لايملك إلا الإيقاع على امرأته، فانصرف إليها". (الفتاویٰ البزازية على هامش الفتاویٰ العالمكيرية: ۱۷۸/۴، ۱۷۹، كتاب الطلاق، مسائل الإيقاع بلا قصد وإضافة، رشيديه)

(وكذا في فتاویٰ قاضي خان على هامش الفتاویٰ العالكميرية: ۴۶۴/۱، كتاب الطلاق، رشيديه)

(۲) "لوقال: امرأة طالق، أو قال: طلقت امرأةً ثلاثاً، وقال: لم أعن امرأتي، يصدق". (ردالمحتار: ۲۴۸/۳، كتاب الطلاق مطلب: سن بوش، يقع به الرجعي، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق: ۴۴۲/۳، كتاب الطلاق، باب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية: ۳۵۸/۱، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(۳) "كرّر لفظ الطلاق، وقع الكل، وإن نوى التأكيد دُيّن". (الدرالمختار: ۲۹۳/۳، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية: ۳۵۵/۱، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ التاتارخانية: ۲۸۶/۳، كتاب الطلاق، تكرار الطلاق وإيقاع العدد، إدارة القرآن كراچي)

ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ کہتے وقت بھی نیت تھی یا بعد کہہ دینے کے ہوئی۔ ”من یفجرك“ کے متعلق یہ ہے کہ زید کی منکوحہ کبھی کبھی نماز چھوڑ دیتی ہے اور کوئی فسق وفجور نہیں کرتی، مگر جس وقت ”نخلع و نترك“ کا قصد ہوا، اس کا شوہر یعنی زید پردیس میں تھا اس کو نہیں معلوم کہ نماز پڑھ رہی تھی اس زمانہ میں یا نہیں؟ غالب گمان ہے کہ پڑھ رہی ہوگی، اس لئے کہ یہ واقعہ رمضان المبارک میں ہوا اور رمضان میں عموماً لوگ نماز پڑھنے لگتے ہیں، لیکن منکوحۂ زید تراویح نہیں پڑھتی ہے ہاں روزہ رکھتی ہے، اور یہ بھی زید اچھی طرح نہیں کہہ سکتا کہ کہتے وقت ارادہ تھا یا خیال اور وسوسہ۔

بہر حال! برائے مہربانی وکرم ایسا جواب جو تمام شقوں کو حاوی ومحیط ہو عنایت فرما کر شکریہ کا موقعہ بخشیں کہ صورت مسئولہ میں طلاق واقع ہو جائے گی؟ کیا اس طرح نیت معتبر ہے کیا نماز میں اس قسم کی نیت کی جا سکتی ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

محض نیت سے طلاق واقع نہ ہوگی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔



(۱) ”عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ”إن الله تجاوز لأمتي عما حدثت به أنفسها ما لم تعمل أو تتكلم به“. (الصحيح لمسلم: ۱/۷۸، كتاب الإيمان، قديمي)

”و ركنه لفظ مخصوص، هو ما جُعل دلالةً على معنى الطلاق من صريح أو كناية“. (الدرالمختار: ۳/۲۳۰، كتاب الطلاق، مطلبٌ: طلاق الدور، سعيد)

”لو أجرى الطلاق على قلبه و حرك لسانه من غير تلفظٍ يُسمع، لايقع“. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۲۱۹، قديمي)

الفصل الثالث في طلاق السكران والمجنون

(نشہ اور جنون کی حالت میں طلاق کا بیان)

طلاقِ سکران

سوال[۲۰۵۳]: ۱......اپنی زوجہ کو بحالتِ نشہ طلاق دیدیا یعنی تین دفعہ اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ "میں نے تجھ کو طلاق دے دیا" اور اس حالت میں ایک طلاقنامہ بھی تحریر کر دیتا ہے۔ تو ایسی صورت میں طلاق ہوتی ہے یا نہیں؟

طلاقِ سکران جبراً

سوال[۲۰۵۴]: ۲......اگر زید کے دوست زید کو محض اس خیال سے شراب پلاتے ہیں کہ وہ بحالتِ نشہ اس کی بیوی کو جو کہ عرصہ ۷/سال سے اپنے گھر بیٹھی ہے، یعنی اپنے ماں باپ کے یہاں اور وہ نان ونفقہ بھی نہیں دیتا ہے، اس کو شراب پلا کر اس کی بیوی کی موجودگی میں یا غیر موجودگی میں اس کو طلاق دلواتے ہیں اور طلاقنامہ بھی تحریر کرا دیتے ہیں۔ تو ایسی صورت میں طلاق ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱......صورتِ مسئولہ میں تین طلاق واقع ہو کر حرمتِ مغلظہ ہوگئی: "و يقع طلاق كل زوج عاقل بالغ و لو مكرهاً، أو كان الزوج سكران، زائل العقل، فإن طلاقه واقع، اهـ". مجمع الأنهر: ۱/۳۸٤(۱)۔

(۱) (مجمع الأنهر: ۱/۳۸۴، كتاب الطلاق، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۳/۳۴۸، الفصل الثالث في بيان من يقع طلاقه و من لا يقع طلاقه، غفاريه كوئٹه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۵۳، فصل فيمن يقع طلاقه و فيمن لا يقع، رشيديه) .... =

۲......ایسی صورت میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے، اگر شرعی اکراہ کر کے یعنی قتل وغیرہ کی دھمکی دے کر شراب پلائی ہے اور زید کو ظنِ غالب تھا کہ اگر شراب نہ پی تو یہ لوگ واقعۃً قتل کر دیں گے، یا بہت زیادہ ماریں گے کہ جس کا میں تحمل نہیں کر سکوں گا تو ایسی صورت میں صحیح قول کی بنا پر طلاق واقع نہیں ہوتی، کذا فی الفتاویٰ العالمکیریة(۱)، لیکن شراب پلانے والے گناہ گار ہیں۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔

نشہ کی حالت میں طلاق دینا

سوال[۲۰۵۵]: ایک شخص کی عادت کثرتِ شراب نوشی ہے، اسی حالت میں اپنی زوجہ سے کہتا ہے ''تجھ پر طلاق''۔ یہ واقعہ ایک دفعہ نہیں بلکہ متعدد بار بحالتِ سکر طلاق دیتا ہے حتی کہ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ طلاق نامہ بھی لکھوالیا۔لوگوں کو اس واقعہ کا اچھی طرح علم ہو گیا کہ زبانی طلاق دے چکا اور طلاق نامہ بھی تحریر ہو چکا۔جس وقت وہ نشہ جاتا رہا تو کہتا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی، بلکہ جو کچھ ہوا، بے ہوشی کی حالت میں جس کا مجھ کو بالکل علم نہیں۔تو آیا اس کا ایسی حالت میں طلاق دینا عند الشرع شریف معتبر ہو گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نشۂ شراب کی حالت میں اگر کوئی شخص طلاق دیدے تو واقع ہو جائے گی، لہذا اگر عدت کے اندر اندر تین مرتبہ ایسی نوبت آچکی ہے تو طلاقِ مغلظہ واقع ہو گئی: ''طلاق السکران واقع إذاسکر من الخمر أو

= (وكذا في رد المحتار: ۲۳۹/۳، كتاب الطلاق، مطلب في تعريف السكران و حكمه، سعيد)

(۱) "لو أكره على شرب الخمر، أو شرب الخمر لضرورة، و سكر، و طلق امرأته، اختلفوا فيه، والصحيح أنه كما لا يلزمه الحد، لا يقع طلاقه". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۳۵۳/۱، فصل في من يقع طلاقه وفي من لا يقع طلاقه، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية: ۲۵۶/۳، الفصل الثالث: من يقع طلاقه و من لا يقع، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في حاشية الشلبي على تبيين الحقائق: ۳۷/۳، كتاب الطلاق، دارالكتب العلمية بيروت)

النبيذ، و هو مذهب أصحابنا، كذا في المحيط، اهـ". عالمگیری: ۱/۳۵۳(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

بھنگ کے نشہ میں طلاق

سوال[۲۰۵۶]: میری پان کی دوکان ہے، ایک دن دوکان پر بیٹھا ہوا تھا کہ کوئی غیر مسلم آیا جس سے میری جان پہچان ہے، اس نے مجھ کو بھنگ کا لڈو کھلا دیا جس سے مجھے اس قدر نشہ ہو گیا کہ میں اپنے آپ سے بے قابو ہو گیا۔ کچھ دیر بعد میں گھر گیا، گھر جانے کے بعد آپس میں کہا سنی ہوگئی، نوبت یہاں تک پہونچی کہ میری پٹائی بھی ہوئی، اس وقت میری حالت یہ تھی کہ میں اپنے آپ کو آگ بھی لگا سکتا تھا اور کچھ بھی کر سکتا تھا، غرض کہ بہت ہی زیادہ نشہ بڑھ گیا۔

اس وقت جب کہ میری پٹائی ہوئی اور مجھ سے کہا گیا کہ تم کیا چاہتے ہو، اس وقت میرے منہ سے طلاق کا لفظ متعدد بار نکلا جس کا مجھے علم نہیں، لوگوں نے صبح کو مجھے بتایا کہ تم نے اپنی بیوی کو رات طلاق دی ہے اور تین بار سے زائد دی ہے، اس پر میں نے کہا کہ میں نے تو نہ طلاق دی ہے اور نہ دینا چاہتا ہوں، میں تو اپنی بیوی سے پیار کرتا ہوں۔ تو کیا طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوگئی تو کتنی طلاق پڑی؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر واقعہ بالکل اسی طرح ہے تو آپ کی بیوی پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی، نکاح بدستور باقی ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۷/۱۴۰۶ھ۔

---

(۱) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۵۳، فصل فيمن يقع طلاقه و فيمن لا يقع، رشيديه)

(و كذا في المحيط البرهاني: ۳/۳۴۸، كتاب الطلاق، الفصل الثالث في بيان من يقع طلاقه و من لا يقع طلاقه، غفاريه كوئٹه)

(مجمع الأنهر: ۱/۳۸۴، كتاب الطلاق، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(و كذا في رد المحتار: ۳/۲۳۹، كتاب الطلاق، مطلب في تعريف السكران و حكمه، سعيد)

(۲) "يقع طلاق كل زوج بالغ عاقل، و لو عبداً أو مكرهاً، أو سكران. والحق التفصيل: و هو إن كان =

شراب اور دردِ سر کی حالت میں طلاق

سوال[۶۰۵۷]: زید کے سر میں تھوڑا تھوڑا درد تھا اور اسی حالت میں اس نے تاڑی یا شراب پی لی جس کی وجہ سے سر میں درد یہاں تک پہنچا کہ مدہوش ہوگیا اور اسی حالت میں اس نے اپنی زوجہ کو طلاق دیدیا۔ ایسی صورت میں طلاق ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شراب کی وجہ سے مدہوش نہیں ہوا بلکہ دردِ سر کی وجہ سے مدہوش ہوکر طلاق دی ہے تو واقع نہیں ہوئی:

"لو شرب فصدع وزال عقله بالصداع، نقول: إنه لا يقع طلاقه". هدايه: ۳۳۹/۱(۱)۔

اور اگر شراب یا تاڑی سے بے ہوش اور مست ہوکر طلاق دی ہے تو وہ واقع ہوگئی: "و طلاق

= للتداوی لم يقع لعدم المعصية، وإن للهو وإدخال الآفة قصداً، فينبغي أن لا يترد في الوقوع".
(الدرالمختار مع رد المحتار: ۲۳۵/۳، ۲۴۰، كتاب الطلاق، مطلب في الحشيشة ...... والبنج، سعيد)

"وعن أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ: أنه إن كان يعلم حين يشرب أنه بنج، يقع، وإلا فلا". (تبيين الحقائق: ۳۷/۳، كتاب الطلاق، دارالكتب العلميه بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانيه: ۲۵۷/۳، كتاب الطلاق، الفصل الثالث من يقع طلاقه و من لا يقع، إدارة القرآن كراچی)

(۱) (الهداية: ۳۵۹/۲، كتاب الطلاق، باب طلاق السنة، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۲۴۰/۳، كتاب الطلاق، مطلب في الحشيشة والأفيون الخ، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۲۵۷/۳، كتاب الطلاق، الفصل الثالث في بيان من يقع طلاقه ومن لا يقع، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في شرائط الركن: ۲۱۴/۴، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، فصل فيمن يقع طلاقه وفي من لايقع طلاقه: ۳۵۳/۱، رشيديه)

السكران واقع إذا سكر من الخمر أو النبيذ، و هو مذهب أصحابنا، كذا فى المحيط، ....
ومن سكر من البنج يقع طلاقه، و يحد لفشو هذا الفعل بين الناس، و عليه الفتوى فى زماننا".
عالمگیری: ۱/۳۱۸(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور۔
صحیح: عبد اللطیف، ۲/صفر/۵۴ھ۔

شراب کے نشے میں یہ کہنا کہ ''میں نے اپنے بیوی کو طلاق دی اور تمہارے حوالہ کیا''

سوال[۲۰۵۸]: چار آدمیوں نے ایک مکان میں بیٹھ کر شراب پی اور شراب کے نشہ میں ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ میں نے تجھے اپنی بیوی دی، دوسرے نے کہا میں نے تجھے دی۔ صبح کے وقت جب وہ ہوش میں آئے ہیں تو ایک شخص ان میں سے کہتا ہے کہ تم نے آپس میں رات بیویوں کا تبادلہ کیا۔ اور ہر ایک نے لفظ طلاق کا ذکر یوں کیا: ''مجھے طلاق، میں نے اپنی بیوی کو تمہارے حوالہ کیا'' یا یہ کہا کہ ''میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور تمہارے حوالہ کیا''۔

اس کے بعد جب شرابیوں نے یہ بات سنی تو بے چین اور پریشان ہوگئے، تو کہنے والے سے یہ کہا کہ کیا یہ بات صحیح ہے جو تم کہہ رہے ہو، ہم کو تو اس کا کچھ علم نہیں۔ تو کہنے والے نے ان کی بے چینی کو دیکھ کر اپنی بات سے رجوع کر لیا اور کلام کو مذاق پر محمول کیا۔ تو یہ کہنے کی صورت میں ''مجھے طلاق، میں نے اپنی بیوی کو تیرے حوالہ کیا'' کیا حکم ہوگا؟ اور اگر واقعۃً انہوں نے طلاق دے دی تھی تو طلاق کا ثبوت دینے والا کوئی نہیں ہے اور انہیں

---

(۱) (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۵۳، كتاب الطلاق، فصل فيمن يقع طلاقه و فيمن لا يقع طلاقه، رشيديه)

(وكذا فى المحيط البرهانى: ۳/۳۴۸، كتاب الطلاق، الفصل الثالث فى بيان من يقع طلاقه و من لا يقع طلاقه، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا فى الدر المختا مع رد المحتار: ۳/۲۳۹، كتاب الطلاق، مطلب فى تعريف السكران و حكمه، سعيد)

(وكذا فى بدائع الصنائع، فصل فى شرائط الركن: ۴/۲۱۳، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا فى النهر الفائق، كتاب الطلاق: ۲/۳۱۹، امداديه ملتان)

علم بھی نہیں ہے تو اس صورت میں شریعتِ مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اولاً یہ سب لوگ شراب سے توبہ کریں جس کی وجہ سے یہ نحوست آئی اور مستحقِ لعنت ہوئے (۱)، پھر احتیاطاً اپنی بیوی سے دو گواہوں کے سامنے دوبارہ ایجاب وقبول کرلیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/ ۸/ ۹۵ھ۔

بخار کی بے ہوشی میں طلاق

سوال [۶۰۵۹]: زید نے اپنی بیوی کو امام جامع مسجد اور چند مستورات کے روبرو تین دفعہ کہہ کر طلاق دے دی اور بیوی کو گھر سے نکال دیا، دریافت کرنے پر طلاق کی وجہ بخار کے بے ہوشی کا عذر بیان کیا، حالانکہ غلط ہے، بیوی کا تایا موجود ہے اس نے بے علمی کی وجہ سے معاملہ کو اہمیت نہیں دی اور کچھ عرصہ لڑکی کو اپنے یہاں رکھ کر زید کے رشتہ داروں کی خواہش پر زید کے یہاں رخصت کردیا، لہٰذا حسبِ ذیل سوالات ہیں:

۱...... واقعۂ مذکورہ میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ عورت کو بادلِ نخواستہ زید کے گھر میں بحیثیتِ زوجہ رکھنا کیسا ہے؟ اگر لڑکی یا اس کے ورثہ کسی وجہ سے مدعی نہ بنیں تو عورت کی برادری یا غیر برادری کا کوئی شخص اس

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿یأیها الذین اٰمنوا إنما الخمر والمیسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشیطن، فاجتنبوه لعلکم تفلحون﴾ (المائدة: ۹۰)

"قال عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "من شرب الخمر، لم تقبل له صلوة أربعین صباحاً، فإن تاب تاب اللہ علیه". (جامع الترمذی: ۸/۲، أبواب الأشربه، سعید)

"عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قال: "من شرب الخمر فی الدنیا، ثم لم یتب منها، حرمها فی الأخرة". (الصحیح للبخاری، کتاب الأشربة: ۸۳۶/۲، قدیمی)

(۲) "وینکح مبانته بمادون الثلاث فی العدة وبعدها بالإجماع". (الدر المختار: ۴۰۹/۳، باب الرجعة، سعید)

(وکذا في تبیین الحقائق: ۱۶۲/۳، باب الرجعة، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، فصل فیما تحل به المطلقة ومایتصل به: ۴۷۲/۱، رشیدیه)

معاملہ کا مدعی بن سکتا ہے یا نہیں؟ اور زید موجودہ صورت میں کس قسم کی سزا کا مستحق ہے؟

سائل: امیر الدین، ٹیچر مسلم ہائی اسکول، انبالہ شہر۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ایسی بے ہوشی تھی کہ عقل ٹھکانے نہیں تھی اور اپنے نفع ونقصان میں تمیز نہیں کرسکتا تھا اور اس سے اس وقت جتنے کام ہوئے وہ بھی سب ایسے ہی خلافِ عقل صادر ہوئے اور اپنے ہوش وحواس رکھتے ہوئے اس نے طلاق نہیں دی تو شرعاً طلاق واقع نہیں ہوئی (۱)۔ اور اگر اتنی بے ہوشی اور ایسی حالت نہ تھی تو تین دفعہ طلاق دینے سے مغلظہ ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے رکھنا حرام ہے (۲)۔ اس کی بے ہوشی کی حالت کا اندازہ اس وقت کے دوسرے کاموں سے ہوسکتا ہے۔

تین طلاق ہوجانے کی صورت میں عورت کی کسی طرح جبراً یا خوشی سے زید کے گھر رکھنا جائز نہیں اور اس کو اپنے اوپر قابو دینا بالکل ممنوع ہے، جس طرح بھی ممکن ہو اس سے علیحدہ رہے (۳)۔ زید کو توبہ کرنا اور اس

---

(۱) "لا يقع طلاق المولى على امرأة عبده، والمجنون، والصبي، والمعتوه والمبرسم، والمدهوش". (الدر المختار). "الثاني: أن يبلغ النهاية، فلا يعلم ما يقول، و لا يريده، فهذا لا ريب أنه لا ينفذ شيء من أقواله". (ردالمحتار: ۲۴۴/۳، مطلب في طلاق المدهوش، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۵۳/۱، فصل فيمن يقع طلاقه و فيمن لايقع طلاقه، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۲۱۴/۴، كتاب الطلاق، فصل في شرائط الركن، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) "وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة أو ثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها". (الفتاوىٰ التاتارخانية: ۶۰۳/۳، كتاب الطلاق، الفصل الثالث والعشرون في المسائل المتعلقة بنكاح المحل، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في حكم الطلاق البائن: ۴۰۳/۴، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۹۴/۴، ۹۷، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(۳) "والمرأة كالقاضي إذا سمعته، أو أخبرها عدل، لا يحل لها تمكينه". (رد المحتار: ۲۵۱/۳، كتاب الطلاق، باب الصريح، مطلبٌ: الصريح نوعان: رجعي و بائن، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۴۴۸/۳، كتاب الطلاق، باب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۴۱/۴، كتاب الطلاق، باب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

عورت مطلقہ کو علیحدہ کرنا واجب ہے اور اگر توبہ نہ کرے اور اپنے سے علیحدہ نہ کرے تو برادری کے ذمہ زید پر زور ڈال کر علیحدہ کرانا ضروری ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/ ۱۱/ ۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۲/ ذیعقدہ/ ۵۷ھ۔

بے ہوشی کی حالت میں طلاق

سوال[۶۰۶۰]: زید کا کہنا ہے کہ اس کے پاس ایک پَری آتی ہے اور بے ہوش کر کے کہتی ہے کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو۔ چنانچہ اس کے مجبور کرنے پر ایک رات میں نے اپنی بیوی کو کہہ دیا کہ "ایک دو تین، میں نے تم کو طلاق دے دیا، تم جاؤ، اب میں تم کو نہیں رکھوں گا"۔ اب افاقہ کے بعد میں اپنے اس قول پر سخت نادم ہوں اور ایسا کرنے کا مجھ کو بے حد افسوس ہے۔ میری خواہش قطعی نہیں ہے کہ میری بیوی مجھ سے جدا ہو، لیکن مجھے یہ بات اچھی طرح یاد ہے کہ مذکورہ باتیں میں نے اس پَری کی موجودگی میں کہی ہیں۔

کیا صورتِ مذکورہ میں زید کی بیوی مطلقہ ہوگئی، اگر مطلقہ ہوگئی تو کون سی مطلقہ؟ ان حالات کے پیشِ نظر زید کی بات کو قولِ مکرہ پر محمول کیا جائے یا قولِ نائم پر؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دو چیزیں الگ الگ ہیں: ایک بے ہوشی، دوسری اکراہ۔ بے ہوشی میں جو طلاق دی جائے وہ واقع نہیں ہوتی (۱)، حالتِ اکراہ کی طلاق واقع ہوجاتی ہے (۲)۔ پس اگر بقائے ہوش کی حالت میں اس کے

---

(۱) "ولا يقع طلاق الصبي وإن كان يعقل، والمجنون والنائم والمبرسم والمغمى عليه والمدهوش". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الأول، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لايقع: ۱/ ۳۵۳، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار على هامش ردالمحتار: ۳/ ۲۴۳، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الطلاق، الفصل الثالث في بيان من يقع طلاقه ومن لايقع: ۳/ ۲۵۵، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "يقع طلاق كل زوج إذا كان بالغاً عاقلاً، سواء كان حراً أو عبداً، طائعاً، أو مكرهاً". (الفتاویٰ العالمكيرية، =

مجبور کرنے سے بیوی کو اس نے اس طرح کہا ہے کہ ''ایک دوتین، میں نے تم کو طلاق دے دیا، تم جاؤ، اب میں تم کو نہیں رکھوں گا'' تو اس کی بیوی پر ایک طلاق واقع ہوگئی (۱)، کیونکہ ایک دوتین کا لفظ آمادگی اور تیاری وپختگی کے لئے کہا جاتا ہے، جیسے نیلامی بولی پر ایک دوتین کہہ کر بولی ختم کردی جاتی ہے، اور ''میں نے تم کو طلاق دے دی'' سے ایک طلاق رجعی ہوئی، اور ''تم جاؤ، اب میں تم کو نہیں رکھوں گا'' سے اگر اس کا مقصد اس طلاق کے ذریعہ بالکل ہی تعلقِ نکاح کو قطع کرنا ہے تو یہ طلاقِ رجعی اس لفظ سے بائن ہوگئی (۲)۔ اب طرفین رضامند ہوں تو

= كتاب الطلاق، الباب الأول، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لايقع: ۱/۳۵۳، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق: ۳/۴۲۸، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار على هامش ردالمحتار: ۳/۲۳۵، كتاب الطلاق، سعيد)

(۱) لفظ ''ایک، دو، تین، تم جاؤ'' کے کہنے سے ایک طلاق کا واقع ہونا حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذاتی رائے ہے، لیکن جامعہ فاروقیہ اور دیگر پاکستانی علمائے کرام کا فتویٰ اس لفظ سے طلاقِ مغلظہ کے وقوع کا ہے، چنانچہ حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''اس بات سے ثابت ہوا کہ ''أنت الثلاث'' سے وقوعِ طلاق کو صرف صدر شہید نے مفتیٰ بہ قرار نہیں، بلکہ ابوالقاسم کے سوا سب کا مختار یہی ہے کہ اس سے طلاق واقع ہوجاتی ہے جبکہ مذاکرۂ طلاق یا نیتِ طلاق ہو تفصیلِ مذکور سے ثابت ہوا کہ صورتِ سوال میں تین واقع ہوگئیں''۔ (احسن الفتاویٰ، کتاب الطلاق: ۵/ ۱۷۶، سعید)

''وقوعِ طلاق میں عرف کا بہت بڑا دخل ہے، اگر کسی جگہ صورتِ مسئولہ میں درج شدہ الفاظ عرف میں تین طلاق کے لئے استعمال ہوتے ہوں تو وہاں عرف کے مطابق تین طلاق مغلظہ شمار ہوں گی''۔ (فتاویٰ حقانیہ، کتاب الطلاق: ۴/۴۸۴، مکتبہ حقانیہ اکوڑہ خٹک)

''رجل قال لامرأته: ''ترا یکی'' أو قال: ''تراسہ'' قال الصدر الشهيد رحمه الله تعالىٰ: طلقت ثلاثاً''.

(فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۶۴، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴/۱۹۷، كتاب الطلاق، الثاني في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الطلاق، نوع آخر في الإيقاع بطريق الإضمار وفي ترك الإضافة وما أشبهما: ۳/۲۷۷، إدارة القرآن كراچي)

(۲) ''رجل طلق امرأته بعد الدخول واحدةً، ثم قال بعد ذلك: جُعلت تلك التطليقة بائنةً، أو جعلتها ثلاثاً، اختلف الروايات فيه، والصحيح أنه على قول أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ تصير بائناً أو ثلاثاً''. (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثاني، الفصل الثالث في تشبيه الطلاق ووصفه: =

دوبارہ نکاح کرلیں، حلالہ کی ضرورت نہیں (۱)۔

اگراس کا مقصداس طلاق کے ذریعہ بالکل ہی تعلقِ نکاح کوختم کرنانہیں ہے، بلکہ اپنے ارادہ کا اظہار مقصود ہے کہ طلاقِ رجعی کے باوجود میرا ارادہ رجعت کانہیں ہے تو طلاقِ رجعی ہی باقی رہی، بائن نہیں ہوئی، اندرونِ عدت شوہر کو رجعت کا حق حاصل ہے(۲)، بغیر رجعت کے ہی اگر عدت ختم ہوجائے تو تجدیدِ نکاح کی اجازت ہے۔

اگر بے ہوشی کی حالت تھی جیسے سوتا ہوا آدمی بعض دفعہ کچھ بولتا ہے کہ اپنے اختیار بیداری سے نہیں بولتا تو کوئی نئی طلاق نہیں ہوتی۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

نیم خوابی کی حالت میں طلاق

سوال[۶۰۶۱]: اگرکوئی شخص بیٹھے بیٹھے یا لیٹے لیٹے آدھا سوتا ہے، آدھا جاگتا ہے اوراس کے منہ سے طلاق والے الفاظ نکلے تواس سے کچھ ہوتا ہے یا نہیں؟ ایسے ہی نکلے تو کیا حکم ہے؟ اوراپنی بیوی کے لئے نکلے تو کیا حکم ہے؟

= ۱/۳۷۳، رشیدیه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في شرط النية في الكناية: ۴/۲۲۹، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في ردالمحتار، باب الكنايات: ۳/۳۰۵، سعيد)

(۱) "وإذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها". (الفتاوىٰ العالمكيرية، فصل فيما تحل به المطلقة ومايتصل به: ۱/۴۷۲، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الرجعة: ۳/۴۰۹، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۳/۱۶۲، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "وإذا طلق الرجل امرأته تطليقةً رجعيةً أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أولم ترض". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة: ۱/۴۷۰، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۳/۳۹۴، مكتبه شركة علميه)

(وكذا في المبسوط للسرخسي، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۶/۱۶، مكتبه حبيبيه كوئٹه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

نیم خوابی کی حالت میں بے اختیار بغیر مطلب سمجھے طلاق کے الفاظ نکلنے سے طلاق نہیں ہوتی (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۲/۱۳۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۲/۱۳۹۰ھ۔

دردِ گردہ اور دیگر پریشانیوں کے تاثر سے طلاق اور کیا یہ تاثر جنون ہے؟

سوال[۲۰۶۲]: ا......زید مزاج کا غصہ ور اور دردِ گردہ کا مریض بھی ہے، ایک دوسال سے مفلس اور غریب ہوگیا ہے۔ اکثر گھریلو معاملات میں بیوی کو طلاق کی دھمکی دیا کرتا تھا۔ زید کی بیوی نے شوہر کی حالت دیکھتے ہوئے بیٹے سے کہا کہ گھر کا سارا کاروبار تم سنبھال لو، بیٹے نے ویسا ہی کیا۔ زید غصہ میں آپے سے باہر ہوگیا۔ ان دنوں زید کی بیوی اپنے بیٹے کے گھر تھی۔ زید نے ایک روز اپنی لڑکی سے کہا کہ اگر تمہاری رخصتی کے بعد تمہاری ماں بلانے پر بھی گھر نہ آئی تو اسے طلاق دے کر کہیں چلا جاؤں گا۔

پھر ایک روز زید بیٹے کے گھر گیا اور بیوی سے کہا کہ اگر تم گھر نہیں چلوگی تو تمہارا معاملہ صاف کردوں گا، کچھ روز بعد پھر بیٹے کے گھر گیا اور رات کو وہیں ٹھہرا۔ آدھی رات کے قریب اس کے کمرے میں کراہنے کے آواز آئی، بیوی گئی تو وہ گالیاں بکنے لگا۔ پھر صبح کی نماز کے وقت زید نے بیوی سے کہا کہ تم گھر کب چلتی ہو۔ بیوی نے جواب دیا کہ فلاں لڑکے کی معرفت کہلا بھیجو کہ لڑکی کی رخصتی کی تاریخ جب مقرر ہوجائے گی تب جاؤں گی، یا سیرتِ پاک کے جلسہ کے بعد ضرور چلی آؤں گی۔ زید آگ بگولا ہوکر طلاق کی دھمکی دیتا ہے، بیوی نے کہا آپ کی خوشی ہے اس بات پر۔

---

(۱) "لایقع طلاق المولی علی امرأة عبده، والمجنون والصبی والمعتوه والمبرسم والمدهوش والنائم". (تنویر الأبصار مع ردالمحتار: ۳/۲۴۲، ۲۴۳، کتاب الطلاق، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الطلاق، فصل فیمن یقع طلاقه وفیمن لایقع طلاقه: ۱/۳۵۳، رشیدیه)

(وکذا فی البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الطلاق، الأول فی صریح الطلاق: ۱/۱۷۰، رشیدیه)

زید اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیتا ہے، لیکن چند گھنٹہ بعد زید اپنی اس حرکت پر بری طرح شرمندہ ہوتا ہے کہ غربت اور ساری ذمہ داری چھن جانے کی وجہ سے میری کیفیت بالکل مجنونانہ ہوگئی ہے۔ دوسرے درد گردہ کے باعث دماغی توازن بالکل کھو بیٹھا تھا، لہٰذا میں ملنا چاہتا ہوں۔ اس حالت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟ بیوی سے ملنے کی صورت ہے یا نہیں، مذکورہ بالا بیان بیوی کا ہے۔

۲......زید اپنی مالی پریشانی اور تنگ دستی کے سبب اپنا دماغی توازن کھو بیٹھا اور جنونی کیفیت اس پر طاری ہے۔ اس کے لڑکے نے اس سے گھر کا اختیار لے کر بے دخل کر دیا۔ اس کا اثر اس کے دماغ پر پڑا اور نرا پاگل اور جنونی کیفیت میں رہنے لگا۔

دوسری بات یہ تھی کہ وہ عرصہ سے درد گردہ میں مبتلا تھا، جب درد گردہ اٹھتا ہے تو وہ بالکل پاگل اور جنونی کیفیت اس پر طاری ہو جاتی ہے۔ ایک روز شب میں اس کو درد گردہ اٹھا۔ دریں اثنا صبح کو اس نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی۔ اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہی؟ یہ زید کا بیان ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

غربت یا درد گردہ کا اثر دماغ پر ہونا طبعی اور فطری بات ہے، اختیارات ختم ہو جانے سے بھی دماغ متاثر ہوتا ہے، لیکن ہر تأثر کو جنون کہنا اور ایسی حالت میں دی ہوئی طلاق کو بے کار قرار دینا بھی غلط ہے۔ بیوی اور شوہر کے مذکورہ بیان سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ طلاق دیتے وقت جنونی کیفیت تھی کہ شوہر زمین وآسمان میں فرق نہیں کرتا تھا، طلاق کا مطلب ہی نہیں سمجھتا تھا، جانتا ہی نہ تھا کہ طلاق سے کیا نتیجہ ہوتا ہے، خبر ہی نہ تھی کہ تین طلاق سے نکاح بالکل ختم ہو جاتا ہے۔

نیز درد گردہ شب میں ہوا تھا طلاق صبح کو دی ہے جب کہ شدت کی تکلیف بھی نہیں تھی جیسی درد گردہ میں ہوتی ہے۔ اور اس سے پہلے کہہ بھی چکا تھا کہ اگر بیوی گھر پر نہیں آئی تو طلاق دے کر کہیں چلا جاؤں گا۔ اور صبح کو بھی مطالبہ کیا کہ تم کب چلتی ہو۔ یہ سب قرائن ہیں کہ زید مدہوش نہیں تھا کہ بے اختیار بے سوچے سمجھے اچانک اس کی زبان سے الفاظِ طلاق نکل گئے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں طلاق مغلظہ ہوگئی (۱)، نکاح بالکل ختم ہوگیا، نہ رجعت کا حق رہا نہ بغیر حلالہ

---

(۱) ''ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو عبداً أو مکرهاً .... أو مخطئاً''. (الدرالمختار مع =

کے دوبارہ نکاح کی گنجائش رہی (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۳/۱۳۹۵ھ۔

طلاقِ مجنون

سوال[۶۰۶۳]: زید نے اپنی بیوی سے ایک ہی مجلس میں کہا کہ ''تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے''۔زید حسبِ رائے وتحقیق أحد الطبيبين العادلين والحاذقين مالیخولیا(۲) میں اور عند الثانی مانیہ(۳) میں مبتلا ہے اور مالیخولیا پر جنون کا اطلاق عند ارباب الفن شائع اور ذائع ہے۔رہا مانیہ وہ تو جنونِ دوری کا دوسرا نام ہے(۴) زید کہتا ہے کہ تطلیق کے وقت بنابرظنِ غالب اس کی مخصوص دماغی حالت تھی اور علی

= ردالمحتار، کتاب الطلاق: ۳/۲۳۵، ۲۴۱، سعید)

"رجل قال لامرأته: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، فقال: عنيتُ بالأولىٰ الطلاق وبالثانية والثالثة إفهامها، صدق ديانةً، وفي القضاء طلقت ثلاثاً". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في ايقاع الطلاق: ۱/۳۵۵، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها: ۳/۲۹۲، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الطلاق، تكرار الطلاق وإيقاع العدد: ۳/۲۸۶، إدارة القرآن كراچي)

(۱) "وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة، أو ثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السابع في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة ومايتصل به: ۱/۴۷۲، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة: ۴/۹۴، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۲/۴۲۱، رشيديه)

(۲) ''مالیخولیا: خللِ دماغ، ایک قسم کا جنون، پاگل پن''۔(فیروز اللغات، ص:۱۱۸۶، فیروز سنز، لاہور)

(۳) ''مانیہ: بکسر نون وبعدہ تحتانی نوعی از جنون است کہ صاحبش را خصلت درندگان باشد، اکثر غضبناک بودن وقصدِ ایذائے مردم بودن خاصیت او بود''۔(غیاث اللغات، باب میم مع الف، ص:۴۴۲، سعید)

(۴) ''جنونِ دوری: نوعی از جنون کہ در أیام بہار بعضے جوانان را ظاہر شود از بہار عجم''۔(غیاث اللغات، فصل جیم مع نون، ص: ۱۸۴، سعید)

سبیل التنزل مشکوک تو تھی ہی۔ تو اس صورت میں طلاق پڑی کہ نہیں؟ مالیخولیا کی تحقیق احتیاطاً کتبِ طبیہ سے درج ذیل ہے:

۱– "الماليخولية وأصنافه ثلثة: فيكون الجنون والقمة والجرأة أكثر". علامه افسرائی شارح موجز۔

۲– "الماليخوليا وإن كان من صفراء كان مع اضطراب، وأدنىٰ جنون، وكان مثل مانيا". قانون شيخ۔

۳......"وإن الماليخوليا وإن كان حدوثه عن احتراق الصفراء، فيكون معه الجنون، و هو عند القوم عبارة عن اختلاط الردى الذى يكون مع توثّب، وهيجان، وحدة شديدة، وغضب و سوء خلق". شرح أسباب والمعالجات۔

محمد مصطفیٰ فاضل طب ودینیات وادب گورنمنٹ اسکول ایٹہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حالتِ جنون میں اگر کوئی شخص طلاق دیدے تو وہ شرعاً واقع نہیں ہوتی: "ولا يقع طلاق المولى على امرأة عبده، والمجنون، والمعتوه، و المبرسم، والمغمى عليه، والمدهوش". تنوير : ۶۵۷/۱ (۱)۔

اگر جنون کی حالت میں طلاق نہیں دی بلکہ تندرستی کی حالت میں طلاق دی ہے تو وہ واقع ہو کر مغلظہ ہوگئی (۲)۔ واللہ اعلم۔

---

(۱) (تنوير الأبصار مع الدر المختار: ۲۴۲/۳، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۵۳/۱، فصل فيمن يقع طلاقه و فيمن لا يقع طلاقه، رشيديه)

(وكذا فى النهر الفائق: ۳۲۰/۲، كتاب الطلاق، مكتبه امداديه)

(وكذا فى بدائع الصنائع: ۲۱۳/۴، فصل فى شرائط الركن، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) "يقع طلاق كل زوج بالغ عاقل ولو عبداً، أو مكرهاً، أو هازلاً، أو سفيهاً، أو سكران".

(الدر المختار: ۲۳۵/۳، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۲۱۳/۴، فصل فى شرائط الركن، دار الكتب العلمية، بيروت)

=

الحاصل: اگر الفاظِ مذکورہ کہتے وقت ان کا مطلب اور حکم سمجھتا تھا تو طلاق واقع ہوگئی اور اگر اس کو یہ بھی معلوم نہ تھا، بوجہِ جنون کہ کیا کہہ رہا ہے؟ اور اس کہنے پر شرعاً کیا حکم مرتب ہوتا ہے تو طلاق واقع نہیں ہوئی۔ اور مجنون ہونے کا انداز اس کے دوسری افعال سے ہوسکتا ہے، اگر اس کے افعال مجنونانہ ہیں تو اس میں بھی اس کو مجنون تصور کیا جاسکتا ہے اگر اور افعال مجنونانہ نہیں، محض طلاق کے بارے میں اپنے کو مجنون ظاہر کرتا ہے تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔

محمود گنگوہی، ۷/۱۱/۵۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/ ذیقعدہ/۵۳ھ۔

طلاقِ مجنون

سوال [۶۰۶۴]: ایک شخص مسمی بیتموس شادی کے سات آٹھ دن بعد مجنون ہوا کہ نیک وبد یگانہ و بیگانہ کی تمیز نہ تھی، دوا دارو سے پانچ مہینہ کے اندر خاصہ اچھا ہوگیا۔ ایک سال کے بعد بیوی کے خویش واقرباء میں کسی دعوت میں گیا اور ناگوار ہوکر چلا آیا۔ اور ایک دن بعد نماز مغرب مسجد کے سامنے دو آدمی معتبر کی موجودگی میں- جو اول کا نام منیر الدین اور دوسرے کا نام عبدالمنان- یہ کہا کہ ''میری بیوی کو ایک، دو، تین طلاق ہے، تم دونوں اور مسجد گواہ رہو''۔ ان دونوں کی زجر وتوبیخ کے بعد بھی وہ اپنے قول پر قائم رہا، دوسرے گواہ نے ذرا دور جا کر کہا: بھائی! تو نے کیا کیا؟ طالق نے جواب دیا کہ میں نے کیا کیا اور گھر جا کر اپنی والدہ کو طلاق کی اطلاع کی۔

تین چار روز بعد ایک عالم معتبر سے مسئلہ دریافت کیا گیا، انہوں نے دونوں مذکورہ گواہوں کے سامنے طالق سے حالات دریافت کئے لیکن وہ نہایت متانت سے اور ہوش وحواس کی درستی سے جواب دیا کہ ''ہاں! ہم نے طلاق دے دیا ہے'' انہوں نے پھر پوچھا کہ تو نے کیوں آج رات شب باشی اس کے ساتھ کی، انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے زنا کیا اور اس وقت چند آدمی معتبر موجود تھے۔ اہلِ پنچایت نے تین چار روز متواتر جلسہ کرتے ہوئے اور طالق وگواہ سے حالات معلوم کر کے یہ معلوم کیا کہ طالق اپنی حالت پر قائم ہے، لہذا بیوی کو علیحدہ کرادیا۔

= (وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۵۳، فصل فيمن يقع طلاقه و فيمن لا يقع طلاقه، رشيديه)

پھر ایک سال بعد ایک عالم صاحب نے جامع مسجد میں چند آدمیوں سے سوال کیا کہ اس آدمی کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے، بعض نے کہا جو ناواقف تھے کسی قدر دیوانہ پن ہے، من کل الوجوہ نہیں اور بعض عالم و جاہل نے صاف کہا کہ بالکل خاصہ آدمی ہے، کسی قسم کی خرابی نہیں۔ اس عالم صاحب نے ناواقفوں پر اعتماد کر کے اس کو مجنون قرار دے کر عدمِ طلاق کا فتوی دیدیا اور بیوی کو حلال کر دیا۔ ان دونوں صورتوں میں کونسا حکم عائد ہوگا؟ معہ دلائل وکتب معتبرہ تشریح فرمائیے۔

اور مخفی مباد بعد گزرنے دو سال کے طالق یہ کہتا ہے کہ جس وقت میں نے اپنی بیوی کو طلاق دیا تھا وہ موسمِ گرما تھی اور مچھر کاٹتے تھے، علاوہ اس کے جس جگہ پر بیٹھ کر طلاق دیا تھا وہ بھی خوب یاد ہے۔

نوٹ: دریافت طلب امر یہ ہے کہ مجنون کے لئے یہ صفتِ مذکور ہونا چاہئے جس سے ثبوتِ طلاق وعدمِ ثبوت معلوم ہو، یا عرفِ عام جسے مجنون کہے وہ بھی بحکمِ شرع معتبر ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: عبدالرؤف خان سلہٹی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"قال فی التلویح: الجنون اختلال القوة المميزة بين الأمور الحسنة والقبيحة، المدركة للعواقب بأن لا يظهر آثارها، و تتعطل أفعالها إما لنقصان جبل عليه دماغه فى أصل الخلقة، وإما لخروج مزاج الدماغ عن الاعتدال بسبب خلط أو افة، وإما لاستيلاء الشيطان عليه، وإلقاء الخيالات الفاسدة إليه، بحيث يفرح و يفزع من غيرما يصلح سبباً، الخ۔

وفى البحر عن الخانية: رجل عرف أنه كان مجنوناً، فقالت له امرأته: طلقتنى البارحة، فقال: أصابنى الجنون، ولا يعرف ذلك إلا بقوله، كان القول قوله، اهـ" رد المحتار تحت قول الدرالمختار: "(لا يقع طلاق المولىٰ على امرأة عبده والمجنون)"(۱)۔

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۲۴۳/۳، كتاب الطلاق، سعيد)

"طلاق الصبى غير واقع، و كذلك طلاق المجنون والمعتوة .... وقيل فى الحد الفاصل بين المعتوة والمجنون والعاقل: إن العاقل من يستقيم كلامه وأفعاله و غيره نادراً، والمجنون ضده ...... وقيل أيضاً: المجنون من يفعل هذه الأفعال لا عن قصد". (الفتاوى التاتارخانية: ۲۵۵/۳، كتاب =

عباراتِ بالا سے معلوم ہوا کہ مجنون کی طلاق واقع نہیں ہوا کرتی اور جنون ایسی صفت ہے جس کی وجہ سے قوتِ ممیّزہ مختل ہو جاتی ہے اور انسان اچھی بُری باتوں میں تمیز نہیں کرسکتا اور نفع ونقصان کو نہیں سمجھ سکتا، عبارتِ سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ مسمی بیتموس کی حالت طلاق کے وقت ایسی نہ تھی جس سے اسے مجنون کہا جاسکے، لہذا طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/۱/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۷/محرم/۵۷ھ۔

مجنون کی حالتِ افاقہ میں دی ہوئی طلاق

سوال[۶۰۶۵]: ایک محقق عالم باعمل شخص جنات کے اثر کے سبب سے مجنون ہوگیا تھا، باوجودیکہ اس کی مادری زبان بنگلہ ہے، وہ جنون کی حالت میں عربی، فارسی، بنگلہ، اردو، انگریزی میں بات چیت کرتا تھا۔ چونکہ وہ لوگوں کو زدوکوب کرتا تھا، اس لئے اس کو زنجیروں میں جکڑا گیا۔ ایک دن اس نے اپنی زوجہ جہاں آراء کو عربی زبان میں یوں طلاق دی: "طلقت جهان ارا ألف تطليقة"۔

افاقہ کے بعد جب اس کی زوجہ اس کو کھانا کھلانے کے لئے آئی تو وہ بولا کہ "میں نے تجھے طلاق دے دی تھی اس لئے تُو مجھ پر حرام ہوگئی، لہٰذا میرے سامنے نہ آیا کر"۔

پھر وہ سخت جنون میں مبتلا ہوگیا۔ دفعِ آسیب کے تعویذات اور جنون کی ادویہ کے استعمال سے اس کو افاقہ ہوگیا ہے، لیکن چونکہ اس کو طلاق دینا یاد ہے اس لئے رنجیدۂ خاطر ہے۔ اس کی زوجہ کہتی ہے کہ تم نے جنون کی حالت میں طلاق دی تھی، اس لئے طلاق واقع نہیں ہوئی، دوسرے لوگ بھی یہی کہتے ہیں۔ لیکن وہ عالم کہتا ہے کہ اگر میں مجنون ہی ہوگیا تھا تو اس وقت کی باتیں مجھے یاد کیونکر ہیں۔ اس کا خیال ہے کہ تحلیل کی ضرورت ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس عالم کی زوجہ پر طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جب وہ خود عالم ہے، اپنی حالت اور مسئلہ سے خوب واقف ہے، تو اس کے مقابلہ میں اس کی بیوی کی

= الطلاق، الفصل الثالث: من يقع طلاقه و من لا يقع، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۳۴، كتاب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

بات کچھ وزن نہیں رکھتی: "فإن المرء یوخذ بإقرارہ". عورت کو چاہیے کہ اپنے شوہر کی بات کو معتبر مانے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/ ۷/ ۱۳۹۳ھ۔

مجنون وغیرہ کی طلاق

سوال[۶۰۶۶]: کن کن شخصوں کے طلاق دینے سے طلاق نہیں پڑتی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مجنون، صبی، معتوہ، مبرسم، مغمی علیہ، مدہوش، نائم کے طلاق دینے سے طلاق نہیں ہوتی: "لا یقع طلاق المولیٰ علی امرأۃ عبدہ، والمجنون والصبی والمعتوہ والمبرسم والمغمیٰ علیہ والمدھوش والنائم، اھ". تنویر (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/ ۵/ ۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۶/ جمادی الاولیٰ/ ۵۵ھ۔

مختل الحواس کی طلاق

سوال[۶۰۶۷]: عائشہ کی شادی خالد کے ساتھ ایسے وقت میں کی گئی کہ خالد کے متعلق بالکل علم نہ تھا کہ ذہنی ودماغی اعتبار سے اس کا کردار کیا ہے، مگر بعد عقد آوردن گونا گوں معلومات فراہم ہوتے گئے۔ پتہ چلا کہ خالد اپنے گھربار اور گاؤں چھوڑ کر خانہ بدوشوں جیسی زندگی گزارنے لگا، پاگلوں کی طرح ہر میدان کو اپنا وطن اور ہر صحرا کو اپنا نشیمن تصور کرنے لگا، مہینوں بعد کبھی گھر کا تصور کر لیتا تھا اور گھر آکر کچھ دن رہ کر پھر اپنی سابقہ روایات پر آجاتا تھا۔

---

(۱) "ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو عبداً أو مکرھاً أو ھازلاً أو سفیھاً أو سکران أو أخرس أو مخطئاً". (الدرالمختار، کتاب الطلاق: ۳/۲۳۵-۲۴۱، سعید)

(وکذ فی الفتاویٰ العالمکیریۃ، فصل فیمن یقع طلاقہ وفیمن لایقع طلاقہ: ۱/۳۵۳، رشیدیہ)

(وکذا فی النھر الفائق، کتاب الطلاق: ۲/۳۱۶،)

(۲) (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الطلاق: ۳/۲۴۳، سعید)

ایک روز عائشہ کے والد کے ایک عزیز خالد سے راہ میں ملے تو پوچھا کہ بتاؤ کب تک ایسی ہی حالت میں رہوگے، اس نے جواب دیا کہ میں پاگل ہوں، مجھے فلاں نے پاگل کردیا۔ اس پر ان عزیز نے کہا کہ اچھا خالد! فلاں تاریخ کو ہمارے یہاں چلے آؤ۔ چنانچہ متعینہ تاریخ پر جب وہ آیا تو عائشہ کے والد کے چند عزیزوں نے خالد سے عائشہ کو طلاق دینے کی التجا کی، جس پر خالد نے اولاً کہا کہ میں طلاق نہ دوں گا، بعد میں کہا کہ جب عائشہ کے والدین طلاق مانگیں گے تو طلاق دوں گا، فوراً عائشہ کے والد کو بلایا گیا۔ عائشہ کے والد نے بے عزتی کے خدشہ کی آڑ لے کر طلاق مانگی، چنانچہ اس پر فوراً خالد نے قلم دوات کاغذ منگا کر یہ تحریر لکھی: ''میں پسر فلاں بتاریخ ۵/ مارچ ۱۹۶۷ء مقام فلاں تحصیل فلاں عائشہ کو اپنے ہوش وگوش سے طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں''۔ دستخط۔

مذکورہ بالا صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں، اگر ہوئی تو کون سی؟ عائشہ کے والد عبدالحکیم عائشہ کی شادی کسی اَور سے کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں اور خالد اپنی اسی مجنونانہ کیفیت میں آکر عائشہ کے گھر کا طواف کرتا ہے، اور عائشہ بھی یہی کہتی ہے کہ میرے لئے خالد ہی اچھا ہے، میرے مقدر میں جو تھا وہ ہو چکا، اس پر میں راضی ہوں، اس کی والدہ بھی راضی ہیں۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ان حالات کے باوجود اگر خالد طلاق کا مقصد سمجھتا تھا اور اس نے لوگوں کو سمجھانے سے بغیر جبر واکراہ کے طلاق تحریر کی ہے تو طلاق مغلظہ واقع ہوگئی (۱)، اب نہ رجعت کا حق باقی رہا، نہ حلالہ کے بغیر دوبارہ نکاح درست ہوسکتا ہے۔ حلالہ یہ ہے کہ بعد عدت عائشہ کا نکاح دوسرے شخص سے کیا جائے وہ ہمبستری کرکے اگر طلاق دے دے، یا مرجائے تو اس کی عدت پوری ہونے پر خالد سے دوبارہ نکاح ہوسکے گا (۲)۔

---

(۱) "إن أرسل الطلاق بأن كتب: أما بعد فأنت طالق، فكما كتب هذا، يقع الطلاق". (الفتاویٰ العالمكيرية، الفصل السادس فی الطلاق بالكتابة: ۱/۳۷۸، رشيديه)

(وكذا فی ردالمحتار، مطلب فی الطلاق بالكتابة، قبيل باب الصريح: ۳/۲۴۶، سعيد)

(وكذا فی التاتارخانية، الفصل السادس فی إيقاق الطلاق بالكتاب: ۳/۳۷۷، إدارة القرآن كراچی)

(۲) قال الله تعالى: ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ (البقرة: ۲۳۰) .... =

اگر خالد نے جو طلاق نامہ تحریر کیا ہے وہ خلوتِ صحیحہ سے قبل کیا ہے تو طلاق مغلظہ نہیں ہوئی، بلکہ طلاق نامہ لکھنے سے صرف ایک طلاق بائن ہوئی (۱)۔ اس کا حکم یہ ہے کہ دوبارہ نکاح درست ہے، حلالہ کی ضرورت نہیں (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۹/۱۳۸۷ھ۔

طلاقِ مجذوب

سوال[۶۰۶۸]: زید کی شادی ہندہ سے ہوگئی، کچھ زمانہ گزرنے کے بعد زید کی مجذوبانہ حالت ہوگئی، علاج کرانے کے باوجود بھی اچھا نہ ہوسکا۔ مجذوبانہ حالت دیکھ کر ہندہ کے والدین نے زید سے طلاق لے لی، طلاق دیتے وقت زید کے صرف ہونٹ ہلے لیکن آواز نہیں نکلی، نہ معلوم اس نے کیا کہا۔ زمانۂ عدت گزرنے کے بعد ہندہ کی شادی اس کے والدین نے دوسری جگہ کردی۔ اب زید اچھا ہوگیا اور یہ کہتا ہے کہ میں نے کوئی

= "وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها". (الفتاویٰ العالمكيرية، فصل فيما تحل به المطلقة ومايتصل به: ۱/۴۷۳، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الرجعة، فصل في ماتحل به المطلقة: ۳/۱۶۲، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) "إذا طلق الرجل امرأته ثلاثاً قبل الدخول بها وقعن عليها، فإن فرق الطلاق، بانت بالأولىٰ ولم تقع الثانية والثالثة، وذلك مثل أن يقول: أنت طالق طالق طالق، وكذا إذا قال: أنت طالق واحدةً وواحدةً وواحدةً، وقعت واحدةٌ". (الفتاویٰ العالمكيرية، الفصل الرابع في الطلاق قبل الدخول: ۱/۳۷۳، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار وردالمحتار: ۳/۲۸۶، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، فصل في الطلاق قبل الدخول: ۳/۷۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "وإذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها". (الفتاویٰ العالمكيرية، فصل فيما تحل به المطلقة ومايتصل به: ۱/۴۷۲، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: /۱۶۲، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۳/۴۰۹، سعيد)

طلاق نہیں دی۔ دریافت طلب یہ ہے کہ ہندہ زید کی منکوحہ ہے یا عقدِ ثانی کی؟ ہندہ کو زید کے گھر بھیجیں یا دوسرے شوہر کے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید کے ہوش وحواس درست نہیں تھے اور اسی حالت میں اس سے طلاق کے لئے کہا گیا اور اس کے جواب میں اس کے ہونٹ ہلے اور طلاق کا لفظ کسی نے اس سے نہیں سنا اور وہ کہتا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی تو شرعاً طلاق واقع نہیں ہوئی (۱) اور دوسری جگہ عقد درست نہیں، زوجِ ثانی سے متارکت کرادی جائے (۲)، وہ کہہ دے کہ میں نے تعلقِ زوجیت ختم کر دیا، اس کے بعد عدت تین حیض ختم ہونے پر زوجِ اول کے پاس آجائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۸۵/۱۰/۹ھ۔



(۱) "ولا يقع طلاق المولىٰ على امرأة عبده والمجنون والصبي والمعتوه والمبرسم والمغمى عليه والمدهوش، الخ". (الدر المختار: ۲۴۲/۳، ۲۴۳، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية: ۳۵۳/۱، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لايقع طلاقه، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق: ۳۲۰/۲، كتاب الطلاق، مكتبه امداديه)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۲۱۳/۴، فصل في شرائط الركن، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "والمتاركة في النكاح الفاسد لا يتحقق بعدم مجيء كل واحد منهما إلى صاحبه، وإنما يتحقق بالقول بأن يقول الزوج مثلاً: تركتُكِ، تركتُها، خليتُ سبيلك خليت سبيلها". (الفتاویٰ التاتارخانية: ۱۴/۳، كتاب النكاح، الفصل التاسع في النكاح الفاسد وأحكامه، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في ردالمحتار: ۱۳۳/۳، كتاب النكاح، مطلب في النكاح الفاسد، سعيد)

الفصل الرابع فی طلاق الغضبان

(غصہ میں طلاق دینے کا بیان)

طلاق بحالتِ غصہ

سوال[۶۰۶۹]: میں سورہا تھا کہ مجھے کسی نے جگایا، مگر مجھے معلوم نہیں ہوا کہ کس نے جگایا کیونکہ میں غفلت کی نیند میں تھا۔ میری عورت کی چارپائی میرے برابر تھی، میں نے جو اس کی چارپائی دیکھی عورت موجود نہ تھی، میں نے ماچس جلا کر دیکھا تو سب دروازے باہر جانے کے بند ہیں یعنی کنڈیاں لگی ہوئی ہیں، یہ دیکھ کر مارے غصہ کے آگ ہوگیا، دوسری ماچس جلائی تو میری عورت نے دریافت کیا کہ کیوں گھبرا رہے ہو، کیا بات ہے؟ کیونکہ میری غصہ کی آگ بھڑک رہی تھی میں نے کہہ دیا کہ ''جا، تجھے طلاق ہے'' غصہ میں یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ کتنی مرتبہ لفظِ طلاق منہ سے نکلا۔

جس مکان میں میری عورت ملی تھی اس میں میری ہمشیرہ نے ایک نالی نہانے وغیرہ کے لئے بنائی ہے جس کا مجھ کو علم نہ تھا، عورت وہاں پیشاب کر رہی تھی، وہ جگہ اور جس پر مجھے شک تھا میں اس کے درمیان میں کھڑا تھا، وہیں میری بہن اور بہنوئی پڑے تھے، ان کی آنکھ بھی کھل گئی، کہنے لگے کیا بات ہے؟ میں نے ان سے پانی مانگا، وہ پی کر تین مرتبہ اَور پانی پیا تب ذرا میرے ہوش وحواس درست ہوئے۔ انہوں نے واقعہ دریافت کیا، میں نے ان کو سب حال سنایا، انہوں نے کہا بالکل غلط ہے، ہم سب یہاں پڑے ہوئے تھے۔ میں نے جواب دیا کہ میں تو بحالتِ غصہ اس کو طلاق دے چکا، سب نے میری عورت سے حلف کرایا، اس نے سچائی کے لئے حلف اٹھایا اور جس شخص پر شبہ گزرا تھا اس نے بھی حلف اٹھالیا کہ یہ امر مجھ سے نہیں ہوا۔ اس وقت میری عورت چھ ماہ کی حاملہ بھی ہے اور میری شادی کو بارہ سال بھی گزر چکے ہیں، کبھی کسی قسم کا شک نہیں گزرا تھا۔ اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟

محمد ہاشم، محلّہ لوہانی سرائے، سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص پر طلاق دیتے وقت نیند کا غلبہ اس قدر نہ تھا کہ بے اختیار اور بے علم اس کی زبان سے طلاق کے الفاظ نکل گئے، البتہ عورت پر شک ہونے کی وجہ سے غصہ میں آ کر طلاق دے دی، پس اگر غصہ کی وجہ سے حواس معطل ہو کر مجنون کی طرح عقل بھی زائل ہو چکی تھی اور یہ بھی معلوم نہ تھا کہ کیا کہہ رہا ہے تو یہ شخص مجنون کے حکم میں ہے، مگر ساتھ ہی اس کے دوسرے افعال بتلا رہے ہیں کہ نہ حواس معطل ہوئے تھے، نہ عقل زائل ہوئی تھی، لہذا اس شخص کو مجنون کا حکم نہیں دیا جا سکتا۔ پس صورتِ مسئولہ میں اس کی عورت پر طلاق واقع ہوگئی، اب اگر اس کو خود یاد نہیں کہ کتنی مرتبہ طلاق دی ہے تو سننے والے دو عادل شخصوں کے قول پر اعتماد کرنا جائز ہے:

”فی الولوالجية: إن كان بحالٍ لوغضب يجرى علىٰ لسانه ما لا يحفظه بعدها، جاز له الاعتماد على قول الشاهدين“. ردالمحتار، ص: ٦٦٠(١)۔

اگر دو شاہد موجود نہ ہوں تو اپنے ظنِ غالب پر عمل کرے، اگر شک ہے کہ کسی طرف کو رجحان نہیں تو شک کی دونوں طرفوں میں سے اقل کو اختیار کرے:

”شك أنه طلق واحدةً أو أكثر، بنىٰ على الأقل كما ذكره الإسبيجابى، إلاأن يستيقن بالأكثر، أو يكون أكبر ظنه علىٰ خلافه. وإن قال الزوج: عزمت علىٰ أنه ثلاث، يتركها. وإن أخبره عدول، حضروا ذلك المجلس بأنها واحدة وصدّقهم أخذ بقولهم إن كانوا عدولاً، اهـ“.
أشباه مع الحموى، ص: ٨١ (٢) فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، عفا اللہ عنہ، ۱۸/ ۱۱/ ۵۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/ ذی قعدہ/ ۵۳ھ۔

---

(١) (ردالمحتار: ٣/ ٢٤٤، كتاب الطلاق، مطلب فى طلاق المدهوش، سعيد)

”و لو شهدا بها و هو لا يذكر ها، إن كان بحالٍ لا يدرى ما يجرى على لسانه لغضب، جازله الاعتماد عليهما“. (الدرالمختار). ”أما لو لم يكن بتلك الحال، لا يجوز له الاعتماد عليهما، كما فى الفتح وغيره“. (ردالمحتار: ٣/ ٣٦٩، كتاب الطلاق، باب التعليق، سعيد)

(٢) (الأشباه والنظائر: ، ص: ٦٤، الفن الأول، القاعدة الثالثة، قديمى) .... =

غصہ کی حالت میں طلاق

سوال[۶۰۷۰]: زید نے اپنی بیوی کو خانگی فساد کی حالت میں غصہ کیا اور تین طلاقیں دیں، اب طلاقِ ثلثہ غصہ کی حالت میں زید مذکور کی بیوی پر پڑ گئی یا نہیں؟ دلائل کے ساتھ جواب تحریر فرمائیں۔

آخری بہشتی زیور(۱) میں مرقوم ہے کہ: ''کسی نے شراب وغیرہ کے نشہ میں اپنی بیوی کو طلاق دیدی، جب ہوش آیا تو پشیمان ہوا، تب بھی طلاق پڑ گئی، اسی طرح غصے کی حالت میں بھی طلاق پڑ جاتی ہے، وفی ردالمحتار: "ویقع طلاق إن غضب" مصری: ۲/۴٦۳(۲)۔ اور فتاوی دارالعلوم دیوبند(۳) میں سوال وجواب: ''اور جو شخص طلاق دیتا ہے وہ غصہ میں دیتا ہے، خوشی اور رضامندی کی حالت میں نوبتِ طلاق کی نہیں آتی، بس حالتِ غضب میں عندالحنفیہ بلاتامل طلاق واقع ہو جاتی ہے، شامی میں ہے "ویقع طلاق من غضب، خلافاً لابن القیم".(٤)۔

کتبِ مذکورہ کی عبارات سے معلوم ہوا کہ غصہ کی حالت میں طلاق پڑ جاتی ہے عندالاحناف۔ کتب مذکورہ کا حوالہ وقوعِ طلاق کے بارے میں اگر صحیح درست ہے تو آپ بھی علاوہ ازیں دلائل دوسرے ادلہ کے ساتھ

= "عن محمد رحمه الله تعالیٰ: إذا شک فی أنه طلّق واحدةً أو ثلاثاً، فهی واحدة حتی یستیقن أو یکون أکبر ظنّه علی خلافه". (الفتاوی العالمکیریة: ۱/۳٦۳، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی إیقاع الطلاق، الفصل الأول فی الطلاق الصریح، رشیدیه)

"ولو شک: أطلّق واحدةً أو أکثر؟ بنی علی الأقل". (الدرالمختار). "إلا أن یستیقن بالأکثر أو یکون أکبر ظنه. وعن الإمام الثانی: إذا کان لایدری أثلاث أم أقل؟ یتحری، وإن استویا عمل بأشد ذلک علیه". (ردالمحتار: ۳/۲۸۳، کتاب الطلاق، مطلب فی قول الإمام: إیمانی کإیمان جبریل، سعید)

(وکذا فی بدائع الصنائع: ۳/۱۹۹، کتاب الطلاق، فصل فی الرسالة، دارالکتب العلمية، بیروت)

(۱) (بهشتی زیور، حصه چهارم، ص: ۲۸۹، طلاق دینے کا بیان، دارالإشاعت کراچی)

(۲) (ردالمحتار: ۳/۲۴۴، کتاب الطلاق، مطلب فی طلاق المدهوش، سعید)

(۳) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۹/۱۳۹، ۱۴۰، سوال نمبر: ۱۸۱، امدادیه)

(۴) (ردالمحتار: ۳/۲۴۴، کتاب الطلاق، مطلب فی طلاق المدهوش، سعید)

اس کی تائید وتصدیق فرمایئے۔ اور حنفی کہتا ہے کہ غصہ کی حالت میں طلاق دینے سے واقع نہیں ہوتی۔ وہ شرعاً کیسا شخص ہے؟ دلیل کے ساتھ تحریر فرمایئے۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

غصہ کی حالت میں بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے، حنفیہ کا بھی یہی مسلک ہے، بعض متأخرینِ حنابلہ اس طرف گئے ہیں کہ حالتِ غضب میں طلاق واقع نہیں ہوتی اوران میں سے متقدمین کا قول یہ نہیں بلکہ حنفیہ کے موافق ہیں: "و قال أبوداود: الطلاق أظنه في الغضب". اس سے ان بعض متاخرینِ حنابلہ نے استدلال کیا ہے کہ حدیث شریف: "لا طلاق و لا عتاق في إغلاق". "اغلاق" کی تفسیر ابوداؤد نے "غضب" سے کی ہے(۱)، لہٰذا غصہ کی حالت میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔

اس کا جواب بذل المجہود شرح ابوداود میں اس طرح دیا ہے:

"و ردّه ابن السيد، فقال: لو كان كذلك، لم يقع على أحد طلاق؛ لأن أحداً لا يطلق حتى يغضب، اهـ". (۲)۔

اور حافظ ابن حجر فتح الباری شرح بخاری میں فرماتے ہیں:

"قال المطرزيّ: قولهم: إياك والغلق: أى الضجر والغضب. و ردّ الفارسي في مجمع الغرائب على من قال: الإغلاق الغضب، وغلط في ذلك وقال: إن طلاق الناس غالباً إنما هو في حال الغضب. و قال ابن المرابط: الإغلاق حرج النفس، و ليس كل من وقع له فارق عقله، و لو جاز عدم وقوع طلاق الغضبان، لكان لكل أحد أن يقول فيما جناه: كنت غضباناً، اهـ. وأراد بذلك الرد على من ذهب إلى أن الطلاق في الغضب لايقع. وهو مروى عن بعض متأخرى الحنابلة، و لم يوجد عن أحد من متقدميهم إلا ما أشار إليه أبو داود. وأما قوله في المطالع: الإغلاق الإكراه، و هو من أغلقت الباب، وقيل: الغضب، و إليه ذهب أهل العراق، فليس

---

(۱) قال أبوداؤد: "الإغلاق أظنه في الغضب". (سنن أبي داود: ۱/۲۹۸، كتاب الطلاق، باب في الطلاق على غيظ، دار الحديث ملتان)

(۲)(بذل المجهود: ۳/۲۷۶، كتاب الطلاق، باب في الطلاق على غيظ، معهد الخليل الإسلامي كراچی)

بمعروف عن الحنفية، اهـ"(۱)۔

البتہ اگر حالتِ غضب میں جنون کی کیفیت ہو جاوے کہ آسمان وزمین کا فرق بھی باقی نہ رہے اور عقل باقی نہ رہے، یہ بھی معلوم نہ ہو کیا کر رہا ہے جس کا اندازہ اس کے دیگر افعال سے ہوسکتا ہے تو اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی، هكذا في رد المحتار في طلاق المدهوش (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

غصہ میں طلاق

سوال[۶۰۷۱]: خاوند بیوی میں خانگی معاملات میں تکرار ہوا عورت نے غصہ میں کہا کہ "تم مجھ کو جواب دیدو" خاوند نے کہا کہ "جا، میری طرف سے جواب ہے"۔ جب خاوند نے یہ کہا، عورت نے کہا کہ اپنے بھائی کو بلالو، اتنے میں بھائی بھی آ گیا، اس کے آنے پر عورت نے کہا کہ اب طلاق دو، خاوند نے اس کے کہنے پر غصہ میں کہا "جا میری طرف سے طلاق ہے"۔ چوں کہ عورت کے کوئی رشتہ دار نہیں، لہذا خاوند کے گھر رہے اور نہ اس کا خاوند جانے پر آمادہ ہے۔ عورت کو تین ماہ کا حمل ہے۔ یہ گفتگو بحالتِ غصہ ہوئی۔ اب اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

شریف احمد از گنگوہ بتوسط کبیر احمد عطار، محلّہ چوک سرائے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

صورتِ مسئولہ میں دو طلاق واقع ہوگئیں: اول بائن کنایہ، دوم بائن صریح:

---

(۱) (فتح الباري شرح صحيح البخاري: ۳۸۹/۹، كتاب الطلاق، باب الطلاق في الإغلاق والإكراه والسكران، والجنون و أمرهما، دارالمعرفة بيروت)

"رجل قال في غضبه لامرأته: أي "ہزار طلاق بروا"، طلقت ثلاثاً". (الفتاوى التاتارخانية: ۲۷۵/۳، كتاب الطلاق، فصل فيما يرجع إلى صريح الطلاق، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "إنه على ثلاثة أقسام ...... الثاني: أن يبلغ النهاية، فلا يعلم ما يقول، و لا يريده، فهذا لا ريب أنه لا ينفذ شيء من أقواله". (رد المحتار: ۲۴۴/۳، كتاب الطلاق مطلب في طلاق المدهوش، سعيد)

"والمراد الغضب الذي يحصل به الدهش و زوال العقل، فإن قليل الغضب لا يخلو الطلاق عنه إلا نادراً، و قد قلنا بعدم وقوع الطلاق في مثل هذا الغضب". (إعلاء السنن: ۱۸۷/۱۱، كتاب الطلاق، باب عدم صحة طلاق الصبي والمجنون والمعتوه والموسوس، إدارة القرآن كراچی)

"الصریح یلحق الصریح و یلحق البائن بشرط العدة" درمختار۔ وفی الشامی: "وإذا لحق الصریحُ البائنَ، کان بائناً؛ لأن البینونة السابقة علیه تمنع الرجعة".(۱)۔

لہٰذا طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کرنا کافی ہے، حلالہ کی ضرورت نہیں (۲)۔ طلاق غصہ میں بھی ہوجاتی ہے (۳)۔ اگر ۳/ مرتبہ طلاق دی ہے تو بغیر حلالہ نکاح میں اس عورت کا رکھنا کسی طرح جائز نہیں، بالکل حرام ہے (۴)، دنیا وآخرت میں ذلت کا باعث ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/۱۲/۵۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد، مفتی مدرسہ، ۲۶/ ذوالحجہ/۵۲ھ، صحیح: عبداللطیف، ۲۶/ ذی الحجہ/۵۲ھ۔

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۳۰۶، کتاب الطلاق، باب الکنایات، سعید)

"الطلاق الصریح یلحق الطلاق الصریح بأن قال: أنت طالق، وقعت طلقة، ثم قال: أنت طالق تقع أخرى. ویلحق البائن أیضاً بأن قال لها: أنت بائن أو خالعها علی مال، ثم قال لها: أنت طالق، وقعت عندنا. والطلاق البائن یلحق الطلاق الصریح". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۳۷۷، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات، رشیدیه)

(وکذافی النهر الفائق: ۲/۲۶۲، ۲۶۳، کتاب الطلاق، باب الکنایات، مکتبه امدایه ملتان)

(۲)"و ینکح مبانته بما دون الثلاث فی العدة و بعدها بالإجماع". (الدرالمختار: ۳/۴۰۹، کتاب الطلاق، باب الرجعة، سعید)

"وإذا کان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن یتزوجها فی العدة و بعد انقضائها". (الفتاویٰ التاتار خانیة: ۳/۶۰۳، کتاب الطلاق، الفصل الثالث والعشرون فی مسائل المتعلقة بنکاح المحلل، إدارة القرآن کراچی)

(۳) (تقدم تخریجه تحت عنوان: "طلاقِ غضبان"۔)

(۴)"وإن کان الطلاق ثلاثاً فی الحرة أو ثنتین فی الأمة، لم تحل له حتی تنکح زوجاً غیره نکاحاً صحیحاً، و یدخل بها، ثم یطلقها أو یموت عنها". (الفتاوی التاتارخانیة: ۳/۶۰۳ کتاب الطلاق، الفصل الثالث والعشرون فی مسائل المتعلقة بنکاح المحلل و ما یتصل به، إدارة القرآن والعلوم الإسلامیة کراچی)

"فالحکم الأصلی لمادون الثلاث من الواحدة البائنة والثنتین البائنتین هو نقصان عدد الطلاق، =

غصہ میں طلاق

سوال[۶۰۷۲]: آج میری عورت نے میرے حکم کے خلاف کیا جس کی وجہ سے میں اس کی تنبیہ کرنا چاہتا تھا اور غصہ زیادہ بڑھ گیا تھا، لیکن مجھ کو میرے لڑکوں نے پکڑ لیا اور ان سے باوجود کوشش کے چھوٹ نہ سکا، جس سے زیادہ غیظ بڑھ گیا اور ممکن تھا کہ اس پر کوئی سخت حملہ کیا جاتا۔ عورت مذکورہ بدزبانی اس حالت میں کرتی رہی۔ اس وقت سوائے میری زبان کے قابو میں ہونے کے کچھ نہیں تھا، میں نے اس کو تین مرتبہ کہا کہ ''میں نے تم کو طلاق دیا''اور ہر مرتبہ کم وبیش ۵/ منٹ کا وقفہ دیتا رہا، اس سے پہلے میرا قصد نہیں تھا، میں نہیں کہہ سکتا کہ اس وقت میرا قصد طلاق کا تھا یا نہیں، بلکہ زیادتی غصہ میں کیا گیا۔

مقبول احمد، قصبہ امروہہ، مرادآباد۔

تتمۂ تحریر متعلقہ تحریر

میں نے جو وقفہ ۵/ منٹ دیا تھا اس سے یہ منشاء تھا کہ عورت بدزبانی سے باز آئے، یا میرے سامنے سے علیحدہ ہو جاوے۔ جب اول مرتبہ باز نہیں آئی تب دوسری مرتبہ تیسری مرتبہ کہا گیا۔ میں بوجۂ کمزوری حاضری کی معافی چاہتا ہوں۔۲/ فروری ۳۸ھ۔

= و زوال الملک أیضاً، حتی لا یحل له وطؤها إلا بنکاح جدید .... و أما الطلقات الثلاث، فحکمها الأصلی هو زوال الملک، و زوال حل المحلیة أیضاً، حتی لا یجوز له نکاحها قبل التزوج بزوج آخر لقوله عزوجل: ﴿فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیره﴾ (بدائع الصنائع: ۴/۴۰۳، کتاب الطلاق، فصل فی حکم الطلاق البائن، دار الکتب العلمیة بیروت)

"و ینکح مبانته فی العدة و بعدها لا المبانة بالثلاث لو حرة، وبالثنتین لو أمةً، حتی یطأها غیره و لو مراهقاً بنکاح صحیح و تمضی عدته". (البحر الرائق: ۴/۹۴، ۹۷ کتاب الطلاق، فصل فیما تحل به المطلقة، رشیدیه)

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا لفظ ''جواب دیا'' کو کنایہ قرار دینا بظاہر اختلافِ مواضع پر محمول ہے، کیونکہ حضرت مفتی صاحب کی طرح فتاوی دارالعلوم دیوبند: ۹/ ۳۲۵ میں بھی لفظ ''جواب دیدیا'' کو کنایہ قرار دیا گیا ہے، جب کہ مفتی رشید احمد رحمۃ اللہ علیہ نے، احسن الفتاویٰ: ۵/ ۱۹۲، کتاب الطلاق، میں ''جواب دیدیا'' کو صریح قرار دیا ہے۔ (فضلِ مولیٰ ابن القاضی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں شرعاً تین طلاق واقع ہوکر مغلظہ ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے اس کو رکھنا درست نہیں۔ طلاق جس طرح رضامندی کی حالت میں ہوتی ہے غصہ کی حالت میں بھی واقع ہوجاتی ہے، الفاظِ مذکورہ بالا بلاقصد کہنے سے طلاق واقع ہوجاتی ہے:

"یقع طلاق کل زوج إذا کان بالغاً عاقلاً، سواء کان حراً أو عبداً، طائعاً أو مکرهاً. وطلاق اللاعب والهازل به واقع، و کذا لوأراد أن یتکلم بکلام، فسبق لسانه بالطلاق، فالطلاق واقع، کذا فی المحیط"(۱)۔ "متی کرر لفظ الطلاق بحرف الواو أو بغیر حرف الواو، یتعدد الطلاق، اهـ". فتاوی عالمکیریة(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۱۲/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/ ذی الحجہ/ ۵۶ھ۔

طلاقِ غضبان ومعتوہ مع فتویٰ مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

استفتاء [۲۰۷۳]: نوٹ: مستفتی نے ایک عدالتی اسٹامپ بابت طلاق اور سابق فتوے کی نقل مطابق اصل بھیج کر مزید سوال کا جواب طلب کیا ہے۔ جن کو بعینہ نقل کیا جاتا ہے۔

محمد الیاس خان ناقل فتویٰ۔

---

(۱) (الفتاوی العالمکیریة: ۱/۳۵۳، فصل فیمن یقع طلاقه و فیمن لا یقع طلاقه، رشیدیه)

(۲)(الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۳۵۶، الباب الثانی فی إیقاع الطلاق، الفصل الأول فی الطلاق الصریح، رشیدیه)

"ویقع طلاق من غضب، خلافاً لابن قیم، اهـ. و هذا الموافق عندنا، یقع طلاق کل زوج بالغ عاقل .... أو مخطئاً بأن أراد التکلم بغیر الطلاق، فجری علی لسانه الطلاق". (الدر المختار مع ردالمحتار: ۳/۲۳۵، ۲۴۱، ۲۴۴، کتاب الطلاق، مطلب فی طلاق المدهوش، سعید)

"کرر لفظ الطلاق، وقع الکل، وإن نوی التأکید، دیّن". (الدر المختار: ۳/۲۹۳، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بها، سعید) .... =

نقل مطابق اصل

"قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "کل طلاق جائز إلا طلاق الصبی والمجنون". لأنہ لیس لهما قول صحیح، وکذا المعتوہ لایقع طلاقه وهو من کان مختلط الکلام: بعض کلامه مثل کلام العقلاء وبعضه مثل کلام المجانین، وهذا إذا کان فی حالة الغضب، الخ". جوهرہ: ۲/۹۵(۱)-

"من اختل عقله لکبر أو لمرض أو لمصیبة فما دام فی حالة غلبة الخلل فی الأفعال لاتعتبر أقواله، وأفعاله، وإن کان یعلمهما ویریدها؛ لأن هذه المعرفة والإرادة غیر معتبرة، لعدم حصولها من إدراك صحیح کما لاتعتبر من صبی عاقل". شامی(۲)-

بروئے تحقیقات وبیانِ گواہاں معلوم ہوا کہ مسمی احد ڈار ولد رسول ڈار کو اپنی منکوحہ کے ساتھ کچھ خلافِ طبیعت ناراضگی ہونے کی وجہ سے عقل وہوش وحواس میں خلل آکر کہنے لگا کہ بقولِ طالق "چلو میں اپنی عورت کو علیحدہ کردوں اور چھوڑ دوں" تو اس بارے میں میر ڈار وغیرہ نے کہا کہ ہم تمہاری طلاق یا عورت کو چھوڑنا اس وقت تک منظور نہ کریں گے جب تک دو ہزار روپیہ اپنی عورت کی طرف سے ادا نہ کروگے۔ مذکورہ رقم کی تلاش میں بھی لگا، ادا کرنے میں بھی کچھ لیت ولعل معلوم نہ ہوا۔

اس گفتگو میں مذکورہ چند افراد کے ہمراہ محض مدہوشی کی حالت میں عدالت میں گیا اور سب ہی نے مذکورہ کو طلاق دہی سے روکا، مگر کسی ایک کا کہنا بھی نہ مانا۔ اور اس وقت کے مذکورہ گواہوں کا بیان ہے کہ مذکور کو طلاق کے وقت ہوش وحواس سالم نہ رہے تھے، بلکہ بحالتِ خللِ عقل مذکور نے زبانی سہ طلاق کھائی اور تحریری بھی طلاق نامہ ہوا، لیکن طلاق کے وقت طالق کے ہوش وحواس سالم نہ رہے تھے۔ کئی افراد نے اس وقت بار بار عاجزی کی، لیکن یہ شرارت میں آکر کسی ایک کی نہ مانا، بالخصوص حاجی محمد یوسف صاحب امام مسجد نے بھی مذکور کو

= (وکذافی الفتاویٰ التاتارخانیة: ۲۸۸/۳، تکرار الطلاق وإیقاع العدد، إدارة القرآن کراچی)

(۱) (الجوهرة النیرة: ۱۰۲/۲، کتاب الطلاق، مکتبه حقانیه ملتان)

(۲) (ردالمحتار، کتاب الطلاق، مطلب فی طلاق المدهوش: ۲۴۴/۳، سعید)

ہر چند طلاق دہی سے روکا تھا، مگر مذکور نے ہرگز نہ مانا۔ کیا بروئے شرع اس فاقد الحواس شخص کی طلاق شرعاً واقع ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً وباللّٰہ التوفیق:

"صبی اور مجنون اور معتوہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی، کما فی الدر المختار:

"لایقع الطلاق .... المجنون: أی وصبی: أی والمعتوه"۔ وقال فی الهداية: "ولایقع طلاق صبی والمجون والنائم"۔ "وأخرج الترمذی مرفوعاً: کل طلاقٍ جائز إلا طلاق المعتوه المغلوب علی عقله، الخ"۔ "وروی ابن أبی شیبة فی مصنفه عن ابن عباس رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما: لایجوز طلاق الصبی، انتهی". کذافی تخریج الزیلعی علی الهداية۔

پس حنفی کو یہ جائز نہیں کہ صبی یا مجنون یا معتوہ کی طلاق کو واقع کرے، جو حنفی مذکورہ صورتوں میں وقوعِ طلاق کا حکم دیتا ہے وہ گنہ گار ہے، اس کو توبہ کرنی چاہیے۔ فقط۔

محمد شفیع۔

ماخوذ از فتاویٰ دار العلوم، دیوبند، سوم و چہارم، ص: ۲۹۸۔

لہٰذا احد ڈار معتوہ کے حکم میں ہے، اس لئے کہ جب کوئی شخص مشورہ اپنے جہل کے مقابلہ میں قبول نہیں کرے گا تو وہ بھی معتوہ کے حکم میں ہے، اس لئے بروئے حدیث شریف بفرمودۂ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شخص معتوہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی، بلکہ مذکورہ احد ڈار کی منکوحہ بدستور مذکور کے نکاح میں ہے، کوئی طلاق نہیں ہوئی اور تجدیدِ نکاح کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

نقلِ بیانِ گواهان

ہم گواہانِ ذیل حلفاً بیان کرتے ہیں کہ مسمی احد ڈار ولد رسول ڈار، ساکن موضع لانکرشی پورہ نے مورخہ ۱۴/۱۲/۷۲ء کو ہمارے درمیان طلاق کھائی، لیکن اس وقت طالق کے ہوش وحواس باختہ ہو چکے تھے، ہم نے اس وقت بار بار اس کی عاجزی کی کہ ایسا نہ کرو، لیکن اس نے شرارت میں آکر ہوش وحواس باختہ ہو کر کسی کا کہنا نہ مانا۔ اس لئے بیان

گذارش خدمت ہے۔

دستخط گواہان

العبد: حاجی غلام محمد ڈار، العبد: اقبال ریشمی، العبد: احد ڈار، العبد: سردار احمد،

العبد: ریشمی خالق، العبد: محمد ڈار۔

حضرت مولانا مفتی صاحبان! شخص طالق معتوہ ہے''معتوہ'' کا لفظ اس علاقہ میں کسی طالب علم کو بھی معلوم نہیں، نہ یہ عبارت نظر سے گزری ہے، نہ ان احادیث پر عبور ہے، نہ لفظِ ''معتوہ'' جانتے ہیں، بلکہ ایک شخص مسمی محمد یوسف شاہ جی امام مسجد موضع لانکرشی پورہ - جو کہ ان ہی کا امام ہے- مجلس میں آکر یہ روایت شریف ملاحظہ کرنے کے بعد کہا کہ میں ان احادیث اوران کتابوں کو نہیں مانتا ہوں، بلکہ صریح انکار کر بیٹھا۔

جب کوئی امام جس کو علمِ فقہ کے ساتھ کوئی عبور وسروکار نہ ہو تو اس کا یہ کہنا واضح کرنے کے بعد بھی ایسا جاہلانہ کلام کرنے کے باوجود نہ بھی مذکور شخص کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ اس روایت کی تصدیق کرنے کے بعد مذکور شخص کا حکم بمہربانی صادر فرمائیں کہ مذکور کا حکم اس حدیث شریف کے نہ ماننے اوران کتابوں کے نہ ماننے پر مذکور امام کا شرعاً کیا حکم ہوگا؟

نوٹ: یہ روایت شریف کی نقل ہے جو کہ سکریٹری انجمن تبلیغ الاسلام نے کہا ہے، اس کے ساتھ ایک پرتھ اسٹام کی نقل بھی ہے یہ روایت شریف اسٹامپ کے سمیت بمہربانی فوراً روانہ فرمائیں۔ اسٹامپ قانونی ہے، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ شرعاً طلاق معتوہ واقع ہو جاتی ہے یا کہ نہیں؟

جنابِ عالی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

فتویٰ شریف مع نقولات گواہاں ارسالِ خدمت بابتِ تصدیق ہے، فریقین متفق ہو کر انتظارِ تصدیق ہیں۔ فی سبیل اللہ فوراً فریقین کا اشکال دور کرنے کی خاطر تصدیق واپس بذریعہ ڈاک فرما کر مشکور فرمائیں۔ والسلام۔

سائل: پیر مفتی حسام الدین دیوانی، مفتی علاقہ بانڈی پورہ۔

وصدر انجمن تبلیغ الاسلام بانڈی پورہ کشمیر، انڈیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

''طلاق'' ابغض المباحات ہے، عامۃً طلاق غصہ ہی میں دی جاتی ہے اور وہ واقع ہو جاتی ہے، پیار

ومحبت میں اس کی نوبت کم ہی آتی ہے(۱)۔ باب الکنایات، کتاب الطلاق، درمختار شامی میں ایک نقشہ دیا ہے کہ فلاں فلاں کنائی لفظ ایسا ہے کہ غصہ کی حالت میں جب بیوی کو کہا جائے تو بلانیت بھی طلاق ہوجاتی ہے، اگر رضامندی کی حالت میں کہا جائے تو بلانیتِ طلاق نہیں ہوتی۔ غصہ کی حالت کو بہ نسبت رضامندی کی حالت کے یہاں طلاق واقع ہونے میں زیادہ مؤثر قرار دیا گیا ہے۔

"والحاصل أن الأول يتوقف على النية فى حالة الرضاء والغضب والمذاكرة. والثانى فى حالة الرضاء والغضب فقط، ويقع فى حالة المذاكرة بلانيةٍ. والثالث يتوقف عليها فى حالة الرضى فقط، ويقع فى حالة الغضب والمذاكرة بلانية وقد نظمت ذلك بقول:

نحو اخرجى، قومى، اذهبى ردا يصح خلية برية سباصح

واستبرئى اعتدى جواباً قدحتم فالأول القصد له دوما لزم

والثانى فى الغضب والرضى انضبط لا الذكر والثالث فى الرضا فقط"(۲).

فتح القدیر: ۳/۹۱(۳)، زیلعی: ۲/۲۷۱ میں بھی یہ مسئلہ موجود ہے(۴)۔ بحر(۵)، عالمگیری

(۱) "والكنايات لاتطلق بها قضاء إلا بنية أو دلالة الحال، وهى حال مذاكرة الطلاق أو الغضب".
(الدرالمختار مع ردالمحتار: ۳/۲۹۶، ۲۹۷، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)
(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الفصل الخامس فى الكنايات: ۱/۳۷۵، رشيديه)
(وكذا فى فتاوىٰ قاضى خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، فصل فى الكنايات والمدلولات: ۱/۴۶۷، رشيديه)

(۲) (ردالمحتار، باب الكنايات: ۳/۳۰۱، ۳۰۲، سعيد)

(۳) "الأحوال هنا ثلاثة: حالة مطلقة وفسرها بحالة الرضا، وحالة مذاكرة الطلاق وهى ماقدمنا. وحالة الغضب والكنايات ثلاثة أقسام: مايصلح جواباً لطلبها الطلاق: أى التطليق، ويصلح رداً له، وما يصلح جواباً ولايصلح رداله، وما يصلح جواباً وشتماً". (فتح القدير، فصل فى الطلاق قبل الدخول، الكنايات: ۴/۶۵، مصطفىٰ البابى الحلبى مصر)

(۴) "وجملة الأمر أن الأحوال ثلاثة: حالة مطلقة وهى حالة الرضا، وحالة مذاكرة الطلاق، وحالة الغضب. والكنايات ثلاثة أقسام". (تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات: ۳/۷۹، دارالكتب العلمية بيروت)

(۵) "وبهذا علم أن الأحوال ثلاثة: حالة مطلقة، وحالة مذاكرة الطلاق، وحالة الغضب". (البحر الرائق، =

میں بھی تفصیل مذکور ہے(۱)۔

البتہ اگر غصہ اس درجہ کا ہو جائے کہ ہوش مختل ہو کر ایسے افعال وحرکات کا صدور ہونے لگے کہ اس کو پتہ ہی نہ رہے کہ کیا کر رہا ہے اور کیا کہہ رہا ہے، اور عقل اتنی مجبور و بے بس ہو جائے کہ قابو نہ پا سکے، نگرانی نہ کر سکے تو ایسا شخص مدہوش ہے۔ اس کی اس حالت کی دی ہوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔ اس کی اس حالت کا اندازہ اس وقت کے اس کے دوسرے اقوال وافعال سے کیا جا سکے گا، محض دوسروں کے سمجھانے اور طلاق سے منع کرنے پر نہ ماننا کافی نہیں۔ اگر غصہ میں کسی کی زبان سے طلاق کا لفظ نکلے اور پھر اس کو کچھ یاد نہ ہو تو موقع کے دو گواہوں کے بیان پر اعتماد کرنا ہوگا، ایک یا دو یا تین طلاق کو جو بھی وہ بتائیں اسی کا حکم لگایا جائے گا۔

علامہ ابن عابدین شامی نے اس پر ردالمحتار: ۲/ ۴۲۷ میں مفصل بحث کی ہے:

"فالذی ینبغی التعویل علیه فی المدهوش ونحوه إناطة الحکم بغلبة الخلل فی أقواله وأفعاله الخارجة عن عادته، وکذا یقال فیمن اختل عقله لکبر أولمرض أو لمصیبة فاجئة: فما دام فی حال غلبة الخلل فی الأقوال والأفعال لا تعتبر أقواله .... اھ.

لو طلق فشهد عنده اثنان أنك استثنیت وهو غیر ذاکر، إن کان بحیث إذا غضب لایدری مایقول، وسعه الأخذ بشهادتهما وإلا لا، اھ. فإن مقتضاه أنه إذا کان لایدری مایقول، یقع طلاقه، وإلا فلاحاجة إلی الأخذ بقولهما: إنك استثنیت، وهذا مشکل جداً، إلا أن یجاب بأن المراد بکونه لایدری مایقول أنه لقوة غضبه قد ینسی مایقول ولا یتذکره بعد .... قال فی الولو الجیة: إن کان بحالٍ لوغضب یجری علی لسانه مالا یحفظه بعده، جاز له الاعتماد علی قول الشاهدین، اھ". شامی: ۲/۴۲۷(۲)۔ وقال العلامة الشامی

= کتاب الطلاق، باب الکنایات فی الطلاق: ۳/ ۵۲۶، رشیدیه)

(۱) "ثم الکنایات ثلثة أقسام: مایصلح جواباً لاغیر .... ومایصلح جواباً ورداً لاغیر .... ومایصلح جواباً وشتماً .... والأحوال ثلاثة: حالة الرضا، وحالة مذاکرة الطلاق .... وحالة الغضب". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات: ۱/ ۳۷۴، ۳۷۵، رشیدیه)

(۲) (ردالمحتار، کتاب الطلاق، مطلب فی طلاق المدهوش: ۳/ ۲۴۴، سعید)

فی: ۲/ ۴۲۶: "العته نوع جنون، اھ" (۱)۔

طلاق دینے کے وقت مطلق کی جو حالت تھی ان کو فقہاء کی ان تصریحات پر منطبق کر کے شرعی حکم لگایا جائے۔ اگر اس کا طلاق دینا شرعاً بیکار ہو تو اس پر حکم نہیں ہوگا، نکاح برقرار رہے گا۔ اگر طلاق دینا معتبر ہو تو تین طلاق کی صورت میں طلاق مغلظہ کا حکم ہوگا، اور بغیر حلالہ کے اس مطلقہ کے ساتھ رہنا جائز نہیں ہوگا (۲)۔

شرعی حکم کے لئے جس حدیث شریف اور فقہ کی مستند کتب کا حوالہ دیا جائے اور وہ حوالہ صحیح بھی ہو تو یہ کہنا کہ ''میں کتابوں کو نہیں مانتا، یا شرعی فتویٰ نہیں مانتا'' نہایت خطرناک ہے، مومن کی یہ شان ہرگز نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری (۳) اور بحر الرائق وغیرہ میں لکھا ہے کہ اس سے ایمان سلامت نہیں رہتا (۴)۔ اگر کوئی ذی علم آدمی یہ بحث کرے کہ فلاں عبارت کا یہ مطلب نہیں بلکہ دوسرا مطلب ہے، جس سے یہ مسئلہ ثابت نہیں ہوتا، یا فلاں عبارت وروایت مرجوح وضعیف ہے، اس پر فتویٰ نہیں ہے، تو یہ دوسری بات ہے، ایسے شخص پر کوئی سخت حکم نہیں

---

(۱) (ردالمحتار، کتاب الطلاق، قبیل مطلب فی طلاق المدهوش: ۳/۲۴۳، سعید)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿الطلاق مرتان فإمساک بمعروف أو تسریح بإحسان﴾ الآیة. (سورة البقرة: ۲۲۹)

وقال الله تعالیٰ: ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیره﴾ الآیة (سورة البقرة: ۲۳۰)

"وإن کان الطلاق ثلاثاً فی الحرة أوثنتین فی الأمة، لم تحل له حتی تنکح زوجاً غیره نکاحاً صحیحاً، ویدخل بها ثم یطلقها أو یموت عنها". (الفتاویٰ العالمکیریة، الباب السادس، فصل فیما تحل به المطلقة ومایتصل به: ۱/۴۷۳، رشیدیه)

(وکذا فی الهدایة، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة: ۲/۳۹۹، شرکت علمیه ملتان)

(۳) "وإذا قال الرجل لغیره: حکم الشرع فی هذه الحادثة کذا، فقال ذلک الغیر: من برسم کار میکنم نہ بشرع (أنا أفعل بالرسم لابالشرع)، یکفر عند بعض المشایخ رحمهم الله تعالیٰ. وفی مجموع النوازل: قال رجل لامرأته: ماتقولین أیش حکم الشرع، فتجشت جشاء عالیاً فقالت: اینک شرع را (هاک للشرع) فقد کفرت وبانت من زوجها، کذا فی المحیط. رجل عرض علیه خصمه فتویٰ الأئمة فردّها وقال: چہ بار نامۂ فتویٰ آوردہ (ماهذا الفرمان الفتویٰ التی أتیت بها) قیل: یکفر؛ لأنه ردّ حکم الشرع، وکذا لم یقل شیئاً لکن ألقی الفتویٰ علی الأرض وقال: این چہ شرع است (ماهذا الشرع) کفر". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب السیر، الباب التاسع فی أحکام المرتدین، ومنها ما یتعلق بالعلم والعلماء: ۲/۲۷۲، رشیدیه)

(۴) "ویکفر بقوله لعالم: ذکر الحمار فی أست علمک مریداً به علم الدین .... وبإلقاء الفتویٰ علی الأرض حین أتی بها خصمه". (البحر الرائق، کتاب السیر، باب أحکام المرتدین: ۵/۲۰۷، رشیدیه)

لگایا جاسکتا، مگر اس کے لئے بھی وسیع اور پختہ علم کی ضرورت ہے، ہر شخص کو اس کا بھی حق نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱/۱۳۹۴ھ۔

غصہ میں طلاق کے متعلق شامی کی ایک روایت کا مطلب

سوال[۶۰۷۴]: علامہ شامی: ۲/۵۸۷، میں اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"والذی یظهرلی أن کلاً من المدهوش والغضبان لایلزم فیه أن یکون بحیث لایعلم مایقول، بل یکتفی فیه بغلبة الهذیان واختلاف الجد بالهزل، کما هو مفتی به فی السکران،الخ"(۱)۔

اس کا کیا مطلب ہے؟ بالوضاحت تحریر فرماویں اور مفتی بہ قول کون سا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

علامہ شامی کے منقولہ کلام کا مطلب یہ ہے کہ: بعض انسان غصہ میں اس حالت کو پہونچ جاتا ہے کہ جنونی کیفیت طاری ہوجاتی ہے اور اس کو یہ خبر نہیں ہوتی کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور اس کے کہنے کا اثر کیا ہوگا، ایسی حالت میں اس کی زبان سے اگر طلاق کا لفظ نکل جائے تو طلاق واقع نہیں ہوگی، جیسے کہ اس کے کلام پر دوسرے اثرات مرتب نہیں ہوتے، مثلاً: تعلیم یافتہ شائستہ آدمی اگر اپنے والد کی شان میں گستاخی کے کلمات کہہ دے یا چپت مار دے تو والد اس کو معذور تصور کرتے ہیں کہ تعلیم یافتہ شائستہ ہونے کے باوجود اس نے یہ حرکت ایسی حالت میں کی کہ اس کو ہوش نہیں، اس لئے ہمیشہ وہ ادب واحترام کا معاملہ کیا کرتا تھا۔

اور جس غصہ میں یہ کیفیت نہ ہو، اگر اس میں طلاق دے دے تو وہ واقع ہوجائے گی(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱/۱۳۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱/۱۳۸۹ھ۔

---

(۱) (ردالمحتار، مطلب فی طلاق المدهوش: ۳/۲۴۴، سعید)

(۲) "ولو شهدا بها وهو لایذکرها، إن کان بحال لایدری مایجری علی لسانه لغضب، جاز له الاعتماد علیهما، وإلا لا، بحر". (الدرالمختار).

"ومقتضی هذا الفرع أن من وصل فی الغضب إلی حالة لایدری فیها مایقول، یقع طلاقه، وإلا لم یحتج إلی اعتماد قول الشاهدین". (ردالمحتار، باب التعلیق، مطلب فیما لو حلف وأنشاء له آخر: ۳/۳۶۹، سعید)

(وکذا فی إعلاء السنن، باب عدم صحة طلاق الصبی والمجنون الخ: ۱۱/۱۸۶، ۱۸۷، إدارة القرآن کراچی)

(وکذا فی فتح القدیر، فصل فی الطلاق قبل الدخول: ۴/۶۲، مصطفیٰ البابی الحلبی مصر)

الفصل الخامس فی طلاق الصبی

(نابالغ کی طلاق کا بیان)

نابالغ کی طلاق اور مدتِ بلوغ

سوال[۶۰۷۵]: ۱...... مندرجہ ذیل مسئلہ میں شرعی فتویٰ بھیج کر عنداللہ مشکور فرماویں:

کیا ایک نابالغ کا ولی نابالغ کی طرف سے اس کی منکوحہ کو طلاق دے سکتا ہے؟ اور ایسا طلاق نامہ اصل خاوند کی طرف سے جائز متصور ہوگا؟

۲...... شرع شریف میں نابالغ کس عمر تک خیال کیا جاتا ہے؟

کریم اللہ، سب پوسٹ ماسٹر، شاہ آباد، ضلع کرنال۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نابالغ اپنی منکوحہ کو شرعاً نہ خود طلاق دے سکتا ہے، نہ اس کی طرف سے اس کا ولی اس کی منکوحہ کو طلاق دے سکتا ہے، ایسی صورت میں طلاق نامہ غیر معتبر ہوتا ہے:

"الخامس كالطلاق و نحوه فلا يملكه: أى لا يملك الصبى بنفسه الخامس و لو بإذن وليه، حتى لو طلق الصبى امرأته بإذن الولى بالطلاق، لايقع الطلاق، كما لا يملكه: أى الخامس عليه: أى على الصبى غيره: أى غير الصبى كالولى والوصى والقاضى". كشف المبهم شرح مسلم الثبوت، ص: ۳۰۴(۱)۔

---

(۱) لم أجد هذا الكتاب، وفى العالمكيرية: "لايقع طلاق الصبى وإن كان يعقل، والمجنون والنائم والمبرسم والمغمى عليه والمدهوش، هكذا فى فتح القدير". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۵۳، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لا يقع طلاقه، رشيديه)

"وتصرف الصبى والمعتوه إن كان نافعاً كالإسلام والاتهاب، صح بلا إذن، وإن ضاراً كالطلاق=

۲......اگر علاماتِ بلوغ احتلام وانزال وغیرہ متحقق نہ ہوں تو پندرہ سال کا لڑکا شرعاً بالغ شمار ہوگا:

"فإن لم يوجد فيهما شيء منها، فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنةً، وبه يفتىٰ".

درمختار: ۲/۱۹۹(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۱/۵۴ھ۔

صحیح عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/محرم الحرام/۵۴ھ۔

نابالغ کی طلاق نہیں ہوتی

سوال[۲۰۷۶]: ایک لڑکی ہے اس کا نکاح اگر نابالغ لڑکے سے ہوا ہو اور فی الحال ابھی لڑکا نابالغ ہی ہے، تیرہ سال کی عمر لڑکے کی ہے اور لڑکی بالغ ہو چکی ہے تقریباً دو سال سے۔ اب لڑکے کو ناف سے لے کر نیچے تک فالج مار چکا ہے وارثین لڑکی کو طلاق لینا چاہتے ہیں۔ تو اب اس کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ابھی کوئی صورت نہیں، جب لڑکا بالغ ہو جائے تب اس سے طلاق حاصل کر لی جائے، علامتِ بلوغ احتلام وانزال ہے، اگر یہ علامت ظاہر نہ ہو تو پندرہ سال عمر ہونے پر شریعت کی طرف سے بلوغ کا حکم ہو جائے گا(۲)۔

= والعتاق، لا، وإن أذن به وليهما". (الدرالمختار). "لاشتراط الأهلية الكاملة .... وكذا لا تصح من غيره كأبيه ووصيه والقاضي للضرر". (ردالمحتار: ۶/۱۷۳، كتاب المأذون، مطلب في تصرف الصبي ومن له الولاية عليه، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۵/۱۱۰، كتاب الماذون، الباب الثاني عشر في الصبي أو المعتوه، رشيديه)

(۱) (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۶/۱۵۳، كتاب الحجر، فصل: بلوغ الغلام بالاحتلام، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۵/۶۱، كتاب الحجر، فصل في معرفة حد البلوغ، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۸/۱۵۳، كتاب الحجر، فصل في حد البلوغ، رشيديه)

(۲) "بلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والإنزال ..... فإن لم يوجد فيهما شئ، فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنةً، به يفتى، لقصر أعمار أهل زماننا". (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۶/۱۵۳، كتاب الحجر، فصل: بلوغ الغلام بالاحتلام، سعيد) ....=

نابالغ کو طلاق دینے کا اختیار نہیں، اس کا ولی اگر طلاق دیدے تو وہ بھی واقع نہیں ہوگی، کذا فی الدر المختار (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/ ۵/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/ ۵/ ۸۸ھ۔

طلاقِ صبی

سوال[۶۰۷۷]: ایک لڑکا بعمر ۱۴/ سال نابالغ ہے، اس کے چچا نے صغرسنی کی حالت میں، جب کہ وہ لڑکا مذکور ۴، یا ۵/ سال کا تھا۔ اس کا نکاح کردیا تھا، جس لڑکی سے شادی کی تھی وہ اب بالغ ہے جس کی عمر اب تقریباً ۱۸/ سال ہے۔ لڑکی کے والدین چاہتے ہیں کہ لڑکی کا نکاح کسی دوسری جگہ کردیا جائے، ورنہ جوان لڑکی ہے جس کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے اور وہ تقریباً دوسال سے اس نکاح سے ناخوشی کا اظہار کرتی چلی آرہی ہے۔ کچھ قرائن اس قسم کے ہیں کہ اگر کسی دوسری جگہ شادی نہ کی گئی تو شاید کسی شخص کے ساتھ بغیر نکاح ہی بھاگ جائے گی۔

لڑکی کے والدین لڑکے والوں پر مذکورہ بالا وجوہات کی وجہ سے طلاق لینا چاہتے ہیں مگر لڑکا نابالغ ہے، ادھر فتنہ کا خطرہ ہے۔ کیا ایسی صورت میں لڑکے نابالغ کی طلاق واقع ہوسکے گی، جیسے کہ شرح حسامی میں مرقوم ہے:

= (وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۵/ ۶۱، كتاب الحجر، الفصل الثاني في معرفة حد البلوغ، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۸/ ۱۵۳، كتاب الحجر، فصل في حد البلوغ، رشيديه)

(۱) "(لا يقع طلاق المولى على امرأة عبده و المجنون والصبي)و لو مراهقاً". (الدرالمختار). "أي إلا إذا كان مجبوباً، و فرق بينهما، أو أسلمت زوجته فعرض الإسلام عليه مميزاً، فأبى وقع الطلاق، رملي". (ردالمحتار: ۳/ ۲۴۳، كتاب الطلاق، مطلب في الحشيشة والأفيون والبنج، سعيد)

"يقع طلاق كل زوج إذا كان عاقلاً بالغاً، سواء كان حراً أو عبداً .... و لا يقع طلاق الصبي وإن كان يعقل والمجنون والنائم". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/ ۳۵۳، كتاب الطلاق، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لا يقع طلاقه، رشيديه)

"(ويقع طلاق كل زوج عاقل بالغ)لصدوره من أهله مضافاً إلى محله و خرج غيرهما". (النهر الفائق: ۲/ ۳۱۶، كتاب الطلاق، رشيديه)

"إعلم أن الطلاق والعتاق عدم مشروعيتهما بغير الحاجة، أما عند وقوع الحاجة و مس الضرورة، فهما مشروعان۔ قال شمس الأئمة رحمه الله تعالىٰ فى أصول الفقه: زعم بعض مشايخنا أن هذا الحكم غير مشروع أصلاً فى حق الصبى، حتى أن امرأته غير محل للطلاق، وهذا وهمٌ عندى، فإن الطلاق يملك بملك النكاح؛ إذ لا ضرر فى إثبات أصل الملك، وإنما الضرر فى الإيقاع، حتى إذا تحققت الحاجة إلى صحة إيقاع الطلاق من جهة دفع الضرر، كان صحيحاً، انتهىٰ. كذا ذكر صاحب غاية التحقيق"(۱).

یا نہیں، جیسے عامہ کتب فقہ میں مذکور ہے؟ نیز یہ بھی ملحوظ رہے کہ بظاہر لڑکے کا نقصان بھی نظر نہیں آتا، کیونکہ لڑکی کے والدین اس سے چھوٹی کا جو نابالغ ہے نکاح بھی کرنے کو تیار ہیں۔فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

متونِ مذہب میں یہ مسئلہ بصراحت مذکور ہے جیسا کہ سائل کو بھی اعتراف ہے، لہٰذا اگر جزئیہ شاذہ اس کے خلاف ملے گا تو اس کے لئے ....کوئی محملِ حسن تجویز کر کے اصل مذہب کے موافق اور تابع قرار دیا جائے گا۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو پھر وہ قابلِ لحاظ ہے جس کی تفسیر کی گئی ہو، پھر وہ متروک ہوگا، نامی اور غایۃ التحقیق کی عبارت دیگر کتب میں بھی موجود ہے، اس میں: "إذا تحققت الحاجة" کی قید زیادہ قابلِ لحاظ ہے جس کی تفسیر دوسری جگہ ہے۔ نور الانوار ص: ۲۸۵ میں اصل مسئلہ بیان کرنے کے بعد لکھا ہے:

"لكن قال شمس الأئمة: إن طلاق الصبى واقع إذا دعت إليه حاجة، ألا ترىٰ أنه إذا أسلمت امرأته يعرض عليه الإسلام، فإن أبى فرق بينهما، و هو طلاق عند أبى حنيفة و محمد رحمهما الله تعالىٰ. وإذا ارتد، وقعت الفرقة بينه و بين امرأته، و هو طلاق عند محمد رحمه الله تعالىٰ، وإذا كان مجبوباً فخاصمت امرأته و طلبت التفريق، كان ذلك طلاقاً عند البعض. فعلم أن حكم الطلاق ثابت فى حقه عند الحاجة، اهـ". (۲)۔

علامہ ابن نجیم مصری شارح کنز کتاب الاشباہ والنظائر، احکام الصبیان میں فرماتے ہیں: "ولا يقع

(۱) (النامى شرح الحسامى، فصل فى بيان الأهلية، ص: ۲۷۹، مير محمد كتب خانه كراچى)

(۲) (نور الأنوار، ص: ۲۸۵، مبحث الأحكام، فصل: ثم جملة ما ثبت بالحجج، سعيد)

طلاقه و لا عتقه إلا حكماً فيَ مسائل ذكرناها فى النوع الثانى من الفوائد فى الطلاق"۔

اور،ص:۱۲۹، میں تحریر فرمایا ہے:

"الصبى لا يقع طلاقه إلا إذا أسلمت زوجته فعرض الإسلام مميزاً، فأبىٰ وقع الطلاق على الصحيح، و فيما إذا كان مجبوباً وفرق بينهما، فهو طلاق على الصحيح، ويوكل له، لكونه مستحقاً عليه كعتق قريبه، كذا فى عين المعراج، اه"(۱)۔

اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

"(قوله: الصبى لا يصح طلاقه إلا إذا، الخ): أى لا يصح إيقاع الطلاق، و حينئذ لا صحة للاستثناء المذكور؛ إذ الإيقاع من الصبى. (قوله: فأبىٰ وقع الطلاق) أقول: الصواب أن يقال: وقع التفريق، و هذا طلاق على الصحيح، و قيل: فسخ. (قوله: و هو طلاق على الصحيح) و قيل: فسخ، اهـ". غمز عيون البصائر(۲)۔

الحاصل: جس ضرر کا دفعیہ بغیر تفریق نہ ہو سکے تو بذریعۂ تفریق اس ضرر کو دفع کیا جائے اور یہ تفریق بحکمِ طلاق ہوگی، گویا کہ خود اس نے طلاق دی ہے(۳)، جیسا کہ جُبّ اور ارتداد کی صورت میں ہے، بخلافِ صورت مسئولہ کے عنقریب لڑکا بالغ ہو جائے گا، اس وقت اگر چاہے تو اس کو طلاق کا اختیار حاصل ہوگا، جب کہ لڑکی کا نکاح والد نے کیا ہے تو لڑکی کو خیارِ بلوغ حاصل نہیں، لہذا اس کی ناخوشی ظاہر کرنے سے کچھ نہیں ہوتا، کذا فی ردالمحتار(٤)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) (الأشباه والنظائر: ۲/۲۱، كتاب الطلاق، إدارة القرآن كراچى)

(۲) (غمز عيون البصائر شرح الأشباه والنظائر: ۲/۲۱، كتاب الطلاق، إدارة القرآن كراچى)

(۳) "ثم الفرقة إن من قبلها ففسخ، لا ينقص عدد الطلاق، و لا يلحقها الطلاق إلا فى الردة، وإن من قبله فطلاق". (الدرالمختار: ۳/۷۰، باب الولى، سعيد)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۲۸٦، كتاب النكاح، الباب الرابع فى الأولياء، رشيديه)

(۴) "إنكاح الصغير والصغيرة جبراً و لو ثيباً كمعتوه و مجنون شهراً، ولزم النكاح و لو بغبن فاحش.......... إن كان الولى المزوج بنفسه بغبن أباً أوجداً". (الدرالمختار: ۳/٦٦، كتاب النكاح، =

طلاقِ مراہق کے بعد اس کی زوجہ کا نکاح

سوال[۲۰۷۸]: ایک مُلّا نے مراہق کے طلاق دینے اور عدت گزارنے کے بعد اس کی عورت کا نکاح دوسری جگہ کسی دنیاوی لالچ کی وجہ سے کر دیا تو آیا وہ ملا اس وجہ سے خارج از اسلام اور کافر ہو گیا اور کافر بھی ایسا کہ اس کی توبہ غیر مقبول ہے؟ اور جو اس مجلسِ نکاح میں حاضر ہوئے تمام ہی کافر ہو گئے یا نہیں، اور ان کے نکاح ٹوٹ گئے یا نہیں؟ ایک مفتی صاحب اس پر بڑا زور دیتے ہیں، لہذا اس نکاح کرنے والے کا حکم مفصل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مراہق کی طلاق شرعاً واقع نہیں:

"لا يقع طلاق المولىٰ علىٰ امرأة عبده والمجنون والصبي و لو مراهقاً، اهـ". درمختار(۱)۔

اگر کسی بالغ شخص نے طلاق دیدی ہو تو عدت کے اندر نکاح حرام ہے: "لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة، اهـ". الفتاوىٰ العالمكيرية(۲).

= باب الولي، سعيد)

"فإن زوّجهما الأب والجد، فلاخيار لهما بعد بلوغهما. وإن زوجهما غير الأب والجد، فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ، إن شاء أقام على النكاح، وإن شاء فسخ". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۲۸۵، كتاب النكاح، باب الأولياء، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق: ۲/۲۰۹، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، امداديه ملتان)

(۱) (الدرالمختار مع رد المحتار: ۳/۲۴۲، كتاب الطلاق، مطلب في الحشيشة والأفيون والبنج، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۵۳، فصل فيمن يقع طلاقه و فيمن لا يقع طلاقه، رشيديه)

(وكذافي النهر الفائق: ۲/۳۱۶، كتاب الطلاق، رشيديه)

(۲) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۲۸۰، كتاب النكاح، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير، رشيديه)

"أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته، فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه =

جب مراہق کی طلاق واقع ہی نہیں ہوتی تو بطریقِ اَولیٰ اس کی بیوی سے نکاح حرام ہوگا، لہٰذا وہ عورت اور اس سے نکاح کرنے والا مرد اور نکاح میں شریک ہونے والے اور جو لوگ منع کرنے پر قادر تھے، پھر انہوں نے اس نکاح سے نہیں روکا وہ سب گنہ گار ہیں، سب کے ذمہ توبہ لازم ہے اور یہ بھی واجب ہے کہ کوشش کر کے اس عورت کو پہلے شوہر یعنی مراہق کے یہاں پہونچائیں، مگر نکاح ان لوگوں میں سے کسی کا نہیں ٹوٹا، نہ کوئی اسلام سے خارج ہوا، نہ کافر ہوا۔

جس مفتی نے یہ فتویٰ دیا کہ یہ لوگ کافر ہو گئے، اس نے غلط فتویٰ دیا، اہلسنت والجماعت کے نزدیک کبیرہ گناہ سے آدمی کافر نہیں ہوتا، نہ اسلام سے خارج ہوتا ہے: "و لا نكفر مسلماً بذنب من الذنوب وإن كانت كبيرةً إذا لم يستحلها، ولا نزيل عنه اسم الإيمان، ونسميه مؤمناً حقيقةً، ويجوز أن يكون مؤمناً فاسقاً غير كافر". شرح فقه اكبر(۱)۔

جس وقت ایسی معصیت کی حلت کا اعتقاد کرے جس کی حرمت بعینہ ہو اور نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہو تو اس وقت البتہ آدمی ایمان سے خارج ہو جاتا ہے(۲)۔ فقط۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۲/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح عبداللطیف۔

علاماتِ بلوغ

سوال[۶۰۷۹]: شرع میں بالغ ہونے کی کیا علامتیں مانی گئی ہیں۔

ظاہر خان، نائب مدرس، مدرسہ مہنوں، ڈاکخانہ سری نگر، ضلع گونڈا، ۱۲/ جولائی/ ۳۶ء۔

=لم يقل أحد بجوازه، فلم ينعقد أصلاً". (رد المحتار: ۳/۵۱۶، باب العدة، مطلب في النكاح الفاسد والباطل، سعيد)

(۱) (شرح الفقه الأكبر، ص: ۷۱، ۷۳، ۷۴، الكبيرة لا تخرج المؤمن عن الإيمان، قديمي)

(۲) "استحلال المعصية كفرٌ إذا ثبت كونها معصيةً بدليل قطعي، و على هذا تفرع ما ذكر في الفتاوىٰ: من أنه إذا اعتقد الحرام حلالاً، فإن كان حرمته لعينه، و قد ثبت بدليل قطعي يكفر، وإلا فلا". (شرح العقائد النسفية، ص: ۱۱۶، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

لڑکے میں بلوغ کی علامتیں تین ہیں: احتلام، انزال، احبال۔ اورلڑکی میں بھی تین ہیں: حیض، احتلام، حبل۔

اگران علامات میں سے کوئی علامت نہ پائی جائے تو ہردوکو پندرہ سال پورے ہونے پر بقول مفتیٰ بہ بالغ کہا جائے گا، کذا فی تبیین الحقائق، ص: ۴۰۳ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۵/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح عبداللطیف، ۶/ جمادی الاولیٰ/ ۵۵ھ۔



(۱) "قال رحمه الله تعالیٰ: بلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والإنزال، وإلا فحتی یتم له ثمانی عشرة سنةً. والجارية بالحيض والاحتلام والحبل، وإلا فحتی یتم لها سبع عشر سنةً، ويفتى بالبلوغ فيها بخمس عشرة سنةً". (تبيين الحقائق، كتاب الحجر، فصل بلوغ الغلام: ۲۷۵/۶، دارالكتب العلمية بيروت)

الفصل السادس فى الطلاق بألفاظ مصحفة

(الفاظِ متغیرہ سے طلاق کا بیان)

لفظِ ''طاق'' سے طلاق نہیں ہوتی

سوال[۲۰۸۰]: میرے رشتہ دار اور سسرال والے شریعت کے پابند نہیں، شریعت کے خلاف میری بیوی کے سامنے محبت کی باتیں مجھ سے برداشت نہ ہوسکیں۔ غصہ میں ایک سانس میں میری زبان سے یہ الفاظ نکل گئے: ''منو! میں نے تمہیں طاق دی، منو میں نے تمہیں طاق دی، منو میں نے تمہیں طاق دی''۔ اس کے بعد زبردستی مجھ سے کاپی پر یہ تحریر لکھوائی، اب منو آنا چاہتی ہے۔ اس طرح سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر لفظ ''طاق'' لکھا ہے (بغیر لام کے) ''طلاق'' نہیں لکھا، یا زبان سے اسی طرح کہا ہے تو کوئی طلاق نہیں ہوتی (۱)۔ اگر لفظ ''طلاق'' لکھا ہے، یا کہا ہے تو اس کو دوبارہ صحیح صحیح لکھیئے، کیونکہ یہ سوال پہلے بھی آچکا ہے، واقعہ بظاہر وہی ہے مگر تحریر میں فرق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۶/۱۳۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۶/۱۳۹۱ھ۔

لفظِ ''تلاخ'' سے طلاق

سوال[۲۰۸۱]: زید نے اپنی زوجہ کو ایک پرچہ لکھا اور اس میں یہ لکھا: ''میں تم کو تلاخ دے چکا''

---

(۱) "وإن حذف اللام فقط فقال: أنت طاق، لا يقع وإن نوى". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثانى فى إيقاع الطلاق، الفصل الأول فى الطلاق الصريح: ۳۵۷/۱، رشيديه)

(وكذا فى ردالمحتار، باب الصريح، مطلب فى قوله: عليّ الطلاق من ذراعى: ۲۵۵/۳، سعيد)

(وكذا فى التاتارخانية، كتاب الطلاق، فيما يرجع إلى صريح الطلاق: ۲۷۳/۳، إدارة القرآن كراچى)

بالتاء والخاء۔ اور یہ لفظ کئی جگہ لکھا ہے۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں، اور وقوع کی صورت میں یہ کون سی طلاق ہوگی یعنی رجعی یا بائنہ یا مغلظہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شوہر نے ایسا پرچہ لکھ کر بیوی کے پاس بھیجا اور اس کو اپنی تحریر کا اقرار ہے، یا اس پر شرعی شہادت موجود ہے اور اس میں تین مرتبہ طلاق (تلاخ) ہے تو بلا شبہ طلاقِ مغلظہ ہوگئی۔ صریح الفاظ میں نیت کی ضرورت نہیں۔ علامہ شامی نے تصریح کی ہے:

”صريحه مالم يستعمل إلا فيه كطلقت وأنت طالق، ومطلقة، ويقع بها واحدة رجعية وإن نوى خلافها أولم ينو شيئاً. وفي أنت الطلاق أو أنت طالق طلاقاً، يقع واحدة رجعية. يدخل نحو: طلاخ وتلاخ وطلاك وتلاك أو ط، ل، ق(۱)۔ ”كرر لفظ الطلاق وقع الكل“(۲)۔

وبحث الطلاق بالكتابة في الجلد الثاني والخامس من ردالمحتار(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

لفظِ ”طلاق“ اور ”تلاق“ میں خسر اور داماد کا اختلاف

سوال[۲۰۸۲]: طلاق کا ایک مسئلہ عجیب طریقہ پر الجھ گیا ہے، معاملات کو پورے طور پر سمجھنے کے

(۱) (الدرالمختار: ۳/۲۴۷-۲۴۹، باب الصريح، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، باب إيقاع الطلاق: ۱/۳۸٦، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الأول في الطلاق الصريح: ۱/۳۵۴، رشيديه)

(۲) (الدرالمختار: ۳/۲۹۳، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثاني في إيقاع الطلاق: ۱/۳۵٦، رشيديه)

(۳) ”كذا كل كتاب لم يكتبه بخطه ولم يمله بنفسه، لايقع الطلاق مالم يقرّ أنه كتابه“. (ردالمحتار، مطلب في الطلاق بالكتابة، قبيل باب الصريح: ۳/۲۴۷، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، قبيل الفصل السابع: ۱/۳۷۹، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، الفصل السادس في إيقاع الطلاق بالكتاب: ۳/۳۸۰، إدارة القرآن كراچی)

لئے خسر وداماد کے خطوط کے مضمون نقل کر کے بھیج رہا ہوں:

خسر کا خط داماد کے نام:

تمہارا پیغام عزیزہ کو پہونچا دیا اور یہ بتلا دیا کہ تمہارے شوہر نے یہ کہا ہے کہ ''اگر عزیزہ ایک ہفتہ کے اندران کے گھر نہیں آجاتی تو ان کو طلاق دیتا ہوں'' اور یہ بھی بتلایا کہ اس جملہ کو انہوں نے دومرتبہ کہا تھا۔ چونکہ یہ مسئلہ شرعی تھا اور بڑی حد تک پریشان کن بھی تھا، چنانچہ اس مسئلہ پر یہاں ایک عالم سے مشورہ لیا گیا کہ قاعدہ سے طلاق ہوگئی، انہوں نے یہ بھی بتلایا کہ شوہر اور بیوی کے تعلقات اس وقت تک منقطع رہیں جب تک کہ عقد ثانی نہ ہوجائے اور جب تک دوسرا نکاح نہ ہوجائے، پردہ رہے گا''۔

داماد کا خط خسر کے نام:

''آپ نے عزیزہ کو جو پیغام پہونچایا، یہ بالکل غلط ہے، اس کے لئے میں اپنے ہاتھ میں قرآن لے کر قسم کھا سکتا ہوں، میں بالکل جاہل نہیں ہوں، میں نے گنجائش رکھ کر تب کچھ کہا تھا۔ ایک بار آپ پھر سن لیں: یہ جملہ میں اللہ اور رسول کو گواہ بنا کر کہتا ہوں، میں نے کہا تھا کہ ''عزیزہ ایک ہفتہ کے اندر اگر نہیں آئیں تو ''تلاق'' سمجھیں''۔ اور یہ جملہ صرف ایک بار زبان سے کہا تھا اور حضور! ذرا لغت اٹھا کر دیکھ لیں ''تلاق'' کے کیا معنی ہیں، معنی بھی سن لیجئے ہم سے: تلاق کے معنی: ''باہم ملاقات کرنا''۔ آپ بھی لغت دیکھ لیں اور میں یہ جملہ بار بار کہہ سکتا ہوں۔

یہ دونوں خطوط کے مضامین ہیں۔

''تلاق'' کے معنی اگر لیا جائے تو داماد کی باتوں کا مطلب کچھ غیر موزوں ہو کر رہ جاتا ہے، ایک جگہ وہ کہتے ہیں کہ ''اس جملہ کو صرف ایک بار ادا کیا'' جب کہ خود دوسری جگہ کہتے ہیں کہ ''اس کو بار بار کہہ سکتا ہوں''۔

خسر کا کہنا ہے کہ طلاق کا لفظ دو بار کہا گیا ہوتا تو جملہ موزوں ہوتا اور طلاق کا اطلاق بھی نہ ہوتا۔ اب فتویٰ سے مطلع کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر داماد کو خسر کی بات اور نقل پر اعتماد بھی تسلیم کرلیا جائے تب بھی معاملہ سہل ہے، وہ یہ کہ شوہر یہ کہہ دے کہ "میں نے اپنی بیوی کو لوٹا لیا" اور پھر بدستور تعلقِ زوجیت قائم کرلے، دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں۔ یہ حق عدت کے اندر اندر ہے، یعنی جس وقت الفاظِ مذکورہ بیوی کے حق میں کہے ہیں اور بیوی ایک ہفتہ میں نہیں گئی تو اس وقت تین حیض گذرنے سے پہلے پہلے شوہر کو اختیارِ مذکور حاصل ہے(۱)، تین حیض گزرنے پر عدت ختم ہوجائے گی اور مذکورہ اختیار بھی ختم ہوجائے گا، اس وقت تجدیدِ نکاح کی ضرورت پیش آئے گی (۲)۔ اگر داماد کو خسر کی بات اور نقل پر اعتماد نہ ہو، بلکہ اپنی بات اور مراد پر اصرار ہو تو خسر کا قول شرعاً بغیر دونوں گواہوں کے تسلیم نہ ہوگا، داماد کا قول معتبر رہے گا (۳)۔

تنبیہ: اللہ کے ساتھ رسول کا گواہ بنانا جائز نہیں (۴)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۹/۲۲ھ۔

---

(۱) "وإذا طلق الرجل امرأته تطليقةً رجعيةً أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أو لم ترض". (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب السادس في الرجعة الخ: ۱/۴۷۰، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الرجعة: ۳/۱۴۹، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها". (الفتاویٰ العالمكيرية، فصل فيما تحل به المطلقة ومايتصل به: ۱/۴۷۲، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة: ۳/۱۶۲، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في مجمع الأنهر، باب الرجعة: ۱/۴۳۲، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۳) "(و) نصابها [أي نصاب الشهادة] (لغيرها من الحقوق، سواء كان) الحق (مالاً أو غيره كنكاح وطلاق ووكالة ووصية واستهلال صبي) ولو (للإرث رجلان) .... (أو رجل وامرأتان)". (الدرالمختار، كتاب الشهادات: ۵/۴۶۵، سعيد)

(وكذافي الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الشهادات، الباب الأول في تعريفها الخ: ۳/۴۵۱، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الشهادات: ۷/۱۰۳، رشيديه)

(۴) "ومن تزوج امرأةً بشهادة الله ورسوله، لايجوز النكاح، كذا في التجنيس والمزيد". (الفتاویٰ =

''میں نے اپنی بیوی کو............دے دی'' کا شرعی حکم

سوال[۶۰۸۳]: ایک شخص رفیق اپنی بیوی عابدہ کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آتا ہے اور روزانہ عابدہ سے لڑتا جھگڑتا ہے اور کہتا ہے کہ ''تُو مجھے پسند نہیں ہے، میں تجھے طلاق دے دوں گا، تُو اپنے ماں باپ کے گھر چلی جا، اپنے باپ سے کہہ دے کہ میں شوہر کے گھر جانا نہیں چاہتی، تاکہ میری بدنامی نہ ہو، تُو خود ہی باپ کے گھر بیٹھ جا''۔ عابدہ نے ایسا نہیں کیا، باپ کے گھر نہیں گئی، شوہر ہی کے گھر رہی۔ اسی دوران رفیق نے ایک دن لڑائی جھگڑے کے دوران اپنی بیوی عابدہ بیگم کو حسبِ ذیل عبارت لکھ کر دی:

''اپنے قلم سے میں نے عابدہ کو............دے دی ہے''۔

اس جملہ میں بیچ میں جگہ چھوڑ دی جس میں ''طلاق'' کا لفظ ہی فٹ آسکتا ہے۔ رفیق کا جو سلوک اپنی بیوی کے ساتھ ہے اور جو نیت وارادہ اپنی بیوی سے ظاہر کرتا ہے، اس کی روشنی میں یہ جملہ اس طرح پورا ہوتا ہے کہ ''میں نے عابدہ کو طلاق دے دی''۔

مذکورہ بالا صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں، اگر طلاق واقع ہوگی تو کس قسم کی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۷/۱۳۹۳ھ۔



= العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الأول: ۱/۲۶۸، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب النكاح: ۱/۳۲۰، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح: ۳/۱۵۵، رشيديه)

(۱) "وركنه لفظ مخصوص هو ماجُعل دلالةً على معنىٰ الطلاق من صريح، أو كنايةً .... وبه ظهر أن من تشاجر مع زوجته .... ولم يذكر لفظاً لاصريحاً وكنايةً، لايقع عليه". (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۳/۲۳۰، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في حاشية الشلبي على التبيين للزيلعي: ۳/۲۰، كتاب الطلاق، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في بدائع الصنائع، فصل في ركن الطلاق: ۳/۲۱۰، دارالكتب العلمية بيروت)

باب الطلاق الصریح

(طلاقِ صریح کا بیان)

صریح الفاظ میں نیت کی حاجت نہیں

سوال [۲۰۸۴]: زید کی زوجہ کچھ خاوند کی ناقدردان ہے اور خانگی کاروبار میں خاوند کے کہنے کی پرواہ نہیں کرتی، کھانا وغیرہ دیتے وقت بھی اکثر زبان درازی کر جاتی ہے اور ناشائستہ کلمات بک دیتی ہے۔ زوج بہت غریب آدمی ہے، دو بچے ہی ہیں، بوجۂ عسرت یہ نوبت آتی ہے۔ زوج نے اکثر موقعوں پر اس کی زبان درازی سے تنگ آکر اپنی جہالت سے کہہ دیا کہ "تو چلی جا، میں نہیں رکھتا، تجھے طلاق دیدی"۔ ایک مرتبہ یہ بھی کہا کہ "تو میری خالہ ہے، اگر میرے بھائی نے اپنی لڑکی کا رشتہ میرے لڑکے سے نہ کیا تو تجھے نہ رکھوں گا"۔

زوجہ اپنی ساس سے لڑتی ہے تو زید نے کہا کہ "قسم اللہ کی! اگر تو لڑے گی تو تجھے طلاق ہے" اور یہ کلمہ تین مرتبہ کہا، جب زید نے کہا کہ اس طرح کہنے سے طلاق پڑ جاتی ہے تو زوج اور زوجہ بہت نادم ہوئے اور منفعل ہوئے۔ اور زید کہتا ہے کہ میں نے تو دل سے طلاق نہیں دی۔ تو کیا واقعی طلاق پڑ گئی، اگر پڑی تو کونسی طلاق پڑی ہے؟ رجوع کی گنجائش ہے یا نہیں؟ ایک طلاق پڑی ہے یا دو تین پڑ گئیں؟ بینوا توجروا۔

۴/شوال/ ۱۳۵۷ھ، اڑیسہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تین مرتبہ طلاق دینے سے مطلقہ ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے رکھنا درست نہیں ہے(۱)، صریح الفاظ میں

---

(۱) "وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة، أو ثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، و يدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها، والأصل فيه قوله تعالىٰ: ﴿فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾". (الهداية: ۲/ ۳۹۹ كتاب الطلاق فصل فيما تحل به المطلقة شركت علميه ملتان) .... =

نیت کی حاجت نہیں ہے (۱)۔ فقط۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/۱۰/۵۷ھ۔

طلاقِ رجعی، بائن اور مغلظہ میں فرق

سوال [۶۰۸۵]: ایک شوہر نے رمضان شریف میں شام کے وقت روزہ کی جھانجھ میں جھگڑے ولڑائی کے بعد اپنی عورت کو تین مرتبہ یہ الفاظ کہے کہ "میں نے تجھ کو آزاد کیا" اور پھر یہی الفاظ ایک تیسرے شخص کے سامنے بھی دریافت کرنے پر تین مرتبہ کہے۔ آیا اس صورت میں طلاق پڑ گئی یا نہیں؟ اگر طلاق پڑ گئی ہے تو کس قسم کی؟ آیا رجعی یا بائن یا مغلظہ واقع ہوئی؟ اور عورت حاملہ ہے تو عدت کتنے روز تک ہوگی؟ نیز طلاق رجعی بائن ومغلظہ کی صاف وضاحت فرمائیے کہ نتیجہ میں تینوں میں کیا فرق ہے؟ بینوا توجروا۔

العبد: امیر احمد، مبلغ وسفیر دار الصناعۃ، مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً وکرامۃً۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہمارے عرف میں شوہر کی طرف سے بیوی کے حق میں یہ الفاظ کہ "میں نے تجھ کو آزاد کردیا" بمنزلۂ صریح طلاق کے ہیں جن سے بلانیت طلاق ہوجاتی ہے (۲) اور تین مرتبہ کہنے سے مغلظہ ہوجاتی ہے، پس

= (وکذا فی الفتاویٰ التاتارخانیۃ: ۳/۶۰۳، کتاب الطلاق، مسائل المحلل و غیرها، إدارة القرآن کراچی)

(وکذا فی بدائع الصنائع: ۴/۴۰۳، فصل فی حکم الطلاق البائن، دارالکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی البحر الرائق: ۴/۹۴، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل به المطلقة، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۴۷۳ فصل فیما تحل به المطلقة، رشیدیه)

(۱) "سمی هذا النوع صریحاً .... وهذه الألفاظ ظاهرة المراد ؛ لأنها لا تستعمل إلا فی الطلاق عن قید النکاح، فلا یحتاج فیها إلی النیة لوقوع الطلاق ؛ إذ النیة عملها فی تعیین المبهم ولا إبهام فیها".

(بدائع الصنائع: ۴/۲۲۲، کتاب الطلاق، شرط النیة فی الکنایة، دارالکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی البحر الرائق: ۳/۴۳۷، باب الطلاق، رشیدیه)

(وکذا فی رد المحتار: ۳/۲۴۷، کتاب الطلاق، باب الصریح، سعید)

(۲) "لوقال الرجل لإمرأته: "تراچنگ باز داشتم"، أو "بهشتم"، أو "یله کردم ترا"، أو "پائے کشاده کردم ترا"، فهذا کله تفسیر قوله: "طلقتک" عرفاً، حتی یکون رجعیاً، ویقع بدون النیة، کذافی الخلاصة". (الفتاویٰ=

صورتِ مسئولہ میں اس عورت پر طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی اوراس کا حکم یہ ہے کہ حلالہ کرے یعنی: عدت ختم ہونے پر عورت کسی اوردوسرے شخص سے باقاعدہ نکاح کرے، اوروہ شخص نکاح کے بعد اس سے صحبت کرے، پھر اگر طلاق دیدے یا مرجائے تو عدت گذار کر اس پہلے شوہر سے نکاح درست ہوگا، بغیر اس کے نکاح درست نہیں (۱)۔ حاملہ کی عدت وضعِ حمل ہے (۲)۔

صریح لفظ سے (یعنی جس لفظ کا استعمال صرف طلاق میں ہوتا ہو کسی اَور میں نہ ہوتا ہو) طلاق رجعی واقع ہوتی ہے۔ کنایہ سے (یعنی جس لفظ کا استعمال طلاق میں بھی ہوتا ہے اور غیر طلاق میں بھی ہوتا ہے جیسے: نکل جا، دور ہوجا، میں نے تجھ کو نکال دیا، اپنے باپ کے گھر جا کررہ وغیرہ) طلاق بائن واقع ہوتی ہے اوراس میں نیت کی ضرورت ہوتی ہے اور بعض دفعہ دلالتِ حال مثلاً لڑائی اور غصہ کی حالت یا طلاق کا پہلے سے تذکرہ ہونا، عورت کا مطالبۂ طلاق کرنا بھی نیت کے قائم مقام ہوجاتا ہے۔ اگر نہ نیت ہو نہ قائم مقامِ نیت ہو تو ایسے الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی اور صریح الفاظ سے بلانیت بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے، خواہ خوشی کی حالت میں کہے

= العالمکیریة: ۱/۳۷۹، الفصل السابع فی الطلاق بالألفاظ الفارسیه، رشیدیه)

"ثم فرق بینه وبین سرحتک، فإن سرحتک کنایة، لکنه فی عرف الفرس غلب استعماله فی الصریح، فإذا قال: "رہا کردم" أی سرحتک، یقع به الرجعی مع أن أصله کنایة أیضاً". (ردالمحتار: ۳/۲۹۹، باب الکنایات، سعید)

(۱) "وإن کان الطلاق ثلاثاً فی الحرة، أوثنتین فی الأمة، لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره نکاحا صحیحاً ویدخل بها ثم یطلقها أو یموت عنها، کذا فی الهدایة". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل به المطلقة: ۱/۴۷۳، رشیدیه)

(وکذا فی الهدایة، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة: ۲/۳۹۹، شرکة علمیه ملتان)

(وکذا فی الدر المختار، باب الرجعة: ۳/۴۱۰، ۴۱۱، سعید)

(۲) "(العدة) فی حق الحامل مطلقاً ولو أمةً أو کتابیةً أومن زنا، بأن تزوج حبلی من زنا، ودخل بها، ثم مات، أو طلقها، تعتد بالوضع". (تنویر الأبصار مع الدر المختار: ۳/۵۱۱، باب العدة، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۵۲۸، الباب الثالث عشر فی العدة، رشیدیه)

(وکذا فی البحر الرائق: ۴/۲۲۶، کتاب الطلاق، باب العدة، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۳/۲۵۲، باب العدة، دارالکتب العلمیة بیروت)

خواہ غصہ کی۔

نتیجہ کے اعتبار سے یہ فرق ہے کہ طلاق رجعی میں صرف رجعت کافی ہے، یعنی: عدت کے اندر اندر یہ کہہ دے کہ میں نے طلاق واپس لے لی، یا رجوع کرلیا وغیرہ اور صحبت وغیرہ سے بھی رجعت ثابت ہوجاتی ہے۔

طلاقِ بائن میں رجعت کا اختیار نہیں رہتا، بلکہ دوبارہ نکاح کی ضرورت ہوتی ہے، ہاں یہ اختیار ہوتا ہے چاہے شوہر بیوی عدت کے اندر نکاح کرلیں چاہے عدت کے بعد، اور طلاق مغلظہ میں نہ رجعت کا اختیار باقی رہتا ہے، نہ دوبارہ نکاح درست ہوتا ہے، حلالہ کی ضرورت پیش آتی ہے(۱) جس کی کیفیت صورت مسئولہ کے جواب میں بیان کی گئی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۱۰/۵۶ھ۔

عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۷/شوال/۵۶ھ۔

---

(۱) ”فما لایستعمل فیها إلافی الطلا ق، فهو صریح، یقع بلانیة، وما استعمل فیها استعمال الطلاق وغیره، فحکمه حکم کنایات العربیة فی جمیع الأحکام“. (ردالمحتار: ۳/۲۴۷، باب الصریح، سعید)

”وتصح (الرجعة) بتزوجها فی العدة إن لم یطلق بائناً، فإن أبانها فلا“. (ردالمحتارمع الدرالمختار: ۳/۳۹۹، ۴۰۰، باب الرجعة، سعید)

”فالصریح ماظهر المراد منه ظهوراً بیّناً، حتی صار مکشوف المراد بحیث یسبق إلی فهم السامع بمجرد السماع، حقیقةً کان أو مجازاً، وتقع واحد ة رجعیة. (تبیین الحقائق). ”الکنایات ماخفی المراد منه، لتوارد الاحتمالات، لاتطلق بها إلا بنیة، أودلالة الحال“. (حاشیة الشلبی: ۳/۳۹، ۷۵، کتاب الطلاق، باب الکنایات، دارالکتب العلمیه، بیروت)

”فالصریح قوله: أنت طالق؛ لأن هذه الألفاظ تستعمل فی الطلاق، ولاتستعمل فی غیره، فکان صریحاً، وأنه یعقب الرجعة بالنص، ولا یفتقر إلی النیة؛ لأنه صریح فیه لغلبة الاستعمال.......... الکنایات لا یقع بها الطلاق إلابالنیة أو بدلالة الحال؛ لأنها غیرموضوعة للطلاق، بل تحتمله وغیره، فلابد من التعیین أودلالته، وبقیة الکنایا ت إذ نو ی بها الطلا ق کانت واحدةً بائنةً، وإن نو ی ثلاثاً، کان ثلاثاً، وإن نوی ثنتین کانت واحدةً بائنةً“. (الهدایة: ۲/۳۵۹، ۳۷۳، ۳۷۴، باب إیقا ع الطلاق، مکتبه شر کة علمیه ملتان)

طلاقِ صریح میں نیت کا اعتبار نہیں

سوال[۶۰۸۶]: ا......زید کی ماں زید کو برا بھلا کہہ رہی تھی، وہ خاموش سن رہا تھا، اتنے میں اَور لوگ زید کی ماں کی آواز سن کر آ گئے، زید ماں کی باتوں کو سن کر عاجز آ گیا، تو لوگوں کو مخاطب کر کے بولا کہ "تم لوگ گواہ رہو کہ میں زینب کو طلاق دے رہا ہوں"۔ یہ الفاظ زید نے تین بار کہے۔ معلوم ہوا کہ اس جھگڑے میں زید کی بیوی کا کوئی تعلق نہیں تھا اور نہ زید کی نیت طلاق دینے کی تھی۔ کیا اس سے طلاقِ مغلظہ واقع ہو جائے گی یا نہیں؟ بیوی گھر والوں کی بہت فرمانبردار ہے، اس وقت اس کی بیوی وہاں موجود بھی نہ تھی اور نہ اس نے طلاق کے الفاظ ہی سنے ہیں۔

۲......حضرت! یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ذرا زبان سے کہہ دیا طلاق ہو گئی، نہ نیت کی ضرورت، نہ کسی کی مرضی کی؟ اس کے علاوہ میں نے ابھی تک کسی سے نہ سنا، نہ دیکھا کہ بغیر نیت کوئی کام ہو جاتا ہو، نکاح میں تو عورت اور مرد کی رضامندی ضرور ہوتی ہے، زبردستی سے نکاح نہیں ہوتا، جب شریعت نے عورت کو نکاح قائم کرنے کا حق دیا ہے تو برقرار رکھنے کا حق کیوں نہیں دیا؟ دونوں زندگی گزارنے میں ذرا سی غلطی سے عورت کو طلاق دے دیا، اب نہ وہ شوہر کی جائیداد لے سکتی ہے اور نہ ہی بچہ لے سکتی ہے، کس کے سہارے زندگی گزارے، کرے تو کیا کرے؟ بیچاری اپنی عصمت کو دوسرے کے سپرد کر کے نکاح کرے، یہ کیسا انصاف ہے؟ یہ بہت شرمناک ہے کہ جو عورت زندگی میں ساتھ رہ چکی ہو وہ پھر دوسرے کے نکاح میں جائے، لیکن بُرے آدمی کا کیا نقصان کرے؟ پھر دوسری عورت مل جاتی ہے۔

۳......اب تین بار طلاق دینے سے مغلظہ ہو گئی، وہ ہمیشہ کے لئے نکاح سے نکل گئی، دوبارہ اپنے نکاح میں لانا چاہے تو عورت دوسرا نکاح کرے، اپنی عصمت ریزی کرائے، پھر دوسرے دن وہ طلاق دے تو پہلے شوہر کے پاس آنے کے قابل ہو۔ طلاق کیا ہے، ایک چلتا پھرتا تماشا ہے، کوئی زبان سے تو نہیں کہتا کہ اس عورت سے نکاح کرو اور کل طلاق دینا، مگر دل میں یہی ہوتا ہے جب کہ میں نے سنا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں پر لعنت فرمائی ہے، پھر جس چیز پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعنت کریں، وہ کیوں کر جائز ہے؟ حضرت سے تواضع کے ساتھ درخواست ہے کہ ہر بات کا جواب تفصیل سے عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک عاقل بالغ شخص حواس سالم رہتے ہوئے ایک جملہ بولتا ہے جو اپنی وضع کی حیثیت سے معنی دار ہے مہمل نہیں، برمحل ہے (بیوی کے حق میں ہے) بے محل نہیں ہے، ماں کی سخت گفتگو کی وجہ سے، جس سے وہ یہ سمجھتا ہے کہ ماں کو سکون حاصل ہو جائے، پھر وہ سخت گفتگو نہیں کرے گی، تو کیسے تسلیم کیا جائے کہ اس کی نیت نہیں تھی (۱)۔

صاف صریح لفظوں میں بھی نیت پر مدار رکھا جائے تو سارے عالم کا نظام درہم برہم ہو جائے، بڑی سے بڑی بات آدمی کہہ دے پھر کہے کہ میری نیت نہیں تھی، اپنے والد کو گالی دے پھر کہے کہ میری نیت نہیں تھی، مکان فروخت کردے اور کہے کہ میری نیت نہیں تھی، نکاح کا ایجاب وقبول کرلے اور کہے کہ میری نیت نہیں تھی، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس شخص کی انسانیت ختم کردی گئی اور اس کو جانوروں میں داخل کردیا گیا۔ طلاق کا حال تو ایسا ہے جیسے کوئی چاقو پیٹ میں مار کر چاک کردے پھر کہنے لگے میری نیت نہیں تھی، اس کی نیت ہو یا نہ ہو اس سے کیا بحث ہے، پیٹ تو چاک ہو ہی گیا، اب کہتا ہے کہ میری نیت نہیں تھی۔

عورت کی مرضی نکاح میں لی جاتی ہے، لیکن جب وہ نکاح میں آ گئی تو طلاق کا اختیار خدائے پاک نے صرف مرد کو دیا ہے، عورت کی مرضی پر طلاق موقوف نہیں (۲)۔ بچے کی پرورش کا حق عورت کو ہے، وہ محض طلاق

---

(۱) "الصريح ما لا يحتاج إلى نية، بائناً كان الواقع به أو رجعياً". (الدرالمختار: ۳۰۶/۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مطلب: الصريح يلحق الصريح والبائن، سعيد)

(وكذا في فتح القدير: ۴/۴، ۵، كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۲۲۲/۴، كتاب الطلاق، فصل في شرط النية في الكناية، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "أما الذي يرجع إلى الزوج، فمنها: أن يكون عاقلاً حقيقةً أو تقديراً، فلا يقع طلاق المجنون والصبي الذي لا يعقل". (بدائع الصنائع: ۲۱۳/۴، كتاب الطلاق، فصل في شرائط الركن، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۲۳۰/۳، كتاب الطلاق، مطلب طلاق الدور، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۳۱۶/۲، كتاب الطلاق، رشيديه)

سے ختم نہیں ہوجاتا (۱)۔ اپنا مہر بھی لے سکتی ہے (۲)۔ عدت کا نفقہ بھی شوہر کے ذمہ واجب ہے (۳)، بعد عدت دوسرے شخص سے نکاح کرے، نفقہ اس کے ذمہ ہوگا۔

اس نے پہلا نکاح کر کے عصمت شوہر کے سپرد کردی تھی، اسی طرح دوسرا نکاح کر کے اپنی عصمت اس کے سپرد کرنے میں کیا اشکال ہے؟ پہلے نکاح میں یہ اشکال کیوں پیش نہیں آیا؟ شریعت نے حلالہ پر مجبور نہیں کیا، اس کا بھی اختیار ہے کہ پہلے شوہر کی طلاق کے بعد کسی سے بھی نکاح نہ کرے، اس کا بھی اختیار ہے کہ بعد عدت دوسرے شخص سے نکاح کر کے ہمیشہ اسی کے ساتھ رہے، لیکن اگر جذبات کی تسکین بغیر پہلے شوہر کے پاس جائے نہ ہوتی ہوتو اس کے لئے راستہ یہ بتایا گیا ہے جس پر چلنا خود عورت کے اختیار میں ہے، اس کو مجبور نہیں کیا گیا۔ دوسرے شخص سے نکاح کو عصمت ریزی کہنا بڑی جسارت ہے، اگر یہ عصمت ریزی ہے تو پہلے شوہر کے پاس بھی رہنا عصمت ریزی ہے، ایسے الفاظ سے توبہ کی جائے۔

---

(۱) "أحق الناس بحضانة الصغير حال قيام النكاح أو بعد الفرقة الأمّ، إلا أن تكون مرتدةً أو فاجرةً غير مأمونة". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۵۴۱، كتاب الطلاق، الباب السادس عشر فی الحضانة، رشيديه)

(وكذا فی رد المحتار: ۳/۵۵۵، كتاب الطلاق، باب الحضانة، سعيد)

(وكذا فی النهر الفائق: ۲/۵۰۰، كتاب الطلاق، باب الحضانة، رشيديه)

(۲) "والمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلوة الصحيحة، و موت أحد الزوجين، سواء كان مسمى أو مهر المثل، حتى لا يسقط منه شيء بعد ذلك إلا بالإبراء من صاحب الحق". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۰۳، كتاب الطلاق، الفصل الثانی فيما يتأكد به المهر والمتعة، رشبديه)

(وكذا فی البحر الرائق: ۳/۲۵۱، كتاب الطلاق، باب الحضانة، رشيديه)

(وكذا فی بدائع الصنائع: ۳/۵۲۰، كتاب الطلاق، فصل فی بيان ما يتأكد به المهر، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة والسكنى، كان الطلاق رجعياً أو بائناً أو ثلاثاً، حاملاً كانت المرأة أو لم تكن". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۵۵۷، كتاب الطلاق، الفصل الثالث فی نفقة المعتدة، رشيديه)

(وكذا فی فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۴۴۰، كتاب الطلاق، فصل فی نفقة المعتدة، رشيديه)

(وكذا فی البحر الرائق: ۴/۳۳۷، كتاب الطلاق، باب النفقة، رشيديه)

طلاق کوتماشا بنانا جاہلوں کا کام ہے کہ ذراسی بات ماں سے ہوئی فوراً تین طلاق دیدی، پھر دوسرے سے کہہ کر طلاق دلوائی، یہ تو شریعت کا حکم نہیں، اپنی جہالت اور حیوانیت کو شریعت کا حکم کیوں بتایا جاتا ہے۔ جو شخص واقفِ حال ہو وہ اس نیت سے ایسی مطلقہ عورت سے نکاح کرے کہ بعد صحبت میں طلاق دیدوں گا تا کہ اس غریب کا گھر آباد ہو جائے تو اس پر اس کو اجر ملے گا (۱)، اس پر لعنت نہیں وارد ہوئی، آپ نے اگر لعنت سنی تو غلط سنی۔ لعنت والی صورت یہ ہے کہ شوہر اول کسی آدمی سے یہ شرط لگا کر اپنی مطلقہ کا نکاح کرائے کہ تم بعد میں طلاق دیدینا، دونوں میں بڑا فرق ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱۰/۱۳۹۵ھ۔

طلاق قبل الدخول وبعد الدخول میں زوجین کے اختلاف کا حکم

سوال [۲۰۸۷]: اگر زوجین میں اختلاف ہو زوجہ کہتی ہو کہ مجھے طلاق بعد الدخول دی گئی ہے اور زوج کہتا ہے کہ قبل الدخول دی ہے تو کس کا قول معتبر ہوگا؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

زوجہ کا قول معتبر ہوگا: "و فی القنیة: افترقا فقالت: افترقنا بعد الدخول، فالقول قولها؛ لأنها تنكر سقوط نصف المهر". بحر: ۳/۱٤٦ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

لفظ ''چھوڑ دیا'' سے طلاق کا حکم

سوال [۲۰۸۸]: زید نے عمر سے اس کی بیوی کے متعلق کہا کہ تو اپنی بیوی کو کیوں نہیں لے آتا تو عمر نے زید کو یہ جواب دیا کہ ''ہم نے اس کو چھوڑ دیا''۔ از روئے شرع اس سے طلاق ہوئی کہ نہیں؟ اگر ہوگئی تو رجعی یا بائن؟

عبدالحق محمد امین، کوپا گنج، اعظم گڑھ۔

---

(۱) "وإن لم يشترط التحليل فی النكاح، حل للأول و لا يكره، ولا تعتبر النية. ولو شرطاه، فعلى الخلاف. و قيل: المحلل مأجور، و تأويل اللعن إذا شرط الأجر". (الفتاویٰ البزازية على هامش الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۲۶۲، كتاب الطلاق، الفصل التاسع فی الحظر و الإباحة، نوع آخر فی المحلل، رشيديه)

(۲) (البحر الرائق: ۳/۲۵۶، كتاب النكاح، باب المهر، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

لفظ ''ہم نے اس کو چھوڑ دیا'' یہاں کے عرف میں بمنزلۂ صریح کے ہے، اس سے بلا نیت بھی ایک طلاقِ رجعی واقع ہوجاتی ہے خواہ مذاق ہی میں کیوں نہ کہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی (۱)، عدت کے اندر رجعت کا اختیار حاصل ہے اور بعد عدت نکاح درست ہے (۲)، جہاں کا عرف اس کے خلاف ہو وہاں یہ حکم نہ ہوگا (۳)۔

محمود گنگوہی، ۱۴/ ربیع الاول/ ۵۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۱۴/ ربیع الاول/ ۵۳ھ۔

---

(۱) ''وإن كانت (أي: الكتابة) مرسومة يقع الطلاق نوىٰ أو لم ينو اه''. (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/ ۳۷۸، كتاب الطلاق، الفصل السادس: الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا في فتاویٰ قاضي خان: ۱/ ۴۷۱، كتاب الطلاق، فصل الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار: ۳/ ۲۴۶، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

''بخلاف فارسية قوله: سرحتك وهو ''رہا کردم''؛ لأنه صار صريحاً في العرف على ما صرح به نجم الزاهدي الخوارزمي في شرح القدوري .... فإذا قال: ''رہا کردم'': أي سرحتك يقع به الرجعي، اهـ''. (ردالمحتار: ۳/ ۲۹۹، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(۲) ''وتصح في العدة إن لم يطلق ثلاثاً .... و مراده أن لا يكون بائناً، سواء كان واحدةً أو ثنتين. وينكح مبانته في العدة وبعدها: أي المبانة بما دون الثلاث''. (البحرالرائق: ۴/ ۸۳، ۹۴، كتاب الطلاق، باب الرجعة)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۴/ ۳۹۶، ۴۰۳، شرائط جواز الرجعة، حكم الطلاق البائن، دارالكتب العلميه بيروت)

(۳) ''عربی فتاویٰ میں لفظ ''سرحتک'' ''میں نے تجھے چھوڑ دیا ہے'' کو الفاظِ کنایہ میں شمار کیا گیا ہے:

(كما في ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مطلب لااعتبار بالإعراب هنا: ۳/ ۳۰۰، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في الكناية في الطلاق: ۴/ ۲۳۴، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات في الطلاق: ۳/ ۵۲۴، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الخامس في =

دوطلاق کے بعد کہا ”یہاں سے جاؤ اب تو چھوڑ دیا، نا“

سوال[۶۰۸۹]: زید کی بیوی ہندہ اور اس کی ساس سے کسی بات پر تکرار ہوئی، زید نے بیوی کو منع کیا کہ کیوں بلا وجہ تکرار کر رہی ہے، لیکن وہ نہ مانی تو زید نے کہا کہ ”فلاں کی لڑکی کو طلاق طلاق“، اس کے بعد زید نے اپنی بیوی سے دوبارہ یہ بھی کہا کہ ”یہاں سے جاؤ اب تو چھوڑ دیا، نا“۔ صورت مذکورہ میں کون سی طلاق واقع ہوئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چونکہ یہ لفظ ہمارے اردو کے محاورہ میں صریح طلاق کے معنی میں ہے جیسا کہ مولانا عبدالحیٔ صاحب لکھنویؒ نے مجموعہ فتاویٰ: ۱/۳۲۹ میں تصریح فرمائی ہے (۱)، لہٰذا اس لفظ سے بھی طلاق واقع ہو کر ہندہ پر تین طلاقیں مغلظہ واقع ہوگئیں۔ اگر زید کہے کہ اس لفظ سے میرا مقصود پہلے دو طلاقوں کا بیان ہے تو اس کا یہ کہنا دیانۃً ہوسکتا ہے، لیکن قضاءً یہ تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ اور چونکہ عورت مثلِ قاضی کے ہے، لہذا جب کہ ہندہ نے زید سے لفظِ مذکور سنا تو اس صورت میں تین طلاق ہی کا حکم ہے، پس ہندہ بغیر حلالہ کے زید کے لئے حلال نہیں ہوسکتی۔ درمختار میں ہے:

”کرر لفظ الطلاق، وقع الکل، وإن نوی التأکید دیّن“. ۲/۴۶۰۔

شامی میں ہے: ”أی وقع الکل قضاءً، وکذا إذا أطلق، أشباہ: أی بأن لم ینوہ استحساناً،

= الکنایات: ۱/۳۷۵، رشیدیہ)

اردو فتاوی میں فتاوی دارالعلوم دیوبند: ۹/۴۲۸، امدادیہ ملتان، اور عزیز الفتاویٰ: ۲/۵۷۰، میں اسے لفظ کنایہ شمار کیا گیا ہے اور یہی رائے مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کی ہے، البتہ حضرت مولانا عبدالحیٔ لکھنویؒ اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس لفظ کو بوجۂ عرفِ عام صریح رجعی قرار دیا ہے اور یہی رائے حضرت مفتی صاحب کی ہے۔ بہشتی زیور، حصہ چہارم: ص: ۲۹۱، اور امداد الفتاویٰ: ۲/۴۳۵، اسی طرح مولانا عبدالرحیم صاحبؒ نے فتاویٰ رحیمیہ: ۷/۴۰۹، میں اس کو طلاقِ صریح قرار دیا ہے، جب کہ فتاویٰ حقانیہ میں اسے کنایات میں شمار کیا گیا ہے، اور علامہ شامی رحمہ اللہ کی بھی ایک رائے اس کے طلاق صریح ہونے کی ہے، جیسا کہ ردالمحتار: ۳/۲۹۹، باب الکنایات میں ہے۔ (از مرتب: فضلِ مولیٰ)

(۱) (مجموعة الفتاویٰ: ۲/۶۸، کتاب الطلاق، سعید)

ولا تاكيداً؛ لأن الأصل عدم التأكيد". ٢/٤٦٠(١)۔ "والمرأة كالقاضي إذا سمعته أو أخبرها عدل، لا يحل لها تمكينه". ٢/٤٣٢(٢)۔

الجواب حامداً ومصلياً:

دو بار طلاق کا واقع ہوجانا تو بالکل ظاہر ہے، اس کے بعد جب دوسرا جملہ کہا کہ "یہاں سے جاؤ، اب تو چھوڑ دیا، نا" اگر اس سے مقصود یہ ہے کہ چونکہ تم کو دو بار طلاق دے کر چھوڑ دیا ہے، لہذا اب یہاں سے جاؤ تو اس جملہ سے کوئی جدید طلاق نہیں ہوئی بلکہ یہ پہلی طلاق کی خبر و حکایت ہے، لہذا شوہر کو حقِ رجعت عدت ختم ہونے سے پہلے پہلے حاصل ہے(۳)۔

اگر یہ خط کشیدہ جملہ اس مقصد کے لئے نہیں بولا بلکہ "یہاں سے جاؤ" طلاق کے لئے کہا ہے تو اس سے تیسری طلاق واقع ہوکر تب مغلظہ ہوگئی (۴)۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے ذریعہ سے پہلی دو طلاق رجعی کو بائن کرنا مقصود ہو، تو اس سے مستقل طلاق نہ ہوگی، بلکہ پہلی دی ہوئی رجعی طلاقِ بائن ہوجائے گی (۵) اور بغیر حلالہ

---

(۱) (الدر المختار مع ردالمحتار: ۳/۲۹۳، کتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(۲) (ردالمحتار: ۳/۲۵۱، کتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

(۳) "وإذا طلق الرجل امرأته تطليقةً رجعيةً أو تطلقيتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أو لم ترض".

(الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۰، کتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/۳۹۴، کتاب الطلاق، باب الرجعة، مكتبه شركة علمية)

(وكذا في المبسوط: ۶/۱۶، کتاب الطلاق، باب الرجعة، حبيبية كوئٹه)

(۴) "رجل قال لامرأته: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، فقال: عنيتُ بالأولىٰ الطلاق وبالثانية والثالثة إفهامها، صدّق ديانةً، وفي القضاء طلقت ثلاثاً". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۵۶، ۳۵۵، کتاب الطلاق، الباب الثاني فه إيقاع الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا في فتاویٰ قاضي خان على هامش الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۴۶۱، کتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار: ۳/۲۹۳، کتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(۵) "رجل طلق امرأته بعد الدخول واحدةً، ثم قال بعد ذلك: جعلتُ تلك التطليقة بائنةً، أو قال: جعلتها ثلاثاً، اختلفت الروايات فيه: والصحيح أن على قول أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ تصير بائناً أو ثلاثاً". =

کے تجدیدِ نکاح کافی ہوگا(۱)۔

بیوی کے حق میں لفظ ''چھوڑ دیا'' ہمارے عرف میں بمنزلۂ صریح طلاق کے ہے(۲)، لیکن شوہر کا صورت مسئولہ میں دوطلاق دے کر یہ کہنا کہ ''یہاں سے جاؤ، اب تو چھوڑ دیا، نا'' ظاہر کر رہا ہے کہ اس لفظ سے انشائے طلاق مقصود نہیں، بلکہ دی ہوئی طلاق کا اظہار واقرار اور اس کی نقل وحکایت مقصود ہے جس پر ''یہاں سے جاؤ'' متفرع کر رہا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

= (الفتاویٰ العالمكيرية: ١/٣٧٣، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الثالث في تشبيه الطلاق ووصفه، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع: ٤/٢٢٩، كتاب الطلاق، فصل في شرط النية في الكناية، دارالكتب العلميه، بيروت)

(وكذا في ردالمحتار: ٣/٣٠٥، باب الكنايات، سعيد)

(١) "إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها". (الفتاویٰ العالمكيرية: ١/٤٧٢، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ٢/٣٩٩، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، باب الرجعة، شركة علميه)

(وكذا في الدر المختار مع ردالمحتار: ٣/٤٠٩، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مطلب في العقد على المبانة، سعيد)

(٢) "ثم فرق بينه وبين سرحتك، فإن سرحتك كناية، لكنه في عرف الفرس غلب استعماله في الصريح، فإذا قال: ''رہا کردم'': أي سرحتك، يقع به الرجعي مع أن أصله كناية أيضاً". (ردالمحتار: ٣/٢٩٩، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية: ١/٣٧٩، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسية، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع: ٤/٢٣٥، كتاب الطلاق، فصل في شرط النية في الكناية، دارالكتب العلميه، بيروت)

''ہم نے اس کو چھوڑ دیا'' کہنے کا حکم

سوال[۶۰۹۰]: مسمی شاکر خان نے اپنی زوجہ زبیدہ کو روبرو گواہان یہ کہا کہ ''ہم نے اس کو چھوڑ دیا ہے اور وہ خلع کے پانچ صد روپے ہم سے لے لیں''۔ کیا اس صورت میں مسماۃ زبیدہ کو اپنے شوہر سے طلاق بائن ہوگی؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

بیوی کو ایسا کہنے سے ''ہم نے اس کو چھوڑ دیا ہے'' ایک طلاق رجعی واقع ہوگی (۱)۔ اور خلع کا صحیح ہونا بیوی کے قبول کرنے پر موقوف ہوتا ہے، وہ اگر جب ہی قبول کر لے تو صحیح ہو جاتا ہے، ورنہ خلع صحیح نہیں ہوتا (۲)، نیز خلع میں کچھ دینا بھی ہوتا ہے، بیوی دیتی ہے نہ کہ شوہر۔ بظاہر خلع کا مطلب شوہر کے نزدیک اصطلاحی خلع نہیں بلکہ ادائیگی مہر ہی طلاق کے ساتھ مقصود ہے، اس سے طلاق بائن نہیں ہوئی، اگر عدت میں رجعت نہ کی تو عدت ختم ہونے پر بائن ہو جائے گی (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۳/۴/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، دار العلوم دیوبند، ۳/۴/۸۸ھ۔

---

(۱) ''ثم فرق بينه و بين سرّحتك، فإن سرحتُك كنايةٌ، لكنه في عرف الفرس غلب استعماله في الصريح، فإذا قال: ''رہا کردم'': أي سرحتك، يقع به الرجعي مع أن أصله كنايةٌ أيضاً''. (ردالمحتار: ۲۹۹/۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۷۹/۱، الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسية، رشيديه)

(۲) ''لو قال: خلعتك بكذا، فقالت: نعم، فليس بشيء .... و لو قالت: رضيت أو أجزت، صح''. (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴۸۸/۱، الباب الثامن في الخلع و ما في حكمه، رشيديه)

''وشرطه كالطلاق، و هو أهلية الزوج و كون المرأة محلاً للطلاق .... وأما ركنه إذا كان بعوض الإيجاب والقبول؛ لأنه عقد على الطلاق بعوض، فلا تقع الفرقة و لا يستحق العوض بدون القبول''. (الدر المختار مع ردالمحتار: ۴۴۱/۳، باب الخلع، رشيديه)

(۳) ''وإذا طلق الرجل امرأته تطليقةً رجعيةً، أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها .... ولا بد من قيام العدة .... إنما يتحقق الاستدامة في العدة؛ لأنه لاملك بعد انقضائها''. (الهداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۳۹۴/۲، شركة علميه ملتان)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، الخ: ۴۷۰/۱، رشيديه)

لفظ ''چھوڑ دیا'' سے طلاق کا حکم

سوال[۶۰۹۱]: زید نے کسی معمولی بات پر اپنی بیوی سے جھگڑا کر کے کہا ''جاؤ، میں نے تجھے چھوڑ دیا''۔ بعدہ زید سے پوچھا گیا ''جاؤ میں نے تجھے چھوڑ دیا'' اس سے تیرا کیا مطلب ہے؟ زید قسم کھا کر کہتا ہے اس لفظ سے میرا مطلب اپنی بیوی کو تنبیہ کرنا ہے تا کہ شرارت سے باز آ جائے، نا کہ طلاق دے کر دور کر دینا۔ اس واقعہ سے قبل یا بعد لفظِ طلاق یعنی مذاکرۂ طلاق نہیں ہوئی، میاں اور بیوی دونوں قسم کھا کر اقرار کرتے ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ بلا نیت ''جاؤ میں نے تجھے چھوڑ دیا'' اس لفظ سے طلاقِ بائن واقع ہو جائے گی یا نہیں؟ اگر طلاق واقع نہیں ہوگی تو جواب بحوالہ کتب ضرور مرحمت فرمادیں گے۔ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہاں دو لفظ ہیں. ''جاؤ'' دوسرا: ''میں نے تجھے چھوڑ دیا''۔ پہلا لفظ کنایہ ہے کہ طلاق کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور غیر طلاق کے لئے بھی، اس میں رد کی بھی صلاحیت ہے اور جواب کی بھی، اس سے طلاق ہونے کا مدار نیت پر ہے اور شوہر کا قول قسم کے ساتھ نیت کے بارے میں معتبر ہے:

”و ما يصلح جواباً و رداً، لاغير، اخرُجِيُ اذْهَبِيُ .... ففی حالة الرضاء، لا يقع الطلاق فی الألفاظ كلها إلا بالنية، والقول قول الزوج فی ترك النية مع اليمين، وفی حال مذاكرة الطلاق يقع الطلاق فی سائر الأقسام قضاءً، إلا فيما يصلح جواباً و رداً، فإنه لا يجعل طلاقاً، كذا فی الكافی. و فی حالة الغضب يصدق فی جميع كل ذلك، اهـ“. الفتاویٰ العالمكيرية مختصراً: ۱/۳۷۴(۱)۔

---

(۱) (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۴، ۳۷۵، كتاب الطلاق، باب الكنايات، رشيديه)

(و كذا فی الدر المختار: ۳/۲۹۸، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(و كذا فی الفتاویٰ التاتارخانية: ۳/۳۱۵، كتاب الطلاق، باب الكنايات، إدارة القرآن كراچی)

(و كذا فی تبيين الحقائق: ۳/۷۹، ۸۰، كتاب الطلاق، باب الكنايات، دار الكتب العلمية، بيروت)

(و كذا فی البحر الرائق: ۳/۵۲۵، كتاب الطلاق، باب الكنايات فی الطلاق، رشيديه)

دوسرا لفظ: ’’میں نے تجھے چھوڑ دیا‘‘ ہمارے عرف میں بمنزلۂ صریح طلاق کے ہے، اس سے بغیر نیت کے بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے:

’’إذا قال الرجل لامرأته: ’’**بهشتم تُرا از زنی**‘‘ فاعلم بأن هذه اللفظة استعملها أهل خراسان وأهل عراق فی الطلاق، وأنها صريحة عند أبی يوسف رحمه اللّٰه تعالیٰ، حتی كان الواقع بها رجعياً، ويقع بدون النية۔ و فی الخلاصة: وبه أخذ الفقيه أبو الليث رحمه اللّٰه تعالیٰ۔ و فی التفريد: وعليه الفتوی، كذا فی تاتارخانية۔

وإذا قال: ’’**بهشتم تُرا**‘‘ و لم يقل: ’’**از زنی**‘‘ فإن كان فی حالة الغضب و مذاكرة الطلاق، فواحدةٌ يملك الرجعة، وإن نوی بائناً أو ثلاثاً فهو كما نویٰ۔ و قول محمد رحمه اللّٰه تعالیٰ فی هذا كقول أبی يوسف رحمه اللّٰه تعالیٰ، كذا فی المحيط۔ ولو قال الرجل لامرأته: ’’**تُرا چنگ باز داشتم**‘‘ أو ’’**بهشتم**‘‘ أو ’’**يله كردم تُرا**‘‘ أو ’’**پائے كشاده كردم ترا**‘‘ فهذا كله تفسير قوله: طلّقتُك، عرفاً، حتی يكون رجعياً، و يقع بدون النية، كذا فی الخلاصة۔ وكان الشيخ الإمام ظهير الدين المرغينانی يفتی فی قوله: ’’**بهشتم**‘‘ بالوقوع بلا نية، و يكون الواقع رجعياً، اهـ‘‘. فتاویٰ عالمگيری مصری: ۱/۳۷۹ (۱)۔

’’بخلاف فارسية قوله: سرحتك، و هو ’’**رها كردم**‘‘؛ لأنه صار صريحاً فی العرف علی ماصرح به نجم الزاهدی الخوارزمی فی شرح القدوری .... فإن سرحتك كنايةٌ، لكنه فی عرف الفرس غلب استعماله فی الصريح، فإذا قال ’’**رها كردم**‘‘: أی سرحتك، يقع به الرجعی مع أن أصله كناية أيضاً، و ما ذلك، إلا لأنه غلب فی عرف الفرس استعماله فی الطلاق، و قد مر أن الصريح ما لم يستعمل إلا فی الطلاق من أیّ لغة كانت .... وأما إذا تعورف استعماله فی مجرد الطلاق، لا بقيد كونه بائناً، يتعين وقوع الرجعی به، كما فی فارسية

---

(۱) **(الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۹، كتاب الطلاق، الفصل السابع فی الطلاق بالألفاظ الفارسية، رشيديه)**

سرحتك". شامی: ۲/۷۱۷(۱)۔

عبارتِ بالا سے چند امور معلوم ہوئے: عربی میں "سرحتك" اور فارسی میں "بهشتم" یا "رھا کردم" یا "یله کردم" اصالۃً کنایہ ہیں، لیکن عرفاً ان کا استعمال طلاق ہی میں غالب ہے، ایسے الفاظ سے بلا نیت طلاق واقع ہوجاتی ہے اور طلاقِ رجعی ہوتی ہے اور یہ حکم غلبۂ استعمال کی بنا پر ہے، لہٰذا جہاں یہ عرف نہ ہوگا وہاں یہ حکم بھی نہ ہوگا۔

اس سے فتاویٰ سراجیہ کی عبارت کا محمل بھی معلوم ہوگیا، یہ لفظ اصل کے اعتبار سے کنایہ ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ بغیر نیت واقع نہ ہو۔

رہا یہ کہ عرف کی وجہ سے اس سے طلاق ہوتی ہے یا نہیں؟ اس سے اس عبارت میں تعرض نہیں کیا مجموعہ فتاویٰ: ۱/۳۸۳ میں مولانا عبدالحیٔ نے اس لفظ سے جو سوال میں مذکور ہے وقوعِ طلاق کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے: ''معنی صریح طلاق کے ہیں''(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/۱/۵۹ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/محرم/۵۹ھ۔

لفظ ''چھوڑ دی'' سے طلاق

استفتاء [۲۰۹۲]: ایک شخص نے اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح ایک بالغ لڑکے سے اس شرط پر کردیا کہ لڑکا میرے گھر پر رہے، لڑکے کے والد نے بھی لڑکے کی طرف سے اس شرط کو منظور کیا، نکاح ہوگیا، نکاح کے بعد لڑکی والد نے لڑکے کے گھر پر ایک دن کے لئے بھیج دی، اس کے بعد لڑکی اپنے والد کے مکان پر آ گئی، مگر چند روز کے بعد لڑکا آ گیا اور کہنے لگا کہ اپنی لڑکی کو میرے گھر بھیج دو، میں نے کہا کیوں بھیجدوں جب کہ یہ شرط قرار پائی کہ لڑکی اور تم بھی میرے گھر پر رہو، کہنے لگا کہ میں اس پر راضی نہیں، نہ میرے والدین، آخرالامر بہت جھگڑا ہوگیا۔

لڑکے نے بہت گالیاں دیں اور اس کے والدین نے بھی بہت گالیاں دیں اور لڑکے نے یہ الفاظ مکرر

---

(۱) (رد المحتار: ۳/۲۹۹، کتاب الطلاق، باب الکنایات، سعید)

(۲) (مجموعة الفتاویٰ، کتاب الطلاق: ۲/۶۸، سعید)

طریقے سے بیان کئے کہ ''ہم نے لڑکی چھوڑ دی اور اس پر تھوک دیا''۔ اب حضرت اعلیٰ سے استفسار یہ ہے کہ آیا ان الفاظ کے بار بار کہنے سے کہ ''میں نے لڑکی چھوڑ دی اور اس پر تھوک دیا'' اور یہ الفاظ تقریباً ہمارے دس آدمیوں کے سامنے بیان کئے طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ہمارے عرف میں یہ لفظ جب ایسے موقعہ پر مستعمل ہوتا ہے تو بمنزلۂ صریح طلاق کے ہوتا ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں شرعاً طلاق واقع ہوگئی:

''ثم فرق بينه و بين سرحتك، فإن سرحتك كناية، لكنه فى عرف الفرس غلب استعماله فى الصريح، فإذا قال: ''**رها كردم**'': أى سرحتك، يقع به الرجعى، مع أن أصله كناية أيضاً، وما ذاك إلا لأنه غلب فى عرف الفرس استعماله فى الطلاق''. الى آخره. شامى: ۲/۷۱۷(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، صحیح: عبد اللطیف۔

لفظ ''چھوڑی'' سے طلاق

سوال [۶۰۹۳]: ایک شخص نے اپنی بیوی کو جو کہ مدخول بہا ہے پنجابی زبان میں یہ کہتا ہے کہ ''میں نے چھوڑی، میں نے چھوڑی، میں نے چھوڑی'' یعنی تین مرتبہ کہا۔ کیا ہم ان الفاظ کو مولانا اشرف علی صاحب مرحوم کے اس قول پر تطبیق دے سکتے ہیں جو بہشتی زیور میں طلاق دینے کے متعلق تحریر فرمایا ہے، چوتھے حصہ میں کہ: ''میں نے تجھ کو چھوڑ دیا'' کنایہ سے تعبیر کیا، زید کہتا ہے کہ یہ لفظ ''میں نے چھوڑی'' یہ صریح نہیں دینے میں

---

(۱) (رد المحتار: ۳/۲۹۹، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

''لو قال الرجل لإمرأته: ''تُرا چنگ باز داشتم''، أو ''بهشتم''، أو ''يله كردم تُرا''، أو ''پائے كشاده كردم تُرا''، فهذا كله طلّقتُک، عرفاً .... و كان الشيخ الإمام ظهير الدين المرغينانى: يفتى فى قوله: ''بهشتم'' بالوقوع بلا نية''. (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۹، كتاب الطلاق، الفصل السابع فى الطلاق بالألفاظ الفارسية، رشيديه)

اورمولانا نے اپنے اس قول سے رجوع فرمایا ہے،لہذا باعثِ استفسار یہ بات ہوئی کہ ان الفاظ کوصریح یا غیر صریح مانیں؟ بیّن طور پر واضح فرمائیے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ لفظ ہمارے عرف میں بمنزلۂ صریح طلاق کے ہے، جب کوئی شخص اپنی زوجہ کو یہ الفاظ کہتا ہے تو اس سے بغیر نیت کے رجعی طلاق واقع ہوجاتی ہے اور تین مرتبہ مدخول بہا کو کہنے سے مغلظہ ہوجاتی ہے(۱)۔ اور بہشتی زیور جو کہ سب سے آخر میں چھپا ہے اور خاص طور سے اس کے مسائل کی تصحیح کی گئی ہے اس میں بھی مسئلہ کو اس صحیح طور پر لکھدیا ہے اور مولانا اشرف علی صاحب مرحوم نے اس کی عبارت بدل دی ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/۲/۶۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف غفرلہ، ۴/۲/۶۳ھ۔

---

(۱) ''عربی فتاوی میں لفظ ''سرحتک'' ''میں نے تجھے چھوڑ دیا ہے'' کو الفاظِ کنایہ میں شمار کیا گیا ہے:

(کما فی ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الکنایات، مطلب لااعتبار بالإعراب هنا: ۳/۳۰۰، سعید)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فی الکنایة فی الطلاق: ۴/۲۳۴، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب الکنایات فی الطلاق: ۳/۵۲۴، رشیدیہ)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی إیقاع الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات: ۱/۳۷۵، رشیدیہ)

اردو فتاوی میں فتاوی دارالعلوم دیوبند: ۹/ ۴۲۸، امدادیہ ملتان، اور عزیز الفتاویٰ: ۲/۵۷۰، میں اسے لفظ کنایہ شمار کیا گیا ہے اور یہی رائے مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کی ہے، البتہ حضرت مولانا عبدالحیٔ لکھنویؒ اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس لفظ کو بوجۂ عرفِ عام صریح رجعی قرار دیا ہے اور یہی رائے حضرت مفتی صاحب کی ہے۔ بہشتی زیور، حصہ چہارم: ص: ۲۹۱، اور امداد الفتاویٰ: ۲/۴۳۵، اسی طرح مولانا عبدالرحیم صاحبؒ نے فتاویٰ رحیمیہ: ۷/۴۰۹، میں اس کو طلاقِ صریح قرار دیا ہے، جب کہ فتاویٰ حقانیہ میں اسے کنایات میں شمار کیا گیا ہے، اور علامہ شامی رحمہ اللہ کی بھی ایک رائے اس کے طلاق صریح ہونے کی ہے، جیسا کہ ردالمحتار: ۳/۲۹۹، باب الکنایات میں ہے۔ (فضلِ مولیٰ)

(۲) (امداد الفتاویٰ: ۲/۴۷۳، ادارۃ تالیفات)

''میں تجھ کو چھوڑ چکا ہوں'' سے طلاق کا حکم

سوال [۶۰۹۴]: شوہر کئی مرتبہ کہہ چکا ہے کہ ''میں نے تجھ کو چھوڑ دی اور اگر اس کا شور کرے گی تو میں نہیں سنوں گا'' لڑکی نکاح میں رہی یا نہیں؟ لڑکی گھر جانے کے لئے تیار نہیں، گھر والے پریشان ہیں۔

محمد حنیف بلند شہر۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب شوہر نے کہہ دیا کہ میں تجھ کو چھوڑ چکا ہوں تو طلاق واقع ہوگئی اور جب کئی بار کہہ چکا ہے تو ہرگز وہاں لڑکی کو نہ بھیجنے پر مجبور کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۳/۶/۸۷ھ۔

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۵/۶/۸۷ھ۔

''میں نے تجھے چھوڑا ہے'' سے صریح طلاق

سوال [۶۰۹۵]: زید نے غصہ کی حالت میں اپنی بیوی کو تین دفعہ ایسے لفظ کہے کہ ''میں نے تجھے چھوڑا ہے، میں نے تجھے چھوڑا ہے، میں نے تجھے چھوڑا ہے'' اور ساتھ ہی ہر بار ڈلا بھی پھینکتا ہے (۲) ایسے الفاظ کے ساتھ طلاق بائن ہوئی یا طلاقِ مغلظہ ہوتی ہے؟ حلالہ کی ضرورت ہے یا تجدیدِ نکاح کی؟ بالتفصیل بیان فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہمارے عرف میں یہ لفظ بمنزلۂ صریح کے ہے، اس سے بلا نیت بھی طلاقِ رجعی واقع ہوجاتی ہے اور مدخولہ کو تین مرتبہ کہنے سے مغلظہ ہوجاتی ہے، پھر تجدیدِ نکاح کافی نہیں بلکہ حلالہ لازم ہوتا ہے:

"بخلاف فارسية قوله: سرحتك، وهو **"رها كردم"**؛ لأنه صار صريحاً في العرف، على ما صرح به نجم الزاهدي الخوارزمي في شرح القدوري .... ثم فرق بينه و بين

---

(۱) **(تقدم تخريجه تحت عنوان:** ''لفظ: چھوڑ دی سے طلاق''۔)

(۲) ''ڈلا: بڑا سا ٹکڑا، بڑے حجم کی چیز، ڈھیلا''۔ (فیروز اللغات جامع، ص: ۶۸۰، فیروز سنز، لاہور)

سرحتك، فإن سرحتك كناية، لكنه في عرف الفرس غلب استعماله في الصريح، فإذا قال: "رها كرم": أي سرحتك، يقع به الرجعي، مع أن أصله كناية أيضاً، و ما ذاك إلا لأنه غلب في عرف الفرس استعماله في الطلاق، و قد مر أن الصريح مالم يستعمل إلا في الطلاق من أيّ لغة كانت، اهـ". ردالمحتار: ۲/۷۱۷، باب الكنايات(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مظاہر العلوم سہارنپور، ۱۲/۱۱/۵۸ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۱۲/۱۱/۵۸۔

لفظ "چھوڑ دی" اور "آزاد کردی" کا حکم

سوال [۲۰۹۶]: لفظ "آزاد" صریح ہے یا کنایہ؟ (۲) لفظ "چھوڑ دی" صریح ہے یا کنایہ؟

الجواب حامداًومصلیاً:

ہمارے عرف میں جب شوہر اپنی بیوی کے لئے یہ لفظ بولتا ہے کہ "میں نے اس کو آزاد کردیا" تو اس سے طلاق ہی مراد ہوتی ہے، پس یہ بمنزلۂ صریح طلاق کے ہے۔ یہ لفظ بھی اسی طرح مستعمل ہے جس طرح لفظ "آزاد کردیا" ہے(۲)، کسی اور علاقہ کا کوئی عرف دوسرا ہو تو اس کا حکم بھی دوسرا ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۳/۱۴۰۶ھ۔

---

(۱) (رد المحتار: ۳/۲۹۹، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۹، كتاب الطلاق، الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسية، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۲/۲۹۹، كتاب الطلاق، رشيديه)

(۲) "ثم فرق بينه و بين سرحتک، فإن سرحتک كناية، لكنه في عرف الفرس غلب استعماله في الصريح، فإذا قال: "رہا کردم": أي سرحتک، يقع به الرجعي مع أن أصله كناية أيضاً". (ردالمحتار: ۳/۲۹۹، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۹، كتاب الطلاق، الفصل السابع في الطلاق بالالفاظ الفارسية، رشيديه)

لفظ ''چھوڑ دی'' سے طلاق

سوال[۶۰۹۷]: محمد شفیع نے اپنے خسر کے بھائی اللہ دتہ کو لکھا کہ ''تم اپنی لڑکی خاتون کو گھر پر ہی رکھو، ہم نے تمہاری لڑکی چھوڑ دی، بالکل چھوڑ دی، ہمارے نہ کوئی آئے اور نہ جائے'' اس سے پہلے زوجہ اور شوہر میں نااتفاقی بھی تھی۔

ملک پنجاب کے دیہات میں طلاق کے موقعہ پر لفظ ''طلاق'' شاذ و نادر ہی کوئی بولتا ہے ورنہ تمام کا محاورہ یہی ہے کہ ''چھوڑ دی'' یا ''لکھ دی'' ان دونوں فقروں سے مراد طلاق ہی لیتے ہیں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ صورت مذکورہ بالا میں شریعتِ مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ طلاق پڑ گئی یا کہ نہیں؟

لودیانہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مسمی محمد شفیع نے اپنی زوجہ کے متعلق الفاظِ مذکورہ تحریر کئے ہیں اور وہ اس تحریر کا مقر بھی ہے تو ہمارے عرف کے موافق شرعاً طلاق واقع ہوگئی، کیونکہ یہ الفاظ ہمارے عرف میں بمنزلۂ صریح کے ہیں اور طلاق جس طرح کہ زبان سے کہنے سے ہوجاتی ہے تحریر کرنے سے بھی ہوجاتی ہے: "وإن كانت (أي: الكتابة) مرسومةً، يقع الطلاق نوىٰ أو لم ينو، اهـ". الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۹۷(۱)۔

"بخلاف فارسية قوله: سرحتك وهو **"رها كردم"**؛ لأنه صار صريحاً في العرف على ما صرح به نجم الزاهدي الخوارزمي في شرح القدوري .... فإذا قال: **"رها كردم"**: أي سرحتك يقع، اهـ". شامي: ۲/۷۱۷(۲)۔

"ولو قال الرجل لامراته: **"تُرا چنگ باز داشتم"**، أو **"يله كردم تُرا"**، أو **"پائے كشاده كردم تُرا"**، فهذا كله طلّقتُك، عرفاً .... وكان الشيخ الإمام ظهير الدين

(۱) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۸، كتاب الطلاق، الفصل السادس، الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان: ۱/۴۷۱، كتاب الطلاق، فصل الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار: ۳/۲۴۶، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(۲) (رد المحتار: ۳/۲۹۹، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

المرغینانی یفتی فی قوله: "بهشتم" بالوقوع بلا نیة". فتاویٰ عالمکیریة: ۲/۳۹۸(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۲۶/۲/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۸/صفر/۵۷ھ۔

لفظ "چھوڑ دیا" سے طلاق

سوال[۶۰۹۸]: فتویٰ نمبر: ۲۵۵، جس کا جواب جناب نے تحریر فرمایا ہے کہ "جب شوہر اپنی بیوی کو کہتا ہے کہ "میرے گھر سے چلی جا، میں نے تجھے چھوڑ دیا" تو ہمارے عرف میں اس سے طلاق ہی مراد ہوتی ہے، لہٰذا تین دفعہ ایسا کہنے سے طلاق مغلظہ ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے اسکے ساتھ زوجیت کا تعلق قائم کرنا حرام ہے"۔ ہمارے یہاں جس شخص نے حسبِ بالا کئی مرتبہ استعمال کئے تھے تو اس شخص نے بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کر کے اس عورت سے زوجیت کا تعلق قائم کرلیا ہے، لہٰذا اس کے یہاں کا کھانا، پینا، لینا، دینا، تعلق رکھنا جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہاں کا عرف وہ نہیں ہے جو فتویٰ نمبر: ۲۵۵، میں لکھا تھا تو حلالہ کی ضرورت نہیں تھی، پس سہارنپور کے فتویٰ پر عمل کرلیا، درست کیا۔ اگر عرف میں وہی تھا تو یہ دوبارہ نکاح بغیر حلالہ سے درست نہیں ہوا(۲)۔

---

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۳۷۹، کتاب الطلاق، الفصل السابع فی الطلاق بالألفاظ الفارسیة، رشیدیه)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیره﴾ (البقرة: ۲۳۰)

"عن عائشه رضی اللہ تعالیٰ عنها: أن رجلاً طلق امرأته ثلثاً، فتزوجت، فطلق، فسئل النبی صلی اللہ علیه وسلم أتحل للأول؟ قال: "لا، حتی یذوق عسیلتها کما ذاق الأول". (صحیح البخاری: ۲/۷۹۱، کتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث)

"وإن کان الطلاق ثلثاً فی الحرة أو ثنتین فی الأمة، لم تحل له حتی تنکح زوجاً غیره نکاحاً صحیحاً، ویدخل بها ثم یطلقها أو یموت عنها". (الهدایة: ۲/۳۹۹، کتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، شرکت علمیه ملتان)

خلاصہ یہ ہے کہ اگر لفظ ''چھوڑ دیا'' سے اِصالۃً طلاق دینا مقصود ہے تب تو طلاقِ مغلظہ ہوگئی۔ اگر لفظ ''میرے گھر سے چلی جا'' سے طلاق مقصود ہے اور لفظ ''چھوڑ دیا'' کو بطورِ ثمرہ بیان کیا ہے تو ایک طلاق بائن ہے، تجدید نکاح بغیر حلالہ کے کافی ہے، یہی حکم ہے جب کہ خالی الذہن ہو(۱)۔ دونوں میں تفریق لازم ہے(۲)۔ اگر یہ جانتے ہوئے کہ یہ نکاح درست نہیں پھر بھی نکاح کرایا تو پھر نکاح کرانے والا اور وکیل سب گنہگار ہوئے، سب کو توبہ لازم ہے(۳)، نکاح فسخ نہیں ہوا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۲/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۲/۸۷ھ۔

---

(۱) "ويقع طلاق كل زوج بالغ عاقل ولو عبداً أو مكرهاً أو هازلاً أو سفيهاً أو سكران أو أخرس بإشارته أو مخطأً". (الدرالمختار: ۲۳۵/۳، ۲۴۱، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۵۳/۱، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لا يقع طلاقه، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۲۵۸/۳، كتاب الطلاق، من يقع طلاقه ومن لايقع، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "بل يجب على القاضي التفريق بينهما. الخ". (الدر المختار، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد: ۱۳۳/۳، سعيد)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب النكاح، الفصل السادس عشر في النكاح الفاسد وأحكامه: ۲۴۸/۳، مكتبة غفاريه، كوئٹه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثامن في النكاح الفاسد وأحكامه: ۳۳۰/۱، رشيديه)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿ومن يعمل سوءاً أو يظلم نفسه، ثم يستغفر الله، يجد الله غفوراً رحيماً﴾ فالو اجب على كل مسلم أن يتوب إلى الله حين يصبح وحين يمسي". (تنبيه الغافلين، باب آخر من التوبة، ص: ۶۰، مكتبة حقانيه، پشاور)

"واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة وأنها واجبة على الفور، لايجوز تأخيرها، سواء كانت المعيصة صغيرةً أو كبيرةً". (شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۳۵۴/۲، قديمي)

(وكذا في روح المعاني تحت آية: ﴿يآيها الذين امنوا توبوا إلى الله توبةً نصوحاً﴾: ۱۵۹/۲۸، دارإحياء بيروت)

’’چھوڑ دی، نکل جا‘‘ کا حکم

سوال[۶۰۹۹]: ایک عورت کی ایک مرد کے ساتھ شادی ہوئی ہے اور اس سے ایک لڑکی اور ایک لڑکا پیدا ہوا اور پھر اس کے مرد نے اپنے بھائی کی بیوہ سے نکاح کرلیا اور پہلی بیوی سے ناچاقی پیدا ہوگئی اور اس نے عورت کو گھر سے نکال دیا، پھر اس عورت مذکورہ کے بھائی نے اس کو خاوند کے پاس پہونچایا، لیکن اس خاوند نے اس عورت سے مار پیٹ کی، عورت نے کہا کہ میں آباد ہونا چاہتی ہوں، تم مجھے کیوں نکالتے ہو اور تنگ کرتے ہو؟ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ مرد نے غصہ میں آکر کہا: ’’تُو میری ماں بہن ہے، میں نے تجھے چھوڑ دیا، تو نکل جا‘‘۔

لڑکی اپنے ماموں کے یہاں چلی گئی، پھر میں اس کے خاوند کے پاس گیا کہ تم ایسا نہ کرو اور اس کی آبادی کا خیال کرو، اس نے نہ مانا اور بولا کہ جو چیز فتنی پھر عورت چھوڑ دی جاوے، اس کو گھر میں دوبارہ لینا ٹھیک نہیں بلکہ عیب اور گناہ ہے، کھانے میں گھی یا چائے میں پڑ جاوے تو وہ کھانا یا چائے پھیکا ہوجاتا ہے، میں مسماۃ کو اپنے گھر پر ہرگز نہیں لاسکتا۔ کیا ان الفاظ سے عورت مذکورہ کو طلاق واقع ہوجائے گی یا نہیں؟ اور وہ اس کے نکاح سے جدا ہوجاتی ہے یا نہیں؟ اور کیا ان الفاظ مذکورہ سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟

سائل عبداللطیف۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

ہمارے عرفِ عام میں شوہر کا اپنی بیوی کو یہ کہنا کہ ’’میں نے تجھے چھوڑ دیا‘‘ بمنزلۂ صریح طلاق کے ہے، اس سے شرعاً ایک طلاقِ رجعی واقع ہوجاتی ہے(۱)، شوہر نے دوسرا لفظ یہ کہا کہ ’’تُو نکل جا‘‘ یہ کنایہ طلاق

---

(۱) ’’عربی فتاوی میں لفظ ’’سرحتک‘‘ ’’میں نے تجھے چھوڑ دیا ہے‘‘ کو الفاظِ کنایہ میں شمار کیا گیا ہے:

(كما في ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مطلب لااعتبار بالإعراب هنا: ۳۰۰/۳، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في الكناية في الطلاق: ۲۳۴/۴، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات في الطلاق: ۵۲۴/۳، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات: ۳۷۵/۱، رشيديه) ....=

سے ہے، اگر اس سے طلاق کی نیت کی ہے تو اس سے دوسری طلاق واقع ہوگئی اور وہ بائن ہوئی (۱)، اب اگر عورت اور مرد رضامند ہوجاویں تو دوبارہ نکاح صحیح ہوگا، بغیر تجدیدِ نکاح کے رکھنا درست نہیں (۲)۔ اور اگر اس دوسرے لفظ سے طلاق کی نیت نہیں کی تو اس سے دوسری طلاق واقع نہیں ہوئی بلکہ پہلے لفظ سے ایک طلاق رجعی ہوئی (۳)، اس کا حکم یہ ہے کہ عدت کے اندر اندر رجعت درست ہے یعنی مرد کہہ دے کہ میں نے اپنی طلاق

= اردو فتاوی میں فتاوی دارالعلوم دیوبند: ۹/ ۴۲۸، امدادیہ ملتان، اور عزیز الفتاویٰ: ۲/ ۵۷۰، میں اسے لفظ کنایہ شمار کیا گیا ہے اور یہی رائے مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کی ہے، البتہ حضرت مولانا عبدالحئی لکھنویؒ اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس لفظ کو بوجۂ عرفِ عام صریح رجعی قرار دیا ہے اور یہی رائے حضرت مفتی صاحب کی ہے۔ بہشتی زیور، حصہ چہارم: ص: ۲۹۱، اور امداد الفتاویٰ: ۲/ ۴۳۵، اسی طرح مولانا عبدالرحیم صاحبؒ نے فتاویٰ رحیمیہ: ۷/ ۴۰۹، میں اس کو طلاقِ صریح قرار دیا ہے، جب کہ فتاویٰ حقانیہ میں اسے کنایات میں شمار کیا گیا ہے، اور علامہ شامی رحمہ اللہ کی بھی ایک رائے اس کے طلاق صریح ہونے کی ہے، جیسا کہ ردالمحتار: ۳/ ۲۹۹، باب الکنایات میں ہے۔

(وکذا فی امداد الفتاویٰ: ۲/ ۴۷۳، ادارهٔ تالیفات)

(۱) "و ما یصلح جواباً و رداً لاغیر، اخرُجِیْ، اذْهَبِیْ .... ففی حالة الرضاء، لا یقع الطلاق فی الألفاظ کلها إلا بالنیة، و القول قول الزوج فی ترک النیة مع الیمین وفی حال مذاکرة الطلاق. یقع الطلاق فی سائر الأقسام قضاءً إلا فیما یصلح جواباً و رداً، فإنه لا یجعل طلاقاً، کذا فی الکافی. وفی حالة الغضب یصدق فی جمیع کل ذلک". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/ ۳۷۴، ۳۷۵، کتاب الطلاق، باب الکنایات، رشیدیه)

(وکذا فی الدر المختار: ۳/ ۲۹۸، کتاب الطلاق، باب الکنایات، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ التاتارخانیة: ۳/ ۳۱۵، کتاب الطلاق، باب الکنایات، إدارة القرآن کراچی)

(۲) "إذا کان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن یتزوجها فی العدة وبعد انقضائها". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/ ۴۷۲، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل به المطلقة، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۳/ ۱۶۳، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل به المطلقة، دارالکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی الفتاویٰ التاتارخانیة: ۳/ ۲۰۳، کتاب الطلاق، الفصل الثالث والعشرون فی نکاح المحلل، إدارة القرآن کراچی)

(۳) "رجل قال لإمرأته: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، فقال: نویت بالأولی الطلاق وبالثانیة والثالثة =

سے رجوع کیا(۱) اور پھر شوہر و بیوی کی طرح رہنا درست ہوگا، تجدید نکاح کی ضرورت نہیں۔ اور اگر عدت گزر چکی ہے تو رجعت کافی نہیں بلکہ دوبارہ نکاح ضروری ہے(۲)۔

اور یہ اس وقت ہے کہ پہلا لفظ ایک یا دو مرتبہ کہا ہو، اگر تین مرتبہ کہا ہے تو رجعت اور تجدیدِ نکاح کافی نہیں بلکہ حلالہ ضروری ہے یعنی وہ عورت عدت گزار کر کسی اَور شخص سے باقاعدہ شرع کے موافق نکاح کرے اور وہ مرد صحبت کر کے طلاق دے دے یا مر جائے تو عدت گزار کر شوہر اول کے لئے نکاح درست ہوگا(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: عبداللطیف۔

''میں تجھ کو آزاد کر چکا ہوں'' کا حکم

سوال [۶۱۰۰]: زید نے تقریباً عرصہ ۴/ ماہ کا ہوا، اپنی زوجہ ہندہ کو بحالتِ غصہ و جھگڑا معاملاتِ خانگی دو مرتبہ یہ الفاظ کہے کہ میں تجھ کو طلاق کو آزاد کر چکا ہوں' اور اس حالت کے بعد زید نے ان الفاظ کی تصدیق ایک دو شخص سے کی، لیکن آج تک ہندہ زید کے گھر موجود و تعلقاتِ زن و شوہر باہم فریقین میں قائم

= إفهامها، صدّق ديانةً". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۵۵، ۳۵۶، كتاب الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(۱) "وإذا طلق الرجل امرأته تطليقةً رجعيةً أو رجعيتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أولم ترض، كذا في الهداية. (فالسني) أن يراجعها بالقول و يشهد على رجعتها شاهدين و يعلمها بذلك".

(الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۴۶۸، ۴۷۰، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ التاتارخانية: ۳/۵۹۸، مسائل الرجعة، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۲، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به، رشيديه)

(۳) "وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة، وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها، أو يموت عنها". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة ومايتصل به: ۱/۴۷۳، رشيديه)

ہیں۔ مسماۃ ہندہ کو طلاق ہوچکی تھی یا نہیں، اگر ہوچکی تو دوبارہ قیامِ رشتہ کی کیا صورت ہے؟

عنایت الٰہی۔

الجواب حامداًومصلیاً:

لفظ ''آزاد کرچکا'' بمنزلۂ صریح ہے اس سے طلاقِ رجعی واقع ہوتی ہے (۱) اور لفظِ ''طلاق'' سے بھی رجعی واقع ہوتی ہے، دومرتبہ طلاق دے کر عدت کے اندر رجعت کا اختیار حاصل ہوتا ہے، لہذا دومرتبہ طلاق کے بعد جب ایک دوشخص نے اس کی تصدیق کی ہے اگر اس نے نئی طلاق کی نیت نہیں کی، بلکہ پہلی طلاق کی خبر دی ہے تو عدت کے اندر رجعت کرنا جائز ہے (۲) اور عدت کے بعد نکاح کرنا ہوگا (۳)۔

اور اگر نئی طلاق مراد لی ہے تو رجعت و نکاح کرنا جائز نہیں بلکہ مغلظہ ہوگئی، لہذا حلالہ کی

---

(۱) "فإذا قال: ''رہا کردم'': أی سرحتک یقع به الرجعی مع أن أصله كناية أيضاً، وما ذاک إلا؛ لأنه غلب فی عرف الفرس استعماله فی الطلاق، وقد مرّ أن الصريح ما لم يستعمل إلا فی الطلاق من: أیّ لغة كانت". (ردالمحتار ۳/ ۲۹۹، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

"لو قال الرجل لامرأته: ''تُرا چنگ باز داشتم'' أو "بهشتم" أو ''یله کردم تُرا'' او ''پائے کشادہ کردم تُرا'' فهذا كله طلّقتُک، عرفاً .... وكان الشيخ الإمام ظهير الدين المرغيناني يفتی فی قوله: ''بہشتم'' بالوقوع بلا نية". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/ ۳۷۹، كتاب الطلاق، الفصل السابع فی الطلاق بالألفاظ الفارسية، رشيديه)

(۲) "إذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعيةً أو تطلقتين، فله أن يراجعها فی عدتها رضيت بذلک أو لم ترض، كذا فی الهداية". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/ ۴۷۰، كتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعة، رشيديه)

(وكذا فی تبيين الحقائق: ۳/ ۱۴۹، كتاب الطلاق، باب الرجعة، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا فی الدرالمختار مع رد المحتار: ۳/ ۴۰۰، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(۳) "وينكح مبانته بما دون الثلاث فی العدة و بعدها بالإجماع". (رد المحتار: ۳/ ۴۰۹، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(وكذا فی البحر الرائق: ۴/ ۹۴، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا فی فتح القدير: ۴/ ۱۷۶، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، بيروت)

ضرورت ہوگی (۱) بشرطیکہ عدت کے اندر نئی طلاق مراد لی ہو۔ اور اگر بعد عدت نئی طلاق مراد لی ہے تب بھی مغلظہ نہیں ہوئی، بلکہ تجدیدِ نکاح کافی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/ ذی الحجہ/۵۲ھ۔

''طلاقہ کی طلاقہ، طلاق، طلاق'' کا حکم

سوال [۶۱۰۱]: میری والدہ صاحبہ نے مجھ سے کہا کہ اس طلاقہ کی طلاقہ کو طلاق دیدو تو میں نے فوراً غصہ میں کہا ''طلاقہ کی طلاقہ، طلاق طلاق'' اس کے علاوہ اَوز میں نے کچھ نہیں کہا۔ براہ کرام آپ مطلع فرمادیں کہ طلاق ہوگئی کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا کہنے سے شرعاً دو طلاق واقع ہوگئی (۲)، اس میں عدت (تین حیض) گزرنے سے پہلے شوہر کو رجعت کا حق ہے، جس کی بہتر صورت یہ ہے کہ زبان سے کہہ دے کہ میں نے اپنی طلاق واپس لی تو نکاح بدستور

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً وغيره﴾ (البقرة: ۲۳۰)

"عن عائشه رضی الله تعالیٰ عنها: أن رجلاً طلق امرأته ثلثاً، فتزوجت، فطلق، فسئل النبی صلی الله عليه وسلم أتحل للأول؟ قال: "لا، حتى يذوق عيسلتها كما ذاق الأول". (صحيح البخاری: ۲/۷۸۱، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث)

"وإن كان الطلاق ثلثاً في الحرة أو ثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها". (الهداية: ۲/۳۹۹، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، شركت علميه ملتان)

(۲) "لو قال لها: أنت طالق طالق، أو أنت طالق أنت طالق، أو قال: قد طلقتک قد طلقتک، تقع ثنتان إذا كانت المرأة مدخولاً بها". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۵۵، كتاب الطلاق، الفصل الأول فی الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ التاتارخانية: ۳/۲۸۸، كتاب الطلاق، تكرارا الطلاق وإيقاع العدد، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۴۴، كتاب الطلاق، باب الطلاق، دارالكتب العلمية بيروت)

قائم رہے گا(۱)، لیکن پھر اگر ایک دفعہ بھی طلاق دے گا تو یہ حق باقی نہیں رہے گا بلکہ مغلظہ ہوجائے گی اور بغیر حلالہ کے کوئی صورت جواز کی نہ ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۸۸/۹/۱۷ھ۔

''طلاق دی نہیں، دیدی دیدی'' سے طلاق

سوال[۶۱۰۲]: ایک لڑکے نے اپنی بیوی کو غصے کی حالت میں یہ لفظ کہہ دیا: ''طلاق دی نہیں، دیدی دیدی'' تین چار مرتبہ کہہ دیا ہے، جس وقت یہ لفظ لڑکے نے کہا تھا اس کی بیوی گھر پر نہیں تھی۔ بیوی قریب آٹھ ماہ کی حاملہ ہے، اب وہ اور اس کی بیوی جدا ہونا نہیں چاہتے۔ آپ حکمِ شرع سے مطلع فرمائیں کہ کیا اس صورت میں طلاق واقع ہوجائے گی؟ اور اگر ہوگی تو کون سی؟ کیا بغیر حلالہ کے نکاح جائز ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب اس نے غصہ میں اپنی بیوی کو کہا کہ ''طلاق'' تو یہ ہلکا لفظ تھا جس میں رجعت کا حق حاصل تھا(۲)، اس ہلکے پن کو ختم کرنے اور حقِ رجعت کو ختم کرنے کے لئے اس نے کہا: ''نہیں، دیدی دیدی'' تین چار مرتبہ اسی طرح کہدیا جس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک نہیں بلکہ تین، اور رجعی نہیں بلکہ مغلظہ دیدی (۳)، اب نہ

---

(۱) ''هي استدامة الملك القائم في العدة بنحو: راجعتک و رددتک .... و بكل ما يوجب حرمة المصاهرة .... إن لم يطلق بائناً''. (الدر المختار). ''هي أن لا يكون الطلاق ثلاثاً في الحرة أو ثنتين في الأمة''. (ردالمحتار: ۳/۴۰۰، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(۲) ''إذا طلق الرجل امرأته تطليقةً رجعيةً أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلک أو لم ترض''. (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۰، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/۳۹۴، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مكتبه شركة علميه)

(وكذا في المبسوط للسرخسي: ۶/۱۹، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مكتبه حبيبيه كوئٹه)

(۳) ''رجل طلق امرأته بعد الدخول واحدةً، ثم قال بعد ذلک: جعلت تلک التطليقة بائنةً، أو قال: جعلتها ثلاثاً، اختلفت الروايات فيه: والصحيح أن على قول أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ تصير بائناً أو ثلاثاً''. (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۳، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الثالث في تشبيه الطلاق ووصفه، رشيديه) .... =

حقِ رجعت رہا، نہ بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی اجازت رہی (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۱/۲۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

''طلاق دیتا ہوں، ایک بار نہیں ہزار بار کہتا ہوں'' کا حکم

سوال [۲۱۰۳]: عرصہ تین سال ہوا کہ زید نے کچھ خانگی الجھنوں میں آکر چند عورتوں کے نزدیک اپنی بیوی ہندہ کے بارے میں کہا کہ ''میں ہندہ کو طلاق دیتا ہوں'' اور یوں بھی کہا کہ ''ایک بار نہیں ہزار بار کہتا ہوں'' اور پھر افسوس ظاہر کرنے لگا، لہٰذا زید کے گھر سے ہندہ اپنے میکہ بھی چلی گئی اور ہندہ کے والدین سامانِ جہیز اور دینِ مہر وغیرہ کا مطالبہ زید سے بذریعۂ پنچایت کرنے لگے، مگر کچھ روز تک زید نے ٹال مٹول ضرر کیا ہے اور اسی عرصہ میں زید نے اپنا نکاح دوسری جگہ کرلیا، لہٰذا نکاح کی خبر پاتے ہی ہندہ زید کے گھر چلی آئی اور ایک ہفتہ زید کے گھر رہ کر ہندہ تعلقِ شوہر و بیوی کرتی رہی جو کہ زید کے والدین کو ناگوار تھا کہ خلافِ شرع ہے اور ہندہ پر سختی کی اور سختی کی وجہ سے ہندہ زید کے گھر سے سامانِ جہیز لے کر اپنے میکہ چلی گئی اور زید کو ایک کاغذ بنادیا کہ وقتِ ضرورت کام آسکے، مگر زید اور ہندہ ابھی تک دونوں بطورِ میاں بیوی ملتے رہتے ہیں۔

ہندہ کے بطن سے ایک لڑکا طلاق سے پہلے کا ہے جو ابھی تک ہندہ اپنے پاس رکھے ہوئے ہے اور پھر

= (وكذا في بدائع الصنائع: ۲۲۹/۴، كتاب الطلاق، فصل في شرط النية في الكناية، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في رد المحتار: ۳۰۵/۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿الطلاق مرتان فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان﴾ .... ﴿فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾. الآية (سورة البقرة: ۲۲۹، ۲۳۰)

"وإن كان الطلاق ثلثاً في الحرة أو ثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، و يدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها". (الهداية: ۳۹۹/۲، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، شركة علميه ملتان)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴۷۳/۱، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة و ما يتصل به، رشيديه)

اسی عرصہ میں ہندہ حاملہ بھی ہوگئی تھی اور کئی بار حاملہ ہوئی، مگر لوگوں کے ہنسنے کی وجہ سے حمل ضائع کرادیا۔ یہ خبر ہندہ کے والدین اور دوسرے تمام لوگوں کو معلوم ہوئی، اگر زید کے والدین موجود نہ ہوتے تو زید ہندہ کو اپنے پاس مستقل رکھ لیتا۔

اب حال یہ ہے کہ ہندہ دوسری جگہ شادی کرنے کو بالکل تیار نہیں ہے اور ہندہ کی پوری خواہش ہے کہ پھر میں زید ہی کے ساتھ رہوں گی، چاہے جائز ہو یا نہ ہو، مگر دوسری جگہ شادی نہیں کروں گی، اگر دوسری جگہ شادی کردی گئی تو خودکشی کرلوں گی۔ زید کہتا ہے کہ میں ہندہ کو جائز طریقہ سے رکھ سکتا ہوں۔ ہندہ خودکشی کرنے پر آمادہ ہے۔ ہندہ کے والدین کی خواہش ہے کہ ہندہ زید کے پاس چلی جائے، کیونکہ ہندہ ابھی تک زید کے گھر آیا جایا کرتی ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ اگر زید کے پاس رہنا چاہے تو صرف دوبارہ نکاح کے ذریعہ رہ سکتی ہے یا حلالہ کی بھی ضرورت ہوگی؟ براہِ کرم بالتفصیل جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شوہر کے دو جملے نقل کئے گئے ہیں: ایک یہ کہ ''میں ہندہ کو طلاق دیتا ہوں'' اس جملہ سے ہندہ پر ایک طلاقِ رجعی واقع ہوگئی (١)، اندرونِ عدت اس طلاق سے رجعت کا شوہر کو حق حاصل ہے (٢)۔ دوسرا جملہ ''ایک بار نہیں ہزار بار کہتا ہوں'' اس میں ایک بار اور ہزار بار سے مراد اگر طلاق ہے اور شوہر کا مقصد یہ ہے کہ میں

---

(١) ''صريحه مالم يستعمل إلا فيه كطلقتک وأنت طالق ومطلقة، يقع بها واحدة رجعية وإن نوى خلافها''. (الدر المختار: ٣/٢٣٧، كتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ١/٣٥٤، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان: ١/٤٥٢، كتاب الطلاق، رشيديه)

(٢) ''(هي استدامة الملک القائم) بلا عوض (في العدة): أي عدة الدخول حقيقةً؛ إذ لا رجعة في عدة الخلوة، ابن كمال''. (الدر المختار: ٣/٣٩٧، ٣٩٨، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ١/٤٦٨، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة الخ، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ البزازية: ١/٢٥٥، كتاب الطلاق، الفصل السابع في الرجعة، رشيديه)

نے پہلے جملہ سے جو طلاق دی ہے اس کو ہزار بار کہتا ہوں، ہاں میں نے طلاق دے دی مجھے اس طلاق سے انکار نہیں ہے، بلکہ ہزار بار اس کا اقرار ہے، تو اس جملہ سے کوئی نئی طلاق واقع نہیں ہوگی (۱)۔ پس اگر پہلے جملہ کے بعد اندرون عدت رجعت کر لی تھی خواہ قولاً خواہ عملاً تو دونوں کا نکاح بدستور قائم رہا (۲)۔

اگر دوسرے جملے سے مقصد یہ ہے کہ ہزار بار طلاق دیتا ہوں تو پھر اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ پہلی طلاق کی عدت ختم ہونے سے پہلے یا رجعت کر لینے کے بعد کہا ہے تو طلاقِ مغلظہ ہوگئی (۳)، بغیر حلالہ کے تعلقِ زوجیت قائم ہونے کی کوئی صورت نہیں (۴)۔ اگر پہلی طلاق کے بعد رجعت نہیں کی اور عدت ختم ہوگئی تھی اس

---

(۱) "رجل قال لامرأته: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، فقال: عنيتُ بالأولى الطلاق وبالثانية والثالثة إفهامها صدّق ديانةً، وفي القضاء طلقت ثلاثاً". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۵۶، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ التاتارخانية: ۳/۲۸۸، كتاب الطلاق، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الدرالمختار: ۳/۲۹۳، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(۲) "وهي على ضربين: سني وبدعي (فالسني): أن يراجعها بالقول ويشهد على رجعتها شاهدين ويعلمها بذلك .... ولم يعلمها بذلك فهو بدعي مخالف للسنة، والرجعة صحيحة. وإن راجعها بالفعل مثل أن يطأها أو يقبلها بشهوة، الخ". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۴۶۸، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ البزازية: ۱/۲۵۵، كتاب الطلاق، الفصل السابع في الرجعة، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ التاتار خانية: ۳/۵۹۴، كتاب الطلاق، مسائل الرجعة، إدارة القرآن كراچی)

(۳) "وإذا قال لامرأته: أنت طالق، وطالق، وطالق، ولم يعلقه بالشرط، إن كانت مدخولةً طلقت ثلاثاً، وإن كانت غير مدخولة طلقت واحدة. وكذا إذا قال: أنت طالق، فطالق، فطالق، أو ثم طالق ثم طالق، أو طالق طالق، كذا في السراج الوهاج". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۵۵، كتاب الطلاق، الباب الثاني، في إيقاع الطلاق، رشيديه)

(وكذا الفتاویٰ التاتار خانية: ۳/۲۸۸، كتاب الطلاق، تكرار الطلاق، وإيقاع العدد، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۲۹۳، فروع: كرر لفظ الطلاق وقع الكل، سعيد)

(۴) ﴿فإن طلقها﴾ الزوج بعد الثنتين ﴿فلا تحل له من بعد﴾ بعد الطلقة الثالثة ﴿حتى تنكح﴾ تتزوج =

کے بعد کہا ہے تو یہ کہنا بیکار گیا، اب اگر دونوں رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح کرلیں، حلالہ کی ضرورت نہیں (۱)۔

شریعت کے نزدیک بیوی کے حرام ہوجانے کے بعد (جس کی تفصیل اوپر مذکور ہوئی) دونوں کا آپس میں ملنا سخت معصیت اور وبال کا باعث ہے اور خدائے قہار کے غضب کو دعوت دیتا ہے۔ جو لوگ اس کو برداشت کررہے ہیں وہ بھی حسبِ حیثیت مجرم ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

''میں نے طلاق دی، میرے خدا نے طلاق دی'' کا حکم

سوال [۶۱۰۴]: زید نے اپنی بیوی سے حالت سہولت میں یہ الفاظ استعمال کئے کہ ''میرے بس میں تجھ کو رکھنا نہیں ہے، میں نے طلاق دی، میرے خدا نے دی''۔ یہ جملہ اس نے ۶، ۷/ مرتبہ کہا، یہ جملہ ایسے موقعہ پر کہا ہے جب کہ چند آدمی وہاں پر موجود تھے، بلکہ ان آدمیوں نے زید سے کہا کہ تُو اپنی بیوی کو طلاق نہ دے، اس کو روٹی کپڑا دے۔ اس پر زید نے کہا ''میں رکھنا نہیں چاہتا، تم اس کو لے جاؤ اور اپنے یہاں رکھو، اس کو روٹی کپڑا دو، میں اس کو اپنے یہاں نہیں رکھوں گا''۔ ایسی صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو رجوع کرسکتا ہے یا نہیں؟

= ﴿زوجاً غیره﴾. (تفسير الجلالين، ص: ۳۵، سورة البقرة)

"عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها أن رجلاً طلق امرأته ثلثاً، فتروجت، فطلق، فسئل النبى صلى الله عليه وسلم أتحل للأول؟ قال: "لا، حتى يذوق عسيلتها كما ذاق الأول". (صحيح البخارى: ۲/ ۷۹۱، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلث، قديمى)

"(لا) ينكح (مطلقة) من نكاح صحيح نافذ كما سنحققه (بها): أى بالثلاث (لوحرةً وثنتين لو أمةً) ولو قبل الدخول .... (حتى يطأها غيره ولو) الغير (مراهقاً) يجامع مثله". (الدر المختار: ۳/ ۴۱۰، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(۱) "وينكح مبانته بما دون الثلاث فى العدة وبعدها بالإجماع". (الدرالمختار: ۳/ ۴۰۹، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/ ۴۷۲، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به، رشيديه)

(وكذا فى النهر الفائق: ۲/ ۴۲۰، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں شرعاً طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی، رجوع کرنے کا حق نہیں رہا، نہ دوبارہ نکاح درست تاوقتیکہ حلالہ نہ ہو جائے (۱)، یہ حکم اس وقت ہے کہ ہمبستری یا خلوتِ صحیحہ ہو چکی ہو۔ ہمبستری یا خلوت صحیحہ کی نوبت نہ آئی ہو تو صرف ایک طلاقِ بائنہ واقع ہوئی (۲) جس میں رجعت کا حق نہیں، البتہ طرفین کی رضامندی سے بلاحلالہ نکاح درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یوپی۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۷/۱۱/۶۰ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/۱۱/۶۰ھ۔

''میں نے تجھے طلاق دی اور میرے اللہ ورسول نے بھی تجھے طلاق دی'' کا حکم

سوال [۶۱۰۵]: ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا ''میں نے تجھے طلاق دی اور میرے اللہ اور رسول نے بھی تجھے طلاق دی''، تو اس سے کس قسم کی طلاق واقع ہوگی؟

---

(۱) "وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة و ثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، و يدخل بها، ثم يطلقها، أو يموت عنها، كذا في الهداية". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۳، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۶۲، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في فتح القدير: ۴/۱۷۷، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۴/۴۰۳، كتاب الطلاق، فصل في حكم الطلاق البائن، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۲) "وإن فرق بوصف أو خبر أو جمل بعطف أ و غيره نحو: أنت طالق واحدة، وواحدة بانت بالأولى، ولذا لم تقع الثانية". (الدرالمختار مع رد المحتار: ۳/۲۸۶، كتاب الطلاق، طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۳، كتاب الطلاق، الفصل الرابع في الطلاق قبل الدخول، رشيديه)

الجواب حامداً و مصلیاً:

سنی: یعنی فی العدد اور ایک رجعی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/ رجب/ ۶۶ھ۔

سعید احمد غفرلہ، ۵/ رجب/ ۶۶ھ۔

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی، ۶/ رجب/ ۶۶ھ۔

طلاق اور رجعت بیوی کو اطلاع کئے بغیر

سوال [۲۱۰۶]: ا...... ایک شخص نے اپنی عورت کو ایک طلاقِ رجعی معلق بشرط واحد دی، شرط پوری ہونے پر صرف رجوع لفظی کیا، عورت کو اور نہ کسی اَور کو عرصۂ دراز تک خبر نہیں دی۔ نیز جب اس کو طلاق پڑی تو عورت کے بچہ پیدا ہونے والا تھا۔ صورت مسئولہ میں کئی سوالات ہیں:

اول یہ کہ وضعِ حمل کے بعد اس کی عدت ختم ہوگئی یا نہیں؟

دوسرے مرد نے جو رجوع لفظی کیا ہے جس کی اطلاع نہ عورت کو دی اور نہ کسی اَور شخص کو بجز خدا اور شوہر کسی کو معلوم نہیں۔ صحیح ہوا یا نہیں؟

تیسرے یہ کہ وضع حمل کے قبل اگر عورت اپنی ماں کے گھر آتی جاتی رہی ہو کیوں کہ اس کو طلاق کا علم نہ تھا، لیکن اس کی ماں کا مکان اور شوہر کا مکان بالکل ملحق ہیں، ایک دالان درمیان میں ہونے کی وجہ سے صحن جدا جدا ہوگئے ہیں، دونوں گھروں میں آنے جانے کا دروازہ بھی ہے، بے شک بیرون خانہ جانے کے دروازے جدا جدا ہیں۔ آیا اس صورت میں وضع حمل سے عدت ختم ہوئی یا نہیں؟ غرضیکہ عدت گزارنے میں عورت کا علم

---

(۱) "وحاصله أن السنة في الطلاق من وجهين: العدد والوقت، فالعدد وهو أن لا يزيد على الواحدة بكلمة واحدة، لا فرق فيه بين المدخولة وغيرها". (رد المحتار: ۳/ ۲۳۱، كتاب الطلاق، مطلبٌ: طلاق الدور، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۳/ ۲۴۴، كتاب الطلاق، الفصل الأول في أنواع الطلاق، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/ ۳۴۸، كتاب الطلاق، الباب الأول في تفسيره الخ، رشيديه)

ضروری ہے یا نہیں؟ اسی طرح رجوع معتبر ہے یا نہیں؟

۲......ایک شخص نے اپنی بیوی مطلقہ ثلاثہ کولکھ بھیجا کہ ”شاید طلاق ہوگئی ہے، تم عدت میں بیٹھو“۔ فتوی آنے پر واقعی طلاق ہوگئی، عورت نے فرطِ غم یا کسی اَور وجہ سے طلاق پڑنے اور عدت گزارنے کا اظہار منہ سے نہیں کیا، تمام شرعی احکام مثلاً قیامِ مکان ترکِ زیب وزینت مکمل طور پر کیا، نیز شوہر نے بھی صرف ایک دو شخص سے تذکرہ کیا۔ آیا یہ عدت پوری سمجھی جائے گی یا نہیں؟ اور اس کے بعد نکاح ....ہوسکتا ہے یا نہیں؟ خاص کر وہ پہلا حیض عدت میں شمار ہوگا یا نہیں؟ جس میں صرف اپنے علم کی وجہ سے شوہر نے قبل فتویٰ آنے کے عورت کو عدت میں بیٹھنے کے لئے لکھا تھا، بعد میں فتوی سے بھی مطلقہ ثلاث ہونے کا حکم آیا۔

۳......ایک شخص نے بحالتِ پردیس ایک عورت سے نکاح کیا، کسی وجہ سے مغلظہ طلاق دی، کرایہ پر مکان لئے ہوئے تھا، کچھ دنوں عورت نے اس گھر میں عدت گزاری لیکن بوجہ خطرۂ جان۔ کیوں کہ اس علاقہ میں لوٹ وغارت کے واقعات بکثرت ہوتے رہتے ہیں۔ شوہر کے ساتھ اس کے گھر چلی گئی اور بقیہ دن وہاں عدت کے گزارے۔ آیا یہ عدت پوری ہوئی یا از سرنو عدت گزارے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

۱......صرف قول سے رجعت بلا کراہت درست ہے اور صرف فعل سے رجعت مکروہ ہے، رجعت پر کم از کم دو عادل آدمیوں کو گواہ بنانا مستحب ہے اور بلا گواہ بنائے بھی رجعت صحیح ہے، عورت کو رجعت کی اطلاع کرنا بھی مستحب ہے اور بغیر اطلاع کے بھی رجعت درست ہے:

”الرجعة على ضربين: سني و بدعي، فالسني: هو أن يراجعها بالقول، و يشهد على رجعتها، و يُعلمها. و لو راجعها بالقول، و لم يشهد، أو أشهد، و لم يعلمها، كان مخالفاً للسنة. وقال الحاكم الشهيد: و إذا كتمها الطلاق، ثم راجعها، و كتمها الرجعة، فهي امرأته، غير أنه قد أساء فيما صنع، وإنما قال: أساء لترك الاستحباب، و هو الإشهاد والإعلام، اهـ“. شلبي هامش زيلعي: ۲/۲۵۲(۱)۔

---

(۱) (حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۱۵۲/۴، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۸۵/۴، باب الرجعة، رشيديه) .... =

حاملہ کی عدت وضعِ حمل ہے، عدت پوری ہونے کے لئے عورت کو طلاق کا علم ہونا ضروری نہیں:

"و تنقضی العدة وإن جهلت المرأة بهما: أی بالطلاق والموت؛ لأنهما أجل، فلا یشترط العلم بمضیه، اهـ". در مختار: ۲/۲٤۲(۱)۔

اگر عدت گزارنے کے بعد علم ہوا کہ میں نے عدت کے اندر رجعت کر لی تھی تو پھر شوہر کا قول معتبر نہیں

"و لو قال بعد العدة: راجعتك فیها، فصدّقته، تصح، وإلا لا، اه". تبیین: ۲/۲٥۲(۲)۔

تنبیه: عدت کے بعد رجعت جائز نہیں۔

۲......**جواب نمبر:۱** میں معلوم ہوا کہ عورت کو علم ہونا ضروری نہیں پس جب مدت پوری ہو جائے گی، اگر شوہر مطلقاً خبر نہ لے تب بھی تین حیض گزرنے پر عدت ختم ہو جاتی ہے، بعد عدت عورت کو نکاح ثانی کرنا جائز ہے:

"العدة أجل، فلا یشترط العلم بمضیه: أی بمضی الأجل". شامی:۲/۲٤۹(۳)

۳......عدت تو مدت کا نام ہے اس کے پورے ہونے سے عدت ختم ہو جاتی ہے، اس مدت کا شوہر کے مکان میں گزارنا ضروری ہے، عوارضِ مذکورہ کی وجہ سے بقیہ مدت دوسرے مکان میں جب گزار لی تو عدت پوری

= (وكذا فی الفتاویٰ التاتارخانیه: ۳/۵۹۴، كتاب الطلاق، الفصل الثانی والعشرون فی مسائل الرجعة، إدارة القرآن كراچی)

(۱) (الدر المختار علی تنویر الأبصار: ۳/۵۲۰، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعید)

(وكذا فی البحر الرائق: ۴/۲۴۳، كتاب الطلاق، باب العدة، رشیدیه)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمكیریة: ۱/۵۳۱، ۵۳۲، الباب الثالث عشر فی العدة، رشیدیه)

(۲) (تبیین الحقائق: ۲/۲۵۲، كتاب الطلاق، باب الرجعة، دارالكتب العلمیه بیروت)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمكیریة: ۱/۴۷۰، كتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعة، رشیدیه)

(وكذا فی الفتاویٰ التاتارخانیة: ۳/۵۹، كتاب الطلاق، الفصل الثانی والعشرون فی مسائل الرجعة، إدارة القرآن كراچی)

(۳) (راجع رقم الحاشیة: ۱)

ہوگئی، از سرنو عدت گزارنا ضروری نہیں۔ فقط والسلام۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۲/ ۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم ۴/صفر/ ۵۸ھ۔

لفظِ ''طلاقن'' سے طلاق کا حکم

سوال[۶۱۰۷]: ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو بار ''طلاقن'' کہا۔ اس عورت کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر عدت کے اندر کہا ہے تو تین مرتبہ کہنے سے مغلظہ ہوگئی، بشرطیکہ عورت مدخولہ ہو اور کسی پہلے شوہر سے اسے طلاق نہ ملی ہو، اگر پہلے شوہر سے طلاق مل چکی ہے اور اسی لئے اس شخص نے ''طلاقن'' کہا ہے تو شرعاً اس کا قول معتبر ہوگا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ ربیع الاول/ ۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۴/ ربیع الاول/ ۵۸ھ۔

''طلاق منظور ہے'' سے طلاق

سوال[۶۱۰۸]: زید کی ساس نے اپنی لڑکی ہندہ کے لئے کسی بناء پر زید سے طلاق کو کہا، زید نے اس کے جواب میں کہہ دیا کہ ''مجھے طلاق منظور ہے''۔ اب زید تین ماہ اور کچھ دن بعد سسرال جاتا ہے اور مراجعت کر لیتا ہے۔ اب یہ رجعت قابلِ قبول ہوگی یا نہیں؟ فقط۔

---

(۱) ''یا طالق أو یامطلقة بالتشدید، ولو قال: أردت الشتم لم یصدق قضاءً ودیّن، خلاصة، ولو کان لها زوجة طلقها قبل فقال: أردت ذلک الطلاق، صدق دیانةً باتفاق الروایات وقضاءً فی روایة أبی سلیمان، وهو حسن، کما فی الفتح، وهو الصحیح کما فی الخانیة. ولو لم یکن لها زوج لایصدق، وکذا لو کان لها زوج قدمات''. (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الطلاق، مطلب فی قول البحر: إن الصریح، الخ: ۳/ ۲۵۱، ۲۵۵، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الطلاق، الفصل الأول فی الطلاق الصریح: ۱/ ۳۵۵، رشیدیه)

(وکذا فی خلاصة الفتاویٰ، کتاب الطلاق، جنس آخر فی ألفاظ الطلاق: ۲/ ۸۰، رشیدیه)

الجواب حامداً و مصلياً:

اگر زید نے طلاق کو منظور کرلیا ہے اور ابھی عدت نہیں گزری ہے تو رجعت کا حق حاصل ہے(۱)، عدت گزر جانے کے بعد حقِ رجعت باقی نہیں رہے گا، طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح درست ہوگا (۲)۔ عدت تین حیض ہے، اگر حاملہ ہو تو وضعِ حمل ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱/۸۸ھ۔

''تیری رہی سہی کو طلاق'' کا حکم

سوال[۶۱۰۹]: ہمارے یہاں ایک شخص کو اپنی عورت کے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا کہ عورت کہنے لگی کہ میں اپنے میکے جاؤں گی، شوہر نے کہا کہ میں جانے نہیں دوں گا، عورت جانے کے لئے بضد ہوگئی، اس پر شوہر کو غصہ آگیا اور یہ کہہ بیٹھا کہ ''اگر تو یہاں سے جا کر کہیں اور اچھی طرح سے رہی تو تجھے'' یہ کہہ کر رک گیا، پھر

---

(۱) "وإذا طلق الرجل امرأته تطليقةً رجعيةً أو رجعيتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلک أو لم ترض".

(الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۰، الباب السادس في الرجعة و فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(و كذا في البحر الرائق: ۴/۸۲، كتاب الطلاق، باب الرجعة، رشيديه)

(و كذا في رد المحتار: ۳/۴۰۰، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(۲) "إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة و بعد انقضائها". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۲، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(و كذا في بدائع الصنائع: ۴/۴۰۳، كتاب الطلاق، فصل في حكم الطلاق البائن، دارالكتب العلمية بيروت)

(و كذا في البحر الرائق: ۴/۹۴، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(۳) "عدة الحرة للطلاق أو الفسخ ثلاثة أقراء .... و للحامل وضعه". (كنز الدقائق، ص: ۱۴۵، ۱۴۶، كتاب الطلاق، باب العدة، رشيديه)

(و كذا في البحر الرائق: ۴/۲۱۵، ۲۲۶، باب العدة، رشيديه)

(و كذا في الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۵۲۶، ۵۲۸، كتاب الطلاق، الباب الثالث عشر في العدة، رشيديه)

(و كذا في الدر المختار: ۳/۵۰۴، ۵۱۱، كتاب الطلاق، باب العدة، سعيد)

کہا ''تیری رہی سہی کو طلاق'' یہ دومرتبہ کہا اور اس نے اس سے اس کو طلاق دینے کی نیت نہیں کی۔ صورت مذکورہ میں طلاق ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کون سی؟ مع حکم تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر وہاں کا عرف یہ ہے کہ بیوی کو اس طرح طلاق دیتے ہیں کہ ''تیری رہی سہی کو طلاق'' تو دو طلاقِ رجعی شرط متحقق ہونے پر واقع ہو جائیں گی (۱)۔ پھر عدت تین ماہواری گزرنے سے پہلے شوہر کو رجعت کا حق حاصل ہوگا (۲)۔ اگر رجعت نہ کی اور عدت ختم ہوگئی تو طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کی اجازت ہوگی، حلالہ کی ضرورت نہیں (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۵/۴/۱۳۹۱ھ۔

طلاق بائن کیا ہے؟

سوال [۶۱۱۰]: طلاق بائنہ کیسی ہوتی ہے؟

---

(۱) "وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۴۲۰، الفصل الثالث فی تعليق الطلاق الخ، رشيديه)

(وكذا فی الهداية: ۲/۳۸۵، باب الأيمان فی الطلاق، مكتبه شركت علميه ملتان)

(وكذا فی النهر الفائق: ۲/۳۸۶، كتاب الطلاق، باب التعليق، رشيديه)

(۲) (هی استدامة الملک القائم) بلا عوض مادامت (فی العدة): أی عدة الدخول حقيقة، إذ لارجعة فی عدة الخلوة، ابن كمال". (الدر المختار: ۳/۳۹۷، ۳۹۸، باب الرجعة، سعيد)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۴۶۸، الباب السادس فی الرجعة، رشيديه)

(وكذا فی البزازية: ۴/۲۵۵، الفصل السابع فی الرجعة، رشيديه)

(۳) "وينكح مبانته بما دون الثلاث فی العدة وبعدها بالإجماع". (الدر المختار: ۳/۴۰۹، باب الرجعة، سعيد)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۲، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به، رشيديه)

(وكذا فی النهر الفائق: ۲/۴۲۰، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، غفاريه كوئٹه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

طلاق بائن وہ ہے جس کے بعد حقِ رجعت باقی نہ رہے، پھر اس کی دو قسمیں ہیں: مخففہ، مغلظہ۔ اول میں تجدید نکاح کا تعلقِ زوجیت قائم کرنے کے لئے کافی ہے(۱)، حلالہ کی ضرورت نہیں، طلاق بائن سے عموماً یہی قسم مراد ہوتی ہے، دوم میں بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی بھی اجازت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۵/۱/۱۵ھ۔



(۱) "إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها فى العدة وبعد انقضائها، وإن كان الطلاق ثلاثاً فى الحرة وثنتين فى الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها، أو يموت عنها". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السابع فى الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة ومايتصل به: ۱/۴۷۲، رشيديه)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة: ۴/۹۴، رشيديه)

(وكذا فى النهر الفائق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۲/۴۲۰، ۴۲۱، رشيديه)

باب طلاق الثلاث

(تین طلاق کا بیان)

قرآن پاک سے تین طلاق کا ثبوت

سوال[۶۱۱۱] : پارہ سیقول، رکوع ۱۳﴿الطلاق مرتان﴾ سے لے کر﴿زوجاً غیرہ﴾ کی عربی عبارت میں لفظ "ثـــلاثة" (جس کے معنی اردو میں تین ہیں) نہیں آیا ہے اور نہ ہی کوئی حافظ لفظِ "ثـــلاثة" رکوع مذکور میں پڑھتا ہے، آپ بھی پڑھ کے دیکھئے۔ لہٰذا جب کہ قرآن کا عربی عبارت میں "ثلاثہ" نہیں ہے تو پھر اردو ترجمہ میں تین کیسے آ گیا، لہٰذا تین طلاق کا ثبوت قرآن پاک سے ہے یا نہیں، اگر ہے تو کس آیت سے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

آیت میں بیان فرمایا گیا ہے کہ طلاق دو دفعہ تو ایسی ہے کہ شوہر کو اختیار باقی رہتا ہے کہ دل چاہے تو بیوی کو ادائے حقوق کے لئے اچھے طریقہ پر روک لے (عدت ختم ہونے سے پہلے پہلے رجعت کرلے) اور چاہے تو اس سے بے تعلق ہو جائے (رجعت نہ کرے) اس دو طلاق کے بعد پھر جو طلاق دے گا تو اس کے بعد حرمتِ مغلظہ ہو جائے گی کہ بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی بھی اجازت نہ ہوگی (۱)۔

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿الطلاق مرتان، فإمساک بمعروف، أو تسریح بإحسان .... فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیره﴾ الآیة (البقرة: ۲۲۹، ۲۳۰)

"وإن کان الطلاق ثلاثاً فی الحرة و ثنتین فی الأمة، لم تحل له حتی تنکح زوجاً غیره نکاحاً صحیحاً، و یدخل بها، ثم یطلقها أو یموت عنها". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۴۷۳، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، رشیدیه)

(وکذا فی الهدایة: ۲/۳۹۹، کتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، مکتبه شرکت علمیه ملتان) .... =

آپ گن کر دیکھ لیں کہ یہ کون سی طلاق ہے، ایک اور دو کے بعد کون سا عدد آتا ہے، میں اس کا نام نہیں لیتا، کسی اردو پڑھنے والے بچہ سے خود پوچھ لیں گے کہ دو کے بعد کیا ہے تو وہ بھی بتائے گا، جو چیز بھی دو کے بعد والے درجہ پر آئے گی وہی تین ہوگی، خواہ لفظ ''ثلاثہ'' اور ''تین'' ہو یا نہ ہو۔ مسجد میں امام کے پیچھے ایک صف ہے، اس کے پیچھے دوسری صف ہے، اس کے پیچھے جو صف ہے وہ تیسرے درجہ پر ہے، پھر ہر شخص اس کو یہی کہے گا کہ یہ تیسری صف ہے، اگر چہ اس صف پر لفظ ''ثلاثہ'' لکھا ہوا نہ ہو۔

ایک آدمی ایک روٹی کھاتا ہے، اس کے ختم ہونے پر دوسری کھاتا ہے، اس کے ختم ہونے پر جو روٹی کھاتا ہے وہ تیسری ہی ہے، اگر چہ اس پر لفظ ثلاثہ لکھا ہوا نہیں ہے، اگر ہر شخص اس کو تیسری ہی کہے گا اور اس کا یہ کہنا صحیح ہوگا غلط نہیں ہوگا، جو اس کو غلط کہے گا اس کا غلط کہنا غلط ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۲/۱۶ھ۔

کیا تین طلاق ایک ہیں؟ اور ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونا

سوال[۱/۲۱۱۲]: ایک شخص امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقلید کرنے والا ہے اور اس نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاق دیدی اور اپنی بیوی کو اپنے سے علیحدہ کر دیا مگر پھر وہ کہتا ہے کہ میں اہلِ حدیث ہو جاؤں گا اور اپنی بیوی کو رکھوں گا۔ تو اس شخص کا از روئے شریعت کیا حکم ہے؟ اور اپنی بیوی کو رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد اکبر پانوی، ۲۱/محرم الحرام/۹۰ھ۔

الجواب: (منجانب مولوی حبیب الرحمٰن الفیضی الاعظمی)

صورتِ مسئولہ میں ایک مجلس میں تین طلاقیں ایک شمار ہوں گی، جیسا کہ رکانہ بن عبد یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی عورت کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دیکر غمگین ہوئے جس پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے استفسار کے بعد فرمایا:

= (وكذا في الدر المختار: ۴۰۹/۳، ۴۱۰، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مطلب في العقد على المبانة، سعيد)

"فإنما تلك واحدة، فارجعها إن شئت". فراجَعَها". أخرجه أحمد وأبو يعلى من طريق محمد بن إسحق". فتح الباري: ۲۲/۱۶۳(۱)۔

اوراس کی تائید حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت: "كانت الطلاق على عهد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وغيره طلاق الثلاث واحدة". رواہ مسلم (۲) سے ہوتی ہے، جس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک مجلس میں تین طلاقیں ایک ہی شمار کی جاتی رہی۔

حنفیہ نے بھی اس قسم کے مسائل میں دیگر علماء کے مذہب پر عمل کرنے کا فتوی دیا ہے، چنانچہ مولانا عبدالحیٔ صاحب لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجموعۂ فتاویٰ: ۲/۵۴، میں زوجۂ مفقود الخبر اور عدۃ ممتدۃ الطہر پر قیاس کرتے ہوئے طلاقِ ثلاثہ میں بھی دیگر علماء کے مذہب پر عمل کرنے کا فتوی دیا ہے (۳)۔ نیز مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے الحیلۃ الناجزہ میں دوسرے ائمہ کے مذہب کو اختیار کرکے اس پر فتویٰ دینا جائز بتلایا ہے (۴)۔ نیز محمد بن مقاتل رحمہ اللہ تعالیٰ - جو ائمۂ حنفیہ میں سے ہیں- بھی تین طلاق کے ایک ہی ہونے کے قائل ہیں۔ فتاویٰ ابن تیمیہ: ۳/۱۷اور مولانا عبدالحق صاحب لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حاشیۃ عمدۃ الرعایۃ، ص: ۶۷، پرلکھا ہے: "هذا هو المنقول عن بعض الصحابة، و به قال الداؤد الظاهري وأتباعه، وهذا أحد القولين لمالك و لبعض أصحاب أحمد" (۵)۔

حاصل یہ کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی طلاقِ رجعی واقع ہوتی ہیں جس کے قائل صحابہ کے علاوہ

---

(۱) (فتح الباري: ۹/۳۶۲، كتاب الطلاق، باب من جوّز الطلاق الثلاث، دارالفكر، بيروت)

(۲) صحیح مسلم میں حدیث کی عبارت اس طرح ہے: "عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: كان الطلاق على عهد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وسنتين من خلافة عمر، طلاق الثلاث واحدةً". (الصحيح لمسلم: ۱/۴۷۷، كتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث، قديمي)

(۳) (مجموعة الفتاوىٰ (اردو): ۲/۶۹، كتاب الطلاق، سعيد)

(۴) "رہا یہ کہ فقۂ حنفی پر کسی کو عدمِ کفایت کا سوال ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ خود فقۂ حنفی میں بھی خاص شرائط کے ساتھ دوسرے مجتهد کے قول پر عمل کرنے کی اجازت دیدی گئی ہے"۔ (الحیلۃ الناجزۃ، ص:۱۴، دارالاشاعت، کراچی)

(۵) (عمدة الرعاية حاشية شرح الوقاية: ۲/۶۳، كتاب الطلاق، سعيد)

ائمہ میں سے داؤد ظاہری اوران کے اَتباع اورامام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے دوقولوں میں سے ایک قول اور بعض اصحابِ احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی قول ہے اوراس کے علاوہ بہت سے مسائل ہیں جس کے اندر حنفیہ نے دوسرے علماء کے مذہب پرفتوےدیاہے۔ للتفصیل مقام آخر۔

نیز یہ کہ حدیث کے صحیح ثابت ہوجانے کے بعد اگرکوئی مقلد اپنے امام کے مذہب کوچھوڑ کر حدیث پر عمل کرلےتو وہ امام کی تقلید سے باہر نہیں ہوتا، ائمہٗ اربعہ کی یہی نصیحت ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کی ہے، چنانچہ شامی میں ہے:

”إذا صح الحديث وكان على خلاف المذهب، عُمل بالحديث، و يكون ذلك مذهبه، و لا يخرج مقلده عن كونه حنفياً بالعمل به، وقد صح عنه أنه قال: إذا صحّ الحديث فهو مذهبي، وقد حكى ذلك ابن عبد الرحمن عن أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ وغيره من الأئمة“(۱)۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ: حبیب الرحمٰن الفیضی الاعظمی۔

الجواب حامداً و مصلياً:

(از: دار الإفتاء دار العلوم دیوبند)

جب کوئی شخص اپنی مدخولہ بیوی کو تین طلاق دیدےتو حرمتِ مغلظہ ثابت ہوجاتی ہےاوردوبارہ نکاح کی بھی گنجائش نہیں رہتی جب تک حلالہ نہ ہوجائے، اس مسئلہ پرائمہٗ اربعہ کا اتفاق ہے، اس پرسلفِ صالحین کا اجماع ہے، یہی حدیث شریف سے ثابت ہے، یہی قرآن کریم میں مذکور ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاق دینا شرعاً نہایت مذموم اورقبیح ہے، اس پرحضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نےعتاب اورغصہ کا اظہار بھی فرمایا ہے، مگر یہ نہیں فرمایا کہ طلاقِ مغلظہ واقع نہیں ہوتی، ایسی صورت میں رجعت کی بھی اجازت نہیں دی جیسے کہ حالتِ حیض میں طلاق نہایت مذموم ہے، اس پرناگواری کا اظہار فرمایا ہےمگر یہ نہیں فرمایا کہ یہ طلاق واقع نہیں ہوئی، بلکہ واقع ہوجانے کے بعد – چونکہ طلاقِ بائن یا مغلظہ نہیں تھی – رجعت کا حکم فرمایا اور بائنہ اور

---

(۱) (ردالمحتار: ۱/۶۸، المقدمة، مطلبٌ: صح عن الإمام أنه قال: إذا صح الحديث فهو مذهبي، سعيد)

مغلظہ میں رجعت کا اختیار ہی باقی نہیں رہتا، جڑ کٹ جاتی ہے۔

دلائلِ قرآن کریم

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿الطلاق مرتان .... فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ الآية(١)۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ دو طلاق کے بعد رجعت کا حق رہتا ہے، تیسری طلاق کے بعد حقِ رجعت ختم ہو کر حرمتِ مغلظہ ہو جاتی ہے، بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح نہیں ہو سکتا، اس میں ایک مجلس دو مجلس تین مجلس کی کوئی قید نہیں بلکہ سب کو شامل ہے۔

حدیث شریف

حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاق دیں اور ان تین طلاق کو حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نافذ فرمادیا غیر معتبر نہیں قرار دیا، یہ واقعہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح بخاری میں، ص: ۸۰۰، پر ہے(۲)، صحیح مسلم: ۱/۴۸۹ میں ہے(۳)، ابوداؤد شریف ۲/۲۸۲، میں ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: "فطلقها ثلاث تطليقات عند رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فأنفذه رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، اهـ"(٤)۔

---

(١) (سورة البقرة: ٢٢٩، ٢٣٠)

(٢) "عن حديث سهل بن سعد أخي بني ساعدة أن رجلاً من الأنصار جاء إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: يارسول الله! أرأيت رجلاً وجد مع امرأته رجلاً أيقتله أو كيف يفعل؟ فأنزل الله في شأنه ماذكر في القرآن من أمر التلاعن، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: "فقد قضى الله فيك وفي امرأتك" قال: فتلا عنا في المسجد وأنا شاهد، فلما فرغا، قال: كذبتُ عليها يارسول الله! إن أمسكتُها ؟ فطلقها ثلاثاً قبل أن يأمره رسول الله صلى الله عليه وسلم حين فرغا من التلاعن، ففارقها عند النبي صلى الله عليه وسلم". إلى آخر الحديث. (صحيح البخاري: ٢/٨٠٠، كتاب الطلاق، باب اللعان ومن طلق بعد اللعان، قديمي)

(٣) (الصحيح لمسلم، كتاب اللعان: ١/٤٨٩، قديمي)

(٤) (سنن أبي داود: ٢/٣٠٦، كتاب الطلاق، باب اللعان، دار الحديث ملتان)

علامہ شوکانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نیل الأوطار میں لکھا ہے: "رجالہ رجال الصحیحین" (۱)۔ جمع الفوائد: ۲/۶۲۲، میں اس حدیث کو بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ کے حوالہ سے ذکر کیا ہے (۲)۔

امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سنن: ۲/۹۹ میں عنوان: "الثلاثة المجموعة وما فيه التغليظ" کے تحت بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق یکدم دیدی: "ثلث تطليقات جميعاً" (۳)۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غضبناک ہوگئے (کیونکہ تین طلاق یکدم دینا بہت قبیح و مذموم ہے) مگر یہ نہیں فرمایا کہ یہ واقع نہیں ہوئی اور نہ یہ فرمایا کہ تم کو رجعت کا حق حاصل ہے، رجعت کرلو۔ پھر امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے باب منعقد کیا ہے "باب الرخصة في ذلك"۔ اس میں عویمر عجلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک مجلس میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے تین طلاق دینا بیان کیا ہے (۴)۔

---

(۱) (نيل الأوطار: ۷/۶۶، كتاب اللعان، بابٌ: لا يجتمع المتلاعنان أبداً، دار الباز للنشر والتوزيع، مكة المكرمة)

(۲) "أن عويمر العجلاني رحمه الله تعالىٰ جاء إلى عاصم بن عدي الأنصاري فقال: أرأيت رجلاً وجد مع امرأته رجلاً.......... فأسأل عن ذلك رسول الله .... فقال صلى الله عليه وسلم: "قد نزل فيك وفي صاحبتك فاذهب، فأت بها .... قال عويمر: كذبتُ عليها يارسول الله! إن أمسكتُها ؟ فطلقها ثلاثاً قبل أن يأمره رسول الله صلى الله عليه وسلم" .... للستة إلا الترمذي". (جمع الفوائد: ۱/۴۰۸، اللعان، مكتبه اسلاميه لائل پور)

(۳) "أخبرنا سليمان بن داود .... قال: أخبر رسول الله صلى الله عليه وسلم عن رجل طلق امرأته ثلث تطليقات جميعاً، فقام غضباناً، ثم قال: "أيلعب بكتاب الله وأنا بين أظهركم". إلى آخر الحديث. (سنن النسائي: ۲/۹۹، كتاب الطلاق، قديمي)

(۴) "إن عويمر العجلاني رضي الله تعالىٰ عنه جاء إلى عاصم بن عدي فقال: أرأيت ياعاصم! لو أن رجلاً وجد مع امرأته أيقتله فيقتلونه، أم كيف يفعل؟ سل لي -ياعاصم!- رسولَ الله صلى الله عليه وسلم ...... فقال عويمر: والله لاأنتهي حتى أسأل عنها رسول الله صلى الله عليه وسلم .... قال سهل: فتلاعنا وأنا مع الناس عند رسول الله صلى الله عليه وسلم، فلما فرغ عويمر قال: كذبتُ عليها يارسول الله! إن =

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے باب منعقد کیا ہے "باب من أجاز الطلاق الثلاث" اس کے ذیل میں عویمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ نقل کیا ہے (۱)۔ نیز امرأۂ رفاعہ کا واقعہ بیان کیا ہے جن کو بغیر حلالہ کے شوہرِ اول کی طرف عود کرنے کی اجازت نہیں دی گئی (۲)۔ نیز حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث بیان کی ہے جس میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی تھی، اس کو بغیر حلالہ کے شوہرِ اول کے لئے جائز نہیں فرمایا (۳)۔

سنن دارقطنی، ص: ۴۳۳ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت مرفوعاً ہے: "من طلق ألبتة،

= أمسكتُها؟ فطلقها ثلاثاً قبل أن يأمره رسول الله صلى الله عليه وسلم". (سنن النسائي: ۲/۹۹، ۱۰۰، باب الرخصة في ذلک، قديمي).

(۱) "عن ابن شهاب أن سهل بن سعد الساعدي أخبره أن عويمر العجلاني رضي الله تعالىٰ عنه جاء إلى عاصم بن عدي فقال: أرأيت ياعاصم! لوأن رجلاً وجد مع امرأته رجلاً أيقتله، فيقتلونه أم كيف يفعل؟ سل لي -ياعاصم!- رسول الله صلى الله عليه وسلم ...... فقال عويمر: والله! لاأنتهي حتى أسأل عنها رسول الله صلى الله عليه وسلم .... قال سهل: فتلاعنا وأنا مع الناس عند رسول الله صلى الله عليه وسلم، فلما فرغ عويمر، قال: كذبتُ عليها يارسول الله! إن أمسكتُها؟ فطلقها ثلاثاً قبل أن يأمره رسول الله صلى الله عليه وسلم". (صحيح البخاري: ۲/۷۹۱، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث، قديمي)

(۲) "عن ابن شهاب قال: أخبرني عروة بن الزبير أن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها أخبرته أن امرأة رفاعة القرظي جاء ت إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! إن رفاعة طلقني، فبتّ طلاقي، وإني نكحت بعده عبدالرحمن بن الزبير القرظي، وإنما معه مثل الهدبة، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لعلک تريدين أن ترجعي إلى رفاعة، لا حتى يذوق عسيلتک وتذوقي عسيلته". (صحيح البخاري: ۲/۷۹۱، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث، قديمي)

(۳) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها أن رجلاً طلق امرأته ثلثاً، فتزوجت، فطلق، فسأل النبي صلى الله عليه وسلم أتحل للأول؟ قال: "لا، حتى يذوق عسيلتها كما ذاق الأول". (صحيح البخاري: ۲/۷۹۱، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث، قديمي)

ألزمناه ثلاثاً، فلا تحل له حتى تنكح زوجاً غيره"(۱)۔ جوشخص طلاقِ البتہ دیدے، اس پر بھی تین طلاق کولازم کردیا گیا، حالانکہ اس نے لفظ ''طلاق'' تین دفعہ نہیں کہا نہ لفظ ''ثلاث'' کہا، اس سے بھی زیادہ واضح اور مفصل بطورِ قاعدہ کلیہ کے فرمادیا گیا:"أيما رجل طلّق امرأته ثلاثاً مبهمةً أوثلاثاً عندالأقراء، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره". دارقطنی، ص:٤٣٧(۲)۔

یعنی جوشخص بھی اپنی بیوی کوتین طلاق دیدے خواہ تینوں مبہم طور پر بیک وقت دے، خواہ تین طہر میں الگ الگ دے، اب وہ بغیر حلالہ کے شوہراول کے لئے حلال نہیں۔ یہاں صاف صاف بتادیا گیا ہے کہ تین طلاق سے بہرحال حرمتِ مغلظہ ثابت ہوجائے گی، ایک مجلس اورتین مجلس، یا ایک طہر یا تین طہر کواس میں کوئی دخل نہیں ہے، دونوں کاحکم حرمتِ مغلظہ ثابت ہونے کے لئے یکساں ہے۔

اجماع

حافظ الکتاب والسنۃ شیخ الحاکم ابوبکر جصاص رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے:"فالكتاب والسنة وإجماع الأمة توجب إيقاع الثلاث معاً وإن كانت مبهمةً، اهـ". أحكام القرآن: ١/٤٥٩(۳)۔ائمۂ اربعہ بھی اس پر متفق ہیں(۴)، البتہ روافض اور داؤد ظاہری تین طلاق کے منکر ہیں(۵)، ان کا کہنا ہے کہ تین طلاق ایک مجلس میں دینے سے ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے اوروہ اپنے اس

---

(۱) (سنن الدارقطني: ۱۴/۴، كتاب الطلاق، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) (سنن الدارقطني: ۲۱/۴، كتاب الطلاق، دارالكتب العلمية بيروت)

(۳) (أحكام القرآن: ۳۸۸/۱، ذكر الحجاج لإيقاع الثلاث معاً، قديمى)

(۴) "وذهب جماهير العلماء من التابعين ومن بعدهم، منهم الأوزاعي والنخعي والثوری وأبوحنيفة وأصحابه والشافعي وأصحابه وأحمد وأصحابه وإسحاق وأبوثور وأبو عبيدة وآخرون كثيرون -رحمهم الله تعالىٰ- على أن من طلق امرأته ثلاثاً، وقعن، ولكنه يأثم". (عمدة القاری: ۲۳۳/۲۰، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلث، أمين بيروت)

(۵) "وفى الترجمة إشارة إلى أن من السلف مَن لم يجوّز وقوع طلاق الثلث، فيحتمل أن يكون مراده بعدم الجواز من قال: لايقع الطلاق إذا أوقعها مجموعةً، للنهى عنه، وهو قولٌ للشيعة وبعض أهل الظاهر". (بذل المجهود: ۶۲/۴، باب فى نسخ المراجعة بعد تطليقات الثلث، امداديه ملتان)

دعویٰ پر دو دلیلیں پیش کرتے ہیں:

پہلی دلیل: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مقولہ ہے کہ ’’حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں تین طلاق ایک تھی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں بھی دو سال تک یہی حال رہا‘‘۔ یہ مقولہ مسلم شریف میں ہے۔ شراحِ حدیث نے اس پر آٹھ طرح کلام کیا ہے، ملاحظہ ہو فتح الباری، عمدۃ القاری، اوجز المسالک، بذل المجہود، نووی (۱)۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ تین طلاق کو

---

(۱) قال الحافظ ابن حجر العسقلانی رحمه الله تعالیٰ: "ولفظ المتن: "أما علمت أن الرجل كان إذا طلق امرأته ثلاثاً قبل أن يدخل بها، جعلوها واحدةً" الحديث. فتمسک بهذا السياق من أعلّ الحديث وقال: إنما قال ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما ذلک فی غير المدخول بها، وهذا أحد الأجوبة عن هذا الحديث، وهی متعددة، وهو جواب إسحاق بن راهويه وجماعة، وبه جزم زكريا الساجنی من الشافعية. ووجّهوه بأن غير المدخول بها تبين إذا قال لها زوجها: أنت طالق، فإذا قال ثلاثاً، لغا العدد لوقوعه بعد البينونة .... اهـ .

الجواب الثانی: دعویٰ شذوذ رواية طاؤس، وهی طريقة البيهقی، فإنه ساق الروايات عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما بلزوم الثلاث، ثم نقل عن ابن المنذر أنه لايظن بابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما أنه حفظ عن النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم شيئاً ويفتی بخلافه، فيتعين المصير إلى الترجيح، والأخذ بقول الأكثر أولی من الأخذ بقول الواحد إذا خالفهم. وقال ابن العربی رحمه الله تعالیٰ : هذا حديث مختلف فی صحته، فكيف يقدّم علی الإجماع؟ قال: ويعارضه حديث محمود بن لبيد، يعنی: الذی تقدم أن النسائی أخرجه بأن فيه التصريح بأن الرجل طلق ثلاثاً مجموعةً ولم يردّه النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم بل أمضاه كذا قال، وليس فی سياق الخبر تعرضٌ لإمضاء ذلک ولا لردّه.

الجواب الثالث: دعوی النسخ، فنقل البيهقی عن الشافعی رحمه الله تعالیٰ أنه قال: يشبه أن يكون ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما علم شيئاً نسخ ذلک. قال البيهقی رحمه الله تعالیٰ : ويقوّيه ما أخرجه أبوداؤد من طريق يزيد النحوی عن عكرمة عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: كان الرجل إذا طلق امرأته، فهو أحق برجعتها وإن طلقها ثلاثاً، فنسخ ذلک ....اهـ.

الجواب الرابع: دعویٰ الاضطراب، قال القرطبی فی "المفهم": وقع فيه مع الاختلاف علی ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما الاضطراب فی لفظه، وظاهر سياقه يقتضی النقل عن جميعهم أن =

....

= معظمهم كانوا يرون ذلك، والعادة في مثل هذا أن يفشو الحكم وينتشر، فكيف ينفرد به واحد عن واحد؟ قال: فهذا الوجه يقتضي التوقف عن العمل بظاهره إن لم يقتض القطع ببطلانه.

الجواب الخامس: دعویٰ أنه ورد في صورة خاصة، فقال ابن سريج وغيره: يشبه أن يكون ورد في تكرير اللفظ كأن يقول: أنت طالق أنت طالق أنت طالق، وكانوا أولاً على سلامة صدورهم يقبل منهم أنهم أرادوا التأكيد، فلما كثر الناس في زمن عمر رضي الله تعالیٰ عنه وكثر فيهم الخداع ونحوه مما يمنع قبول مَن ادعى التأكيد، حمل عمرُ رضي الله تعالیٰ عنه اللفظ على ظاهر التكرار فأمضاه عليهم. وهذا الجواب ارتضاه القرطبي وقواه بقول عمر رضي الله تعالیٰ عنه: "إن الناس استعجلوا في أمرٍ كانت لهم فيه أناة". وكذا قال النووي رحمه الله تعالیٰ: إن هذا أصح الأجوبة.

الجواب السادس: تأويل قوله: "واحدةً" وهو أن معنى قوله: "كان الثلاث واحدةً" أن الناس في زمن النبي صلى الله تعالیٰ عليه وسلم كانوا يطلّقون واحدةً، فلما كان زمن عمر رضي الله تعالیٰ عنه كانوا يطلقون ثلاثاً. ومحصله أن المعنى أن الطلاق الموقع في عهد عمر رضي الله تعالیٰ عنه ثلاثاً كان يوقع قبل ذلك واحدةً؛ لأنهم كانوا لايستعملون الثلاث أصلاً، أو كانوا يستعملونها نادراً، وأما في عهد عمر رضي الله تعالیٰ عنه فكثر استعمالهم لها.

ومعنى قوله: "فأمضاه عليهم وأجازه" وغير ذلك: أنه صنع فيه من الحكم بإيقاع الطلاق ماكان يصنع قبله. ورجّح هذا التأويلَ ابنُ العربي ونسبه إلى أبي زرعة الرازي، وكذا أورده البيهقي بإسناده الصحيح إلى أبي زرعة أنه قال: معنى هذا الحديث عندي أن ماتطلقون أنتم ثلاثاً كانوا يطلقون واحدةً. قال النووي: وعلى هذا فيكون الخبر وقع عن اختلاف عادة الناس خاصةً لاعن تغير الحكم في الواحدة. فالله أعلم.

الجواب السابع: دعوى وقفه، فقال بعضهم: ليس في هذا السياق أن ذلك كان يبلغ النبي صلى الله تعالیٰ عليه وسلم فيقرّه، والحجة إنما هي في تقريره.......... اهـ.

الجواب الثامن: حمل قوله: "ثلاثاً" على أن المراد بها لفظ "ألبتة" كما تقدم في حديث ركانة سواء، وهو من رواية ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنهما أيضاً، وهو قوي ويؤيده إدخال البخاري في هذا الباب الآثار التي فيها "ألبتة" والأحاديث التي فيها التصريح بالثلاث كأنه يشير إلى عدم الفرق بينهما، وأن "ألبتة" إذا أطلقت حُمل على الثلاث، إلا إن أراد المطلِّق واحدةً فيقبل، فكأن بعض رواته حمل لفظ =

ایک طلاق قرار دینے کے لئے یہ مقولہ کافی نہیں۔

مؤطا امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے شارح "الاستذکار" میں فرماتے ہیں: "إن هذه الرواية وهمٌ وغلطٌ لم يخرج عليها أحدٌ من العلماء، اهـ". الجوهر النقی: ۱۱۳/۲ میں اس کو نقل کیا ہے (۱)۔ یعنی یہ روایت وہم اور غلط ہے، علماء میں سے کسی نے بھی اس کو قابلِ التفات نہیں سمجھا۔

اس کو طاؤس کے حوالہ سے نقل کیا جاتا ہے، لیکن حضرت طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ خود ہی اس کی تردید کرتے ہیں، چنانچہ کتاب ادب القضاء میں ہے:

"أخبرنا علی ابن عبد الله –و هو ابن المدینی– عن عبد الرزاق عن معمر عن ابن طاؤس عن طاؤس أنه قال: من حدثك عن طاؤس أنه كان يروی طلاق الثلاث واحدةً، كذِّبه، اهـ" (۲)۔

"یعنی طاؤس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ جو شخص تم سے بیان کرے کہ طاؤس حدیثِ طلاق ثلاث

= "ألبتة" علی الثلاث لاشتهار التسوية بينهما فرواها بلفظ الثلاث، وإنما المراد لفظ ألبتة، وكانوا في العصر الأول يقبلون ممن قال: أردتُ بألبتة الواحدة، فلما كان عهد عمر رضی الله تعالیٰ عنه أمضی الثلاث في ظاهر الحكم". (فتح الباری شرح صحیح البخاری: ۳۶۳/۹، ۳۶۴، ۳۶۵، كتاب الطلاق، باب من جوّز الطلاق الثلاث، (رقم الحديث: ۵۲۵۹-۵۲۶۰)، دارالمعرفة، بيروت)

(وكذا في عمدة القاری، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث: ۳۳۱/۲۰، رشيديه)

(وبذل المجهود: ۲۷۱/۳، كتاب الطلاق، باب في نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث، معهد الخليل الاسلامی كراتشی)

(وأوجز المسالك إلی موطا الإمام مالك: ۳۳۱/۴، كتاب الطلاق، ماجاء في ألبتة، مكتبه يحيويه سهارنفور)

(وشرح النووی علی صحيح مسلم: ۴۷۸/۱، كتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث، قديمی)

(۱) (الجوهر النقی علی هامش السنن الكبری، كتاب الخلع والطلاق، باب: من جعل الثلاث واحدة: ۳۳۷/۷، إدارة تاليفات اشرفيه)

(۲) (لم أجده)

واحدۃ کو روایت کرتے ہیں تو تم اس کی تکذیب کرنا، اس کو جھوٹا سمجھنا، میں اس کو روایت نہیں کرتا، میری طرف اس کی نسبت غلط ہے''۔

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فتویٰ بھی اس مقولہ کے خلاف ہے ان کا فتویٰ یہ ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دیدے تو تینوں واقع ہو جاتی ہیں، جیسا کہ ابوداود شریف میں ہے:

''عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما کلهم قالوا فی الطلاق الثلاث: إنه أجازها، اهـ''. بذل المجهود: ۳/۷۰(۱)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق یہ گمان قائم نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اپنے نقل کردہ مقولہ کے خلاف فتویٰ دیں گے۔

امام ابوداود اپنی سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ پہلے یہ طریقہ تھا کہ تین طلاق کے بعد رجعت کی جاتی تھی پھر آیت: ﴿الطلاق مرتان﴾ الخ کے ذریعہ حقِ رجعت کو دو طلاق تک محدود کر کے تیسری طلاق کے بعد حقِ رجعت کو منسوخ کر دیا گیا، اس کو بیان کرنے کے لئے باب منعقد کیا ہے: ''باب فی نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث''. اس کے ذیل میں نقل کیا ہے:

''عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء، ولا يحل لهن أن يكتمن ما خلق اللّٰہ فی أرحامهن﴾. الآية، وذلك أن الرجل كان إذا طلق امرأته، فهو أحق برجعتها وإن طلقها ثلاثاً، فنسخ ذلك فقال: ﴿الطلاق مرتان﴾. الآية، اهـ''. بذل المجهود: ۳/۶۱(۲)۔

---

(۱) (سنن أبی داؤد، كتاب الطلاق، باب فی نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث: ۱/۳۰۶، إمداديه ملتان)

(وكذا فی بذل المجهود: ۴/۷۰، كتاب الطلاق، باب بقية نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث، مكتبه إمداديه ملتان)

(۲) (سنن أبی داؤد، كتاب الطلاق، باب فی نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث: ۱/۳۰۴، إمداديه ملتان)

(وكذا فی بذل المجهود: ۴/۶۲، كتاب الطلاق، باب فی نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلث، مكتبه امداديه ملتان)

یعنی تین طلاق کے بعد بھی رجعت کی اجازت تھی جس کو آیت: ﴿الطلاق مرتان﴾ نے منسوخ کردیا، ایسا نہیں تھا کہ تین طلاق دینے پر ایک ہی ہوتی ہو، ہاں! یہ بات تھی کہ تین طلاق کے بعدِ حقِ رجعت تھا، نزولِ آیت کے بعد وہ حق ختم ہوگیا۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ روایت قرآن کریم کے موافق ہے، احادیث کے موافق ہے، اجماعِ سلف کے موافق ہے، خود ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فتویٰ کے موافق ہے، اس کے برعکس ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف نسبت کردہ مقولہ (کہ تین طلاق ایک تھی) ان سب کے خلاف ہے۔ اگر شراح کے پیش کردہ اشکالات کے باوجود اس مقولہ کو صحیح تسلیم کرلیا جائے تو اس کا ایک بہت ہی ظاہر اور بے غبار مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دیتا تھا اور کہتا تھا کہ میں نے پہلا لفظ طلاق کے لئے کہا ہے، دوسرا اور تیسرا لفظ محض تاکید کے لئے کہا ہے، طلاق کے لئے نہیں کہا تو زمانۂ خیر القرون میں سلامتِ صدر اور غلبۂ صدق کی بناپر اس کا قول قبول کرلیا جاتا اور اس کو حقِ رجعت دیدیا جاتا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں طلاق کے واقعات بکثرت پیش آنے لگے، نیز صدق میں بھی کمی محسوس کی گئی تو انہوں نے اعلان فرمایا کہ آئندہ کوئی شخص اس طرح طلاق دے گا یعنی تین لفظوں سے طلاق دے تو وہ تین ہی شمار ہوں گی، نیتِ تاکید کا (قضاءً) اعتبار نہ ہوگا۔ اصل یہی ہے کہ تین لفظ سے تین ہی طلاق کا حکم ہو، تین کا ایک ہونا تو خلافِ اصل ہے، اصل سے عدول کرکے تاکید کی نیت کا اعتبار کرنے کی جو وجہ تھی (سلامتِ صدر اور غلبۂ صدق) وہ موجود نہیں رہی، اس لئے ان الفاظ کا جو اصل موضوع لہ ہے وہی متعین کردیا گیا(۱)۔

دوسری دلیل: حدیث رکانہ ہے کہ ان کو تین طلاق کے بعدِ حقِ رجعت دیا گیا، اس پر محدثین نے

---

(۱) "قال ابن سريج وغيره: يشبه أن يكون في تكرير اللفظ كأن يقول: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، وكانوا أولاً على سلامة صدورهم يُقبل منهم أنهم أرادوا التأكيد، فلما كثر الناس في زمن عمر، وكثر فيهم الخداع ونحوه مما يمنع قبول مَن ادعى التأكيد، حمل عمر اللفظ على ظاهر التكرار، فأمضاه عليهم". (بذل المجهود: ۶۳/۴، بيان الاختلاف في الطلقات الثلث في مجلس واحد، إمداديه ملتان)

(وكذا في شرح الصحيح لمسلم للنووي: ۴۷۸/۱، باب طلاق الثلث، قديمي)

کلام کیا ہے کہ یہ واقعہ رکانہ کا ہے یا ابورکانہ کا، نیز اس کی سند میں بعض راوی ایسے ہیں جن کی روایت ضعیف ومعلول ہے(۱)۔

سب سے قطعِ نظر اصل واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے صراحۃً تین طلاق نہیں دی تھی، بلکہ طلاقِ "ألبته" دی تھی اور اس وقت طلاقِ البتہ بھی تین طلاق کے موقع پر استعمال ہوتی تھی، جیسا کہ سنن دارقطنی، ص:۴۳۳، کے حوالہ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث اوپر گزر چکی ہے(۲)، اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حلف دے کر پوچھا کہ تم نے ایک کا ارادہ کیا تھا؟ جب انہوں نے حلف سے بیان کیا کہ میرا ارادہ ایک ہی طلاق کا تھا تب ان کو رجعت کا اختیار دیا گیا۔ ترمذی شریف:۱/۱۴۰، میں ہے:

"عن عبداللّٰہ بن يزيد بن ركانة عن أبيه عن جده قال: أتيت النبي صلى الله عليه وسلم فقلت: يا رسول الله! إني طلقت امرأتي ألبتّة، فقال: "ماأردت بها"؟ فقلت: واحدةً، قال: "والله"؟ قلت: والله، قال: "فهو ماأردت، اهـ". (۳)۔

اسی کو امام ابوداؤد نے "أصح" کہا ہے:۳/۰۷(۴)۔

---

(۱) "وقد أجابوا عنه بأربعة أشياء: أحدها أن محمد بن إسحاق وشيخه مختلف فيهما .... والثاني: معارضته بفتوى ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما بوقوع الثلاث كما تقدم من رواية مجاهد وغيره، فلايظن بابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما أنه كان عنده هذا الحكم عن النبي صلى الله عليه وسلم ثم يفتي بخلافه إلا بمرجّح ظهر له، وراوي الخبر أخبرُ من غيره بماروى. والثالث: أن أبا داؤد رجّح أن ركانة إنما طلق امرأته ألبتة كما أخرجه هو من طريق آل بيت ركانة .... والرابع: أنه مذهب شاذ، فلا يعمل به". (فتح الباري: ۹/۳۶۲، ۳۶۳، كتاب الطلاق، باب من جوز طلاق الثلاث، دارالفكر بيروت)

(۲) (سنن الدارقطني: ۴/۲۰، كتاب الطلاق، دارالكتب العلميه بيروت)

(۳) (جامع الترمذي: ۱/۲۲۲، أبواب الطلاق واللعان، باب ماجاء في الرجل طلق امرأته ألبتة، سعيد)

(۴) قال أبو داؤد: "هذا أصح من حديث ابن جريج أن ركانة طلق امرأته ثلاثاً؛ لأنهم أهل بيته وهم أعلم به، وحديث ابن جريج رواه عن بعض بني أبي رافع عن عكرمة عن ابن عباس". (سنن أبي داؤد: ۱/۳۰۸، كتاب الطلاق، باب في البتة، إمداديه ملتان)

(وكذا في بذل المجهود: ۴/۷۶، كتاب الطلاق، باب في البتة، مكتبه امداديه، ملتان)

جس روایت میں "طلقها ثلاث" ہے، وہ روایت بالمعنیٰ ہے، اس لئے کہ "اَلبتہ" بھی "ثلاثاً" کے معنیٰ میں مستعمل ہوتا تھا(۱)۔ اس البتہ میں اختلاف ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو ایک قرار دیتے ہیں، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تین قرار دیتے ہیں، امام ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ اور اہلِ کوفہ نیت پر مدار رکھتے ہیں، ایک کی نیت کی ہو تو ایک، تین کی نیت کی ہو تو تین، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ دو کی نیت بھی معتبر مانتے ہیں، امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ سب اقوال نقل کئے ہیں:

"وقد اختلف أهل العلم من أصحابِ النبی صلی اللّٰه علیه وسلم وغیرهم فی طلاق ألبتّة، فروی عن عمر بن الخطاب رضی اللّٰه تعالیٰ عنه أنه جعل ألبتة واحدةً. وروی عن علی رضی اللّٰه تعالیٰ عنه أنه جعلها ثلاثاً. وقال بعض أهل العلم: فیه نیة الرجل إن نویٰ واحدةً فواحدةٌ، وإن نویٰ ثلاثاً ثلاثٌ، وإن ثنتین لم تكن إلا واحدةً، وهو قول الثوری وأهل الكوفة. وقال مالك بن أنس رضی اللّٰه تعالیٰ عنه فی ألبتة: إن كان قد دخل بها، فهی ثلاث تطلیقات. وقال الشافعی: إن نویٰ واحدةً فواحدة یملك الرجعة، وإن نویٰ ثنتین فثنتین، وإن نویٰ ثلاثاً فثلاث، اهـ". ترمذی شریف: ۱/۱۴۰(۲)۔

الحاصل: نہ حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ مفیدِ مطلب ہے، نہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا نقل کردہ مقولہ تین کو ایک بنانے کے لئے کافی ہے۔

تین کا تین ہونا اصل کے بھی مطابق ہے، ائمۂ اربعہ کا یہی متفقہ مسلکِ مختار ہے(۳)۔ ائمۂ اربعہ کا مذہب عینِ حدیث کے موافق ہونے کی وجہ سے "إذا صح الحدیث فهو مذهبی" پورے طور پر صادق ہے،

---

(۱) "أن أبا داؤد رجّح أن ركانة إنما طلق امرأته ألبتة كما أخرجه هو من طریق أهل بیت ركانة، وهو تعلیل قوی لجواز أن یكون بعض رواته حمل ألبتة علی الثلث". (بذل المجهود: ۶۳/۴، نسخ المراجعة بعد التطلیقات الثلث، إمدادیه ملتان)

(۲) (جامع الترمذی: ۱/۲۲۲، أبواب الطلاق واللعان، باب ماجاء فی الرجل طلق امرأته ألبتة، سعید)

(۳) "وذهب جمهور الصحابة والتابعین ومن بعدهم من أئمة المسلمین إلی أنه یقع ثلاث".
(ردالمحتار: ۲۳۳/۳، كتاب الطلاق، سعید)

پھر بوقتِ ضرورت دوسرے امام کے مذہب پر فتویٰ کی بحث اس جگہ بے محل ہے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں سب ائمہ سے الگ اور منفرد ہیں، ان کے اقران اہلِ علم ان کے مخالف ہیں، سب نے ہی ان پر رد کیا ہے، ملاحظہ کیجئے: طبقاتِ کبریٰ، فتح الباری، عینی وغیرہ۔ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اغاثۃ اللہفان میں اس پر تفصیلی بحث کی ہے اور اپنے استاذ کی جانب سے دفاع کی کوشش کی ہے، مگر وہ کوشش میں ناکام رہے، حتی کہ خود ان کے تلمیذ علامہ ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے استاذ ابن القیم رحمہ اللہ تعالیٰ کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے ان کے مزعومہ دلائل کو توڑ دیا اور مستقل کتاب تصنیف کی ہے جس کا نام ہے "بیان مشکل الأحادیث الواردة فی أن الطلاق الثلاث طلقة واحدة"۔

تین طلاق کو ایک قرار دے کر بہر صورت حقِ رجعت دینا کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اجماعِ سلف صالحین، فتاویٰ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ائمۂ اربعہ رحمہ اللہ تعالیٰ سب کے خلاف ہے، کوئی گنجائش نہیں، اس طرح بغیر حلالہ کے اگر کوئی شخص نکاح کرے گا تو وہ نکاح نہیں ہوگا، بلکہ نکاح کے نام پر نہایت غلط اور شرمناک فحش کام ہوگا۔ اللہ پاک اس سے محفوظ رکھے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۳/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۳/۹۰ھ۔

ضمیمہ

[۲/۶۱۱۲]: سائل نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقلد ہونے کے باوجود تین طلاق سے بیوی پر حرمتِ مغلظہ ہونے کی تقدیر پر اہلِ حدیث کا ارادہ ظاہر کیا ہے اور فاضل مجیب نے دیگر ائمہ کے مذاہب پر فتویٰ دینے کی رہنمائی بھی کی ہے، یہ بحث یہاں بے محل ہے، اس لئے کہ حرمتِ مغلظہ ہوجانا صرف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا اجتہادی واستنباطی مسئلہ نہیں ہے بلکہ قرآن کریم سے ثابت ہے، حدیث شریف سے ثابت ہے، اجماع سے ثابت ہے، تاہم مسئلۂ انتقالِ مذہب پر بھی روشنی ڈالنا ضروری ہے، کیونکہ سائل صرف اس مسئلہ میں اہلِ حدیث کی رائے پر عمل کی اجازت کا خواہشمند نہیں، بلکہ مستقلاً تبدیلِ مذہب کے لئے آمادہ ہے۔

جو شخص مجتہد نہ ہو (اس میں صفات وشرائطِ اجتہاد موجود نہ ہوں) اس کے ذمہ تقلید ضروری ہے (یہ مسئلہ اپنی جگہ پر مدلل ومبرہن ہے) ایسا شخص اگر ایک مجتہد کی تقلید اختیار کرنے کے بعد اپنی وسعتِ نظر اور تحقیق کی بناء

پر کسی دوسرے امام مجتہد کے مذہب کو اقرب الی الکتاب اور اَوفق بالسنۃ پاتا ہو اور دلائل کی قوت وضعف اور احادیث کے مَحامل کو پورے طور پر پہچانتا ہو اور ناسخ ومنسوخ کو جانتا ہو، جرح وتعدیل، شرحِ غریب، رفعِ تعارض، جمعِ روایات وترجیحِ راجح سے بخوبی واقف ہو، اسانید پر گہری نظر رکھتا ہو، اجماعی مسائل اس کو محفوظ ہوں تو اس کے لئے جذبۂ دیانت کے تحت جائز ہے کہ وہ امامِ سابق کے مسلک سے دوسرے امام کے مسلک کی طرف منتقل ہوجائے اور آئندہ اسی کی پیروی کرے، اپنی گزشتہ زندگی میں مسلکِ قدیم پر جو عمل کر چکا ہے، اس کا وہ عمل ضائع نہیں ہوگا، اور مسلکِ جدید کے تحت وہ اگر صحیح نہیں تھا تو اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہوگی۔

اسی طرح اگر مسلکِ قدیم کے تحت کوئی حرمت متحقق ہوچکی ہے تو مسلکِ جدید اختیار کرنے سے وہ حرمت مرتفع نہیں ہوگی۔ غرض! گزشتہ کسی عمل پر اس کا اثر نہیں ہوگا۔ شرح تحریر، فواتح الرحموت وغیرہ میں اس کی بحث موجود ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۱۹/۳/۹۰ھ۔

---

(۱) "وفي بحر الزركشي ماملخصه: العلم نوعان: نوعٌ يشترك في معرفته الخاصة والعامة .... ونوع يختص بمعرفته الخاصة. والناس فيه ثلاثة أقسام: الأول: العامي الصرف ..... الثاني: العالم الذى حصل بعض العلوم المعتبرة ولم يبلغ رتبة الاجتهاد، فاختار ابن الحاجب وغيره أنه كالعامي الصرف لعجزه عن الاجتهاد. وقيل: لايجوز له ذلك، ويجب عليه معرفة الحكم بطريقه؛ لأن له صلاحيةً معرفة الأحكام بخلاف غيره .... وكذا لاإشكال في إلحاقهم بالمجتهدين؛ إذ لايقلد مجتهد مجتهداً، ولا يمكن أن يكون واسطةٌ بينهما؛ لأنه ليس لنا سوى حالتين. قال ابن المنير: والمختار أنهم مجتهدون ملتزمون أن لايحدثوا مذهباً، فإن إحداث مذهب زائد بحيث يكون لفروعه أصول وقواعد مباينة لسائر قواعد المتقدمين، فمتعذر الوجود لاستيعاب المتقدمين سائر الأساليب.

نعم! لايمتنع عليهم تقليد إمام في قاعدة، فإذا ظهر له صحة مذهب غير إمامه في واقعة، لم يجزله أن يقلد إمامه، لكن وقوع ذلك مستبعدٌ لكمال نظر مَن قبله". (التقرير والتحبير شرح التحرير: ۴۶۰/۳، غير المجتهد المطلق يلزمه التقليد، دارالفكر بيروت)

ایک مجلس میں تین طلاق دینے کا حکم

سوال[۶۱۱۳]: زید نے اپنی زوجہ کو ایک مجلس میں تین طلاق دیدی، طلاق دیئے ہوئے ابھی تقریباً ڈیڑھ ماہ گزرے ہیں، کیا وہ اپنی بیوی کو پھر رجوع کرسکتا ہے؟ جواب از روئے قرآن وحدیث ارسال ہو۔

جواب از طرف اہل حدیث

الجواب:

قال الله تعالیٰ ﴿الطلاق مرتان، فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان .... حتى تنكح زوجاً غيره﴾ سوره بقرة، وقال الله تعالیٰ: ﴿يا أيها النبى إذا طلقتم النساء، فطلقوهن لعدتهن﴾ (سوره طلاق)۔

ان آیاتِ کریمہ سے صاف ثابت ہے کہ طلاق بدفعات دی جائے تا کہ رجعت کا اختیار باقی رہے، ایک قسم کی تین طلاق چونکہ ایک رجعی ہوتی ہے اس لئے صورت مسئولہ میں زید اپنی بیوی کو رجوع کرسکتا ہے۔

صحیح مسلم شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے:

"كانت الطلاق على عهد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وأبى بكر و صدراً من خلافة عمر رضى الله تعالىٰ عنهما طلاق الثلاث واحدةً" (۱)۔

یعنی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں اور شروعِ خلافتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تین طلاقیں ایک ہوا کرتی تھیں، یہی مذہب ہزار ہا صحابہ کرام کا تھا جیسا کہ تعلیق المغنی شرح دارقطنی میں ہے:

"سنن رجال كل صحابى من عهد الصديق إلى ثلث سنين من خلافة عمر رضى الله تعالىٰ عنه يزيدون على الألف"(۲)۔

یعنی حضرت ابوبکر کے زمانہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلافت کے تین سال تک ہزار ہا صحابہ

---

(۱) (الصحیح لمسلم: ۱/۴۷۷، کتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث، قدیمی)

(۲) (التعليق المغنى شرح الدار قطنى: ۴/۴۷، كتاب الطلاق والخلع والإيلاء وغيره، دارنشر الكتب الإسلامية لاهور)

کا یہی فتویٰ رہا کہ ایک جلسہ کی تین طلاق ایک ہوتی ہے، جب کثرت سے لوگوں نے طلاق دینا شروع کردی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیاسۃً تین کو تین کردیا جیسا کہ اسی صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرماتے ہیں:

"إن الناس قد استعجلوا في أمر قد كانت لهم فيه أناة، فلو أمضيناه عليهم، الخ"(۱)۔ یعنی لوگوں نے ایسے کام میں جلدی کرنا شروع کردی جس میں ان کو دیر کرنا چاہئے تھا، پس ہم تینوں ان پر جاری کردیں گے، چنانچہ جاری کردیا، لیکن جب اس طریق سے طلاق میں کمی نہیں ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت پچھتائے اور اس سے رجوع فرمالیا جیسا کہ حدیث کی بہت بڑی کتاب مسند اسماعیلی میں ہے: قال عمر: "ما ندمت على شيء ندامتي على ثلاث: أن لا أكون حرّمت الطلاق، الخ". دیکھو: إغاثة اللهفان مصري(۲) یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے تین مسئلوں پر بڑی ندامت ہوئی، ان میں سے ایک یہ مسئلہ بھی ہے۔

پھر حضرت علی وابن مسعود، عبدالرحمٰن بن عوف وابوموسیٰ اشعری وزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم دیگر بڑے صحابہ بھی فرماتے ہیں کہ ایک جلسہ کی تین طلاق ایک رجعی ہوتی ہے جیسا کہ تعليق المغني، ص: ٤٤، و فتح الباري، ص: ١٦٥، و نيل الأوطار: ٦/١٥٤، میں صاف صاف مذکور ہے(۳)۔ خود حضرت ابن

---

(۱) (الصحيح لمسلم مع شرحه الكامل للنووي: ۱/۴۷۷، كتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث، قديمي)

(۲) (إغاثة اللهفان، الطلاق، ندم عمر آخر حياته أن لايكون رد أمر الطلاق إلى ماكان عليه في عهد النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۱/۳۳٦، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

(۳) "وإذا طلق ثلاثاً مجموعةً وقعت واحدةً، وهو منقول عن علي بن أبي طالب وابن مسعود و عبد الرحمن بن عوف والزبير". (التعليق المغني شرح الدار قطني: ۴/۴۷، كتاب الطلاق، دار نشر الكتب الإسلامية لاهور)

"والرابع أنه مذهب شاذ، فلا يعمل به، وأجيب بأنه نقل عن علي وابن مسعود وعبدالرحمٰن بن عوف والزبير مثله". (فتح الباري، كتاب الطلاق، باب من جوّز الطلاق الثلاث: ۹/۳٦۳، دارالفكر، بيروت)

(وكذا في نيل الأوطار: ۷/١٦-٢٠، كتاب الطلاق، اختلاف العلماء في الطلاق الثلاث إذا أوقعت في وقت واحد، دارالباز للنشر والتوزيع، مكة المكرمة)

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جن سے صحیح مسلم کی حدیث اوپر نقل کی گئی ہے ان کا بھی یہی مذہب ہے جیسا کہ ان کے شاگرد طاؤس سے مروی ہے:"قال ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما: إذا طلق الرجل امرأته ثلاثاً، الخ. قال طاؤس: أسمعه ما كان ابن عباس يعده إلا واحدةً". تعليق المغنى ص: ٤٤٥(١)۔ یعنی جب کوئی اپنی بیوی کو تین طلاق دے تو طاؤس نے فرمایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کو ایک طلاق کہتے تھے۔

تابعین کا بھی یہی مذہب ہے: جابر بن زید، طاؤس، وعطاء، عمرو بن دینار، احمد بن عیسیٰ، عبداللہ بن موسیٰ، عکرمہ، طاؤس ومحمد ابن اسحٰق، یہی مذہب اہل بیت کا ہے، دیکھو تفسیر نیشاپوری برحاشیہ ابن جریر(۲) نیز یہی مذہب ہے بڑے بڑے علمائے محدثین کا جیسے: محمد بن تقی ومحمد بن عبدالسلام وامام رازی وامام ابن تیمیہ وابن قیم اور قاضی شوکانی وغیرہ۔

امام ابوحنیفہ سے اس مسئلہ میں دو روایتیں منقول ہیں: ایک تو وہی جو مشہور ہے، دوسری یہ کہ جلسۂ واحدہ کی تین طلاق ایک رجعی ہوتی ہے جیسا کہ محمد بن مقاتل نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے دیکھو: إغاثة مصری، وکتاب المعلم شرح مسلم(۳)۔ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے دوقولوں میں سے ایک

---

(١) (التعليق المغنى شرح الدار قطنى: ۴۸/۴، كتاب الطلاق، دارنشر الكتب الإسلامية لاهور)

(٢) "ثم من هؤلاء من قال: لو طلقها ثنتين أو ثلاثاً لايقع إلا واحدة، وهذا هو الأقيس، واختاره كثير من علماء أهل البيت". (تفسير النيسا بورى على هامش تفسير ابن جرير الطبرى: ۳۶۱/۲، بيان الطلاق ومايجوز وقوعه ومالايجوز، دارالمعرفة)

(٣) "وممن ذكر الخلاف فى ذلك داؤد وأصحابه، واختاروا أن الثلاث واحدة .... وحكاه من المتأخرين المازريُّ فى "كتاب المعلم" وحكاه عن محمد بن المقاتل من أصحاب أبى حنيفة وهو من أجل أصحابهم من الطبقة الثالثة من أصحاب أبى حنيفة، فهو أحد القولين فى مذهب أبى حنيفة". (إغاثة اللهفان، كتاب الطلاق، القياس أن لفظ الثلاث لاتكون إلا واحدةً والإجماع على ذلك: ۲۸۹/۱، ۲۹۰، مصطفىٰ البابى الحلبى مصر)

قال الشيخ: "طلاق الثلاث فى مرة واحدة واقع عند كافة الفقهاء، وقد شذ الحجاج بن أرطاة وابن مقاتل فقالا: لايقع، وتعلقا فى ذلك بمثل هذا الخبر وبما قلنا: إنه وقع فى بعض الطرق "أن ابن =

قول یہی ہے، بعض اصحابِ احمد وامام داؤد ظاہری کا بھی یہی مذہب ہے دیکھو: عمدة الرعاية(۱)۔

دوسری حدیث: "عن ابن عباس رضی اللّٰه تعالىٰ عنهما قال: طلق ركانة ابن عبد يزيد أخو المطلب امرأته ثلاثاً، فحزن عليها حزنًا شديداً، قال: فسأل رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم: "كيف طلقتها"؟ قال طلقتها ثلاثاً قال: "في مجلس واحد"؟ قال: نعم، قال: "إنما تلك واحدة، فارجعها إن شئت" قال: فراجَعَها". مسند أحمد جلد اول مطبوعہ مصری(۲)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رکانہ صحابی نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی پھر بہت پچھتائے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تو نے کیسے طلاق دی؟ انہوں نے کہا تین طلاق دی، آپ نے پوچھا کیا ایک جلسہ میں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہا کہ ایک جلسہ کی تین طلاق ایک ہوتی ہے، لہٰذا اگر تمہارا دل چاہے تو رجوع کرلو، تو رکانہ نے رجوع کرلیا۔ یہ حدیث صحیح اور حسن دونوں طریق سے مروی ہے، اعلام الموقعین (۳) میں ابوسہل نے بھی اس کو نقل کیا ہے اور صحیح کہا

= عمر طلقها ثلاثاً في الحيض وأنه لم يحتسب به" وبما وقع في حديث ركانة "أنه طلقها ثلاثاً وأمره صلى الله تعالى عليه وسلم بمراجعتها". (المعلم بفوائد مسلم، كتاب الطلاق، قول ابن عباس: كان الطلاق على عهد النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وأبي بكر وسنتين من خلافه عمر طلاق الثلاث واحدة: ۲/۱۲۶، دارالغرب الإسلامي)

(۱) "القول الثاني: إذا طلق ثلاثاً تقع واحدةٌ رجعيةٌ، هذا هو المنقول عن بعض الصحابة، و به قال داؤد الظاهري وأتباعه، وأحد القولين لمالک، و بعض أصحاب أحمد، وانتصر لهذاالمذهب ابن تيمية الحنبلي". (عمدة الرعاية: ۲/۶۳، كتاب الطلاق، سعيد)

(۲) (مسند أحمد: ۱/۴۳۸، مسند عبد الله بن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما، (رقم الحديث: ۲۳۸۳) دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۳) "طلق ركانة ابن عبد يزيد أخو المطلب امرأته ثلاثاً، فحزن عليها حزنًا شديداً، قال: فسأل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "كيف طلقتها"؟ قال: طلقتها ثلاثاً، قال: "في مجلسٍ واحد"؟ قال: نعم قال: "إنما تلک واحدة، فارجعها إن شئت". قال: فراجَعَها. فكان ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما يرى إنما الطلاق عند كل طهر. وقد صحح الإمام أحمد هذا الإسناد و حسنه". (إعلام الموقعين: ۳/۳۲، حكم جمع الطلقات الثلث بلفظ واحد، دارالكتب العلمية بيروت)

ہے، فتح الباری پارہ:۲۲،ص:۱۶۳(۱)۔

حررہ خادم اسلم۔

الاستفتاء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

سوال [۲۱۱۴]: ۱...... یہ شامل نقل فتوی مولانا عبدالحیٔ صاحب لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارسال ہے، کیا اس کے موافق زید نے جو کہ حنفی ہے اپنی عورت کو غائبانہ کہا کہ ''میری فلانی - نام لے کر کہا کہ اس--کو تین طلاق''، تو اب زید اس عورت کو اپنے گھر میں رکھنا چاہتا ہے تو کیا حسبِ تحریر مذکورہ دیگر مذاہب امام داؤد ظاہری کے جو کہ ان کے مذہب میں طلاق ہوتی ہی نہیں اور ایک وقت میں تین طلاق کہنا ہی ایک طلاق ہے؟ اور جو زید نے شامی کی عبارت کا بھی جواب دیا ہے کہ ضرورت کے وقت دیگر مذہب پر عمل جائز ہے اور خصوصاً شامی کی اس عبارت کی بناء پر ''حیلۂ ناجزہ'' رسالہ لکھا گیا جس میں مالکی مذہب پر مفقود وغیرہ کی تفریق کی جواز لکھی گئی ہے، اب اگر زید مولوی لکھنوی کے فتویٰ پر عمل کر کے داؤد ظاہری کے مذہب پر اس عورت کو گھر میں رکھ لے تو اس کو جائز اور وطی اور اولاد حلال ہوگی یا نہیں؟ اور زید کے ساتھ اور لوگ کنبے والے سلوکِ برادرانہ اور رشتہ داری وقرابت، صلۂ رحمی تعلق رکھیں یا نہ؟

۲...... مولوی لکھنوی صاحب نے لکھا ہے کہ کسی مولوی شافعی سے فتویٰ لیکر عمل کر لے، آج کل یہاں ہندوستان میں داودی مولوی کا ملنا مشکل ہے، کیا اس صورت میں حنفی مولوی سے شافعی مذہب پر فتویٰ لیا جائے گا یا نہ؟ زید حسبِ عبارت شامی وفتویٰ لکھنوی کے موافق ضرورت شدیدہ پیش کرتا ہے کہ اگر چہ زید کے اَور بھی بی بی ہے اور اس سے اولاد بھی ہے اور مطلقہ سے بھی اولاد ہے مگر وہ مطلقہ چونکہ قریبی رشتہ داروں میں سے ہے۔ در اصل زید کی خفیف قرینہ کی بنا پر اس عورت پر زید نے بدی کا الزام رکھا تھا جس کی وجہ سے برادری میں بڑا زور اور فتنہ ہوا ہے، وہ عورت باپ گھر لے گیا ہے اور آئندہ کے لئے کئی پشتوں تک قطع رحمی کا اثر پڑنے کا اندیشہ ہے۔ اور اگر طلاق مشہور ہوئی اور عورت زید کے گھر میں نہ آئی تو بدی کا پورا ثبوت ہو جائے گا جس سے ایسے سعید خاندان کو

---

(۱) (فتح الباری: ۳۶۲/۹، باب من جوز الطلاق الثلث، دار الفکر بیروت)

محض خفیف قرینہ کی بنا پر عزت میں بڑا دھبہ آئے گا اور خصوص عورت کے باپ بھائیوں کو بڑی شرمندگی پیش آئے گی اور اس میں قطع تعلقات اور قطع رحمی ہوجائے گا اور حلالہ کی صورت کرنا تو ممکن نہیں۔ تو کیا اس ضرورت کی وجہ سے زید اب دوسرے مذہب پر عمل کرنا چاہتا ہے اور عورت بھی مرد کے گھر آنا چاہتی ہے؟ اگر حضرات علماء اس ضرورت کو لائق دوسرے مذہب پر عمل کرنے کے سمجھیں تو تحریر فرمایا جائے۔

۳......فتویٰ لکھنوی کے آخر میں جو لکھا ہے کہ شافعی علماء کا فتویٰ لے کر عمل کرنا چاہئے کیونکہ شافعی مولوی تو پورے ہندوستان میں ملنا مشکل ہے تو اگر حنفی مولوی سے کسی اَور امام کے مذہب پر فتوی لے کر مثلاً داؤد ظاہری کے مذہب پر تو فتوی لائقِ عمل ہوگا یا نہ؟ نقل فتوی مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی جلد دوم ص: ۵۳ مطبوعہ یوسفی لکھنؤ۔

استفتاء

سوال [۶۱۱۵]: ''زید نے اپنی عورت کو حالتِ غضب میں کہا کہ ''میں نے طلاق دیا، میں نے طلاق دیا میں نے طلاق دیا، پس اس تین بار کہنے سے تین طلاق ہوں گے، یا نہ؟ اگر حنفی مذہب میں واقع ہوں اور شافعی مذہب میں واقع نہ ہوں تو حنفی کو شافعی مذہب پر اس صورتِ خاص میں عمل کرنے کی رخصت دی جائے گی یا نہیں''؟

جواب از حضرت مولانا عبد الحیٔ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

الجواب و هو الموفق للصواب

''اس صورت میں حنفیہ کے نزدیک تین طلاق واقع ہوگئیں اور بغیر تحلیل نکاح درست نہ ہوگا مگر بوقتِ ضرورت کے، اس عورت کا علیحدہ ہونا دشوار ہو اور احتمال مفاسد کا اندیشہ ہو، تقلید کسی اور امام کی اگر کرے گا تو مضائقہ نہ ہوگا، نظیر اس کی مسئلہ نکاح ''زوجۂ مفقود وعدت ممتدۃ الطہر'' موجود ہے کہ حنفیہ عند الضرورت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب پر عمل کرنے کو جائز کہتے ہیں، چنانچہ ردالمحتار میں مفصلاً مذکور ہے، لیکن اولیٰ یہ ہے کہ وہ شخص کسی عالم شافعی سے استفتاء کر کے اس کے فتوی پر عمل کرے۔ واللہ اعلم۔

حررہ عبدالحیٔ عفی عنہ۔

جواب از حضرت اقدس مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

الجواب و هو الموفق للصواب حامداً و مصلیاً و مسلماً:

جو شخص تین طلاق ایک مجلس میں مدخولہ کو دیدے تو وہ واقع ہوجاتی ہے اور اس میں رجعت یا (بلا حلالہ) تجدید نکاح کی گنجائش نہیں ہوتی، خواہ زوجہ کی موجودگی میں طلاق دے یا خواہ غیب میں، سب کا حکم برابر ہے۔ اگر غیر مدخولہ کو دے اور ایک لفظ سے مثلاً کہے کہ ''تین طلاق میں نے دی''، تب بھی یہی حکم ہے، اگر تین لفظ سے دے مثلاً کہے کہ ''تجھے طلاق، طلاق، طلاق'' تو اس صورت میں صرف ایک واقع ہوتی ہے، اور بلا حلالہ کے تجدیدِ نکاح درست ہے۔ صورتِ مسئولہ میں طلاق مغلظہ واقع ہوگئی، اس پر ائمۂ اربعہ کا اتفاق ہے:

"اتفق الأئمة الأربعة على أن الطلاق في الحيض لمدخول بها أو في طهرٍ جامع فيه محرّمٌ، إلا أنه يقع، وكذا جمع الطلاق في الثلث أيضاً، اهـ". رحمة الأمة: ۲/۱۸۰ (۱)۔ وكذا في الميزان للشعراني (۲)۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف اس مسئلہ کی نسبت غلط ہے، ان کے نزدیک بھی طلاق مغلظہ ہوگئی جیسا کہ شافعیہ کی کتاب ''رحمۃ الامۃ'' سے نقل کیا گیا ہے اور امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی واقع ہوگئی، جیسا کہ ''شعرانی''، حنبلی کتاب سے نقل کیا گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں اس پر اجماع منعقد ہوا ہے، شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح القدیر میں اس پر بسط سے کلام کیا ہے (۳)، نیز حافظ ابن حجر

---

(۱) (رحمة الأمة: ۲/۵۱، كتاب الطلاق، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) (الميزان للشعراني: ۲/۱۲۰، كتاب الطلاق، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۳) "وذهب جمهور الصحابة والتابعين و من بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث .... فإجماعهم ظاهر، فإنه لم ينقل عن أحد منهم أنه خالف عمر رضي الله تعالىٰ عنه حين أمضى الثلاث، وليس يلزم في نقل الحكم الإجماعي عن مأة ألف أن يسمى كل ليلزم في مجلد كبير .... وقد أثبتنا النقل عن أكثرهم صريحاً بإيقاع الثلاث، ولم يظهر لهم مخالف، فما ذا بعد الحق إلا الضلال".

(فتح القدير: ۳/۴۶۹، ۴۷۰، كتاب الطلاق، باب طلاق السنة، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح الباری میں بحث کی ہے(۱)۔ ''اعلاء السنن'' گیارہویں جلد میں تو مستقل رسالہ دس ورق کا ہے(۲) اور بالکل اخیر میں تقریباً اتنا ہی بڑا تتمہ ہے۔ اَور بھی مستقل رسائل اس مسئلے پر تصنیف کئے گئے ہیں۔

علامہ شامی نے اس مسئلہ پر جمہور صحابہ وتابعین وائمۂ مسلمین کا اجماع نقل کرکے لکھا ہے:

" فما ذا بعد الحق إلا الضلال. و عن هذا لو حكم حاكم بأنها واحدة، لم ينعقد حكمه؛ لأنه لا يسوغ الاجتهاد فيه، فهو خلاف لااختلاف، اهـ"(۳)۔

کہ مسئلہ فرعیہ اجماعیہ کے خلاف ان کے قول پر عمل کیا جاسکے کیونکہ مجتہد نہ تھے، قیاس کے منکر تھے، ان کا قول خود خرقِ اجماع ہے:

"ذهب الجمهور إلى أن القياس لا يبلغ منزلة الاجتهاد، و لا يجوز توليهم القضاء، و هذا ينفع الاعتداد، اهـ. هذا قال الإمام الأستاذ أبو الحسن الإسفرائنى. وقال الإمام أبو المعالى ابن الجوينى ما ذهب إليه ذووا التحقيق: إنالا نجد منكر القياس من علماء الأمة الشريفة .... فهم لا يلتحفون بالعوام، وكيف يدّعون مجتهدين و لا اجتهاد عندهم، اهـ. وقال الإمام أبو بكر

---

(۱) "وفى الجملة فالذى وقع فى هذه المسئلة نظير ما وقع فى مسألة المتعة سواء أعنى قول جابر: إنها كانت تفعل فى عهد النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وأبى بكر و صدر من خلافة عمر، قال: ثم نهانا عمر عنها فانتهينا . فالراجح فى الموضعين تحريم المتعة و إيقاع الثلاث للإجماع الذى انعقد فى عهد عمر على ذلك، و لا يحفظ أن أحداً فى عهد عمر خالفه فى واحدة منهما". (فتح البارى: ۳۶۵/۹، باب من جوز الطلاق الثلث، دارالفكر بيروت)

(۲) "عن سلمة بن كهيل: حدثنا زيد بن وهب أنه رفع إلى عمر بن الخطاب رضى الله تعالىٰ عنه رجل طلق امرأته ألفاً، فقال له عمر: أطلقت امرأتك ؟ فقال: إنما كنت ألعب، فعلاه عمر بالدرة، وقال: إنما يكفيك من ذلك ثلاث .... جاء رجل إلى على بن أبى طالب، فقال: إنى طلقت امرأتى ألفاً، فقال له على كرم الله وجهه: بانت منك بثلاث، واقسم سائرهن بين نسائك". (إعلاء السنن: ۱۵۶/۱۱، كتاب الطلاق، والمسألة الثانية فى وقوع الطلقات الثلث الخ، إدارة القرآن كراچى)

(۳) (رد المحتار: ۲۳۳/۳، كتاب الطلاق، سعيد)

الرازی فی مقدمة کتابه فی أحکام القرآن: لو تکلم داود فی مسئلة حادثة فی عصره و خالف فیها بعض أهل زمانه، لم یکن خلافاً علیهم، و کان ینقی صحیح العقول، و مشهورٌ أنه کان یقول: بل علی العقول لأجل ذلك لم یجد خلاف أحد من الفقهاء، فقد انعقد الإجماع علی أسواطه و ترك الاعتداد به، اهـ"(۱)۔

یہ صحیح ہے کہ بعض مسائل میں حنفیہ نے امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کو اختیار کیا ہے جیسا کہ دوسرے مذاہب کے علماء نے حنفیہ کے قول کو بعض مسائل میں اختیار کیا ہے، فتاوی کبری میں ابن حجر شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ایسے مسائل لکھے ہیں اور شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''عقد الجید'' میں ایسی مثالیں تحریر کی ہیں، مگر یہ کہیں نہیں دیکھا کہ اجماعی مسئلہ کے خلاف غیر مجتہد کے قول کو اختیار کیا گیا ہو۔ اعیانِ صحابہ کی تقلید بھی منع ہے چہ جائیکہ داؤد ظاہری رحمہ اللہ تعالیٰ، اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ ..... شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر کے اخیر میں فرماتے ہیں:

"نقل الإمام إجماع المحققین علی منع العوام من تقلید الصحابة، بل من بعدهم علی هذا ما ذکر بعض المتأخرین منع تقلید غیر الأربعة لانضباط مذاهبهم، و تقلید مسائلهم، و تخصیص عمومه، ولم یر مثله فی غیرهم الآن لا نقراض أتباعهم، و هو صحیح، اهـ". تحریر: ص: ۵۵۲(۲)۔

شافعی المذہب علماء یمن میں موجود ہیں وہ بھی فتویٰ دیتے ہیں، امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ بمنزلۂ تلمیذ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں، اس لئے فقہاء احناف نے ضرورتِ شدیدہ کی بنا پر بعض مسائل میں امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کو اختیار کیا ہے۔ قاضی ابو زید دبوسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب اصولاً امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب سے قریب تر ہے اس لئے اس کو اختیار کیا گیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۹/۱۰/۸ھ۔

---

(۱) تلاش بسیار کے باوجود کسی کتاب میں اس عبارت پر واقفیت نہیں ہوئی، الفصول فی الأصول میں یہ عبارت نہیں ملی۔

(۲) (التقریر مع التحریر: ۳/۴۷۲، ۴۷۳، إجماع المحققین علی منع العوام من تقلید أعیان الصحابة، بیروت)

تین طلاق کے بعد غیر مقلد کے فتوے پر عمل جائز نہیں

سوال[۶۱۱۶]: ایک شخص عاقل بالغ ہے، اس نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں جس کے دو گواہ بھی موجود ہیں اور خود مقر بھی ہے کہ میں نے تین طلاق دیں، لیکن ایک غیر مقلد مولوی کو کچھ روپیہ دے کر فتویٰ حاصل کرلیا کہ بغیر حلالہ کے اپنی بیوی کو رکھ سکتے ہو، چنانچہ اس نے بغیر حلالہ کے صرف توبہ کر کے بیوی کو رکھ لیا ہے اور دو مولوی صاحبان نے فتاویٰ عبدالحئی، جلد اول، کتاب الطلاق، ص:۴۸۶، کا حوالہ دیا کہ بوقتِ ضرورت اس عورت کا اس سے علیحدہ ہونا دشوار ہو اور سخت ترین مفاسد میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو دوسرے امام کی تقلید درست ہے، اس طرح کی دلیل دے کر سب محلّہ والوں کے اعتقاد کو خراب کرنے لگا۔

اب لوگ کہتے ہیں کہ اب کوئی بھی شخص تین طلاق دے کر کسی غیر مقلد مولوی سے فتویٰ حاصل کر کے بغیر حلالہ کے بیوی رکھ سکتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا تین طلاق کے بعد غیر مقلد کے فتوے پر عمل جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چاروں امام: ابوحنیفہ، مالک، شافعی، احمد رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے اگر کوئی شخص حاجتِ شدیدہ کے وقت کسی کے مسلک پر فتویٰ لے کر عمل کرے تو شرعاً گنجائش ہے(۱)۔ حاجتِ شدیدہ یہ ہے کہ سخت ترین مفاسد میں مبتلا ہوجانے کا اندیشہ قویہ ہو، مثلاً ایک عورت کا شوہر کہیں مفقود ہوگیا، نہ اس کے جذبات پورے ہوسکتے ہیں، نہ نفقہ کا انتظام ہے، سخت اندیشہ ہے کہ وہ معصیت میں مبتلا ہوجائے، یا مذہبِ اسلام ہی چھوڑ بیٹھے تو ایسی مجبوری کی حالت میں دوسرے امام کے مسلک پر فتویٰ لے کر عمل کی گنجائش ہے۔ صورتِ مسئولہ میں نہ اس قسم کا مفسدہ

---

(۱) "ربما يجوز لمفتي مذهب واحد أن يختار قول المذهب الآخر للعمل أو للفتوىٰ بشرط أن لايكون ذلک بالتشهي المجرد واتباعاً للهوىٰ، وإنما يجوز ذلک في حالتين: الحالة الأولىٰ: الضرورة أو الحاجة، وذلک أن يكون في المذهب في مسئلة مخصوصة حرجٌ شديدٌ لا يطاق، أوضرورة واقعية لامحيص عنها، فيجوز أن يعمل بمذهب آخر رفعاً للحرج ورفعاً للضرورة، وهذا كما أفتى علماء الهند بمذهب المالكية في مسئلة المفقود، والعنين، والمتعنت". (أصول الإفتاء، ص: ٦٧، الإفتاء بمذهب الغير)

ہے، کیونکہ عورت کے لئے دوسرے مرد مل سکتے ہیں اور مرد کے لئے دوسری عورتیں مل سکتی ہیں، نہ معصیت میں مبتلا ہونے کی ضرورت ہے اور نہ مذہب چھوڑنے کی۔

علاوہ ازیں ائمۂ اربعہ میں سے کسی کا یہ مذہب نہیں کہ تین طلاق کے بعد بغیر حلالہ کے پھر رکھ لیا جائے، اس لئے ایسا کرنا ہرگز جائز نہیں (۱)، قرآن کریم کے بھی خلاف ہے (۲)، سنتِ مشہورہ کے بھی خلاف ہے (۳)، فقہائے کرام کے بھی خلاف ہے (۴)۔ نادم ہوکر سچے دل سے توبہ واستغفار کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

تین طلاق کے بعد کسی دوسرے مذہب پر عمل کرنا

سوال[۷۱۱۷]: زید نے ایک دن صبح سویرے معمولی بات پر اپنی بیوی ہندہ سے غصہ میں کہہ دیا کہ

---

(۱) "لما في مسلم أن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: كان الطلاق على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبي بكر و سنتين من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدةً، فقال عمر: "إن الناس قدا ستعجلوا في أمرٍ كان لهم فيه أناة، فلو أمضيناه عليهم، فأمضاه عليهم". وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعد هم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث". (رد المحتار: ۲۳۳/۳، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في أحكام القرآن للجصاص: ۳۸۸/۱، ذكر الحجاج لإيقاع الثلاث، بيروت)

(وكذا في فتح القدير: ۴۶۹/۳، كتاب الطلاق، مصطفىٰ البابي الحلبي، مصر)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ (البقرة: ۲۳۰)

(۳) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها أن رجلاً طلق امرأته ثلثاً، فتزوجت، فطلق، فسئل النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أتحل للأول؟ قال: "لا، حتى يذوق عسيلتها كماذاق الأول". (صحيح البخاري: ۷۹۱/۲، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلث، قديمي)

(۴) "وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة، وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴۷۳/۱، الباب السادس في الرجعة، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۳۹۹/۳، باب الرجعة، فعل فيد. تحل به المطلقة، امداديه ملتان)

(وكذا في الدر المختار: ۴۰۹/۳، ۴۱۰، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

''جب مجھ سے جھگڑتی رہتی ہے تو تم طلاق، طلاق، طلاق''۔ تم تم کے بعد ''کو'' استعمال نہیں کیا۔ جب اس مسئلہ کو بعض حنفی عالم کے سامنے بطورِ استفتاء رکھا گیا تو جواب ملا کہ زید کی بیوی پر تین طلاق واقع ہوئی ہے اور بغیر حلالہ زید پر وہ حرام ہے۔ حلالہ کا نام سن کر زید کی مطلقہ کہنے لگی کہ میں شوہر کے گھر سے ہرگز نہ نکلوں گی، اگر نکال دیا گیا تو خودکشی کرلوں گی۔ عورت کی اس دھمکی کے بعد ثانیاً اس حنفی عالم سے رجوع کیا گیا تو انھوں نے کہا ضرورتِ شدیدہ کے موقع پر کسی دوسرے اماموں کے مذہب پر فتویٰ دیا جاسکتا ہے، چنانچہ انہوں نے شافعی مسلک یا دوسرے امام کے مذہب پر فتویٰ دیا، اس لئے زید نے ہندہ سے تجدید نکاح کرلیا۔ دریافت طلب یہ ہے کہ ہندہ پر اس صورت میں کتنی طلاقیں واقع ہوئیں؟

الجواب حامداًومصلياً:

طلاقِ مغلظہ واقع ہوگی، لفظ ''تم'' کے بعد ''کو'' ذکر نہ کرنے سے کچھ نہیں ہوتا: "وفي: أنت الطلاق، أوطلاق، أو أنت طلاق الطلاق، أو أنت طالق طلاقاً، تقع واحدة رجعية"(۱)۔ "ومتىٰ كرر لفظ الطلاق، وقع الكل"(۲)۔ وقال الله تعالىٰ: ﴿الطلاق مرتان .... فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتىٰ تنكح زوجاً غيره﴾الآية(۳)۔ اب بغیر حلالہ کے تعلقِ زوجیت کا کام کرنا حرام ہے(۴)۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ کا مسلک یہی ہے(۵)، یہی حدیث شریف سے ثابت

---

(۱) (الدر المختار: ۲۵۱/۳، كتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

(۲) (الدر المختار: ۲۹۳/۳، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۵۶/۱، كتاب الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانيه: ۲۸۸/۳، كتاب الطلاق، تكرار الطلاق وإيقاع العدد ومايتصل به، إدارة القرآن كراچی)

(۳) (سورة البقرة: ۲۲۹، ۲۳۰)

(۴) (راجع العنوان: ''شدتِ غصہ میں تین طلاق''۔)

(۵) "وذهب جماهير العلماء من التابعين ومن بعد هم منهم الأوزاعي والنخعي والثوري وأبوحنيفه وأصحابه والشافعي وأصحابه وإسحاق وأبو ثور وأبو عبيدة وآخرون كثيرون –رحمهم الله تعالى– علىٰ مَن طلق امرأته ثلاثاً، وقعن، ولكنه يأثم". (عمدة القاری: ۲۳۳/۲۰، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق=

ہے، اس پر صحابہ وتابعین کا اجماع ہے(۱)، اس کے خلاف کرنے کی ہرگز گنجائش نہیں۔ جو عورت قرآن وحدیث واجماع کے خلاف حکم حاصل کرنا چاہتی ہے اور حکم نہ ملنے پر خودکشی کی دھمکی دیتی ہے تو اس کی خاطر حکم میں تبدیلی کا کسی کو حق نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، ۲۳/۷/۸۷ھ۔

غیر مقلد ہونے سے حرمتِ مغلظہ ختم نہیں ہوجاتی

سوال[۶۱۱۸]: سید فضل الٰہی نے اپنی زوجہ مسماۃ آسیہ خاتون کو''طلاق، طلاق، طلاق'' اس طرح نوبار طلاق دے دی ہے اور پھر اس کا اقرار دوسری مجلس میں بھی ایک مدت تک کرتا رہا ہے، بعد ازاں علماء سے استفتاء کیا، بتلایا گیا کہ اب دوبارہ عقد بغیر حلالہ کے جائز نہیں ہے، اس لئے سید فضل الٰہی نے کہا کہ میں مذہبِ حنفی چھوڑ کر غیر مقلد ہوتا ہوں، چند آدمیوں کو لے کر نکاحِ ثانی کرلیا ہے۔ صورتِ مذکورہ میں شرعی حکم نیز شرکائے عقد کا حکم مدلل بیان فرماویں۔ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تین طلاق کے بعد حرمتِ مغلظہ ثابت ہوگئی، بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی ہرگز اجازت نہیں ہے، قرآن کریم (۲)، حدیث شریف (۳) اجماع امت، اور سلف سے یہ ثابت ہے (۴)، ائمۂ اربعہ رحمہم اللہ

= الثلٰث، إدارة الطباعة المنيرية، بيروت)

(۱) "فالكتاب والسنة وإجماع السلف توجب إيقاع الثلاث معاً وإن كان معصيةً". (أحكام القرآن للجصاص: ۱/۳۸۸، ذكر الحجاج لإيقاع الثلاث معاً، بيروت)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾. (البقرة: ۲۳۰)

(۳) "عن عائشة رضي الله عنها: أن رجلاً طلق امرأته ثلثاً، فتزوجت، فطلق، فسئل النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: أتحل للأول؟ قال: "لا، حتى يذوق عسيلتها كماذاق الأول". (صحيح البخاري: ۲/۷۹۱، باب من أجاز طلاق الثلاث، قديمي)

(۴) "لما في مسلم أن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: "كان الطلاق على عهد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وأبي بكر رضي الله تعالىٰ عنه وسنتين من خلافة عمر رضي الله تعالىٰ عنه طلاق الثلاث =

تعالیٰ کا اس پر اتفاق ہے(۱)۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقلید کرتے ہوئے جب وہ عورت اس پر حرام ہوگئی اور یہ حرمت اجماعی قطعی ہے، تو اب اگر وہ شخص تقلید چھوڑ بھی دے اور ایک عورت کی خاطر غیر مقلد ہوجاوے تب بھی وہ حرمتِ سابقہ ختم نہیں ہوگی، یہ غیر مقلدیت اس کے لئے دنیا میں حرمتِ مغلظہ سے نجات اور آخرت میں حرمتِ غلیظہ کے ارتکاب کی سزا سے نجات کا وسیلہ نہیں بنے گی۔ اگر وہ شخص اس عورت سے بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کریگا تو یہ شرعی نکاح نہیں ہوگا، بلکہ نکاح کے نام پر بہت بڑی فحش کاری ہوگی۔

جولوگ جانتے ہوئے اس نام نہاد نکاح میں شریک ہوئے، یا کسی طرح اس کے معاون اس سے راضی ہونگے وہ بھی سب گناہ گار اور گناہ سے راضی رہنے والے اور گناہ کی مجلس میں شریک ہونے والے گناہ میں معاون شمار ہونگے:

﴿فلاتقعد بعد الذكرىٰ مع القوم الظالمين﴾(۲) ﴿ولاتعاونوا على الإ ثم والعدوان واتقوا الله، إن الله شديد العقاب﴾ الآية(۳)۔

اگر غیر مقلدوں پر یہ حقیقت منکشف ہوجائے کہ فلاں شخص غیر مقلدوں کا مذہب حق سمجھ کر نہیں بلکہ محض ایک عورت کی وجہ سے غیر مقلد ہوا تو وہ بھی غالباً اپنی برادری میں لینا گوارہ نہیں کریں گے، کیونکہ یہ ان کے لئے

= واحدة، فقال عمر رضی الله تعالیٰ عنه: "إن الناس قد استعجلوا فی أمرٍ كان لهم فيه أناة، فلو أمضيناه عليهم، فأمضاه عليهم". وذهب جمهور الصحابة و التابعين ومن بعدهم من أئمة المسلمين رحمهم الله تعالیٰ إلیٰ أنه يقع ثلاث". (ردالمحتار: ۳/۲۳۳، كتاب الطلاق، باب الطلاق، سعيد)

(وكذا فی أحكام القرآن للجصاص: ۱/ ۳۸۸، ذكر الحجاج لإيقاع الطلاق، بيروت)

(۱) "وذهب جماهير العلماء من التابعين ومن بعدهم، منهم: الأوزعی والنخعی و الثوری وأبوحنيفة وأصحابه والشافعی وأصحابه وأحمد وأصحابه وإسحاق وأبو ثور وأبو عبيدة وآخرون كثيرون رحمهم الله تعالیٰ علی من طلق امرأته ثلاثاً، وقعن، ولكنه يأثم". (عمدة القاری: ۲۰ /۲۳۳، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث، بيروت)

(وكذا فی فتح القدير: ۳/ ۴۶۹، باب طلاق السنة، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر)

(۲) (سورة الأنعام: ۶۸)

(۳) (سورة المائدة: ۲)

سخت توہین کی چیز ہے، مہاجر اُمّ قیس کے واقعہ کو شاید وہ لوگ استدلال میں پیش کر کے اس کی غیر مقلدیت کو نا قابلِ قبول قرار دیں گے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

تین طلاق ایک مجلس میں

سوال[۶۱۱۹]: زید نے اپنی زوجہ کو ایک مجلس میں تین طلاق دیدی، طلاق دیتے ہوئے ابھی تقریباً [illegible] ماہ گزرے ہیں۔کیا وہ اپنی بیوی کو پھر رجوع کرسکتا ہے؟

الجواب:

منجانب غیر مقلدین

قال اللّٰہ تعالیٰ ﴿الطلاق مرتان، فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان .... حتى تنكح زوجاً غيره﴾ (سوره بقرة)(۱)۔

وقال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ يا أيها النبى إذا طلقتم النساء، فطلقوهن لعدتهن﴾(سوره طلاق)(۲).

ان آیاتِ کریمہ سے صاف طور پر ثابت ہے کہ طلاق بدفعات دی جائے تا کہ رجعت کا اختیار باقی رہے، ایک جلسہ کی تین طلاق چونکہ ایک رجعی ہوتی ہے، اس لئے صورتِ مسئولہ میں زید اپنی بیوی سے رجوع کرسکتا ہے، صحیح مسلم شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

"كا نت الطلاق على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وأ بى بكر وصدراً من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدةً". ۱/۷۷(۳)۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر کے زمانے میں اور شروعِ زمانۂ خلافتِ عمر میں تین طلاق ایک ہوا کرتی تھی، یہی مذہب ہزار ہا صحابہ کا تھا جیسا کے التعليق المغنى شرح دار قطنى میں ہے:

"سنن رجا ل كل صحابى من عهد الصديق إلى ثلا ث سنين من خلافة عمر، وهم

---

(۱) (سورة البقرة: ۲۲۹، ۲۳۰)

(۲) (سورة طلاق: ۱)

(۳) (الصحيح لمسلم: ۱/۴۷۷، كتاب الطلاق، باب طلاق الثلث، قديمى)

يزيدون على الألف". ٤٤٤(١)۔

یعنی حضرت ابوبکر کے زمانہ سے حضرت عمر کی خلاف کے تین سال تک ہزار ہا صحابہ کا یہی فتوی رہا کہ ایک جلسہ کی تین طلاق ایک ہوتی ہے، جب کثرت سے لوگوں نے طلاق دینی شروع کی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیاسۃً تین کو تین کر دیا جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود ہی فرماتے ہیں:

"الناس قد استعجلوا إلى أمر قد كانت لهم فيه أناة، فلو أمضيناه عليهم، الخ"(٢)۔

یعنی لوگوں نے ایسے کام میں جلدی کرنا شروع کر دیا جس میں ان کو دیر کرنا چاہیے تھا، پس ہم تینوں ان پر جاری کر دیں گے، چنانچہ جاری کر دیا، لیکن جب اس ترکیب سے طلاق میں کمی نہیں ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت پچھتائے اور اس سے رجوع فرمالیا جیسا کہ حدیث کی بہت بڑی کتاب مسند اسماعیل میں ہے:

قال عمر رضي الله تعالىٰ عنه ما ندمتُ على شيء ندامتي على ثلاث: أن لا أكون حرمت الطلاق، الخ" دیکھو: إغاثة اللهفان مصری، ص: ١٨١، ١٨٢(٣)۔

یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے تین مسئلوں میں بڑی ندامت ہوئی، ان میں سے ایک یہ مسئلہ بھی ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وابن مسعود وعبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم وابو موسیٰ اشعری وزبیر ودیگر بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی یہی فرماتے ہیں کہ ایک مجلس کی تین طلاق ایک رجعی ہوتی ہے جیسا کہ التعليق المغني(٤)، وفتح الباري شرح بخاري(٥)، ونيل الأوطار میں صاف صاف مذکور ہے(٦)۔

---

(١) (التعليق المغني: ٤/٤٧، كتاب الطلاق، دارنشر الكتب الإسلامية لاهور)

(٢) (الصحيح لمسلم مع شرحه الكامل للنووي: ١/٤٧٧، كتاب الطلاق، باب طلاق الثلث، قديمي)

(٣) (إغاثة اللهفان: ١/٣٣٦، ندم عمر في آخر حياته أن لا يكون رد الطلاق إلى الأمر الأول، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(٤) (التعليق المغني: ٤/٤٩، كتاب الطلاق والخلع، دار نشر الكتب الإسلامية لاهور)

(٥) "وأجيب بأنه نقل عن علي وابن مسعود وعبد الرحمن بن عوف والزبير رضوان الله تعالىٰ عليهم أجمعين مثله". (فتح الباري: ٩/٣٦٣، كتاب الطلاق، باب من جوز طلاق الثلث، دار الفكر بيروت)

(٦) "وذهبت طائفة من أهل العلم إلى أن الطلاق لا يتبع الطلاق، بل يقع واحدةً فقط .... و حكاه =

خود حضرت طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے:

"قال ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما: إذا طلق الرجل امرأته ثلاثاً، قال طاؤس رحمه اللّٰہ تعالیٰ: أشهد ما كان ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما يراهن إلا واحدةً". التعليق المغنی، ص: ٤٤٥(١)۔

یعنی جب کوئی مرد اپنی بیوی کو تین طلاق دے تو طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کو ایک طلاق کہتے ہیں۔

تابعین کا یہی مذہب ہے: جابر بن زید رحمہ اللہ تعالیٰ وعطاء رحمہ اللہ تعالیٰ وعمر بن دینار واحمد بن منیع و عبداللہ بن موسی وعکرمہ ومحمد ابن اسحٰق کا۔ اور یہی مذہب اہلِ بیت کا ہے، بڑے بڑے علمائے محدثین جیسے محمد ابن تقی فحلاً، احمد ابن عبدالسلام خطی، وامام رازی دیکھو: تفسیر نیشاپوری بر حاشیہ ابن جریر(٢)۔

نیز یہی مذہب ہے امام ابن تیمیہ وابن قیم وقاضی شوکانی وغیرہ کا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس مسئلہ میں دو روایتیں منقول ہیں: ایک وہی جو مشہور ہے دوسری یہ کہ جلسۂ واحدہ کی تین طلاق ایک رجعی ہوتی ہے جیسا کہ محمد بن حسن نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے، دیکھو: إغاثة مصری ص: ١٥٧(٣)،

= ابن مغيث أيضاً فی ذلک الكتاب عن علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه وابن مسعود و عبد الرحمن بن عوف والزبير رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهم". (نيل الأوطار للشوكانی: ١٦/٧، باب ماجاء فی طلاق ألبتة، دار الباز مكة مكرمة)

(١) (تعليق المغنی: ٤/٤٩، كتاب الطلاق، دارنشر الكتب الإسلامية لاهور)

(٢) قال النيسا بوری: "ثم من هؤلاء من قال: لوطلقها ثنتين أو ثلاثاً لايقع إلا واحدة، وهذا هو الأقيس، واختاره كثيرٌ من علماء أهل السنة". (تفسير النيسابوری على هامش تفسير ابن جرير: ٣٦١/١، بيان الطلاق ومايجوز وقوعه ومالايجوز، دارالمعرفة، بيروت)

(٣) "وممن ذكر الخلاف فی ذلک داؤد وأصحابه، واختاروا أن الثلاث واحدة .... وحكاه من المتأخرين المازریُّ فی "كتاب المعلم" وحكاه عن محمد بن المقاتل من أصحاب أبی حنيفة وهو من أجل أصحابهم من الطبقة الثالثة من أصحاب أبی حنيفة، فهو أحد القولين فی مذهب أبی حنيفة رحمه اللّٰہ تعالیٰ". (إغاثة اللهفان، كتاب الطلاق، القياس أن لفظ الثلاث لاتكون إلا واحدة والإجماع على ذلک: ٢٨٩/١، ٢٩٠، مصطفیٰ البابی الحلبی مصر)

وکتاب المعلم شرح مسلم(۱)۔ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے دوقولوں میں سے ایک قول یہی ہے بعض اصحابِ احمد رحمہ اللہ تعالیٰ وداؤدظاہری کا بھی یہی مذہب ہے دیکھو: عمدة الرعاية(۲)۔

دوسری حدیث: ”عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما قال: طلق ركانة ابن عبد يزيد أخو المطلب امرأته ثلاثاً، فحزن عليها حزناً شديداً، قال: فسأل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ”كيف طلقتها“؟ قال: طلقتها ثلاثاً، قال: ”في مجلس واحد“؟ قال: نعم، قال: ”إنما تلك واحدة، فارجعها إن شئت“. قال: فراجعها“۔ مسند أحمد، جلد اول، مطبوعه مصری(۳)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رکانہ صحابی نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی پھر بہت پچھتائے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تونے کیسے طلاق دی؟ انہوں نے کہا تین طلاق دی، آپ نے پوچھا: کیا ایک مجلس میں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہا کہ: ایک جلسہ کی تین طلاق ایک ہوتی ہے، لہٰذا اگر تمہارا دل چاہے تو رجوع کرلو۔ تو رکانہ نے رجوع کرلیا۔ یہ حدیث صحیح اور

---

(۱) قال الشيخ: طلاق الثلاث في مرة واحدة واقع عند كافة الفقهاء، وقد شذ الحجاج بن أرطاة وابن مقاتل فقالا: لايقع، وتعلقا في ذلك بمثل هذا الخبر وبما قلنا إنه وقع في بعض الطرق ”أن ابن عمر طلقها ثلاثاً في الحيض وأنه لم يحتسب به“ وبما وقع في حديث ركانة ”أنه طلقها ثلاثاً وأمره صلى الله تعالى عليه وسلم بمراجعتها“. (المعلم بفوائد مسلم، كتاب الطلاق، قول ابن عباس: كان الطلاق على عهد النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وأبي بكر وسنتين من خلافه عمر طلاق الثلاث واحدة: ۲/۱۲۶، دار الغرب الإسلامي)

(۲) ”القول الثاني: إذا طلق ثلاثاً، تقع واحدة رجعية، هذا هو المنقول عن بعض الصحابة، وبه قال داؤد الظاهري وأتباعه، وأحد القولين لمالك، وبعض أصحاب أحمد. انتصر لهذا المذهب ابن تيمية الحنبلي“. (عمدة الرعاية: ۲/۶۳، كتاب الطلاق، سعيد)

(۳) (مسند الإمام أحمد بن جنبلؒ: ۱/۴۳۸، (رقم الحديث: ۲۳۸۳)، مسند عبد الله بن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما، دار إحياء التراث العربي بيروت)

حسن دونوں طریق سے مروی ہے، اعلام الموقعین میں (۱) ابوسہل نے بھی اس کو نقل کیا ہے اور صحیح کہا ہے۔ فتح الباری پارہ:۲۲،ص:۱۶۳(۲)۔واللہ تعالیٰ أعلم وعلمه أتم۔

ہذا جواب صحیح: کتبہ حبیب اللہ انصاری، امان اللہ، محمد اسحاق بنارسی۔

ہذا الجواب صحیح، والمجیب مصیب: نذیر احمد رحمانی عبدالآخر، مدرس مدرسہ اسلامیہ عربیہ، مدرسِ اول جامعہ رحیمیہ بنارس، مطابق ۱۶/ مارچ ۱۹۵۴ھ ۱۰/ رجب ۱۳۷۳ھ۔

جواب از حضرت فقیه الامت زید مجدهم

الجواب حامداًومصلیاً: نحمده و نصلی علی رسوله الكريم

امابعد! جب ایک شخص نے اپنی مدخولہ بیوی کو ایک دفعہ کہا کہ ''میں نے تجھے طلاق دی'' تو اس سے ایک طلاقِ رجعی واقع ہوگی، جب دوسری دفعہ عدت ختم ہونے سے پہلے اس مجلس میں یا دوسری مجلس میں کہا کہ ''میں نے تجھے طلاق دی تو دوسری طلاقِ رجعی واقع ہوگی''، ان دو طلاق کا حکم یہ ہے کہ اندرونِ عدت اس کو رجعت کا حق حاصل ہے(۳)۔

اگر اس نے ایک دفعہ یا دو دفعہ طلاق دے کر رجعت نہیں کی اور عدت گزر گئی تو حقِ رجعت ختم ہو گیا، طرفین کی رضامندی سے تجدیدِ نکاح کی اجازت ہے(۴)، حلالہ کی ضرورت نہیں۔ یہ حکم اس وقت ہے جب

---

(۱) (إعلام الموقعين: ۳/ ۳۱، ۳۲، حكم جمع الطلقات الثلث بلفظ واحد، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) (فتح الباری شرح البخاری: ۹/ ۳۶۳، كتاب الطلاق، باب من جوز طلاق الثلث، دار الفكر بيروت)

(۳) "وإذا طلق الرجل امرأته تطليقةً رجعيةً أو رجعيتين، فله أن يراجعها في عدتها رضيت بذلك أو لم ترض".

(الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/ ۴۷۰، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/ ۳۹۴، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مكتبه شركة علميه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/ ۱۴۹، كتاب الطلاق، باب الرجعة، دار الكتب العلمية بيروت)

(۴) "وينكح مبانته بما دون الثلاث في العدة وبعدها بالإجماع". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/ ۴۷۲، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة ومايتصل به، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ التاتارخانية: ۳/ ۶۰۳، كتاب الطلاق، الفصل الثالث والعشرون بمسائل المحلل، إدارة القرآن كراچی) ....=

کہ اس طرح کہا ہو کہ ''میں نے تجھے دوطلاق دی''، دوطلاق الگ الگ دینے اور بیک لفظ دینے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اگر تیسری مرتبہ اسی مجلس میں یا بعد میں عدت ختم ہونے سے پہلے کہا کہ ''میں نے تجھے طلاق دی''، تو اب طلاق مغلظہ ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح میں کوئی گنجائش نہیں رہی (۱)۔ یہ حکم اس وقت ہے جب اس طرح کہا ہو کہ ''میں نے تجھے طلاق دی تین طلاق''، طلاق الگ الگ دینے اور بیک لفظ دینے سے وقوعِ طلاق میں کوئی فرق نہیں پڑتا اگر چہ ایک مجلس میں تین طلاق دینا شرعاً بہت مذموم ہے اور قبیح ہے جیسے کہ حالتِ حیض میں طلاق دینا مذموم وقبیح ہے، اس سے اجتناب لازم ہے، لیکن اگر اس طرح دے گا تب بھی بلا شبہ واقع ہوجائے گی (۲)۔

یہ مسئلہ قرآن کی آیت: ﴿الطلاق مرتان .... فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيـــره﴾ (۳) سے ماخوذ ہے، جس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ دودفعہ طلاق کے بعد رجعت کا حق حاصل ہے، تیسری کے بعد حق نہیں، نکاح بالکل ختم ہوکر حرمتِ مغلظہ ہوجاتی ہے، ایک مجلس یا دو تین مجلس کی کوئی قید نہیں بلکہ مطلق ہے۔ جب مسئلہ کی دلیل قرآن حکیم میں موجود ہے تو پھر کسی اَور دلیل پر اس کا ثبوت موقوف نہیں رہتا، حدیث بھی

= (وكذا في البحر الرائق: ۹۴/۴، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(۱) ''وأما الطلقات الثلاث: فحكمها الأصلي هو زوال الملك وزوال حل المحلية أيضاً، حتى لايجوز له نكاحها قبل التزوج بزوج آخر؛ لقوله عزوجل: ﴿فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ وسواء طلقها ثلاثاً متفرقاً أو جملةً واحدةً''. (بدائع الصنائع: ۴۰۳/۴، كتاب الطلاق، فصل في حكم الطلاق البائن، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۲) ''وأما البدعي الذي يعود إلى العدد أن يطلقها ثلاثًا في طهر واحد بكلمة واحدة أو بكلمات متفرقة .... فإذا فعل ذلك، وقع الطلاق، وكان عاصياً''. (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۴۹/۱، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۲۹۳/۳، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۲۰۶/۴، كتاب الطلاق، فصل في ألفاظ طلاق البدعة، دارالكتب العلمية بيروت)

(۳) (سورة البقرة: ۲۲۹، ۲۳۰، پ: ۲)

چونکہ قرآن کریم کے لئے شرح اور تفسیر کے درجہ میں ہے اس لئے اس سے بھی مسئلہ کی تائید وتقویت پیش کرنا ضروری ہے۔

أصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری ص: ۸۰۰، میں ہے کہ عویمر عجلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی کو تین طلاق دیں (۱)۔ صحیح مسلم شریف میں یہ حدیث مذکور ہے (۲)۔

ابوداؤد شریف ۲/۲۸۲ کے الفاظ یہ ہیں: "فطلقها ثلاث تطليقات عند رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فأنفذه رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم" (۳)۔

علامہ شوکانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نیل الاوطار میں لکھا ہے: "ورجاله رجال الصحيحين" (٤)۔

جمع الفوائد: ۱/۶۲۲، میں بخاری ومسلم وابوداود، نسائی ابن ماجہ کے حوالہ سے مذکور ہے (۵)۔

---

(۱) "عن حديث سهل بن سعد أخي بني ساعدة أن رجلاً من الأنصار جاء إلى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال: يا رسول الله! أرأيت رجلاً وجد مع امرأته رجلاً أيقتله، أو كيف يفعل؟ فأنزل الله في شأنه ماذكر في القرآن من أمر التلاعن، فقال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "فقد قضى الله فيك وفي امرأتك". قال: فتلاعنا في المسجد وأنا شاهد، فلما فرغا، قال: كذبتُ عليها يا رسول الله! إن أمسكتها؟ فطلقها ثلاثًا قبل أن يأمره رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم". إلى آخر الحديث. (صحيح البخاري: ۲/۸۰۰، كتاب الطلاق، باب اللعان و من طلق بعد اللعان، قديمي)

(۲) (الصحيح لمسلم: ۱/۴۸۹، كتاب اللعان، قديمي)

(۳) (سنن أبي داود: ۲/۳۰۶، كتاب الطلاق، باب اللعان، دار الحديث، بوهڑ گیٹ ملتان)

(۴) (نيل الأوطار. ۷/٦٦، كتاب اللعان، باب: لايجتمع المتلاعنان أبداً، دار الباز للنشر والتوزيع، مكة المكرمة)

(۵) "إن عويمر العجلاني جاء إلى عاصم بن عدي الأنصاري فقال: أرأيت رجلاً وجد مع امرأته رجلاً .... فأسأل عن ذلك رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم .... فقال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "قد نزل فيك وفي صاحبتك فاذهب فأت بها" .... قال عويمر: كذبت عليها يارسول الله! -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم- إن أمسكتها؟ فطلقها ثلاثاً قبل أن يأمره رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم" .... للستة إلا الترمذي". (جمع الفوائد: ۱/۴۰۸، لعان، مكتبه اسلاميه لائل پور)

نسائی شریف میں عنوان قائم کیا ہے:"الثلث المجموعة و ما فیه من التغلیظ " اس کے ذیل میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر دی گئی کہ ایک شخص نے تین طلاق ایک دم دیدی "ثلاث تطلیقات جمیعاً"، تو آپ غضبناک ہوئے، اس لئے کہ تین تطلیقات ایک دم دینا مذموم وقبیح ہے، مگر یہ نہیں فرمایا کہ یہ واقع نہیں ہوتی (۱)۔

پھر امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے باب منعقد کیا ہے:"باب الرخصة في ذلك" اس میں عویمر عجلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تین طلاق دینے کا واقعہ بیان کیا ہے (۲)۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے "باب من اجاز طلاق الثلاث " منعقد کر کے عویمر عجلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ بیان کیا ہے جس میں تین طلاق دینا مذکور ہے (۳)، اسی باب میں امرأۃ رفاعہ کا واقعہ لکھا ہے جن کو بغیر حلالہ کے شوہر اول کے لئے جائز نہیں فرمایا (۴)۔

---

(۱) "أخبرنا سليمان بن داود .... قال: أخبر رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن رجل طلق امرأته ثلث تطليقات جميعاً فقام غضباناً، ثم قال: "أيلعب بكتاب الله وأنا بين أظهركم؟" إلى آخر الحديث. (سنن النسائي: ۹۹/۲، كتاب الطلاق، قديمي)

(۲) "إن عويمر العجلاني جاء إلى عاصم بن عدى فقال: أرأيت ياعاصم لو أن رجلاً وجد مع امرأته رجلاً، أيقتله؟ فيقتلونه أم كيف يفعل؟ سل لي -يا عاصم!- رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم .... فقال عويمر: والله! لاأنتهي حتى أسأل عنها رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم .... قال سهل: فتلاعنا وأنا مع الناس عند رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فلما فرغ عويمر، قال: كذبت عليها يارسول الله! إن أمسكتها؟ فطلقها ثلاثًا قبل أن يأمره رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم". (سنن النسائي: ۹۹/۲، ۱۰۰، باب الرخصة في ذلك، قديمي)

(۳) (صحيح البخاري: ۷۹۱/۲، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلث، قديمي)

(۴) "عن ابن شهاب قال: أخبرني بن الزبير أن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها أخبرته أن امرأة رفاعة القرظي جاءت إلى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! إن رفاعة طلقني، فبتّ طلاقي، وإني نكحت بعده عبد الرحمن بن الزبير القرظي، وإنما معه مثل الهدبة، قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لعلك تريدين أن ترجعي إلى رفاعة، لا حتى يذوق عسيلتك و تذوقي عسيلته". (صحيح البخاري، المصدر السابق)

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث بیان کی ہے جس میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی تھی اس کو بغیر حلالہ کے شوہر اول کے لئے جائز نہیں فرمایا(۱)۔

سنن دارقطنی ص:۴۳۳، میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت مرفوعاً ہے: "من طلق ألبتة، ألزمناها ثلاثاً، فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیره"(۲)۔ جوشخص طلاقِ البتہ دیدے اس پر بھی تین طلاق کو لازم کردیا گیا، حالانکہ اس نے نہ لفظِ "طلاق" تین مرتبہ کہا، نہ لفظ "ثلاث" کہا، اس سے بھی صاف اور مفصل بطورِ ضابطہ کلیہ کے فرمادیا گیا: "أیما رجل طلق امرأته ثلاثاً مبهمةً أوثلاثاً عند الأقرآء، لم تحل له، حتی تنکح زوجاً غیره". دارقطنی(۳)۔

یعنی "جوشخص بھی اپنی بیوی کو تین طلاق دیدے خواہ تینوں مبہم طور پر ہوں بیک وقت دے، خواہ تین طہر میں الگ الگ دے، وہ اس کے لئے جائز نہیں رہی جب تک کہ حلالہ نہ ہوجائے"۔

سلف کا اجماع بھی اسی پر ہے، چنانچہ حافظ ابوبکر جصاص رحمہ اللہ تعالیٰ نے احکام القرآن:۱/۴۵۹ میں لکھا ہے: "فالکتاب والسنة وإجماع السلف توجب إیقاع الثلث معاً و إن کانت معصیةً"(٤)۔

بس یہ مسئلہ کتاب وسنت واجماع سے اسی طرح ثابت ہے، ائمۂ اربعہ ابوحنیفہ، مالک، شافعی احمد رحمہم اللہ تعالیٰ سب اس پر متفق ہیں(۵)۔

---

(۱) "عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها أن رجلاً طلق امرأته ثلثاً، فتزوجت، فطلق، فسأل النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم أتحل للأول؟ قال: "لا، حتی یذوق عسیلتها کما ذاق الأول". (صحیح البخاری، باب من أجاز طلاق الثلاث: ۲/۷۹۱، قدیمی)

(۲) (سنن الدار قطنی: ۴/۲۰، کتاب الطلاق، قدیمی)

(۳) (سنن الدار قطنی: ۴/۳۱، کتاب الطلاق، قدیمی)

(۴) (أحکام القرآن: ۱/۳۸۸، ذکر الحجاج لإیقاع الثلاث معاً، قدیمی)

(۵) "وذهب جماهیر العلماء من التابعین و من بعدهم: منهم الأوزاعی والنخعی والثوری و أبو حنیفة وأصحابه والشافعی وأصحابه وأحمد وأصحابه وإسحاق وأبو ثور وأبوعبیدة، وآخرون کثیرون علی من طلق امرأته ثلاثًا، وقعن، ولکنه یأثم". (عمدة القاری: ۲۰/۲۳۳، کتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق =

البتہ روافض اور اہل الظواہر (داؤدی) تین طلاق کے منکر ہیں۔'' دو چیزوں سے ان کو شبہ پیدا ہو گیا: ایک ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مقولہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابوبکر کے دور میں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شروع دو سال میں تین طلاق ایک تھی، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین کو تین ہی قرار دیدیا، لیکن شروحِ حدیث: نووی، عینی، فتح الباری، بذل المجہود، أوجز المسالک وغیرہ میں اس پر آٹھ طرح کلام کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ مقولہ مسئلۂ مذکورہ پر استدلال کے لئے کافی نہیں ہے (۱)۔

= الثلث، مطبع محمد أمين دمج بيروت)

(۱) "وأما حديث ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما، فاختلف العلماء فى جوابه وتأويله، فالأصح أن معناه أنه كان فى أول الأمر إذا قال لها: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، ولم ينو تاكيداً و لا استينافاً، يحكم بوقوع لقلة إرادتهم الاستيناف بذلک، فحمل على الغالب الذى هو إرادة التاكيد. فلما كان فى زمن عمر رضى الله تعالىٰ عنه، وكثر استعمال الناس بهذه الصيغة و غلب منهم إرادة الاستيناف بها، حملت عند الإطلاق على الثلث عملاً بالغالب السابق إلى الفهم منها فى ذلک العصر. وقيل: إن المعتاد فى الزمن الأول كان طلقة واحدة وصار الناس فى زمن عمر يوقعون الثلاث دفعةً، فنفذه عمر. فعلى هذا يكون إخبارًا عن اختلاف عادةالناس لاعن تغيرحكم فى مسئلة واحدة". (شرح مسلم للإمام النووى: ۱/۴۷۸، كتاب الطلاق، باب طلاق الثلث، قديمى)

"إنما قال ابن عباس ذلک فى غير المدخول بها. الجواب الثانى: دعوى شذوذ رواية طاؤس، وهى طريقة البيهقى، فإنه ساق الروايات عن ابن عباس بلزوم الثلاث، ثم نقل عن ابن المنذر أنه لا يظن بابن عباس أنه يحفظ عن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم شيئاً، و يفتى بخلافه، فيتعين المصير إلى الترجيح. والأخذ بقول الأكثر أولى من الأخذ بقول الواحد إذا خالفهم. والجواب الثالث: دعوى النسخ، فنقل البيهقى عن الشافعى أنه قال: يشبه أن يكون ابن عباس علم شيئاً لنسخ ذلک .... الجواب الرابع: دعوى الاضطراب، قال القرطبى فى المفهم: وقع فيه مع الاختلاف على ابن عباس الاضطراب فى لفظه، وظاهر سياقه يقتضى النقل عن جميعهم أن معظمهم كانوا يرونه ذلک .... الجواب الخامس: دعوى أنه ورد فى صورة خاصة، فقال ابن سريج وغيره: يشبه أن يكون فى تكرير اللفظ كأن يقول: أنت طالق، أنت طالق، وكانوا أولاً على سلامة صدورهم يقبل منهم أنهم أرادو التاكيد، فلما كثر الناس فى زمن عمر، وكثر فيهم الخداع ونحوه ممايمنع قبول من ادعى =

صاحب استذکار فرماتے ہیں:"إن هذه الرواية وهمٌ وغلطٌ، لم يعرج عليها احدٌ من العلماء".

الجوهر النقی: ۲/۱۱۳(۱)۔

یعنی یہ روایت وہم وغلط ہے، علماء میں سے کسی نے بھی اس کو قابل التفات نہیں سمجھا۔اس سے زیادہ سخت الحسین بن علی الکرابسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب ''ادب القضاء'' میں روایت کیا ہے:

"أخبرنا عليّ بن عبد الله (وهو ابن المديني) عن عبدالرزاق عن معمر عن ابن طاؤس عن طاؤس أنه قال: من حدثك عن طاؤس أنه كان يروى طلاق الثلاث واحدةً، كذّبه"(۲)۔

یعنی ''طاؤس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ جو شخص تم سے بیان کرے کہ طاؤس حدیث"طلاق الثلاث واحدة"کو روایت کرتے ہیں، تم اس کی تکذیب کرنا، اس کو جھوٹا سمجھنا، میں اس کو روایت نہیں کرتا، میری طرف اس کی نسبت کرنا غلط ہے''۔

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دوسری روایت اس مقولہ کے خلاف ہے اور وہ روایت قرآنِ کریم مستند احادیث اجماعِ سلف کے موافق ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

"عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء،

= التاكيد، حمل عمر اللفظ على ظاهر التكرار، فأمضاه عليهم .... الجواب السادس: تأويل قول "واحدة" وهي أن معنى قوله: كان الثلث واحدةً أن الناس في زمن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كانوا يطلقون ثلاثاً .... الجواب السابع: دعوى وقفه، فقال بعضهم: ليس في هذاالسياق أن ذلك يبلغ النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فيقره، والحجة إنما هي في تقريره .... الجواب الثامن: حمل قوله: "ثلاثًا" على أن المراد بها لفظ "ألبتّة" كما تقدم في حديث ركانة سواء، وهو من رواية ابن عباس أيضاً، وهو قوى".

(بذل المجهود: ۶۳/۴، بيان الاختلاف في الطلقات الثلاث في مجلس واحد، مكتبه إمداديه ملتان)

(وكذا في فتح الباري: ۹/۳۶۲، ۳۶۷، كتاب الطلاق، باب من أجاز الطلاق الثلاث، دارالمعرفة)

(وعمدة القاري: ۲۰/۳۳۱، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث، دارالكتب العلميه بيروت)

(۱) (الجوهر النقي على هامش السنن الكبرى، كتاب الخلع والطلاق، باب من جعل الثلاث واحدةً: ۳۳۷/۷، ادارهٔ تاليفات اشرفيه)

(۲) لم أقف عليه

ولا يحل لهن أن يكتمن ما خلق الله فى أرحامهن﴾. (الاية) ذلك أن الرجل كان إذا طلق امرأته، فهو أحق برجعتها، وإن طلقها ثلاثاً فنسخ ذلك، فقال: ﴿الطلاق مرتان﴾. الآية". أبو داؤد شريف، باب فى نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث(١)۔ بذل ٢/٦١(٢)۔

یعنی تین طلاق کے بعد بھی رجعت کی اجازت تھی اس کو اس آیت نے منسوخ کردیا۔ ﴿الطلاق مرتان﴾ (الاية)۔ ایسا نہیں تھا کہ تین طلاق دینے پر بھی ایک ہی ہوتی، البتہ تین کے بعد بھی رجعت کا حق تھا، نزولِ آیت کے بعد وہ حق ختم ہوگیا۔

اگر بالفرض شراح کے پیش کردہ اشکالات کے باوجود ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف نسبت کردہ مقولہ کو صحیح تسلیم کرلیا جائے تو اس کا ایک بہت ہی ظاہر اور بے غبار مطلب یہ ہے کہ تین الفاظ سے تین طلاق دے کر اگر کوئی شخص کہتا کہ میری نیت دوسرے اور تیسرے لفظ سے تاکید کی تھی، تجدیدِ طلاق کی نہیں تھی تو غلبۂ صدق اور سلامتِ صدر کی بنا پر اس کا قول تسلیم کرلیا جاتا تھا اور ایک ہی طلاق کا حکم کیا جاتا تھا۔

پھر جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وقت میں طلاقِ ثلاث کے واقعات بکثرت پیش آنے لگے اور صدق میں کمی ہوئی تو انہوں نے تین لفظ سے تین ہی طلاق کا حکم فرمادیا اور نیت اور تاکید کو نہ مانا، اصل بھی یہ ہی ہے کہ تین طلاق سے تین کا حکم ہو غلبۂ صدق کی بنا پر اصل کے خلاف ہونے کے باوجود نیت کا اعتبار کرنے کی جو وجہ تھی وہ ختم ہوگئی اور کلام کا اصل مطلب جو تھا وہی متعین کردیا(٣)، یہ نہیں تھا کہ تین کو ایک تسلیم کیا جاتا تھا، تین کا ایک ہونا تو کسی طرح بھی درست نہیں۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا صریح فتویٰ بھی یہی ہے کہ تین طلاق ایک مجلس میں دینے سے بھی تین ہی واقع ہوتی ہیں، جیسا کہ ابوداؤد شریف میں ہے کہ مجاہد، سعید بن جبیر، عطاء، مالک بن الحارث، عمرو بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ سب نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فتویٰ یہی نقل کیا ہے:

"عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما كلهم قالوا فى الطلاق الثلث: إنه

---

(١) (سنن أبى داؤد، باب فى نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث: ١/٣٠٤، إمداديه ملتان)

(٢) (بذل المجهود: ٤/٧٠، باب نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلث، إمداديه ملتان)

(٣) (راجع، ص: ٤١٤، الحاشية: ١، الجواب الخامس فى تلك العبارة)

أجازها". بذل: ۳/ ۷۰(۱)۔

اس لئے بھی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس مقولہ کے ذریعہ تین طلاق کو ایک قرار دینا صحیح نہیں۔

شبہ کی دوسری وجہ رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے، اس پر محدثین نے کلام کیا ہے، یہ واقعہ رکانہ کا ہے یا ابورکانہ کا؟ نیز اس کی سند میں بعض راوی ایسے ہیں جن کی روایت ضعیف اور معلول ہے(۲)۔

خیر! اس سب سے قطع نظر اس کا واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے صراحتاً تین طلاق نہیں دی بلکہ ''طلاقِ اَلبتۃ'' دی تھی چونکہ طلاقِ البتہ بھی بعض دفعہ تین طلاق کی جگہ استعمال ہوتی تھی، اس لئے ان سے حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حلف دے کر پوچھا کہ تمہاری نیت ایک ہی طلاق کی تھی انہوں نے جواب دیا کہ جی ہاں، ایک ہی طلاق کی نیت تھی، اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو ایک قرار دیا۔ ترمذی شریف میں ہے:

"عن عبد الله بن يزيد بن ركانة عن أبيه عن جده قال: أتيت النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقلت: يا رسول الله! إني طلقت امرأتي ألبتة، فقال: "ما أردتّ بها"؟ فقلت: واحدةً، قال: "والله"؟ قال: والله، قال: "فهو ما أردتّ"(۳)۔

اسی کو امام ابوداؤد نے "أصح" کہا ہے، بذل(۴)۔

جس روایت میں "طلقها ثلاثاً" ہے، وہ روایت بالمعنی ہے اس لئے کہ "ألبتة" بھی "ثلاثاً" کے معنی میں مستعمل ہوتا تھا، اس لئے اس "ألبتة" میں اختلاف ہے: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو ایک قرار دیتے

---

(۱) (سنن أبي داود: ۱/ ۳۰۶، باب بقية نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث، امداديه ملتان)

(۲) "وقد أجابوا عنه بأربعة أشياء: أحدها: أن محمد بن إسحاق وشيخه مختلف فيهما .... والثاني: معارضته بفتوى ابن عباس بوقوع الثلاث كما تقدم .... الثالث: أن أبا داؤد رجح أن ركانة إنما طلق امرأته ألبتة، كما أخرجه هو من طريق آل بيت ركانة .... الرابع: أنه مذهب شاذ فلا يعمل به". (فتح الباري: ۹/ ۳۶۲، ۳۶۳، كتاب الطلاق، باب من جوز طلاق الثلاث، قديمي)

(۳) (جامع الترمذي: ۱/ ۲۲۲، أبواب الطلاق واللعان، باب ماجاء في الرجل طلق امرأته ألبتة، سعيد)

(۴) قال أبو داؤد: "وهذا أصح من حديث ابن جريج أن ركانة طلق امرأته ثلاثاً؛ لأنهم أهل بيته، وهم أعلم به". (سنن أبي داؤد، كتاب الطلاق، باب في ألبتة: ۱/ ۳۰۷، ۳۰۸، إمداديه ملتان)

(وكذا في بذل المجهود: ۴/ ۷۶، كتاب الطلاق، باب في ألبتة، امداديه ملتان)

ہیں، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تین قرار دیتے ہیں، امام ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ اور اہلِ کوفہ نیت پر مدار رکھتے ہیں، ایک کی نیت ہو تو ایک ہے تین کی ہے تو تین، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی نیت پر مدار رکھتے ہیں بلکہ وہ فرماتے ہیں کہ دو کی نیت ہو تو دو کا حکم ہوگا۔ امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ سب اقوال نقل کئے ہیں:

"وقد اختلف أهل العلم من أصحاب النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم وغیرهم فی طلاق ألبتّةَ، فروی عن عمر بن الخطاب أنه جعل ألبتّةَ واحدةً، وإن نوی ثلاثًا فثلاثُ، وإن نوی ثنتین لم تکن إلا واحدةً، وهو قول الثوری رحمه اللّٰه تعالیٰ، وأهل الکوفة. و قال مالک بن أنس رضی اللّٰه تعالیٰ عنه فی ألبتّةَ: إن کان قد دخل بها فهی ثلاث تطلیقات. و قال الشافعی رحمه اللّٰه تعالیٰ: إن نوی واحدةً فواحدة یملک الرجعة، وإن نویٰ ثنتین فثنتان، وإن نوی ثلاثاً فثلاث". ترمذی شریف (۱)۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب ائمۂ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے جداگانہ ہے، وہ ان سب سے منفرد ہیں، وہ تین صریح طلاق کو ایک ہی مانتے ہیں (۲)، ان کے تلمیذ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے إغاثة اللهفان میں اس پر بڑی طویل بحث فرمائی ہے (۳)، مگر ان کے تلامذہ اور ان کے اقران اہل علم ان کے ساتھ نہیں، سب

---

(۱) (جامع الترمذی: ۱/۲۲۲، أبوب الطلاق واللعان، باب ماجاء فی الرجل طلق امرأته ألبتّة، سعید)

(۲) "وذهب جمهور التابعین وکثیر من الصحابة وأئمة المذاهب الأربعة، فطائفة من أهل البیت .... إلی أن الطلاق یتبع الطلاق، وذهبت طائفة من أهل العلم إلی أن الطلاق لا یتبع الطلاق، بل یقع واحدةً فقط ...... وإلیه ذهب جماعة من المتأخرین: منهم ابن تیمیة وابن القیم و جماعة من المحققین". (نیل الأوطار: ۶/۱۷، باب ماجاء فی طلاق ألبتة وجمع الثلاث واختیار تفریقها، دار الباز مکة المکرمة)

(۳) علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے "اِغاثہ" جلد اول میں ص: ۲۸۳ تا ۳۰۶ طویل بحث فرمائی ہے، چند عبارات ملاحظہ فرمائیں:

"وهذه الآثار موافقة لمادلَّ علیه القرآن، فإن اللّٰه سبحانه إنما شرع الطلاق مرةً بعد مرة ولم یشرعه جملةً واحدةً أصلاً .... وفی ذلک حدیثان صحیحان .... فالقول بهذه الأحادیث موافق لظاهر القرآن ولأقوال الصحابة وللقیاس ومصالح بنی آدم .... وأما القیاس فإن اللّٰه سبحانه وتعالیٰ قال: ﴿والذین یرمون أزواجهم ولم یکن لهم شهداء إلا أنفسهم، فشهادة أحدهم أربع شهادات باللّٰه﴾ ثم قال: ﴿ویدرأ عنها العذاب أن تشهد أربع شهادات باللّٰه﴾ فلو قال أشهد باللّٰه أربع شهادات إنی صادق أو =

مخالف ہیں حتی کہ علامہ ابن رجب نے مستقل کتاب اس پر تصنیف کی ہے جس میں اغاثۃ اللہفان کے پیش کردہ دلائل کو پوری طرح رد کردیا ہے اور ہر چیز کا جواب شافی دیا ہے، اس کا نام ہے: "بیان مشکل الأحادیث الواردة فی أن الطلاق الثلث طلاق واحدة"۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

مجلسِ واحد کی تین طلاق کا حکم

سوال[۶۱۲۰]: زید نے اپنی بیوی کی سخت کلامی پر برہم ہوکر حالتِ غضب میں اس کی غیر موجودگی میں ایک دوسری عورت کے سامنے تین طلاقیں بیک وقت دیں اور اس کا اظہار دوبارہ دوسرے شخص سے کیا کہ میں نے اس طرح طلاق دی، پھر تیسرے شخص نے سوال کیا کہ تم نے کس طرح طلاق دیا؟ زید نے انہیں بھی بتلایا، بعد میں معلوم ہوا کہ زید کی بیوی حاملہ ہے، بکر نے مشورہ دیا اور مسلکِ اہلِ حدیث نے فتوی دیا کہ تم رجعت کرلو، حالانکہ زید حنفی مسلک ہے، زید نے رجعت کرلی پانچویں دن، اور اس کے ہمراہ بیس یوم گزارے۔

اس کے بعد لڑکی کے والدین آئے اور لڑکی کو یہ کہہ کر گھر لے گئے کہ طلاق ہوگئی اور لڑکی تمہارے لئے حرام ہے۔ اس کو تقریباً تین ماہ ہوگئے، زید چاہتا ہے کہ اپنی بیوی کو پھر زوجیت میں لے آئے۔ ازروئے شرع کوئی شکل ہے؟

حکیم محمد عطا مصطفیٰ، بمبئی۔

= قالت أشهد بالله أربع شهادات أنه كاذب، كانت شهادةً واحدةً ولم تكن أربعاً، فكيف يكون قوله: "أنت طالق ثلاثاً" ثلاث تطليقات؟ وأيّ قياس أصح من هذا؟ وهكذا كل مايعتبر فيه العدد من الإقرار ونحوه .... وأما أقوال الصحابة فيكفي كون ذلك على عهد الصديق ومعه جميع الصحابة ولم يختلف عليه منهم أحد ولايحكى في زمانه القولان حتى قال بعض أهل العلم: إن ذلك إجماع قديم .... فهذه الوجوه ونحوها مما بيّن بها الجمهور أن جمع الثلاث غير مشروع هي بعينها تبيَّن عدم الوقوع وأنه إنَّما يقع المشروع وحده وهي الواحدة". (إغاثة اللهفان من مصايد الشيطان، كتاب الطلاق، فصل: من اتقى الله في طلاقه استغنى عن كل هذه الحيل الملعونة، ص: ۲۸۴ - ۲۸۸، ۲۸۹- ۳۰۶، مصطفیٰ البابی الحلبی مصر)

(إغاثة اللهفان: ۲۸۴، ۳۲۵، كتاب الطلاق، مصطفى البابي الحلبي مصر)

فتویٰ کی نقل

مختار احمد ندوی خطیب جامع مسجد اہل حدیث بمبئی۔

الجواب حامداًومصلیاً:

۱-صورت مسئولہ میں زید کوحق حاصل ہے کہ اندرونِ عدت بیوی سے رجعت کرلے اور انقضائے عدت کے بعد نکاحِ جدیدہ کے ذریعہ اپنی زوجیت میں لے آئے، کیونکہ اس کی دی ہوئی ایک مجلس میں تین طلاقیں حکم میں ایک رجعی طلاق کے ہیں۔

۲-ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں ایک رجعی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید، سورۂ بقرۃ: رکوع نمبر:۲، آیت نمبر:۲۲۹، ۲۳۰ میں ہے: ﴿الطلاق مرتان، فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان﴾. الآية. یعنی طلاق دومرتبہ ہے پھر (ان دومرتبہ) دستور کے مطابق روکے رکھنا ہے یا بھلائی کے ساتھ رخصت کردیناہے، اس سے معلوم ہوا کہ طلاق دوبار الگ الگ مہینوں میں دی جائے جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿ياأيها النبى إذا طلقتم النساء، فطلقوهن لعدتهن، وأحصوا العدة﴾(۱)۔

۳-رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مبارکہ کچھ ایسا ہی ہے، مسند احمد، ص:۲۶۵، میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں: حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی عورت کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دیدیں اور بعد میں اس پر انہیں بڑا غم ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا کہ آپ نے کس طرح طلاق دی؟ تو انہوں نے کہا کہ ایک ہی مجلس میں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تب یہ سب تینوں ایک ہی طلاق ہوئیں، آپ چاہیں تو بیوی سے رجعت کرلیں، چنانچہ انہوں نے رجعت کرلی(۲)۔

---

(۱) (سورة الطلاق: ۱)

(۲) "عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما قال: طلق ركانة بن عبد يزيد أخو المطلب امرأته ثلاثاً، فحزن عليها حزناً شديداً، قال: فسأله رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "كيف طلقتها"؟ قال: طلقتها ثلاثاً، قال: "في مجلس واحد"؟ قال: نعم، قال: "إنما تلك واحدة، فارجعها إن شئت" قال: فراجَعَها". (مسند أحمد: ۴۳۸/۱، رقم الحديث: ۲۳۸۳، مسند عبد الله بن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما، دارإحياء التراث العربى بيروت) =

نیز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پورے عہدِ خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو سال تک مسلمان ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک ہی شمار کرتے تھے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں، مسند احمد: ۱/۳۱۴، صحیح مسلم: ۱/۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۴، مستدرک حاکم: ۲/۱۹۶، یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلافت کے ابتدائی دو سالوں تک تین طلاقیں ایک ہی شمار کی جاتی تھیں (۱)۔

۴-حوالۂ مستدرک حاکم: ۲/۱۹۶، میں ہے: یعنی ابوالجوزاء نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں کیا ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک شمار کی جاتی تھیں؟ آپ نے فرمایا بے شک (۲)۔

مختار احمد ندوی، ۱۷/ ربیع الاول/ ۱۳۸۷ھ۔

نوٹ: یہ فتویٰ کی نقل ہے، زید نے اس فتوی کے مطابق اپنی بیوی سے رجعت کر لی ہے۔

= (وكذا في الصحيح لمسلم: ۱/۴۷۷، كتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث، قديمي)

(۱) "عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: كان الطلاق على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، وأبي بكر، وسنتين من خلافة عمر بن الخطاب طلاق الثلاث واحدةً، فقال عمر: إن الناس قد استعجلوا في أمر كان لهم فيه أناة، فلو أمضيناه عليهم، فأمضاه عليهم". (مسند أحمد بن حنبل: ۱/۵۱۷، (رقم الحديث: ۲۸۷۰)، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(والصحيح لمسلم، كتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث: ۱/۴۷۷، قديمي)

(۲) "أخبرني أبو الحسين محمد بن أحمد .... عن ابن أبي مليكة أن أبا الجوزاء أتى ابن عباس رضي الله عنهما فقال: أتعلم أن ثلاثاً كنّ يرددن على عصر رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إلى واحدةً؟ قال: نعم". هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه". (المستدرك للحاكم مع التلخيص للحافظ الذهبي: ۲/۱۹۶، كتاب الطلاق، دار الفكر بيروت)

الجواب حامداًومصلیاً:

بیک وقت تین طلاق دینے سے طلاقِ مغلظہ واقع ہوجاتی ہے، یہی قرآن پاک سے ثابت ہے(۱)، نیز حدیث شریف میں ہے، اسی پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وقت میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع ہوا، یہی ائمۂ اربعہ: امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا مسلک ہے(۲)، خواہش نفسانی کی خاطر اس کو ترک کرکے دوسرا راستہ اختیار کرنا گمراہی اور حرام ہے۔ حالتِ حمل میں بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے(۳)، اس کی عدت وضعِ حمل ہے(۴)، بچہ پیدا ہونے پر عورت کو چاہئے کہ دوسری جگہ نکاح کرلے۔

بعض اہل حدیث نے حدیثِ رکانہ سے استدلال کرتے ہوئے ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقوں کو

---

(۱) ﴿الطلاق مرتان فإمساک بمعروف أو تسریح بإحسان .... فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیره﴾. منتظم لمعان: منها تحریمها علی المطلق ثلاثًا حتی تنکح زوجاً غیره". (أحکام القرآن للجصاص: ۱/۵۳۲، قدیمی)

(۲) "وذهب جمهور الصحابة والتابعین ومن بعدهم من أئمة المسلمین إلی أنه یقع ثلاث". (رد المحتار: ۳/۲۳۳، کتاب الطلاق، سعید)

"و ذهب جماهیر العلماء من التابعین و من بعدهم منهم الأوزاعی والنخعی والثوری و أبو حنیفة وأصحابه والشافعی وأصحابه وأحمد وأصحابه و إسحاق و أبو ثور وأبو عبیدة، وآخرون کثیرون علی من طلق امرأته ثلاثاً، وقعن، ولکنه یأثم". (عمدة القاری: ۲۰/ ۲۳۳، کتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث، مطبع أمین دمج بیروت)

(۳) "وطلاق الحامل یجوز عقیب الجماع". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۳۴۹، کتاب الطلاق، رشیدیه)

(وکذا فی الدر المختار: ۳/۲۳۲، کتاب الطلاق، سعید)

(وکذا فی بدائع الصنائع: ۴/۱۸۷، کتاب الطلاق، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۴) "وعدة الحامل أن تضع حملها". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۵۲۸، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدة، رشیدیه)

(وکذا فی الدر المختار: ۳/۵۱۱، کتاب الطلاق، باب العدة، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۳/۲۲۶، کتاب الطلاق، باب العدة، رشیدیه)

ایک قرادیکر رجعت کا اختیار دیا ہے، مگروہ استدلال تام نہیں، دوسرے قوی دلائل کے بھی خلاف ہے، چنانچہ اس روایت پر بذل المجهود فی شرح أبی داؤد: ۳/ ۷۰، میں نیز عینی و فتح الباری و فیض الباری شروح بخاری میں اس پرپ:۱/ ۶، میں مفصل کلام کرکے استدلال کا ناتمام ہونا بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ تین طلاق سے تین ہی واقع ہوتی ہیں (۱)۔

فتح القدیر: ۳/ ۱۷۵ (۲)، بدائع الصنائع میں بھی اس پر مفصل بحث مذکور ہے (۳)۔اعلاء

---

(۱) "(حديث ركانة) نص في المسئلة، و قد أجابوا عنه بأربعة أشياء: أحدها: أن محمد بن إسحاق وشيخه مختلف فيهما .... والثاني: معارضته بفتوى ابن عباس بوقوع الثلاث كما تقدم .... والثالث: أن أبا داؤد رجح أن ركانة إنما طلق امرأته ألبتّة، كما أخرجه هو من طريق اهل بيت ركانة .... والرابع: أنه مذهب شاذ". (بذل المجهود: ۴/ ۶۲، ۶۳، باب في نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث، امداديه ملتان)

(وكذا في عمدة القاري للعيني، كتاب الطلاق، باب من أجاز الطلاق الثلاث: ۲۰/ ۳۳۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(وفتح الباري لابن حجر العسقلاني، باب من أجاز طلاق الثلاث: ۹/ ۳۶۲-۳۶۷، دارالمعرفة)

(۲) "و من الأدلة في ذلك ما في مصنف ابن أبي شيبة والدار قطني في حديث ابن عمر المتقدم: "قلت: يا رسول الله! أرأيت لو طلقتها ثلاثاً؟ فقال: "إذاً قد عصيتَ ربك، وبانت منك امرأتك". .... و في الموطأ أيضاً: بلغه أن رجلاً جاء إلى ابن مسعود فقال: إني طلقت امرأتي ثماني تطليقات، فقال: "ما قيل لك"؟ فقال: قيل لي: بانت منك، قال: "صدقوا، هو مثل ما يقولون". فظاهره الإجماع على هذا الجواب". (فتح القدير: ۳/ ۴۶۹، كتاب الطلاق، باب طلاق السنة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۳) "وأما حكم طلاق البدعة، فهو أنه واقع عند العلماء .... ولنا ما روى عن عبادة بن الصامت رضى الله تعالىٰ عنه أن بعض آبائه طلق امرأته ألفاً، فذكر ذلك للنبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "بانت بالثلاث في معصية وتسع مأة و سبعة و تسعون فيما لايملك". وروى عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما أنه قال: أحدكم يركب الأحموقة، فيطلق امرأته ألفاً، ثم يأتي، فيقول: يا ابن عباس! يا ابن عباس وإن الله تعالىٰ قال: ﴿ومن يتق الله يجعل له مخرجاً﴾، وإنك لم تتق الله، فلا أجد لك مخرجاً، بانت امرأتك، وعصيت ربك". (بدائع الصنائع: ۴/ ۲۰۶، ۲۰۷، كتاب الطلاق، فصل في ألفاظ طلاق البدعة، دارالكتب العلمية بيروت)

السنن: ۱۱/۱۰۳، اس پر مستقل رسالہ بیس صفحات میں پھیلا ہوا موجود ہے، جس میں اس روایت پر ہر جہت سے بحث کر کے بتلایا ہے کہ قرآن پاک وحدیث شریف سے یہی ثابت ہے کہ تین طلاق تین ہی ہے ایک نہیں، الإنقاذ من الشبهات فی إنفاذ المکروہ من الطلقات" اس رسالہ کا نام ہے(۱)۔ اسی طرح "الإشفاق" اور "إقامة القیامة" یہ دونوں رسالے بھی اسی مسئلہ پر لکھے گئے ہیں۔ کتب فقہ: البحر الرائق: ۴/ ۵۶ (۲)، زیلعی: ۲/ ۲۵۷ (۳)، شامی ۲/ ۵۳۷، وغیرہ میں بھی یہی مذکور ہے(۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۲/ ۵/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۳/ ۵/ ۸۷ھ۔

---

(۱) "و روی عبید الله عن نافع عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما: إذا طلق امرأته ثلاثاً قبل أن یدخل بها، لم تحل له حتی تنكح زوجاً غیره .... عن طارق بن عبد الرحمن سمعت قیس بن أبی عاصم قال: سأل رجل المغیرة –وأنا شاهد– عن رجل طلق امرأته مائةً، فقال: "ثلاثة تحرم، وسبع وتسعون فضل" .... عن رافع: أن عمران بن حصین سئل عن رجل طلق ثلاثاً فی مجلس فقال: "أثم بربه و حرمت، علیه امرأته".

"فهذه الروایات تدل أن عمر وعثمان وعلیاً وابن عباس وابن عمرو ابن مسعود وعبد الله بن عمرو بن العاص و أبا هریرة و مغیرة بن شعبة وعمران بن حصین –رضی الله تعالیٰ عنهم– كلهم متفقون علی وقوع الطلقات الثلاث جملةً، و لا یثبت عن واحد من الصحابة خلافهم". (إعلاء السنن: ۱۱/ ۱۶۴، الإنقاذ من الشبهات فی إنفاذ المكروه من الطلقات، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "و قد صرح ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما للسائل الذی جاء یسأله عن الذی طلق ثلاثاً بقوله: "عصیت ربك". وروی عبد الرزاق مرفوعاً عنه علیه السلام: "بانت بثلاث فی معصیة الله تعالیٰ". فقد أفاد الوقوع والعصیان". (البحر الرائق: ۳/ ۴۱۸، كتاب الطلاق، رشیدیه)

(۳) "وقال ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما: أخبِر رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم عن رجل طلق امرأته ثلاث تطلیقات جمیعاً، فقام غضبان، ثم قال: "أیلعب بكتاب الله و أنا بین أظهركم". (تبیین الحقائق: ۳/ ۲۵، كتاب الطلاق، دار الكتب العلمیة بیروت)

(۴) "وذهب جمهور الصحابة والتابعین ومن بعدهم من أئمة المسلمین إلی أنه یقع الثلاث .... وأما إمضاء عمر الثلاث علیهم مع عدم مخالفة الصحابة له، وعلمه بأنها كانت واحدةً، فلا یمكن، إلا وقد اطّلعوا فی الزمان المتأخر علی وجود ناسخ، أولعلمهم بانتهاء الحكم لذلك لعلمهم بإناطته بمعان علموا انتفائها فی الزمن المتأخر." (ردالمحتار، كتاب الطلاق، مطلب: طلاق الدور: ۳/ ۲۳۳، سعید)

تین طلاق کا حکم

سوال[۶۱۲۱]: زید نے اپنی بیوی کو مجمعِ عام میں تین بار طلاق کے الفاظ اس طرح ادا کئے کہ "میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، طلاق دی، طلاق دی"۔ اور مجمع کے لوگوں سے کہا کہ جا کر ہماری بیوی کو اطلاع طلاق کی دے دو۔ کیا اس صورت میں طلاق واقع ہوگئی، یا بیوی کا خود اپنے کان سے سننا ضروری ہے؟ اور اگر طلاق واقع ہوئی تو کونسی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیوی کا سننا ضروری نہیں، بلا شبہ طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی (۱)، اب بلا حلالہ کئے تعلقِ زوجیت حرام ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

غصہ میں تین طلاق

سوال[۶۱۲۲]: زید نے اپنی منکوحہ مدخول بہا زینب کو ایک طلاق دیا، اس کے بعد زینب کا باپ

---

(۱) "إذا قال لامرأته: أنت طالق و طالق، وطالق، ولم يعلّقه بالشرط، إن كانت مدخولةً، طلقت ثلاثاً".

(الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۵۵، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الأول في الصريح، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ التاتارخانية: ۳/۲۸۲، كتاب الطلاق، نوع آخر في تكرار الطلاق وإيقاع العدة، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في رد المحتار: ۳/۲۹۳، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(۲) "وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة و ثنتين في الأمة، لم تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۳، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار على تنوير الأبصار: ۳/۴۰۹، ۴۱۱، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ التاتارخانية: ۳/۶۰۳، كتاب الطلاق، الفصل الثالث والعشرون في المسائل المتعلقة بنكاح المحلل ومايتصل به، إدارة القرآن كراچی)

زید کے پاس آ کر پوچھنے لگا کہ کیا تم نے طلاق دے دیا؟ تو زید نے غصہ میں کہا کہ ''ہاں میں نے تین مرتبہ طلاق دیدیا''، لیکن زید کہتا ہے کہ میں نے تو صرف پہلا ایک ہی طلاق دیا ہے اور بعد میں جو میں نے یہ کہا کہ ہاں میں نے تین طلاق دے دیا تو یہ میں نے صرف غصہ میں کہا ہے، دل میں نیت طلاق نہیں تھی۔ عورت مذکورہ کے بارے میں اب شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی صورت میں قضاءً تین طلاق واقع ہوگئیں، پس اگر زینب نے خود اس بات کو سنا ہے یا زینب کے باپ نے زینب سے بیان کیا ہے کہ تمہارے شوہر نے مجھ سے تین مرتبہ طلاق کا اقرار کیا ہے (۱) تو زینب کے لئے جائز نہیں کہ کسی طرح شوہر کو حلالہ سے قبل اپنے اوپر قابو دے، بلکہ اس سے بچنے کے لئے ہر ممکن تدبیر اختیار کرے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

شدتِ غصہ میں تین طلاق

الاستفتاء [۲۱۲۳]: زید نے دن بھر کے بعد تھک کر گھر میں قدم رکھا اور کسی بات پر ناراض ہو کر اپنے دماغ کا توازن کھو بیٹھا اور غصہ میں بے قابو ہو کر یہ الفاظ کہہ ڈالے: ''تم اپنے گھر جاؤ، طلاق ہوگئی، طلاق

---

(۱) "أن من أقر بطلاق سابق، يكون ذلك إيقاعاً منه في الحال؛ لأن من ضرورة الاستناد الوقوع في الحال، وهو مالك للإيقاع غير مالك للاستناد". (المبسوط للسرخسي: ۱۰۹/۴، كتاب الطلاق، باب الطلاق، مكتبه حبيبه كوئٹه)

(۲) "أيضاً إذا سمعت المرأة الطلاق، ولم تسمع الاستثناء، لايسعها أن تمكنه من الوطئ". (رد المحتار: ۳۶۹/۳، كتاب الطلاق، باب التعليق، مطلب فيما لو ادعى الاستثناء وأنكرته الزوجة، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۳۹۹/۳، كتاب الطلاق، الفصل التاسع في الاستثناء في الطلاق، نوع آخر في دعوى الزوج الاستثناء الخ، إدارة القرآن كراچي)

"والمرأة كالقاضي إذا سمعته أو أخبرها عدل، لا يحل لها تمكينه". (رد المحتار: ۲۵۱/۳، كتاب الطلاق، باب الصريح، مطلب في قول البحر: إن الصريح يحتاج في وقوعه ديانةً إلى النية، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۴۱/۳، باب الطلاق، دارالكتب العلمية بيروت)

ہوگئی، طلاق ہوگئی، اب اپنے گھر جاؤ، میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں ہے"۔ اس کے بعد بیوی چیخ چیخ کر رونے لگی، شوہر کو بھی غلطی کا احساس ہوا اور فوراً اپنی بیوی سے معافی مانگی، لیکن بیوی کا روتے روتے برا حال تھا۔ زید کے دو سالہ بچی بھی ہے، لڑکی کی ماں دل کی مریض ہے، ان کو اس حالت سے مطلع نہیں کیا گیا، ویسے بیوی میکہ جا چکی ہے، اس لئے کہ اب شوہر کے ساتھ رہنا ناجائز ہے، اب دونوں رجوع ہونا چاہتے ہیں۔ اب شرعی کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلياً:

طلاق عامۃً غصہ ہی میں دی جاتی ہے، خوشنودی میں اس کی نوبت کم آتی ہے۔ جب آدمی غصہ میں ایسی بات کہہ دیتا ہے جس کا نتیجہ خراب نکلتا ہے تو وہ سمجھتا ہے اور معذرت کرتا ہے کہ میں قابو میں نہیں تھا، توازن کھو بیٹھا تھا وغیرہ وغیرہ، حالانکہ ایسی بات نہیں اس کی عقل ختم نہیں ہو جاتی کہ اس کو یہ خبر نہ رہے کہ ان الفاظ (طلاق) کا کیا مطلب ہے، یا وہ آسمان اور زمین میں فرق نہ کرتا ہو، یا اس کو پاگل قرار دیکر پاگل خانہ بھیج دیا جائے، بلکہ وہ جانتا ہے کہ طلاق سے بیوی کو بہت تکلیف ہوگی اور تعلق ختم ہو جائے گا جیسا کہ بیوی کے علاوہ کسی اَور سے ناراض ہو تو اس کو بھی چن کر ایسا لفظ کہتا ہے جس سے اس کو بہت تکلیف ہو اور شدتِ ناراضگی کے اظہار کے لئے تعلق ختم کردیا جاتا ہے:"ويقع طلاق من غضب، خلافاً لابن قيمؒ، وهذا الموافق عندنا، الخ". شامی نعمانیہ: ۲/۴۷۲ (۱)۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی، اب اس کو رجوع کا اختیار نہیں رہا اور بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی بھی گنجائش نہیں ہے (۲)۔ قرآن پاک میں ہے:

---

(۱) (ردالمحتار: ۳/۲۴۴، كتاب الطلاق، مطلب في طلاق المدهوش، سعيد)

"إذا قال لامرأته: أنت طالق وطالق وطالق، ولم يعلّقه بالشرط، إن كانت مدخولةً، طلقت ثلاثاً". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۵۵، كتاب الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا في فتاویٰ قاضي خان: ۱/۴۵۴، كتاب الطلاق، الفصل الأول في صريح الطلاق، رشيديه)

(۲) "وأما الطلقات الثلاث، فحكمها الأصلي هو زوال الملك وزوال حل المحلية أيضاً، حتى لايجوز له نكاحها قبل التزوج بزوج آخر، لقوله عزوجل: ﴿فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ وسواء طلقها ثلاثاً متفرقاً أو جملةً واحدةً". (بدائع الصنائع: ۴/۴۰۳، كتاب الطلاق، =

﴿الطلاق مرتان .... فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتیٰ تنکح زو جاًغیره﴾ الاية(۱)۔

کتبِ صحاحِ بخاری شریف ومسلم شریف وغیرہ میں اِمرأۂ رفاعہ کا واقعہ مذکور ہے جس میں شوہرِ اوّل سے بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی اجازت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مرحمت نہیں فرمائی تھی (۲)۔

ائمہ اربعہ: امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ سب کا مسلک یہی ہے جیسا کہ فتح القدیر میں تصریح ہے (۳)۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ۔

تین طلاقوں کے بعد رجوع کرنے کا حکم

سوال[۶۱۲۴]: زید نے اپنی بیوی کی حرکات سے تنگ آکر ایک مجلس میں تین طلاق دے دیا اور اخبار میں طلاق کا اعلان بھی کرادیا، اب شوہر اور بیوی دونوں دوبارہ ملنا چاہتے ہیں، لہٰذا اس بارے میں علمائے دین اور مفتیانِ شرعِ متین کیا فرماتے ہیں؟ کیا وقتِ واحد میں تین بار طلاق از روئے قرآن ایک مرتبہ سمجھ کر رجوع کرلیا جائے، یا حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ کی حدیث کی روشنی پر عمل کرلیا جائے، جب کہ بوقتِ طلاق اب بھی کوئی گواہ موجود نہیں ہے، بیوی نے قبول بھی نہیں کیا؟ لہٰذا اس بات کی صراحت فرمائیں کہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور اگر ہوئی تو کون سی؟ اور اگر دوبارہ ملنا چاہیں، تو اس کی شریعت میں کیا راہ ہے؟

=فصل فی حکم الطلاق البائن، دار الکتب العلمية، بيروت)

(۱) (سورة البقرة: ۲۲۹، ۲۳۰)

(۲) "عن ابن شهاب قال: أخبر نی عروة بن الزبير أن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها أخبرته أنَ امرأة رفاعة القرظیّ جاء ت إلی رسو ل الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! إن رفاعة طلقنی فبتّ طلاقی، وإنی نكحتُ بعده عبدالرحمن بن الزبير القرظیّ، وإنما معه مثل الهدبة، قال رسو ل الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "لعلک تريدين أن ترجعی إلی رفاعة، لا حتیٰ يذوق عسيلتک و تذوقی عسيلته". (صحيح البخاری: ۲/ ۷۹۱، کتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث الخ، قديمی)

(۳) "وذهب جمهور الصحابة والتا بعين ومن بعد هم من أئمة المسلمين إلی أنه يقع ثلاث". (فتح القدير: ۳/ ۴۶۹، کتاب الطلاق، باب طلاق السنة، مصطفی البابی الحبلی، مصر)

الجواب حامداًومصلیاً:

طلاق کا اختیار مرد کو ہے، عورت کے قبول کرنے نہ کرنے کو اس میں کوئی دخل نہیں، وہ قبول نہ کرے تب بھی ہو جاتی ہے(۱)۔ طلاق کا جب شوہر کو اقرار ہے تو گواہوں کی ضرورت نہیں، جب شوہر نے طلاق لکھ کر بیوی کے پاس بھیج دی ہو، یا اخبار میں شائع کردی ہو اور شوہر کو اپنی تحریر کا اقرار ہو تب بھی ہو جاتی ہے(۲)۔ محبت ورضامندی میں طلاق کی نوبت کم آتی ہے، جب صریح اور صاف لفظوں میں طلاق دے تو اس میں نیت کی حاجت نہیں ہوتی، بغیر نیت بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے(۳)۔

---

(۱) "وأهله (أی الطلاق) زوج عاقل بالغ مستيقظ". (الدر المختار: ۲۳۰/۳، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا فی تبيين الحقائق: ۳۴/۳، كتاب الطلاق، دار الكتب العلميه بيروت)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمكيرية: ۳۵۳/۱، كتاب الطلاق، فصل فيمن يقع طلاقه وفی من لا يقع طلاقه، رشيديه)

(وكذا فی الفتاویٰ التاتارخانية: ۲۴۳/۳، كتاب الطلاق، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "لو استكتب من آخر كتاباً بطلاقها، وقرأه على الزوج، فأخذه الزوج و ختمه و عنونه و بعث به إليها، فأتاها، وقع إن أقر الزوج أنه كتابه". (رد المحتار: ۲۴۶/۳، ۲۴۷، كتاب الطلاق، مطلب فی الطلاق بالكتابة، قبيل باب الصريح، سعيد)

(وكذا فی الفتاویٰ التاتارخانية: ۳۸۰/۳، كتاب الطلاق، الفصل السادس فی إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمكيرية: ۳۷۹/۱، كتاب الطلاق، الفصل السادس فی الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(۳) "وصريح الطلاق لا يحتاج إلى نيةٍ؛ لأنه موضوع له شرعاً، فكان حقيقةً، والحقيقة لا تحتاج إلى نية". (الاختيار لتعليل المختار: ۱۶۴/۲، كتاب الطلاق، فصل فی صريح الطلاق، مكتبه حقانيه پشاور)

(وكذا فی تبيين الحقائق: ۳۹/۳، باب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا فی الدر المختار مع رد المحتار: ۲۴۷/۳، كتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

ایک دفعہ اور دو دفعہ کہنے کے بعد طلاق سے رجعت کرنے کا اختیار باقی رہتا ہے، یعنی عدت ختم ہونے سے پہلے طلاق واپس لینے سے نکاح بدستور قائم رہتا ہے، خواہ وقتِ واحد اور مجلسِ واحد میں ایک دفعہ یا دو دفعہ طلاق دی ہو، یا الگ الگ وقت الگ الگ مجلس میں دی ہو، سب کا یہی حکم ہے(۱)، یہ مسئلہ قرآن کے دوسرے پارے میں ﴿الطلاق مرتان، فإمساك بمعروف أوتسريح بإحسان﴾(۲). سے ثابت ہے۔

تین طلاق دینے کے بعد واپسی کا حق نہیں رہتا، جب تک حلالہ نہ ہوجائے دوبارہ نکاح میں نہیں لاسکتا(۳)، خواہ تین طلاق ایک لفظ سے دی ہوں جیسے کوئی کہے کہ ''میں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی'' یا تین لفظ سے دی ہوں جیسے کوئی کہے: ''میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی''، پھر خواہ مجلسِ واحد میں ایسا کہا ہو یا الگ مجلس اور الگ الگ وقت میں، سب کا ایک حکم ہے، کوئی فرق نہیں۔ امام اعظم، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ غرض ائمۂ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے(۴)، یہی جمہور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا

---

(۱) "وإذا طلق الرجل امرأته تطليقةً رجعيةً أورجعيتين، فله أن يراجعها فى عدتها، رضيت بذلك أو لم ترض". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۰، كتاب الطلاق، الفصل السادس فى الرجعة و فيماتحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا فى الهداية: ۳۸۵/۲، كتاب الطلاق، باب الأيمان فى الطلاق، مكتبه شركت علمية ملتان)

(وكذا فى تبيين الحقائق: ۱۴۹/۳، كتاب الطلاق، باب الرجعة، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) (سورة البقرة: ۲۲۹)

(۳) "وأما الطلقات الثلاث، فحكمها الأصلى هو زوال الملك وزوال حل المحلية أيضاً، حتى لايجوز له نكاحها قبل التزوج بزوج آخر، لقوله عزوجل: ﴿فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ سواء طلقها ثلاثاً متفرقاً أو جملةً واحدةً". (بدائع الصنائع: ۴۰۳/۴، كتاب الطلاق، فصل فى حكم الطلاق البائن، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۴) "وذهب جماهير العلماء من التابعين و من بعدهم، منهم: الأوزاعي والنخعي والثوري وأبو حنيفة وأصحابه والشافعي وأصحابه وأحمد وأصحابه وإسحاق وأبو ثور وأبو عبيدة، وآخرون كثيرون على من طلق امرأته ثلاثاً، وقعن، ولكنه يأثم". (عمدة القاري شرح صحيح البخاري: ۲۳۳/۲۰، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث لقوله تعالیٰ .... اهـ، مطبع محمد أمين دمج بيروت)

مذہب ہے (۱)، یہی احادیث سے ثابت ہے، یہی کتبِ فقہ میں بصراحت موجود ہے، یہی قرآن پاک سے ثابت ہے۔

چنانچہ دوسرے پارے میں دوطلاق کے بعد تیسری طلاق کا تذکرہ ہے اور اس طرح بیان فرمایا گیا ہے:

﴿فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیره﴾ الآیة(۲) یعنی دوطلاق کے بعد رجعت کا حق حاصل تھا لیکن تیسری طلاق بھی دیدی تو اب رجوع کرنے کا حق بھی نہیں رہا، جب تک دوسرے شخص سے نکاح نہ ہوجائے تو ہرگز پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوسکتی (۳)۔

حدیث شریف میں اِمرأۂ رفاعہ کا واقعہ مذکور ہے جس کی تفصیل بخاری شریف میں ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو تین بار طلاق دی تھی پھر بعد عدت دوسرے شخص حضرت عبدالرحمٰن بن الزبیر سے نکاح کیا، مگر وہ چاہتی تھیں کہ پہلے شوہر کے پاس لوٹ جائیں، حضور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تک حلالہ نہ ہوجائے پہلے شوہر کے پاس جانے کا حق نہیں (۴)۔

جس حدیث کا آپ نے حوالہ دیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ان صحابی نے لفظ طلاق تین دفعہ کہا، پہلے سے طلاق کی نیت کی دوسرے اور تیسرے لفظ سے طلاق کی نیت نہیں کی تھی، بلکہ محض تاکید کے لئے یہ لفظ کہا، جیسے آپ سے کوئی پوچھے، آپ نے آج فجر کی نماز پڑھی؟ آپ جواب میں کہیں، میں نے آج فجر کی نماز پڑھ لی، پڑھی لی، پڑھ لی، مطلب صاف ظاہر ہے کہ نماز فجر آج تو ایک ہی دفعہ پڑھی مگر دوسری اور تیسری دفعہ جو لفظ کہا

---

(۱) "وذهب جمهور الصحابة والتابعين و من بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث".
(ردالمحتار: ۲۳۳/۳، کتاب الطلاق، سعید)

(۲) (البقرة: ۲۳۰)

(۳) (راجع، ص: ۴۳۰، رقم الحاشية: ۳)

(۴) "عن ابن شهاب قال: أخبرني عروة بن الزبير أن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها أخبرته أن امرأة رفاعة القرظيّ جاء ت إلى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقالت: يارسول الله! إن رفاعة طلقني، فبتّ طلاقي، وإني نكحت بعده عبدالرحمن بن الزبير القرظي، وإنما معه مثل الهدبة، قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لعلك تريدين أن ترجعي إلى رفاعة، لا، حتى يذوق عسيلتك و تذوقي عسيلته".
(صحيح البخاري: ۲/ ۷۹۱، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث الخ، قديمي)

ہے اس سے محض تاکید مقصود ہے، یہ مطلب نہیں کہ آج نمازِ فجر تین دفعہ پڑھی۔

اسی طرح انہوں نے لفظِ طلاق تین دفعہ کہا، مگر چونکہ طلاق ایک ہوتی ہے، دو بھی ہوتی ہے، تین بھی ہوتی ہے اور لفظِ طلاق تاکید کے لئے بھی کہا جاتا ہے، اور اِصالۃً مقصود بھی ہوتا ہے اور تاکید کے لئے بولنا خلافِ ظاہر بھی ہے، کیونکہ طلاق تین بھی ہوتی ہے، اس لئے حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قسم دیکر دریافت فرمایا کہ ایک ہی طلاق کی نیت کی تھی، دوسرا اور تیسرا لفظ محض تاکید کے لئے بولا ہے، طلاق کی نیت سے نہیں بولا، جب انہوں نے قسم کھا کر ایک طلاق کا ارادہ بتلایا تو رجعت کا حق دیدیا(۱)۔

پھر رفتہ رفتہ طلاق کے واقعات بکثرت پیش آنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بڑی جماعت کے سامنے اس کا اظہار فرمایا کہ مسئلہ میں کچھ ڈھیل دی گئی تھی، مگر لوگوں نے اس سے غلط فائدہ اٹھانا شروع کردیا، اس لئے اگر آئندہ کوئی شخص تین دفعہ طلاق دے گا تو وہ تین ہی شمار ہوگی اور اس کو رجعت کا حق نہیں ہوگا(۲) اس پر سب صحابہ کا اجماع ہوگیا، یہی مطلب ہے اس روایت کا جس میں مذکور ہے کہ حضور اکرم

---

(۱) "عن نافع بن جبير بن عبد يزيد بن ركانة أن ركانة بن عبد يزيد طلق امرأته سهيمة ألبتة فأخبر النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بذلك، وقال: والله ماأردت إلا واحدةً، فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ماأردت إلا واحدةً"؟ قال ركانة: والله! ماأردت إلا وحدةً، فردها إليه رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فطلقها الثانية فى زمان عمر، والثالثة فى زمان عثمان". (سنن أبى داود: ۱/۳۰۰، كتاب الطلاق، باب فى ألبتة، دار الحديث ملتان)

(۲) "قال عمر بن الخطاب رضى الله تعالىٰ عنه: إن الناس قد استعجلوا فى أمر كانت لهم فيه أناة، فلو أمضيناه عليهم، فأمضاه عليهم". (إعلاء السنن: ۱۱/۱۴۹، كتاب الطلاق، باب إيقاع الثلاث مجموعاً معصية وإن وقعن كلهن، إدارة القرآن كراچى)

"وإن حمل الحديث على خلاف ظاهره دفعاً لمعارضة إجماع الصحابة رضى الله تعالىٰ عنهم على ما أوجدناك من النقل عنهم واحدًا واحدًا، وعدم مخالف لعمر فى إمضائه، وظاهر حديث ابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه، فتأويله أن قول الرجل: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، كان واحدةً فى الزمن الأول لقصدهم التأكيد فى ذلك الزمان، ثم صاروا يقصدون التجديد، فألزمهم عمر رضى الله تعالىٰ عنه ذلك لعلمه بقصدهم". (فتح القدير: ۳/۴۷۰، ۴۷۱، كتاب الطلاق، باب طلاق السنة، مصطفى البابى الحلبى بمصر)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ابتدائی دور خلافت میں تین طلاق ایک ہی شمار ہوتی تھی یعنی جو شخص تین طلاق دیتا تھا اور قسم کھا کر کہتا تھا کہ میں نے پہلا لفظ طلاق کی نیت سے بولا ہے اور دوسرا اور تیسرا لفظ تاکید کے لئے بولا ہے۔

اس سے طلاق کی نیت نہیں کی تو اس کی نیت کا اعتبار کرتے ہوئے ایک طلاق کا قضاءً فیصلہ ہوتا تھا (۱)، یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تین طلاق واقع ہی نہیں ہوتی تھی، اگر یہ مطلب لیا جائے گا تو قرآن پاک کے بھی خلاف ہوگا (اور اس حدیث کے بھی خلاف ہوگا) جس میں اِمرأۂ رفاعۃ کے لئے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود حلالہ کا حکم دیا ہے جیسا کہ بخاری شریف میں مذکور ہے (۲)۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں کوئی گنجائش رجعت کرنے کی یا بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کرنے کی باقی نہیں رہی، شیخ ابن ہمام نے فتح القدیر میں اور دیگر کتب فقہیہ: کنز، تبیین، در مختار، عالمگیری، مجمع الأنھر، بدائع وغیرہ میں اس پر مفصل کلام موجود ہے (۳)۔

---

(۱) قال العلامة النووی رحمه الله تعالیٰ: "فالأصح أن معناه أنه كان فی أول الأمر إذا قال لها: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، ولم ينو تاكيداً و لا استينافاً، يحكم بوقوع طلقة لقلة إرادتهم الاستيناف بذلك، فحمل على الغالب الذی هو إرادة التاكيد. فلما كان فی زمن عمر رضی الله تعالیٰ عنه، وكثر استعمال الناس بهذه الصيغة و غلب منهم إرادة الاستيناف بها، حملت عند الإطلاق على الثلث عملاً بالغالب السابق إلى الفهم منها فی ذلك العصر. وقيل: المراد إن المعتاد فی الزمن الأول كان طلقةً واحدةً، وصار الناس فی زمن عمر يوقعون الثلاث دفعةً، فنفذه عمر. فعلى هذا يكون إخبارًا عن اختلاف عادة الناس لاعن تغيرحكم فی مسئلة واحدة". (شرح مسلم للإمام النووی: ۱/۴۷۸، كتاب الطلاق، باب طلاق الثلث، قديمی)

(۲) "عن ابن شهاب قال: أخبرنی عروة بن الزبير أن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها أخبرته أن امرأة رفاعة القرظیّ جاء ت إلی رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم فقالت: يارسول الله! إن رفاعة طلقنی، فبتّ طلاقی، وإنی نكحت بعده عبدالرحمن بن الزبير القرظی، وإنما معه مثل الهدبة، قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "لعلك تريدين أن ترجعی إلی رفاعة، لا، حتی يذوق عسيلتك و تذوقی عسيلته".
(صحيح البخاری: ۲/۷۹۱، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث الخ، قديمی)

(۳) "وأما حكم طلاق البدعة فهو أنه واقع عند عامة العلماء .... ولنا ماروی عن عبادة بن الصامت =

شروح حدیث: عینی، بذل، اوجز، إعلاء السنن میں روایاتِ فقہیہ کے علاوہ احادیث کا بھی ذخیرہ ہے(۱)۔ اس مسئلے پر مستقل رسائل بھی لکھے گئے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

= رضی الله عنه أن بعض آبائه طلق امرأته ألفاً، فذكر ذلك للنبی صلی الله علیه وسلم، فقال صلی الله علیه وسلم: "بانت بالثلاث فی معصیةٍ، ولتسعمأةٍ وسبعةٌ وتسعون فیما لایملک". (بدائع الصنائع: ۲۰۶/۴، كتاب الطلاق، فصل فی حكم طلاق البدعة، دارالكتب العلمیة بیروت)

"وروی أن رجلاً جاء إلی ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه فقال: إنی طلقت، امرأتی ثمانی تطلیقات فقال: "ماذا قیل لک"؟ فقال: قیل لی: بانت منک، قال: "صدقوا، هو مثل مایقولون" .... وقول ابن مسعود: "صدقوا" دلیل علی إجماعهم علی ذلک .... والجواب عن الحدیث الأول (أی حدیث ابن عباس) من وجهین: أحدهما أنه إنكار علی من یخرج عن سنة الطلاق بإیقاع الثلاث وإخبار عن تساهل الناس فی مخالفة السنة فی الزمان المتأخر عن العصرین كأنه قال: الطلاق الموقع الآن ثلاثاً كان فی ذینک العصرین واحدةً، كما یقال: كان الشجاع الآن جباناً فی عصر الصحابة رضی الله عنهم أجمعین. والثانی: أن قول الزوج: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، كانت طلقةً واحدةً فی العصرین لقصدهم التأكید والإخبار، وصار الناس بعد هم یقصدون به التجدید والإنشاء، فألزمهم عمر ذلک لعلمه بقصدهم، یدل علیه قول عمر رضی الله عنه: "قد استعجلوا فی أمرٍ كانت لهم فیه أناة". والجواب عن الثانی (حدیث الرفاعة) أنه منكر، قاله أبو جعفر". (تبیین الحقائق شرح كنز الدقائق: ۲۶/۳، ۲۷، كتاب الطلاق، دارالكتب العلمیة بیروت)

"وأما إمضاء عمر الثلاث علیهم مع عدم مخالفة الصحابة له وعلمه بأنها كانت واحدةً، فلا یمكن إلاوقد اطلعوا فی الزمان المتأخر علی وجود ناسخ أولعلمهم بانتهاء الحكم لذلک لعلمهم بإناطته بمعان علموا انتفاء ها فی الزمن المتأخر". (ردا لمحتار: ۲۳۳/۳، كتاب الطلاق، سعید)

"وأما البدعی الذی یعود إلی العدد أن یطلقها ثلاثاً فی طهر واحد بكلمة واحدة أو بكلمات متفرقة أو یجمع بین التطلیقتین فی طهر واحد بكلمة واحدة أو بكلمتین متفرقتین، فإذا فعل ذلک وقع الطلاق". (الفتاویٰ العالمكیریة: ۳۴۹/۱، كتاب الطلاق، رشیدیه)

"وبدعیه: أی بدعی الطلاق عدداً تطلیقها ثلاثاً أوثنتین بكلمة واحدة مثل أن یقول: أنت طالق ثلاثاً، أوثنتین وهو حرام حرمةً غلیظةً ...... واعلم أن فی صدر الأول إذا أرسل الثلاث جملةً لم یحكم إلا بوقوع واحدة إلی زمن عمر رضی الله عنه، ثم حكم بوقوع الثلاث لكثرته بین الناس تهدیداً". (مجمع الأنهر: ۳۸۲/۱، كتاب الطلاق، بیروت)

(۱) "عن جعفر بن یرقان عن معاویة بن أبی یحیی قال: جاء رجل إلی عثمان بن عفان، فقال: طلقت =

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

= امرأتی ألفاً، فقال: "بانت منک بثلاث". وروی وکیع عن الأعمش عن حبیب بن أبی ثابت، قال: جاء رجل إلی علی ابن أبی طالب، فقال: إنی طلقت امرأتی ألفاً، فقال: "بانت منک بثلاث، واقسم سائرهن بین نسائک". عن طارق بن عبدالرحمن سمعت قیس بن أبی عاصم قال: سأل رجل المغیرة وأنا شاهد عن رجل طلق امرأته مأة فقال: "ثلاثة تحرم، وسبع وتسعون فضل". (إعلاء السنن: ۱۱/۱۶۴، وقوع الطلقات الثلاث جملة، إدارة القرآن کراچی)

"وذهب کثیر منهم إلی وقوعه (أی الثلاث) مع منع جوازه، واحتج له بعضهم بحدیث محمود بن لبید عند النسائی قال أخبر النبی صلی الله علیه وسلم عن رجل طلق امرأته ثلاث تطلیقات جمیعاً، فقام مغضباً فقال: "أیلعب بکتاب الله وأنابین أظهر کم"؟ ...... عن مجاهد قال: کنت عند ابن عباس فجاء رجل فقال: إنه طلق امرأته ثلاثاً، فسکت حتی ظننت أنه سیردها إلیه فقال: "ینطلق أحد کم فیرکب الأحموقة، ثم یقول: یاابن عباس! یا ابن عباس! إن الله قال: ﴿ومن یتق الله یجعل له مخرجاً﴾ وإنک لم تتق الله، فلا أجد لک مخرجاً، عصیت ربک، وبانت منک امرأتک". (بذل المجهود: ۴/۶۲، باب فی نسخ المراجعة، امدادیہ ملتان)

"إن الطحاوی قد روی أحادیث عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما تشهد بانتساخ ماقاله من ذلک: منها ماروا ه من حدیث الأعمش عن مالک بن الحارث قال: جاء رجل إلی ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما فقال: إن عمی طلق امرأته ثلاثاً، فقال: "إن عمک عصی الله، فأثمه الله، وأطاع الشیطان، فلم یجعل له مخرجاً"، فقلت: فکیف تری فی رجل یحللها له؟ فقال: "من یخادع الله یخادعه".

"عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها أن رجلاً طلق امرأته ثلاثاً، فتزوجت، فطلق، فسئل النبی صلی الله علیه وسلم أتحل للأول؟ قال: "لا، حتی یذوق عسیلتها کما ذاق الأول" .... فإنه ظاهر فی کونها مجموعة". (عمدة القاری للحافظ العینی: ۲۰/۳۳۲، ۳۳۶، کتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق خلاف الثلاث، دارالکتب العلمیة بیروت)

"عن ابن عباس رضی الله عنهما أنه جاءه رجل، فقال: إنی طلقت امرأتی ألفاً، وفی لفظ: مأةً، قال: "ثلث تحرمها علیک، وبقیتهن وزراً، اتخذت آیات الله هزوًا". (أوجز المسالک: ۴/۳۳۰، کتاب الطلاق، مطبع سهارنفور)

تین طلاق

سوال[۶۱۲۵]: زید نے بیماری کی حالت میں بلانیت طلاق کے غصہ اور جھنجھلاہٹ میں اپنی بیوی کو کسی بات کے باعث یا جنگ و جدل کے باعث یہ لفظ کہا کہ ''تم کو طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے''۔ لوگوں میں شور وغل ہوا کہ طلاق ہوگئی، لیکن زید نے شرح وقایہ ہدایہ کی عبارتیں پڑھ کر سنائی جس سے لوگوں میں قدرے سکون ہوا، دونوں کتابوں کی عبارتیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱-نیت کے بارے میں یہ ہے کہ: اگر کسی نے تین بار طلاق دی اور تینوں بار کچھ نیت نہیں کی تو کچھ واقع نہ ہوگی اور اہلِ علم کا مسئلہ بھی یہی ہے کہ کل کام کا مدار نیت پر ہے، ہدایہ۔

۲-لیکن اگر کسی نے کہا کہ تجھ کو طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے، تو ایک طلاق ہوگی اور عورت اول طلاق سے بائن ہوگی اور دوسری تیسری طلاق واقع نہ ہوگی، اس لئے کہ وہ محلِ طلاق کی نہیں رہی۔

۳-جب عورت کو طلاق بائن دے تین سے کم تو مرد کو جائز ہے کہ اس عورت سے عدت میں یا بعد میں نکاح کرے یعنی برضا اس کے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کی بیوی کو طلاق ہوگئی، اگر ہوئی تو کون سی طلاق ہوئی؟ نیز دونوں کتابوں کی عبارتیں جو مذکور ہیں ان سے عدمِ طلاق کا حکم ثابت ہوتا ہے تو اس عبارت کا کیا مطلب ہوگا؟ اور طلاق دینے سے صرف زید کو ڈرانا اور دھمکانا ہے۔

۲......اور زید کی بیوی کے ایک لڑکی شیر خوار اور ایک لڑکا ہے، ان دونوں کا کیا حکم ہے؟

۳......طلاق واقع ہو جانے کے بعد پھر زید اس سے کس طرح نکاح کرسکتا ہے؟ اس کی صورت مفصل تحریر فرماویں اور عنداللہ ماجور ہوں۔ فقط والسلام۔

حامد رسول عفی عنہ، ۱۴/مئی/ ۳۵ء

الجواب حامداً مصلیاً:

اگر زید اپنے ہوش میں تھا اور جو کچھ کہہ رہا تھا، سمجھ کر کہہ رہا تھا، جیسا کہ الفاظ ''اور طلاق دینے سے صرف زید کو ڈرانا دھمکانا ہے'' سے ظاہر ہے تو صورت مسئولہ میں زید کی بیوی پر تین طلاق واقع ہو کر مغلظہ ہوگئی، اب بلا حلالہ کے اس کو رکھنا حرام ہے، حلالہ کی صورت یہ ہے کہ عورت عدتِ طلاق گزار کر کسی دوسرے شخص

سے نکاح کرے اور وہ اس سے صحبت کرنے کے بعد طلاق دے یا وہ مرجائے، پھر عورت عدت گزار کر زید سے نکاح کرسکتی ہے۔ اور اگر زید ہوش میں نہیں تھا بلکہ بے ہوش تھا، اسی بے ہوشی کی حالت میں طلاق دی تو وہ واقع نہیں ہوئی "و یقع طلاق کل زوج بالغ عاقل". تنویر(۱)۔ "ولا یقع طلاق الصبی وإن کان یعقل، والمجنون والنائم والمبرسم والمغمیٰ علیه والمدهوش". عالمگیری(۲)۔

عبارت نمبر ۱ ......اگرچہ ہدایہ کی بعینہ عبارت نہیں، تاہم جواب یہ ہے کہ جو الفاظ صریح ہیں وہ محتاجِ نیت نہیں، اگر بلانیت بھی صریح الفاظِ طلاق کے کوئی شخص کہے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ ہدایہ مجتبائی باب إیقاع الطلاق میں ہے:"الطلاق علی ضربین: صریح و کنایة، فالصریح قوله: أنت طالق و مطلقة و طلقتك، فهذا یقع به الطلاق الرجعی؛ لأن هذه الألفاظ تستعمل فی الطلاق ولا تستعمل فی غیره، فکان صریحاً، وأنه یعقب الرجعة بالنص و لا یفتقر إلی النیة؛ لأنه صریح فیه لغلبة الاستعمال، اهـ"(۳)۔

البتہ الفاظِ کنایہ سے طلاق واقع ہونے کے لئے نیت یا دلالتِ حال کی ضرورت پیش آتی ہے:

"وأما الضرب الثانی وهو الکنایات، لا یقع به الطلاق إلا بالنیة أو بدلالة الحال، الخ". هدایه(٤)۔ اور الفاظِ مذکورہ فی السوال صریح ہیں محتاجِ نیت نہیں۔

---

(۱) (تنویر الأبصار مع الدر المختار: ۳/۲۳۵، کتاب الطلاق، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۳۵۳، فصل فیمن یقع طلاقه و فیمن لا یقع طلاقه، رشیدیه)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳/۳۴، کتاب الطلاق، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۲) (الفتاویٰ العالکمیریة: ۱/۳۵۳، فصل فیمن یقع طلاقه وفیمن لا یقع طلاقه، رشیدیه)

(و کذا فی تنویر الأبصار مع الدر المختار: ۳/۲۴۲، ۲۴۳، کتاب الطلاق، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتارخانیة: ۳/۲۵۵، الفصل الثالث فی بیان من یقع طلاقه الخ، إدارة القرآن کراچی)

(۳) (الهدایة: ۲/۳۵۹، کتاب الطلاق، باب إیقاع الطلاق، مکتبه شرکت علمیه)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳/۳۹، باب الطلاق، دار الکتب العلمیة بیروت)

(و کذا فی رد المحتار: ۳/۲۴۷، کتاب الطلاق، باب الصریح، سعید)

(۴) (الهدایة: ۲/۳۷۳، فصل فی طلاق غیر المدخول بها، مکتبه شرکة علمیه ملتان) .... =

عبارت نمبر ۲ ......غیر مدخولہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص قبل الدخول طلاق دے اور ایک لفظ سے تین طلاق دے تو تینوں واقع ہوجاتی ہیں۔ اور ایک لفظ سے تین طلاق نہ دے بلکہ تین لفظ سے تین طلاق دے تو وہ چونکہ پہلی طلاق سے بائن ہوجاتی ہے اور آئندہ طلاق کا محل نہیں رہتی اس لئے دوسری اور تیسری طلاق بیکار جاتی ہے اور مدخولہ کے اوپر تینوں طلاقیں صریح الفاظ میں واقع ہوسکتی ہیں، فصل فی الطلاق قبل الدخول میں ہے:

"وإذا طلق الرجل امرأته ثلثاً قبل الدخول بها، وقعن عليها .... فإن فرق الطلاق، بانت بالأولىٰ ولم تقع الثانية والثالثة، وذلك مثل أن يقول: أنت طالق طالق طالق؛ لأن كل واحد إيقاع عليحدة، الخ". هدايه(۱)۔

صورتِ مسئولہ میں عورت مدخولہ ہے، لہٰذا اقضاءً تینوں طلاق واقع ہوکر مغلظہ ہوگئی: "وإذا قال لامرأته: أنت طالق، و طالق، و طالق، و لم يعلّقه بالشرط، إن كانت مدخولةً، طلقت ثلثاً، وإن كانت غير مدخولة، طلقت واحدةً .... متى كرر لفظ الطلاق بحرف الواو أو بغير حرف الواو يتعدد الطلاق". عالمگیری(۲)۔

عبارت نمبر ۳ ......طلاقِ بائنہ کا حکم ہے اور صریح الفاظ سے طلاقِ رجعی واقع ہوتی ہے اور ایک

= (وكذا فى الدر المختار: ۲۹۶/۳، ۲۹۷، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا فى تبيين الحقائق: ۷۵/۳، باب الكنايات، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) (الهداية: ۳۷۱/۲، كتاب الطلاق، إيقاع الطلاق، فصل فى الطلاق قبل الدخول، مكتبه شركت علميه ملتان)

(وكذا فى بدائع الصنائع: ۲۹۸/۴، كتاب الطلاق، فصل فيما يرجع إلى المرأة، دار الكتب العلمية،بيروت)

(وكذا فى الدر المختار: ۲۸۴/۳، ۲۸۶، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(۲) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۵۵/۱، ۳۵۶، كتاب الطلاق، الفصل الأول فى الطلاق الصريح،رشيديه)

(وكذافى الدر المختار مع رد المحتار: ۲۹۳/۳، قبيل باب الكنايات، سعيد)

(وكذا فى الفتاوىٰ التاتارخانية: ۲۸۹/۳، كتاب الطلاق، تكرار الطلاق وإيقاع العدد، إدارة القرآن كراچى)

صریح کے بعد دوسری اور تیسری واقع ہوسکتی ہے جیسا کہ صورتِ مسئولہ میں ہے اور بائنہ کے بعد بائنہ واقع نہیں ہوسکتی: "الصریح یلحق الصریح، والبائن یلحق الصریح لا البائن". تنویر(۱)۔ جب کہ تینوں طلاقیں صریح ہیں اور تینوں واقع ہوگئیں، اب بلا حلالہ کے کسی طرح نکاح درست نہیں۔

۲...... ماں ان دونوں کی پرورش کرے گی اور باپ نفقہ دے گا: "إذا وقعت الفرقة بین الزوجین، فالأمّ أحق بالولد، والنفقة علی الأب". هدایه(۲)۔ اگر ان کے پاس مال ہے تو نفقہ اس کے مال میں سے دیا جائے گا: "إنما تجب النفقة علی الأب إذا لم یکن للصغیر مال، أما إذا کان. فالأصل أن نفقة الإنسان فی مال نفسه صغیراً کان أو کبیراً". هدایه(۳)۔

۳...... حلالہ کے بعد کرسکتی ہے جس کی صورت جواب نمبر:۱ میں لکھدی گئی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۴/۵۴ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/صفر/۵۴ھ۔

جوابات صحیح ہیں اور جو عبارات سوال میں نقل کی گئی ہیں وہ محض ترجمہ ہیں اور اس کے بھی صفحہ کا حوالہ نہیں دیا، اس لئے وہ قابلِ اعتبار نہیں۔ سعید احمد غفرلہ۔

---

(۱) (الدر المختار: ۳/۳۰۶، کتاب الطلاق، باب الکنایات، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۳۷۷، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات، رشیدیه)

(وکذا فی البحر الرائق: ۳/۵۳۱، کتاب الطلاق، باب الکنایات، رشیدیه)

(۲) (الهدایة: ۲/۴۳۴، باب حضانة الولد و من أحق به، مکتبه شرکة علمیة)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۳/۲۹۱، ۳۲۵، باب الحضانة، باب النفقة، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(وکذا فی الاختیار لتعلیل المختار: ۲/۲۴۱، ۲۴۷، فصل نفقة الأولاد و فصل فی الحضانة، مکتبة حقانیة پشاور)

(۳) (الهدایة: ۲/۴۴۵، باب النفقات، مکتبه شرکة علمیه، ملتان)

(وکذا فی حاشیة الشلبی علی تبیین الحقائق: ۳/۳۲۵، باب النفقة، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۵۶۲، الفصل الرابع فی نفقة الأولاد، رشیدیه)

غصہ میں تین طلاق

سوال[۶۱۲۶]: ایک شخص اپنی ساس سے لڑا، لڑائی کے درمیان اپنی بیوی بے قصور کو تین چار دفعہ طلاق کہدی، طلاق غصہ کی حالت میں کہی، بعدہ نادم ہوا۔ حلال ہونے کی کیا صورت ہے؟ ایک عالم اہلِ حدیث نے عدمِ حرمت کا فتویٰ دیدیا ہے، مدلل تحریر فرماویں۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے جائز نہیں، یہ مسئلہ قرآن کریم، حدیث سے ثابت ہے، جمہور صحابہ وتابعین کا مذہب بھی یہی ہے (بجز ایک دو کے): "والبدعی ثلاث متفرقة، اهـ". در مختار (۱)۔

"وذهب جمهور الصحابة والتابعين و من بعدهم من أئمة الملسملين إلى أنه يقع ثلاث .... وقول بعض الحنابلة: توفى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن مأة ألف عين رأته، فهل صح لكم منهم أو عن عشر عشر عشرهم القول بوقوع الثلاث؟ باطلٌ، أما أولاً فإجماعهم ظاهر؛ لأنه لم ينقل عن أحد منهم أنه خالف عمر رضى الله تعالىٰ عنه حين أمضى الثلاث، و لا يلزم فى نقل الحكم الإجماعى عن مأة ألف تسمية كل فى مجلد كبير، لحكم واحد على أنه إجماع سكوتى. وأما ثانياً، فالعبرة فى نقل الإجماع نقل ما عن المجتهدين، الخ"(۲)۔

اس مسئلہ پر مستقل رسائل بھی تصنیف کئے گئے ہیں، روایات کی تفصیل مطلوب ہوتو "زیلعی، فتح

(۱) (الدر المختار: ۳/۲۳۲، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۴۹، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا فى الفتاوىٰ التاتارخانية: ۳/۲۴۶، الفصل الأول فى أنواع الطلاق، إدارة القرآن كراچى)

(وكذا فى الاختيار لتعليل المختار: ۲/۱۶۰، كتاب الطلاق، حقانيه پشاور)

(۲) (رد المحتار: ۳/۲۳۳، كتاب الطلاق، مطلب فى طلاق الدور، سعيد)

القدیر، إعلاء السنن، الأزهار المربوعة" کا مطالعہ کیجئے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۶/۶۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/ جمادی الثانیہ/۶۶ھ۔

تین طلاق بلانیت

سوال[۶۱۲۷]: زید نے اپنی بیوی کو غصہ میں کسی بات پر یہ الفاظ کہے: "آپ نے میری وجہ سے بہت تکلیف اٹھائی، میں تم کو طلاق دیتا ہوں اور آئندہ بھی دو ایک ماہ جو تکلیف ہوگی، اس کو تم گوارہ نہیں کر سکتی،

---

(۱) "قال ابن عباس رضی الله عنهما: أُخبِر رسول الله صلی الله علیه وسلم عن رجل طلق امرأته ثلاث تطليقات جميعاً، فقام غضبان، ثم قال: "أيلعب بكتاب الله وأنا بين أظهركم" ...... وقال ابن عباس لرجل طلق امرأته ثلاثاً: "يطلق أحدكم، ثم يركب الحموقة، ثم يقول: يا ابن عباس! قال الله: ﴿ومن يتق الله يجعل له مخرجاً﴾ .... وإنک لم تتق الله، فلم أجدلک مخرجاً، عصيت ربک، وبانت منک امرأتک". (تبيين الحقائق، للزيلعي: ۲۵/۳، كتاب الطلاق، دارالكتب العلمية، بيروت)

"عن جعفر ابن يرقان عن معاوية بن أبي يحيى قال: جاء رجل إلى عثمان بن عفان، فقال: طلقت امرأتي ألفاً، فقال: "بانت منک بثلاث". وروى وكيع عن الأعمش عن حبيب بن أبي ثابت قال: جاء رجل إلى علي ابن أبي طالب فقال: إني طلقت امرأتي ألفاً، فقال: "بانت منک بثلاث، واقسم سائرهن بين نسائک". عن طارق بن عبدالرحمٰن سمعت قيس بن أبي عاصم قال: سأل رجل المغيرة -وأنا شاهد- عن رجل طلق امرأته مأة فقال: "ثلاثة تحرم، وسبع وتسعون فضل". (إعلاء السنن: ۱۱/۱۶۲، ۱۶۴، وقوع الطلقات الثلاث جملةً، إدارة القرآن كراچی)

"وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعد هم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث، ومن الأدلة في ذلک ما في مصنف ابن أبي شيبة والدار قطني في حديث ابن عمر -رضي الله تعالىٰ عنهما- المتقدم: "قلت: يارسول الله! أرأيت لو طلقتها ثلاثاً؟ فقال: "إذًا قد عصيت ربک، وبانت منک امرأتک" ...... وفي المؤطا أيضًا: بلغه أن رجلاً جاء إلى ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه فقال: إني طلقت امرأتي ثماني تطليقات، فقال: "ماقيل لک"؟ فقال: قيل لي: بانت منک، قال: "صدقوا، هو مثل مايقولون". وظاهره الإجماع على هذا الحواب". (فتح القدير: ۳/۳۲۹، باب طلاق السنة، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

میں نے تم کو طلاق دی، آزاد کیا'' ۔ زید کہتا ہے: میری نیت دو طلاقوں کی نہ تھی اور نہ بیوی سے میری کوئی ناراضگی تھی ۔ مہربانی فرما کر اس کا جواب حوالہ جاتِ حدیث وفقہ سے صاف صاف دیجئے گا، اس صورت میں دو طلاقیں ہوئیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداًومصلياً:

صورت مسئولہ میں زید نے تین الفاظ زبان سے ادا کئے ہیں: اول: ''میں تم کو طلاق دیتا ہوں'' یہ صیغۂ حال ہے اور صیغۂ حال سے طلاق واقع ہوجاتی ہے "قالت لزوجها: "**من باتو نمی باشم**"، فقال الزوج: "**مباش**" فقالت: "**طلاق بدستِ تو است، مرا طلاق کن**" فقال الزوج: "**طلاق میکنم، طلاق میکنم**" وكرر ثلاثاً، طلقت ثلاثاً، بخلاف قوله: "**كنم**"؛ لأنه استقبال، فلم يكن تحقيقاً بالتشكيك. و فى المحيط لو قال بالعربية: أطلق، لا يكون طلاقاً، إلا اذا غلب استعماله للحال، فيكون طلاقاً، اهـ". عالمگیری(۱)۔ لہٰذا اس لفظ سے ایک طلاقِ صریح واقع ہوگی۔

دوسرا لفظ ہے: ''میں نے تم کو طلاق دی'' یہ صریح لفظ ہے، اس سے دوسری طلاق واقع ہوگئی: "صريحه مالم يستعمل إلا فيه: كطلقتك، وأنت طالق، و مطلقة، و يقع بهاواحدة رجعية، وإن نوىٰ خلافها، أو لم ينو شيئاً، اهـ". تنویر(۲)۔

تیسرا لفظ ہے: ''آزاد کیا'' ہمارے عرف میں یہ لفظ بمنزلۂ صریح طلاق کے ہے، جو صریح لفظِ طلاق کا حکم ہے وہی اس کا ہے، لہٰذا ایک طلاق اس سے واقع ہوگئی (۳)۔ صریح اور بمنزلۂ صریح میں نیت کی حاجت نہیں

(۱) (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۸۴، كتاب الطلاق، الفصل السابع فى الطلاق بالألفاظ الفارسية، رشيديه)

(وكذا فى رد المحتار: ۳/۲۴۸، كتاب الطلاق، باب الصريح، مطلب سن بوش يقع به الرجعى، سعيد)

(وكذا فى البحر الرائق ۳/۴۳۹، كتاب الطلاق، باب الطلاق، رشيديه)

(۲) (الدر المختار: ۳/۲۴۷ – ۲۵۰، كتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

(وكذا فى تبيين الحقائق: ۳/۳۹، كتاب الطلاق، باب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا فى الاختيار لتعليل المختار: ۲/۱۶۴، كتاب الطلاق، فصل فى صريح الطلاق، حقانيه پشاور)

(۳) "سرحتک وهو "رها کردم"؛ لأنه صار صريحاً فى العرف على ما صرح به نجم الزاهدى الخوارزمى فى شرح القدورى .... فإن سرّحتُک كناية، لكنه فى عرف الفرس غلب استعماله فى =

بغیر نیت بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں طلاق مغلظہ واقع ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے نکاح درست نہیں(۱)۔ زید کا یہ قول کہ میری نیت دوطلاقوں کی نہ تھی معتبر نہ ہوگا، اگر بلانیت بھی یہ الفاظ کہے ہیں تب بھی طلاقِ مغلظہ ہوگئی۔ اگر پہلے لفظ کی تاکید کے لئے دوسرا اور تیسرا لفظ کہا ہے مستقل طلاق کے لئے نہیں کہا ہے تب بھی قضاءً معتبر نہیں، طلاقِ مغلظہ ہی ہوئی، لیکن دیانۃً یہ نیت معتبر ہے:

”كرر لفظ الطلاق، وقع الكل، وإن نوى التاكيد دُيِّن: أى وقع الكل قضاءً. وكذا إذ أطلق، --أشباه--: أى بأن لم ينو إستئنافاً و لا تأكيداً؛ لأن الأصل عدم التأكيد“. در مختار وشامی(۲)۔

کسی دوسری جگہ کے عرف کے لحاظ سے اگر اخیر کے لفظ کو بمنزلۂ صریح نہ قرار دیا جائے بلکہ کنایہ ہی مانا جائے تب بھی چوں کہ دوطلاق صریح لفظ سے دے چکا ہے اس لئے اس تیسرے لفظ کو بھی طلاق ہی پر حمل کیا جائے گا اور عدم نیتِ طلاق کا قضاءً اعتبار نہ ہوگا:

”ولو قال فى حال مذاكرة الطلاق: باينتك، أو أبنتك، أو أبنت منك، أو لاسلطانَ لى عليك، أو سرحتك، أو وهبتك لنفسك، أو خليت سبيلك، أو أنت سائبة، أو أنت حرة، أو أنت

= الصريح، فإذا قال: ”رها كردم“: أى سرّحتُك يقع به الرجعى مع أن أصله كنايةٌ أيضاً، وما ذلك إلا لأنه غلب فى عرف الفرس استعماله فى الطلاق“. (ردالمحتار: ۲۹۹/۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۷۹/۱، كتاب الطلاق، الفصل السابع فى الطلاق بالألفاظ الفارسية، رشيديه)

(۱) ”وأما الطلقات الثلاث، فحكمها الأصلى هو زوال الملك وزوال حل المحلية أيضاً، حتى لايجوز له نكاحها قبل التزوج بزوج آخر لقوله عزوجل: ﴿فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾، سواء طلقها ثلاثاً متفرقاً أو جملةً واحدةً“. (بدائع الصنائع: ۴۰۳/۴، كتاب الطلاق، فصل فى حكم الطلاق البائن، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۲) (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۲۹۳/۳، كتاب الطلاق، قبيل باب الكنايات، سعيد)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۵۵/۱، ۳۵۶، كتاب الطلاق، الفصل الأول فى الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا فى الفتاوىٰ التاتارخانية: ۲۸۹/۳، كتاب الطلاق، تكرار الطلاق وإيقاع العدد، إدارة القرآن كراچى)

أعلم بشانك، فقالت: اخترت نفسي، يقع الطلاق. وإن قال: لم أنو الطلاق، لايصدّق قضاءً، اهـ". عالم گیری: ۲/۳۴۹(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم/ربیع الآخر/۵۸ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ربیع الآخر/۵۸ھ۔

مطلق طلاق دے کر تین طلاق کا اقرار، مع فتویٰ امارتِ شرعیہ بہار

سوال[۶۱۲۸]: زید نے اپنی بیوی زبیدہ سے کہا کہ ''میں نے تجھے طلاق دیا''، ساتھ ہی دل میں یہ خیال بھی تھا کہ اب اس کو قطعی نہ رکھوں گا، بروقت زید کے دوست پہونچے، انہوں نے صورتِ حال دریافت کی تو چونکہ زید کی نیت اس کو نہ رکھنے کی تھی، اس لئے اس نے کہا کہ ''میں نے اس کو تین طلاق دیدی ہے، اب اس سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں ہے''۔ زید نے اپنی بیوی زبیدہ سے ایک ہی دفعہ زبان سے یہ کہا تھا کہ ''میں نے تجھے طلاق دیا''، یہ نہیں کہا تھا کہ ''میں نے تجھے تین طلاق دیا''، یا ''طلاق دیا، دیا، دیا''۔ ایسی صورت میں کون سی طلاق ہوئی؟ کیا بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح درست ہے؟ صورتِ مسئولہ کا امارت شرعیہ بہار نے یہ جواب دیا ہے۔

الجواب حامداً و مصلیاً: (من جانب امارتِ شرعیہ بہار)

صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی زید نے اپنی بیوی کو ایک ہی طلاق دی تھی اور تین کا اقرار اس نے جھوٹا کرلیا ہے تو دیانۃً اس کی بیوی پر ایک ہی طلاق واقع ہوئی، اس کو حق ہے کہ طلاق کے بعد زبیدہ کو تین ماہواری پورا ہونے سے پہلے رجعت کرلے اور اگر عدت گزرجائے تو زبیدہ کی رضامندی سے نکاحِ جدید جائز ہے۔ درمختار میں ہے: "و يقع بها واحدة رجعية وإن نوىٰ خلافها". درمختار مع شامی(۲)۔ "ولو أقر

---

(۱) (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۵، كتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الكنايات، رشيديه)

(و كذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۱/۴۶۸، كتاب الطلاق، فصل فی الكنايات و المدلولات، رشيديه)

(و كذا فی الفتاویٰ التاتارخانية: ۳/۳۱۴، كتاب الطلاق، باب الكنايات، إدارة القرآن كراچی)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۴۸، ۲۵۰، كتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

الطلاق كاذباً أوهازلا، وقع قضاءً، لا ديانةً". شامی(۱)۔

الجواب حامداً و مصلياً: (من جانب دار العلوم ديوبند)

زید کا پہلا لفظ اپنی بیوی کے حق میں صریح ہے جس کا ثمرہ طلاقِ رجعی ہے اگر چہ اس نے رجعی کے خلاف کی نیت کی ہو، كما فى الدر المختار: "صريحه ما لم يستعمل إلا فيه كطلقتك، وأنت طالق، و مطلقة، و يقع بها واحدة رجعية وإن نوىٰ خلافها. وأنت طالق ومطلقة، ويقع بها واحدة رجعية وإن نوىٰ خلافها من البائن أو أكثر أو لم ينو شيئاً، الخ"(۲)۔

پھر اس کے بعد دوست کے دریافت کرنے پر جب یہ کہا کہ "میں نے تین طلاقیں دیدی ہے، اب اس سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں"، اس سے اگر پہلی دی ہوئی طلاق کی خبر دینا مقصود تھا، اور اپنے ذہن میں یہی سمجھتا تھا کہ نیت کی وجہ سے تین طلاقیں ہوگئیں گو کہ تین طلاق کا لفظ نہ کہا ہو اور اس کا یہ سمجھنا کسی مفتی کے فتویٰ کی وجہ سے نہیں تھا جس کو دلیل کی طرف منسوب کیا جا سکے تو اس کو جھوٹا اقرار نہیں کیا جائے، بلکہ اس کی وجہ سے طلاقِ مغلظہ ہوجائے گی (۳)۔ اگر کسی مفتی کے غلط فتوے کی وجہ سے اس کو تین طلاق سمجھ کر اقرار کرتا تو اس اقرار کی وجہ سے دیانۃً تین طلاق کا حکم نہ دیا جاتا:

قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "وفي الحاوي الزاهدي: ظن أنه وقع الثلاث على امرأته بإفتاء مَن لم يكن أهلاً للفتوىٰ وكلف الحاكم كتابتها في الصك، فكتب، ثم استفتى ممن هو أهل للفتوىٰ، فأتى بأنه لا تقع والتطليقات الثلاث مكتوبة في الصك بالظن، فله أن يعود إليها

---

(۱) (رد المحتار: ۲۳۶/۳، كتاب الطلاق، مطلب في الإكراه على التوكيل بالطلاق و النكاح والعتاق، سعيد)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار: ۲۴۷/۳-۲۵۰، كتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳۹/۳، كتاب الطلاق، باب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في فتح القدير: ۳/۴، كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۳) "سئل كم طلقتها؟ فقال: ثلاثاً، ثم زعم أنه كان كاذباً، لا يصدق في القضاء". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۵۹/۱، كتاب الطلاق، الباب الثاني، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۲۸۸/۳، كتاب الطلاق، تكرار الطلاق وإيقاع العدد، إدارة القرآن كراچی)

دیانةً، ولکن لا یصدق فی الحکم، الخ". شامی نعمانی: ۴۲۵/۲(۱)۔

فقہاء کا ضابطہ ہے کہ جس کلام کو ماضی میں انشاء قرار نہ دیا جاسکے اس کو حال میں انشاء قرار دیدیا جائے:

"کذا أنت طالق قبل أن أتزوجك أو أمس و قد نکحها الیوم، ولو نکحها قبل أمس، وقع الآن؛ لأن الإنشاء فی الماضی إنشاء فی الحال، الخ". درمختار۔ "لأنه ما أسنده إلى حالة منافية، ولا يمكن تصحيحه إخباراً لكذبه و عدم قدرته على الإسناد، فكان إنشاءً فى الحال، الخ". شامی(۲)۔

لہٰذا اگر تین طلاق کو ماضی میں درست نہیں کیا جاسکتا تو اس لئے کہ اس نے ایک طلاق دی (اور اس کو تین تصور کیا تھا) تو اس کو فی الحال تین طلاق قرار دینے میں تو کوئی اشکال نہیں۔ اگر اس تین طلاق کو کلامِ سابق کی حکایت نہ کہا جائے بلکہ یہ کہا جائے کہ اس نے اب تین طلاق دیدی ہے تو پھر بات بالکل ہی صاف ہے (۳)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۲/۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (رد المحتار: ۲۴۲/۳، کتاب الطلاق، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة: ۱۷۸/۴، کتاب الطلاق، الأول فی صریح الطلاق، نوع آخر فی ألفاظه، رشیدیه)

(وکذا فی البحر الرائق: ۴۵۱/۳، کتاب الطلاق، باب الطلاق، رشیدیه)

(۲) (رد المحتار علی الدر المختار: ۲۶۶/۳، کتاب الطلاق، باب الصریح، مطلب فی إضافة الطلاق إلی الزمان، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۵۶/۳، کتاب الطلاق، باب الطلاق، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی فتح ألقدیر: ۳۰/۴، باب إیقاع الطلاق، فصل فی إضافة الطلاق إلی الزمان، مصطفی البابی الحلبی مصر)

(۳) "کرر لفظ الطلاق، وقع الکل، وإن نوی التاکید دُیّن". (الدر المختار: ۲۹۳/۳، باب طلاق غیر المدخول بها، سعید) ....=

طلاقِ مغلظہ

سوال[۶۱۲۹]: ماقولکم رحمکم اللہ وکثر جمعکم :اس صورت میں کہ مثلاً زید کی موجودگی میں اس کی عورت اوراس کی ماں کا کسی خانگی معاملہ میں تنازع ہوااور زید کے منع کرنے سے وہ تکرار سے باز نہ آئیں، زید اس موقع سے چلا گیا اوراپنے باپ کو جا کر واقعۂ حال سے اطلاع دی اوراپنی ماں کی طرف سے زیادتی اور قصور مند ہونا بیان کیا تو اس پراس کے باپ کو غصہ اور طیش بڑھا، عدمِ موجودگی اپنی عورت کے، کہا:''میڈی اس کو طلاق، میڈی اس کو طلاق، طلاق ہے''۔الفاظ ہندیہ کا ترجمہ یہ ہے:''میری اس کو طلاق، میری اس کو طلاق''۔

اب علمائے کرام وفضلائے عظام سے قابلِ دریافت یہ امر ہے کہ عورت پر طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟ بشرطِ وقوع طلاق دوواقع ہوں گی یا سہ؟ بینوا بالکتاب و توجروا عند الوهاب۔

المستفتی: غلام محمد، ساکن ریاست بہاولپور، حال مقیم میانوالی۔

المرسل: مولوی محمد کاملپوری من طلبۃ المدرسۃ العربیۃ المسماۃ بمظاہر علوم الواقعۃ فی بلدۃ سہارنپور، المدرس بالمدرسۃ العربیۃ الواقعۃ فی جامع المسجد میانوالی، ضلع ملتان، پنجاب۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں قضاءً تین طلاق واقع ہوکر مغلظہ ہوگئی: "کرر لفظ الطلاق، وقع الكل، وإن نوى التأكيد دُيّن". در مختار (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۶/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ جمادی الثانیہ/ ۵۷ھ۔

= (وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۵۵، كتاب الطلاق، الباب الثاني، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۳/۲۸۶، كتاب الطلاق، تكرار الطلاق وإيقاع العدد، إدارة القرآن كراچی)

(۱) (الدر المختار: ۳/۲۹۳، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۵۵، كتاب الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۳/۲۸۶، تكرار الطلاق و إيقاع العدد، إدارة القرآن كراچی)

بیوی کو تین طلاق دے کر سالی کو رکھنا

سوال[۶۱۳۰]: ایک شخص نے اپنی عورت کو بارہا دفعہ کہا کہ ”تو ابھی چلی جا جہاں تیری مرضی ہو، میں نے تم کو چھوڑ دیا اور میں تجھ کو نہیں رکھتا“، اور اپنی سالی کو گھر رکھا اور اس کے ساتھ ہمبستری بھی کی۔ اس شخص کی عورت کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں شرعاً طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی (۱)، اگر عدت ختم ہونے پر سالی سے نکاح کیا ہے، نیز اَور بھی کوئی چیز نکاح سے مانع نہیں تو نکاح درست ہے۔ اگر مطلقہ کی عدت کے اندر سالی سے نکاح کیا ہے تو یہ نکاح ناجائز ہے (۲)، مطلقہ کی عدت ختم ہونے پر (اس سالی) سے دوبارہ نکاح کرنا چاہئے۔ اور اگر بغیر نکاح کے رکھا ہے تو زنا ہے جو قطعاً حرام ہے، اس کو علیحدہ کرنا لازم ہے۔ مطلقہ کا حکم یہ ہے کہ عدت گزار کر اس کو نکاح کرنا دوسری جگہ درست ہے، لیکن طلاق دینے والے شخص سے بغیر حلالہ درست نہیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۱۰/۵۷ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/شوال/ ۵۷ھ۔

---

(۱) ”وأما الضرب الثاني: وهو الكنايات لا يقع بها الطلاق إلا بالنية أو بدلالة الحال .... الحقى بأهلك .... وهبتُك لأهلك، سرّحتُك، فارقتُك“. (الهداية: ۲/۳۷۳، ۳۷۴، كتاب الطلاق، فصل في الطلاق قبل الدخول، مكتبه شركة علميه، ملتان)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۴/۲۳۲، ۲۳۴، كتاب الطلاق، فصل في الكناية في الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۴، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(۲) (الهداية: ۲/۳۰۹، ۳۱۰، كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات، مكتبه شركة علميه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۲۷۹، كتاب النكاح، القسم الرابع المحرمات بالجمع، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۳۸، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، سعيد)

(۳) (الهدايه: ۲/۳۹۹، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۴/۴۰۳، كتاب الطلاق، فصل في حكم الطلاق البائن، دار الكتب العلمية، بيروت)

الفاظِ متعددہ سے طلاق

سوال [۶۱۳۱]: ایک عورت نے اپنی ساس کو گالی دی اور اپنی ساس سے مار پیٹ کی، اس بات پر اس عورت کے خاوند نے خفا ہو کر عورت سے کہا کہ ''میں نے تم کو طلاق دی، تم میرے گھر سے نکل جاؤ''۔ اس پر عورت نے کہا کہ میں ہرگز گھر چھوڑ کر نہیں جاؤں گی، دیکھیں کون نکال سکتا ہے؟ مرد کو سخت غصہ آ رہا تھا، اس نے پھر دوبارہ کہا ''میں نے تم کو طلاق دے دیا، دے دیا، دے دیا''۔ پھر عورت نے کہا کہ تمہارے طلاق دینے سے کیا ہوتا ہے، میں ہرگز نہ جاؤں گی، مرد نے پھر اصرار کیا کہ میرے گھر سے اسی وقت نکل جا، عورت نے کہا اس وقت رات کو میں کہاں جاؤں، صبح چلی جاؤں گی۔

صبح ہونے پر لوگوں نے مرد سے صلح کروادی، عورت نے کھانا پکایا اور اپنی ساس اور خاوند کو کھلایا اور اب راضی خوشی سے اپنے گھر میں رہتی ہے اور گھر چھوڑ کر جانا نہیں چاہتی اور مرد بھی اس سے راضی ہے، کیونکہ بحالتِ سخت غصہ یہ الفاظ منہ سے نکال دیئے تھے، بعد کو غصہ اتر جانے پر سخت افسوس کیا، کیونکہ مرد نے اپنی ماں کی طرف سے اپنی عورت پر غصہ کیا تھا، اور کوئی بات نہ تھی۔ ایسی حالت میں نکاح ٹوٹا یا نہیں؟

المستفتی: ظاہر خان، نائب مدرس مہنون، ڈاکخانہ سری نگر، ضلع گونڈہ کر۔

اس سوال پر قاری صاحب نے تنقیح طلب کی تھی، تنقیح آنے پر اس کا جواب تحریر کیا گیا ہے، تنقیح کا جواب یہ ہے:

سوال میں جو چار الفاظ ہیں ان کی توضیح حسبِ ذیل ہے:

۱- ''میں نے تم کو طلاق دیا'' صرف ایک طلاق کی نیت تھی۔

۲- ''تم میرے گھر سے جاؤ'' طلاق کی نیت نہیں تھی بلکہ یہ نیت تھی کہ جب تم کو طلاق مل چکی تو گھر سے نکل جاؤ۔ دوسری مرتبہ عورت نے سوال کیا کہ تم نے طلاق دے دیا اور مرد نے سخت غصہ کی حالت میں کہا:

۳- ''طلاق دیدیا، دیدیا، دیدیا''، اس سے کچھ ارادہ تین طلاق کا دل میں ضرور آ گیا تھا۔

۴- ''میرے گھر سے اسی وقت نکل جا'' اس سے طلاق کی نیت نہیں تھی بلکہ مثل نمبر: ۲ کے یہ نیت تھی کہ جب تم کو طلاق مل چکی تو اب رہنے کی کیا ضرورت ہے؟ اسی وقت نکل جا۔

براہ کرم ونوازش اس کا مفصل جواب تحریر فرمائیے۔

ظاہر خان: نائب مدرس مدرسہ مہنون، ڈاکخانہ سری نگر، ضلع گونڈا، ۱۲/ جولائی/ ۳۶ء۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......صورت مسئولہ میں تین طلاق واقع ہوگئیں اور وہ مغلظہ ہوگئی بشرطیکہ مدخول بہا ہو، اگر غیر مدخولہ ہے تو ایک طلاق سے بائنہ ہوگئی:

"وفی أنت طالق، أو طلاق، أو طالق الطلاق، أو أنت طالق الطلاق، يقع واحدةٌ رجعيةٌ، إن لم ينو شيئاً، أو نوى: يعني بالمصدر؛ لأنه لو نوىٰ بطالقٍ واحدةً، بالطلاق أخرى، وقعتا رجعيتين لو مدخولاً بها، كقوله: أنت طالق، أنت طالق، زيلعي. واحدة أو ثنتين؛ لأنه صريح مصدر، لا يحتمل العدد، فإن نوىٰ ثلاثاً، فثلاث؛ لأنه فرد حكمي، و لذا كان الثنتان فی الأمة، وكذا فی حرة تقدمها واحدة، جوهرة. لكن جزم فی البحر: أنه سهوٌ بمنزلة الثلاث فی الحرة، اهـ". در مختار۔ قال الشامی فی (قوله: لو مدخولاً بها): "وإلا بانت بالأول، فيلغو الثانی، (قوله: لأنه فرد حكمی)؛ لأن الثلاث كل الطلاق، فهی الفرد الكامل منه، فإرادتها لا تكون إرادة العدد"(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/ ۵/ ۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۶/ جمادی الاولیٰ/ ۵۵ھ۔

"صاف طلاق" سے تین طلاق مراد لینا

سوال[۶۱۳۲]: ہمارے یہاں ایک شخص نے اپنی بیوی کو بایں لفظ طلاق دی کہ "تو صاف طلاق

---

(۱) (الدرالمختار مع رد المحتار: ۳/ ۲۵۱، ۲۵۲، كتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/ ۳۵۵، كتاب الطلاق، الفصل الأول فی الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا فی الفتاویٰ التاتارخانية: ۳/ ۲۶۰، كتاب الطلاق، الفصل الرابع فيما يرجع إلى صريح الطلاق، إدارة القرآن كراچی)

ہے'' ہمارے یہاں کے عوام کے عرف میں ''صاف طلاق'' سے مراد اور مطلب تین طلاق ہوتا ہے، یہاں تک کہ اگر طلاق دینے والے سے بھی صاف طلاق کا مطلب پوچھا جائے تو وہ جواب میں کہتا ہے کہ صاف طلاق سے میرا مطلب تین طلاق ہے۔ بناءً علیہ بعض علماء کہتے ہیں کہ ہمارے یہاں اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو لفظ ''صاف طلاق'' دیدے گا اور کوئی عدد بیان نہیں کرے گا تب بھی تین طلاقِ مغلظہ واقع ہو جائیگی، وہ دلیل دیتے ہیں کہ ''المعروف کالمشروط''۔ اور بعض علماء کہتے ہیں کہ فقط لفظ ''صاف طلاق'' سے طلاقِ مغلظہ واقع نہیں ہوگی، کیونکہ لفظ صریح نہیں، نیت، مراد، مطلب اور عرف کا اعتبار نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ لفظ تو ''صاف طلاق'' ہے، ہمارے محاورہ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ گول مول لفظ ہے جس میں طلاق کا مطلب بھی نکل سکتا ہے اور دوسرا مطلب بھی نکل سکتا ہے، بلکہ قطعی طور پر صرف طلاق کا مطلب ہے، اس لفظ سے تین طلاق مراد لینا یہاں کا محاورہ نہیں، جس علاقہ میں اس سے تین طلاق مراد ہوتی ہے وہاں کے علماء اہلِ فتویٰ سے رجوع کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۸/۶/۱۳۹۶ھ۔

زوجہ کو خطاب کئے بغیر تین طلاق کہنا

سوال[۶۱۳۳]: زید باہر سے اپنے مکان میں آیا اور اپنی زوجہ سے ہم کلام ہوا جس کا جواب اس کی زوجہ نے تلخ گوئی سے دیا، زید گھر میں آکر پلنگ پر لیٹ گیا اور اس کی زوجہ اسی طرح بدزبانی کرتی رہی۔ زید کی طلاق دینے کی نیت پہلے سے ہرگز نہ تھی، یکایک زید کو اپنی زوجہ کی بدزبانی پر غصہ آگیا وہ لیٹے سے بیٹھا ہو گیا اور اپنی زوجہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا: ''تین طلاق، تین طلاق، تین طلاق''۔

اب سوال یہ ہے کہ زید کی زوجہ پر طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟ اور اگر واقع ہوگئی تو کس قسم کی؟ اور زید کی زوجہ اس کے نکاح سے باہر ہوگئی یا نہیں؟

محمد اختر نہٹور بجنور۔

الجواب حامداًومصلیاً:

صریح الفاظ سے طلاق واقع ہونے کے لئے نیت کی حاجت نہیں (۱)، بلانیت ہی طلاق ہو جاتی ہے، البتہ زوجہ کی طرف خطاب، نام، اشارہ وغیرہ سے طلاق کی نسبت ضروری ہوتی ہے، پس ظاہر یہ ہے کہ زید نے اپنی زوجہ ہی کو طلاق دی ہے، گوصراحۃً اس کی طرف نسبت نہیں کی، لیکن زوجہ کی بدزبانی پر اور اس کی طرف متوجہ ہوکر تین طلاق دینا اس کا قرینہ ہے کہ اپنی زوجہ ہی کو طلاق دی ہے، لہذا طلاقِ مغلظہ ہوگئی (۲)، اب بغیر حلالہ کے نکاح درست نہیں۔ تاہم صراحۃً زوجہ کی طرف نسبت نہ ہونے کی وجہ سے اگر زید کہے کہ میں نے اپنی زوجہ کو طلاق دینے کی نیت سے یہ الفاظ نہیں کہا تھا، نہ اس کو خطاب کیا بلکہ کسی اَور کو طلاق دی ہے تو شرعاً قسم کے ساتھ

---

(۱) "إن الصريح لا يحتاج إلى النية، ولكن لا بد في وقوعه قضاءً وديانةً من قصد إضافة لفظ الطلاق إليها عالماً بمعناه، ولم يصرفه إلى ما يحتمله، كما أفاده في الفتح". (ردالمحتار: ۲۵۰/۳، كتاب الطلاق، مطلبٌ: الصريح نوعان: رجعي وبائن، سعيد)

"ولا يلزم كون الإضافة صريحةً في كلامه لما في البحر: لو قال: طالق، فقيل له: من عنيت ؟ فقال: امرأتي، طلقت امرأته، و يؤيده ما في البحر: لو قال: امرأة طالق، أو قال: طلقت امرأةً ثلثاً، وقال: لم أعن امرأتي يصدق. ويفهم منه أنه لو لم يقل ذلك، تطلق امرأته؛ لأن العادة أن من له امرأة إنما يحلف بطلاقها لا بطلاق غيرها".(رد المحتار: ۲۴۸/۳، كتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

"رجل قال: امرأة طالق، أو قال: طلقت امرأة ثلثاً، وقال: لم أعن به امرأتي، يصدق". (فتاویٰ قاضي خان: ۴۶۵/۱، كتاب الطلاق، رشيديه)

(۲) "وأما حكمه فوقوع الفرقة بانقضاء العدة في الرجعي و بدونه في البائن .... و زوال حل المناكحة متى تم ثلاثاً". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۳۴۸/۱، كتاب الطلاق، رشيديه)

قال الله تعالیٰ: ﴿الطلاق مرتان .... فإن طلقها، فلاتحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ قال الجصاص رحمه الله تعالیٰ: "منتظم لمعان: منها تحريمها على المطلق ثلاثاً حتى تنكح زوجاً غيره. وقول الله تعالیٰ: ﴿حتى تنكح زوجا غيره﴾ غاية التحريم الموقع بالثلاث، فإذا وطئها الزوج الثاني، ارتفع ذلك التحريم الموقع، وبقي التحريم من جهة أنها تحت زوج كسائر الأجنبيات، فمتى فارقها الثاني، وانقضت عدتها، حلت للأول". (أحكام القرآن للجصاص: ۵۳۶/۱، قديمي)

زید کا قول معتبر ہے، دل کا حال خدا جانتا ہے اور حقیقی معاملہ بھی اسی کے ساتھ ہے۔

یہ سوال واقعہ کی کچھ تفصیل کے ساتھ گذشتہ سال بھی آیا تھا، اس کا جواب جب ہی لکھ دیا گیا تھا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۹/صفر/۵۸ھ۔

تکرارِ طلاق بنیتِ تاکید

سوال [۶۱۳۴]: ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی اور پھر عدت کے اندر رجوع کرلیا، تقریباً آٹھ ماہ کے بعد پھر کسی وجہ سے دوسری طلاق دینا چاہی لیکن اس مرتبہ اس نے تین طلاق دیدی اور نیت بالکل یہی رکھی کہ ایک طلاق دیتا ہوں اور باقی طلاقیں اسی ایک طلاق کی مضبوطی اور تاکید کے لئے۔ تو یہ طلاق رجعی ہے یا بائن یا مغلظہ؟ اور زوجِ اول کی طرف رجعت کے لئے کیا صورت ممکن ہے؟ زوج اول سے بغیر نکاح کے رجوع ہوسکتا ہے یا نہیں، یا عدت کے اندر رجوع کر کے رجوع کرنا پڑے گا؟ اور کیا زوجِ ثانی سے نکاح تو نہ کرنا پڑے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شوہر کو صرف تین طلاق کا اختیار ہوتا ہے، پہلی طلاق دے کر رجعت کرنے کے بعد تین طلاق کا اختیار نہیں رہا تھا، صرف دو طلاق کا اختیار رہ گیا تھا، جب دوبارہ تین طلاق دیں تو ان میں سے دو واقع ہو کر مغلظہ ہوگئی اور تیسری جو کہ دراصل چوتھی ہے بیکار گئی۔ اور شوہر کی یہ نیت کہ ایک طلاق دیتا ہوں، باقی طلاقیں اسی ایک طلاق کی مضبوطی کے لئے ہیں قضاءً معتبر نہیں، البتہ دیانۃً اس کی نیت کا اعتبار ہوگا: "کرر لفظ الطلاق، وقع الکل، وإن نوی التأکید دُیّن: أی وقع الکل قضاءً، اھـ". در مختار و شامی: ۲/۷۱۲(۱)۔

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۹۳، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بها، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۳۵۵، ۳۵۶، کتاب الطلاق، الفصل الأول فی الطلاق الصریح، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاویٰ التاتارخانیه: ۳/۲۸۸، کتاب الطلاق، نوع فی تکرار الطلاق وإیقاع العدد، إدارة القرآن کراچی)

جب قضاءً مغلظہ ہوگئی تو اب نہ رجعت جائز ہے نہ نکاح جائز ہے، بلکہ عدت پوری ہونے پر کسی دوسرے شخص سے باقاعدہ شرع کے مطابق نکاح کرے اور پھر اگر وہ مرجائے یا طلاق دیدے تو زوجِ اول سے بعدعدت نکاح کرسکتی ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۲۰/۶/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۶/۵۹ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/ جمادی الثانیہ/ ۵۹ھ۔

لفظ ''طلاق، طلاق، طلاق'' کا حکم

سوال[۶۱۳۵]: ۱......ایک بیوہ کا عقدِ نکاح ان لوگوں نے- جو عرصۂ دراز سے اس بیوہ کے کھلانے پلانے کے ذمہ دار تھے- ایک شخص کے ساتھ اس کے باپ یعنی مسماۃ بیوہ کے خسر کی بغیر رضامندی کردیا تھا جس کو ہفتہ عشرہ گزرگیا۔ بیوہ کا خسر مذکور اسی روز سے ناخوش رہا اور اس کے لڑکے و دیگر لوگ اس کو راضی کرنے کی کوشش کرتے رہے، اس پر باپ بیٹیوں میں جھگڑا ہوتا رہا۔ ایک روز لڑکے اپنے باپ کو راضی کرنے کی کوشش کررہے تھے کہ مسماۃ بیوہ کا شوہر بھی وہاں پہنچ گیا اور اس نے اپنی زوجہ کے خسر کو رنجیدہ دیکھ کر اس کو دھمکانے کے خیال سے یوں کہا کہ ''اگر تم راضی نہیں ہوتے تو میں قصہ ہی ختم کئے دیتا ہوں اور لفظ ''طلاق، طلاق، طلاق'' تین بار کہا، پھر فوراً پشیمان ہوا، اس لئے کہ میری زوجہ مجھ سے خوش تھی اور میں بھی خوش تھا، لیکن غصہ میں غلطی سے کہہ دیا۔

۲......اب گزارش ہے کہ صورتِ مذکورہ میں نکاح و باہمی تعلق زوجین باقی رہا یا نہیں اور کوئی ایسی صورت نکل سکتی ہے جس سے عقدِ نکاح قائم رہے؟ اور مذکورہ بالا الفاظ سے کون سی طلاق واقع ہوئی اور نکاحِ ثانی ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اگر ہوسکتا ہے تو کس صورت سے؟ اب اس کا خسر بھی راضی ہوگیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں شرعاً طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے نکاح درست نہیں۔ حلالہ کی صورت یہ ہے کہ مسماۃ مذکورہ عدت گزار کر باقاعدہ نکاح کرے اور وہ شخص صحبت کرے، پھر بقضائے الٰہی مرجائے یا طلاق دیدے تو پھر بعدعدت دوبارہ نکاح درست ہوگا، اس سے پہلے درست نہیں:

"وإن كرر لفظ الطلاق، وقع الكل". در مختار: ۲/۷۱۰(۱)۔ "وينكح مبانته بما دون الثلث في العدة، و بعدها بالإجماع، لا مطلقة بها: أي بالثلاث حتى يطأها غيره بنكاح نافذ وتمضي عدته". تنویر، درمختار: ۲/۸۲۹(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۶/۶۱ھ۔

اگر تنہائی ہو چکی تھی، تو حسبِ تصریح مفتی صاحب طلاقِ مغلظہ واقع ہو گی اور حلالہ ضروری ہوگا، اگر تنہائی نہیں ہوئی تھی تو پھر طلاقِ مغلظہ ان الفاظ سے نہیں ہوتی، حلالہ کی ضرورت نہیں، دوبارہ نکاح کرنا کافی ہوگا(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ سعید احمد غفرلہ، ۲۶/ جمادی الثانیہ/۶۱ھ۔

تین لفظوں سے تین طلاق

سوال[۶۱۳۶]: زید نے اپنی بیوی کو پہلے ایک طلاقِ بائن دے کر تھوڑی دیر کے بعد کہا "میری

---

(۱) (الدر المختار: ۳/۲۹۳، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۵۵، كتاب الطلاق، الباب الثاني، الفصل الأول في صريح الطلاق، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان: ۱/۴۵۴، كتاب الطلاق، الفصل الأول في صريح الطلاق، رشيديه)

(۲) (تنوير مع الدر المختار: ۳/۴۰۹، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(وكذا في فتح القدير: ۴/۱۷۶، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۲، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق ۳/۱۶۲، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "طلق غير المدخولة ثلاثاً، وقعن، وإن فرق، بانت بواحدة: أي إن فرق الطلاق بانت بطلقة واحدة". (تبيين الحقائق: ۳/۷۱، كتاب الطلاق، طلاق قبل الدخول، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۴/۲۹۸، كتاب الطلاق، فصل فيما يرجع إلى المرأة، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الاختيار لتعليل المختار: ۲/۱۷۱، كتاب الطلاق، فصل حكم من طلق امرأته قبل الدخول ثلاثاً، حقانيه پشاور)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۳، كتاب الطلاق، الفصل الرابع في الطلاق قبل الدخول، رشيديه)

فلانی بیوی کو ایک دو تین طلاق دیا، بائن طلاق کیا" کیا اب وہ بغیر تحلیل عورت مذکورہ کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور کیا طلاق واقع ہوئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر عورت مدخولہ ہے تو صورتِ مسئولہ میں طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے رکھنا حرام ہے:

"الصريح يلحق الصريح والبائن، والبائن يلحق الصريح. الصريح ما لا يحتاج إلى نية، بائناً كان الواقع به أو رجعياً، اهـ". در مختار (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

"طلاق دیا، دیا، دیا" سے کونسی طلاق واقع ہوگئی؟

سوال [۶۱۳۷]: زید نے غصہ میں کہا کہ "میرے سالے سے کہہ دینا کہ اپنی بہن کو رکھے، میں نے طلاق دیا، دیا، دیا"۔ اس کے بعد زید دوسرے مکان میں گیا، وہاں بھی عورتوں کے دریافت کرنے پر کہا کہ "ہاں میں نے طلاق دیدیا"۔ تو اس صورت میں کون سی طلاق ہوگی؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی (۲)، اب بغیر حلالہ کے اس کو رکھنا جائز نہیں (۳)، ہاں! اگر

---

(۱) (الدر المختار: ۳۰۶/۳، باب الكنايات، كتاب الطلاق، مطلب الصريح يلحق الصريح والبائن، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۷۷/۱، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۸۳/۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) "إذا قال لامرأته: أنت طالق وطالق وطالق، ولم يعلقه بالشرط، إن كانت مدخولةً، طلقت ثلاثاً".

(الفتاوىٰ العالمكيرية ۳۵۵/۱، كتاب الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۲۸۶/۳، كتاب الطلاق، نوع آخر في تكرار الطلاق وإيقاع العدد، إدارة القرآن كراچی)

(۳) "وأما الطلقات الثلاث، فحكمها الأصلي هو زوال الملك وزوال حل المحلية أيضاً، حتى لايجوز له نكاحها قبل التزوج بزوج. آخر لقوله عزوجل: ﴿فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتى تنكح =

زید یہ کہے کہ میں نے طلاق دیا کے بعد جو دوسری اور تیسری مرتبہ لفظ ''دیا، دیا'' کہا ہے اس سے محض خبر یا تاکید مقصود ہے تو زید کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اور ایک طلاق رجعی کا حکم لگایا جائیگا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۰/ ۷/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دار العلوم دیوبند، ۱۰/ ۷/ ۸۷ھ۔

''طلاق دیدی، دیدی، دیدی'' کا حکم، دیوبند وغیرہ کے فتاویٰ

سوال [۶۱۳۸]: ۱...... زید نے اپنی زوجہ کو حسبِ ذیل کلمات کہے: ''میں نے طلاق دیا، دیا، دیا''۔ ان کلمات سے کتنی طلاقیں اور کس نوع کی طلاق ہوئی؟

۲...... زید کی زوجہ نے کہا کہ مجھے فارغخطی دیدو، زید نے کہا کہ: ''اچھا، نہیں مانتی، طلاق دیدی، دیدی، دیدی''۔ اب دریافت یہ ہے کہ کتنی طلاقیں ہوئیں؟

ضروری عرض: جواب میں جن مآخذ سے اخذ کیا جاوے ان سے بھی مطلع فرمایا جاوے تاکہ بوقتِ ضرورت اصل کی طرف رجوع کیا جاسکے۔ جواب سے جلد سرفراز فرمایا جاوے۔

= زوجاً غیره﴾ وسواء طلقها ثلاثاً متفرقاً أو جملةً واحدةً". (بدائع الصنائع: ۴/۴۰۳، کتاب الطلاق، فصل فی حکم الطلاق البائن، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(۱) "رجل قال لامرأته: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، فقال: عنیت بالأولیٰ الطلاق وبالثانیة والثالثة إفهامها، صدّق دیانة". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/ ۳۵۶، الفصل الأول فی الطلاق الصریح، رشیدیه)

(وکذا فی الدر المختار: ۳/۲۹۳، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بها، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ التاتارخانیة: ۳/۲۸۸، کتاب الطلاق، نوع آخر فی تکرار الطلاق وإیقاع العدد، الخ، إدارة القرآن کراچی)

"وفی کل موضع یصدق الزوج علیٰ نفی النیة یصدق مع الیمین". (الفتاویٰ التاتارخانیة: ۳/۳۲۵، کتاب الطلاق، نوع آخر فی بیان حکم الکنایات، إدارة القرآن، کراچی)

(وکذا فی فتح القدیر: ۴/ ۷۳، کتاب الطلاق، فصل فی الطلاق قبل الدخول، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر)

الجواب حامداًومصلیاً:

ا......حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس صورت میں تین طلاق کا حکم دیا، تتمۂ امدادالفتاویٰ (۱)۔لفظِ ''طلاق'' اگرچہ ایک مرتبہ مذکور ہے لیکن اس کے ساتھ جولفظ ''دیا'' تین مرتبہ مذکور ہے وہ متعدی ہے جومفعول کو چاہتا ہے، جس طرح فاعل کو ہر فعل کے ساتھ ماننا ضروری ہے مفعول کو بھی اس صورت میں ماننا ضروری ہے، کسی فقہ کی کتاب میں اس کے خلاف نہیں دیکھا، ایسی حالت میں تتمۂ امدادالفتاویٰ پرقناعت اوراعتماد کافی ہے۔

۲......یہ بھی نمبر:ا کی طرح ہے، اگرصرف فارغ خطی کا لفظ کلامِ زوج میں ہوتا ہےتو طلاق بائن واقع ہوتی ہے،هكذا في عزيز الفتاویٰ: ۷/ ۱۴۴ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمود گنگوہی عفااللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہرالعلوم سہارنپور، ۱۷/ ۸/ ۶۷ھ۔

جواب منجانب فرنگی محل لکھنئو عبد القادر صاحب.

ھوالمصوب: عالمگیری میں ہے:''**زن راگفت: تُرا طلاق دادم، مردمان ملامت کردند، گفت: دیگر دادم، نه گفت: ویرا، ونه گفت: طلاق،** قال: "يقع إذا كان في العدة"(۳)۔

اوراسی کتاب میں ہے:

"ولو قالت: "**مرا طلاق کن، مرا طلاق کن، مرا طلاق کن**" فقال: "**کردم، کردم،**

---

(۱)حکیم الامت مولانا اشرف علی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''یہ زبان سے کہا ہے کہ''میں نے طلاق دے دی، دے دی، دے دی، کرومیرا کیا کرتی ہو، الخ'' دیکھا جائے کہ اس کا کیا مطلب تھا کہ گواب تک نہ دی تھی، مگراب دے دی تب تو تین طلاق واقع ہوگئی بدون حلالہ تجدیدِ نکاح درست نہیں''۔(امداد الفتاویٰ، کتاب الطلاق، عنوان: ''طلاق دیدی، دیدی، دیدی، کرو میرا کیا کرتی ہو'' کاحکم، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(۲) قال الشيخ عزيز الرحمن: '' وہ فارغخطی صحیح ہوگئی اورطلاقِ بائنہ اس کی زوجہ پرواقع ہوگئی''۔(عزیز الفتاویٰ: ۱/ ۴۹۲، کتاب الطلاق، فصل فی الرجعة، دارالإشاعت کراچی)

(۳) (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی وقوع الطلاق، الفصل السابع فی الطلاق بالألفاظ الفارسية: ۱/ ۳۸۴، رشیدیه)

کردم". تطلق ثلاثاً، وهوا لأ صح(۱)۔ "ولو قالت: "**مرا طلاق ده، مرا طلاق ده، مرا طلاق ده**"، فقال: "دادم، يقع واحدة"(۲)۔

پس صورتِ مسئولہ میں جبکہ شوہر نے اپنی زوجہ کے طلاق مانگنے پر تین مرتبہ کہا کہ طلاق دیدی تو طلاقِ مغلظہ ہو جائیگی، اسی طرح اگر اس نے زوجہ سے از خود یہ کہا کہ طلاق دی، دی، دی، تو اس سے طلاقِ مغلظہ ہو جائیگی۔ واللہ اعلم۔

مہر عبدالقادر

نقل جواب از مولانا اعزاز علی صاحب، مفتی مدرسہ دالعلوم دیوبند:

تحریر جواب کے وقت تتمۂ ثانیہ امداد الفتاویٰ بھی میرے سامنے تھا، میں نے جو کچھ عرض کیا ہے وہ سمجھ کر عرض کیا ہے، لفافہ ہوتا تو مفصل عرض کرتا ظاہر ہے کہ ''دیدی'' میں دینے کو بار بار کہہ رہا ہے، طلاق کا اعادہ نہیں کرتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ایقاع کی تاکید کر رہا ہے، نہ کہ واقع (طلاق) کی تکرار، پس اس صورت میں چند طلاقیں کیونکر واقع ہونگی؟

رہی یہ بات کہ دیدینا فعل متعدی ہے اس کا مفعول محذوف نکالنا ہے تو فقہ اور اصول فقہ پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ "إن أكلت" اور "إن أكلت طعاماً" کے احکام میں فرق ہے، حالانکہ "أكلت" متعدی اور اس کا مفعول بہ "طعاماً" ہی ہوسکتا ہے، اسی طرح "أنت طالق" اور "أنت طالق طلاقاً" میں فرق ہے، پس محذوف کو ملفوظ پر قیاس کرنا دشوار ہے، ہاں! اگر اصحابِ فتویٰ کی کوئی روایت اس میں ہو تو بلا کسی تاخیر کے عرض کر دوں گا کہ مجھ سے غلطی ہوئی، مگر تتبع کے باوجود مجھ کو اس بارہ میں روایت نہیں ملی۔

اعزاز علی عفی عنہ، ۳/شعبان/ ۶۷ھ، مسعود احمد عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۸۳، ۳۸۴، كتاب الطلاق، الباب الثانی فی وقوع الطلاق، الفصل السابع فی الطلاق بالألفاظ الفارسية، رشيديه)

(۲) (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۸۳، كتاب الطلاق، الباب الثانی فی وقوع الطلاق، الفصل السا بع فی الطلاق بالألفاظ الفارسية، رشيديه)

استفتاء مع جواب مرسل

مخدوم د حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی!

السلام علیکم!

صورتِ مسئولہ بالا میں مولانا اعزاز علی صاحب نے رجعی طلاق کا حکم دیا ہے، ان پورے فتووں کی نقلوں سے آگاہ کر کے آخری رائے معلوم کی تھی، جو جواب آیا اس کی نقل مرسل ہے، اس ناکارہ کو بھی تین طلاق کی وقوع میں تردد ہے، بظاہر ایقاع کی تائید مفہوم ہوتی ہے، اس سلسلہ میں اگر مناسب ہو تو مولانا اعزاز علی صاحب سے خط وکتابت کر کے آخری رائے سے مطلع فرمائیں، یا اگر اختلاف ہو تو احقر کو مطلع فرمائیں۔ جس شخص کا یہ معاملہ ہے، اس کو کوئی جواب نہیں دیا گیا۔

ابرارالحق ہردوئی، ۳۰/ رمضان المبارک/ ۶۷ھ، مطابق ۱۱/ جولائی/ ۴۸ء۔

محترمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آج آپ کا دوسرا لفافہ ملا جس میں دیوبند کے جواب کی نقل بھی ہے اور دیوبند سے خط وکتابت کر کے آخری رائے دریافت کی گئی ہے، یہ تو ظاہر ہے کہ کتبِ متداولہ متقدمہ معتبرہ کی نقل نہ یہاں کے فتویٰ میں ہے نہ دیوبند کے، اسی بناء پر یہاں کے فتویٰ میں تتمۂ امداد الفتاویٰ پر اعتماد کر کے حضرت تھانویؒ کی رائے نقل کر دی گئی تھی، اگر اس سے قوی چیز کوئی ہوتی تو اس پر قناعت کی کیا ضرورت تھی، نوادر کا جزئیہ صریحہ بھی پیش کیا تھا:

”فیہ: أی فی مختصر الجزائیہ أیضاً ولو قالت: **”مرا طلاق کن“** فقال الزوج: **”کردم، کردم، کردم“**، طلقت ثلاثاً، اھ“. فتاویٰ مجموع النوادر، قلمی ورق، ص: ۴۷۰۔

جو پہلے فتویٰ میں تھا، اگر آپ دیوبند بھیجتے وقت وہ بھی تحریر کر دیتے اور پھر حضرت مولانا اعزاز علی صاحب مدظلہ کی رائے دریافت کرتے تو اَنسب تھا تاکہ جواب میں ردّاً قبولاً اس سے بھی تعرض فرماتے، اب اختلاف دیوبند اور تھانہ بھون کے فتویٰ میں ہوا اور لکھنو کا فتویٰ ثانی موید ہے، میری تحریر تو مدعیانہ نہیں، اس لئے مجھے اس خط وکتابت کا حق نہیں، آپ اگر مکرر مراجعت کریں تو مزید معلومات سے مجھے بھی مطلع کریں۔

میری گذشتہ رائے آپ کو پہلے سے معلوم ہے، اس میں حضرت تھانویؒ کی تحریر کی وجہ سے اضمحلال آیا،

اگر چہ کلیۃً بدلی نہیں، مگر حضرت کی رائے کے خلاف فتویٰ دینے کی ہمت نہیں، خاص کر جب کہ نص نہ ہو، مدار صرف رائے پر ہو۔ کانپور کا فتویٰ بھی دیوبند کے فتویٰ کے خلاف تھا۔ دیوبند کے اس فتویٰ میں رجعی کی تصریح نہیں، یہ آپ نے کہاں سے سمجھا کہ رجعی کا حکم دیا ہے، کیا آپ نے نقل میں اختصار کیا ہے، یا چند طلاق کی نفی سے سمجھا ہے۔ فقط۔ والسلام۔

ان سب تحریرات کی نقل مجھے بھی درکار ہے۔

محمود حسن غفرلہ، ۵/۹/۶۷ھ۔

''ایک طلاق دی، ایک طلاق دی، ایک طلاق دی'' سے کتنی طلاق ہوئی؟

سوال[۶۱۳۹]: ایک شخص نے اپنی بیوی کی نااتفاقی کی وجہ سے چند مرد عورتوں کے مجمع میں اسے یوں کہا کہ ''میں تجھ کو ایک طلاق دی، میں تجھ کو ایک طلاق دی، میں تجھ کو ایک طلاق دی'' اس قسم سے تین چار دفعہ کہا، فوراً اس نے اس محلے کے ایک مولوی شبیر صاحب سے یہ واقعہ اس مجمع میں بیان کیا، مولوی صاحب نے گواہ وغیرہ سے تحقیق کر کے ایک طلاقِ رجعی کا حکم دیا، پھر اس نے پردیسی دو عالم معتبر کے پاس جا کر اس واقعہ کو بیان کیا مگر وہ دونوں مولوی صاحب نے تین طلاقِ بائن مغلظہ کا فتویٰ دیا۔

پھر اس نے اس مسئلہ کا فیصلہ کرنے کے لئے ایک عظیم الشان جلسہ کر کے ایک ثالث مولوی صاحب امین کو فیصل (چن) لیا، امین صاحب نے مولوی شبیر سے پوچھا: بھائی! آپ نے طلاق رجعی کا حکم کیوں دیا؟ اس نے اپنی دلیل پیش کی، پھر امین صاحب نے ان دونوں معتبر عالم صاحبان سے پوچھا: بھائی! آپ حضرات نے تین طلاقِ مغلظہ کا حکم وفتویٰ کس طرح دیا، ان دونوں مولوی صاحبان نے جواب دیا کہ اس نے خود جا کر ہمارے پاس تین طلاق کو بیان کیا، لہٰذا ہم نے وہ حکم دیا، لیکن طالق اس کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے عندالواقعہ بھی تین دفعہ تجھ کو میں ایک طلاق دی یا چار دفعہ کہا اور آپ حضرات کے نزدیک بھی اس طرح کہا اور کہتا ہے عندالواقعہ بھی اور آپ حضرات کے پاس بھی تین طلاق نہیں کہا فقط۔ ''ایک طلاق دی، ایک طلاق دی''۔ کہا۔

امین صاحب دو معتبر مولوی صاحب کا بیان سنتے ہی حیران وپریشان ہوا، چونکہ ادھر کے عالم معتبر حقانی ادھر ایک جاہل جاویدانی، تاہم امین صاحب نے شبیر کے قول اور فتویٰ کو ترجیح دیا اور بہت دعائے خیر دی، چونکہ اس کا جواب واقعہ کے مطابق ہوا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مولوی شبیر صاحب اور امین صاحب حق

پر ہیں یا وہ دونوں معتبر عالم صاحبان؟ بینوا توجرا۔

الجواب حامداًومصلیاً:

صورتِ مسئلہ میں قضاءً طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی، اگر شوہر کی نیت یہ تھی کہ پہلے لفظ سے طلاق دے رہا ہوں اور دوسرے تیسرے لفظ کو فقط تاکید وتفہیم کے لئے ذکر کیا اور طلاق کی نیت ہرگز نہیں تھی تو دیانۃً اس کی نیت معتبر ہے، مگر قضاءً اس کی تصدیق نہیں کی جائیگی:

"رجلٌ قال لامرأته: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، فقال: عنيت بالأولىٰ الطلاق، وبالثانية والثالثة إفهامها، صدّق ديانةً، وفي القضاء طلقت ثلاثاً، كذا في فتاوىٰ قاضيخان. متىٰ كرر لفظ الطلاق بحرف الواو أو بغير حرف الواو يتعددالطلاق، وإن عنى بالثاني الأول، لم يصدق في القضاء". الفتاوىٰ العالمكيرية: ١/٣٠٠(١)۔ "كرر لفظ الطلاق، وقع الكل، وإن نوىٰ التأكيد ديّن، ووقع الكل قضاءً. كذا إذا أطلق -أشباه-: أي بأن لم ينو استينافاً ولا تأكيداً؛ لأن الأصل عدم التأكيد". درمختار، شامي: ١/٧١٠(٢)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۴/۱۱/۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۸/۱۱/۶۰ھ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم۔

بیوی کو "ایک، دو، تین" کہنا

سوال[۶۱۴۰]: زید نے اپنی زوجہ ہندہ سے کچھ اَن بَن ہونے پر اس کی مار پیٹ کی، بعدہ یہ کہا کہ "ایک، دو، تین"۔ اس کے کچھ دیر بعد زید اپنی ماں سے کہنے لگا کہ اس کو اس کے میکہ پہونچادو، اس کی ماں نے کہا کہ اچھا کل پہونچادوں گی۔ اس واقعہ کے تین روز گذرنے کے بعد ہندہ کا والد کسی ضرورت سے ہندہ کے گاؤں میں پہونچا تو اس کو وہاں کسی آدمی کی زبانی یہ بات معلوم ہوئی، ہندہ کے والد نے زید کو تخلیہ میں بلا کر گفتگو

---

(١) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ١/٣٥٥، ٣٥٦، كتاب الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(٢) (الدر المختار مع ردالمحتار: ٢٩٣/٣، كتاب الطلاق، قبيل باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ٢٨٩/٣، كتاب الطلاق، نوع آخر في تكرار الطلاق وإيقاع العدد، إدارة القرآن كراچي)

کی اور پوچھا کہ تم نے ہندہ کو طلاق دیدی تو زید خاموش ہوگیا، پھر اصرار کرنے پر زید نے ''ہاں'' کہا ''بات کلیر ہے''۔ تو اب حکمِ شرع کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لفظ ''ایک، دو، تین'' اصالۃً طلاق کے لئے موضوع نہیں بلکہ گنتی کے لیے موضوع ہے جس سے طلاق کی گنتی بھی مراد لیجاتی ہے اور غیر طلاق کی بھی اور عامۃً تو اس کا معدود بھی ذکر کیا جاتا ہے اور کبھی کبھی قرینۂ مقام کے لحاظ سے صرف ذکرِ عدد پر کفایت کی جاتی ہے، معدود کو مخاطب بغیر ذکر کئے سمجھ جاتا ہے۔ اور کبھی یہ کسی کام کو پختہ کرنے اور انتہا تک پہونچانے کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ مثلاً نیلام کی جب بولی ختم کرنا ہو تو ایک دو تین بول دیتے ہیں، یا کسی کام کو شروع کرنے کے لئے ایک دو تین بول دیتے ہیں۔

پس اگر زید نے اس لفظ ایک دو تین سے یہ مراد لیا ہے کہ میں نے بیوی کو ایک دو دو تین طلاق دیدی تو طلاقِ مغلظہ ہوگئی اور ایسا کہنے کے بعد بیوی کو میکہ بھجوا دینا اور خسر کے باصرار دریافت کرنے پر کہ کیا تم نے ہندہ کو طلاق دیدی الخ، یہ کہنا کہ ''ہاں، بات صاف کلیر ہے'' یہ قرینہ ہے کہ زید کی مراد طلاق ہی ہے بلکہ خسر کو جو کچھ جواب دیکر اقرار کیا اس سے تو مراد واضح ہوگئی:

"لو قال لا مرأته: أنت مني ثلاثاً، قال ابن الفضيل: إذا نوىٰ، يقع. ولو قال: أنت مني ثلاثاً، طلقت إن نوىٰ، أو كان في مذا كرة الطلاق. (قوله: بثلاث) دل علىٰ عدد طلاق مقدّر نواه المتكلم، اه". شامی: ۲/۴۴۸، قبل طلاق غير المدخول بها بثلاثة أوراق(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۴/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۴/۹۰ھ۔

---

(۱) (رد المحتار: ۳/ ۲۷۵، ۲۷۶، كتاب الطلاق، باب الصريح، مطلبٌ: قو ل الإمام: إيماني كإيمان جبريل، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۵۷، كتاب الطلاق، الفصل الأول في الطلا ق الصريح، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۳/۲۷۸، كتاب الطلاق، إيقاع الطلاق بطريق الإضمار وترك الإضافة، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في منحة الخالق على البحر الرائق: ۳/۴۴۱، كتاب الطلاق، باب الطلاق، رشيدية)

''ایک، دو، تین'' سے طلاق

سوال[۶۱۴۱]: ایک شخص اپنی بیوی کو لینے کے لئے اپنی سسرال میں گیا اور جا کر بیوی کو لے جانے کا تقاضہ کیا، لڑکی کے والدین نے کہا کہ شعبان کا چاند دیکھتے ہی فوراً لیجانا، بہت جدو جہد ہوئی، شوہر مذکور نے کہا کہ اس وقت لے جاؤنگا ورنہ میں اور کچھ کہہ دونگا، خسر نے کہا کیا کہے گا کہہ دے، شوہر مذکور نے فوراً کہا: ''ایک دو تین'' نہ جانے طلاق دی، فوراً اپنا تھیلا اور بکس طلب کر کے چلا گیا۔ تو ایسے لفظوں سے طلاق پڑ جاتی ہے یا نہیں؟

جو کچھ احادیث وغیرہ سے ثابت ہے تحریر فرمائیں نوازش ہوگی۔ بینوا توجروا۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

''ایک، دو، تین'' سے بھی اگر طلاق ہی مراد ہے تو طلاق مغلظہ ہوگئی (۱)، بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہوسکتا (۲)۔ اگر یہ مراد نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ فوراً ابھی بغیر کسی انتظار یا تاخیر کے میں نے طلاق دی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوئی، اس کا حکم یہ ہے کہ عدت تین ماہواری گذرنے سے پہلے اپنی دی ہوئی طلاق واپس لے سکتا ہے (۳)، اگر طلاق واپس نہ لی تو عدت ختم ہونے پر بائنہ ہو جائیگی، پھر دونوں کی رضا

---

(۱) "لو قال لامرأته: أنت مني ثلاث، قال ابن الفضيل: إذا نویٰ، يقع. ولو قال: أنت مني ثلاثاً، طلقت إن نویٰ، أو كان في مذاكرة الطلاق. (قوله: بثلاث دل) علیٰ عدد مقدّر نواه المتكلم". (ردالمحتار: ۲۷۵/۳، كتاب الطلاق، باب الصريح، مطلب في قول الإمام: إيماني كإيمان جبريل، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية: ۳۷۵/۱، كتاب الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانيه: ۲۷۵/۳، كتاب الطلاق، إيقاع الطلاق بطريق الإضمار، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في منحة الخالق على البحرائق: ۴۴۱/۳، باب الطلاق، رشيديه)

(۲) "وأما الطلقات الثلاث، فحكمها الأصلي هو زوال الملك وزوال حل المحلية أيضاً، حتى لايجوزله نكاحها قبل التزوج بزوج آخر لقوله عزوجل: ﴿فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ وسواء طلقها ثلاثاً متفرقاً أو جملةً واحدةً". (بدائع الصنائع: ۴۰۳/۴، كتاب الطلاق، فصل في حكم الطلاق البائن، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۳) "إذاطلق الرجل امرأته تطليقةً رجعيةً أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها رضيت بذلك أو لم ترض".=

مندی سے دوبارہ نکاح درست ہوگا(۱)۔طلاق واپس لینے کی بہترین صورت یہ ہے کہ دو گواہوں کے سامنے یہ کہہ دے کہ میں نے اپنی طلاق واپس لے لی (۲)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، یکم/شعبان/ ۸۸ھ۔

''طلاق،طلاق،طلاق'' کا حکم

سوال[۲۱۴۲]: زید وعمر سالے بہنوئی ہیں، دونوں کے درمیان خانگی معاملہ میں جھگڑا ہوتا رہا، زید کو بے حد غصہ آ گیا جو جنون کی حد سے گذر گیا، یہاں تک کہ اچھے بُرے کی تمیز باقی نہ رہی اور زید نے کہا: ''تو پھر اچھا طلاق، طلاق، طلاق''۔زید نے نہ اپنی بیوی کو مخاطب کیا، نہ بیوی کا نام لے کر کہا اور نہ ''دیا'' کا لفظ کہا، پس طلاق تین بار کہا، زید کی بیوی عمر کی دور کے رشتہ کی بھانجی ہوتی ہے۔مطلع فرمائیں کہ طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

یہ صحیح ہے کہ شوہر نے نہ بیوی کا نام لے کر کہا اور نہ ''دیا'' کا لفظ کہا بس تین مرتبہ کہا ہے، لیکن طلاق اپنی

= (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۰، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/۳۹۴، باب الرجعة، شركة علمية ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۴۹، كتاب الطلاق، باب الرجعة، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) "والثاني: الطلقة الواحدة البائنة، والثنتان البائنتان، ويختلف حكم كل واحد من النوعين .... فإن كانا حرين، فالحكم الأصلي لمادون الثلاث من الواحدة البائنة والثنتين البائنتين هو نقصان عدد الطلاق، وزوال الملك أيضاً، حتى لايجوزله وطؤها إلا بنكاح جديد". (بدائع الصنائع: ۴/۴۰۳، كتاب الطلاق، فصل في حكم الطلاق البائن، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۲) "فالسنى أن يراجعها بالقول، ويشهد على رجعتها شاهدين، ويعلمهما بذلك". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۶۸، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۳/۵۹۴، كتاب الطلاق، مسائل الرجعة، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۵۰، ۱۵۱، كتاب الطلاق، باب الر جعة، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۴/۳۹۱، كتاب الطلاق، فصل في بيا ن ما هية الر جعة، دارالكتب العلمية بيروت)

بیوی ہی کودی جاتی ہے کسی غیر کو نہیں اور یہاں تو بیوی کا تذکرہ بھی ہے اور اس کی برائی سن کر اس سے متاثر ہو کر طلاق دی ہے، طلاق کے لئے نہ ''دیا'' کی ضرورت نہ ''دی'' کی، نہ بیوی کو خطاب کی، نہ اس کا نام لینے کی، بغیر ان سب باتوں کے بھی آدمی اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے اور دیتا ہے اور طلاق واقع ہو جاتی ہے (۱)۔ اور تین مرتبہ کہنے سے طلاقِ مغلظہ ہو جاتی ہے، اب بغیر حلالہ کے اس کو رکھنا درست نہیں، اس کو چاہیئے کہ عدت گذار کر دوسرے شخص سے با قاعدہ نکاح کرے (۲)۔

خانگی جھگڑے میں غصہ آہی جاتا ہے اور بحالتِ غصہ ناشائستہ الفاظ بھی زبان سے نکل جاتے ہیں، بڑوں کا احترام بھی ختم ہو جاتا ہے، چھوٹوں پر شفقت بھی باقی نہیں رہتی، کسی پر دست درازی کی بھی نوبت آجاتی ہے، ان چیزوں کی وجہ سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کو جنون ہو گیا۔ فقط۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۹/۱۳۸۵ھ۔

ایضاً

سوال [۶۱۴۳]: میری (محمد ھارون) شادی اختر علی کی دختر سے ہوئی ہے، صفدر علی میرا حقیقی سالا ہے، صفدر علی کی شادی شیخ عالم کی دختر سے بعوض دینِ مہر گیارہ سو روپے اور ایک اشرفی پر ہوئی ہے، میں بحیثیت گواہ کے مندرجہ ذیل بیان دیتا ہوں کہ: ''یہ شوہر کام کرنے کھیت پر گیا تھا، صفدر علی کی بیوی قمر النساء کہتی ہے کہ جب وہ دوپہر کے وقت گھر آئے تو ان کی بیوی قمر النساء کھانا لائی تو دال صبح کی پکی ہوئی تھی، اس پر انھوں نے کہا کہ دال باسی ہے، محمد ہارون مذکور نے کہا کہ یہ دال صبح کی پکی ہوئی ہے۔ اس کے بعد قمر النساء چلی گئی، اس کے جانے کے تھوڑی دیر بعد صفدر علی نے میرے سامنے لفظ ''طلاق، طلاق، طلاق'' کہا، لہٰذا آیا بیوی قمر النساء کو طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

---

(۱) ''ولا یلزم کون الإضافة صریحةً فی کلام لما فی البحر: لو قال: طالق، فقیل له مَن عنیت ؟ فقال: امرأتی، طلقت امرأته .... ؛ لأن العادة أن من له امرأة إنما یحلف بطلاقها، لابطلاق غیرها''.

(ردالمحتار: ۲۴۸/۳، کتاب الطلاق، باب الصریح، مطلبٌ: سن بوش ، یقع به الرجعی، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۴۴۲/۳، باب الطلاق، رشیدیه)

(۲) (تقدم تخریجه تحت عنوان: ''ایک دوتین'' سے طلاق''۔)

الجواب حامداًومصلیاً:

آدمی طلاق اپنی بیوی کو ہی دیا کرتا ہے، کبھی صراحتاً اس کی طرف نسبت کردیتا ہے مثلاً: یہ کہ میں نے اپنی بیوی ہی کوطلاق دی ہے، کبھی نہ بیوی کی طرف صراحتاً نسبت کرتا ہے، نہ اپنی طرف طلاق دینے کومنسوب کرتا ہے، بلکہ صرف ''طلاق دی، یاطلاق'' کہدیتا ہےاورتصوریہی ہوتا ہے کہ میں نے اپنی بیوی کوطلاق دی۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بیوی کوطلاقن کہہ کرپکارتا ہےتواس سے بھی طلاق ہوجاتی ہے۔ ہاں! اگرکوئی شخص یہ لفظ کہے کہ ''طلاق دیدی'' اوراس کاتصور یہ نہ ہوکہ میں نے اپنی بیوی کودیدی بلکہ تصور یہ ہوکہ فلاں شخص نے اپنی بیوی کوطلاق دیدی توشرعاً اس کی نیت معتبر ہوگی (۱)۔ اوراس کاقول قسم کے ساتھ صحیح ماناجائے گا(۲)۔

"صريحه ما لم يستعمل إلا فيه كطلقتك وأنت طالق ومطلقة، قيّد بخطا بها؛ لأنه لو قال: إن خرجت يقع طلاق، أو: لا تخرجي إلا بإذني، فإني حلفت بالطلاق، فخرجت، لم يقع لتركه إلا ضافة إليها، اه". درمختار۔ "(قوله: لتركه الإضافة): أي المعنوية، فإنها الشرط والخطاب من الإ ضا فة المعنوية، وكذا الإشارة نحو: هذه طالق، وكذا نحو: هذه طالق، وكذا نحو: امرأتي طالق وزينب طالق، اه.

ولا يلزم كون الإضا فة صريحةً في كلام لما في البحر: لوقال: طالق، فقيل له: من عنيت؟ فقال: امرأتي، طلقت امرأته. لو قال: امرأة طالق، أو قال: طلقت امرأة ثلاثاً، وقال: لم أعن امرأتي، يصدّق. ويفهم منه أنه لو لم يقل ذلك، تطلق امرأته؛ لأن العادة أن من له امرأة إنما

(۱) "رجل قال: طلقت امرأةً، أو قال: امرأة طالق، ثم قال: لم أعن امرأتي، يصدّق". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۵۸، كتاب الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا في فتاویٰ قاضي خان: ۱/۴۶۵، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ التاتارخانية: ۳/ ۲۸۰، إيقاع الطلاق بطريق الإضمار وترک الإضافة، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "وفي كل مو ضع يصدق الزوج علیٰ نفي النية يصد ق مع اليمين". (الفتاویٰ التاتارخانية: ۳/۳۲۵، نو ع آخر في بيان حكم الكنا ية، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في فتح القدير: ۴/۷۳، كتاب الطلاق، فصل في الطلاق قبل الدخول، مصطفیٰ البابي الحلبي، مصر)

یحلف بطلاقها لا بطلاق غیرها، اه". ردالمختار: ۲/۵۹۰(۱)۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں بیوی نے کھانا سامنے لاکر رکھا، دال کی صورت دیکھ کر شوہر کو غصہ آیا، ظاہر ہے کہ وہ غصہ بیوی ہی پر تھا کسی اَور پر نہیں، اس ہی غصہ سے متاثر ہوکر تین مرتبہ طلاق کہا ہے، وہ بھی ظاہر ہے کہ بیوی ہی کو کہا، نہ کسی اَور کو طلاق دی ہے، نہ دے سکتا ہے، نہ کسی کی طلاق کا واقعہ نقل کر رہا ہے، لہٰذا بیوی پر تین طلاق واقع ہوکر مغلظہ ہوگئی۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۵/۹/۹ھ۔

جواب صحیح ہے، اگر واقعہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا سوال میں مذکور ہے تو تین طلاقیں واقع ہونے میں شبہ نہیں۔

بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۵/۹/۹ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۸۵/۹/۹ھ۔

الجواب صحیح: محمد جمیل الرحمٰن، نائب مفتی۔

''جیسے ایک مرتبہ کہا، ویسے ہی تین مرتبہ، ہزار مرتبہ'' سے طلاق کا حکم

سوال[۶۱۴۴]: زید نے اپنی بیوی ہندہ کو کسی بات پر بگڑتے ہوئے یہ کہا کہ ''میں نے تم کو طلاق دی، تم جاؤ اپنے گھر''۔ اس کے جواب میں ہندہ نے یہ کہا کہ جب تک چار پانچ نہ آجائیں گے، میں نہ جاؤں گی، اس پر زید اپنی ایک عزیزہ کے گھر گیا اور اپنی عزیزہ کو مخاطب کر کے یہ کہا کہ: ''میرے مکان پر چلو اور میری بیوی کو میرے گھر سے بھیج دو، میں اس کو طلاق دے آیا ہوں اور قصہ ختم کر آیا ہوں'' اس پر زید سے پوچھا کہ تو نے کیا کہا؟ اس پر زید نے کہا کہ ''میں نے یہ کہا: تجھ کو طلاق دیا''۔ جس پر اس کی عزیزہ نے کہا کہ ایک مرتبہ طلاق دینے سے نہیں ہوئی، جا اپنے گھر۔

اب اس کا جواب جو زید دیتا ہے اس میں اختلاف ہے، زید کہتا ہے کہ میں نے اپنی عزیزہ کے اس فقرہ پر ''ایک مرتبہ طلاق دینے سے نہیں ہوئی جا اپنے گھر بیٹھ''۔ یہ کہا کہ ''تین چار دفعہ کی ضرورت ہے''۔ بس صرف اتنا کہا اور ہندہ اور ورثائے ہندہ یہ کہتے ہیں کہ زید نے اپنی عزیزہ سے یہ کہا کہ: ''جیسے ایک مرتبہ کہا، ویسے ہی تین

(۱) (الدر المختار مع ردالمحتار: ۳/۲۴۷، ۲۴۸، کتاب الطلاق، باب الصریح، مطلبٌ: سن بوش، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۳/۴۴۲، کتاب الطلاق، باب الطلاق، رشیدیه)

مرتبہ، ویسے ہی ہزار مرتبہ''۔اس اختلاف بیان پر خاندانِ عزیزہ کے دومردوں نے اپنی عزیزہ سے جاکر دریافت کیا کہ اصل واقعہ کیا ہے؟ اس پر اس عزیزہ نے ورثائے ہندہ کی، تائید کی اس پر ان عزیزان نے زید کو اس عزیزہ کے مکان پر بلایا اور عزیزہ کے بیان کو زید کی موجودگی میں دہرایا۔

دریافت کیا کہ تین اشخاص جو وہاں پر موجود تھے یہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے سامنے زید نے انہی الفاظوں میں کہنے کا اقرار کیا جو عزیزہ نے نقل کیا ہے۔ایسی صورت میں ہندہ زید کی بیوی کو طلاق واحدہ رجعی واقع ہوگی یا بائنہ یا طلاقِ مغلظہ؟

الجواب حامداًومصلیاً:

صورتِ مسئلہ میں ایک طلاقِ رجعی تو بالیقین واقع ہوگئی بلفظ صریح (۱) اور بلفظ ''تم جاؤ اپنے گھر'' سے اگر طلاق کی نیت کی ہے تو اس سے دوسری طلاق بائن واقع ہوگئی اور اگر نیت نہ کی تو واقع نہیں ہوئی (۲)۔ ہندہ جن الفاظ کو زید کی طرف منسوب کرتی ہے اور زید اس کا منکر ہے وہ اس امر میں صریح نہیں کہ زید نے تین مرتبہ

---

(۱) ''(صريحه مالم يستعمل إلا فيه) ولو بالفارسية (كطلقتك، وأنت طالق، و مطلقة، يقع بها واحدة رجعية)''. (الدر المختار: ۲۴۷/۳، ۲۴۸، ۲۴۹، كتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

(وكذا في فتح القدير: ۳/۴، باب إيقاع الطلاق، مصطفیٰ البابی الحلبي، مصر)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانيه: ۲۶۰/۳، كتاب الطلاق، الفصل الرابع فيما يرجع إلى صريح الطلاق، إدارة القرآن كراچی)

(۲) ''وفي شرح الطحاوي: وأما مدلولات الطلاق فهو مثل قوله: اذهبي .... و الحقي بأهلك، وحبلك على غاربك، لا سبيل لي عليك .... إذا نوى الطلاق بهذه الألفاظ يقع بائناً، وإن نوى الثلاث كان ثلاثاً .... وإن قال: لم أرد به الطلاق، أو لم تحضره النية، لا يكون طلاقاً''. (الفتاوى التاتارخانية: ۳۱۵/۳، الكنايات، إدارة القرآن)

''وروي أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم تزوج امرأةً، فرأى في كشحها بياضاً، فقال لها: ''الحقي بأهلك''. وهذا من ألفاظ الكنايات''. (بدائع الصنائع: ۲۴۶/۴، كتاب الطلاق، فصل في ألفاظ الكناية، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في النهر الفائق: ۳۵۸/۲، كتاب الطلاق، باب الكنايات، رشيديه)

طلاق دی ہے یا تین کا اقرار کیا ہے، لہٰذا اگر ان الفاظ کے کہنے کا شرعی ثبوت ہو یا کم از کم دو عادل مرد یا ایک مرد دو عورتیں گواہ موجود ہوں جن کے سامنے یہ الفاظ کہے ہوں تب بھی ان الفاظ سے تین طلاق واقع ہونے کے لئے نیت کی ضرورت ہے اور زید جب کہ ان الفاظ ہی کا منکر ہے تو نیت کا درجہ بہت مؤخر ہے، اس کا علم زید ہی کے ذریعہ ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۱۰/۶۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/ رمضان/۶۲ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/ رمضان/۶۲ھ۔

سو طلاق

سوال[۶۱۴۵]: ایک شخص نے اپنی بیوی کو یہ الفاظ کہے کہ ''دنیا تو ایک دفعہ طلاق دیتی ہے اور میں سو دفعہ طلاق دیتا ہوں''۔ ان الفاظ سے طلاق واقع ہو جاتی ہے اور کیسی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

محمد صدیق دتو ی مغل، غلام عباس۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ان الفاظ سے بیوی کو طلاق دینے کے لئے خطاب کیا ہے اور یہ الفاظ حال کے لئے مستعمل ہوتے ہیں تو اس کی بیوی پر تین طلاق واقع ہوگئیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/ ذیقعدہ/ ۵۷ھ۔

---

(۱) قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "ويقع بها: أى بهذه الألفاظ و ما بمعناها من الصريح .... أى مثل ما سيذكره من نحو: كونى طالقاً، واطلقى، ويامطلقة -بالتشديد-، وكذا المضارع إذا غلب فى الحال مثل أطلقك". (رد المحتار: ۳/۲۴۸، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا فى البحر الرائق: ۳/۴۳۹، كتاب الطلاق، باب الطلاق، رشيديه)

(وكذا فى فتح القدير: ۴/۷، كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق، مصطفىٰ البابى الحلبى مصر)

"لأن المضارع حقيقة فى الحال مجاز فى الاستقبال كما هو أحد المذاهب، قيل: بالقلب، =

سات طلاق کا حکم

سوال[۶۱۴۶]: ایک شخص نے اپنی منکوحہ سے ایک مجلس میں بحالتِ غصہ کہا کہ ”تو میرے اوپر ساتھ طلاق سے حرام، تُو میرے اوپر سات طلاق سے حرام، تُو میرے اوپر سات طلاق سے حرام“۔ اس شخص مذکور کے لئے مطلقہ. مسلکِ حنفیہ کس طرح جائز ہو سکتی ہے؟ بحوالہ کتبِ معتبرہ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئلہ میں تین طلاق واقع ہو کر مغلظہ ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے رکھنا حرام ہے:”وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة و ثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها، كذا في الهداية، اهـ“. فتاوى عالمگیری: ۱/۴۷۳(۱)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ۔

سات طلاق

سوال[۶۱۴۷]: ایک شخص مسمی زید نے اپنی زوجہ مسماۃ ہندہ کو کہا کہ ”فلاں شخص مسمی بکر کی بیٹی ہندہ (بکر زید کا سسر، بکر کی بیٹی ہندہ زید کی زوجہ ہے) حرام ہے“۔ پھر دو گواہوں کے روبرو یہ بھی اقرار کیا کہ ”میں

= وقيل: مشترك بينهما، وعلى الاشتراك يرجع هنا إلى إرادة الحال بقرينة كونه إخباراً عن أمر قائم في الحال .... و قدمنا أنه لو تعورف، جاز، و مقتضاه أن يقع به هنا؛ لأنه إنشاء لا إخبار“. (رد المحتار: ۳/۳۱۹، كتاب الطلاق، باب تفويض الطلاق، سعيد)

(۱) (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۳، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۶۲، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۴/۴۰۳، كتاب الطلاق، فصل في حكم الطلاق البائن، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في النهر الفائق: ۲/۴۲۱، ۴۲۲، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير: ۴/۱۷۷، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، مصطفیٰ البابي الحلبي مصر)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۴۱۰، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

نے اپنی زوجہ ہندہ کو سات طلاق''۔ کہا اب نادم اور مستفتی ہے کہ کیا ہندہ واقعی مجھ پر حرام ہوگئی؟ اب دوبارہ رجوع کی بھی کوئی صورت ہے؟ بینوا۔

الجواب حامداًومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں زید کی زوجہ ہندہ پر شرعاً طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی (۱)، اب رجوع یا تجدیدِ نکاح کافی نہیں، اگر دوبارہ ہندہ کو رکھنا چاہتا ہے تو اس کے لئے حلالہ ضروری ہے، یعنی عدت گزار کر ہندہ کسی دوسرے شخص سے باقاعدہ شریعت کے موافق نکاح کرلے اور وہ شخص ہندہ سے جماع کرنے کے بعد اگر طلاق دیدے یا مرجائے تو پھر بعد عدت ہندہ کا نکاح زید سے درست ہوگا، بغیر اس کے درست نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح :سعید احمد غفرلہ، صحیح :عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

ایک طلاق کے بعد پھر تین طلاق

سوال[۶۱۴۸] : زید آوارہ اور بدمعاش ہے، ہندہ زوجہ کو مارتا پیٹتا ہے، ایک مرتبہ غصہ میں کہا کہ ''تو رنڈی ہے، رنڈی میں نے تجھے طلاق دیدی ہے''۔ اس کے بعد چاقو لے کر دوڑا، ہندہ جان بچا کر اپنے باپ کے گھر آگئی، عرصہ کے بعد فیصلہ ہوا کہ میں اچھی طرح رکھوں گا، اس کے بعد گالی گلوچ کرنے لگا اور پھر کہا کہ ''میں تجھے طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں''۔ پس تین بار کہہ کر چلا گیا۔ لہٰذا اب میں دوسری شادی کرسکتی ہوں یا نہیں؟

---

(۱) ''رجل قال لامرأته: ''ہزار طلاق تو یکی کردم''، قالو: یقع الثلاث، کأنه قال: طلقتک ثلاثاً بدفعة واحدة''.

(فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/ ۴۵۴، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ التاتارخانية: ۳/۲۷۵، كتاب الطلاق، فيما يرجع إلى صريح الطلاق، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/ ۳۸۰، كتاب الطلاق، الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسية، رشيديه)

(۲) (تقدم تخريجه تحت المسئلة السابقة)

الجواب حامداً ومصلیاً:

پہلی دفعہ ایک طلاق دی تھی تو اس وقت واقع ہوگئی تھی، پھر اگر رجوع نہیں کیا تو اس وقت سے تین حیض ختم ہونے پر عدت ختم ہوگئی، اگر پہلی طلاق کے بعد عدت کے اندر رجوع کرلیا تھا یعنی زبان سے کہدیا تھا کہ میں نے اپنی طلاق واپس لے لی، یا کوئی ایسا کام کرلیا تھا جو شوہر بیوی کیا کرتے ہیں تو رجعت صحیح ہوگئی (۱)۔ اس کے بعد جب دوسری دفعہ تین طلاق دیدی تو تعلقِ زوجیت بالکل ختم ہوگیا، اس کے بعد تین حیض گزرنے پر آپ کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا شرعاً حق حاصل ہوگیا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

غیر مدخولہ کو تین طلاق

مع جواب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی

سوال [۶۱۴۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرعِ متین مسئلۂ ذیل میں کہ:

---

(۱) ”هی استدامة القائم فی العدة، و تصح فی العدة إن لم يطلق ثلاثاً ولو لم ترض، براجعتک أو راجعت امرأتی، و بما يوجب حرمة المصاهرة“. (البحر الرائق: ۴/۸۲، ۸۵، کتاب الطلاق، باب الرجعة، رشيديه)

”(إذا طلق الرجل امرأته تطليقةً رجعيةً أو تطليقتين، فله أن يراجعها فی عدتها، رضيت بذلک أو لم ترض. والرجعة إما أن تكون بالقول مثل: (أن يقول: راجعتُک، أو)بالفعل مثل أن يطأها أو يلمسها أو يقبلها بشهوة“. (اللباب فی شرح الكتاب: ۲/۱۸۰، کتاب الطلاق، کتاب الرجعة، ایچ ایم سعید)

(وكذا فی بدائع الصنائع: ۴/۳۹۵، کتاب الطلاق، فصل فی ركن الرجعة، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذافی الدر المختار: ۳/۳۹۸، ۳۹۹، کتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(۲) ”وأما حكمه فوقوع الفرقة بانقضاء العدة فی الرجعی، وبدونه فی البائن .... و زوال حل المناكحة متى تم ثلاثاً، كذا فی محيط السرخسی“. (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۴۸، کتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذافی النهر الفائق: ۲/۴۲۰، ۴۲۱، کتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، امداديه ملتان)

(وكذافی فتح القدير: ۴/۱۷۷، کتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، مصطفیٰ البابی الحلبی مصر)

ایک شخص محمد تسلیم کا نکاح بیوی عمرانہ نابالغہ سے ہوا تھا، اب عمرانہ خاتون موصوفہ بالغہ ہے، اس کی رخصتی کی تیاری ہورہی تھی، اس اثناء میں محمد تسلیم کا نکاح جو کہ معمولی پڑھا لکھا ہے اسی گاؤں کے ایک آدمی مسمی عبد السلام نے خفیہ طور سے رات کے ۱۱، ۱۲/ بجے چار آدمی جمع ہوکر اپنے ایک رشتہ دار عورت مسماۃ عمہ خاتون سے مہر فاطمی پر لڑکی کی عدم موجودگی میں کرادیا اور یہ اس میں طے کیا کہ اس نکاح کا اعلان جب تک پہلی بیوی عمرانہ خاتون موصوفہ کی رخصتی نہ ہوجائے، نہ کیا جائے۔ یہ چاروں نوجوان تھے، ان ہی چاروں میں ایک قاضی بن گیا، دو گواہ ہوئے اور ایک نوشاہ۔

اس نکاح کے بعد محمد تسلیم اور اس کی اس نئی منکوحہ بیوی کے درمیان یکجائی (خلوت صحیحہ) بھی ہوئی، لیکن دو چار روز کے بعد یہ بات ظاہر ہوگئی، ظاہر ہونے پر محمد تسلیم کے والد اور ان کے رشتہ دار اور پہلی بیوی عمرانہ خاتون موصوفہ کے والدین پر بہت اثر پڑا، بالخصوص تسلیم کے والد تسلیم سے بہت ناراض تھے، اس بات کی تحقیق شروع ہوئی۔ اس ثانی نکاح کے بعد جب بات ظاہر ہوگئی تو عبد السلام مذکور کو جس نے یہ سازش کر کے یہ نکاح کرایا تھا پریشانی لاحق ہوئی، تب اس نے ایک شرط نامہ لکھ کر جس میں نکاح کی تاریخ ڈلوا کر محمد تسلیم سے دستخط کرالیا، اس کے بعد ان تمام حالات کی بنا پر محمد تسلیم کو احساس ہوا، تب اپنے والد کو اور چند سمجھدار رشتہ داروں کو بلکہ دوسرے گاؤں میں ایک رشتہ دار کے یہاں جمع ہوئے۔ محمد تسلیم اپنے والد کے سامنے اور تمام رشتہ داروں کے سامنے بہت نادم تھا، اس لئے کہ عمہ خاتون کے متعلق محمد تسلیم کو یہ بات تحقیقی طور پر معلوم ہوئی کہ وہ بدچلن ہے۔

اب محمد تسلیم کو اصرار تھا کہ پہلی بیوی عمرانہ خاتون نکاح میں رہ جائے اور دوسری بیوی عمہ خاتون پر طلاق پڑ جائے، چنانچہ محمد تسلیم کو یہ بھی کہا گیا کہ اس شرط نامہ کی رو سے جس پر تم نے دستخط کیا ہے پہلی بیوی عمرانہ خاتون کا زوجیت میں رہنا مشکل ہے اس لئے اگر ثانی بیوی عمہ خاتون ہی تم کو پسند ہے تو پہلی بیوی عمرانہ خاتون کو طلاق دیدو، اور دوسری کو اپنی زوجیت میں رکھ لو، اس پر محمد تسلیم دو تین آدمیوں کے ساتھ دوسرے کمرے میں چلا گیا، تھوڑی دیر کے بعد ایک تحریر لکھ کر چند گواہوں کے دستخط کے ساتھ اپنے والد اور چند دوسرے رشتہ دار جو دوسرے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے بھجوادیا، جس میں عمہ خاتون کو طلاق دیا تھا، دونوں تحریری شرائط نامہ اور طلاق استفتاء ہذا کے ساتھ منسلک ہیں۔

(الف) اب سوال یہ ہے کہ دوسری بیوی عمہ خاتون کے طلاق نامہ منسلک ہذا سے پہلی بیوی عمرانہ خاتون کو جس کی رخصتی یا کسی قسم کی یکجائی اپنے شوہر سے نہیں ہوئی ہے، طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کس قسم کی طلاق پڑی؟

(ب) پہلی بیوی عمرانہ خاتون کو کوئی صورت زوجیت میں رکھنے کی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد طیب، ساکن موضع چلمل، پوسٹ بارابلٹر، ضلع بھاگلپور، ۲۱/ مارچ/ ۱۹۶۸ھ۔

الجواب نمبر: ۴۶۲۷: تحریری طلاق نامہ کے بموجب عمہ خاتون بنت عبدالرشید پر تین طلاق ہوگئی ہیں، اب بلا حلالہ محمد تسلیم کا اس سے دوبارہ نکاح نہیں ہوسکتا، اور شرائط نامہ نکاح ثانی کے بموجب حاجی انیس احمد کی چھوٹی صاحبزادی کو ایک طلاق ہوئی، اس سے نکاح ہوسکتا ہے، بلا نکاح رجعت نہیں ہوسکتی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ العبد الفقیر محمد میاں۔

۷/ محرم الحرام ۱۳۸۸ھ، ۱۶/ اپریل ۱۹۶۸ء

مہر

نقل شرائط نامہ نکاحِ ثانی

"میں محمد تسلیم پسر شیخ اسعد علی، ساکن پورائین، تھانہ بونسی، ضلع بھاگل پور اقرار کرتا ہوں کہ حسبِ ذیل شرائط پر عمل کروں گا: میری دوسری شادی جو عمہ خاتون بنت شیخ عبدالرشید عظمت پور کے ساتھ ہوئی، اگر ہم دوسری بیوی کے ساتھ کسی قسم کی بدعنوانی سے پیش آؤں یا بے حرمتی کروں، مثلاً کسی کے دوبارہ بہکانے سے یا راضی خوشی سے بھی طلاق دوں تو پہلی بیوی یعنی حاجی انیس احمد صاحب کی چھوٹی صاحبزادی کو طلاقِ مغلظہ ہوجائے اوپر لکھے ہوئے شرطوں کا میں اقرار کرتا ہوں، یہ مضمون پڑھ کر سمجھ بوجھ لیا"۔

محمد تسلیم احمد، ساکن پورائین، بقلم خاص، ۶۸/۲/۸ھ۔

نقل طلاق نامہ

"میں محمد تسلیم احمد ولد شیخ اسعد علی، پورائین، تھانہ بانکا، ضلع بھاگلپور اس بات کو تحریر میں لانے کیلئے مجبور ہوں کہ بی بی عمہ خاتون بنت عبدالرشید، ساکن عظمت پور، تھانہ بانکا، ضلع بھاگلپور جس کی شادی میرے ساتھ

عبدالسلام ساکن پورائن والے نے بہت ہی چاپلوسی دھوکا دہی سے مجھ کو غفلت میں رکھ کر میرے ساتھ کرایا، اب جب کہ ہم پر یہ راز کھلتا ہے کہ شادی سے قبل لڑکی موصوفہ کا چال چلن نہایت خراب ہے اور نا قابلِ برداشت ہے اور شادی کے بعد بھی اس کے خراب چال چلن کی جانکاری وثبوت ہم کو ملے ہیں، ایسی حالت میں نہایت ہی لاچارو مجبور ہوکر اس کے چال چلن خراب ہونے کی بنا پر تین طلاقِ مغلظہ دیا''۔

محمد تسلیم احمد، ۲۰/فروری/ ۶۸ء۔

''محمد تسلیم نے یہ تحریر ہمارے سامنے لکھی ہے'': دستخط گواہ: محمد مظہر حسین، محمد صدیق حسن، محمد طیب۔

الجواب حامداًومصلیاً:

ہر دو منسلکہ طلاق نامے دیکھے: ایک تنجیز ہے دوسرے میں تعلیق ہے اور دونوں میں طلاقِ مغلظہ کا لفظ مذکور ہے، لہٰذا دونوں پر طلاقِ مغلظہ ہوگئی، طلاقِ مغلظہ کے بعد بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کرنا حرام ہے، بیوی مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ، دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ اس مسئلہ کے لئے فقہاء کی عبارت پیش کرتا ہوں، یہ فتویٰ بھیج دیں جہاں سے اس کے خلاف آپ کے پاس جواب آیا ہے، پھر جو کچھ وہ تحریر فرماویں اس سے مطلع کریں:

"قال لزوجته غير المدخول بها: أنت طالق ثلاثاً، وقعن، لما تقرر أنه متى ذكر العدد كان الوقوع به، و ماقيل من أنه لا يقع لنزول الآية فى الموطوء ة باطلٌ محضٌ. منشأه الغفلة عما تقرر أن العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب. وحمله فى غرر الأذكار على كونها متفرقةً، فلا يقع إلا الأولى، وإن فرق بانت بالأولىٰ، ولم تقع الثانية، بخلاف الموطوء ة حيث يقع الكل" . در مختار بحذف يسير۔

"(قوله: و ما قيل) رد على ما نقله فى شرح المجمع عن كتاب المشكلات، وأقره عليه حيث قال: و فى المشكلات: من طلق امرأته الغير مدخول بها ثلاثاً، فله أن يتزوجها بلا تحليل، و أما قوله تعالىٰ: ﴿فإن طلقها، فلاتحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ ففى حق المدخول بها، اهـ. ووجه الرد: أنه مخالف للمذهب؛ لأنه إما ان يريد عدم وقوع الثلاث عليها، بل تقع واحدة كما هو قوز الحسن وغيره، وقد علمت رده، أو يريد أنه لا يقع شئى أصلاً، وعبارة الشارح تحتمل الوجهين، لكن كلام الدرر يعيّن الأول. أو يريد وقوع الثلاث مع عدم

اشتراط المحلل.

وقد بالغ المحقق ابن الهمام فی رده حیث قال فی باب اٰخر الرجعة: لا فرق فی ذٰلك: أی اشتراط المحلل بین کون المطلقة مدخولاً بها أولا، لصریح إطلاق النص، وقد وقع فی بعض الکتب أن غیرالمدخول بها تحل بلا زوج، و هو زلةٌ عظیمةٌ مصادمةٌ للنص والإجماع، لا یحل لمسلم رآه أن ینقله فضلاً عن أن یعتبره؛ لأن فی نقله إشاعته، و عند ذلك ینفتح باب الشیطان فی تخفیف الأمر فیه، ولا یخفی أن مثله مما لایسوغ الاجتهاد فیه لفوات شرطه من عدم مخالفته الکتاب والإجماع –نعوذ باللّٰه من الزیغ والضلال– والأمر فیه من ضروریات الدین لا یبعد إکفار مخالفه". کذا فی رد المحتار: ۲/۶۲۵(۱)۔ **فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔**

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/ ۷/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/ ۷/ ۸۸ھ۔

غیر مدخولہ پر تین طلاق

سوال[۶۱۵۰]: ایک شخص نے اپنی زوجۂ صغیرہ غیر مدخول بہا کو کہا کہ ''میں تجھے ایک، دو، تین طلاقِ مغلظہ دیتا ہوں'' یا اپنی زوجۂ مذکورہ سے یوں کہا کہ ''میں تجھے تین طلاق دیتا ہوں''۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ دونوں مذکورہ بالا صورتوں میں تینوں طلاق یکساتھ واقع ہوں گی یا نہیں؟ اگر ہوں گی تو بدونِ تحلیل کے نکاح درست ہوگا یا نہیں؟ یا صغیرہ و کبیرہ، مدخول بہا و غیر مدخول بہا کے درمیان تین طلاق کے بعد تحلیل و عدم تحلیل میں کوئی فرق نہیں ہے؟ نیز یہ امر بھی واضح ہو کہ صورتِ اولیٰ میں اعداد کا ذکر مقدم ہے اور طلاق کا ذکر بعد کو ہے، یہ صورت تفریق کی ہے یا اجماع کی؟ بینوا بالدلیل توجروا بالأجر الجزیل۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں صورتوں میں طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی: پہلی صورت میں اس لئے کہ طلاق صرف ایک دو تین سے

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۸۴، ۲۸۵، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بها، سعید)
(وکذا فی تبیین الحقائق: ۳/ ۷۱، کتاب الطلاق، فصل فی الطلاق قبل الدخول، دار الکتب العلمیة بیروت)

واقع نہیں ہوئی جب تک کہ اس کے ساتھ لفظ ''طلاق'' ذکر نہ کیا ہو اور جب لفظ طلاق ذکر کیا تو اس کا تعلق مجموعہ ایک دو تین سے ہوگا اور لفظِ ''مغلظہ'' اس کے لئے صفت کاشفہ بنے گی: ''لوقال: ''اگر فلانه بزنی کنم، از من بیک طلاق، و دو طلاق، وسه طلاق''. فتزوجها، تطلق واحدة. و لو قال: ''بیکے، ودو، وسه طلاق'' ثم تزوجها، يقع الثلاث''. خلاصة الفتاوى (۱)۔

اس عبارت میں دو مسئلے ہیں: اول میں ہر عدد کے ساتھ معدود کو ذکر کیا ہے، لہذا نکاح کے بعد فوراً ایک طلاق واقع ہوگئی اور غیر مدخولہ ہونے کی وجہ سے دوسری اور تیسری کے لئے محل نہیں رہی۔ دوسرے مسئلہ میں عدد کو پہلے ذکر کیا ہے اور طلاق کو بعد میں، لہذا وقوعِ طلاق کے وقت تمام اعداد اپنے معدود کے ساتھ منضم ہوکر مجموعۃً تین طلاقیں واقع ہوں گی اور دوسری صورت میں تین طلاق کا واقع ہونا بالکل ظاہر ہے:

''طلق غير المدخول بها ثلاثاً، وقعن، سواء قال: أوقعت عليك ثلاث تطليقات، أو: أنت طالق ثلاثاً''. البحر: ۲۹۱/۳ (۲)۔

مطلقۂ ثلاث کے بلا تحلیل حلال نہ ہونے میں صغیرہ وکبیرہ مدخولہ وغیر مدخولہ میں کوئی فرق نہیں:

''لا ينكح مبانته بالبينونة الغليظة، أطلقه فشمل ماإذا كان قبل الدخول أو بعده، كما صرح به فى الأصل، و شمل ما إذا طلقها أزواج: كل زوج ثلاثاً قبل الدخول، فتزوجت بآخر، فدخل بها، تحل للكل. وأشار بالوطء إلى أن المرأة لا بد أن يوطأ مثلها، أما إذا كانت صغيرةً

---

(۱) (خلاصة الفتاوى: ۸۷/۲، كتاب الطلاق، الجنس الخامس فى العدد، امجد اكيڈمى لاهور)

(وكذا فى الفتاوىٰ التاتارخانية: ۲۹۰/۳، كتاب الطلاق، نوع آخر فى تكرار الطلاق وإيقاع العدد، الخ إدارة القرآن كراچى)

(وكذا فى تبيين الحقائق: ۷۴/۳، كتاب الطلاق، فصل فى الطلاق قبل الدخول، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (البحر الرائق، كتاب الطلاق، فصل فى الطلاق قبل الدخول: ۵۰۷/۳، رشيديه)

(وكذا فى تبيين الحقائق: ۷۱/۳، كتاب الطلاق، فصل فى الطلاق قبل الدخول، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا فى الاختيار لتعليل المختار: ۱۷۱/۲، ۱۷۲، كتاب الطلاق، حكم من طلق امرأته قبل الدخول ثلاثاً، مكتبه حقانيه پشاور)

ولا یؤطأ مثلها، لا تحل للأول بھذا (الوطء)". بحر بحذف کثیر(۱)۔

"والشرط التیقن بوقوع الوطء فی المحل المتیقن به، فلو کانت صغیرةً لا یوطأ مثلها، لم تحل للأول، وإلا حلت: أی بأن کانت صغیرةً یوطأ مثلها، حلت للأول بوجود الشرط، وهو الوطء فی محله المتیقن الموجب للغسل". در مختار و شامی: ۸۳۳/۲ (۲)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/ ۸/ ۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۴/ شعبان/ ۵۷ھ۔

رخصتی سے پہلے تین طلاق کا حکم

استفتاء [۶۱۵۱]: یہ کہ ایک مسلمان مسمی عبدالکریم کا نکاح ہوا موضع واہ میں، ابھی رخصتی نہیں ہوئی، عرصہ ایک سال کا گزر گیا ہے، اس کے بعد بوجۂ ناراضگی کے وہ رشتہ چھوڑ کر دوسری جگہ وہ رشتہ کے واسطے گیا، آگے لڑکی والوں نے سوال کیا کہ تمہارا نکاح آگے موضع واہ میں ہوا ہے جب تک تم ان کو طلاق نہ دو، ہم تم کو رشتہ کیسے دے سکتے ہیں؟ اس پر عبدالکریم نے دوسری شادی کی خاطر کہا کہ "پہلی الٰہی بخش کی لڑکی فیروز جہاں جس کا نکاح میرے ساتھ ہوا ہے، عرصہ ایک سال کا ہوا ہے جس کے ساتھ میں آباد نہیں ہوا، اس کو میں طلاق کرتا ہوں، روبرو گواہوں کے اپنی خوشی سے طلاق کرتا ہوں"۔

اس کے بعد دوسری شادی ہوئی اور کچھ عرصہ بعد اس کے ساتھ بھی ناچاقی ہوئی اور پھر عرصہ نو ماہ کے بعد وہاں موضع واہ میں الٰہی بخش کے پاس گیا کہ مجھے رشتہ دو، انہوں نے کہا تم ہماری لڑکی فیروز جہاں کو طلاق دے چکے ہو، اس پر وہ انکاری ہوا، لڑکی کے باپ نے گواہوں کو بلوایا اور مدعی بھی موجود تھا، قاضی مولوی صاحب کے روبرو گواہوں نے قسمیں کھائیں اور گواہی دی کہ عبدالکریم نے الٰہی بخش کی لڑکی فیروز جہاں کو ہمارے روبرو تین بار طلاق کی ہے، اس پر قاضی مولوی صاحب نے فتویٰ دیا کہ صحیح طلاق ہوگئی ہے۔

---

(۱) (البحر الرائق: ۹۴/۴، ۹۵، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل به المطلقة، رشیدیه)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار: ۴۱۲/۳، باب الرجعة، مطلب فی حیلة إسقاط عدة المحلل، سعید)

(وکذا فی بدائع الصنائع: ۴۱۱/۴، فصل فیما لو کان النکاح الثانی صحیحاً، دار الکتب العلمیة بیروت)

اس کے بعد پھر اس مولوی صاحب نے دوسرا نکاح باندھ دیا ہے اور کہتے ہیں کہ پہلے نکاح کی طلاق ہوگئی ہے، دوسرا نکاح اس واسطے کیا ہے، اگر آبادی نہ ہوئی ہو اور فریقین راضی ہوں تو دوسرا نکاح ہوسکتا ہے، اب وہ عبدالکریم اور فیروز جہاں آباد ہیں۔ فتویٰ دیجئے کہ بغیر حلالہ جائز ہے کہ نہیں؟ یہاں کے مولوی صاحب دیانت دار نہیں ہیں۔

الجواب حامداًومصلیاً:

جس عورت کے ساتھ اس کے شوہر نے صحبت نہ کی ہو، اگر اس کو تین لفظوں سے طلاق دے تو اس کو ایک ہی طلاق ہوتی ہے، دوسری اور تیسری نہیں ہوتی، مثلاً اس طرح کہے کہ "میں نے طلاق دی، میں نے طلاق دی، میں نے طلاق دی" تو اس طرح کہنے سے صرف ایک ہی طلاق ہوگی اور دوبارہ نکاح بغیر حلالہ کے صحیح ہوجائے گا۔ اور اگر ایک لفظ سے تین طلاق دی، مثلاً اس طرح کہے کہ "میں نے تین طلاق دیں" تو تینوں واقع ہوجائیں گی اور پھر بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح صحیح نہیں ہوگا:

"إذا طلق الرجل امرأته ثلاثاً قبل الدخول بها، وقعن، فإن فرق الطلاق، بانت بالأولیٰ، ولم تقع الثانية والثالثة، وذلك مثل أن يقول: أنت طالق، طالق، طالق، اهـ". عالمگیری: ۱/۳۷۳(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یوپی الهند، ۲۰/۱/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

غیر مدخولہ کو تین طلاق کا حکم

سوال[۶۱۵۲]: کن کن شخصوں کے تین طلاق دینے سے ایک ہی طلاق پڑتی ہے؟

ظاہر خان، نائب مدرس مدرسہ مہنوں، ڈاکخانہ سری نگر، ضلع گونڈا، ۱۲/ جولائی/ ۳۶ء۔

---

(۱) (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۳، كتاب الطلاق، الفصل الرابع في الطلاق قبل الدخول، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۷۱، كتاب الطلاق، فصل في الطلاق قبل الدخول، دار الكتب العلميه بيروت)

(وكذا في ردالمحتار على الدرالمختار: ۳/۲۸۴، ۲۸۶، كتاب الطلاق، فصل في الطلاق قبل الدخول، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جوشخص غیر مدخولہ کوطلاق تین لفظ سے دے گا، اس سے ایک ہی طلاق واقع ہوگی: "طلق غير الموطوءة ثلثاً، وقعن. وإن فرق، بانت بواحدة، اهـ". زيلعي: ۲/۲۱۲(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۵/ ۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح عبد اللطیف، ۶/ جمادی الاولیٰ/ ۵۵ھ۔

تین طلاق کوایک تصور کرنا

سوال[۲۱۵۳]: زید کے پاس ایک تحریر لائی گئی جس میں طلاق نامہ لکھا تھا، زید نے طلاق نامہ کی اس عبارت: ''اپنے تن پر حرام کیا، حرام کیا، حرام کیا'' تھوڑے وقفہ کے بعد پڑھ کر دستخط کردیئے، مگر اس کے معنی اور انجام سے قطعاً ناواقف تھا۔ زید ذی عزت آدمی ہے، موجودہ صورت میں اسے جانی خطرہ ہے، عورت کو جدا کردینے میں اسے ایک ایسی مصیبت کے درپیش ہونے کا یقین ہے جس سے اسے خسارہ عظیم ہوکر رہے گا۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فداه أبي وأمي کے زمانۂ سعادت میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم طلاقِ ثلثہ بیک الفاظ واقع کر کے اس سے مراد ایک طلاق لیتے تھے اور شریعتِ مطہرہ کا فرمان بھی ایسا تھا جس کا عملدرآمد حضرت امیر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو سال اولِ خلافت تک رہا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کی نیت کے اختلاف کو دیکھتے ہوئے طلاقِ ثلثہ بیک الفاظ بولنے پر تین طلاقیں واقع ہوجانے کا فتویٰ دے دیا، جس پر آج تک امتِ محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تعمیل کررہی ہے اور تاقیامت کرتی رہے گی۔

موجودہ صورت میں زید اپنی عزت کی پائیداری اور آنے والی مصیبت کے دفعیہ کی خاطر اجماعِ امت پر عمل نہ کرتے ہوئے حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معمول پر عمل کرنا چاہے اور طلاقِ ثلثہ متذکرہ بالا لفاظ سے دی ہوئی ایک طلاق مراد لے کر عورت کو حلال جانے تو کیا عند اللہ اس سے مؤاخذہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

بندہ فقیر اللہ، مدرس مدرسہ نظامیہ محمود گڑھ سند یافتہ دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) (تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، فصل في إضافة الطلاق الى الزمان: ۲/۲۱۳، إمداديه ملتان)

الجواب حامداًومصلیاً:

اجماعِ امت کے خلاف کرنا قطعاً حرام ہے(۱)، اگر زید مقلد ہے تو اس کو اپنے امام کے خلاف کرنا درست نہیں، اگر وہ خود مجتہد ہے کہ احادیث سے مسائل کا استنباط کرسکتا ہے تو اس کو کسی مقلد سے دریافت کرنے کی کیا ضرورت۔ ہے۔ چونکہ سائل نے نفسِ مسئلہ کا حکم دریافت نہیں کیا کہ اس صورت میں طلاقِ مغلظہ واقع ہوئی ہے یا نہیں، بلکہ اس کو اپنے ذہن میں طلاقِ مغلظہ قرار دے کر (جس کی ذمہ داری خود سائل پر ہے) یہ دریافت کیا ہے کہ اجماعِ امت کے خلاف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس لئے اس کا جواب دے دیا گیا اور نفسِ مسئلہ کا جواب نہیں دیا گیا کہ طلاقِ مغلظہ واقع ہوئی بھی یا نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/۳/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۴/ربیع الثانی/۵۸ھ۔

تین طلاق کا ایک ہونا

سوال[۶۱۵۴]: ایک حدیث میری نظر سے گزری جس کا ترجمہ لکھتا ہوں جس سے اصل حدیث کا پتہ آپ کو معلوم ہوجائے گا: ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بلکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے دوسال تک بھی تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی تھیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ لوگوں نے ایک ایسے کام میں جلدی کی ہے جس میں شرع کی طرف سے ان کے لئے ڈھیل منظور رکھی گئی تھی، اگر ہم ان پر یہ حکم جاری کردیں تو مناسب ہے، پس انہوں نے جاری کردیا“ (مسلم)(۲)۔

۱......اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تین طلاقوں کا وقوع بآنِ واحد ایک جلسہ میں عہدِ نبوی میں

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدیٰ، ویتبع غیر سبیل المؤمنین، نولّه ما تولّیٰ، ونصله جهنم﴾. (سورة النساء: ۱۱۵)

”وهذه الآیة دلیل علی حرمة مخالفة الإجماع؛ لأنه رتب الوعید علی المشاقة واتباع غیر سبیل المؤمنین .... فظهر أن کل واحد منهما سبب للوعید، فثبت أن اتباع غیر سبیلهم محرم، فثبت أن اتباع سبیلهم واجبٌ“. (التفسیر المظهری: ۲/۲۳۶، حافظ کتب خانه کوئٹه)

(۲) (الصحیح لمسلم، کتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث: ۱/۴۷۷، قدیمی)

نہیں ہوتا تھا بلکہ تین طلاقیں ایک دفعہ دیتے تھے تو ایک ہی گنی جاتی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی مصلحت کی وجہ سے اس حکم میں اپنے زمانہ میں تبدیلی کردی، مگر حکمِ نبوی برقرار رہنا چاہیے، کیوں کہ دنیا بھر میں سوائے پیغمبر علیہ السلام کے کسی کو منصبِ شریعت نہیں، مگر اب عمل اس پر نہیں بلکہ تین طلاق ایک جلسہ میں تین ہی شمار ہوتی ہیں۔ اس واقعہ پر روشنی ڈالئے۔

۲......اب اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے یہ کہے یا لکھے کہ ''میں نے تجھ کو طلاقِ مغلظہ دی'' اور بعد کو یہ کہے کہ میرے نزدیک تین طلاقیں یک دم واقع نہیں ہوتیں، بلکہ الگ الگ طہر میں دینے سے وقوع ہوتا ہے، میں نے مغلظہ بہ نیتِ واحدہ کہا تھا، مجھے رجعت کرنے کا حق حاصل ہے۔ اور اس کا یہ کہنا صحیح مانا جاویگا اور رجعت ہو سکے گی، یا یہ کہ صرف مغلظہ کہنے سے تینوں طلاقوں کا وقوع ہوگا، رجعت ناممکن ہے؟

ایوب سیتاپوری۔

الجواب حامداً ومصلياً:

۱، ۲......طلاق کی حنفیہ کے نزدیک تین قسمیں ہیں:

اول: رجعی، جس میں عدت کے اندر رجعت کا حق رہتا ہے اور بعد عدت طرفین کی رضامندی سے نکاح درست ہوتا ہے(۱)۔

ثانی: بائن، جس میں رجعت کا حق نہیں رہتا، البتہ خواہ عدت میں خواہ بعد عدت نکاح درست ہے(۲)۔

ثالث: مغلظہ، جس میں نہ رجعت کا حق رہتا ہے نہ نکاح درست ہوتا ہے، بلکہ اگر نکاح کرنا چاہے تو

---

(۱) ''أما الطلاق الرجعي: فالحكم الأصلي له هو نقصان العدد، فأما زوال الملك وحل الوطء، فليس بحكم أصلي له لازم، حتى لايثبت للحال، وإنما يثبت في الثاني بعد انقضاء العدة. فإن طلقها ولم يراجعها، بل تركها حتى انقضت عدتها، بانت''. (بدائع الصنائع: ۳۸۷/۴، كتاب الطلاق، فصل في حكم الطلاق، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) ''وينكح مبانته بما دون الثلاث في العدة وبعدها بالإجماع''. (تنوير الأبصار: ۴۰۹/۳، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴۷۲/۱، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

بغیر حلالہ کے نکاح نہیں ہوسکتا، اسی قسمِ ثالث کے متعلق یہاں گفتگو مقصود ہے۔

طلاقِ مغلظہ دینے کی یہاں مختلف صورتیں ہیں: ایک تو یہ ہے کہ مغلظہ کے لفظ بولے یا لکھے جیسا کہ سوالِ ثانی میں مذکور ہے، اس صورتِ مغلظہ کا لفظ صراحۃً موجود ہونے کی وجہ سے کوئی دوسرا احتمال ہی نہیں، بلاشبہ طلاقِ مغلظہ ہو جائے گی اور نیت کو کچھ دخل نہ ہوگا۔

ایک صورت یہ ہے کہ اس طرح کہے کہ ''میں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی'' اس صورت میں بھی بلا تأمل تین طلاق واقع ہو کر مغلظہ ہو جائے گی، خواہ نیت کچھ ہی ہو، اس کا اعتبار نہ ہوگا (۱)۔

ایک صورت یہ ہے کہ اس طرح کہے کہ میں نے اپنی بیوی کو ''طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی''۔ اس صورت میں دو احتمال ہیں: ایک یہ کہ صرف پہلے لفظ سے طلاق کی نیت کی ہے، دوسرا اور تیسرا لفظ تاکید کے لئے کہہ دیا ہے، دوسرا احتمال یہ ہے کہ تینوں الفاظ سے طلاق کی نیت کی ہے۔ ان دو احتمالوں میں سے جب تک صاف طور پر نیت کا علم نہ ہوتا تھا اور کوئی شخص کہتا تھا کہ میری مراد احتمال اول ہے تو خیر القرون میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ابتدائی دور میں دو سال تک اس کی نیت کا اعتبار کر کے اس کو ایک ہی طلاق قرار دیتے تھے، مگر بعد میں طلاق کا وقوع زیادہ ہونے لگا۔

نیز دیانت میں کمی آئی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس قسم کے دوسرے احتمال کو قضاءً متعین فرما دیا (۲) سو یہ تشریح نہیں بلکہ الفاظِ طلاق کے دو احتمالوں میں سے اپنے تجربہ نیز حالتِ زمانہ کے متغیر ہو جانے کی

---

(۱) "وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۳، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار على تنوير الأبصار: ۳/۴۰۹، ۴۱۱، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ التاتار خانية: ۳/۶۰۳، كتاب الطلاق، الفصل الثالث في العشرون، مسائل المتعلقة بنكاح المحلل ومايتصل به، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "وقد أثبتنا النقل عن أكثرهم صريحاً بإيقاع الثلاث ولم يظهر لهم مخالف، فماذا بعد الحق إلا الضلال، وعن هذا قلنا: لو حكم حاكم بأن الثلاث بفم واحد واحدة، لم ينفذ حكمه .... وعدم مخالف لعمر في إمضائه وظاهر حديث ابن مسعود رضي الله عنه، فتأويله أن قول الرجل: أنت طالق، =

بناء پر قضاءً ایک احتمال کو فرمانا ہے اور دیانۃً احتمال اول بھی جیسا کہ پہلے معتبر تھا آج بھی معتبر ہے، کتبِ فقہ میں اس کی تصریح ہے(۱)۔ حدیث کا محمل حنفیہ نے اسی صورت کو بیان فرمایا ہے۔

تین طلاق ایک مجلس میں دینے سے حدیث شریف میں ممانعت آئی ہے یعنی ایسا کرنا گناہ ہے، تاہم اگر کوئی دے گا تو واقع ہو جائے گی اور گنہ گار ہوگا (۲)، جیسا کہ کوئی کسی کا چاقو چھین کر کوئی جانور ذبح کرے تو ایسا کرنا گناہ ہے لیکن ذبیحہ حلال ہے، ظہار بھی اسی قسم سے ہے کہ ممنوع ہے مگر اس پر حکم مرتب ہو جاتا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۲/ ۵۸ھ۔

الجواب صحیح :سعید احمد غفرلہ، صحیح :عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/صفر/ ۵۸ھ۔

بیوی کو تیسری طلاق میں شبہ ہونے کی صورت میں نکاح میں رکھنا

سوال[۶۱۵۵]: ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی، بعد میں بیوی چاہتی ہے کہ میں اپنے شوہر کے ساتھ رہوں اور وہ شخص بھی اپنے نکاح میں لانا چاہتا ہے جس کی وہ بیوی تھی، اور طلاق کے متعلق دونوں شوہر و بیوی کہتے ہیں کہ دو طلاق کے بارے میں تو یاد ہے، مگر تیسری طلاق کے بارے میں مغالطہ ہے کہ دی

= أنت طالق، أنت طالق، كان واحدةً في الزمن الأول لقصدهم التأكيد في ذلك الزمان، ثم صاروا يقصدون التجديد، فألزمهم عمر رضي الله عنه ذلك لعلمه بقصدهم". (فتح القدير: ۳/ ۴۷۱، كتاب الطلاق، باب طلاق السنة، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

(۱) "رجل قال لامرأته: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، فقال: عنيتُ بالأولى الطلاق وبالثانية والثالثه إفهامها، صدّق ديانةً". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۵۵، ۳۵۶، كتاب الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۳/ ۲۹۳، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(۲) "أسند عبدالرزاق عن عبادة بن الصامت رضي الله تعالىٰ عنه أن أباه طلق امرأته ألف تطليقة، فانطلق عبادة، فسأله رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "بانت بثلاث في معصية الله، وبقي تسعمأة وسبع وتسعون عدواناً وظلماً، إن شاء عذبه وإن شاء غفرلهٗ". (فتح القدير: ۳/ ۴۷۰، كتاب الطلاق، باب طلاق السنة، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

ہے یا کہ نہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس واقعہ کو چھ سات ماہ ہو چکے ہیں، اب وہ عورت نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر غالب گمان یہی ہے کہ صرف دو طلاقیں دی ہیں، تیسری طلاق کا غالب گمان نہیں، شک کے درجہ میں ہے اور کوئی ایسا شخص موجود نہیں ہے جس کے سامنے طلاق دی ہو تو اب دوبارہ نکاح کی اجازت ہے، لیکن اگر غالب گمان تیسری کا بھی ہے تو اب بغیر حلالہ کے نکاح سے پرہیز کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۲/۹۵ھ۔

تین طلاق ایک نہیں بلکہ تین ہیں

سوال [۶۱۵۶]: ایک آدمی نے جس نے رات کو بدرجۂ مجبوری یعنی بیوی کی بیماری کی وجہ سے اختلاط کیا ہو، صبح کو بیوی نے کچھ سخت جملے کہہ دیئے ہوں اور غصہ میں آکر انتہائی جنون میں شوہر سے بغیر ارادہ نکل گیا ہو کہ ''میں نے طلاق دی، تین طلاق دی، طلاق دی'' اور بعد میں کہا ہو ''نہیں دی''۔ غصہ اترتے ہی قرآن میں سورۂ طلاق دیکھ کر رجعت بھی کر لی ہو جس میں لکھا ہے کہ طلاق تین بار کر کے دو دو گواہ بنالو، تین طہر میں دو اور ایک دفعہ میں تین بار کہا تو وہ ایک کے حکم میں ہوگی۔ ایسی حالت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

۱...... جب کہ ان کے دو لڑکی ہیں جن کو نہ اکیلا باپ پال سکتا ہے نہ ماں۔

---

(۱) "ولو شک أطلّق واحدةً أو أكثر، بنى على الأقل". (الدرالمختار).

وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: بنى على الأقل) أى كما ذكره الإسبيجابى، إلا أن يستيقن بالأكثر أو يكون أكبر ظنه. وعن الإمام الثانى: إذا كان لايدرى أثلاث أم أقل، يتحرى . وإن استويا عمل بأشد ذلك عليه". (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح: ۲۸۳/۳، سعيد)

"وإن كان الطلاق ثلاثا فى الحرة وثنتين فى الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها، كذا فى الهداية". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس فى الرجعة وفيما تحل به المطلقة ومايتصل به: ۴۶۹/۱، رشيديه)

۲...... جب کہ میاں بیوی الگ نہ رہنا چاہتے ہوں۔

۳...... شوہر قرآن کی قسم کھا کر کہتا ہو کہ یہ جملہ بلا ارادہ نکل گیا ہے۔

۴...... جب کہ شوہر نے ناپاک حالت میں تین بار کہا ہو۔

۵...... جب کہ ایک مرد اور ایک عورت نے سنا ہو اور بیوی کو صبح کو مہینہ شروع ہو گیا۔

۶...... جب کہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسے ہی مسئلہ پر فرمایا تھا کہ رجعت کر لے اور لوگوں کے ٹوکنے پر فرمایا تھا کہ کیا میرے ہوتے ہوئے بھی دین کے ٹکڑے کر دو گے۔ اوپر کی باتوں سے یہ نہ سمجھا جائے کہ راستہ دکھلایا جا رہا ہے، آپ سے گزارش ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب لکھیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ کہنا کہ ’’قرآن پاک میں لکھا ہے کہ طلاق تین بار کر کے دو، دو گواہ بنالو، تین طہر میں دو، اور اگر ایک دفعہ میں تین بار کہا ہو تو وہ ایک طلاق کے حکم میں ہوگی‘‘۔ اگر یہ لاعلمی اور کم فہمی کی وجہ سے ہے تو نہایت جسارت ہے، بے علم اور کم فہم آدمی کو ہرگز ہرگز اس کا حق نہیں ہے کہ قرآن پاک کا خود مطالعہ کر کے اس سے مسائل نکالے، اس سے وہ گمراہی میں مبتلا ہوگا، اس کو توبہ کرنا لازم ہے۔ اگر علم وفہم کے باوجود اس بات کو قرآن پاک کی طرف منسوب کیا ہے تو یہ انتہائی خطرناک ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے اوپر افتراء اور بہتان ہے: ﴿ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذباً﴾. الآیة(۱)۔

قرآن پاک میں یہ کہیں نہیں ہے بلکہ تین مرتبہ صاف الفاظ سے طلاق دینے سے طلاق مغلظہ ہو جاتی ہے۔

۱-۶ ..... لڑکیاں ہوں یا لڑکے، زیادہ ہوں یا کم، پرورش کرنے والا اکیلا باپ ہو یا کئی افراد ہوں، میاں بیوی الگ رہنا چاہتے ہوں یا نہ چاہتے ہوں، شوہر قسم کھا کر کہے یا بغیر قسم کے کہے، بیوی جواب دے یا نہ دے، شوہر ناپاک ہو یا پاک ہو، صبح کو بیوی کا مہینہ شروع ہو جاوے یا اس کے بعد یا اس سے پہلے، بچوں کی پرورش یکجائیت پر منحصر ہو یا نہ ہو۔

---

(۱) (سورة العنکبوت: ۶۸)

ان جملہ امور سے تین طلاق پر کوئی اثر نہیں پڑتا، ان سب کے باوجود واقع ہونے والی طلاق واقع ہو کر رہتی ہے، یہ طلاق واقع ہونے سے مانع نہیں جب کہ شوہر کو خود یاد نہیں کہ کتنی مرتبہ لفظِ ''طلاق'' دی کہا ہے اور ایک مرد اور ایک عورت نے تین مرتبہ یہ لفظ سنا ہے اور بیوی نے خود بھی سنا ہے (۱) تو بیوی کے لئے ہرگز جائز نہیں کہ شوہر کو اپنے اوپر قابو دے، بلکہ اس سے بچنے اور علیحدہ رہنے کی ہر ممکن تدبیر کو اختیار کرے ورنہ وہ حرام کاری میں گرفتار ہوگی۔

قرآن پاک میں اتنا مذکور ہے کہ دو طلاق دیکر روکنے (رجعت کرنے) کا اختیار حاصل ہے، تیسری طلاق کے بعد بغیر حلالہ کے دوبارہ حلال نہیں ہوسکتی (۲)۔ بخاری شریف میں امرأۂ رفاعہ کا واقعہ مذکور ہے کہ ان کو شوہرِ اول کی طرف دوبارہ لوٹنے کی اجازت نہیں عطا فرمائی گئی ہے، جب تک شوہر ثانی سے ہمبستر نہ ہو جائے (۳)۔

تین طلاق کو ائمۂ اربعہ: امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ نے تین ہی قرار دیا

---

(۱) "والمرأة كالقاضي إذا سمعته أو أخبرها عدل، لا يحل لها تمكينه". (رد المحتار: ۳/۲۵۱، كتاب الطلاق، باب الصريح، مطلب الصريح نوعان: رجعي و بائن، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۴۴۸، كتاب الطلاق، باب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۴۱، كتاب الطلاق، باب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿الطلاق مرتان فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان ...... فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾. (سورة البقرة: ۲۲۹، ۲۳۰)

قال الجصاص: "قد ذكرت في معناه وجوه: أحدها: أنه بيان للطلاق الذي تثبت معه الرجعة .... الآية تدل على وقوع الثلاث معاً مع كونه منهياً عنها". (أحكام القرآن للجصاص: ۱/۵۱۶، ۵۲۷، قديمي)

(۳) "عن ابن شهاب قال: أخبرني عروة بن الزبير أن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها أخبرته أن امرأة رفاعة القرظي جاءت إلى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! إن رفاعة طلقني فبتّ طلاقي، وإني نكحت بعده عبد الرحمن بن الزبير القرظي، وإنما معه مثل الهدبة، قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لعلك تريدين أن ترجعي إلى رفاعة، لا حتى يذوق عسيلتك و تذوقي عسيلته". (صحيح البخاري: ۲/۷۹۱، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث، الخ، قديمي)

ہے، کسی کے نزدیک بھی وہ ایک طلاق نہیں ہے، اس پر تمام اہلِ حق کا اجماع ہے(۱)۔ البتہ روافض کے نزدیک تین طلاق واقع نہیں ہوگی۔ جب کہ شوہر نے ایسی حالت میں تین مرتبہ طلاق دی ہے کہ اس کا ارادہ بھی نہیں تھا اور اس کو یاد بھی نہیں کہ غصہ میں کتنی مرتبہ طلاق دی ہے تو یہ بحث بھی پیدا نہیں ہوگی، ایک مرتبہ طلاق کی نیت سے کہا اور دوسری تیسری مرتبہ کہنے سے محض تاکید کی نیت تھی۔

اس مسئلہ پر مستقل رسائل بھی تصنیف کئے گئے ہیں، ان میں تفصیلی دلائل مذکور ہیں، اگر کسی روایت سے تین طلاق کے بعد حقِ رجعت باقی رہنے کا شبہ بھی ہوسکتا ہے تو اس کو بھی حل کر کے سدِ باب کر دیا گیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱/۸۸ھ۔

تین طلاق دے کر معافی مانگنا

سوال[۷۱۵۷]: زید اور اس کے والد اور بیوی میں تکرار ہو رہی تھی، زید نے اپنے والد سے کہا کہ آپ خاموش رہیں ورنہ پچھتانا پڑیگا، بات بڑھتی ہی گئی، زید نے اپنی بیوی کو تین مرتبہ تین آواز سے طلاق دے دی، اس کے بعد زید کا خط آیا، اب بیوی سے معافی چاہتا ہے اور اپنی غلطی کا اقرار کرتا ہے۔ ایسی صورت میں زید کی بیوی پر طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی صورت میں طلاقِ مغلظہ ہوگئی (۲)، اب معافی مانگنے سے وہ حلال نہیں ہوگی، بغیر حلالہ کے تعلق

---

(۱) "وذهب جمهور الصحابة والتابعين و من بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث".
(ردالمحتار: ۲۳۳/۳، كتاب الطلاق، سعيد)

"وذهب جماهير العلماء من التابعين و من بعدهم، منهم: الأوزاعي والنخعي والثوري و أبوحنيفة و أصحابه والشافعي وأصحابه و أحمد وأصحابه وإسحاق وأبوثور و أبو عبيدة و آخرون كثيرون على أن من طلق امرأته ثلاثًا، وقعن، ولكنه يأثم". (عمدة القاري شرح البخاري: ۲۳۳/۲۰، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث لقوله تعالىٰ اهـ، مطبع أمين دمج بيروت)

(۲) "وإذاقال لامرأته: أنت طالق، وطالق، وطالق، ولم يعلّقه بالشرط، إن كانت مد خولةً، طلقت ثلاثاً". =

زوجیت قائم کرنے کی کوئی صورت نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۲/۹۷ھ۔



= (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۳۵۵، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی إیقاع الطلاق، الفصل الأول فی الطلاق الصریح، رشیدیه)

(وكذا فی الدرالمختار: ۳/۲۹۳، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بها، سعید)

(وكذا فی الفتاویٰ التاتارخانیه: ۳/۲۸۸ کتاب الطلاق، نوع آخر فی تکرار الطلاق وإیقاع العدد ومایتصل به، إدارة القرآن کراچی)

(۱) قال الله تعالیٰ ﴿فإن طلقها، فلاتحل له من بعد حتیٰ تنکح زوجاً غیره﴾ (البقرة: ۲۳۰)

"وإن كان الطلاق ثلاثاً فی الحرة وثنتین فی الأمة، لم تحل له حتیٰ تنکح زوجاً غیره نکاحاً صحیحاً، ویدخل بها، ثم یطلقها أو یموت عنها". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۴۷۳، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل به المطلقه وما یتصل به، رشیدیه)

(وكذا فی تبیین الحقائق: ۳/۱۶۲، کتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، دارالکتب العلمیة، بیروت)

باب الطلاق بألفاظ الكناية

(الفاظِ کنایہ سے طلاق دینے کا بیان)

''مجھ پر برخواست'' یا ''نکاح سے برخواست'' کہنے کا حکم

سوال[۶۱۵۸]: ایک شخص اپنی بیوی سے اپنے گھر چلنے کو کہتا ہے کہ چلو، بیوی کہتی ہے بہتر ہے وہ چلنے کا سامان کرتی ہے، مگراس کا باپ روکتا ہے کہ میری لڑکی کی طبیعت اچھی نہیں ہے دوتین روز نہیں جاسکتی، جس وقت طبیعت اچھی ہوجائے گی لے جانا۔ اس پر یہ دوسرے شخص سے یہ کہتا ہے کہ میری بیوی سے کہہ دو کہ: ''وہ مجھ پر برخواست'' یا ''نکاح سے برخواست، لڑکی والوں سے کہہ دو کہ وہ اس لڑکی کا نکاح کہیں اور کرلیں''۔ اس واقعہ سے تقریباً دو ماہ گزرتے ہیں۔ اب آیا اس لفظ سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں، اگر اپنی غلطی پر نادم ہوتو کیا حکم ہے اور اگر غلطی کا اقرار نہ کرے تو کیا حکم ہے؟ فقط۔

الجواب حامداً و مصلياً:

اگر یہ لفظ: ''لڑکی والوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی لڑکی کا نکاح کہیں اور کرلیں'' اگر شوہر نے بہ نیتِ طلاق کہا ہے تو طلاق واقع ہوگئی، اگر ایک کی نیت کی ہے تو ایک ہوئی اگر تین کی نیت کی ہے تو تین ہوگئیں۔ اگر طلاق کی نیت نہیں کی تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوئی: "ولو قال: تزوجي و نوى الطلاق، أو الثلاث، صح. وإن لم ينو شيئاً، لا يقع، كذا في الغياثية، اهـ". فتاویٰ عالمگیری: ۱/۳۷۶(۱)۔ اور یہ لفظ کہ ''میری بیوی سے کہہ دو کہ وہ مجھ سے برخاست یا نکاح سے برخواست'' اگر اسی طرح شک اور تردید کے ساتھ کہا ہے اور طلاق کی نیت نہیں کی تو اس سے طلاق نہیں ہوئی، اگر بلا تردد کے پہلا لفظ کہا ہے یعنی ''مجھ سے برخاست'' تو اس

---

(۱) (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۶، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار: ۳/۳۱۴، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۷۸، كتاب الطلاق، باب الكنايات، دارالكتب العلمية بيروت)

سے وقوعِ طلاق نیت پر موقوف ہے، اگر دوسرا لفظ کہا ہے تو طلاق واقع ہوگئی:

"وإذا قال: لها أبرئتك عن الزوجية، فيقع الطلاق من غير نية في حالة الغضب وغيره، كذا في الذخيرة. في مجموع النوازل: امرأة قالت: لزوجها أنا بريئة منك، فقال الزوج: أنا برىء منك أيضاً، فقالت: انظر ما ذا تقول، فقال: ما نويت الطلاق، لايقع الطلاق لعدم النية، كذا في المحيط". وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ١/٣٧٦ (١)۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

حكم قول الزوج: "فلانةٌ عليّ حرامٌ" وطرْحِه ثلاثة مدر

سوال[٢١٥٩]: ما قولكم أيها العلماء العظام والفضلاء الكرام في حق رجل قال لامرأته في حالة الغضب بغير نية الثلاثة و بغير حضورها: "فلانة بنت فلانة عليّ حرام" و يطرح ثلاثة مدر في المرة الأولى، حتى يقرر هذه الكلمة ثلاثة مرار، أوَقَعت الطلاق البينة أم المغلظة؟ أيجوز نكاح الرجل المذكور بالتحليل أو بغير التحليل؟ بينوا مع عبارات الكتب بالشرح والتفصيل؟

الجواب حامداً ومصلياً:

إن قال هذه الكلمة ثلاث مرات، بانت بالأولىٰ، و لم تقع الثانية والثالثة؛ لأن البائن لا يلحق البائن، كما صرح في الدر المختار: ٢/٧٢٦(٢)۔ وإن قال مرةً ونوىٰ بها الثلاث، وقعن،

---

(١) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ١/٣٧٦، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(٢) "يحتمل رداً نحو خلية برية حرامٌ". (الدرالمختار). "من حرم الشئ –بالضم– حراماً امتنع.......... وسيأتي وقوع البائن به بلانية في زماننا للتعارف". (ردالمحتار: ٣/٢٩٨، كتاب الطلاق، باب الكنايات)

"(أنت عليّ حرام) .... والفتوىٰ على أنه يقع الطلاق البائن وإن لم ينو، لغلبة استعمال هذا اللفظة في هذه البلاد". (التاتارخانية: ٣/٣٠٥، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، نوع منه في قوله "أنت حرام علي"، إدارة القرآن كراچى) .... ==

وإن نوىٰ بهاواحدةً تقع واحدةً، وإن نوىٰ بها ظهاراً كان ظهاراً، وإن إيلاءً كان إيلاءً:

"قال لامرأته: أنت عليّ حرام ونحو ذلك كانت معي في الحرام إيلاء إن نوى التحريم أولم ينو شيئاً، وظهاراً إن نوىٰ، وهدراً إن نوى الكذب ديانةً. وأما قضاءً فإيلاء، قهستاني. وتطليقة بائنة إن نوى الطلاق، وثلاث إن نواها. ويفتى بأنه طلاق بائن وإن لم ينوه لغلبة العرف، ولذا لا يحلفه إلا الرجال، اهـ". درمختار: ۲/ ۸۵٤(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

میں نے فائنل (یعنی آخری فیصلہ دے دیا) کر دیا کہنا

سوال[۶۱۶۰]: زید کا بیوی کے ساتھ جھگڑا ہو گیا اور نوبت یہاں تک پہونچ گئی کہ زید کی بیوی اپنے میکے میں چلی گئی، عورت کے لواحقین نے شوہر کو کہلا بھیجا کہ اگر زید اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے تو کل کیا دینا، آج دیدے، اس کہنے پر زید نے سخت غیظ وغضب میں کہلا بھیجا کہ "ایسی بیوی میرے کوئی کام کی نہیں" اور اس قسم کی بہت سی باتیں جھگڑے کی ہوئیں اور معاملہ الجھن میں پڑ گیا، تاہم زید کے احباء نے اس کو سمجھانے کی کوشش کی، اور اس کا غصہ فرو کرنے کی تدبیریں کیں، لیکن غصہ بجائے کم ہونے کے اَور بھڑکتا گیا اور یہاں تک لکھدیا کہ "میں کسی طرح بھی اس عورت کو رکھنے کے لئے تیار نہیں ہوں، اپنی خواہشات نفسانی تو ہر جگہ پوری کر سکتا ہوں، اس سے اچھی تو بازاری عورتیں ہوتی ہیں، کیونکہ میرے گھر سے چلی گئی، اب میں نہیں رکھ سکتا"۔

= (وكذا في البحر الرائق: ۳/ ۵۲۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات في الطلاق، رشيديه)

"ولا يلحق البائنُ البائنَ". (الدر المختار: ۳/ ۳۰۸، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/ ۳۷۷، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/ ۸۴، كتاب الطلاق، باب الكنايات، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/ ۵۳۱، كتاب الطلاق، باب الكنايات في الطلاق، رشيديه)

(۱) (الدر المختار: ۳/ ۴۳۳، ۴۳۴، كتاب الطلاق، باب الإيلاء، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/ ۴۸۵، كتاب الطلاق، الباب السابع في الإيلاء، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير: ۴/ ۲۰۷، ۲۰۸، كتاب الطلاق، باب الإيلاء، مصطفى البابي الحلبي مصر)

ان تمام باتوں کے بعد زید اس طیش کی حالت میں طلاق نامہ لکھوانے کے واسطے قاضی کے پاس پہونچ گیا، مگر وہاں سے اس کے دوست سمجھا بجھا کر واپس لے آئے۔ ایک شخص کے یہ دریافت کرنے پر کہ قاضی کے پاس گئے تھے کیا ہوا، جواب دیا کہ ''میں نے فائنل کر دیا'' (یعنی آخری فیصلہ کر دیا)۔ اسی طرح ہر دوست کے الگ الگ سمجھانے پر بھی ہر دوست کو ہر بار یہی جواب دیتا رہا کہ ''مجھ کو کسی حالت میں نہیں چاہئے، اب سونے کی بھی بن کر آئے یا ہیرے کی نہیں رکھوں گا''۔

جب کہ یہ سب باتیں ہو رہی تھیں تو زید کی بیوی حاملہ تھی، ان جوابات کے بعد اس کے بچہ ہوا، اب عورت کو ماں باپ اس کے شوہر کے گھر بھیجنا چاہتے ہیں۔ ایسی صورت میں زید اس کو اپنے گھر رکھ سکتا ہے یا نہیں اور عورت کو طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کیسی؟ براہ کرم ذرا صاف صاف مع حوالہ کتب فقہیہ مفصل تشریح فرمائیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اس تمام بیان میں زید کی جانب سے طلاق کا صریح لفظ کوئی نہیں نقل کیا گیا، اگر زید نے قاضی سے یہ کہا ہے کہ طلاق نامہ میری زوجہ کے لئے لکھدو تو شرعاً طلاق واقع ہوگئی، اگرچہ تحریر طلاق نامہ کی نوبت نہ آئی ہو: ''ولو قال للکاتب: أکتب طلاق امرأتي کان، إقراراً بالطلاق وإن لم یکتب، اھـ'' درمختار (۱)۔

اگر طلاق کی کوئی صفتِ بائنہ یا مغلظہ ذکر نہیں کی تو اس صورت میں ایک طلاقِ رجعی واقع ہوئی ''آخری فیصلہ کر دیا'' کا اگر یہ مطلب ہے کہ طلاقِ مغلظہ دیدی تو طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی اور اگر یہ مطلب ہے کہ طلاقِ بائن دے دی تو طلاق بائن واقع ہوگئی اور اگر یہ مطلب ہے کہ میں اس کو اب کبھی نہیں بلاؤں گا (اگرچہ طلاق بھی نہیں دی) تو اس لفظ سے کچھ نہیں ہوا (۲)۔

---

(۱) (رد المحتار: ۳/۲۴۶، کتاب الطلاق، مطلب فی الطلاق بالکتابة، سعید)

(وکذا فی التاتارخانیة: ۳/۳۷۹، کتاب الطلاق، الفصل السادس فی إیقاع الطلاق بالکتاب، إدارة القرآن، کراچی)

(۲) ''ویقع بباقیها: أي باقي ألفاظ الکنایات المذکورة البائن إن نواها، أو الثنتین وثلاث إن نواه''.

(الدرالمختار: ۳/۳۰۳، ۳۰۴، کتاب الطلاق، باب الکنایات، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۳۷۴، ۳۷۵، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات، رشیدیه)

اگر قاضی کے پاس جا کر طلاق نامہ لکھنے کو نہیں کہا بلکہ اس سے پہلے ہی دوست اس کو واپس لے آئے تو پھر محض طلاق نامہ لکھوانے کی نیت سے قاضی کے پاس جانے سے طلاق واقع نہیں ہوئی، طلاق رجعی کی صورت میں عدت کے اندر رجعت درست ہوتی ہے(۱)، بعد عدت تجدیدِ نکاح کی ضرورت ہوتی ہے(۲)۔ طلاقِ مغلظہ میں حلالہ کی ضرورت ہوتی ہے یعنی اگر پھر طرفین رضامند ہو جائیں تو عدت گزرنے کے بعد عورت کسی اَور شخص سے با قاعدہ نکاح کرے اور ہمبستری کرنے کے بعد طلاق دے یا مر جائے تو پھر اس کی عدت ختم کر کے پہلے شوہر سے نکاح درست ہو جاتا ہے اس سے قبل درست نہیں ہوتا(۳)۔ اور جس عورت کو حالتِ حمل میں طلاق دی گئی ہو اس کی عدت وضعِ حمل ہے(۴)۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مظاہر علوم سہار نپور۔

---

(۱) "وإذا طلق الرجل امرأته تطليقةً رجعيةً أو رجعيتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أو لم ترض". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۰، كتاب الطلاق، البا ب السادس في الرجعة و فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/۳۹۴، كتاب الطلاق، باب الرجعة، شركة علميه ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۴۹، كتاب الطلاق، باب الرجعة، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "وينكح مبانته بمادون الثلاث في العدة وبعدها بالإجماع". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۳/۴۰۹، سعيد)

(۳) "وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها أويموت عنها". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۲، ۴۷۳، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في الدرا لمختار على تنوير الأبصار: ۳/۴۰۹، ۴۱۱، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ التاتارخانية: ۳/۶۰۳، كتاب الطلاق، الفصل الثالث و العشرون في مسائل المتعلقة بنكاح المحلل، إدارة القرآن كراچی)

(۴) "و[العدة] في حق الحامل وضع حملها". (الدرالمختار: ۳/۵۱۱، كتاب الطلاق، باب العدة، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۵۲۸، كتاب الطلاق، الباب الثالث عشر في العدة، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ التاتار خانية: ۴/۵۵، كتاب الطلاق، الفصل الثامن والعشرون في العدة، إدارة القرآن كراچی)

''اگر گھر سے نکل جائے گی تو فارغخطی دے دوں گا'' اور پھر ''فارغخطی فارغخطی فارغخطی'' کہنا

سوال[۶۱۶۱]: زید اور اس کی بیوی میں جھگڑا ہوا بیوی گھر سے نکل کر جانے لگی تو زید نے کہا کہ ''اگر گھر سے نکل کر جائے گی تو میں تجھے فارغخطی دیدوں گا''، اس کے باوجود بیوی گھر سے نکل گئی۔ دوسرے دن وہ اپنے شوہر کے گھر آئی، زید نے کہا کہ تم چلی گئی تھیں اب کیوں آئی ہو، اس بات پر بیوی نے کہا کہ ابھی تم نے فارغخطی کہاں دی تو زید نے کہا: ''اچھا! جا، فارغخطی، فارغخطی، فارغخطی''۔ اس صورت میں اس کی بیوی پر طلاق پڑی کہ نہیں، اگر پڑی تو کونسی؟ اور کونسا ایسا طریقہ ہے کہ زید اور اس کی بیوی دونوں ازدواجی زندگی بسر کرسکیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

بہ نیتِ طلاق ایسا کہنے سے طلاق بائن واقع ہوگئی (۱)، ایک طلاقِ بائن کے بعد دوسری طلاق بائن واقع نہیں ہوتی (۲)، درمختار میں اس کی تصریح موجود ہے، لہذا طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح درست ہوگا، خواہ عدت میں ہو یا بعد عدت (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "وما یصلح جواباً و شتماً، خلیة، بریة، بتة، بتلة، بائن، حرامٌ .... ففی حالة الرضا لا یقع الطلاق فی الألفاظ کلها إلا بالنیة". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۳۷۴، ۳۷۵، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات، رشیدیه)

(وکذا فی الدر المختار: ۳/۲۹۸، ۳۰۱، کتاب الطلاق، باب الکنایات، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ التاتارخانیة، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات، نوع فی قوله: "خلیة": ۳/۳۱۳، إدارة القرآن کراچی)

(۲) "و لا یلحق البائنُ البائنَ". (الدرالمختار: ۳/۳۰۸، کتاب الطلاق، باب الکنایات، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۳۷۷، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۳/۸۴، کتاب الطلاق، باب الکنایات، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۳) "وینکح مبانته بمادون الثلاث فی العدة و بعدها". (البحر الرائق: ۴/۹۴، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل به المطلقة، رشیدیه)

''میاں بیوی کا رشتہ نہیں بلکہ بھائی اور بہن کا رشتہ'' کہنے کا حکم

سوال[۶۱۶۲]: زید نے ذیل کے تین خطوط مختلف مواقع میں لکھے جب کہ زوجۂ زید (خالدہ) حاملہ تھی: پہلا خط وضع حمل سے پہلے آیا اور بعد وضعِ حمل ایک خط حقیقی ماموں کو اور ایک خط خالدہ کو موصول ہوا، اب حقیقی ماموں کو دوسرا خط ملنے پر صورت حال معلوم کرنے کے لئے زید کے پاس گئے، تحقیق کرنے پر اپنے حقیقی چچا کے سامنے زبانی طور پر ماموں سے بولا کہ ''جو ہونا تھا ہوگیا''، تو زید کے چچا نے کہا کہ اگر کچھ گنجائش ہو تو نکالیں تو اس بات پر زید نے کہا کہ ''کیا میں زنا کروں''۔

ذیل کی تحریر اور بالا کی طرزِ تحریر سے کیا خالدہ پر طلاق ہوگئی، اگر طلاق واقع ہوگئی ہے تو کونسی طلاق واقع ہوگی؟ پھر بعد کی تحریر میں حکم ظہار کی بو آتی ہے امید ہے کہ مدلل ومبرہن فرما کر عنداللہ ماجور اور عندالناس مشکور ہوں گے۔

خط نمبر۱: مورخہ ۲۰/ دسمبر/ ۱۹۷۰ء بنام زوجہ (خالدہ) قبل وضع حمل:

''یہ میں آپ کو بالکل آخری موقع دے رہا ہوں اور یاد رکھ کر کہ یہ بالکل آخری موقع ہے، اس کے بعد بھی آپ نے ایسا ہی کیا تو آپ اور میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جدا ہو جائیں گے''۔

خط نمبر۲: مورخہ ۲۵/ مارچ/ ۱۹۷۱ء، بنام حقیقی ماموں بعد وضع حمل۔

''سب سے ضروری بات یہ ہے کہ آپ ضرور بالضرور، ۲۷/ مارچ کو حیدرآباد تشریف لائیں، کیونکہ بے انتہا ضروری مسئلہ درپیش ہے، وہ یہ ہے کہ میں نے سلطانہ خالدہ سے مکمل جدائی اختیار کرلی ہے اور کاغذ بھی لکھ چکا ہوں، آپ کے آتے ہی بتلا کر بھیج دوں گا، اگر آپ نہ آئے تو ایک ہفتہ اور انتظار کر کے بھیج دوں گا''۔

خط نمبر۳: مورخہ ۱۵/ اپریل ۱۹۷۱ء بنام زوجہ بعد وضعِ حمل:

''یہ خط میں آپ کو پرانے ناطے سے نہیں بلکہ ایک بھائی کے ناطے لکھ رہا ہوں، چند روز قبل تک آپ کا اور میرا رشتہ شوہر اور بیوی کا تھا، مگر آج یہ رشتہ باقی نہیں ہے، بلکہ بھائی اور بہن کا رشتہ بن گیا ہے، ہوسکتا ہے کہ اللہ پاک کو یہی منظور تھا، دیکھئے آگے کیا ہوتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ آپ اور مجھ میں اتنی کشیدگی کیوں بڑھی تھی اور نتیجہ یہ نکلا۔

اگر معلوم ہو تو اچھا ہے ورنہ کوئی بات نہیں، جو کچھ ہوا، وہ اچانک قدرتی طور پر ہوا ہے۔ اگر آپ اب

بھی میرے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی تو تمام پرانی باتوں کو بھول کر اور صرف میری ہو کر رہو تو ابھی بتلا رہا ہوں کہ اب بھی میں تیار ہوں کہ میں آپ کو اپنا بنالوں، مگر شرط یہ ہوگی کہ تمام پرانی چیزوں اور میری ناپسند چیزوں کو چھوڑنا ہوگا۔ اگر اپنی زبان سے مجھے قبول کرتی ہیں تب ہی یہ چیز ممکن ہے ورنہ نہیں ہوسکتی۔

دوسری بات یہ ہے کہ انشاء اللہ میرا ارادہ ایک اور شادی کرنے کا ہے، آپ کو اس میں کسی قسم کا اعتراض نہیں ہونا چاہئے، اس کے ساتھ آپ کو بھی مل جل کر بہن بن کر زندگی گزارنا ہوگا۔ امید کہ آپ کو اس قسم کا اعتراض نہ ہوگا۔

اگر آپ اوپر لکھی ہوئی دونوں باتوں کو منظور کرتی ہیں یعنی اپنی زبان سے قبول کرتی ہیں کہ مجھے اپنا شوہر تسلیم کرنے کو تیار ہیں، اور میری دوسری شادی پر اعتراض نہیں تو مجھے سوچ کر ایک ہفتہ میں جواب دو۔ اس تعلق سے آپ اچھی طرح سوچ لو، بعد میں مجھے الزام نہیں، اس لئے کہ میں نے کھول کر لکھ دیا ہے، اگر آپ راضی ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ خدا حافظ۔

میں آپ کے مہر کی رقم ایک سال کے اندر واپس کردوں گا۔ ایک نشانی میری اور آپ کے پیار کی دنیا میں ہے جو میں اسے آکر لے جاؤں گا''۔

مذکورہ بالا تحریر اور زبانی طور پر الفاظ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے فیصلہ شرعی سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر شوہر نے ایسا لکھا ہے اور طلاق کی نیت سے لکھا ہے تو جیسا کہ قرائن سے ظاہر ہوتا ہے تو طلاقِ بائن واقع ہوگئی (۱)۔ ظہار نہیں ہوا، طرفین رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح کا اختیار حاصل ہے حلالہ کی

---

(۱) "و لو قال: لا نكاح بيني و بينك. وذكر الصدر الشهيد في واقعاته أنه إذا نوى الطلاق، يقع".
(الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الطلاق، الكنايات: ۳/ ۳۲۱، إدارة القرآن كراچی)

"وفي الفتاوى: لم يبق بيني و بينك عمل، و نوى، يقع، كذا في فتاوى قاضيخان". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/ ۳۷۶، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(و كذا في فتاوىٰ قاضي خان: ۱/ ۴۶۸، كتاب الطلاق، فصل في الكنايات والمدلولات، رشيديه)

ضرورت نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۲/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۳/۹۱ھ۔

الفاظ کنایہ کہنے سے طلاق

سوال[۶۱۶۳]: زید نے اپنی بیوی حمیدہ خاتون پر خانگی نزاعات کے زیرِ بحث چند ایسے فقرے استعمال کئے جس سے طلاق کا احتمال ہے۔ مثلاً زید نے کہا کہ میں تجھے رکھنا نہیں چاہتا، تو میری بیوی ہونے کے لائق نہیں، تو اپنے میکہ چلی جا، اب میرا تیرا کوئی واسطہ نہیں، یا مجھے تم سے کوئی واسطہ نہیں، بروقت حمیدہ باپ کے گھر ہے اور اپنے کو مطلقہ تصور کررہی ہے۔ اب زید اپنے کہے ہوئے الفاظ واپس لے رہا ہے کہ میں نے ایسے الفاظ استعمال نہیں کیا ہے کہ جس سے حمیدہ اپنے آپ کو مطلقہ تصور کررہی ہے گو کہ مجمعِ عام میں مندرجہ الفاظ زید نے کہے ہیں جس کے شاہد خصوصاً لڑکی کے باپ کے علاوہ دو آدمی اور ہیں۔

زید سے چند مخصوص لوگوں نے کہا کہ حمیدہ کا اور تمہارا تعلق اچھا نہیں ہے لہٰذا تم قطع تعلق کرلو۔ زید نے قطعی اور آخری یہی جواب دیا کہ میں کسی قیمت پر طلاق نامہ اور قطع تعلق نہیں کرسکتا۔ میں اپنی دوسری شادی کروں گا۔ اس کو اور اس کے گھر والوں کو پریشان کرتا رہوں گا۔ لڑکی کے باپ نے بذریعۂ عدالت یہ تصفیہ چاہا لیکن اس میں بھی کوئی کامیابی کی صورت نہیں آئی۔ یعنی زید نے شاید یہ کہا ہے کہ میں عدالتی سمن بر عدالت حاضر نہیں ہوں گا۔ مجھے خودکشی کرنی ہے۔

جواب طلب یہ ہے کہ پیراگراف نمبر ۱ کے مستعملہ الفاظ سے کوئی طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ مع اقسامِ طلاق تحریر فرمائیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر عدالتی کارروائی پر زید عدالت پر حاضر نہیں ہوتا تو اس کی عدم

---

(۱) "إذا کان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن یتزوجها فی العدة و بعدانقضائها". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۴۷۳، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل به المطلقة و ما یتصل به، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۳/۱۶۲، کتاب الطلاق، باب الرجعة، دارالکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی الفتاویٰ التاتارخانیة: ۳/۶۰۳، کتاب الطلاق، الفصل الثالث والعشرون فی مسائل المتعلقة بنکاح المحلل ومایتصل به، إدارة القرآن کراچی)

موجودگی میں مجسٹریٹ یا منصف حمیدہ کے موافق فسخِ نکاح کا حکم دیدے تو ایسی صورت میں وہ طلاق از روئے مسئلہ جائز ہوگی یا نہیں؟ اور کیا حمیدہ دوسری شادی کرسکتی ہے یا نہیں؟ تیسری بات یہ ہے کہ زید خلع پر بھی رضامند نہیں ہے، ان تمام صورتوں کے پیش نظر حمیدہ کو اپنے آپ کو مطلقہ تصور کرنا کیونکہ زید نے متعدد بار ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں یہ کیسا ہے؟ نیز حمیدہ کی رہائی کس قدر ممکن ہے؟ ان دونوں کے اوقات بسر کی کوئی اچھی صورت نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کے نقل کردہ جملوں میں صریح طلاق کا کوئی ذکر نہیں ہے البتہ طلاقِ کنائی کے الفاظ ضرور ہیں مگر وہ ایسے ہیں کہ اس سے طلاق واقع ہونے کا مدار زید کی نیت پر ہے۔ اگر زید نے بہ نیتِ طلاق یہ الفاظ کہے ہیں تو اس سے طلاق بائن واقع ہوگی (۱)، جس کا حکم یہ ہے کہ شوہر کو رجعت کا حق نہیں رہا، لیکن طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح درست ہے (۲)۔

اگر بیوی رضامند ہو تو بعد عدت اس کو دوسری جگہ نکاح کا اختیار ہے۔ اگر زید نے بہ نیتِ طلاق وہ الفاظ نہیں کہے تو ان سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی، بدستور نکاح قائم ہے۔ نیت کے بارے میں شوہر ہی کا قول معتبر ہوگا (۳)۔

اگر زید حقوقِ زوجیت ادا نہیں کرتا اور بیوی پریشان ہے اور اس کے گزارے کی کوئی صورت نہیں تو مجبوراً حاکم مسلم بااختیار کی عدالت سے یا شرعی پنچایت سے تفریق حاصل کرسکتی ہے۔ حاکم کا مسلمان ہونا

---

(۱) "ولو قال لامرأته: لست لی بامرأته .... نویت الطلاق، یقع الطلاق، وفی الفتاویٰ: لم یبق بینی وبینک عمل، ونوی، یقع". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۳۷۵، الفصل الخامس فی الکنایات)

(وکذا فی ردالمحتار: ۳/۲۹۸، کتاب الطلاق، باب الکنایات)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۱/۴۶۸، فصل فی الکنایات والمدلولات)

(۲) (راجع، ص: ۵۰۷، رقم الحاشیة: ۱)

(۳) "ففی حالة الرضا لایقع الطلاق فی الألفاظ کلها إلابالنیة، والقول قول الزوج فی ترک النیة مع الیمین". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۳۷۵، فصل فی الکتابات)

(وکذا فی التاتارخانیة: ۳/۳۲۵، باب الکنایات)

ضروری ہے۔اگر بیوی کی شکایت شہادتِ شرعیہ سے ثابت ہو جن کی بناء پر حقِ تفریق حاصل ہو اور عدالت کے طلب کرنے پر بھی شوہر حاضر نہ ہو تو ثبوتِ شرعی پر اس کی عدم حاضری کی صورت میں بھی تفریق کی جاسکتی ہے۔ اس کی پوری تفصیل ''الحیلة الناجزة'' میں درج ہے(۱)۔اگر شوہر تو حقوقِ زوجیت ادا کرتا ہے مگر بیوی اس کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی اور طلاق لے کر دوسرے سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو اس کے لئے ایسا کرنا شرعاً نہایت مذموم فعل ہے۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند، ۲۴/۱/۸۸ھ۔

''تم وہیں جاؤ جہاں سے آئی ہو، ایسی عورتوں کو طلاق جو میرے کہنے کے خلاف عمل کریں، ایک، دو، تین'' کہنا

سوال[۶۱۶۴]: بعد سلام مسنون آنکہ میرا نکاح مطابقِ شرع شریف ہمراہ مسماۃ خاتون دختر شیخ عبدالغنی سے عرصہ تقریباً ساتھ آٹھ سال ہوئے ہوا تھا اور اس وقت سے وہ آج تک بطور زوجہ میرے گھر میں آباد رہی، زوجین باہمی نفاق کے و دیگر معاملات بد سے بدتر ہو کر زہر خورانی و ایک دوسرے کے مارنے تک پہونچ گئے، پنچایت ہو کر میرے سسرال والوں کا میرے گھر اور میرا ان کے گھر جانا بند ہو گیا، لیکن میری بیوی میرے پاس رہی۔

اب کل بوقتِ شب میری عدم موجودگی میں میری اہلیہ بلا اجازت میری اپنے تایازاد بھائی کے گھر کا بہانہ کر کے اپنے والدین کے گھر پہونچی، اتفاق سے میں بھی آٹھ نو بجے رات کو گھر آ گیا، میں نے جب ہر دو

(۱) ''زوجۂ متعنت کو سخت مجبوری کی وجہ سے تفریق کا حق ملتا ہے، مجبوری کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ عورت کے خرچ کا کوئی انتظام نہ ہو سکے اور نہ خود عورت حفظ آبرو کے ساتھ کسب معاش پر قدرت رکھتی ہو۔اور دوسری صورت یہ ہے کہ شوہر سے علیحدہ رہنے میں ابتلائے معصیت کا قوی اندیشہ ہو۔اور صورتِ تفریق کی یہ ہے کہ عورت اپنا مقدمہ قاضی اسلام یا مسلمان حاکم اور ان کے نہ ہونے کی صورت میں جماعت مسلمین کے سامنے پیش کرے اور جس کے پاس پیش ہو وہ معاملہ کی شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعہ سے پوری تحقیق کرے۔اور اگر عورت کا دعویٰ صحیح ہو تو اس کے خاوند سے کہا جائے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو، یا طلاق دو! ورنہ ہم تفریق کردیں گے۔اس کے بعد وہ ظالم کسی صورت پر عمل نہ کرے، تو قاضی یا جو شرعاً اس کے قائمقام ہو طلاق واقع کردے اور اس میں کسی مدت کے انتظار و مہلت کی باتفاق مالکیہ ضرورت نہیں ہے''۔(حیلہ ناجزہ، ص:۷۳-۷۴، حکم زوجۂ متعنت، دارالاشاعت)

اہلیہ کو گھر پر موجود نہ پایا تو اپنی بیوی کے تایا کے گھر جا کر دریافت کیا کہ میرے گھر سے یہاں آئی ہیں، لیکن اس کے تایازاد بھائی مسمّی محمد مطلوب اور اس کی تائی نے انکار کیا کہ یہاں پر کوئی نہیں آیا۔

راستہ میں میں نے اس کے باپ کے گھر سے جو میں نے اپنی بیوی کی آواز سنی تو نوکر کو جو اس کے ہمراہ تھا آواز دی، نوکر مع چھوٹی بچی کے باہر آیا، میں نے بچی کو لے لیا اور نوکر سے کہا کہ گھوڑی باندھ دو، عقب سے میرا لڑکا بعمر چھ سات سال آیا میں نے اس کو زبانی کہلا بھیجا کہ تم اپنی ہر دو والدہ کو کہہ دینا کہ اس وقت میرے پاس نہ آنا، بجائے اس کے میری ہر دو اہلیہ مع میری خوش دامن مع اپنے لڑکے اور بھتیجے اور تین دیگر لڑکوں کے پہونچی۔

محمد مطلوب میری اہلیہ کا برادر تایازاد بھی ہمراہ تھا، اس طرح ان کا بطورِ حمایت ہمراہ آنے سے اس وقت مجھے رنج ہوا، کیونکہ میرے اور انکے معاملے بدترین درجہ سے تجاوز کئے ہوئے تھے۔ ان کے پہونچنے پر میں نے پہلے دوسری بیوی کے دو تھپڑ بطورِ تنبیہ مارے اور کہا کہ تُو ان کے ہمراہ کیوں گئی، وہ تیرے کیا لگتے ہیں جب کہ وہ میری جان کے دشمن ہیں، پھر مسماۃ خاتون دختر عبدالغنی کے دو تھپڑ مار کر کہا کہ ''تم وہیں جاؤ جہاں سے آئی ہو، خود تو گئی ہمراہ دوسری کو بھی لے گئی'' اور بحالتِ غصہ سختی سے کہا کہ ''ایسی عورتوں کو میری طرف سے طلاق ہے جو میرے کہنے کے خلاف عمل کریں اپنے گھر جاؤ''۔

اسی عرصہ میں دوسرے اعزہ آگئے، وہ سمجھانے لگے، میں نے کہدیا: ''میرا ان کا فیصلہ ہو چکا ایک دو تین''۔ اس کے بعد قاضی صاحب کو بلا لیا گیا، قاضی صاحب نے سب معاملہ سن کر کہا کہ چونکہ سب کا مفہوم ایک ہی ہے طلاق ہو چکی، نہ تم اب اس کو رکھ سکتے ہو اور نہ ہم چھوڑ سکتے ہیں۔ براہ کرم مطلع فرمائیں کہ اس صورت میں:

۱......کیا مسماۃ خاتون کو طلاق شرعی ہو چکی یا دیگر صورت ہوگی؟

۲......کیا اس صورت میں وہ دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے اور وہ نکاح درست ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱......تمام عبارت سوال میں ایک جگہ تو لفظِ طلاق صراحۃً مذکور ہے کہ ''ایسی عورتوں کو میری طرف سے طلاق ہے کہ جو میرے کہنے کے خلاف عمل کریں''، شوہر کے کہنے کے خلاف کرنے سے شرعاً اس لفظ سے ایک

طلاقِ رجعی واقع ہوجاتی ہے بشرطیکہ اس سے تین طلاق کی نیت نہ کی ہو، اس کا حکم یہ ہے کہ عدت کے اندر شوہر کو رجعت کا اختیار حاصل رہتا ہے اور بعد عدت طرفین کی رضامندی سے نکاح درست ہوتا ہے۔ دوسرا لفظ ''اپنے اپنے گھر جاؤ'' یہ کنایہ ہے، پس اگر اس لفظ سے طلاق کی نیت کی ہے تو اس سے دوسری طلاق، طلاقِ بائن واقع ہوگی، اس کا حکم یہ ہے کہ عدت میں اور بعد عدت طرفین کی رضامندی سے نکاح درست ہے، رجعت کا حق باقی نہیں رہا۔ اور اگر اس لفظ سے طلاق کی نیت نہیں کی تو دوسری طلاق واقع نہیں ہوئی:

"صريحه: مالم يستعمل إلا فيه كطلقتك وأنت طالق و مطلقة، و يقع بهاواحدة رجعية، وإن نوىٰ خلافها أو لم ينو شيئاً". تنوير (١)۔

"وما يصلح جواباً و رداً، لاغير: أخرجي، اذهبي، اغربي، قومي، تقنعي، استتري، تخمري. وما يصلح جواباً وشتماً: خلية .... وفي حالة الغضب يصدق في جميع ذلك لاحتمال الرد والسب، إلا فيما يصلح للطلاق، ولا يصلح للرد والشتم .... اهـ

وألحق أبويوسف رحمه الله تعالىٰ بخَليةٍ وبرية و بتة و بائن و حرام أربعةً أخرى ذكرها السرخسي في المبسوط، و قاضي خان في الجامع الصغير، و آخرون، وهي: لاسبيل لي عليك، لا ملك لي عليك، خليت سبيلك، فارقتك. ولا رواية في: خرجت من ملكي. قالوا: هو بمنزلة: خليتُ سبيلك. وفي الينابيع: ألحق أبو يوسف رحمه الله تعالىٰ بالخمسة ستةً أخرىٰ، و هي الأربعة المقدمة، وزاد: خالعتك، والحقي بأهلك .... وانتقلي وانطلقي كالحقي. وفي البزازية: وفي الحقي برفقتك يقع إذا نوىٰ، كذا في البحر الرائق". عالم گیری: ١/٣٧٥ (٢)۔

---

(١) (الدرالمختار: ٣/٢٤٧، ٢٥٠، كتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ٣/٣٩، ٤٠، كتاب الطلاق، باب الطلاق، دارالكتب العلميه بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ١/٣٥٤، كتاب الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(٢) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ١/٣٧٥، كتاب الطلاق، باب الكنايات، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير: ٤/٦٤، كتاب الطلاق، فصل في الطلاق قبل الدخول، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في البحر الرائق: ٣/٥٢٤، ٥٢٥، كتاب الطلاق، باب الكنايات، رشيديه)

"والبائن يلحق الصريح". تنوير (۱)۔

آ گے چل کر سوال میں درج ہے "میرا ان کا فیصلہ ہو چکا، ایک، دو، تین"۔سوال کی عبارت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات بیوی کے لئے نہیں کہی گئی بلکہ بیوی کے رشتہ داروں کے لئے (جن سے کہ شوہر کو اذیت پہونچی ہے) کہی گئی ہے، نیز یہاں لفظِ طلاق بھی مذکور نہیں، اس لئے اس لفظ سے شرعاً طلاق واقع نہیں ہوئی، البتہ اگر شوہر کی نیت بیوی کو طلاق دینا ہے اور اسی نیت سے یہ لفظ کہا ہے اور مراد ایک طلاق دو طلاق تین طلاق ہے تو جس بیوی کو کہا ہے اس کو طلاق واقع ہو کر مغلظہ ہوگئی ہے۔ایک سوال اس کے خلاف بھی آیا ہے اس سوال کے مطابق اس پر جواب تحریر کر دیا ہے۔حقیقتِ حال اللہ کو معلوم ہے۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۱۰/۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، الجواب صحیح: عبداللطیف۔

"میں نے آزاد کی، میرا تیرا کچھ واسطہ نہیں" کا حکم

سوال[۶۱۶۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک مرتبہ طلاق دی، یا یہ کہا کہ "تجھ کو میں نے آزاد کی" یا یہ کہا کہ "میرا تیرا کچھ واسطہ نہیں"۔غرض کہ تینوں لفظوں میں سے کوئی سا لفظ اس نے کہا تو عورت کو طلاق پڑگئی یا نہیں، اب عورت کے لئے کیا حکم شرعی ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر صریح لفظ سے طلاق دی ہے تو طلاق واقع ہوگئی، نیت کی ہو یا نہ کی ہو، اور لفظ "میں نے آزاد کی" ہمارے عرف میں بمنزلۂ صریح ہے اس سے بھی بلا نیت ایک طلاق رجعی واقع ہو جاتی ہے (۲)، اس لفظ سے اور

---

(۱) (الدرالمختار: ۳/۳۰۶، کتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۷، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۸۴، باب الكنايات، دار الكتب العلميه بيروت)

(وكذا في البحرالرائق: ۳/۵۳۱، باب الكنايات في الطلاق، رشيديه)

(۲) "سرحتك وهو "رها كردم"؛ لأنه صار صريحاً في العرف على ما صرح به نجم الزاهدي الخوارزمي في شرح القدوري .... فإن سرّحتك كناية، لكنه في عرف الفرس غلب استعماله في =

صریح لفظ سے ایک یا دومرتبہ طلاق دینے کے بعد عدت کے اندر رجعت جائز ہے (۱) اور بعد عدت تراضی طرفین سے نکاح درست ہے (۲) اور تین مرتبہ کہنے کے بعد بلا حلالہ کے رکھنا درست نہیں (۳)۔

اور لفظ ''میرا تیرا کچھ واسطہ نہیں'' کنایات میں سے ہے، پس اگر اس سے طلاق کی نیت کی ہے تو طلاقِ بائن واقع ہوگی، اس کا حکم یہ ہے کہ تراضی طرفین سے نکاح درست ہے، بلا نکاح رکھنا درست نہیں اور حلالہ کی ضرورت نہیں، بعد عدت عورت دوسرے سے بھی نکاح کرسکتی ہے۔ اور اگر اس لفظ سے طلاق کی نیت نہیں کی تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوئی: "وفي الفتاویٰ: لم یبق بیني وبینك عملٌ، ونویٰ، یقع، كذا في العتابية". عالم گیری: ۲/۳۹٤ (٤)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/۲/۵۴ھ۔

صحیح عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/صفر/۵۴ھ۔

= الصريح، فإذا قال: "رها كردم": أي سرّحتُك يقع به الرجعي مع أن أصله كناية أيضاً، وما ذلك إلا لأنه غلب في عرف الفرس استعماله في الطلاق". (ردالمحتار: ۳/۲۹۹، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۹، كتاب الطلاق، الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسية، رشيديه)

(۱) "إذا طلق الرجل امرأته تطليقةً رجعيةً أو تطليقتين، فله أن يراجعها في العدة، رضيت بذلك أو لم ترض". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۰، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۴۹، كتاب الطلاق، باب الرجعة، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۳۹۹، ۴۰۰، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(۲) "وينكح مبانته بما دون الثلاث في العدة وبعدها بالإجماع". (الدر المختار: ۳/۴۰۹، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۲، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۶۲، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، دارالكتب العلمية بيروت)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾. (البقرة: ۲۳۰)

(۴) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۷٦، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في حاشية الشلبي على تبيين الحقائق للزيلعي: ۳/۸۰، كتاب الطلاق، باب الكنايات، دارالكتب العلمية، بيروت)

''تم کو جہاں چاہے شادی کرلو، وہ میرے نام سے چوڑی توڑ پھوڑے، مجھ کو اب کوئی سروکارنہیں''

سوال[۶۱۶۶]: نظام الدین نے اپنی اہلیہ کا ایک سال سے نفقہ بند رکھا ہے اور اشارہ وکنایہ کے ساتھ خسر اور بیوی کے نام سے بہت ناراض ہوکر تاکیدِ مزید کے ساتھ اس طرح خط لکھ دیا کہ ''تم اور تمہاری لڑکی سمجھتے ہیں کہ وہ زلیخا سے زیادہ خوبصورت ہے، تم کو جہاں ملے وہاں شادی کرلو، ایک سال کے اندر ہی شادی کرنے کی کوشش کریں کہ خوشحالی سے زندگی گزر جائے''، وغیرہ جیسے الفاظ ہیں اور اسی گاؤں کے مولوی عبدالحمید صاحب جو معتبر آدمی ہیں، ایک مرتبہ نظام الدین اور مولوی صاحب موصوف سے اس لڑکی کے بارے میں کچھ بات چیت ہورہی تھی، نظام الدین نے اثنائے گفتگو میں مولوی صاحب موصوف سے کہا کہ آپ اس لڑکی سے یعنی بیوی سے کہہ دیں کہ ''وہ میرے نام سے چوڑی توڑ پھوڑ لیں، مجھ کو اب کوئی سروکار نہیں ہے''۔

چوڑی پھوڑنے کا محاورہ بغیر شوہر کے رہنا ہوتا ہے۔ فتاویٰ دارالعلوم: ۴/۴۱۰، ۴۱۱، مطبوعہ کتب خانہ امدادیہ دیوبند نیز حوالہ کتبِ معتبر درج ہے کہ طلاقِ رجعی ہوگئی، نیت کرے یا نہ کرے(۱)، فتاویٰ ہذا پر کچھ جاہل لوگ چنیں چناں کرتے ہیں۔ صورت مذکورہ میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

شوہر کی طرف سے کوئی صریح لفظ طلاق تحریر میں نقل نہیں کیا گیا، جو الفاظ نقل کئے ہیں وہ کنایہ ہیں، اگر ان الفاظ سے طلاق کی نیت کی ہے تو طلاقِ بائن واقع ہوگی، بعد عدت عورت کو دوسری جگہ نکاح کا حق

---

(۱)''**سوال**: ہاجرہ کے شوہر نے ہاجرہ کے ساتھ بدسلوکی کی، ہاجرہ کے دریافت کرنے پر کہا کہ ''جاؤ تم کو مجھ سے کوئی سروکار نہیں اور نہ مجھ کو تم سے''۔ ہاجرہ اپنے میکہ چلی آئی اور دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتی ہے، شوہرِ اول آمادۂ فساد وتکرار ہے۔ اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

''**الجواب**: اگر شوہر نے یہ لفظ کہ ''جاؤ تم کو مجھ سے کوئی سروکار نہیں، الخ'' بہ نیت طلاق کہا ہو تو اس کی زوجہ پر طلاق بائنہ واقع ہوگئی، لیکن اگر شوہر بہ نیت طلاق کہنے سے انکار کرے تو طلاق واقع نہ ہوگی، اور بدونِ طلاق شوہر اول کے دوسرا نکاح ہاجرہ کا درست نہ ہوگا۔ فقط''۔(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۹/۲۶۰، کتاب الطلاق،، باب چهارم کنایات، سروکارنہیں کا جملہ طلاق کی نیت سے کہا تو طلاق ہوئی یا نہیں، مکتبہ امدادیہ ملتان)

حاصل ہے(۱)، درمختار وغیرہ میں ہے کہ کنایہ سے طلاقِ بائن واقع ہوتی ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱۰/۹۴ھ۔

''اب میرا تجھ سے کوئی رابطہ نہیں، ہمیشہ اپنے ماں باپ کے گھر رہ میں طلاق دے کر جارہا ہوں''

سوال[۶۱۶۷]: صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ زید کی شادی ہندہ سے تقریباً ڈیڑھ سال قبل ہوئی، زید آزاد منش ثابت ہوا، شروع ہی سے رنجشیں شروع ہوگئیں۔ کچھ عرصہ قبل ہندہ اپنے میکے آئی ہوئی تھی، بغرضِ ملاقات زید آیا اور حسبِ سابق رنجش شروع ہوگئی، زید نے ہندہ کو ساتھ لے جانا چاہا مگر ہندہ ان حالات میں جانے کو تیار نہیں ہوئی کہ مار پٹائی تک نوبت آگئی تھی، اس پر زید یہ کہتا ہوا واپس چلا گیا: ''میں یہاں سے جارہا ہوں، تُو میرے لئے مرچکی، میں تمہارے لئے مرچکا، اب میرا تجھ سے کوئی رابطہ نہیں رہا، ہمیشہ اپنے ماں باپ کے گھر رہ، میں تیری کوئی خبر نہیں لوں گا، میں طلاق دے کر جارہا ہوں، میرے جانے کے بعد تم عدت میں بیٹھ جانا''۔

جب تنازعہ ہوا، ہندہ چار ماہ کی حاملہ تھی، وہ خاوند کے جانے کے بعد غسلخانہ میں گرگئی اور خاوند کے جانے کے چھٹے روز اسپتال میں اسقاط ہوگیا۔

ا...... مذکورہ بالا عبارت سے طلاق رجعی ہوئی یا بائن؟

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿وإذا طلّقتم النسآء، فلبغن أجلهن، فلا تعضلوهن أن ينكحن أزواجهن إذا تراضوا بينهم بالمعروف﴾ الاية (سورة البقرة: ۲۳۲)

''فإذا انقضت العدة قبل الرجعة، فقد بطل حق الرجعة، وبانت المرأة منه، وهو خاطب من الخطاب يتزوجها برضاها إن اتفقا على ذلك''. (المبسوط للسرخسي: ۱۶/۶، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مكتبه حبيبيه، كوئٹه)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۳۹۶/۴، فصل في شرائط جواز الرجعة، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) ''ويقع بباقيها أي باقي الفاظ الكنايات المذكورة...... البائنُ إن نواها......

قال ابن عابدين رحمه الله: قوله: (البائن) بالرفع فاعل ''يقع'' في قوله: ''ويقع بباقيها''.

(ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مطلب: لا اعتبار بالأعراب هنا: ۳۰۲/۳، ۳۰۳، سعيد)

''تطلق واحدة رجعية في اعتدي واستبرئي رحمك وأنت واحدة فلا يقع في هذه الثلاثة إلا واحدة رجعية ولو نوى ثلاثاً، أو ثلثين، وفي غيرها بائنة''. (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الفصل السادس في الكنايات: ۳۷۵/۱، رشيديه)

اسقاط سے انقضائے عدت اور حالاتِ جنین

سوال[۶۱۶۸]: ۲......زید کی شادی ہندہ سے تقریباً ڈیڑھ سال قبل ہوئی، زید آزاد منش ثابت ہوا، شروع ہی سے رنجشیں شروع ہوگئیں............زید نے ہندہ کو ساتھ لے جانا چاہا لیکن ہندہ ان حالات میں جانے کو تیار نہیں ہوئی کہ مار پٹائی تک نوبت آگئی تھی، اس پر زید یہ کہتا ہوا واپس چلا گیا: ''میں یہاں سے جارہا ہوں، تُو میرے لئے مرچکی، میں تمہارے لئے مرچکا، اب میرا تجھ سے کوئی رابطہ نہیں رہا، ہمیشہ اپنے ماں باپ کے گھر رہ، میں تیری کوئی خبر نہیں لوں گا، میں طلاق دے کر جارہا ہوں، میرے جانے کے بعد تم عدت میں بیٹھ جانا''۔ جب تنازعہ ہوا ہندہ چار ماہ کی حاملہ تھی، وہ خاوند کے جانے کے بعد غسلخانہ میں گر گئی اور خاوند کے جانے کے چھٹے روز اسپتال میں اسقاط ہوگیا۔ اس اسقاط سے عدت پوری ہوگئی یا نہیں؟

۳......اگر عدت پوری نہیں ہوئی تو خاوند کو بغیر بیوی کی مرضی کے رجعت کا حق ہے یا نہیں؟

۴......تکوینِ حمل میں ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ ''پہلے ماہ میں یہ کیفیت ہوتی ہے، دوسرے ماہ میں لمبائی جنین تقریباً ۴/ انچ وزن ایک گرام، سر آنکھ کان ہاتھ پیر کے نشانات اور ریڑھ کے سرے الگ الگ نشانات ظاہر کرتے ہیں۔ تیسرے ماہ لمبائی ۳/ انچ، وزن ۳/ گرام انگلیوں کے نشان معلوم ہونے لگتے ہیں، چوتھے ماہ لمبائی ۶/ انچ، وزن ۵/ اونس، اعضائے تناسل زنانہ مردانہ پہنچانے جاسکتے ہیں، پانچویں ماہ جنین کی لمبائی ۹/ انچ، وزن ڈیڑھ یا (......) سر پر بال انگلیوں میں (......) نکلنے لگتے ہیں اور اسی طرح نویں ماہ تک تفصیل درج ہے۔ (کچھ روایات کنز الاعمال: ۱/۱۱۰) پر لکھی احقر نے دیکھی جس کے نمونے اسپتال جے جے کے میوزیم میں ہر ماہ کے جنین شیشوں میں رکھے ہوئے دیکھے جاسکتے ہیں''۔ کتاب علم القبالت از حکیم محمد عبد المتین خاں، ص: ۳۷۔

تو کیا ان اطباء کی تحقیق جنین کے نشو ونما میں قابلِ قبول ہے؟ یہ سب اسلئے لکھا ہے کہ فتاویٰ رحیمیہ: ۲/۱۲۷، ۳/۱۵۹، اور فتاوی امدادیہ: ۴/۵۱۳، ۵۱۴، کی عبارت سے مجھے پورا اطمینان نہیں ہوا۔ تو تفصیل عرض کردیں۔

نیز طلاق کے معاملہ کو سننے والے ہندہ، ہندہ کی بڑی بہن اور اس بڑی بہن کا خاوند ہے۔ بصد احترام جواب ارسال کرنے کی درخواست ہے۔

محمد سعود، ۲۱/۲/۱۴۰۶ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......زید کے الفاظ ''اب میرا تجھ سے کوئی رابطہ نہیں رہا، ہمیشہ اپنے ماں باپ کے گھر رہ'' یہ کنایاتِ طلاق ہیں، اگر طلاق کی نیت سے کہے جائیں تو طلاقِ بائن ہوتی ہے(۱)۔ان الفاظ کے بعد صریح طلاق کا بولنا یہ قرینہ ہے کہ یہ الفاظ طلاق کے لئے کہے گئے ہیں، لہذا ان سے ایک طلاق بائنہ واقع ہوئی، پھر صریح لفظ طلاق بولا، اس میں نیت کی بھی حاجت نہیں، اس سے دوسری طلاق واقع ہوگئی، وہ بھی بائن ہی ہوئی، کیونکہ بائن کے بعد رجعی کا محل نہیں رہا:

"الصريح يلحق الصريح و يلحق البائن، اهـ". درمختار۔ "(قوله: و يلحق البائن) كما لو قال لها: أنت بائن، أو خالعها على مال ثم قال: أنت طالق، أو هذه طالق، بحر عن البزازيه. وإذا لحق الصريح البائن كان بائناً؛ لأن البينونة السابقة عليه تمنع الرجعة، كما في الخلاصة، اهـ". شامی: ۲/۳٦۹ مختصراً (۲)۔اب رجعت کا حق نہیں رہا(۳)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ بلسانہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۳/۱۴۰٦ھ۔

---

(۱) "وفي الفتاوى: لم يبق بيني و بينك عملٌ، و نوى الطلاق، يقع، كذا في العتابية". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۷٦، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في فتاویٰ قاضي خان: ۱/۴٦۸، فصل في الكنايات و المدلولات، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۵۲۸، كتاب الطلاق، باب الكنايات، رشيديه)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۳۰٦، كتاب الطلاق، مطلبٌ: الصريح يلحق الصريح، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاویٰ: ۲/۸۷، كتاب الطلاق، جنس آخر في البائن والرجعي، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ التاتارخانية: ۳/۴۳۷، كتاب الطلاق، إيقاع الطلاق على المبانة، إدارة القرآن كراچی)

(۳) "هي استدامة الملك القائم في العدة...... إن لم يطلق بائناً". (الدرالمختار). "هذا بيان لشرط الرجعة، ولها شروط خمس .... و لا كناية يقع بها بائن". (ردالمحتار: ۳/۳۹۷، ۴۰۰، باب العدة، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۴۹، كتاب الطلاق، باب الرجعة، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۴/۴۰۳، كتاب الطلاق، فصلٌ في حكم الطلاق البائن، دارالكتب العلمية، بيروت)

۲،۳،۴...... اگر سقط میں بعض خلقت ظاہر ہوگئی تھی جو کہ عامۃً چار ماہ میں ظاہر ہوجاتی ہے تو عدت پوری ہوگئی:

"ظهر بعض خلقه كيد أورجل أو أصبع أوظفر أو شعر، ولا يستبين خلقه إلا بعد مأة وعشرين يوماً (ولدٌ) حكماً (فتصير) المرأة (به نفساء..........اه) وتنقضى به العدة. فإن لم يظهرله شيئ فليس بشيئ، اهـ". درمختار۔

قال الشامي: "(قوله: ولايستبين خلقه، الخ) "فى بعض الروايات: الصحيح "إذ امرّ بالنطفة ثنتان وأربعون ليلةً، بعث الله إليها ملكاً، فصورها، وخلق سمعها وبصرها وجلدها". وأيضاً هوموافق لماذكره الأطباء، فقد ذكر الشيخ داؤد فى تذكرته: أنه يتحول عظاماً مخططةً فى اثنين وثلاثين يوماً إلى خمسين، ثم يجتذب الغذاء ويكتسي اللحم .... والنامية ويكون كالنبات إلى نحو المأة، ثم يكون كالحيوان النائم إلى عشرين بعدها، فتنفخ فيه الروح الحقيقة الإنسانية، اهـ. ملخصاً۔

نعم نقل بعضهم أنه اتفق العلماء على أن نفخ الروح لايكون إلابعد أربعة أشهر: أى عقبها كماصرح به جماعة. وعن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما أنه بعد أربعة أشهر وعشرة أيام. وبه أخذ أحمد رحمه الله تعالىٰ، ولاينافى ذلك ظهور الخلق قبل ذلك؛ لأن نفخ الروح إنما يكون بعد الخلق. وتمام الكلام فى ذلك مبسوط فى الشرح الحديث الرابع من الأربعين النووية، فراجعه، اهـ". ردالمحتار: ۱/۲۰۱، باب الحيض(۱)۔ *فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔*

املاہ بلسانہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۳/۱۴۰۶ھ۔

---

(۱) (التنويرمع الدرالمختار: ۱/۳۰۲، باب الحيض مطلب: أحوال السقط وأحكامه، سعيد)

(وكذافى الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۵۲۹، الباب الثالث عشرفى العدة، رشيديه)

(وكذافى الفتاوىٰ التاتارخانية: ۱/۳۹۳، ۳۹۴، الفصل التاسع فى الحيض، قسم آخرفى معرفة أول وقت النفاس ومما يتصل بهذا القسم من السقط، إدارة القرآن كراچى)

''میری طرف سے آزاد ہو، جس سے چاہو شادی کرلو''

سوال[۶۱۶۹]: زید نے اپنی بیوی کو جلد رخصت کرنے کے لئے ایک پرچہ لکھا، تاکہ میکہ والے رخصت کرنے میں جلدی کریں، اس میں کچھ جملے ایسے استعمال کئے ہیں کہ بعض لوگ اس کو طلاق وتفویض اور بعض طلاقِ کنایہ کہتے ہیں، حالانکہ زید نے کوئی طلاق کی نیت نہیں کی ہے۔ جملے حسب ذیل ہیں:

۱......''تم دوسروں کے ساتھ رہنا چاہتی ہو تو میری طرف سے آزاد ہو، جس سے چاہو شادی کرلو''(۱)۔

''میری طرف دیکھنا حرام ہے''

سوال[۶۱۷۰]: ۲......''ایک مہینہ میں تمہیں میری طرف دیکھنا حرام ہے، کیونکہ میں تمہارا کون ہوں گا''۔

۳......''اب میں خود نہ رکھنے کے لئے منظور کرتا ہوں''۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱-اگر عورت نے دوسرے سے شادی کرنے کی خواہش کی تو اس پر طلاقِ بائن ہوگی ورنہ نہیں۔ جملہ نمبر:۲، ۳سے نہ تفویضِ طلاق ہوئی نہ کنایہ طلاق ہوئی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۵/۸۹ھ۔

---

(۱) "وفي القنية: اذْهَبِي و تزوّجِيْ، تقع واحدة بلا نية". (الدر المختار). "لوقال: اذهبی فتزوجی، وقال: لم أنو الطلاق، لا يقع شیءٌ". (ردالمحتار: ۳/۳۱۴، قبيل باب التفويض، سعيد)

"وإذا أضافه (أی الطلاق) إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً .... وإن كنت تحبينی بقلبک، فأنت طالق، فقالت: أحبک وهی كاذبة، طلقت قضاءً و ديانةً عند أبی حنيفة و أبی يوسف رحمهما الله تعالیٰ". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۴۲۰، ۴۲۳، كتاب الطلاق، الفصل الثالث فی تعليق الطلاق بكلمة "إن و إذا" وغيرهما، رشيديه)

(وكذا فی البحر الرائق: ۴/۴۴، كتاب الطلاق، باب التعليق، رشيديه)

(وكذا فی تبيين الحقائق: ۳/۱۲۱، كتاب الطلاق، باب التعليق، دارالكتب العلمية بيروت)

’’میرا تجھ سے تعلق نہیں ہے، نہ تُو میری زوجہ ہے، تیرا میرا نکاح نہیں ہوسکتا، میں اپنی عورت کونہیں چاہتا، میری طرف سے آزاد ہے‘‘

سوال[۶۱۷۱]: **بیانِ مدعیہ زوجہ:**

’’مجھے خبر ملی کہ میرا خاوند آیا ہوا ہے تو میں بچوں اور اپنی والدہ کو ساتھ لے کر اس کے پاس گئی اور آہ وزاری کرکے اس کو گھر میں لے آئی، پھر گھر میں وہ مجبور کرتا تھا، میں نے اس سے کہا کہ تُو میرے ساتھ گزران کیوں نہیں کرتا، اس کی کیا وجہ ہے، تُو مجھے اپنا ارادہ بتا۔ تو اس نے جواب دیا کہ ’’میرا تجھ سے تعلق نہیں ہے اور نہ تُو میری زوجہ ہے، تیرا میرا نکاح نہیں ہوسکتا، کیوں کہ تو شیعہ ہے اور میں سنی، تم مجھ پر حرام ہو اور میں اس دن سے جب کہ تیری والدہ کے گھر سے پھاڑ توڑ گیا تھا تو قطعاً کر کے گیا تھا، کیوں کہ میں اہلِ سنت والجماعت ہوں اور پابندِ شرع شریف ہوں اور نہ تیرے ساتھ میں گزارہ کرتا ہوں اور نہ تو میری زوجہ ہے‘‘۔

اس کے بعد اس کے ماموں وغیرہ نے کہا کہ تُو اپنی زوجہ کو اپنے پاس رکھ اور گھر میں اپنے بچوں کے پاس آیا کر، کیوں کہ انہوں نے مجھ کو بھیجا ہے، اس نے پہلے ہم کو جواب دیا کہ یہ میری زوجہ نہیں ہے یہ اپنے ماموں کی زوجہ ہے۔

اس سے کہا گیا کہ عورت خاوند میں جھگڑے ہوتے رہتے ہیں اور صلح بھی ہوتی رہتی ہے، تیرے چھوٹے بچے ہیں، تُو ان کو خرچ وغیرہ تو دے تو اس نے جواب دیا کہ ’’میں اپنی عورت کونہیں چاہتا‘‘ تو اس سے کہا کہ اگر تو عورت کا خرچ نہیں دیتا تو اپنے معصوم بچوں کا تو خرچہ دے تو اس نے کلمہ پڑھ کر کہہ دیا ’’کہ نہ میرا دل اس زوجہ کو رکھنا چاہتا ہے اور نہ میں اس کے گھر جاؤں گا اور نہ خرچ وغیرہ دوں گا، میری طرف سے آزاد ہے، جدھر اس کا دل چاہے جاسکتی ہے‘‘۔

اس سے کہا گیا: اگر تُو ایسا نہیں چاہتا تو چل شرع شریف اور شریعت پر چل کر فیصلہ کرتے ہیں کیوں کہ تو چند دفعہ شریعت کے خلاف الفاظ کہہ چکا ہے، اس نے کہا کہ اگر تم شریعت پر جاؤ تمہاری مرضی، اگر عدالت پر جاؤ

تمہاری مرضی، میری وہی بات ہے کہ یہ مجھ سے آزاد ہے اور میں اسے آباد کرنا نہیں چاہتا اس کے بعد یہ تمام سامان گھر اٹھا کر چلا گیا''۔

یہ بیان شہزادہ زوجہ الٰہی بخش۔کے ہیں۔

بیان خادم حسین:

''آپ کوشش کریں کیوں کہ آپ کا شاگرد ہے، آپ کی بات مان لے گا، میں نے چند آدمی کے سامنے اس سے کہا کہ چلو صلح کرادوں، اس نے کہا: کہ استاد چاہے مجھے قتل کردو، یا بازار میں فروخت کردو، میں اس سے صلح نہیں کروں گا، میں نے تو اس سے قطع تعلق کرلیا ہے''۔

یہ الفاظ زوجہ اور شاہد کے بیان ہیں۔کیا یہ الفاظ طلاقِ کنایہ کے ہیں یا نہیں، کیا اس سے طلاق واقع ہوجائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر الٰہی بخش کو ان الفاظ کا اقرار ہے، یا یہ گواہ جن کے سامنے یہ الفاظ کہے ہیں شرعاً معتبر اور ثقہ ہیں تو شرعاً طلاق واقع ہوگئی، عدت کے بعد عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۳/۵۹ھ۔

صحیح: عبد اللطیف غفرلہ، ۷/ ربیع الثانی/ ۵۹ھ۔

---

(۱) ''ولو قال لامرأته: لست لي بامرأة .... قال: نويت الطلاق، يقع الطلاق. وفي الفتاوى: لم يبق بيني و بينك عملٌ، و نوى، يقع. إذا قال الرجل لامرأته: أنت عليّ حرام –ذلك في غير حال مذاكرة الطلاق– إن نوى به الطلاق كان طلاقاً بائناً، وإن نوى ثلاثاً فثلاث''. (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۵، ۳۷۶، ۴۵۳، باب الكنايات، كتاب الطلاق، باب الإيلاء، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار: ۳/۲۹۸، ۳۰۲، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في فتاویٰ قاضي خان: ۱/۴۶۸، كتاب الطلاق، فصل في الكنايات والمدلولات، رشيديه)

’’عورت کوآزاد کر چکا ہوں، قطعی کر چکا ہوں، مجھ پر حرام ہے‘‘

سوال[۶۱۷۲]: گواہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے شوہر سے کہا کہ تم اپنی عورت کو کیوں آباد نہیں کرتے اور بچوں کا خرچ کیوں نہیں دیتے؟ اس نے گواہوں کو جواب دیتے ہوئے کہا کہ ’’میں عورت کوآزاد کر چکا ہوں، قطعی کر چکا ہوں، مجھ پر حرام ہے‘‘۔اب قابلِ دریافت یہ ہے کہ کیا یہ الفاظ کنایہ ہیں؟

پھر تحقیقی فیصلہ سننے کے لئے پیش ہوئے، خاوند نے جب فیصلہ سننے کے لئے ان گواہوں کے بیان سنے تو منکر ہو گیا، ان الفاظ کے صادر ہونے کا بھی منکر ہے اور عورت پر طلاق واقع ہونے کا انکار ان لفظوں سے کرتا ہے، فقط انکار کرتا ہے اور ان الفاظ سے نیت بھی کچھ بیان نہیں کرتا، اور الفاظ کی اطلاع گواہوں کو دینے سے بھی انکار کرتا ہے، ان میں سے دو گواہ تو مستور الحال قابلِ سماعت ہیں اور مشہور الفسق ہیں مثبت نہیں ہو سکتے، ان میں سے ایک عورت کا ماموں ہے۔

کتاب عینی شرح کنز تیسری جلد مطبوعہ نول کشور، کتاب الشہادات، باب اختلاف الشہود، ص: ۲۴۴(۱) میں جو مسئلہ تحریر ہے کہ نکاح کے دعویٰ میں اگر عورت کے شہود اختلاف کریں تو دعویٰ رد ہے کیونکہ اس کا دعویٰ مہر ہے، نکاح کے دعویٰ میں اگر خاوند کے گواہ آپس میں اختلاف کریں تو خاوند کا دعویٰ رد ہے۔اب وقوعِ طلاق بائن بالفاظِ مذکورہ بالا گواہوں نے بیان کئے ہیں۔کیا یہ مترادف ہم معنی ہیں، ان سے طلاق بائن واقع

---

(۱) ”ولو قال لامرأته: لست لي بامرأةٍ .... قال: نويت الطلاق، يقع الطلاق. وفي الفتاویٰ: لم يبق بيني وبينک عملٌ، ونوى، يقع. إذا قال الرجل لامرأته: أنت عليّ حرام –ذلک في غير حال مذاكرة الطلاق– إن نوى به الطلاق، كان طلاقاً بائناً، وإن نوى ثلاثاً فثلاثٌ“. (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۵، ۳۷۶، ۴۵۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، باب الإيلاء، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار: ۳/۲۹۸، ۳۰۲، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في فتاویٰ قاضي خان: ۱/۴۶۸، كتاب الطلاق، فصل في الكنايات والمدلولات، رشيديه)

”وأما النكاح، فإن كان الزوج يدّعي والمرأة منكرة، واختلف الشاهدان في المهر، لا تقبل الشهادة. وإن كانت المرأ ة هي المدعية، فهذا دعوى المال عند أبي حنيفة رحمة الله، حتى لوادعت النكاح بألف وخمسمأة واختلف الشاهدان، فالنكاح جائز بألف عند أبي حنيفة رحمه الله“.

(رمزالحقائق على كنز الدقائق: ۲/۸۷، باب الاختلاف في الشهادة، إدارة القرآن كراچی)

ہوگی؟ یا ان سے اختلاف سمجھا جائے گا اور شہادت رد ہوگی اور عورت پر ان الفاظ سے طلاق بائن واقع نہ ہوگی، یا ہوجائے گی؟ جواب سے جلد سرفراز فرمائیں۔

راقم: ابوالخیر عبداللہ عفا اللہ عنہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ گواہوں کا اختلاف مؤثر نہیں کیوں کہ ایک وقت کے کہے ہوئے الفاظ کی شہادت نہیں دے رہے ہیں، لہٰذا اس اختلاف کی وجہ سے شہادت رد نہیں کی جاسکتی (۱)۔

نمبر۱: ''عورت کو آزاد کر چکا ہوں'' ہمارے عرف میں بمنزلۂ صریح ہے، اس لفظ سے بلانیت بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ جس جگہ یہ عرف نہ ہو وہاں یہ حکم نہ ہوگا:

''سرّحتُك كنايةٌ، لكنه في عرف الفرس غلب استعماله في الصريح، فإذا قال: ''**رها کردم**'': أي سرحتك، يقع به الرجعي مع أن أصله كناية أيضاً، وما ذاك إلا لأنه غلب في عرف الفرس استعماله في الطلاق، وقدمر أن الصريح مالم يستعمل إلا في الطلاق من أيّ لغة كانت، اهـ''. رد المحتار: ۲/۷۱۷(۲)۔

نمبر۲: ''قطعی کر چکا ہوں'' یہ کنایہ ہے، اس میں نیت کی ضرورت ہے، نیت یا دلالتِ حال سے نیت کا

---

(۱) ''**قدذكر في الشرح المحال عليه مسائل لايضر فيها اختلاف الشاهدين .... الحادية والعشرون: قال لامرأته: إن كلّمت فلاناً، فأنت طالق، فشهد أحدهما أنها كلمته غدوةً، والآخر عشيةً، طلقت؛ لأن الكلام يتكرر، فيمكن أنها كلّمته في الوقتين''. (الدر المختار مع ردالمحتار: ۴/۴۷۵، ۴۷۷، كتاب الوقف، فصل فيما يتعلق بوقف الأولاد من الدرر وغيرها، سعيد)**

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۵۰۷، ۵۰۸، كتاب الشهادات، الباب الثامن: الاختلاف بين الشاهدين، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان: ۵/۲۸۷، كتاب الشهادات، نوع في اختلافهما، رشيديه)

(۲) (رد المحتار: ۳/۲۹۹، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۵، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوىٰ: ۲/۹۹، كتاب الطلاق، رشيديه)

ظہور ہوجاتا ہے اور بوقتِ نیت اس لفظ سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے:

"بائن، ومُراد فُها كبتةٌ وبتلةٌ، اه". درمختار۔ "(قوله: بائن) من بان الشئ: انفصل أى منفصلة من وصلة النكاح أو عن الخير، (قوله: كبتة) من البتّ بمعنىٰ القطع، فيحتمل ماحتمله البائن، أو بتلةٌ من البتل، وهو الانقطاع، اه". شامی: ۷۱۸/۲(۱)۔

نمبر۳: "مجھ پر حرام ہے" یہ لفظ اگرچہ اپنے لفظ کے اعتبار سے کنایہ ہے مگر دلالتِ عرف کی بناء پر اس سے بلانیت طلاقِ بائنہ واقع ہوجاتی ہے، لیکن بائنہ کے بعد بائنہ واقع نہیں ہوا کرتی، پس دوسرے لفظ سے وقوعِ طلاق کی تقدیر پر اس سے طلاق واقع نہ ہوگی (۲)۔

"(قوله: حرام) وسيأتى وقوع البائن به بلانية فى زماننا للتعارف، لافرق فى ذلك بين محرمة وحرمتك، سواء قال: علىّ، أولا، وإن كان الحرام فى الأصل كنايةً يقع بها البائن؛ لأنه لمّا غلب استعماله فى الطلاق، لم يبق كنايةً، ولذا لم يتوقف علىٰ النية أو دلالة الحال المتعارف به إيقاع البائن لاالرجعى. إذا طلقها تطليقةً بائنةً، ثم قال لها فى عدتها: أنت علىّ حرام وهو يريدبه الطلاق، لم يقع عليها شيئ؛ لأنه صادق فى قوله: هى علىّ حرام، وهى منى بائن، اه: أى لأنه يمكن جعل الثانى خبراً عن الأول، اه". الدر المختار وشامی مختصراً(۳)۔

صورتِ مسئولہ میں نکاح میں کوئی اختلاف ہی نہیں نفسِ نکاح زوجین کو مسلّم ہے، اختلاف تطلیق میں ہے۔ شہادتِ فاسق پر حکم کرنا لازم نہیں ہوتا، لیکن اگر حاکم حکم کردے گا تو وہ نافذ ہوجائے گا: "أن القاضى

---

(۱) (الدر المختار مع ردالمحتار: ۳۰۰/۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا فى تبيين الحقائق: ۷۸/۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذا فى الفتاوىٰ التاتارخانية: ۳۱۴/۳، ۳۱۵، كتاب الطلاق، الكنايات، إدارة القرآن كراچى)

(۲) "ولا يلحق البائنُ البائنَ". (الدرالمختار: ۳۰۸/۳، باب الكنايات، سعيد)

(۳) (ردالمحتار: ۲۹۸/۳، ۲۹۹، ۳۰۸، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مطلبٌ: الصريح يلحق الصريح، سعيد)

(وكذا فى الفتاوىٰ التاتارخانية: ۳۰۵/۳، كتاب الطلاق، نوع أنت حرام على، إدارة القرآن كراچى)

(وكذا فى البحر الرائق: ۵۲۳/۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، رشيديه)

لو قضیٰ بشهادة الفاسق، یصح عندنا، اه". مجمع الأنهر: ۱۸۸/۲(۱)۔

اسی طرح رشتہ دار کی شہادت پر حکم کرنے سے بھی نافذ ہوجائے گا:"إذا قضیٰ بشهادة الأعمیٰ، أو المحدود فی القذف إذا تاب، أو بشهادة أحد الزوجین مع آخر لصاحبه، أو بشهادة الوالد لولده وعکسه، نفذ حتیٰ لایجوز للثانی إبطاله، اه". مجمع الأنهر: ۱۹۵/۲(۲)۔

پس اگر قاضی نے شہاداتِ مذکورہ پر وقوعِ طلاق کا حکم نافذ کردیا تو وہ بھی لازم ہوگیا۔ اگر حاکم نے حکم نہیں کیا اور شوہر نے کوئی لفظِ صریح یا بمنزلۂ صریح نہیں کہا، اسی طرح کوئی کنایہ معہ نیت یا قائم مقامِ نیت کے نہیں کہا تو طلاق واقع نہیں ہوئی۔ اگر عورت نے خود صریح لفظ یا بمنزلۂ صریح سنا، یا اس کو کسی آدمی نے اس کی خبر دی ہے اور عورت کو اسکا یقین ہوگیا تو عورت کے لئے جائز نہیں کہ اس شوہر کو اپنے اوپر قابو دے تاوقتیکہ شرعی طریق پر حلالہ نہ ہوجائے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/ربیع الثانی/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم۔

"ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق، بائن طلاق"

سوال[۲۱۷۳]: صورت: ۱......ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق، بائن طلاق دیا۔

۲......ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق، بائن طلاق، بحذفِ لفظِ "دیا"۔

یقع الطلاق الغلیظ البائن فی هاتین الصورتین المذکورتین قضاءً، ولا تتعلق الدیانة

---

(۱) (مجمع الأنهر: ۱۸۸/۲، کتاب الشهادات، دارإحیاء التراث العربی، بیروت)

(وکذا فی اللباب فی شرح الکتاب: ۱۴۳/۳، کتاب الشهادة، قدیمی)

(۲) (مجمع الأنهر: ۱۹۵/۲، کتاب الشهادات، باب من تقبل شهادته ومن لاتقبل، دارإحیاء التراث العربی بیروت)

(۳) "والمرأة کالقاضی، لایحل لها أن تمکنه، إذا سمعت منه ذلک، أوشهدبه شاهد عدل عندها".

(الفتاویٰ العالمکیریة: ۳۵۳/۱، کتاب الطلاق، الفصل الأول من الطلاق الصریح، رشیدیه)

(وکذا فی ردالمحتار: ۲۵۱/۳، کتاب الطلاق، باب الصریح، مطلب الصریح نوعان رجعی وبائن، سعید)

فيهما مطلقاً كما تدل عليه العبارات الفقهية، وظاهر كلام المطلق، فحينئذ تكون الصورة: ''ایک طلاق بائن دوطلاق بائن، تین طلاق بائن، یا تین طلاق بائن''۔ وهذا سواء أظهر المطلق لفظ: ''دیا''(النسبة الحكمية) أو أخفیٰ؛ لأنها باقية في نيته، ولأن النية المعنوية كافية في باب الطلاق في بعض الصور دون اللفظية. وهذا في فهمي، فكيف التحقيق عند حضرتكم في الصورتين (المذكورتين)''؟

۳......ایک طلاق، دوطلاق، تین طلاق بائن دیا۔

۴......ایک طلاق، دوطلاق، تین طلاق بائن بحذفِ لفظ ''دیا''۔

هاتان الصورتان أيضاً كالصورتين المذكورتين في وقوع الطلاق الغليظ، ويتعلق لفظ "بائن" في كلتي الصورتين لكل لفظ طلاق المذكور فيهما بعد بيان الزوج أو قبله، و قضاءً و ديانةً أم كيف الحكم؟

۵......ایک طلاق، دوطلاق، بائن طلاق دیا۔

۶......ایک طلاق، دوطلاق، بائن طلاق بحذف لفظ ''دیا''۔

۷......ایک، دو، تین طلاق بائن، طلاق دیا۔

۸......ایک، دو، تین طلاق، بائن طلاق بحذفہ۔

۹......ایک، دو، تین بائن طلاق دیا۔

۱۰......ایک، دو، تین بائن طلاق بحذفہ۔

۱۱......ایک، دو، تین بائن دیا۔

۱۲......ایک، دو، تین بائن بحذفہ۔

وجهوا حكم هذه الصورة مرقومة الصور هل يقع طلاقان بائنان عند بيان الزوج بتوصيف لفظ "بائن" للطلاقين المذكورين قبله ديانةً، والحال أنه أعاد لفظ الطلاق بعد لفظ "بائن"، وهو يشير أنه طلاق ثالث عليحدة، وإلا لَمَا كرره مثلثاً. و هذا كما فهمت. وما رأيكم الشريف: هل تحملونه على التأكيد والبيان، أم كيف الأمر في نفس الأمر؟ بينوا بالتفصيل

توجروا بالأجر الجزيل من عند ربكم الجليل. وما الحكم فی بقية الصور الآتية بالذيل؟ اكتبواها بالدلائل مع الحد الفاصل:

۱۳......ایک طلاق، دوطلاقِ بائن دیا۔

۱۴......ایک طلاق، دوطلاق بائن بحذفِ لفظ ''دیا''۔

۱۵......ایک طلاق بائن طلاق دیا۔

۱۶......ایک طلاق بائن بحذفه ۔

۱۷......ایک دو بائن دیا۔

۱۸......ایک دو بائن بحذفه۔

صاف طلاق

سوال[۶۱۷۴]: صورت نمبرا: ایک طلاق، دوطلاق، تین طلاق، صاف طلاق دیا۔

۲......ایک طلاق، دوطلاق، تین طلاق، صاف بحذف النسبة۔

۳......ایک طلاق، دوطلاق، صاف طلاق دیا۔

۴......ایک، دو، صاف طلاق دیا۔

۵......ایک، دوصاف طلاق بحذفه۔

۶......ایک، دو، تین صاف طلاق دیا۔

۷......ایک، دو، تین صاف طلاق بحذفه۔

۸......صاف طلاق دیا۔

۹......صاف طلاق۔

۱۰......صاف صاف کردیا۔

فما فتواكم فی مسئلة ''صاف طلاق'' أهو مراد فٌ بسرّحتُ أم داخل تحت أذيال الكنايات؟ كما هی القاعدة الفقهية، و لقد غلب فی عرفنا لفظ ''صاف'' عندالطلاق بين العوام، وهم يستعملونه موقع الثلاث، و تدل عليه القرائن والأطوار. أفلا نتذكر هٰهنا القاعدة المشهورة

الفقهية: "العرف قاض" عند نقل الفتویٰ أم لا؟ بينوا بالتشريح مع الحكم الصريح۔

(اردو)۔

''تو طلاق بغیر طلاق'' (عربی) أنت طالق بغير طلاق، أو أنت مطلقة بغير طلاق. ما قولكم يا أصحاب الإفتاء فى هذه الصورة المشهورة فى عرفنا ورواجنا بغلبة الاستعمال؟ ألا يقع الطلاق بالنظر إلى تركيب الجملة ههنا؛ لأن فيها إقالة الحقيقة وإبطالها، نبغى لفظ "طلاق" ظاهراً، أم كيف يدور الحكم؟ قد ترددتُ فى هذه المسئلة و وقعتُ فى الشبهات اللفظية والمعنوية.

حرروا جواب هذه المسئلة بالبيان الشافى مع الدليل الكافى، وانطباقها على كلمات الكتب المعتبرة المتداولة، واقتباسها على الأمثال والنظائر مع وفور الدلائل والاجتناب عن الطائل، والتوجه إلى سؤال السائل! توجروا بالعاجل۔ فقط والسلام۔

المستفتی: ابراہیم خلیل غفرلہ الرب الجلیل باسمہ تعالیٰ۔

الجواب حامداً ومصلياً:

١ ...... تقع المغلظة(١)۔ ٢ ...... تقع المغلظة كما كتبتم۔ ٣ ...... تقع المغلظة۔ ٤ ......تقع المغلظة كمافى الصورتين الأوليين، سواء كان تعلق البائن بكل من الطلقات الثلاث أو بالمجموع(٢)۔ ٥ ...... تقع المغلظة، إلا أن يقول الزوج: إنى أردت أن أجعل الرجعيتين بلفظ ''بائن طلاق دیا'' بائنين، فيعتبر قوله بالحلف(٣)۔ ٦ ...... حكمه حكم الخامس۔ ٧ ...... تقع

(١) "و إذا قال لامرأته: أنت طالق و طالق و طالق، و لم يعلّقه بالشرط، إن كانت مدخولةً، طلقت ثلاثاً".
(الفتاویٰ العالمكيرية: ١/٣٥٥، كتاب الطلاق، الفصل الأول فى الطلاق الصريح، رشيديه)
(وكذا فى الدر المختار: ٣/٢٩٣، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)
(وكذا فى الفتاویٰ التاتارخانية: ٣/٢٨٢، كتاب الطلاق، نوع آخر فى تكرار الطلاق و إيقاع العدد، الخ، إدارة القرآن كراچی)

(٢) تقدم تخريجها فى الحاشية السابقة

(٣) "طلقها واحدةً بعد الدخول، فجعلها ثلاثاً، صح، كما لو طلقها رجعياً، فجعله قبل الرجعة بائناً أو ثلاثاً". (التنوير مع الدر المختار: ٣/٣٠٥، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

المغلظة(١)، إلا أن يكون العرف أن يذكر قبل الطلاق لفظ ''ایک،دو،تین'' للتنبيه والإيقاظ، فيقع البائن۔

٨...... حكمه حكم السابع۔ ٩...... حكمه حكم السابع۔ ١٠...... حكمه حكم السابع۔ ١١...... حكمه حكم السابع۔ ١٢...... حكمه حكم السابع۔ ١٣...... حكمه حكم الخامس۔ ١٤...... حكمه حكم الخامس۔ ١٥...... تقع الطلقتان البائنتان(٢)، إلا أن يقول: إنى أردت أن أجعل الرجعى بائناً بلفظ ''بائن طلاق دیا''(٣)۔١٦...... هذه طلقة واحدة بائنة(٤)۔ ١٧...... تقع الطلقتان البائنتان. ١٨...... حكمه حكم السابع عشر.

١...... تقع المغلظة۔ ٢...... تقع المغلظة(٥)۔ ٣...... تقع المغلظة، إلا أن يقول: إنى

---

(١) ''ولو قال: أنت بثلاث، وقعت ثلاث إن نوى. ولو قال: لم أنو، لا يصدق إذا كان فى حال مذاكرة الطلاق، وإلا صدق''. (الفتاوىٰ العالمكيرية: ١/٣٥٧، كتاب الطلاق، الفصل الأول فى الطلاق الصريح، رشيديه)

(٢) ''والطلاق البائن يلحق الطلاق الصريح بأن قال لها: أنت طالق، ثم قال لها: أنت بائن، تقع طلقة أخرى ''(الفتاوىٰ العالمكيرية: ١/٣٧٧، كتاب الطلاق، الفصل الخامس فى الكنايات، رشيديه)

(وكذا فى الدرالمختار: ٣/٣٠٦، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا فى كنز الدقائق مع البحرالرائق: ٣/٥٣١، كتاب الطلاق، باب الكنايات، رشيديه)

(٣) ''طلقها واحدةً بعدالدخول، فجعلها ثلاثاً، صح، كما لو طلقها رجعياً، فجعله قبل الرجعة بائناً أو ثلاثاً''. (التنوير مع الدر المختار: ٣/٣٠٥، كتاب الطلاق، باب الكنايات ، سعيد)

(٤) ''أنت طالق بائن أو ألبتة أو أفحش الطلاق أو طلاق الشيطان .... فهى واحدة بائنة إن لم ينو ثلاثاً''. (البحرالرائق: ٣/٤٩٩، ٥٠٠، كتاب الطلاق، باب الكنايات، رشيديه)

(وكذا فى الدرالمختار: ٣/٢٧٦، ٢٧٧، كتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

(٥) ''و إذا قال لامرأته: أنت طالق و طالق و طالق، و لم يعلّقه بالشرط، إن كانت مدخولةً، طلقت ثلاثاً''.

(الفتاوىٰ العالمكيرية: ١/٣٥٥، كتاب الطلاق، الفصل الأول فى الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا فى الدرالمختار: ٣/٢٩٣، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها ، سعيد)

(وكذا فى الفتاوىٰ التاتارخانية: ٣/٢٨٢، كتاب الطلاق، نوع آخر فى تكرار الطلاق و إيقاع العدد، =

أردت بلفظ ''صاف طلاق دیا''،أنه طلاق صريح، ليس فيه كناية، فيصدق باليمين فتقع الطلقتان(١)۔ ٤...... تقع الطلقتان۔ ٥...... تقع الطلقتان(٢)۔ ٦...... تقع المغلظة۔ ٧...... تقع المغلظة(٣)۔

٨...... هذه طلقة واحدة۔ ٩...... هذه طلقة واحدة۔ ١٠...... هذه طلقة واحدة(٤)۔

فى عرفنا لفظ ''صاف''لا يستعمل موقع الثلاث، بل يستعمل فى مقابل الكناية، أما عرفكم فأنتم أعلم به، والعرف فى الشرع له اعتبار لذا عليه الحكم قد يدار۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم واحکم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ المبتلی بأمانۃ الإفتاء بدار العلوم دیو بند۔

''تو مجھ پر حرام ہے، میرے گھر سے نکل جاؤ''

سوال[٦١٧٥]: ایک شخص نے اپنی زوجہ کو کسی خانگی معاملات کی تکرار پر غصہ کی حالت میں یوں کہہ

= الخ، إدارة القرآن كراچى)

(١) ''رجل قال لامرأته بعد الدخول بها: أنت طالق، طالق، تقع ثنتان؛ لأنه لا يمكن أن يجعل تكراراً للأول؛ لأن الأول إيقاع شرعاً، فيجعل هذا عطفاً بإدراج حرف العطف ''. (الفتاوىٰ التاتارخانية: ٢٨٨/٣، كتاب الطلاق، فصل فى تكرار الطلاق و إيقاع العدد الخ، إدارة القرآن كراچى)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية: ٣٥٥/١، كتاب الطلاق، الفصل الأول فى الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا فى الدر المختار: ٢٩٣/٣، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها ، سعيد)

(٢) (راجع رقم الحاشية : ١)

(٣) (راجع رقم الحاشية : ٢)

(٤) 'فالصريح قوله: أنت طالق و مطلقة و طلقتك، فهذا يقع به الطلاق الرجعى، ولا يفتقر إلى النية''. (الفتاوىٰ التاتارخانية: ٢٦٠/٣، كتاب الطلاق، الفصل الاول فيما يرجع إلى صريح الطلاق ، إدارة القرآن كراچى)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية: ٣٥٣/١، الفصل الأول فى الطلاق الصريح ، رشيديه)

(وكذا فى الدر المختار: ٢٤٧/٣، ٢٤٨، كتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

دیا کہ ''تو مجھ پر حرام ہے اور میرے گھر سے نکل جاؤ، اپنے باپ کے یہاں چلی جاؤ''۔اس کے بعد زوجہ مذکورہ دو ماہ شوہر کے پاس رہی اور صحبت بھی بدستور سابقہ ہوتی رہی۔ دو ماہ بعد زوجہ مذکورہ برضامندیٔ شوہر اپنے باپ کے یہاں پہونچی، اس نے یہ واقعہ تکرار مع ان الفاظ کے جو اوپر تحریر ہے اپنے والدین سے بیان کیا، یہ سن کر والدین نے لڑکی کو شوہر کے ہمراہ اب تک نہیں بھیجا اور کہتے ہیں طلاق پڑگئی، اس تکرار کو جو شوہر سے ہوئی تھی پانچ ماہ ہوگئی۔ پس شرعاً صورت مسئولہ میں کیا حکم ہے؟ اگر طلاق پڑگئی تو جواز کی کیا صورت ہے؟

عبدالغفور، عبدالعزیز سوداگران بزازہ مزنگ، مین بازار لاہور۔

الجواب حامداً ومصلياً:

صورت مسئولہ میں ایک طلاق پڑگئی اور وہ بائن پڑی اس کا حکم یہ ہے کہ اگر طرفین رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے:''وإن كان الحرام في الأصل كناية يقع بها البائن؛ لأنه لما غلب استعماله في الطلاق، لم يبق كنايةً، و لذا لم يتوقف على النية أو دلالة الحال، الخ''. شامی:۲/۷۱۷(۱)۔

''والبائن يلحق الصريح لا البائن''. تنوير(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۵۳/۱۲/۲۴ھ۔

صحیح: عبداللطیف غفرلہ، ۲۸/ ذی الحجہ/۵۳ھ۔

''تُو مجھ پر حرام ہے، حرام ہے، حرام ہے'' کا حکم

سوال[۶۱۷۲]: زید نے اپنی مدخولہ بیوی کو بحالتِ غصہ بہ نیتِ طلاق تین مرتبہ یہ الفاظ کہے کہ

---

(۱) (رد المحتار: ۲۹۹/۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۳۰۴/۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، نوع في قوله: أنت حرام، إدارة القرآن كراچى)

(وكذا في البحر الرائق: ۵۲۳/۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات في الطلاق، رشيديه)

(۲) (تنوير الأبصار مع الدر المختار: ۳۰۸/۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۷۷/۱، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۸۴/۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، دار الكتب العلمية بيروت)

''تُو مجھ پر حرام ہے، حرام ہے، حرام ہے اور اپنا مہر لے اور جا''۔ تو طلاق بائن ہوگی یا مغلظہ اور کیا کسی مفتی صاحب کا یہ فرمانا صحیح ہے کہ پہلے لفظ سے بائنہ ہوکر محلِ طلاق نہیں رہی، اس لئے مغلظہ نہ ہوگی، صرف بائن ہوگی؟ بدلیل فتاویٰ عالمگیری کہ: "البائن لا یلحق البائن"(۱) اور بہشتی زیور کے یہ الفاظ کہ ''طلاقِ صریح ہو یا بالکنایہ اگر تین ہوں تو تین ہی مغلظہ ہونے پر دال ہیں''، طبیعت متزلزل ہے، تشفی فرمائیے اگر مواقع کا اختلاف ہوتو تحریر فرمائیے۔

شمشیرخان کمیٹی فیض باغ لاہور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"الصریح یلحق الصریح و یلحق البائن بشرط العدة، والبائن یلحق الصریح"(۲)۔ "الصریح ما لایحتاج إلی نیة، بائناً کان الواقع به أو رجعیاً. لایلحق البائن البائن، اهـ". درمختار(۳)۔ قال الشامي: تحت (قوله: الصریح مالا یحتاج إلی نیة): "ولایرد أنت عليّ حرام علی المفتی به من عدم توقفه علی النیة مع أنه لا یلحق البائن و لا یلحقه البائن لکونه بائناً، لما أن عدم توقفه علی النیة أمرٌ عرض له لا بحسب أصل وضعه، اهـ". رد المحتار: ۷۴۵/۲، باب الکنایات(٤)۔

---

(۱) "ولایلحق البائنُ البائنَ". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۳۷۷/۱، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات، رشیدیه)

(۲) (ردالمحتار مع الدر المختار: ۳۰۶/۳، کتاب الطلاق، باب الکنایات، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۳۷۷/۱، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۸۳/۳، کتاب الطلاق، باب الکنایات، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۳) (الدرالمختار: ۳۰۸/۳، کتاب الطلاق، باب الکنایات، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۳۷۷/۱، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۸۴/۳، کتاب الطلاق، باب الکنایات، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۴) (رد المحتار: ۳۰۶/۳، کتاب الطلاق، باب الکنایات ، سعید)

عباراتِ منقولہ سے چند امور معلوم ہوئے: اول یہ کہ صریح وہ ہے جس میں نیت کی احتیاج نہ ہو، عام اس سے کہ طلاق اس سے رجعی واقع ہو یا بائن۔ دوم یہ کہ بائن کے بعد بائن واقع نہیں ہوتی۔ سوم یہ کہ "أنت علیّ حرام" (تو مجھ پر حرام ہے) سے بلانیت مفتی بہ قول پر طلاق واقع ہو جاتی ہے تو گویا یہ لفظ صریح ہوا اور صریح سے صریح لاحق ہو ہی جاتی ہے اور تین مرتبہ کہنے سے مغلظہ ہو جاتی ہے، تو صورت مسئولہ میں مغلظہ ہو جانی چاہئے۔ "تو مجھ پر حرام ہے" سے نہ بائن کے بعد طلاق واقع ہوتی ہے نہ اس کے بعد بائن ہوتی ہے، کیوں کہ اس کا نیت پر موقوف نہ رہنا بلانیت طلاق واقع ہو جانا اصلِ وضع کی وجہ سے نہیں بلکہ عارض کی وجہ سے ہے، لہذا صورت مسئولہ میں طلاقِ مغلظہ نہیں ہوئی، بائن ہی ہوئی ہے۔

بہشتی زیور کے جو الفاظ آپ نے نقل کئے ہیں، وہ مجھے نہیں ملے، کس باب میں ہیں؟ البتہ چوتھے حصہ کے ص:۲۱، تیرہویں باب، تین طلاق دینے کا بیان، مسئلہ نمبر:۱ کے اخیر میں یہ الفاظ ہیں: "صاف لفظوں میں تین طلاقیں دی ہوں یا گول لفظوں میں، سب کا ایک ہی حکم ہے" (۱)۔ اگر آپ کی مراد یہی الفاظ ہیں تو اس کا حاشیہ بھی دیکھئے لکھا ہے: "بشرطیکہ تینوں طلاقیں واقع ہوگئی ہوں، ایک مرتبہ طلاق بائن دی پھر نکاح کر لیا اس کے بعد دوسری مرتبہ طلاق بائن دی پھر نکاح کر لیا پھر تیسری مرتبہ طلاق بائن دی اب نکاح بھی جائز نہیں"۔ اختری بہشتی زیور (۲)، اب امید ہے کہ کوئی تردد باقی نہ رہے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/۱۰/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر العلوم، سہارنپور، ۱۸/شوال المکرّم/۵۸ھ۔

"فلانة بنت فلان علیّ حرام" کا حکم

سوال[۶۱۷۷]: ما قولكم أيها العلماء العظام والفضلاء الكرام في حق رجل قال لامرأته في حالة الغضب بغير نية الثلاثة و بغير حضورها: "فلانة بنت فلان عليّ حرام" و يطرح ثلاثة مدر في المرة الأولى حتى يقرأ هذه الكلمة ثلاثة مرار، أوقعت الطلاق البائنة أم المغلظة؟ أيجوز نكاح الرجل المذكور بالتحليل أو بغير تحليل؟ بينوا مع عبارات الكتب بالشرح

---

(۱) (بهشتي زيور، حصه چهارم، باب سيزدهم، ص: ۲۹۲، دار الإشاعت كراچي)

(۲) (بهشتي زيور، المصدر السابق)

والتفصيل توجراو بالأجر الجزيل ؟

الجواب حامداً و مصلياً:

"إن قال هذه الكلمة ثلاث مرات، بانت بالأولیٰ، ولم تقع الثانية والثالثة؛ لأن البائن لا يلحق البائن كما صرح فی الدر المختار: ۲/۷۲۶(۱)۔ وإن قالها مرةً ونوى بها الثلاثة، وقعن، وإن نویٰ بها واحدةً، تقع واحدةً، وإن نوى بها ظهاراً كان ظهاراً، وإن نوى إيلاء كان إيلاء:

و فی الدر المختار: "قال لامرأته: أنت عليّ حرام، ونحو ذلك كأنت معی فی الحرام إيلاء، وإن نویٰ التحريم أو لم ينو شيئاً، و ظهاراً إن نواه، و هدر إن نوى الكذب، وذاديانةً، و أما قضاءً فإيلاء، قهستانی. و تطليقة بائنة إن نویٰ الطلاق، و ثلاث إن نواها، ويفتی بأنه طلاق بائن، وإن لم ينوه لغلبة العرف، و لذا لا يحلف به إلا الرجال، اهـ".

درمختار: ۲/۸۵۸(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف غفرلہ، ۱۱/۲/۶۳ھ۔

"اگر فلاں کام نہ کروں تو مجھ پر میری منکوحہ فلاں حرام ہوگئی"

سوال[۶۱۷۸]: مسمی یٰسین تحریر کرکے دیتا ہے کہ "میں فلاں تاریخ تک مسمی قمرو کے مبلغات جو میرے ذمہ واجب الاداء ہیں ادا نہ کروں تو مجھ پر میری منکوحہ مسمات راجی حرام ہوگی"۔اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسمی یٰسین نے وہ مبلغات وقت مقررہ پر شخص مذکور کو ادا نہیں کئے تو اب کیا مسمی یٰسین پر اس کی منکوحہ مسمات راجی حرام ہوگی؟ فقط۔

---

(۱) (ردالمحتار مع الدر المختار: ۳/۳۰۶، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(و كذا فی الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۷، كتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الكنايات، رشيديه)

(و كذا فی الفتاویٰ التاتارخانية: ۳/۲۷۷، كتاب الطلاق، إيقاع الطلاق على المبانة، إدارة القرآن كراچی)

(۲) (الدرالمختار: ۳/۴۳۳-۴۳۵، كتاب الطلاق، باب الإيلاء، سعيد)

(و كذا فی الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۴۸۵، كتاب الطلاق، الباب السابع فی الإيلاء، رشيديه) =

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر مسمیٰ یٰسین اپنی تحریر کا مقر ہے یا اس پر دلیلِ شرعی موجود ہے اور تاریخِ مذکورہ پر اس نے مبلغ مذکور کو ادا نہیں کیا تو اس کی منکوحہ پر اس تحریر کی وجہ سے ایک طلاقِ بائن واقع ہوگی، اس کا حکم یہ ہے کہ اگر مسمی یٰسین اور مسماۃ راجی دونوں رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح درست ہے:"أفتی المتأخرون فی: أنت علیّ حرام، بأنه طلاق بائن للعرف بلانية، الخ". شامی، ص: ٦٦٨(١)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا، ۳/۹/۵۹ھ۔

''تم ہمارے لئے حرام، حرام'' کے بعد پھر ''تم کو چھوڑ دیا، چھوڑ دیا'' کا حکم

سوال[۶۱۷۹]: زید نے اپنی بیوی کو غصہ میں آ کر کہا کہ ''تم ہمارے لئے حرام، حرام''۔ ایک بار نہیں بار بار، پانچ، سات بار کہا اور کہا کہ ''تم کو چھوڑ دیا، چھوڑ دیا''۔ لیکن لفظِ طلاق ایک دفعہ بھی نہیں کہا۔ وہاں پر دو چار آدمی تھے وہ لوگ گواہی دیتے ہیں کہ طلاق کا لفظ ایک دفعہ بھی زبان سے نہیں کہا ہے۔ کیا ان الفاظ سے طلاق واقع ہو جائے گی؟ اور اگر ہوگی تو کونسی؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

لفظ ''حرام'' سے ایک طلاقِ بائن واقع ہوگئی (۲)، پھر ''چھوڑ دیا چھوڑ دیا'' سے دو طلاق اَور واقع ہو کر

= (وکذا فی فتح القدیر: ۴/۲۰۷، ۲۰۸، کتاب الطلاق، باب الإیلاء، مصطفی البابی الحلبی مصر)

(۱) "والفتوی علی قول المتأخرین بانحرافه: أی الطلاق البائن، عاماً کان أو خاصاً" (رد المحتار: ۳/۲۵۲، کتاب الطلاق، باب الصریح، مطلب فی قول البحر: إن الصریح یحتاج فی وقوعه دیانة إلی النیة، سعید)

"(أنت علیّ حرام) والفتوی علی أنه یقع الطلاق البائن وإن لم ینو لغلبة استعمال هذه اللفظة فی هذه البلاد". (الفتاویٰ التاتارخانية: ۳/۳۰۵، أنت علیّ حرام، إدارة القرآن کراچی)

(۲) "أنت علیّ حرام ألف مرة، تقع واحدة". (الدرالمختار). "(قوله: تقع واحدة) و وجهه أنه عبارة عن تکریر هذا اللفظ ألف مرة، و هو لو کرره، لایقع إلا الأول؛ لأن البائن لا یلحق البائن". (رد المحتار علی الدر المختار: ۳/۴۳۸، باب الإیلاء، سعید) ....=

مغلظہ ہوگئی (۱)۔اب بالکل پردہ میں رہ کر عدت گزارے، پھر بعد عدت دوسرے آدمی سے نکاح کرلے۔زید کو نہ رجعت کا حق رہا نہ بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی گنجائش رہی (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۸/۱۳۹۶ھ۔

حلال (جماع) کو حرام کرنے سے طلاق

سوال[۲۱۸۰]: بیوی نے کہا ''میں نے اس کام (جماع) کی قسم کھارکھی ہے'' مرد نے کہا کہ ''اگر تم نے قسم کھارکھی ہے تو میں نے بھی یہ کام حرام کرلیا ہے''۔مرد کہتا ہے کہ میں نے غصہ میں ایسا کہہ دیا تھا، میری نیت طلاق کی نہ تھی۔مطلع فرمائیں کہ طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

صورتِ مسئولہ میں طلاق واقع نہیں ہوئی، البتہ یمین منعقد ہوگئی، اب اگر جماع کرے گا تو کفارۂ یمین

= (وكذا في الفتاوىٰ البزازية: ۱۸۹/۴، كتاب الطلاق، الباب الثاني في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۱۱۵/۴، كتاب الطلاق، باب الإيلاء، رشيديه)

(۱) "ثم فرق بينه و بين سرّحتُك، فإن سرحتك كناية، لكنه في عرف الفرس غلب استعماله في الصريح، فإذا قال: ''رہا کردم'' أي سرحتك، يقع به الرجعي مع أن أصله كناية". (رد المحتار: ۲۹۹/۳، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۷۹/۱، الباب الثاني، الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسية، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۲۲۵/۴، فصل في شرط النية في الكناية، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿الطلاق مرتان فإمساكٌ بمعروف أو تسريح بإحسان.......... فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ الآية. (البقرة: ۲۲۹، ۲۳۰)

"وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة أو ثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها". (الهداية: ۳۹۹/۲، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، شركة علميه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴۷۳/۱، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به، رشيديه)

لازم ہوگا۔ عورت نے چونکہ قسم کھا رکھی ہے تو جماع کی صورت میں تو اس کے ذمہ بھی مستقل کفارہ لازم ہوگا۔ اگر اس طرح کہتا: ''میں نے عورت کو اپنے اوپر حرام کرلیا ہے'' تو طلاق واقع ہوجاتی (۱): ''تحریم الحلال یمین، اھ''. درمختار: ۳/۹٦ (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یوپی۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۳/۱/۲ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۶۳/۱/۲ھ۔

---

(۱) ''ومن الألفاظ المستعملة: الطلاق یلزمنی، والحرام یلزمنی، وعلی الطلاق، وعلی الحرام، فیقع بلانیة للعرف''. (الدرالمختار) وقال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ: ''کذلک فوجب اعتباره صریحاً کما أفتی المتأخرون فی أنت علی حرام بأنّه طلاق بائن للعرف بلانیة مع أن المنصوص علیه عند المتقدمین توقفه علی النیة''. (ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الصریح، مطلب: فی قول البحر: إن الصریح یحتاج فی وقوعه دیانة إلی النیة: ۳/۲۵۲، سعید)

قال العلامة ابن نجیم رحمه الله تعالیٰ: ''کل حل علی حرام، أو أنت علی حرام، أو حلال الله علی حرام، حیث قال المتأخرون: وقع بائناً بلانیة لغلبة الاستعمال بالعرف''. (البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب الطلاق: ۳/۴۴۰، رشیدیه)

(وکذا فی المحیط البرهانی، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات: ۳/۲۷۱، رشیدیه)

(۲) (الدرالمختار، کتاب الأیمان: ۳/۷۳۰، سعید)

قال العلامة القرطبی رحمه الله تعالیٰ: ''تحت قوله تعالیٰ: ﴿قد فرض الله لکم﴾ وأبو حنیفة رحمه الله تعالیٰ یراه یمیناً فی کل شئ، ویعتبر الانتفاع المقصود فیما یحرمه، فإذا حرم طعاماً، فقد حلف علی أکله''. (الجامع لأحکام القرآن للقرطبی (سورة التحریم: ۲): ۱۸/۱۲۰، دارالکتب الغلمیة بیروت)

قال العلامة الآلوسی رحمه الله تعالیٰ: ''الحلال علیّ حرام .... قال أبوبکر وعمر وزید وابن مسعود وابن عباس و عائشة وابن المسیب وعطاء طاؤس وسلیمان بن یسار وابن جبیر وقتادة والحسن والأوزاعی و أبو ثور رضوان الله تعالیٰ علیهم أجمعین وجماعة: هو یمین یکفرها''. (تفسیر روح المعانی (سورة التحریم: ۲): ۲۸/۱۴۸، دارإحیاء التراث العربی بیروت)

قال العلامه محمود بن احمد رحمه الله تعالیٰ: ''وکذلک هذا الحکم فی جانب المرأة إذا =

''اگر ہمبستری کروں تو حرام کروں'' کا حکم

سوال[۶۱۸۱]: ایک شخص کو ڈاکٹروں نے علاج کے سلسلہ میں ہمبستری کرنے سے منع کیا کہ کم از کم فائدہ ہونے کے لئے چالیس دن ہمبستر نہ ہونا، اس شخص نے ہمبستری سے بچنے کے لئے اپنی بیوی سے کہا کہ ''اگر میں تجھ سے ہمبستری چالیس دن سے پہلے کروں تو حرام کروں''۔ اور یہ الفاظ کئی بار کہے، لیکن وہ اپنے نفس پر قابو نہ پاکر چالیس دن کے اندر ہی جماع کر بیٹھا، اور جب ایک مرتبہ کرلیا تو اس نے سوچا کہ اب بار بار کرنے میں کیا حرج ہے، لہٰذا بار بار کیا۔ اب سوال یہ ہے کہ اس شخص پر کیا جرم عائد ہوگا؟

الجواب حامداً و مصلياً:

جس شخص نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ ''اگر میں تجھ سے ہمبستری کروں، چالیس دن سے پہلے تو حرام کروں''۔ اس کے بعد چالیس دن سے پہلے ہم بستری کرلی، تو اس کے ذمہ قسم کا کفارہ لازم ہوگا (۱)، وہ یہ کہ دس غریبوں کو دو وقت شکم سیر ہوکر کھانا کھلائے، یا ان کو پہننے کے کپڑے دے، اتنی استطاعت نہ ہو تو تین روزے مسلسل رکھے، ایک دفعہ ہمبستری کرنے کا یہ کفارہ ہے، اس کے بعد ہمبستری کرنے پر کوئی کفارہ نہیں، قسم ختم ہوگئی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۴/۶ھ۔

= قالت لزوجها: أنت عليّ حرام، أو قالت: أنا عليک حرام، كان يميناً، ولزمها الكفارة". (المحيط البرهاني، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات: ۳/ ۳۷۱، رشيديه)

(۱) چونکہ حلال کو اپنے اوپر حرام کرنا یمین کے حکم میں ہے، اس لئے اس شخص پر بصورتِ عدمِ وفائے یمین قسم کا کفارہ لازم ہے:

"لأن تحريم الحلال يمينٌ". (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/ ۵۱۹، كتاب الطلاق، باب التعليق، فصل في تحريم الحلال، رشيديه)

(۲) "(وكفارته) .... (تحرير رقبة أو إطعام عشرة مساكين) .... (أو كسوتهم بما) يصلح للأوساط و ينتفع به فوق ثلاثة أشهر، و يستر عامة البدن) .... (وإن عجز عنها) كلها (وقت الأداء) عندنا...... (صام ثلاثة أيام ولاءً)". (الدر المختار: ۳/ ۷۲۵ تا ۷۲۷، كتاب الأيمان، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ البزازية: ۱/ ۲۶۵، كتاب الأيمان، نوع آخر في الكفارة، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/ ۴۸۱، كتاب الأيمان، فصل الكفارة، مكتبه شركت علميه ملتان)

''تجھ پر میرے گھر کا کھانا حرام ہے'' کہنے سے طلاق

سوال[۶۱۸۲]: زید نے اپنی منکوحہ سے کہا کہ ''تجھ پر میرے گھر کا کھانا حرام ہے، کسی عالم سے پوچھ لے''۔ جس سے منکوحہ نے پردہ شروع کر دیا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ زید اس سے پہلے بھی ایک مرتبہ طلاق دے چکا ہے، لیکن ایک صاحب کے سمجھانے سے اس کی منکوحہ نے اپنے تعلقات باقی رکھے۔ اب جملۂ ماقبل کہ ''تجھ پر میرے گھر کا کھانا حرام ہے کسی عالم سے پوچھ لے'' طلاق ماقبل پر دلالت کرتا ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ طلاق ہوئی یا نہیں، اگر ہوئی تو کون سی؟ اور کیا اس صورتِ حال کے پیشِ نظر کوئی ایسی صورت ہے جس سے تعلقات باقی رکھے جائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس جملہ سے کہ ''تجھ پر میرے گھر کا کھانا حرام ہے'' کوئی طلاق نہیں ہوئی، نہ یہ کسی ماقبل کی طلاق پر دلالت کرتا ہے، جب کہ اس پہلی طلاق کے بعد رجعت ہو کر تعلقِ زوجیت باقی رہا ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

بیوی کو نکاحِ ثانی کی اجازت سے طلاق کا حکم

سوال[۶۱۸۳]: محمد رضی کی شادی ماہ جنوری/ ۳۹ء کو مسماۃ زہرہ بیگم بنت عبداللہ شاہ سے ہوئی تھی، مگر رخصت نہیں ہوئی تھی، اتفاقِ وقت محمد رضی مذکور کا اس کی ہمشیرہ و مادر سے کسی خانگی معاملہ پر باہم جھگڑا و فساد ہوا اور اسی فساد کے دوران میں جب کہ اس کو سخت غصہ آ رہا تھا اور بہت زیادہ بدحواس تھا، اس نے اسی بدحواسی کے عالم میں مورخہ ۱۱/نومبر/ ۳۹ء کو مضمون مندرجہ ذیل کا خط بذریعۂ ڈاک اپنے خسر کے نام میرٹھ سے شہر لاہور روانہ کر دیا۔

---

(۱) "الرجعة استدامة الملک، ألا ترى أنه سمى إمساكا وهو الإبقاء". (الهداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۳۹۴/۲، شركة علميه)

"هي استدامة الملك القائم بلا عوض مادامت في العدة". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۳۹۷/۳، ۳۹۸، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۷۹/۲، مكتبه غفاريه كوئٹه)

اس کے بعد اس کے خسر نے پدر محمد رضی کے نام لاہور سے میرٹھ مضمون مندرجہ ذیل کا خط روانہ کیا اور یہ بھی تحریر کیا کہ تمہارے لڑکے نے میری لڑکی کو کس بنا قصور پر بلاوجہ طلاق دیدی، اور یہ طلاق دینا تمہارے علم میں ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں پدر محمد رضی نے تحریر کر دیا کہ جو کچھ معاملہ گزرا ہے، وہ میرے علم سے قطعی باہر ہے۔

مضمون کارڈ محمد رضی نسبت طلاق

''مسٹر عبداللہ شاہ صاحب! تم کو معلوم ہے کہ میں نے تم کو اور تمہارے تمام رشتہ داروں کو اس شادی کے معاملہ میں دیکھ لیا ہے، جو کام بھی ہوتے ہیں منجانب اللہ ہوا کرتے ہیں، اس لئے میں اپنی دنیا و آخرت نہیں خراب کرنا چاہتا ہوں، تم اگر چہ اس وقت ناراض رہے، یہ تمہاری مرضی، تمہارا سب سامان میرے مکان پر رکھا ہے جس وقت تمہاری مرضی ہو سب سامان بخوشی آ کر لیجا سکتے ہو اور میں تمہارے خیال کے مطابق اور اپنے اوپر سے اس بارِگراں کو خیر باد کہتا ہوں اور اجازت دیتا ہوں ''جس جگہ تمہاری مرضی ہو، اپنی لڑکی کی دوسری شادی فوراً کر دو، اور اس کو بھی میری طرف سے اجازت ہے، وہ شادی کر سکتی ہے، میری طرف سے اس کو مطلقاً طور سے طلاق ہے''۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر کارڈ کا مضمون محمد رضی کا ہے اور وہ اس کا اقرار کرتا ہے تو شرعاً اس کی زوجہ پر ایک طلاقِ بائن واقع ہوگئی (۱) اس لئے کہ اس تحریر میں طلاق کے لئے تین الفاظ: ایک ''جس جگہ تمہاری مرضی ہو، اپنی لڑکی کی دوسری شادی فوراً کر دو'' دوسرا ''اور اس کو بھی میری طرف سے اجازت ہے وہ شادی کر سکتی ہے'' یہ دونوں لفظ کنایات

---

(۱) ''رجل استكتب من رجل آخر إلى امرأته كتاباً بطلاقها، و قرأه على الزوج، فأخذه و طواه و ختم و كتب في عنوانه و بعث به إلىٰ امرأته، فأتاها الكتاب و أقرّ الزوج أنه كتابه، فإن الطلاق يقع عليها''.

(الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۹، كتاب الطلاق، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية: ۳/۳۸۰، كتاب الطلاق، إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن، كراچی)

(وكذا في رد المحتار: ۳/۲۴۶، كتاب الطلاق، مطلب في الطلاق بالكتابة، قبيل باب الصريح، سعيد)

طلاق سے ہیں اور طلاق ہی کے لئے استعمال کئے گئے ہیں(۱)، تیسرا لفظ صریح طلاق کا ہے۔ پہلے لفظ سے ایک طلاق بائن واقع ہوگئی، چونکہ رخصت نہیں ہوئی اس لئے دوسرے تیسرے لفظ کا محل باقی نہیں رہا، پس دوسرا اور تیسرا لفظ بیکار گیا۔ اب طرفین اگر رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح درست ہے، رخصت سے قبل طلاق واقع ہونے کی وجہ سے عدت واجب نہیں:

"وإذا طلق الرجل امرأته ثلاثاً قبل الدخول بها، وقعن عليها. وإن فرق الطلاق، بانت بالأولىٰ، ولم تقع الثانية والثالثة، اهـ". عالم گیری:۲/۳۹۱(۲)۔ "أربع من النساء لا عدة عليهن: المطلقة قبل الدخول". عالم گیری:۲/۵۵۰(۳)۔

ہاں! اگر پہلے لفظ سے تین طلاق کی نیت کی ہے تو تین واقع ہوکر مغلظہ ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے درست نہیں:"ولو قال: تزوجي، ونوى الطلاق أو الثلاث، صح، وإن لم ينو شيئاً، لم يقع، كذا في العتابية، اهـ". فتاویٰ عالم گیری:۲/۳۹۵(٤)۔

---

(۱) "وفي القنية: اذهبي وتزوّجيْ، تقع واحدة بلا نية". (الدر المختار). "لو قال: اذهبي فتزوجي، وقال: لم أنو الطلاق، لا يقع شيء". (ردالمحتار: ۳/۳۱۴، كتاب الطلاق، باب الكنايات، قبيل التفويض، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۶، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان: ۱/۴۶۸، كتاب الطلاق، فصل في الكنايات والمدلولات، رشيديه)

(۲) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۳، كتاب الطلاق، الفصل الرابع في الطلاق قبل الدخول، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۲۸۴، ۲۸۶، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۴/۲۹۸، فصل فيما يرجع إلى المرأة، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۵۲۶، كتاب الطلاق، الباب الثالث عشر في العدة، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۴/۴۱۴، فصل فيما يتعلق بتوابع الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۴/۵۷، الفصل الثامن والعشرون في العدة، إدارة القرآن كراچی)

(۴) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۶، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار: ۳/۳۱۴، باب الكنايات، قبيل التفويض، سعيد)

حلالہ کی صورت یہ ہے کہ اب کسی اَور شخص سے زہرہ بیگم کا نکاح کیا جائے اور وہ شخص صحبت کرنے کے بعد طلاق دے یا مرجائے تو پھر عدت گزار کر محمد رضی سے نکاح ہو سکے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ ۱۰/ ۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/ شوال/ ۵۸ھ۔

''آپ اپنی لڑکی کی شادی کہیں کر دینا'' سے طلاق

سوال[۶۱۸۴]: **نقل خط عظمت علی جو کہ ہندی میں ہے**

جناب صوفی صاحب!

السلام علیکم عرض ہے!

اور بات یہ ہے کہ جیسا کہ میں نے تمہارے ساتھ کیا وہ اچھا نہیں کیا اور میں بہت غلط آدمی نکلا، میں مجبور ہوں، اب میں کچھ نہیں کر سکتا، اور یہ خط میں نے بمبئی سے ڈالا ہے۔ میں کل کو بمبئی سے پانچ سال کے لئے امریکہ جارہا ہوں، تاکہ میں یہاں کے طوفان سے بچ سکوں، اب اگر آپ کو پانچ سال رُکنا ہو اور پیسوں کو بھی پانچ سال روکنا ہو تو رکنا، ورنہ ''میری طرف سے اجازت ہے، آپ اپنی لڑکی کی شادی کہیں کر دینا'' اور میرا خدا جانتا ہے میں نہیں چاہتا کہ کسی کی زندگی خراب کی جائے۔ آپ کی لڑکی شریف لڑکے کے لائق ہے، میں بہت غلط انسان ہوں۔ آپ گھر والوں سے لے لینا میرے نام سے، اگر آپ نے نالش کی تو کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا، میں کل یہاں سے روانہ ہی ہو جاؤں گا، آپ نالش کریں تو گھر والوں کے نام اور مجھ جیسے بے وقوف کی ہو سکے تو غلطی معاف کر دینا۔

عظمت علی۔

زبانی طلاق بھی بموجودگی لڑکی دے چکا ہے۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

شوہر کے خط کے ترجمہ میں یہ لفظ ہے ''آپ اپنی لڑکی کی شادی کہیں کر دینا'' خط کے سیاق وسباق سے

معلوم ہوتا ہے کہ اس کی نیت اس لفظ سے طلاق کی ہے اس لئے اس لفظ سے ایک طلاق بائن ہوگئی (۱)، نیز جب کہ اس نے زبانی بھی طلاق دیدی ہے تو اب اس میں شبہ کی کیا گنجائش ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

’’تم اپنی لڑکی کا دوسرا عقد کرلو‘‘ سے طلاق

سوال [۶۱۸۵]: تقریباً سولہ سال قبل جب کہ میری عمر تقریباً چھ سال کی تھی، میرے والد نے میرا عقد کردیا تھا، آج تقریباً پانچ سال ہوئے شوہر نے اپنا دوسرا عقد کرلیا اور آج تک جب سے نکاح ہوا، میں باپ کے گھر رہتی ہوں، میں شوہر کے یہاں نہیں گئی، شوہر مجھ سے ہمیشہ بے تعلق رہا، اور آج ایک یا دو بچوں کا باپ بن گیا ہے۔ جب دوسرا عقد کررہا تھا تو میں نے اپنے والد وغیرہ کو بھیج کر عقدِ ثانی کی رکاوٹ کی، تو یہ جواب دیا کہ ’’میں اپنا عقد دوسرا کررہا ہوں، تم اپنی لڑکی کا دوسرا عقد کرلو‘‘۔ میرے والد وغیرہ جو پنچوں کے ہمراہ گئے تھے یہ جواب سن کر واپس آگئے اور ایک ایک سال کے وقفہ کے بعد کئی بار گئے، لیکن انہوں نے کوئی فیصلہ کن بات نہیں کی۔

لہٰذا علمائے دین سے درخواست ہے کہ نہ تو میں جانا پسند کروں اور نہ ہی میری اتنی ہمت ہے کہ اپنی زندگی بغیر کسی شوہر کے گزار سکوں، مجھے اندیشہ ہے کہ میں باعفت نہ رہ سکوں اور نہ ہی میرا کوئی وسیلہ ہے۔ میرے والد نہایت غریب ہیں جو کہ وقتاً فوقتاً فاقے نوش رہتے ہیں۔ اور بلوغت کے بعد سے میری زندگی بہت تلخ ہوگئی، لہٰذا میں درخواست کرتی ہوں کہ میرا نکاح فسخ کیا جائے، میں مظلوم ہوں میری مدد کی جائے۔ چھ گواہوں کے دستخط بھی سوال پر موجود ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شوہر نے یہ الفاظ بہ نیتِ طلاق کہے ہیں کہ ’’میں اپنا عقد کررہا ہوں، تم اپنی لڑکی کا دوسرا عقد کرلو‘‘

---

(۱) ”و بابتغي الأزواج، تقع واحدة بائنة إن نواها“. (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۵، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق: ۲/۳۶۰، كتاب الطلاق، باب الكنايات، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ البزازية: ۱/۱۹۷، كتاب الطلاق، نوع آخر: اذهبيْ و تزوجيْ، رشيديه)

تو اس سے بھی طلاق ہوگئی، کسی جدید فیصلہ کی ضرورت نہیں، اگر شوہر یوں کہے کہ میں نے طلاق کی نیت سے یہ نہیں کہا تب کسی دوسری تدبیر کی ضرورت ہوگی (۱)، پھر اس وقت شرعی کمیٹی کے ذریعہ فیصلہ کرالینا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

''جہاں آپ کی لڑکیوں کی قدر ہو وہاں کرو'' سے طلاق

سوال [۶۱۸۶]: شوہر نے اپنے خسر کو خط میں لکھا: ''آپ کی لڑکیوں کی کوئی قدر نہیں ہوگی خانپور میں، مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ آپ اتنے خراب آدمی ہیں، حنیف تو گیسو پور آئے گا نہیں، بس اتنے دن کا ہی رشتہ تھا، میری طبیعت بالکل بھر گئی گیسو پور سے''۔

دوسرے خط میں لکھا: ''اب جہاں آپ کی لڑکیوں کی قدر ہو وہاں کرو، آپ کی لڑکیوں کی یہاں پر قدر نہیں ہوگی''۔

ہماری برادری میں جب کسی کو طلاق کی نیت ہوتی ہے اور رشتہ داری کو ختم کرنا مقصود ہوتا ہے تو وہ ایسے ہی الفاظ اور جملہ بولتا ہے جس سے سمجھا جاتا ہے کہ ہماری رشتہ داری ختم ہوگئی۔ لہٰذا مذکورہ خط کی وجہ سے طلاق ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو کونسی؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جملہ اخیر ''اب جہاں آپ کی لڑکیوں کی قدر ہو وہاں کرو'' کا مطلب اگر یہ ہے کہ جہاں ان کی قدر ہو وہاں ان کا نکاح کرو اور بہ نیتِ طلاق یہ جملہ لکھا ہے تو اس سے ایک طلاق واقع ہوگی (۲)، اگر طرفین رضامند

---

(۱) "و بابتغی الأزواج تقع واحدة بائنة إن نواها". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۳۷۵، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات، رشیدیه)

(وکذا فی النهر الفائق: ۲/۳۶۰، کتاب الطلاق، باب الکنایات، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاویٰ البزازیة: ۱/۱۹۷، کتاب الطلاق، نوع آخر: اذْهَبِیْ و تزوَّجِیْ، رشیدیه)

(۲) (راجع الحاشیة المتقدمة آنفاً)

ہوں تو دوبارہ نکاح کرسکتے ہیں، حلالہ کی ضرورت نہیں۔ اگر یہ بھی طلاق کی نیت سے نہیں کہا تو اس سے بھی طلاق نہیں ہوئی، بقیہ کوئی جملہ ایسا نہیں جس سے طلاق کا حکم کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

''دوسرا رشتہ قائم کرنے کی اجازت'' سے طلاق

سوال [۶۱۸۷]: قمر جہاں کا عقد مسمی اظہر الدین سے ہوا تھا، اظہر الدین نے بخطِ ہندی ایک خط اپنے خسر کو لکھا ہے، اس سے طلاق ہوگئی یا نہیں؟

نقل خط:

''جناب چچا صاحب! آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ آپ کی بیٹی قمر جہاں کا گزر میرے ساتھ نہیں ہوسکتا، اس لئے آپ لوگوں سے عرض کرتا ہوں کہ ''آپ لوگوں کو دوسرا رشتہ قائم کرنے میں شوق سے اجازت دیتا ہوں''۔

اَور بہت سی گھریلو باتیں لکھی ہیں۔ مندرجہ بالا خط کے جز سے طلاق ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اظہر الدین سے دریافت کیا جائے اس نے یہ تحریر لکھی ہے یا نہیں، پھر اگر لکھی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنا تعلقِ نکاح قمر جہاں سے ختم کردیا اور دوسری جگہ نکاح کی اجازت دیدی، یا کچھ اَور مطلب ہے؟ اگر وہ یہ کہے کہ: ہاں میں نے یہ تحریر لکھی ہے (۱) میرا مطلب یہی ہے تو تحریر کے وقت قمر جہاں پر طلاقِ بائن

---

(۱) قال العلامة محمد امین ابن عابدین الشامی رحمه الله تعالیٰ: ''وکذا کل کتاب لم یکتبه بخطه، ولم یمله بنفسه، لایقع الطلاق مالم یقرّأنه کتابه''. (ردالمحتار علی الدر المختار: ۲۴۷/۳، کتاب الطلاق، الطلاق بالکتابة، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۳۷۹/۱، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابة، رشیدیه) .... =

واقع ہوگئی (۱)، جس کا حکم یہ ہے کہ اگر دونوں رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے ورنہ بعد عدت قمر جہاں دوسرے شخص سے نکاح کی حقدار ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۳/۵ھ۔

''اب تجھ کو اجازت ہے، میرے چھوٹے بھائی سے نکاح کرلینا'' سے طلاق

سوال [۶۱۸۸]: منکہ مسماۃ زیب النساء بنت رحم الٰہی میرا نکاح بوجہِ لاعلمی ایک شخص سے ہوگیا تھا کہ وہ ڈاکو تھا، اس سلسلہ میں اس کو بیس سال کی سزا ہوگئی تھی جس کو عرصہ سات سال ہوگیا، جس وقت اس کو سزا ہوئی اس وقت اس نے مجھ سے یہ الفاظ کہے تھے کہ ''اب تجھ کو میری طرف سے اجازت ہے کہ میرے چھوٹے بھائی سے نکاح کرلینا'' لہٰذا اس کے فرمان کے بموجب بیٹھی رہی، مگر اس کے چھوٹے بھائی نے میری طرف کوئی توجہ نہیں کی اور اپنا دوسری جگہ نکاح کرلیا۔ یہ میرا بیان حلفیہ ہے، اگر میں جھوٹ بولوں تو اس گناہ کی میں مرتکب ہوں گی، اس لئے درخواست ہے کہ میں اس وقت دو حادثوں کے درمیان مبتلا ہوں: ایک تو میں نوعمر خوفِ گناہ، دوسرے فاقہ مستی، لہٰذا اگر شریعت مطہرہ مجھ کو اجازت دیدے تو میں اپنا نکاح ثانی کر کے اطمینان سے زندگی بسر کرلوں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر واقعہ اسی طرح ہے تو آپ کو دوسری جگہ شرعاً نکاح کی اجازت ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۷/۹ھ۔

= (وکذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۴۷۱/۱، کتاب الطلاق، فصل فی الطاق بالکتابة، رشیدیه)

(۱) ''و لو قال لها: إذْهَبِیْ فتزوّجِیْ، تقع واحدة إذا نوی، فإن نوی الثلاث، تقع الثلاث''. (الفتاویٰ العالمکیرية: ۳۷۶/۱، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات، رشیدیه)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۴۶۸/۱، کتاب الطلاق، فصل فِی الکنایات والمدلولات، رشیدیه)

(وکذا فی مجمع الأنهر: ۴۰۴/۱، کتاب الطلاق، فصل فی الکنایات، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(۲) ''إذا کان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن یتزوجها فی العد ة وبعد انقضائها''. (الفتاویٰ العالمکیرية: ۴۷۲/۱، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعة الخ، رشیدیه)

(وکذا فی مجمع الأنهر: ۴۳۷/۱، ۴۳۸، کتاب الطلاق، باب الرجعة، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(۳) ''و بابتغی الأزواج تقع واحدةٌ بائنة إن نواها، .... ولو قال لها: اذْهَبِیْ فتزوّجِیْ، تقع واحدة إذا=

''تُو میری ماں ہے، مجھ کو تجھ سے کوئی کام نہیں، تُو اپنے ماں باپ کے یہاں چلی جا''

سوال[۶۱۸۹]: ایک شخص نے اپنی بیوی کے سامنے سے قرآن شریف پڑھتے ہوئے اٹھا کر بہت بے ادبی سے دوسری جگہ ڈال دیا اور یہ کہا کہ ایسا قرآن اور نماز پڑھنے سے کیا فائدہ سب بیکار ہے اور پھر یہ کہا ''تُو میری اماں ہے، مجھ کو تجھ سے کوئی کام نہیں، تُو اپنے ماں باپ کے یہاں چلی جا''۔ اس کے بعد وہ شخص خود اپنی بیوی کو اس کے ماں باپ کے یہاں چھوڑ گیا، عرصہ ایک سال کا ہوا کوئی خبر نہ لی، اب اس کے واسطے شرع کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

قرآن کریم کی بے ادبی کرنا سخت ترین گناہ ہے، اس سے ایمان جاتا رہتا ہے(۱)۔ جب اس نے اپنی بیوی کو یہ کہا کہ ''مجھ کو تیرے سے کوئی کام نہیں، تو اپنے ماں باپ کے یہاں چلی جا'' تو اس سے طلاق کی نیت کی یا نہیں، اگر طلاق کی نیت سے یہ کہا تب تو طلاق واقع ہوگئی (۲) اور بعد عدت عورت کو نکاحِ ثانی درست ہے۔ اگر طلاق کی نیت نہیں کی تو طلاق نہیں ہوئی، اب عورت کو چاہئے کہ حاکم مسلم با اختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش

= نوى، فإن نوى الثلاث تقع الثلاث". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۵، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في فتاویٰ قاضی خان: ۱/۴۶۸، كتاب الطلاق، فصل في الكنايات والمدلولات، رشيديه)

(۱) "وفي الفتح: من هزل بلفظ كفر، ارتد". (الدرالمختار). "لأن التصديق وإن كان موجوداً حقيقةً لكنه زائل حكماً؛ لأن الشارع جعل بعض المعاصي أمارةً على عدم وجوده كالهزل المذكور، وكما لو سجد لصنم أو وضع مصحفاً في قاذورة، فإنه يكفر". (ردالمحتار: ۴/۲۲۲، باب المرتد، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية: ۵/۳۲۲، كتاب الكراهية، الباب الخامس في آداب المسجد، رشيديه)

(۲) "إذهبِيْ إلى جهنم، يقع إن نوى، خلاصة. وكذا إذهبِيْ عني وفسختُ النكاح". (الدر المختار: ۳/۳۱۴، باب الكنايات، قبيل تفويض الطلاق، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۶، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في فتاویٰ قاضی خان: ۱/۴۶۸، كتاب الطلاق، فصل في الكنايات، رشيديه)

کرے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے وہ میرے حقوق ادا نہیں کرتا، اس پر حاکم مسلم شوہر کو بلا کر کہے کہ تم اپنی زوجہ کے حقوق ادا کرو یا طلاق دیدو، ورنہ ہم تفریق کردیں گے، اس پر شوہر کوئی صورت اختیار کرے تو خیر ورنہ حاکم مسلم با اختیا تفریق کردے، پھر بعد عدت عورت کو نکاح ثانی جائز ہے۔ اور بہتر تو یہ ہے کہ شوہر سے کسی طرح طلاق حاصل کرلی جائے یا خلع کرلیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۵/۸/۶۱ھ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۵/شعبان/۶۱ھ۔

لفظ ''نکاح سے الگ کرنے'' سے طلاق

سوال [۶۱۹۰]: ایک شخص اپنی بیوی کو اس کے پس غیبت میں اپنے احباب کے سامنے یہ کہا کہ ''میں نے اپنی بیوی کو اپنے نکاح سے الگ کردی'' اس شخص نے یہ الفاظ دو مرتبہ کہے۔ تو کیا ان جملوں سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے اور کیا فریقین باہمی رضامندی سے عدت کے اندر یا بعد عدت تجدیدِ نکاح کرسکتے ہیں یا نہیں؟ اگر کرلیں تو یہ نکاح شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً:

اگر طلاق کی نیت سے ایسا کہا ہے تو اس سے طلاق بائن واقع ہوگئی (۱) اور اگر دونوں رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح شرعاً درست ہے (۲)، حلالہ کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۲/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۲/۸۸ھ۔

---

(۱) "لا تطلق بها إلا بنية أو دلالة الحال .... وهي: بائن، بتة، بتلة، حرام، خلية، بريئة، يحتمل النسبة إلى الشر: أي بريئة من حسن الخلق .... و يحتمل أن أنت بريئة من النكاح". (البحر الرائق: ۵۱۸/۳، ۵۲۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، رشيديه)

(و كذا في تبيين الحقائق: ۷۸/۳، باب الكنايات، دار الكتب العلمية، بيروت)

(و كذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۲۹۶/۳، ۲۹۸، باب الكنايات، سعيد)

(۲) "وينكح مبانته بما دون الثلاث في العدة و بعدها بالإجماع". (الدر المختار: ۴۰۹/۳، كتاب =

’’عورت کو اپنے سے الگ کرتا ہوں‘‘ سے طلاق

سوال[۶۱۹۱]: مسئلۂ ذیل میں شریعتِ مطہرہ کا کیا حکم ہے: زید نے پنچایت کے روبرو یہ کہا کہ ’’اس عورت کو میں اپنے سے پنچوں کے سامنے الگ کرتا ہوں، اپنے سے الگ کرنا چاہتا ہوں‘‘۔ اور اس کی بیوی اس مکان میں جس میں لوگ جمع تھے نہ تھی، بلکہ محلّہ میں پڑوسی کے مکان میں تھی، بعدہ اس عورت کو بلایا گیا، جب وہ عورت حاضر ہوگئی تو بکر نے عورت کو غلط خبر دی کہ تیرے خاوند نے تجھ کو طلاق دیدی ہے۔ کیا بکر کے غلط خبر دینے سے یا مندرجہ بالا الفاظ سے طلاق ہوگئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ فقط۔

مرسلہ: عزیز بیگ، محلّہ لوہان سرائے، مورخہ ۱۴/ مارچ/ ۳۹۔

الجواب حامداً و مصلياً:

’’الگ کرنا چاہتا ہوں‘‘ ارادہ اور خواہش کا اظہار ہے، اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ’’اپنی عورت کو پنچوں کے سامنے اپنے سے الگ کرتا ہوں‘‘ یہ کنایاتِ طلاق سے ہے، اگر بہ نیتِ طلاق یہ الفاظ زید نے کہے ہیں تو ان سے ایک طلاقِ بائنہ واقع ہوگی ورنہ نہیں (۱)۔ جس طرح صیغۂ ماضی سے بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے اسی طرح صیغۂ حال سے بھی ہوجاتی ہے، کما صرح به في الهندية والدرالمختار (۲)۔

غلط خبر دینے سے کچھ نہیں ہوتا، تاوقتیکہ شوہر اقرار نہ کرے، یا اس کے پاس گواہ موجود نہ ہوں، البتہ اگر

= الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(وكذا في البحرا الرائق: ۹۴/۴، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير: ۱۷۶/۴، فصل فيما تحل به المطلقة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۱) ’’ففي حال مذاكرة يقع الطلاق في الألفاظ كلها إلا بالنية، والقول قول الزوج في ترك النية مع اليمين .... لو قال في حال مذاكرة الطلاق: باينتك أو أبنتك أو أبنت منك .... فقالت: اخترت نفسي، يقع الطلاق‘‘. (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۷۵/۱، كتاب الطلاق، باب الكنايات، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۲۳۶/۴، كتاب الطلاق، فصل في الكناية في الطلاق، دارالكتب العلميه بيروت)

(۲) ’’و يقع بها: أي بهذه الألفاظ و ما بمعناها من الصريح، و كذا المضارع إذا غلب في الحال مثل أطلقك، كما في البحر‘‘. (الدرالمختار مع رد المحتار: ۲۴۸/۳، كتاب الطلاق، باب الصريح مطلب: سن بوش، يقع به الرجعي، سعيد)

عورت کوایک عادل شخص خبر دے کہ تیرے شوہر نے طلاق دیدی ہے اور عورت کواس کے صدق کا یقین یا غلبۂ ظن ہے تو عورت کو یہی سمجھنا چاہئے کہ طلاق دیدی ہے، لیکن اگر شوہر انکار کردے تو قضاءً طلاق ثابت نہ ہوگی۔ صورت مسئولہ میں اگر زید نے صیغۂ حال بہ نیتِ طلاق بولا ہے اور اس کی خبر بکر نے دی ہے تو یہ خبر غلط نہیں بلکہ صحیح ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/ ۷/ ۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۴/ محرم/ ۵۸ھ۔

لفظ ''میں نے الگ کردی'' سے طلاق

سوال [۶۱۹۲]: ہندہ کا نکاح محمد احمد سے ہوا مگر جب وہ نالائق نکلا تو محمد احمد پر طلاق کے لئے زور دیا گیا، جب اس کو سختی سے کہا گیا تو اس نے کہا کہ ''میں نے آپ کے کہنے سے اس کو الگ کردی، میں اپنے گھر چلا جاؤں گا''۔ چلتے وقت اس نے کہا کہ میں نے طلاق نہیں دی ہے یہ زبردستی ہے۔ تو اس طرح طلاق ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

محمد احمد نے جو الفاظ کہے ہیں کہ ''میں نے آپ کے کہنے سے اس کو الگ کردی'' اگر یہ بہ نیتِ طلاق کہے ہیں تو طلاق بائن واقع ہوگئی (۲)، اگر طرفین رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح بھی درست ہوسکتا ہے (۳)۔ اگر

---

(۱) "لو قال بالعربية: أطلق، لايكون طلاقاً، إلا إذا غلب استعماله للحال، فيكون طلاقاً". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/ ۳۸۴، كتاب الطلاق، الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسية، رشيديه)

(۲) "لا تطلق بها إلا بنية أو دلالة الحال .... وهي: بائن، بتة، بتلة، حرام، خلية، بريئة يحتمل النسبة إلى الشر: أي بريئة من حسن الخلق .... ويحتمل: أن أنت بريئة من النكاح". (البحرالرائق: ۳/ ۵۱۸، ۵۲۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/ ۷۸، باب الكنايات، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۳/ ۲۹۶، ۲۹۸، باب الكنايات، سعيد)

(۳) "إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/ ۴۷۲، الباب السادس في الرجعة الخ، رشيديه) .... =

بہ نیتِ طلاق نہیں کہے تو طلاق نہیں ہوئی بدستور نکاح قائم ہے۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، ۱۸/ ۶/ ۸۷ھ۔

''زوجیت سے الگ کرتا ہوں'' سے طلاق

سوال[۶۱۹۳]: یونس بنام محترمہ افروز جہاں بیگم دختر اعجاز احمد شہر میرٹھ بذریعۂ تحریر ہذا آپ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آپ سے شرع کی وجہ سے میرا اور آپ کا بطورِ شوہر اور بیوی کے رہنا ممکن نہیں ہے، لہٰذا بذریعۂ تحریر ہذا میں آپ کو طلاقِ بائن کے ذریعہ اپنی زوجیت سے تاریخ امروز میں الگ کرتا ہوں، آج سے میرا اور آپ کا تعلق شوہر اور بیوی کا نہیں رہا''۔ نیز آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ میں نے آپ کا دین مہر مبلغ دو ہزار پانچ سو روپیہ حساب ڈاکٹر ایل ایچ زبیری صاحب کے پاس جمع کرادیا ہے، آپ ہمارے سب ہی زیورات جو آپ کے پاس ہیں واپس کردیں اور جب چاہیں ڈاکٹر صاحب موصوف سے اپنا دین مہر مذکورہ بذریعۂ رسید وصول کرلیں۔فقط۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر شوہر کو اس تحریر کا اقرار ہے اور اس نے اس کو پڑھ کر یا سن کر اس پر دستخط کئے ہیں تو طلاق بائن واقع ہوگئی (۱)، اس کا حکم یہ ہے کہ اگر دونوں رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے خواہ عدت میں کیا جائے یا بعد

= (وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۴۳۷، ۴۳۸، باب الرجعة، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(۱) "إذا قال لها: أبرأتک عن الزوجية، يقع الطلاق من غير نية". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۶، باب كنايات، رشيديه)

"رجل استكتب من رجل أخر إلى امرأته كتاباً بطلاقها، وقرأه على الزوج، فأخذه و طواه و ختم و كتب في عنوانه، وبعث به إلى امرأته، فأتاها و أقر الزوج أنه كتابه، فإن الطلاق يقع عليها".

(الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۹، كتاب الطلاق، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۳/۳۸۰، كتاب الطلاق، إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن، كراچی)

(وكذا في ردالمحتار: ۳/۲۴۶، مطلب في الطلاق بالكتابة، قبيل التفويض، سعيد)

عدت، حلالہ کی ضرورت نہیں (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیو بند، ۱۹/ ۷/ ۸۷ھ۔

''تو میرے نکاح سے باہر ہے'' یہ کنائی طلاق ہے

الاستفتاء [۶۱۹۴]: ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ ''تو میرے نکاح سے باہر ہے، اگر تو میرے گھر رہے گی تو تجھ کو بے نکاحی کہوں گا''۔ یہ الفاظ غصہ کی حالت میں کہے، بیوی کے الفاظ ''میں نہیں رہنا چاہتی'' کے جواب میں کہے گئے۔کیا شوہر کے یہ الفاظ کنایات میں شمار ہوں گے یا طلاق صریح میں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جی ہاں! یہ الفاظ کنایاتِ طلاق میں سے ہیں (۲)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیو بند، ۶/ ۱۱/ ۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیو بند۔

''بیوی کو نہیں رکھنی'' سے طلاق

سوال [۶۱۹۵]: بیوی کا والد لڑکے سے کہتا ہے کہ اگر تجھے ہماری لڑکی رکھنی نہیں ہے تو ہم اپنی لڑکی کو لے جائیں گے، اس کے جواب میں لڑکا کہتا ہے کہ ''نہیں رکھنی''۔ کچھ وقت کے بعد ایک دوسرا شخص لڑکے سے کہتا ہے کہ کچھ اَور سوچ سمجھ لو، اس کے جواب میں لڑکا کہتا ہے کہ ''میں نے تو کہہ دیا: رکھنی نہیں''۔ اس طرح کئی مرتبہ ہوتا ہے۔کیا مذکورہ الفاظ سے طلاق واقع ہو جائے گی؟ اگر ہو جائے گی تو کون سی واقع ہوگی رجعی یا بائن؟ اور لڑکے کا قول ''کہہ دیا رکھنی نہیں'' یہ پہلے کلام کی تقریر ہے یا اس سے دوسرا حکم ثابت ہوگا؟

---

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان: ''لفظ 'میں نے الگ کردی' سے طلاق''۔)

(۲) "لو قال: أنا بريء من نكاحك، يقع الطلاق إذا نوى". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/ ۳۷۶، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في فتاویٰ قاضي خان: ۱/ ۴۶۸، كتاب الطلاق، فصل في الكنايات والمدلولات، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار ۳/ ۳۰۲، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر شوہر نے طلاق کی نیت سے ایسا کہا ہے تو طلاق بائن واقع ہوگئی (۱)، پھر دوسری اور تیسری دفعہ کہنے سے کوئی جدید طلاق نہیں ہوئی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۶/۳/۱۴۰۶ھ۔

''میں بیوی کو رکھنا نہیں چاہتا'' سے طلاق کا حکم

سوال [۶۱۹۶]: زید اور بکر دونوں خاندانی بھائی ہیں، زید نے اپنی لڑکی کا نکاح بکر کے لڑکے سے کیا جب کہ لڑکی کی عمر ڈیڑھ سال کی تھی اور لڑکے کی عمر آٹھ سال کی تھی، نکاح کو دس سال کا عرصہ ہوگیا۔ اب

---

(۱) یہ الفاظ کنایات طلاق میں سے نہیں ہیں: "إذا قال: لا أريدك أو لا أحبك أو لا أشتهيك أولا رغبة لي فيك، فإنه لا يقع وإن نوى، في قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۵، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان: ۱/۴۶۸، كتاب الطلاق، فصل في الكنايات والمدلولات، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ البزازية بهامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴/۱۹۸، الثاني في الكنايات و فيه أجناس، نوع آخر في المتفرقة، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار: ۳/۲۹۶، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(۲) "لا تطلق بها إلا بنيته أو دلالة الحال: أي لا تطلق بالكنايات إلا بأحد هذين الأمرين؛ لأن ألفاظ الكنايات غير مختصة بالطلاق، بل تحتمله و غيره، فلا بد من المرجح". (تبيين الحقائق: ۳/۷۵، باب الكنايات، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار: ۳/۲۹۶، ۲۹۷، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۴/۲۳۴، كتاب الطلاق، فصل في الكنايات في الطلاق، دارالكتب العلمية، بيروت)

"البائن لايلحق البائن". (الدرالمختار: ۳/۳۰۸، سعيد)

"ولايلحق البائنُ البائنَ بأن قال لها: أنت بائن، ثم قال لها: أنت بائن لايقع إلا طلقة واحدة".

(الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۷، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۸۴، كتاب الطلاق، باب الكنايات، دارالكتب العلمية بيروت)

جب کہ لڑکی کی عمر ۱۱/ سال کی ہوگئی اور لڑکے کی عمر ۱۸/ سال کی ہوگئی تو لڑکے نے اب لڑکی کو اپنی زوجیت میں لینے سے انکار کردیا اور بکر یعنی لڑکے کے والد نے بھی زید یعنی لڑکی کے والد سے کہہ دیا کہ اپنی لڑکی کا عقد کسی دوسری جگہ کرلو۔ جب کہ لڑکی کے والد یعنی زید نے دوسری جگہ لڑکی کے عقد کے متعلق تقریباً طے کرلیا تو پھر لڑکا اور اس کا باپ یعنی بکر دونوں زید کی لڑکی کو زوجیت میں رکھنے کے متعلق کھڑے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم نے یہ الفاظ جو اوپر مذکور ہیں نہیں کہے۔ اب شریعت مطہرہ کا فیصلہ درکار ہے۔

اکرام الحق، محلّہ مولوی صاحبان، قصبہ کاندھلہ، ضلع مظفرنگر، یوپی۔

التنقیح

لڑکے نے کیا الفاظ کہے، بعینہ وہ الفاظ لکھئے اور جو الفاظ بھی کہے ہیں ان پر شرعی شہادت موجود ہے یا نہیں۔ لڑکے کے والد کے کہے ہوئے الفاظ لکھنے کی ضرورت نہیں، لیکن اگر لڑکے نے اپنے والد کو اپنے حقِ زوجیت کے انقطاع کا وکیل بنادیا ہے تو پھر والد کے الفاظ کی ضرورت ہے۔ اس تنقیح پر اصل سوال کا جواب موقوف ہے۔

از دارالافتاء مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم/ ربیع الثانی/ ۵۸ھ۔

جواب تنقیح

آپ نے لڑکے کے الفاظ دریافت کئے ہیں، لہذا وہ بعینہ نقل کئے جاتے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ ”میں اس (لڑکی) کو اپنے یہاں نہیں رکھنا چاہتا، اگر والد بغیر میری منشا کے رخصتی کریں گے تو میں گھر چھوڑ کر کہیں اور چلا جاؤں گا“۔ ویسے تو یہ الفاظ تقریباً دس بارہ مسلمانوں کے سامنے کہے گئے جس میں سے دو آدمی صوم وصلوۃ کے بھی پابند ہیں، مزید اطمینان کے لئے ان دو شخصوں سے پھر دریافت کرلیا گیا کہ آیا یہ الفاظ اس لڑکے نے اس وقت کہے تھے یا نہیں؟ وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہماری موجودگی میں یہ الفاظ کہے گئے۔ فی الحال وہ لڑکا اپنے ان سابق الفاظ سے منحرف ہے اور اب لڑکی کو اپنی زوجیت میں لینے کے لئے تیار ہے۔

اکرام الحق۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگرلڑکا ان الفاظ کا اقرار بھی کرے تب بھی شرعاً ان الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوئی (۱) بلکہ بدستور نکاح قائم اور باقی ہے، لہذا جب تک لڑکا طلاق نہ دے لڑکی کا نکاح دوسری جگہ درست نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۴/ ۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۱۰/ ربیع الثانی/ ۵۸ھ۔

’’میں نہیں رکھتا‘‘ سے طلاق

سوال[۶۱۹۷]: ایک شخص اپنی بیوی کو بحالتِ غصہ دومرتبہ یہ کہہ چکا ہے کہ ’’میں تجھے نہیں رکھتا‘‘ کیا اس پر طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟ اس عورت کو وہ مرد اپنے گھر میں رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ ہمارے امام صاحب نے یہ بتایا ہے کہ اس عورت کا نکاح اسی مرد سے دوبارہ ہو تب اپنے گھر میں رکھ سکتا ہے۔

الجواب حامداً و مصلياً:

اگر اتنا ہی کہا ہے تو اس سے کوئی طلاق نہیں ہوتی، نکاح قائم ہے، اس عورت کو رکھنا درست ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۶/ ۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۶/ ۹۰ھ۔

---

(۱) الفاظِ مذکورہ کنایاتِ طلاق نہیں ہیں (كما سيأتي تخريجه تحت الحاشية رقمها: ۳)

(۲) "و ركنه لفظ مخصوص، هوما جُعل دلالةً على معنى الطلاق من صريح أو كناية". (الدر المختار مع ردالمحتار: ۳/ ۲۳۰، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/ ۳۴۸، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في حاشية الشلبي على تبيين الحقائق: ۳/ ۲۰، كتاب الطلاق، دارالكتب العلمية بيروت)

(۳) "إذا قال: لا أريدك أو لا أحبك أو لا أشتهيك أولا رغبة لي فيك، فإنه لا يقع وإن نوى، في قول أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/ ۳۷۵، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان: ۱/ ۴۶۸، كتاب الطلاق، فصل في الكنايات والمدلولات، رشيديه) =

’’میں تمہیں رکھنا نہیں چاہتا ہوں‘‘ سے طلاق

سوال[۶۱۹۸]: زید نے اپنی بیوی ہندہ کو ایک مجلس میں یہ کہا کہ ’’میں تمہیں رکھنا نہیں چاہتا ہوں‘‘ اس بات کے پانچ گواہ ہیں، مگر پنچایت میں زید اس بات کا انکار کرتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا الفاظ سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر زید نے بیوی سے کہا ہو اور اس کو اقرار بھی ہو کہ اس نے اس طرح کہا ہے کہ ’’میں تمہیں نہیں رکھنا چاہتا ہوں یا میں نہیں رکھوں گا‘‘ تو اس سے کوئی طلاق نہیں ہوئی کیونکہ یہ خواہش کا اظہار ہے یا وعدہ ہے اس سے طلاق نہیں ہوتی:

’’قالت لزوجها: ’’**من باتو نمی باشم**‘‘، فقال الزوج: ’’**مباش**‘‘ فقالت: **طلاق بدستِ تُواست، مرا طلاق کن**‘‘ فقال الزوج: ’’**طلاق می کنم، طلاق می کنم**‘‘ وکذا ثلاثاً، طلقت ثلاثاً، بخلاف قوله: ’’**کنم**‘‘؛ لأنه استقبال، فلم یکن تحقیقاً بالتشکیك. وفی المحیط: لو قال بالعربیة: أطلق، لایکون طلاقاً، إلا إذا غلب استعماله للحال، فیکون طلاقاً‘‘. فتاویٰ عالمگیری: ۲/۶٦(۱)۔ ’’قال لامرأته: اذهبی إلی بیت أمك، فقالت: ’’**طلاق ده، تا بروم**‘‘ فقال: ’’**تو برو، من طلاق دمادم فرستم**‘‘ قال: لا تطلق؛ لأنه وعدٌ، کذا فی الخلاصة‘‘. عالمگیریة: ۱/۳۸٤(۲)۔

= (وکذا فی الفتاویٰ البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة: ۱۹۸/۴، الثانی فی الکنایات و فیه أجناس، نوع آخر فی المتفرقة، رشیدیه)

(وکذا فی ردالمحتار: ۲۹٦/۳، کتاب الطلاق، باب الکنایات، سعید)

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریة: ۳۸۴/۱، الفصل السابع فی الطلاق بالألفاظ الفارسیة، رشیدیه)

(۲) (الفتاویٰ العالمکیریة، المصدر السابق)

(وکذا فی خلاصة الفتاویٰ: ۸۰/۲، کتاب الطلاق، الفصل الأول فی صریح الطلاق، جنس اٰخر فی ألفاظ الطلاق، امجد اکیڈمی لاهور)

(وکذا فی الفتاویٰ البزازیة بهامش الفتاویٰ العالمکیریة: ۱۷٦/۴، کتاب الطلاق، نوع اٰخر فی ألفاظه، الفصل الأول فی صریح الطلاق، رشیدیه)

جب صریح طلاق کا یہ حال ہے تو الفاظِ مذکورہ تو نہ صریح طلاق کے ہیں نہ کنایہ طلاق کے، اس لئے کوئی تردد نہ کریں، نکاح بدستور قائم ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱/۹۰ھ۔

''اب ہم نہیں رکھیں گے'' سے طلاق

سوال[۶۱۹۹]: میں اپنے اہل وعیال کا برابر خیال رکھتا ہوں، لیکن اس کے باوجود اپنی بیوی سے قطع تعلق کر بیٹھا ہوں اور میں نے اپنی زبان سے یہ بھی کہہ دیا کہ ''میں اب کبھی نہیں رکھوں گا''۔

ایسا ہوا کہ ہمارے گھر میں کچھ پریشانی اچانک آپڑی تھی، اسی اثناء میں ہمارے خسر صاحب آئے اور کہنے لگے کہ ''ہم اپنی لڑکی رخصت کرا کر لیجائیں گے'' مگر ہمارے والد صاحب کا کہنا تھا کہ ابھی تو ہم پر مصیبت آن پڑی ہے، مگر ہمارے خسر صاحب بضد تھے تو ہم نے غصہ میں آکر کہہ دیا کہ ''اب ہم نہیں رکھیں گے'' مگر ہمارے والد صاحب رخصتی کرا کرلے آئے ہیں، ہم نے طلاق کا نام نہیں لیا تھا۔ تو کیا اس طرح طلاق واقع ہوگئی؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر آدمی دل میں سوچ لے کہ بیوی سے تعلق نہیں رکھوں گا اور کچھ مدت تک عملی طور پر اس سے الگ رہے اور زبان سے یا تحریر سے طلاق نہ دے تو اس سے طلاق نہیں ہوتی (۱) اور نکاح ختم نہیں ہوتا۔ ''اب ہم نہیں رکھیں گے'' یہ طلاق کا لفظ نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۶/۱۳۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۶/۱۳۹۰ھ۔

---

(۱) "لو أجرى الطلاق علىٰ قلبه و حرّك لسانه من غير تلفظٍ يُسمع، لا يقع". (مراقی الفلاح شرح نور الإيضاح: ص: ۲۱۹، شروط الصلوة، قديمی)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن الله عزوجل تجاوز لأمتي عما حدثت به أنفسها مالم تعمل أو تتكلم به". (الصحيح لمسلم: ۱/۷۸، كتاب الإيمان، قديمی)

(۲) "و ركنه لفظ مخصوص، هو ما جُعل دلالةً على معنى الطلاق من صريح أو كناية". (رد المحتار مع =

''میرا تیرا کوئی رشتہ نہیں ہے'' سے طلاق

سوال[۶۲۰۰]: مسماۃ ہندہ کو اس کے شوہر نے مارا پیٹا اور گھر سے باہر نکال دیا اور کہا کہ ''میرا تیرا کوئی رشتہ نہیں ہے، تیری مرضی آئے سو کر''۔ اب ہندہ کا دوسری جگہ نکاح درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر شوہر نے طلاق کی نیت سے ایسا کہا ہے کہ ''میرا تیرا کوئی رشتہ نہیں، تیری مرضی آئے سو کر'' تو اس سے طلاق بائنہ ہوگئی (۱)، اس کے بعد عدت تین ماہواری گزار کر دوسری جگہ عورت کو نکاح کرنا جائز ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۸/۳/۱۳۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

=الدر المختار: ۳/۲۳۰، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۴۸، كتاب الطلاق، الباب الأول، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۲۰، كتاب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "و لو قال لها: لا نكاح بيني و بينك، أو قال: لم يبق بيني و بينك نكاح، يقع الطلاق إذا نوى".

(الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۵، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان: ۱/۴۶۸، كتاب الطلاق، فصل في الكنايات و المدلولات، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴/۱۹۶، كتاب الطلاق، الثاني في الكنايات، نوع آخر في انكار النكاح، رشيديه)

(۲) "إذا طلق الرجل امرأته طلاقاً بائناً أو رجعياً، أو ثلاثاً، أو وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق، و هي حرة ممن تحيض، فعدتها ثلاثة أقراء، سواء كانت الحرة مسلمةً أو كتابيةً". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۵۲۶، الباب الثالث عشر في العدة، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۴/۲۱۷، كتاب الطلاق، باب العدة، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار على رد المحتار: ۳/۵۰۳، ۵۰۴، كتاب الطلاق، باب العدة، سعيد)

’’مجھے تیری ضرورت نہیں، تومیکہ چلی جا‘‘ سے طلاق کا حکم

سوال[۶۲۰۱]: زید کا نکاح ہندہ سے ڈیڑھ سال ہوئے ہوا، میاں بیوی میں گھریلو باتوں پر بحث ہو جاتی تھی، جو کچھ جھگڑے کی صورت اختیار کرتی تھی، زید سخت مزاج تھا، جلد غصہ آجاتا تھا اور بحالتِ غصہ یہ الفاظ کہدیتا کہ ’’مجھے تیری ضرورت نہیں، تومیکے چلی جا‘‘، میکہ اسی بستی اور اسی محلّہ میں ہے۔ ایک دن کسی بات پر بات ہوئی اور اس کو یہی الفاظ کہہ کر میکے میں بھیج دیتا ہے۔ ایک مرتبہ ہندہ کے والد نے زید کو بھی سمجھایا مگر یہی کہا کہ ’’مجھے برداشت نہیں، لڑکی کو سنبھالو، مجھے ضرورت نہیں‘‘۔ اس قسم کے واقعات کئی مرتبہ پیش آئے، ایک دو مرتبہ اپنے سسر سے بھی اس قسم کے الفاظ کہے۔ تو ان حالات پر یہ منکوحہ رہی یا نہیں، اگر نہیں رہی تو واپسی کی کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ لفظ کہ ’’مجھے تیری ضرورت نہیں‘‘ نہ صریح طلاق کا لفظ ہے اور نہ کنایہ کا، اس سے طلاق نہیں ہوتی: ”و لو قال: لا حاجة لي فيك، ينوي الطلاق، فليس بطلاق، اهـ“. فتاویٰ عالمگیری: ۲/۳۹۳(۱)۔

لیکن اگر بیوی کو طلاق کی نیت سے یہ کہا ہے کہ ’’تو میکے چلی جا‘‘ تو اس سے طلاق ہوگئی۔ اور طلاق کی نیت سے اگر نہیں کہا تو طلاق نہیں ہوئی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۵/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۵/۸۷ھ۔

---

(۱) (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۵، كتاب الطلاق، الفصل الخامس فى الكنايات، رشيديه)

(و كذا فى فتاویٰ قاضى خان: ۱/۴۶۸، فصل فى الكنايات والمدلولات، رشيديه)

(و كذا فى الفتاویٰ التاتارخانية: ۳/۳۱۷، باب الكنايات، نوع فى قوله: خلية وأشباهها، إدارة القرآن كراچى)

(۲) ”اذهبي إلى جهنم، يقع إن نوى، خلاصة، و كذا: اذهبي عني، وفسختُ النكاح“. (الدر المختار: ۳/۳۱۴، باب الكنايات، قبيل تفويض الطلاق، سعيد)

(و كذا فى الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۶، كتاب الطلاق، الفصل الخامس فى الكنايات، رشيديه)

(و كذا فى فتاویٰ قاضى خان: ۱/۴۶۸، كتاب الطلاق، فصل فى الكنايات والمدلولات، رشيديه)

''ہمارے گھر سے نکل جا'' سے طلاق کا حکم

سوال[۶۲۰۲]: ہندہ کا اپنے شوہر سے کسی امر میں جھگڑا ہوا، شوہر نے مارا پیٹا، گالی دی اور کہا کہ ''ہمارے گھر سے نکل جاؤ''۔ ہندہ گھر چلی آئی شوہر نے کہلا بھیجا کہ ''اب میرے یہاں نہ آئے'' مگر دوسرے دن ہندہ کے والد ہندہ کو شوہر کے گھر پہنچانے گئے، شوہر نے پھر کہا ''ہمارے گھر سے نکل جاؤ'' اور باپ کے سامنے مارنے لگا اور کہا ''حرام زادی، تم کو کل ہی گھر سے نکال دیا، پھر کیوں آئی''؟ داماد نے سسر کو پھر گالی دی اور کہا کہ تمہارے یہاں میں لینے نہیں گیا تھا، یہ پھر کیوں آئی۔ صورت مسئولہ میں طلاق ہوئی یا نہیں، اگر ہوئی تو کون سی ہوئی؟ اور دوبارہ شوہر کے گھر جانے کا حق رکھتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً:

چونکہ شوہر کے لفظ ''ہمارے گھر سے نکل جاؤ'' بولتے وقت مذاکرۂ طلاق موجود ہے، اس لئے ایک طلاق بائن ہوگئی، عدت کے بعد لڑکی دوسری جگہ شادی کرسکتی ہے، پہلے شوہر کے پاس جانے کے لئے تجدید نکاح کرنا ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ سید ابواختر القاسمی، ۲/۵/۸۷ھ۔

مہر امارتِ شرعیہ بہار دارالافتاء خانقاہ رحمانی مونگیر۔

دریافت طلب یہ ہے کہ کیا یہ فتویٰ صحیح ہے اور ہندہ کو طلاق بائن ہوگئی؟ جب کہ دیکھ رہے ہیں کہ استفتاء کے اندر کہیں طلاق کا تذکرہ نہیں ہے اور نہ کسی طرح شوہر کی نیت کا حال معلوم ہو رہا ہے، بلکہ میرا تو اندازہ ہے کہ شوہر کا ہندہ کو دوسرے دن باپ کے ساتھ آنے پر دوبارہ مار پیٹ کرنا کچھ اور ہی ثابت کر رہا ہے یعنی لڑکا بیوی گردان کر زدوکوب کر رہا ہے اور لڑکی بھی تسلیم کر رہی ہے، اس لئے قوم کی طرف رجوع کر رہا ہوں، وضاحت سے فرمائیں۔ نیز مذاکرہ طلاق سے کیا مراد ہے؟

نیاز منداختر جمیل بہار۔

الجواب حامداً ومصلياً:

شوہر کا یہ لفظ کہ ''ہمارے گھر سے نکل جاؤ''، کنایاتِ طلاق کی اس قسم کا لفظ ہے جس میں رضا، غضب،

مذاکرۂ طلاق تینوں حالتوں میں وقوعِ طلاق کے لئے نیت کی حاجت ہوتی ہے، بلانیت طلاق نہیں ہوتی ہے جیسا کہ علامہ شامیؒ نے ردالمحتار:۲/۴۶۶ (۱) میں نقشہ دیا ہے۔ نیز بحر:۳/۳۰۲ میں ہے "و حاصل ما في الخانية: أن من الكنايات ثلاثة عشر لا يعتبر فيها دلالة الحال و لا تقع إلا بالنية: حبلك على غاربك، تقنعي، تخمري، استتري، قومي، اخرجي، اذهبي، الخ"(۲)۔

پھر اگر شوہر نے بہ نیتِ طلاق ایسا کہا ہے تو طلاق بائن واقع ہوگئی، جس کا حکم یہ ہے کہ طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح درست ہے(۳)۔ اگر شوہر نے طلاق کی نیت نہیں کی تو کوئی طلاق نہیں ہوئی، بدستور نکاح قائم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۸۷ھ۔

کنایۂ طلاق ''جہاں چاہے بھیج دو'' سے طلاق

سوال[۶۲۰۳]: ایک لڑکی کی شادی ہوئی، مگر بعد رخصتی کے اس کا خاوند لڑکی کو لیکر سسرال گیا اور رہنے لگا، چند دن بطورِ مہمان کے رکھا، مگر جب عرصہ کئی ماہ کا گزر گیا تو لڑکی کے والدین نے کہا کہ بھائی! یوں بیکار پڑنے سے کیا ہوتا ہے، کچھ کرنا بھی چاہئے، آخر خرچ کرنے کو کہاں سے آئے۔ لڑکے نے جواب دیا کہ ''اگر

---

(۱) نقشہ کے لئے ملاحظہ فرمائیں: (ردالمحتار: ۳/ ۳۰۲، باب الکنایات، سعید)

(۲) (البحرالرائق: ۳/ ۵۲۶، باب الکنایات فی الطلاق، رشیدیہ)

"أما النوع الأول فهو كل لفظ يستعمل في الطلاق و يستعمل في غيره نحو قوله: أنت بائن، أنت علىّ حرام .... أنت حرة، قومي، أخرجي .... وإذا احتملت هذه الألفاظ الطلاق وغير الطلاق، فقد استتر المراد منها عند السامع، فافتقرت إلى النية لتعيين المراد". (بدائع الصنائع: ۴/۲۳۲، ۲۳۴، كتاب الطلاق، فصل في الكناية في الطلاق ، دارالكتب العلمية بيروت)

(۳) "وإذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوج في العدة وبعد انقضائها". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۲، الباب السادس في الرجعة الخ، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۴۳۷، ۴۳۸، باب الرجعة، دارإحياء التراث العربي، بيروت)

تم ہمارا دونوں کا خرچ برداشت کرسکتے ہوتو ٹھیک ہے ورنہ تمہیں اختیار ہے، میں تو تمہاری لڑکی کو جب ہی رکھ سکتا ہوں جب کہ تم ہم دونوں کا خرچ برداشت کرو"، لہذا وہ یہ سن کر چپ ہوگئے اس لئے کہ شاید کچھ سمجھ میں آجائے، یہاں تک کہ چار سال تک کچھ نہیں کہا، بلکہ ایک بچہ بھی پیدا ہوا۔

انہوں نے پھر کہا کہ بھائی! اب تو تم بجائے دو کے تین ہوگئے ہو، اب تو کچھ کام کرو، مگر پھر یہی جواب دیا کہ کما کر کھلانا میرے بس کا کام نہیں ہے "تمہیں اپنی لڑکی کا اختیار ہے، جہاں چاہے بھیج دو، میں کہہ چلا"۔ لہذا اس کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر شوہر نے یہ الفاظ طلاق کی نیت سے کہے ہیں تو ایک طلاق بائن واقع ہوگئی (۱)، جس کا حکم یہ ہے کہ طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کی اجازت ہے، خواہ عدت میں کریں یا بعد عدت کے (۲)، حلالہ کی ضرورت نہیں۔ اگر لڑکی رضامند نہ ہو تو وہ بعد عدت دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔

تنبیہ: نیت کے بارے میں شوہر کا قول معتبر ہوگا (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۴/۹۰ھ۔

"ہم سے کوئی تعلق نہیں، جہاں چاہے جا" سے طلاق

سوال [۶۲۰۴]: ایک شخص مسمی رسول میاں ولد ظہور میاں اپنی عورت مسماۃ نظیراً کو اپنے مکان سے

---

(۱) "رجل قال لامرأته: أربعة طرق عليك مفتوحة، لا يقع بهذا، وإن نوى، إلا إذا قال: خذى أىّ طريق شئت، لا يقع بدون النية". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۶، كتاب الطلاق، الفصل الخامس فى الكنايات، رشيديه)

(وكذا فى فتاوىٰ قاضى خان: ۱/۴۶۸، كتاب الطلاق، فصل فى الكنايات والمدلولات، رشيديه)

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "ہمارے گھر سے نکل جا، سے طلاق"۔)

(۳) "والقول قول الزوج فى ترك النية مع اليمين فى باب الكنايات". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۵، كتاب الطلاق، الفصل الخامس فى الكنايات، رشيديه)

(وكذا فى الفتاوىٰ التاتارخانية: ۳/۳۲۵، نوع آخر فى حكم الكنايات، إدارة القرآن كراچى)

غریب میاں چودہری رحیم بخش وغیرہم گواہان کے سامنے اس کا سارا زیور نکال کر اس کے میکے لے کر آیا اور کہلایا کہ ''ہم سے اس سے کوئی مطلب نہیں، اس کی طبیعت جہاں چاہے جائے، ہم سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے''۔ عرصہ دراز ہوا کہ مسمی مذکور نے اپنی تو دوسری شادی کر لی، اب یہ مسماۃ اس سے طلاق چاہتی ہے کہ باقاعدہ ہم کو چھوڑ دو، وہ کہتا ہے کہ ''چھوڑ تو دیا ہے، تجھ کو ہم نہیں رکھیں گے، جہاں طبیعت چاہے چلی جاؤ، جس کو ہم نے نکال دیا ہے اس کو پھر نہیں رکھ سکتے''۔فقط۔

محمد سلیمان، موضع تاج الدین پور، ضلع فیض آباد۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

الفاظِ مذکورہ کنایاتِ طلاق سے ہیں، پس اگر ان الفاظ سے طلاق کی نیت کی ہے تو طلاق بائن واقع ہوگئی:

''و فی الفتاوی: لم یبق بینی و بینك عملٌ، نویٰ، یقع، کذا فی العتابیة. و لو قال لها: اذهبیْ أیّ طریق شئت، لایقع بدون النیة، وإن کان فی حال مذاکرة الطلاق''. عالمگیری: ۲/۲۹٤(۱)۔

اور مسماۃ کے سوالِ طلاق پر یہ کہنا کہ ''چھوڑ تو دیا ہے، تجھ کو ہم نہیں رکھیں گے، جہاں طبیعت چاہے چلی جاؤ، جس کو ہم نے نکال دیا ہے اس کو ہم نہیں رکھ سکتے'' یہ بظاہر قرینہ ہے اس پر کہ بہ نیتِ طلاق اولاً الفاظِ مذکورہ فی السوال کہے ہیں (۲) اور اگر بہ نیتِ طلاق الفاظ ''ہم سے اس کے کوئی مطلب نہیں'' وغیرہ نہیں کہے اور سوالِ طلاق کے جواب میں ''چھوڑ تو دیا ہے'' وغیرہ سے اقرار و اِخبار طلاق مقصود نہیں بلکہ انشائے طلاق مقصود ہے تو اس سے دو طلاق واقع ہوگئیں: ایک صریح، دوسری کنایہ اور پہلی صورت میں صرف کنایہ ہی ہوئی، بہرکیف طلاق واقع ہوگئی۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۷/۵۵ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم۔

---

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریة: ۳۷٦/۱، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات، رشیدیه)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۴٦٨/۱، کتاب الطلاق، فصل فی الکنایات والمدلولات، رشیدیه) =

....

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۳/۳۲۵، نوع آخر في قوله "خليفة" وأشباهها، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "عربی فتاوی میں لفظ "سرحتک" "میں نے تجھے چھوڑ دیا ہے" کو الفاظِ کنایہ میں شمار کیا گیا ہے:

(كما في ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مطلب لااعتبار بالإعراب هنا: ۳/۳۰۰، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في الكناية في الطلاق: ۴/۲۳۴، دارالكتب العلميه بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات في الطلاق: ۳/۵۲۴، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات: ۱/۳۷۵، رشيديه)

اردو فتاوی میں فتاوی دارالعلوم دیوبند: ۹/۴۲۸، امدادیہ ملتان، اور عزیز الفتاویٰ: ۲/۵۷۰، میں اسے لفظ کنایہ شمار کیا گیا ہے اور یہی رائے مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کی ہے، البتہ حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس لفظ کو بوجہ عرفِ عام صریح رجعی قرار دیا ہے اور یہی رائے حضرت مفتی صاحب کی ہے۔ بہشتی زیور، حصہ چہارم: ص: ۲۹۱، اور امداد الفتاویٰ: ۲/۴۳۵، اسی طرح مولانا عبدالرحیم صاحبؒ نے فتاویٰ رحیمیہ: ۷/۴۰۹، میں اس کو طلاقِ صریح قرار دیا ہے، جب کہ فتاویٰ حقانیہ میں اسے کنایات میں شمار کیا گیا ہے، اور علامہ شامی رحمہ اللہ کی بھی ایک رائے اس کے طلاق صریح ہونے کی ہے، جیسا کہ ردالمحتار: ۳/۲۹۹، باب الکنایات میں ہے۔ (مرتب: فضلِ مولیٰ ابن القاضی فضل خالق)

(وكذا في امداد الفتاوىٰ: ۲/۴۷۳، ادارة تاليفات)

"بخلاف فارسية قوله: سرحتک، وهو "رہا کردم"؛ لأنه صار صريحاً في العرف، على ما صرح به نجم الزاهدي الخوارزمي في شرح القدوري .... ثم فرق بينه و بين سرحتک، فإن سرحتک كناية، لكنه في عرف الفرس غلب استعماله في الصريح، فإذا قال: "رہا کرم": أي سرحتک، يقع به الرجعي، مع أن أصله كناية أيضاً، و ما ذاک إلا لأنه غلب في عرف الفرس استعماله في الطلاق، و قد مر أن الصريح مالم يستعمل إلا في الطلاق من أيّ لغة كانت، اهـ". (رد المحتار: ۳/۲۹۹، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۹، كتاب الطلاق، الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسية، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۲/۹۹، كتاب الطلاق، رشيديه)

''ہمارے گھر سے چلی جاؤ'' سے طلاق کا حکم

سوال[۶۲۰۵]: زید نے اپنی بیوی کو کہہ دیا کہ ''تم ہمارے گھر سے چلی جاؤ'' اور وہ منکوحہ زید اپنے خاوند کے کہنے پر ماں باپ کے گھر چلی گئی، اس عرصہ کو تقریباً دس گیارہ سال گزر گئے۔ کیا یہ طلاق واقع ہوگئی یا نہیں، اگر واقع ہوگئی تو کونسی؟ کیونکہ زید نے مذکورہ مدت میں اپنی منکوحہ کو بالکل طلب نہیں کیا، اگر طلاق نہیں پڑی تو کیا وجہ؟ بینوا توجروا۔ مدلل مبرہن ہو۔

العارض: شاہ نواز خان۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

لفظ مذکورہ کنایاتِ طلاق سے ہے، پس اگر بہ نیتِ طلاق یہ لفظ کہا ہے تو شرعاً ایک طلاق بائن واقع ہوگئی اگر بہ نیتِ طلاق یہ لفظ نہیں کہا تو طلاق واقع نہیں ہوئی (۱)۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/ ۸/ ۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، یکم/ رمضان/ ۱۳۵۵ھ۔

''ہمارے ساتھ نکاح ٹوٹ گیا'' سے طلاق

سوال[۶۲۰۶]: واقعہ یوں ہے کہ ہم اور ہماری جٹھانی اور دونوں نند کہیں بیٹھنے گئے تھے اور ساس گھر میں تھیں، ان سے پوچھ کر گئے تھے، جب ہمارے جیٹھ اور ہمارے شوہر دوکان پر سے گھر میں کوئی سامان وغیرہ لینے آئے تو ان لوگوں نے پوچھا کہ یہ لوگ کہاں گئیں ہیں، ساس نے جواب دیا کہ فلاں جگہ بیٹھنے گئی ہیں تو ہمارے جیٹھ اپنی بیوی پر غصہ ہوئے، اور ہمارے شوہر ہمارے اوپر غصہ ہوئے، اسی غصہ میں ہمارے شوہر نے کہہ دیا کہ ''اپنی بھتیجی کو یہاں سے لے جاؤ، ہم نے طلاق دیدی''، تو ہماری پھوپھی یعنی ساس ان کے اوپر بہت غصہ

---

(۱) ''کنایته ما لم یوضع له و احتمله وغیره، لاتطلق بها إلا بنیة أو دلالة الحال .... فنحو: أخرجی واذهبی و قومی: أی من هذا المکان لینقطع الشر، فیکون رداً، أو لأنه طلقها، فیکون جواباً''.

(الدرالمختار مع ردالمحتار: ۳/۲۹۶، ۲۹۸، کتاب الطلاق، باب الکنایات، سعید)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳/۷۸، کتاب الطلاق، باب الکنایات، دارالکتب العلمیة بیروت)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۳۷۴، ۳۷۵، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات، رشیدیه)

ہوئیں اور رو پیٹ کر رہ گئیں۔

جب ہم سب لوگ گھر میں آئے، انہوں نے سب بتلایا کہ یہ کہا اور یہ کہا، لیکن یہ نہیں بتلایا کہ ایک بار طلاق کا نام بھی لیا، جب کہ جیٹھ نے جیٹھانی کو بتایا کہ ہمارے چھوٹے بھائی نے اپنی بیوی کو ایک بار اس طرح کہا کہ ''ہم نے طلاق دے دی''۔ جب دوسرا روز ہوا تو میری جیٹھانی نے ہم سے کہا کہ کل یہ بات اس کے منہ سے نکلی، جب ہم نے ساس سے پوچھا تو انہوں نے کہا ہاں۔ پھر دس پندرہ روز کے بعد اپنے آپ ہی بہت غصہ چڑھا، اسی غصہ میں بکتے بکتے دوبارہ پھر یہ بات ان کے منہ سے نکلی کہ ''جا! تو یہاں سے نکل جا، ایک منٹ بھی تو میرے گھر میں نہیں رہ سکتی، ہم نے تجھے طلاق دے دی''۔ تو پھر ہم اس گھر سے ساس کو لے کر نکل گئے، بڑی ساس کے یہاں چلی گئیں۔ ہم نے گھر آنے سے انکار کر دیا کہ ہم اب گھر میں نہیں آئیں گی، مگر سسر نے سمجھا کہ ہم کو پھر گھر ہی میں رکھ لیا۔

پھر پندرہ بیس روز کے بعد ہم کو ساس وغیرہ سیر دکھانے ساتھ میں گئی تھیں، وہاں سے واپس ہونے کے بعد وہ اپنی ماں سے کہنے لگے کہ آپ اس کو لے کر کیوں گئیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم ساس ہیں کیا ہمارا کوئی حق نہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ کوئی حق نہیں، اس میں بات بڑھتے بڑھتے بہت کافی بات بڑھ گئی، اس غصہ میں آ کر پھر تیسری مرتبہ کہا: ''جاؤ تو پھر اپنی بھتیجی کو یہاں سے لے جاؤ، ہمارے ساتھ نکاح ٹوٹ گیا۔ ان تینوں طلاقوں کے درمیان میں ہمارے شوہر سے میرا تعلق کسی قسم کا نہیں ہوا۔ شادی ہونے کے بعد دو تین مہینہ ٹھیک رہے، اس کے بعد ہم کو طلاق دلوانے کے لئے کسی نے بڑے بڑے کرتب کئے، چار ماہ ان کا دماغ خراب رہا، اسی چار ماہ کے درمیان میں تینوں طلاقیں دیں۔ ہمارے ساس سسر نے کرتبوں کا اتار کیا۔ اس کے بعد ان کا دماغ بالکل صحیح ہو گیا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا صورت میں مجھے طلاق ہو گئی یا نہیں؟ اگر طلاق ہو گئی تو اب میرے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

پہلی اور دوسری طلاق تو صاف ظاہر ہے، کیونکہ صریح لفظ طلاق کا ہے (۱)، البتہ تیسری دفعہ یہ لفظ کہا

---

(۱) ''الطلاق الصريح يلحق الطلاق الصريح بأن قال: أنت طالق، وقعت طلقة، ثم قال: أنت طالق، تقع=

ہے "ہمارے ساتھ نکاح ٹوٹ گیا" یہ صریح لفظ نہیں، بلکہ کنایہ ہے(۱)، شوہر سے دریافت کیا جائے، وہ اگر یہ کہے کہ ہاں طلاق کی نیت سے کہا ہے، جیسا کہ ظاہر سے معلوم ہوتا ہے تو اس لفظ سے تیسری طلاق واقع ہو کر مغلظہ ہوگئی(۲)، اب شوہر سے پردہ میں رہ کر آپ اپنی عدت پوری کریں۔ عدت تین ماہواری ہے، اگر حمل ہو تو بچہ پیدا ہونے پر عدت ختم ہوگئی(۳)۔ بعد عدت دوسری جگہ اپنا نکاح کرلیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/ ۸/ ۱۳۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/ ۸/ ۱۳۹۰ھ۔

= أخرى. (الفتاویٰ العالمکیریة، الفص الخامس فی الکنایات: ۱/ ۳۷۷، رشیدیه)

"الصریح مالا یحتاج إلی نیة، بائناً کان الواقع به أو رجعیاً". (الدر المختار: ۳/ ۳۰۶، کتاب الطلاق، باب الکنایات، مطلبٌ: الصریح یلحق الصریح والبائن، سعید)

(وکذا فی فتح القدیر: ۴/ ۵، باب إیقاع الطلاق، مصطفیٰ البابی الحبلی مصر)

(وکذا فی بدائع الصنائع: ۴/ ۲۲۲، فصل فی شرط النیة فی الکنایة، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(۱) "أو قال: لم یبق بینی وبینک نکاح، یقع الطلاق إذا نوی". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/ ۳۷۵، الفصل الخامس فی الکنایات، رشیدیه)

(وکذافی فتاویٰ قاضی خان: ۱/ ۴۶۸، فصل فی الکنایات والمدلولات، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاویٰ التاتارخانیة: ۳/ ۳۱۵، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات)

(۲) "والطلاق البائن یلحق الطلاق الصریح بأن قال لها: أنت طالق، ثم قال لها: أنت بائن، تقع طلقة أخری". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/ ۳۷۷، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات، رشیدیه)

(وکذا فی الدر المختار: ۳/ ۳۰۶، کتاب الطلاق، باب الکنایات، سعید)

(وکذا فی النهر الفائق: ۲/ ۳۶۳، کتاب الطلاق، باب الکنایات، رشیدیه)

(۳) "إذا طلق الرجل امرأته طلاقاً بائناً أو رجعیاً أو ثلاثاً، أو وقعت الفرقة بینهما بغیر طلاق، وهی حرة ممن تحیض، فعد تها ثلاثة أقراء، سواء کانت الحرة مسلمةً أو کتابیةً، کذا فی السراج الوهاج .... وعدة الحامل أن تضع حملها، کذا فی الکافی". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/ ۵۲۶، ۵۲۸، الباب الثالث =

''میں نے کوئی شادی نہیں کی'' سے طلاق کا حکم

سوال[۶۲۰۷]: مسئلہ یہ دریافت کرنا ہے کہ شوہر دوسری عورت سے شادی کر چکا تھا، مگر مقدمہ کے دوران اس نے یہ تحریر لکھدی کہ ''میں نے کوئی شادی نہیں کی اور میرے پاس کوئی دوسری عورت موجود نہیں ہے'' اور بیان بھی دیا۔ ایسی صورت میں عقد باقی رہا یا نہیں؟ اور زوجہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

شوہر کا یہ بیان کہ ''میں نے کوئی شادی نہیں کی اور میرے پاس کوئی دوسری عورت نہیں ہے'' اگر خلافِ واقعہ ہے تو جھوٹ ہے، مگر اس سے طلاق نہیں ہوئی، نہ نکاح ٹوٹا، وہ بیوی اس کے لئے حلال ہے جو ایسا کہتے وقت اس کے نکاح میں تھی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲/۲/۱۳۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲/۲/۱۳۹۱ھ۔

انکارِ نکاح سے طلاق

سوال[۶۲۰۸]: زید منکوح تھا، مگر دوسری جگہ اس نے چند معتبر آدمیوں کے سامنے قسم کھا کر یہ کہہ دیا کہ ''میرا نکاح کسی سے نہیں ہوا''۔ اور وہ اپنی بیوی کو اپنے یہاں بلاتا بھی نہیں، نہ اس سے کسی قسم کے تعلقات رکھتا ہے۔ آیا ایسی صورت میں اس کی بیوی مطلقہ ہو چکی یا نہیں؟

احقر بوعلی اثر سنسار پوری۔

= عشر فى العدة، رشيديه)

(وكذا فى الدر المختار: ۵۰۵/۳، باب العدة، سعيد)

(وكذا فى الفتاوىٰ البزازية بهامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۲۵۶/۴ - ۲۵۷، الثامن فى العدة، رشيديه)

(۱) "لستُ لک بزوج، أولستِ لی بامرأة، أو قالت: لستَ لی بزوج، فقال: صدقتِ، طلاق إن نواه خلافالهما والوأكد بالقسم، أو سئل ألک امرأة؟ فقال: لاتطلق اتفاقاً، وإن نوى؛ لأن اليمين والسوال قرينتا ادارة النفى فيهما". (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح: ۲۸۲/۳-۲۸۳، سعيد)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۷۵/۱، كتاب الطلاق، الفصل الخامس فى الكنايات، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

محض اتنا کہنے سے طلاق نہیں ہوئی: "وإن قال: لم أتزوجك، ونوى الطلاق، لا يقع الطلاق بالإجماع، كذا في البدائع. ولوقال: مالي امرأة، لا يقع وإن نوى. وكذا لوقال: عليّ حجةٌ إن كانت لي امرأة. وهذا بالإجماع ذكره الإمام السرخسي في شرحه، والشيخ الإمام نجم الدين في شرح الشافي، كذافي الخلاصة، اهـ". الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۳۷۵(۱)۔

صورت مسئولہ میں عورت کو چاہیئے کہ اگر شوہر حقوق ادا نہیں کرتا تو کسی طرح اس سے طلاق حاصل کرے، خواہ مہر معاف کر کے خواہ کسی اَور طرح (۲)۔ اگر وہ طلاق نہ دے تو حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے اور وہ میرے حقوق ادا نہیں کرتا، اس پر حاکم شوہر کو بلا کر کہے کہ تم اپنی زوجہ کے حقوق ادا کرو یا طلاق دیدو، ورنہ ہم تفریق کر دیں گے۔ پھر اگر شوہر کسی صورت کو اختیار کرے تو بہتر ورنہ حاکم مسلم بااختیار خود تفریق کر دے (۳)۔ اس کے بعد عدتِ طلاق گزار کر دوسری جگہ نکاح درست ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۳۷۵، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات، رشیدیه)

"وکذلک إذاقال: لم یکن بیننا نکاح، أوقال: لم أتزوجک، ونوی الطلاق، لایقع بالإجماع". (الفتاویٰ التاتارخانیة: ۳/۳۲۱، کتاب الطلاق، نوع آخر فی قوله: لست لی بامرأة، إدارة القرآن کراچی)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۳/۸۳، کتاب الطلاق، باب الکنایات، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(۲) "وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لایقیما حدود الله، فلا بأس بأن تفتدی نفسها منه بمال یخلعها. وفی الزاد: وإذا فعل ذلک، وقع بالخلع تطلیقة بائنة، ولزمها المال". (الفتاویٰ التاتارخانیة: ۳/۴۵۳، فصل فی الخلع، إدارة القرآن کراچی)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۴۸۸، الباب الثامن فی الخلع وما فی حکمه)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۳/۱۸۲، باب الخلع، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(۳) "قال فی غرر الأذکار: ثم اعلم أن مشائخنا استحسنوا أن ینصب القاضی الحنفی نائباً من مذهبه =

”یہ عورت بہنوئی کی ہے، مجھ سے کوئی مطلب نہیں“ سے طلاق

سوال[۶۲۰۹]: شوہر نے اپنی زوج کو بوجہ تکرار کہا کہ ”یہ عورت بہنوئی کی ہے، میری نہیں، مجھ سے کوئی مطلب نہیں، کوئی مطلب نہیں، کوئی مطلب نہیں، یہ اپنے گھر جاوے، ہم اپنے گھر“۔ اب لڑکی شوہر کے یہاں جانا نہیں چاہتی کہتی ہے کہ میں خودکشی کرلوں گی مگر جاؤں گی نہیں، لڑکا بدمعاش ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا الفاظ سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً:

شوہر کے جو الفاظ سوال میں نقل کئے گئے ہیں، ان میں کوئی لفظ صریح طلاق کا نہیں ہے، بلکہ کنایہ کے الفاظ ہیں، اگر شوہر نے کہتے وقت طلاق کی نیت کی تھی تو طلاق بائن واقع ہوگئی (۱) اور اب اس کے ساتھ رہنے کا حق نہیں رہا، دونوں رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح کرلیا جائے (۲)۔ اگر طلاق کی نیت سے شوہر نے یہ الفاظ نہیں کہے تو کوئی طلاق نہیں ہوئی اسی کے ساتھ رہنا چاہئے یا پھر اس سے مہر کے عوض طلاق لے لی جائے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۴/۹۱ھ۔

= للتفريق بينهما إذا كان الزوج حاضراً، وأبى عن الطلاق؛ لأن دفع الحاجة الدائمة لايتيسر بالاستدانة؛ إذ الظاهر أنها لاتجد من يقرضها وغنى الزوج مالاً أمرٌ متوهم، فالتفريق ضرورى إذا طلبته“.
(ردالمحتار: ۳/۵۹۰، باب النفقة، مطلب فى فسخ النكاح بالعجز عن النفقة، سعيد)

(۱) (تقدم تخريجه تحت المسئلة السابقة)

(۲) ”وإذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها فى العدة و بعد انقضائها“. (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۲، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة و ما يتصل به، رشيديه)

(وكذا فى الدر المختار: ۳/۴۰۹، باب الرجعة، سعيد)

(وكذا فى تبيين الحقائق: ۳/۱۶۲، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، دارالكتب العلميه بيروت)

(۳) ”إذا تشاق الزوجان و خافا أن لا يقيما حدود الله، فلا بأس بأن تفتدى نفساً منه بالمال يخلعها به، فإذا فعلا ذلك، وقعت تطليقة بائنة، ولزمها المال“. (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۸۸، الباب الثامن فى الخلع و ما فى حكمه، رشيديه) .... =

''میرا تیرا تعلق ختم'' سے طلاق

سوال[۶۲۱۰]: زید کا نکاح ہندہ سے ہوا، ہندہ نے اپنی سسرال کا ماحول نہایت گندہ دیکھا، ہندہ کی سسرال میں پردہ، گھونگھٹ اور شرم وحیاء کا طریقہ بالکل پسند نہیں ہے اور اسلامی طور وطریق کو بہت ہی کراہت سے دیکھتے ہیں، نیز ہندہ کے شوہر اور ساس سسر ہندہ کو کھلی بے حیائی، بے شرمی اور بے پردگی پر آمادہ کرتے ہیں، بے شرمی اور بے حیائی کیساتھ ساتھ ہندہ سے ازدواجی تعلقات کی تاک جھانک میں لگے رہتے ہیں۔ جب ہندہ اپنے شوہر سے ساس سسر کی اس کھلی بے حیائی اور بے شرمی کا ذکر کرتی ہے تو وہ ان باتوں پر بالکل برانہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ ہمارے بابوجی (باپ) جس طرح تم سے خوش رہنا چاہیں، تم ان کی بات مانو اور تم ان کے ماحول میں رہو۔

ہندہ ہر طرح گھریلو خدمت انجام دے سکتی ہے مگر یہ بے شرمی، بے حیائی اور بے پردگی کی باتیں ہرگز نہیں مان سکتی، یہ خدمت صرف شوہر کے لئے مخصوص ہے، سسر اور غیروں کے لئے نہیں ہے۔ چونکہ ہندہ کے سسر کی عادت نہایت خراب ہے اور مزاج میں چاپلوسی اور بے شرمی بہت زیادہ ہے، اس لئے ہندہ کو ہر دم اپنی پاکدامنی اور عفت وعصمت کا خوف لگا رہتا ہے۔ ہندہ جب سسرال میں ایسی ویسی بے شرمی وبے حیائی کی باتیں نہیں مانتی تو ساس سسر لعن طعن کرتے ہیں، گالی گلوچ کرتے ہیں، بدمزاج منہ چڑھی بتلاتے ہیں، خاندان کو کوستے ہیں، طرح طرح کی سختیاں کرتے ہیں اور تکلیفیں پہونچاتے ہیں، انتہائی بدکلامی بدلحاظی سے پیش آتے ہیں، یوں ہوتے ہوتے دس مہینہ بیت گئے۔

اتفاق ایسا ہوا کہ ہندہ کی والدہ جا کر ہندہ کو میکے لے آئی۔ کچھ دن بعد ہندہ کا شوہر ہندہ کے پاس آیا اور باہم باتوں باتوں میں نفرت کر کے ہندہ کو یہ کہہ دیا کہ ''جا، آج سے میرا تیرا تعلق ختم، میں ابھی گھر جا کر تیرا مہر پانچ ہزار روپیہ بھیجتا ہوں اور تیرا نکاح بھی کہیں نہیں ہونے دوں گا''۔ پھر ہندہ کا سسر بھی ہندہ کے والد سے ملا اور ادھر ادھر کی باتوں کے بعد کہا کہ ہندہ کو بھیجنا ہے تو فوراً بھیج دو ورنہ اپنی بیٹی کو طاق میں بٹھا کر رکھو، ہم تحریری طلاق نہیں دیں گے اور یاد رکھو! ہم ہندہ کو سڑا سڑا کر ماریں گے اور ہم تم کو نیچا دکھا کر رہیں گے اور ہندہ سے اور تم سے

= (وکذا فی تبیین الحقائق: ۱۸۴/۳، باب الخلع، دارالکتب العلمیه بیروت)

(وکذا فی الهداية: ۴۰۴/۲، کتاب الطلاق، باب الخلع، مکتبه شرکة علمیه ملتان)

اپنے گھر پر ناک رگڑ وادیں گے، وغیرہ وغیرہ۔ ہندہ ہرگز ہرگز اس گھر میں جانا نہیں چاہتی۔

اس کے بعد ہندہ کے ساس سسر ہندہ پر چڑھایا ہوا اپنا زیور بھی لے گئے اور بڑی بد کلامی سے پیش آئے۔ اب ہندہ کے سسر ہندہ کو پولیس کے ذریعہ نکال کر لیجانے کی فکر میں ہیں، بہت سے لوگوں نے میرے سسر وغیرہ کو پولیس تھانوں میں گھومتے پھرتے دیکھا ہے، تھانوں سے کئی دفعہ میرے والد کو بلانے کا ٹیلیفون بھی آچکا ہے۔ اب اس مضمون سے جو شرعی حکم ہندہ کے لئے نکلتا ہے اس کا جواب فتویٰ چاہتی ہوں، اگر طلاق پڑ گئی ہے تو فبہا ورنہ ہندہ کے آزاد ہونے کی قانونی شرعی صورت مفصل عام فہم لفظوں میں فرما دیجئے، عین نوازش ہوگی۔

شاہدہ بیگم، شہر میرٹھ، ۲۴/ اگست/ ۶۸ء۔

الجواب حامداً و مصلياً:

اگر ہندہ کو اس کے شوہر نے بہ نیتِ طلاق یہ کہا کہ "جا، آج سے میرا تیرا تعلق ختم" جیسا کہ مہر بھیجنے کے ذکر سے بھی معلوم ہوتا ہے تو ایک طلاق بائن واقع ہوگئی (۱)۔ وقتِ طلاق سے تین حیض گزرنے پر دوسری جگہ نکاح کی اجازت ہوگی (۲)، اگر حمل ہو تو وضع حمل سے عدت پوری ہو جائے گی (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/ ۵/ ۸۸ھ۔

---

(۱) "وفي الفتاوى: لم يبق بيني و بينك عملٌ، و نوى الطلاق، يقع، كذا في العتابية". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/ ۳۷۶، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان: ۱/ ۴۶۸، كتاب الطلاق، فصل في الكنايات والمدلولات، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/ ۵۲۸، كتاب الطلاق، باب الكنايات في الطلاق، رشيديه)

(۲) "إذا طلق الرجل امرأته طلاقاً بائناً أو رجعياً أو ثلاثاً، أو وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق و هي حرة ممن تحيض، فعدتها ثلاثة أقراء، سواء كانت الحرة مسلمةً أو كتابيةً". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/ ۵۲۶، الباب الثالث عشر في العدة، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۳/ ۵۰۴، ۵۰۵، كتاب الطلاق، باب العدة، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/ ۲۴۸، باب العدة، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "و [العدة] في حق الحامل مطلقاً و ضع حملها". (الدر المختار: ۳/ ۵۱۱، باب العدة، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/ ۵۲۸، الباب الثالث عشر في العدة، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۴/ ۲۲۶، باب العدة، رشيديه)

''تعلقِ زوجیت نہیں'' سے طلاق کا حکم

سوال[۱۱۲۱۲]: عبداللہ نے ایک نابالغ لڑکی فاطمہ سے بغیر اب وجد کے دوسرے ولی کے ذریعہ سے نکاح کرلیا، تھا وہ لڑکی بالغ ہونے کے بعد شوہر کی عادات واخلاق پسند نہ ہونے کی وجہ سے اپنی والدہ صاحبہ کے گھر آ گئی، تقریباً دو ہفتہ کے بعد عبداللہ نے فاطمہ کو بلایا، اس وقت فاطمہ بولی کہ ''تمہارے اخلاق وعادات مجھے پسند نہیں ہیں، میں تمہارے ہمراہ رہنے کو راضی نہیں ہوں، اس لئے مجھے طلاق دیدو''، عبداللہ نے کہا ''جس طرح تو مجھے پسند نہیں کرتی، میں بھی تجھے اسی طرح پسند نہیں کروں گا، تم اپنی اماں کے گھر رہو، میں دوسری شادی کرلیتا ہوں''، فاطمہ بولی ''بہر حال مجھے جدائی کردو''، اس وقت عبداللہ نے کہا کہ ''مجھے تو ضرورت نہیں ہے، تم اپنی والدہ کے گھر رہو، آج سے تمہارے اور ہمارے درمیاں زوج زوجہ کا کوئی تعلق نہیں ہے''۔

اتنا کہہ کر عبداللہ واپس چلا گیا اور دوسری شادی بھی کرلی، اب پانچ سال ہوگئے۔ حنفی مذہب کے مطابق کیا عورت مطلقہ ہوگئی یا نہیں؟ مرد سے مہر طلب کرسکتی ہے یا نہیں، اس کی عدت گزارنے کی کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

نابالغہ کا نکاح جب کہ ولیٔ اَبعد نے کیا تھا تو وہ ولیٔ اَقرب کی اجازت پر موقوف تھا، اگر ولیٔ اقرب نے رد کردیا تھا تو وہ رد ہوگیا تھا، اگر رد نہیں کیا تھا بلکہ اجازت دے دی تھی تو وہ جائز ہوگیا تھا(۱)۔ جب کہ عبداللہ نے سوالِ طلاق کے جواب میں کہا کہ ''تم اپنی ماں کے گھر پر رہو، آج سے تمہارے اور میرے درمیان میں زوج وزوجہ کا کوئی علاقہ نہیں ہے'' تو ظاہر ہے کہ یہ بہ نیتِ طلاق ہی کہا ہے تو شرعاً اس سے ایک طلاق بائن واقع ہوگئی۔ اگر خلوت صحیحہ یا جماع کی نوبت آ چکی ہے تو عورت پورے مہر کی حقدار ہے، ورنہ نصفِ مہر کا مطالبہ کرسکتی ہے، پورے کا مطالبہ نہیں کرسکتی:

---

(۱) "وللولي الأبعد التزويج بغيبة الأقرب، فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب، توقف على إجازته".

(التنوير مع الدر المختار: ۸۱/۳، کتاب النکاح، باب الولي)

(وكذا في الهداية: ۳۱۹/۲، كتاب النكاح، باب في الأولياء والأكفاء)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۲۸۵/۱، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء، رشيديه)

"لو قال: لم یبق بینی و بینك عمل"(۱)۔ "أو أنا بریء من نکاحك أو ابعدی عنی، ونوی الطلاق، یقع"(۲)۔ "ویجب نصفه بطلاق قبل وطیء أو خلوة". درمختار(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ یکم شعبان۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ،　صحیح: عبد اللطیف۔

"تعلق نہیں" سے طلاق

سوال[۶۲۱۲]: ایک جوان عورت جس کا شوہر عرصہ چھ سال سے گھر سے باہر رہتا ہے اور بیکار ہے بیوی کو میکہ چھوڑ رکھا ہے، نہ نان ونفقہ کی خبر لیتا ہے، نہ اپنے گھر لاتا ہے، نہ ہی شوہر کے والدین بلاتے ہیں۔ جب وہ کبھی گھر آتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ اپنی بیوی کو کیوں نہیں بلاتا؟ تو کہتا ہے کہ "میں اس کو نہیں رکھنا چاہتا اور نہ ساری عمر اس سے تعلق رکھوں گا، نہ میرے پاس اس کے لئے نان ونفقہ کا خرچہ ہے"۔ لوگ کہتے ہیں کہ جب تم اسے نہیں رکھ سکتے اور نہ تم خرچ دے سکتے ہو، نہ تمہارے والدین تو وہ اپنا کیسے گزارہ کرے؟ وہ کہتا ہے "جب مجھے اس سے مدت سے تعلق نہیں، نہ آئندہ رکھوں گا، میرے سے جہنم میں جائے"۔

اس پر لوگوں نے کہا تو پھر طلاق دیدے وہ کہیں اپنا نکاح کرلے گی تو کہتا ہے "اور طلاق کیسی ہو، میری طرف سے تو اس کو طلاق ہی سی ہے"۔ عورت مذکورہ کے والدین غریب ہیں، اس کا خرچ نہیں اٹھا سکتے۔ اس صورت میں عورت مذکورہ اپنا نکاح ثانی کرسکتی ہے یا نہیں؟

---

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۳۷۶، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات، رشیدیه)

(۲) (رد المحتار: ۳/۳۰۲، کتاب الطلاق، باب الکنایات، سعید)

(وکذا فی حاشیة الشلبی علی تبیین الحقائق للزیلعی: ۳/۸۰ باب الکنایات، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(۳) (الدرالمختار: ۳/۱۰۲، ۱۰۴، کتاب النکاح، باب المهر، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۳۰۳، ۳۰۴، الفصل الثانی فیما یتأکد به المهر والمتعة، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۳/۵۳۸، ۵۳۹، کتاب النکاح، باب المهر، دار الکتب العلمیة، بیروت)

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر بنیت طلاق شوہر نے وہ الفاظ کہے ہیں جو کہ سوال میں مذکور ہیں جیسا کہ ظاہراً معلوم ہوتا ہے تو بعد عدت اس کی بیوی کو نکاحِ ثانی کی اجازت ہے، اگر کچھ شک ہو تو مزید توثیق کے لئے دوبارہ اس سے دریافت کرلیا جائے کہ یہ دوسرا نکاح کرے یا نہیں، تمہاری بیوی تو نہیں رہی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱/۸۸ھ۔

''مجھے لڑکی نہیں چاہئے'' سے طلاق

سوال[۶۲۱۳]: ایک نیک شریف لڑکی کی شادی چار سال قبل ہوئی تھی، لڑکا بدچلن، جواری، شرابی نکلا، بلکہ جب تیسری بار لڑکی سسرال گئی تو کچھ غیر مَردوں کے ساتھ اس کے شوہر نے اس کو تنہا جانے کے لئے کہا تو لڑکی نے منع کردیا، اس پر مار پیٹ کی، اس نے اس لڑکی کو بیچنا چاہا، جب اس کے والدین کو پتہ ہوا تو لڑکی کو اپنے گھر لے آئے، اب اپنے والدین کے یہاں ہے۔ زبانی اس کا شوہر چھوڑنے کے لئے کئی بار کہہ چکا ہے کہ ''مجھ کو لڑکی نہیں چاہئے''۔ جب اس کے باپ نے تحریری طلاق مانگی تو ہزار روپیہ مانگتا ہے، باپ نہایت غریب آدمی ہے۔ اندیشہ ہے کہ کوئی خلافِ شرع قدم نہ اٹھ جائے۔ ایسی حالت میں اس کا باپ نکاح ثانی کرسکتا ہے یا نہیں، جب کہ عدالت نے نکاح کرنے کا فیصلہ دیدیا ہے؟ مطلع کریں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

صرف اس لفظ سے کہ ''مجھے لڑکی نہیں چاہئے'' کوئی طلاق نہیں ہوئی (۲)، اگر یہ لفظ کہا ہو کہ ''میں نے

---

(۱) "وفي الفتاوی: لم یبق بیني و بینک عملٌ، و نوی الطلاق یقع، کذا في العتابیة". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۳۷۶، کتاب الطلاق، الفصل الخامس في الکنایات، رشیدیه)

(و کذا في فتاویٰ قاضي خان: ۱/۴۶۸، فصل في الکنایات والمدلولات، إدارة القرآن کراچی)

(۲) "و رکنه لفظ مخصوص خال عن الاستثناء". (الدرالمختار). "(قوله: ورکنه لفظ مخصوص) هو ما جُعل دلالةً علی معنی الطلاق من صریح أو کنایة". (ردالمحتار: ۳/۲۳۰، کتاب الطلاق مطلبٌ: طلاق الدور، سعید)

(و کذا في البحرالرائق: ۳/۴۱۰، کتاب الطلاق، رشیدیه)

(و کذا في بدائع الصنائع: ۴/۲۱۰، فصل في رکن الطلاق، دار الکتب العلمیة بیروت)

اپنی بیوی کو چھوڑ دیا تو طلاق ہوگئی"(۱)، پھر اگر اس نے رجعت نہ کی ہو تو بعد عدت تین ماہواری لڑکی کا دوسری جگہ نکاح کر دینا درست ہوگا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۳/۱۳۹۴ھ۔

خسر کو لکھا "دوسرے داماد کے لئے عدت شمار کرے"

سوال [۶۲۱۴]: اگر کوئی داماد اپنے خسر صاحب کو یہ لکھ کر خط بھیجے کہ "آپ کی جو دولت ہے اس دولت کا نصف حصہ اپنی لڑکی کے نام لکھدیں، اگر نہ دیویں تو ۲۶/۱ جیٹھ سے دوسرے داماد کے لئے عدت شمار کرے۔ مگر یہ خط صرف خسر کو ہمت دلانے کے لئے لکھا، کوئی نیت نہیں کی۔ داماد کا خط پا کر خسر نے بھائی کے پاس ایک خط بھیجا کہ "میں کچھ نہیں دوں گا"۔ اس کے بعد شوہر نے بیوی کو سسرال بھیج دیا، مگر مذکورہ تاریخ سے پہلے شوہر نے غلط فہمی سے ایک نکاح پڑھایا اور بیوی کے ساتھ وطی بھی کی، اور وہ بیوی ابھی سسرال میں ہے، داماد وہاں چشم پوشی سے جا نہیں سکتا، اور خسر بھی لکھ کر نہیں دیتے، اس لئے داماد وہاں نہیں جاتا ہے۔

اس واقعہ کو ڈھائی مہینہ گزر گیا ہے۔ ایک دوسرا آدمی داماد کے پاس فیصلہ کرانے کے لئے آیا، رات میں توبہ کرائی، داماد سے بیوی کے پاس محبت کا ایک خط بھی لکھوایا، لیکن داماد حصہ نہ دینے کی وجہ سے سسرال بھی

---

(۱) "ثم فرق بينه و بين سرحتك، فإن سرحتك كناية، لكنه في عرف الفرس غلب استعماله في الصريح، فإذا قال "رہا کردم": أي سرحتك، يقع به الرجعي مع أن أصله كناية أيضاً، و ما ذاك إلا لأنه غلب في عرف الفرس استعماله في الطلاق". (رد المحتار: ۲۹۹/۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۷۹/۱، الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسية، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۵۲۴/۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات في الطلاق، رشيديه)

(۲) "إذا طلق الرجل امرأته طلاقاً بائناً أو رجعياً أو ثلاثاً، أو وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق و هي حرة ممن تحيض، فعدتها ثلاثة أقراء، سواء كانت الحرة مسلمةً أو كتابيةً". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۵۲۶/۱، الباب الثالث عشر في العدة، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار: ۵۰۴/۳، باب العدة، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۲۱۷/۴، باب العدة، رشيديه)

نہیں جاتا اور بیوی کو بھی نہیں لاتا۔تو اس صورت میں شرعاً طلاق ہوگئی یا نہیں؟ اگر ہوگئی تو کتنی طلاق واقع ہوئی؟

حبیب اللہ،۲۴ پرگنہ بنگال۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

جب داماد نے اپنے خسر کو لکھا کہ اگر اپنی بیٹی کو نصف دولت فلاں تاریخ تک نہ دیں تو دوسرے داماد کے لئے عدت شمار کرلیں اور اس سے طلاق کی نیت نہیں کی تو کوئی طلاق نہیں ہوئی، دوسری عورت سے نکاح کر لینے کی وجہ سے بھی پہلی بیوی کے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑا۔اپنی بیوی کو طلاق کی نیت سے اگر یہ خط لکھا ہے تو طلاق ہوگی (۱)، پھر جب تین ماہواری بھی گزر گئی تو نکاح بالکل ہی ختم ہوکر وہ عورت بالکل اجنبی بن گئی، البتہ اگر دونوں رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح کی اجازت ہے (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹/۱۶/ ۹۴ھ۔

’’میری طرف سے بالکل ختم ہے‘‘ سے طلاق

سوال[۶۲۱۵]: زید نے چار مسلمانوں اور ایک پولیس کے سامنے یہ کہا کہ ’’میں اپنی بیوی کو رکھنا نہیں چاہتا ہوں اور میری طرف سے بالکل ختم ہے‘‘۔ان چار میں سے ایک شخص نے پوچھا کیا تمہاری طرف سے طلاق ہوگئی، اس پر زید نے خاموشی اختیار کی، پولیس مین نے کہا کہ کیا تو اپنی طرف سے بالکل ختم کر چکا ہے؟ اس بات پر زید نے ہاں میں گردن ہلادی، اس پر سوال کیا کہ کیا اس میں ابھی کچھ گنجائش ہے؟ تب زید نے کہا کوئی

---

(۱) ” وتقع رجعية بقوله: اعتدی، واستبرئی رحمک، وأنت واحدة وإن نوی أكثر .... فلا يرد وقوع الرجعي ببعض الكنايات“. (الدرالمختار). ”(قوله: بقوله: اعتدی)؛ لأنه من باب الإضمار: أی طلقتک فاعتدی، أو اعتدی؛ لأنی طلقتک“. (ردالمحتار: ۳/۳۰۲، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۵، كتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الكنايات، رشيديه)

(وكذا فی البحر الرائق: ۳/۵۱۹، كتاب الطلاق، باب الكنايات فی الطلاق، رشيديه)

(۲) ”إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها فی العدة و بعد انقضائها“. (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۲، الباب السادس فی الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا فی البحر الرائق: ۴/۹۴، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا فی الهداية: ۲/۳۹۹، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، مكتبه شركة علميه)

گنجائش نہیں ہے، پھر سوال کیا گیا کہ پھر تو تمہاری طرف سے طلاق ہوگئی، یہ سن کر زید خاموش رہا، کسی قسم کا کوئی جواب نہیں دیا۔ کیا اس صورت میں طلاق واقع ہوگئی؟ اگر واقع ہوگئی تو کون سی رجعی یا بائن یا مغلظہ؟ اور اس کے تصفیہ کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

زید سے دریافت کرلیا جائے اگر وہ کہے کہ میں نے رشتہ نکاح کو ختم نہیں کیا تو اس کا قول معتبر ہوگا، بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے میل جول کو بند کیا ہے طلاق نہیں دی، اسی وجہ سے جب اس سے طلاق کے متعلق دریافت کیا گیا تو اس نے خاموشی اختیار کی اقرار طلاق نہیں کیا۔ اب فیصلہ کی صورت یہی ہے کہ زید سے ہی دریافت کیا جائے، جو کچھ وہ طلاق کے متعلق بتائے اس کو لکھ کر پھر مسئلہ معلوم کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۶/ ۷/ ۱۳۹۹ھ۔

لفظ ''فائنل کردیا'' سے طلاق

سوال [۶۲۱۶]: زید کا اس کی بیوی کے ساتھ جھگڑا ہوا اور یہاں تک نوبت پہونچ گئی کہ زید کی بیوی اپنے میکے چلی گئی۔ عورت کے لواحقین نے اس کے شوہر کو کہلا بھیجا کہ اگر زید اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے تو کل کیا دینا آج دیدے، اس کہنے پر زید نے سخت غیظ و غضب میں آکر کہلا بھیجا کہ ''ایسی بیوی میرے کوئی کام کی نہیں'' اور اس قسم کی بہت سی باتیں جھگڑے کی ہوئیں اور معاملہ الجھن میں پڑ گیا۔ تاہم زید کے احباء نے اس کو سمجھانے کی کوشش کی اور اس کا غصہ فرو کرنے کی تدبیریں کیں، لیکن غصہ بجائے کم ہونے کے اَور بھڑکتا رہا۔ اور یہاں تک لکھ دیا کہ ''میں کسی طرح بھی اس عورت کو رکھنے کے لئے تیار نہیں ہوں، اپنی خواہشاتِ نفسانی تو ہر جگہ پوری کرسکتا ہوں، اس سے اچھی تو بازاری عورتیں ہوتی ہیں، کیونکہ میرے گھر سے چلی گئی، اب میں نہیں رکھ سکتا''۔

ان تمام باتوں کے بعد زید اسی طیش کی حالت میں طلاق نامہ لکھوانے کے واسطے قاضی کے پاس پہونچ

---

(۱) "وفي الفتاوى: لم يبق بيني و بينك عمل، ونوى الطلاق، يقع". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/ ۳۷۶، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في فتاویٰ قاضي خان: ۱/ ۴۶۸، كتاب الطلاق، فصل في الكنايات والمدلولات، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/ ۳۲۱، الفصل الخامس في الكنايات، إدارة القرآن كراچی)

گئے، مگر وہاں سے اس کے دوست اس کو سمجھا بجھا کر واپس لے آئے۔ ایک شخص کے دریافت کرنے پر کہ قاضی کے پاس گئے تھے کیا ہوا جواب دیا کہ "میں نے فائنل کر دیا" (یعنی آخری فیصلہ)۔ اسی طرح ہر دوست کے الگ الگ سمجھانے پر بھی ہر دوست کو ہر بار یہی جواب دیتا رہا کہ "مجھ کو کسی حالت میں نہیں چاہیے، اب سونے کی بھی بن کر آئے یا ہیرے کی نہیں رکھوں گا"۔

جب یہ سب باتیں ہو رہی تھیں تو زید کی بیوی حاملہ تھی، زید کے ان جوابات کے بعد اس کے بچہ پیدا ہوا۔ اب عورت کے ماں باپ اس کے شوہر کے پاس بھیجنا چاہتے ہیں۔ ایسی صورت میں زید اس کو اپنے گھر میں رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور عورت کو طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کیسی؟ براہ کرم ذرا صاف صاف مع حوالہ کتب فقہیہ مفصل تشریح فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس تمام بیان میں زید کی جانب سے طلاق کا صریح لفظ کوئی نہیں نقل کیا گیا، اگر زید نے قاضی سے یہ کہا ہے کہ طلاق نامہ میری زوجہ کے لئے لکھ دو تو شرعاً طلاق واقع ہوگئی اگر چہ تحریر طلاق نامہ کی نوبت نہ آئی ہو:

"ولو قال للكاتب: أكتب طلاق امرأتي، كان إقراراً بالطلاق. وإن لم يكتب، اه". ردالمحتار: ۲/۶٦٤(۱)۔

اگر طلاق کی کوئی صفتِ بائنہ یا مغلظہ ذکر نہیں کی تو اس صورت میں ایک طلاق رجعی واقع ہوئی "آخری فیصلہ کر دیا" کا اگر یہ مطلب ہے کہ طلاق بائن دیدی تو اس سے طلاق بائن واقع ہوئی۔ اگر یہ مطلب ہے کہ طلاقِ مغلظہ دیدی تو اس سے طلاق مغلظہ واقع ہوگئی۔ اگر یہ مطلب ہے کہ میں اس کو اب کبھی نہیں بلاؤں گا (اگر چہ طلاق بھی نہیں دی) تو اس لفظ سے کچھ نہیں ہوا (۲)۔

---

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۳۷۶، کتاب الطلاق، مطلب فی الطلاق بالکتابة، قبیل الصریح، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ التاتار خانیه: ۳/۳۷۹، کتاب الطلاق، إیقاع الطلاق بالکتاب، إدارة القرآن کراچی)

(وکذا فی البحر الرائق: ۳/۴۴۱، باب الطلاق، رشیدیه)

(۲) "ففي حالة الرضا لايقع الطلاق في الألفاظ كلها إلا بالنية، والقول قول الزوج في ترك النية مع اليمين". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۳۷۵، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات، رشیدیه) =

اگر قاضی کے پاس جا کر طلاق نامہ لکھنے کے لئے نہیں کہا بلکہ اس سے پہلے ہی دوست اس کو واپس لے آئے تو پھر طلاق نامہ لکھوانے کی نیت سے قاضی کے پاس جانے سے طلاق واقع نہیں ہوئی۔ طلاق رجعی کی صورت میں عدت کے اندر رجعت درست ہوتی ہے (۱)۔ بعد عدت تجدید نکاح کی ضرورت ہوتی ہے اور طلاقِ بائن میں رجعت کافی نہیں بلکہ تجدیدِ نکاح کی ضرورت ہے عدت میں بھی اور بعد عدت بھی (۲)۔

طلاق مغلظہ میں حلالہ کی ضرورت ہوتی ہے یعنی اگر پھر طرفین رضامند ہو جائیں تو عدت گزرنے کے بعد عورت کسی اَور شخص سے باقاعدہ نکاح کرے اور وہ ہمبستری کرنے کے بعد طلاق دے یا مر جائے تو پھر اس کی عدت ختم کرکے پہلے شوہر سے نکاح درست ہوتا ہے (۳)۔ اس سے قبل درست نہیں ہوتا اور جس عورت کو حالتِ

= "قال رحمه الله: وفي غيرها: أي في غير الثلاثه المذكورة: (اعتدي، استبرئي رحمك، أنت واحدة) تقع واحدة بائنة إن نوى واحدةً، أو ثنتين، وإن نوى ثلاثاً فثلاث". (تبيين الحقائق: ۳/۷۷، باب الكنايات، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۱) "وإذا طلق الرجل امرأته تطليقةً رجعيةً أو رجعيتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أو لم ترض". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۰، الباب السادس في الرجعة، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/۳۹۴، باب الرجعة، شركت علميه ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۴۹، باب الرجعة، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۲، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۴/۹۴، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۴۰۹، باب الرجعة، سعيد)

(۳) "وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة، وثنتين في الأمة، لم تحل له، حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۳، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار على تنوير الأبصار: ۳/۴۰۹، ۴۱۱، باب الرجعة، سعيد)

(وكذا في كنز الدقائق مع البحر الرائق: ۴/۹۴، ۹۷، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

حمل میں طلاق دی گئی ہو اس کی عدت وضعِ حمل ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۲/۶۳ھ۔

''فیصلہ کردیا'' سے طلاق

سوال[۷۲۱۷]: زید نے اپنی بیوی کو بوجہ شک اور لوگوں کے کہنے سے بہتان لگایا اور کہا کہ ''وہیں جا کر رہو، میں تم کو رکھنا نہیں چاہتا'' اور نکال دیا، عورت دوسرے مکان پر شام تک بیٹھی رہی، مگر پھر مسلمانوں نے ملا دیا، عورت پھر شوہر کے پاس رہنے لگی۔ چند روز کے بعد پھر جھگڑا ہوا اور شوہر نے کہا کہ ''میرا دل تم سے رجوع نہیں اور میری جائیداد اور بچوں پر تمہارا کوئی حق نہیں، تم رہو یا نہ رہو''۔ تب عورت نے کہا کہ ''مجھ پر بھی تمہارا کوئی حق نہیں، تم میرا فیصلہ کردو'' اس وقت مرد کہتا ہے کہ ''میری طرف سے فیصلہ ہے، اب تمہاری غرض ہو یا نہ ہو''۔

اس وقت عورت نکل کر بکر کے یہاں چلی گئی اور عرصہ چھ سال سے اس کے یہاں رہتی ہے، زید شوہر صریح الفاظ کے ساتھ طلاق نہیں دیتا ہے۔ کیا مذکورہ لفظوں سے طلاق ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر زید نے مذکورہ الفاظ سے طلاق کی نیت کی تھی تو اس کی بیوی پر طلاق بائن پڑ گئی اور زید کے نکاح سے بالکل نکل گئی، عدت کے گزرنے کے بعد جس سے چاہے نکاح کرلے:

"کنایته ما لم یوضع له: أي الطلاق واحتمله وغیرَہ، فالکنایات لا تطلق بها قضاءً إلا

---

(۱) "وعدة الحامل أن تضع حملها، کذا في الکافي". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۵۲۶، الباب الثالث عشر في العدة، رشیدیه)

(وکذا في الدر المختار علی تنویر الأبصار: ۳/۵۰۴، ۵۰۵، باب العدة، سعید)

(وکذا في تبیین الحقائق: ۳/۲۴۸، باب العدة، دارالکتب العلمیه بیروت)

بنية أو دلالة الحال". درمختار علی هامش شامی(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/...../۸۸ھ

"جا! میں نے جھگڑا صاف کردیا" سے طلاق

سوال[۶۲۱۸]: زید اور اس کی بیوی میں تنازع ہوا اور غصہ میں بیوی نے اپنے شوہر سے کہا کہ "میرا جھگڑا صاف کردو"، شوہر نے کہا کہ "جا، میں نے جھگڑا صاف کردیا، تو اپنے باپ کے یہاں چلی جا" یہ لفظ دو مرتبہ کہے اور اپنے کام میں لگ گئی۔ اگلے روز عورت کے ماں باپ اس کو اپنے گھر لے گئے، لیکن عورت کہتی رہی کہ مجھ کو کچھ نہیں کہا، لیکن مرد سے معلوم کیا تو اس نے کہا کہ مجھے جو کہنا تھا کہہ دیا۔ طلاق یا آزادگی کا لفظ نہیں آیا، یہی آیا کہ "میں نے جھگڑا صاف کردیا" دو مرتبہ کہا۔ اور عورت حمل سے ہے، دن پورے ہوگئے۔

اب فرمایئے کہ وہ طلاق ہوئی یا نہیں ہوئی؟ یا کفارہ ہوا؟ اب اپنے ماں باپ کے یہاں سے عورت کہتی ہے کہ مجھ کو تین دفعہ کہا اور دو گواہ کہتے ہیں کہ نہیں، دو مرتبہ کہا۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

شوہر نے جو لفظ کہا ہے وہ صریح طلاق نہیں، اگر طلاق کی نیت سے کہا ہے تو ایک طلاق بائن واقع ہوگئی(۲)، دو دفعہ کہا ہو یا تین دفعہ سب کا یہی حکم ہے(۳)۔ طلاق حالتِ حمل میں بھی ہو جاتی ہے(۴)۔ اگر

---

(۱) (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۲۹۶/۳، ۲۹۷، باب الکنایات، سعید)

(وكذا في البحرالرائق: ۵۱۹/۳، باب الكنايات في الطلاق، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۳۷۳/۲، فصل في الطلاق قبل الدخول، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۲) "وبقية الكنايات إذا نوى بها الطلاق، كانت واحدةً بائنةً، وإن نوى ثلثاً كان ثلاثاً .... وهذا مثل قوله .... والحقي بأهلك .... واخرجي واذهبي وقومي. الخ". (الهداية: ۳۷۴/۲، كتاب الطلاق، فصل في الطلاق قبل الدخول، شركة علمية، ملتان)

(وكذا في الدرالمختار: ۲۹۸/۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(۳) "ولا يلحق البائنُ البائنَ". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۷۷/۱، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۸۴/۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، دارالكتب العلميه بيروت)

(وكذا في الدرالمختار مع رد المحتار: ۳۰۸/۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(۴) "وطلاق الحامل يجوز عقيب الجماع". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۴۹/۱، الباب الأول، رشيديه) =

طلاق کی نیت سے نہیں کہا تو کوئی طلاق نہیں، نکاح بدستور قائم ہے، نیت کے بارے میں شوہر کا قول مع قسم معتبر ہوگا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۹۲/۱۱/۲۵ھ۔

لفظ "استعفی" سے طلاق

سوال [۶۲۱۹]: زید اپنی سسرال کو جاتا ہے، وہاں پر سالے کے بارے میں تنازعہ ہوتا ہے، بات بڑھ جاتی ہے، اس وقت بیوی موجود نہیں تھی، ساس نے کہا کہ تم کہاں کے شریف ہو؟ میری لڑکی کو تمہارے بھائی بند تکالیف دیتے ہیں تو اس پر زید نے کہا کہ "میں اگر اصل کا ہونگا تو تمہاری لڑکی کو یہیں بھیج جاؤں گا" اس کے بعد زید وہاں سے چلا گیا۔ بعدہ دو ایک آدمیوں نے طعنہ کے طور پر کہا کہ اگر تم اصل کے ہو تو دوسری شادی کر لینا، تو زید نے کہا کہ "اگر ہم اصل کے ہوں گے تو یہی کر جائیں گے اور دوسری شادی کر لیں گے" اور دو مرتبہ کہا کہ "استعفی استغفی"۔ لہٰذا ان الفاظ سے زید کی بیوی نکاح سے نکل گئی یا رہ گئی؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

زید کے الفاظ منقولہ میں سے کوئی لفظ ایسا نہیں جس کے معنی طلاق کے ہوں، یا طلاق کے لئے ہمارے عرف میں بولا جاتا ہو، یا طلاق کا اس میں ایسا احتمال ہو جو معتبر ہو (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۹۵/۱۰/۲۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیو بند، الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دار العلوم دیو بند۔

= (وكذا في الدر المختار: ۲۳۲/۳، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۱۸۷/۴، كتاب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "و في كل موضع يصدق الزوج على نفي النية إنما يصدق مع اليمين؛ لأنه أمين في الإخبار عما في ضميره، والقول قول الأمين مع اليمين". (فتح القدير: ۷۳/۴، فصل في الطلاق قبل الدخول، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

(۲) "وركنه لفظ مخصوص هو ما جُعل دلالةً على معنى الطلاق من صريح أو كناية". (الدر المختار مع رد المحتار: ۲۳۰/۳، كتاب الطلاق مطلبٌ: طلاق الدور، سعيد) .... =

''میں اَور شادی کروں گا، تم میری پسند نہیں، تمہارا باپ تم کو اَور خصم کرادے'' کا حکم

سوال[۶۲۲۰]: ایک شخص نے اپنی بیوی کو یہ الفاظ کہے کہ ''میں اَور شادی کروں گا، تم میری پسند نہیں ہو، تم کو نہیں رکھتا، تمہارا باپ تم کو اَور خصم کرادے''(۱) اور اسی وقت بوقتِ تکرار باہم زدوکوب کر کے اپنے برادر خورد کے ساتھ اس کے والد کے گھر بھیج دیا۔ از روئے شرع شریف اس عورت پر طلاق بائن واقع ہوگئی یا نہیں؟

محمد صدیق، محافظ دفتر اجلاس خاص ریاست، ۴/صفر/۱۳۵۷ھ۔

الجواب هوا لموفق للصواب حامداً و مصلیاً:

الفاظ مذکورہ میں کوئی لفظ صریح طلاق کا نہیں اور ہمارے عرف میں کنایۃً بھی ان میں سے مستقلاً کوئی لفظ طلاق کے لئے مستعمل نہیں (۲)۔ البتہ مجموعہ الفاظ میں طلاق کا احتمال ضرور ہے، خاص کر پہلے دو لفظوں کے بعد تیسرے لفظ کا ذکر کرنا اور پھر اس پر چوتھے کو مرتب کرنا، پس اگر تیسرا یا چوتھا لفظ وہاں کے عرف میں طلاق کے لئے مستعمل ہے تو نیت کرنے سے طلاقِ بائنہ واقع ہوگئی اور جتنی نیت کی اتنی واقع ہوئی، لہٰذا بعد عدت نکاح درست ہوگا۔

اگر عورت کو کہا جائے کہ ''تم اَور خصم کرلو'' تو اس سے بصورتِ نیت وقوعِ طلاق کا حکم فقہاء نے بھی تحریر کیا ہے:

= (و کذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۳۴۸، کتاب الطلاق، رشیدیه)

(و کذا فی حاشیة الشلبی علی تبیین الحقائق: ۳/۲۰، کتاب الطلاق، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۱) ''خصم کرنا: خاوند کرلینا، اپنا بیاہ کرلینا''۔ (فیروز اللغات، ص: ۵۹۱، فیروز سنز، لاہور)

(۲) "ورکنه لفظ مخصوص هوماجُعل دلالةً علی معنی الطلاق من صریح أو کنایة". (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۳/۲۳۰، کتاب الطلاق، سعید)

(و کذافی حاشیة الشلبی علی تبیین الحقائق: ۳/۲۰، کتاب الطلاق، دارالکتب العلمیة بیروت)

"إذا قال: لا أریدک، أولا أحبک، أو لاأشتهیک، أو لارغبة لی فیک، فإنه لایقع وإن نوی فی قول أبی حنیفة رحمه الله". (الفتاویٰ العالمکیریه: ۱/۳۷۵، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات، رشیدیه)

"وبابتغی الأزواج تقع واحدةٌ بائنة إن نواها، وثنتين وثلث إن نواها، اھ". الفتاویٰ العالمکیریة، ص: ۶۹، (۱)۔

صورتِ مسئولہ میں خصم کرنے کی نسبت باپ کی جانب ہے، اس کو فقہاء نے نہیں لکھا، مگر اس میں احتمالِ طلاق ضرور ہے گو صرف احتمال بھی کافی نہیں، کما صرح به الشامی فی أول باب الکنایات:

"ماذکروه فی تعریف الکنایة لیس علیٰ إطلاقه، بل هو مقید بلفظٍ یصح خطابها به، ویصلح لإنشاء الطلاق الذی أضمره، أولإخبار بأنه أوقعه، کأنت حرام، إذیحتمل؛ لأنی طلقتك أوحرام الصحبة، وکذا بقیة الألفاظ. ولیس لفظ الیمین کذلك؛ إذ لایصح بأن یخاطبها "بأنت یمین" فضلاً عن إرادة إنشاء الطلاق به، أو الإخبار بأنه أوقعه، حتی لو قال: أنت یمین؛ لأنی طلقتك، لایصح، فلیس کل مااحتمل الطلاق من کنایة، بل بهٰذین القیدین لابد من ثالث، هو کون اللفظ مسبباً عن الطلاق، وناشئًا عنه کالحرمة فی أنت حرام۔

ونقل فی البحر: ۳۰۳/۳(۲) عدمَ الوقوع بلا أحبّك، لاأشتهیك، لارغبة لی فیك، وإن نویٰ. ووجهه أن معانی هٰذه الألفاظ لیست ناشئة عن الطلاق؛ لأن الغالب الندم بعده، فتنشأ المحبة و الاشتهاء والرغبة بخلاف الحرمة، فإذا لم یقع بهٰذه الألفاظ مع احتمال أن یکون المراد: لأنی طلقتك، ففی لفظ الیمین بالأولیٰ". ردالمحتار: ۷۱۲/۲(۳)۔

بلکہ عورت کو خطاب کی صحت اور انشائے طلاق یا اخبارِ طلاق کی صلاحیت لفظ میں ضروری ہے، نیز اس لفظ کا ناشی عن الطلاق ہونا بھی ضروری ہے اور یہ سب چیزیں گو پہلے اور دوسرے لفظ میں موجود نہیں، مگر تیسرے اور چوتھے لفظ میں ضرور موجود ہیں، اس لئے ان دونوں میں طلاق کا احتمال بہ نسبت پہلے دونوں کے زیادہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/صفر/ ۵۷ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۲۶/صفر/ ۱۳۵۷ھ۔

---

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریة: ۳۷۵/۱، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات، رشیدیه)

(۲) (البحر الرائق: ۵۲۸/۳، باب الکنایات فی الطلاق، رشیدیه)

(۳) (ردالمحتار: ۲۹۶/۳، باب الکنایات، سعید)

لفظ ''جواب'' سے طلاق

سوال[۶۲۲۱]: شوہر اپنی بیوی کو برابر مار پیٹ لگا تا تھا، لڑکی کی والدہ نے داماد سے کہا کیوں مارتے ہو؟ تو لڑکا بولا (گالی دیکر) ''کیا آپ جواب چاہتے ہیں'' لڑکی کی والدہ بولی جو آپ کی طبیعت ہے کردیجئے تو لڑکا گالی دے کر چار مرتبہ بولا: ''لو جواب، لو جواب، لو جواب، لو جواب''۔ لڑکی وہاں موجود نہیں تھی۔ امید ہے کہ شرعی حکم سے جلد آگاہ کریں گے۔

پھلواری شریف کا جواب

الجواب حامداً و مصلياً:

صورتِ مسئولہ میں شخص مذکور کی بیوی پر ایک طلاق بائن واقع ہوگئی، اگر دونوں ساتھ رہنا چاہتے ہوں تو دوبارہ نکاح کرکے ساتھ رہ سکتے ہیں خواہ عدت کے اندر ہو یا بعد عدت۔ فقط واللہ اعلم۔

دارالافتاء امارتِ شرعیہ، پھلواری شریف، پٹنہ بہار، ۲۴/ جمادی الثانیہ/ ۱۴۰۶ھ۔

سوال: ایک استفتاء کا جواب جو امارتِ شرعیہ بہار نے دیا ہے، کیا سوال کے مطابق جواب درست ہے جو اس میں منسلک ہے؟ چونکہ اس کو لے کر آپس میں شدید اختلاف ہو رہا ہے، لہذا جلد جواب دینے کی زحمت گوارہ فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلياً:

اختلاف کی تفصیل معلوم ہو تو اس کے متعلق کچھ لکھا جائے، اگر یہ لفظ ''لو جواب'' طلاق کے لئے بھی مستعمل ہے اور اسی نیت سے شوہر نے یہ لفظ کہا ہے تو ایک طلاق بائن واقع ہوگئی (۱)، کیونکہ لفظِ کنایہ سے طلاقِ

---

(۱) ''كنايته ما لم يوضع له و احتمله وغيره، لا تطلق بها إلا بنية أو دلالة الحال ………… ويقع بباقيها: أى باقي ألفاظ الكنايات المذكورة البائنُ إن نواها''. (الدر المختار: ۲۹۶/۳، ۳۰۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۷۵/۳، ۷۷، كتاب الطلاق، باب الكنايات، دار الكتب العلميه بيروت)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۲۳۴/۴، كتاب الطلاق، فصل في الكناية في الطلاق، سعيد)

بائن ہوتی ہے اور اس کو مکرر بولنے سے دوسری طلاق نہیں ہوئی: "البائن لا يلحق البائن". درمختار (۱) - یہ بھی ضروری ہے کہ یہ لفظ بیوی کے حق میں بولا ہو یعنی بیوی کو طلاق دینا ہی مقصود ہو۔ فقط واللہ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۱/۱۴۰۶ھ۔

''جواب دیا، جواب دیا، جواب دیا'' سے طلاق کا حکم

سوال [۶۲۲۲]: زید نے بحالتِ غضب اپنی زوجہ سے کہا کہ ''میں نے تجھ کو جواب دیا، جواب دیا، جواب دیا''۔ یہ لفظ تین چار بار کہا۔ تو کیا اس سے تین طلاقیں واقع ہوں گی؟ یا کون سی طلاق ہوگی؟

الجواب: صورتِ مسئولہ میں اس کی بیوی پر ایک بائن طلاق واقع ہوگئی، اگر بیوی رضامند ہو تو دوبارہ نکاح درست ہے۔

احمد علی سعید دارالعلوم دیوبند۔

اس جواب میں کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا گیا جس سے ہم لوگوں کو اطمینان ہوتا، فتاویٰ امدادیہ کی اس عبارت کو مدنظر رکھتے ہوئے تین طلاق متعین ہیں اور یہاں تین نہیں۔

سوال: میرے شوہر زید نے بحالتِ غضب مجھ کو یہ لفظ کہا کہ ''اگر شام تک میرے گھر نہ آئی تو میری طرف سے جواب ہے الخ''۔ اس سوال کے جواب میں تتمۂ جلد ثانی فتاویٰ امدادیہ میں لکھا ہے کہ: ''یہ لفظ کہ ''میری طرف سے جواب ہے'' عرفاً کنایہ ہے طلاق سے، جیسا کہ اہلِ زبان سے مخفی نہیں اور یہ کنایہ کے اقسام میں سے وہ قسم ہے جس میں رد اور سبّ کا احتمال نہیں، بلکہ محض جواب میں مستعمل ہے اور یہ بھی ظاہر ہے اور اس قسم کا حکم یہ ہے کہ صرف حالتِ رضا میں نیت شرط ہے، دلالتِ حال یعنی غضب اور مذاکرہ میں شرط نہیں، كما صرح به الفقهاء۔

اور صورتِ مسئولہ میں دلالتِ حال متحقق ہے، پس اگر واقعہ اس طرح ہے تو حکم یہ ہے کہ طلاق واقع ہوگئی اور چونکہ اس لفظ کو اہلِ عرف قطعی فیصلہ کے معنی میں استعمال کرتے ہیں اور قطعی فیصلہ کا اثر ہے تحریم، اور وہ

---

(۱) (الدرالمختار: ۳۰۸/۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۷۷/۱، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۸۴/۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، دارالكتب العلمية بيروت)

مخصوص ہے بائن کے ساتھ، اس لئے طلاق بائن ہوگئی، كما حققه العلامه الشامي تحت قول الدر المختار(۱)۔

پس اگر یہ بیان واقع میں صحیح ہے تو طلاقِ بائن واقع ہوگئی، اور تم کو شوہر کے ساتھ مقام وتمکین جائز نہیں، باقی اگر برضامندی تجدید نکاح کرلو تو جائز ہے کیونکہ طلاق تین نہیں ہیں۔فقط" (۲)۔

کیا تین بار" جواب دیا، جواب دیا" کہنے سے بھی طلاق بائن ہوگی؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہاں کے جواب میں اختصار تھا، حضرت تھانویؒ کے جواب میں تفصیل ہے، خلاصہ ہر دو جواب کا ایک ہی ہے، وہ یہ ہے کہ یہ لفظ عرفاً کنایۂ طلاق ہے، جب کہ بیوی کے حق میں بولا جائے، اس سے طلاقِ بائن ہوگی (۳)۔ اب رہ گئی یہ بات کہ اس لفظ کے تین دفعہ بولنے پر بھی تین طلاق کیوں نہیں ہوئی تو اس کی وجہ درمختار میں موجود ہے: "البائن لا یلحق البائن، اھ"(٤)، جب ایک طلاق بائن واقع ہوجائے تو اس کے بعد طلاقِ بائن لاحق نہیں ہوتی، لفظ" کنایہ" کو مکرر کہنے سے بھی ایک ہی طلاق رہتی ہے۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۵/۱۳۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۵/۱۳۹۲ھ۔

---

(۱) "والحاصل أنه لما تعورف به الطلاق، صار معناه تحريم الزوجة، وتحريمها لا يكون إلا بالبائن". (ردالمحتار: ۳/۳۰۰، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(۲) (امداد الفتاویٰ: ۲/۴۴۴، كتاب الطلاق، مكتبه دار العلوم كراچي)

(۳) "والكنايات لا تطلق بها إلا بنية أو دلالة الحال، وهي حالة مذاكرة الطلاق والغضب". (الدر المختار: ۳/۲۹۷، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۴/۲۱۶، فصل في شرط النية في الكناية، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۵۱۹، كتاب الطلاق، باب الكنايات في الطلاق، رشيديه)

(۴) (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب الكنايات: ۳/۳۰۸، سعيد)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الطلاق، باب الكنايات: ۴/۷۴، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات: ۳/۵۳۴، رشيديه)

''اپنا مہر لے لے'' سے طلاق کا حکم

سوال[۶۲۲۳]: ایک شخص نے اپنی بیوی سے جھگڑا کرنے کے بعد یہ کہا کہ ''تو اپنا مہر لے لے''، عورت نے کہا کہ میں مہر تو نہیں لیتی، میری اس میں کیا خطا ہے اور چل کھانا کھالے، مرد نے کہا کہ میں نہیں کھاتا، اتنے میں چند لوگ آئے اور پکڑ کر اس کے مکان پر لے گئے اور کھانا کھلا دیا اور پھر وہ دونوں آپس میں رضامند ہوگئے، آیا اس سے طلاق ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً و مصلياً:

اگر صرف یہی الفاظ کہے ہیں، اور کوئی دوسرا لفظ ایسا نہیں کہا جس سے طلاق واقع ہو سکے تو شرعاً ان الفاظ کے کہنے سے جو سوال میں مذکور ہیں طلاق واقع نہیں ہوئی، کیونکہ یہ نہ صریح ہیں نہ کنایہ(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ۔

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ، جواب صحیح ہے: سعید احمد، ۵۲/۳/۴ھ۔

زیور اتار کر واپس کرنے سے آزاد سمجھنا

سوال[۶۲۲۴]: محمد یوسف کی اپنے رشتہ داروں سے بدسلوکی ہوگئی، عرصہ دو سال کے بعد ناراضگی کی حالت میں جو زیورات دولہا کی طرف سے لڑکی کو دیئے گئے تھے، شوہر اپنی بیوی کے تن سے اتروا کر سسر کو دینے لگا کہ ''اپنا زیور سنبھالو، میرا تمہارا کوئی رشتہ نہیں، کب ڈھول باجا ہوا اور کب گیت گال ہوئی''۔ لہٰذا اس کہنے سے محمد یوسف کا نکاح باقی رہا یا نہیں؟ رواج ہے کہ ناچ رنگ نہ ہوا گر شادی میں، تو زیور اتار کر واپس کرنے سے بیوی کو شوہر سے آزاد سمجھتے ہیں۔ لہٰذا جناب والا شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔

---

(۱) "وركنه لفظ مخصوص هو ما جُعل دلالةً على معنى الطلاق من صريح أو كناية .... وأراد اللفظ ولو حكماً ليدخل الكتابة المستبينة .... و به ظهر أن من تشاجر مع زوجته فأعطاها ثلاثة أحجار ينوى الطلاق و لم يذكر لفظاً لا صريحاً ولا كناية، لا يقع عليه". (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/ ۲۳۰، كتاب الطلاق، مطلبٌ: طلاق الدور، سعيد)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/ ۳۴۸، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا فى حاشية الشلبي على تبيين الحقائق للزيلعي: ۳/ ۲۰، كتاب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر واقعہ اسی طرح ہے تو مذکورہ نکاح شرعاً محمد یوسف کے ایسا کرنے اور کہنے سے ختم نہیں ہوا، بلکہ قائم ہے۔ محمد یوسف نے جو کچھ کہا اور کیا، بے عملی اور ناواقفیت کی بناء پر ہے۔ باجہ خود ہی ممنوع ہے(۱)، اس کے نہ ہونے سے نکاح پر کیا اثر پڑتا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۷/۲/۱۳۹۴ھ۔



(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿ومن الناس من يشترى لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم ويتخذها هزواً، أولئك لهم عذاب مهين﴾ (سورة لقمان: ٦) "الآية، عطف بذكر حال الأشقياء الذين أعرضوا عن الانتفاع بسماع كلام الله وأقبلوا على استعمال المزامير والغناء بالألحان وآلات الطرب، كما قال ابن مسعود فی قوله تعالیٰ: ﴿ومن الناس من يشترى لهو الحديث ليضل عن سبيل الله﴾: قال: هو والله الغناء". (تفسير ابن كثير: (سورة لقمان: ٦-٧): ۳/۵۸۳، مكتبه دار الفيحاء)

(وكذا فی تفسير روح المعانی، (سورة لقمان: ٦): ۲۱/۷۸، دار إحياء التراث العربی بيروت)

"(قوله: وكره كل لهو) .... واستماعه كالرفص والسخرية والتصفيق وضرب الأوتار من الطنبور والبربط والرباب والقانون والمزمار والصنج والبوق، فإنها كلها مكروهة؛ لأنها زىّ الكفار".

(ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی البيع: ۶/۳۹۵، سعيد)

باب الطلاق بالكتابة

(تحریری طلاق کا بیان)

تحریری طلاق کا حکم

سوال[۶۲۲۵]: ایک شخص ہے اور طلاق نامہ اپنی بیوی کو لکھ رہا ہے اور زبان سے کچھ نہیں کہہ رہا، آیا یہ طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلياً:

واقع ہوجائے گی: "كتب الطلاق، إن مستبينًا على نحو لوحٍ، وقع إن نوىٰ مطلقًا". درمختار۔ "(قوله: مستبينًا) بأن كان على وجهٍ يمكن فهمه وقراء ته، وإلا فلا يقع. (قوله: وقع إن نوىٰ) هذا في المكتوب على غير وجه الرسم والرسالة. (قوله: مطلقًا) سواء نوىٰ أم لم ينو". طحطاوی علی الدر: ۲/۱۱۱ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

طلاق بالکتابت

سوال[۶۲۲۶]: ایک شخص کا نکاح ہوتا ہے رخصتی نہیں ہوئی، کچھ عرصہ گذرنے کے بعد وہ شخص اپنی منکوحہ کو آزاد کردیتا ہے جس کو ایک سال کے قریب ہوتا ہے، جب کہ لڑکی کے ورثاء اس کی شادی دوسری جگہ

---

(۱) (حاشية الطحطاوي على الدرالمختار: ۲/۱۱۱، كتاب الطلاق، دار المعرفة بيروت)

"الكتابة على نوعين .... إن كانت مرسومةً، يقع الطلاق، نوى أولم ينو". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۸، كتاب الطلاق، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان: ۱/۴۷۱، كتاب الطلاق، الطلاق بالكتابة، رشيديه)

کرنے کو تیار ہے، تو وہ شخص کہتا ہے کہ مجھ سے زبردستی آزاد کردیا ہے، حالانکہ طلاق نامہ باقاعدہ لکھا ہوا ہے اور محرر کے رجسٹر پر باقاعدہ نشان انگوٹھا اور دستخط ہے۔ اب یہ فرمایئے کہ وہ طلاق ہوئی یا نہیں؟

نوٹ: اصلی طلاق نامہ ہمراہ بھی ہے، ٹکٹ ایک آنہ کا برائے جواب ارسال ہے۔

پتہ یہ ہے: محمد اختر ایجنٹ محلّہ مولویان، قصبہ سنہن سپور ضلع بجنور۔

نقل اصل طلاق نامہ

''من کہ عبدالرشید ولد حاجی ننھے، قوم شیخ، ساکن موضع قاضی پورا، تحصیل امروہہ، ضلع مرادآباد کا ہوں، جو کہ مسماۃ فاطمہ دختر عبدالمجید، قوم شیخ، ساکن سہنسپور، ضلع بجنور سے میرا نکاح ہوا تھا، اور ہنوز رخصتی نہیں ہوئی تھی اور اس درمیان میں باہم کچھ مناقشات پیچیدہ پڑ گئے جس کی وجہ سے یہ رشتہ قائم رکھنا مناسب نہیں معلوم ہوتا ہے، اور نیز میرے رشتہ دار بھی اس رشتے کو قائم رکھنا نہیں چاہتے۔

بغرضِ رفعِ نزاع دور اندیشی میں اپنی منکوحہ کو تین طلاق مسنون طریقہ پر دے کر آزاد کرتا ہوں اور بعد انقضائے عدت کے اختیار رہے گا کہ جہاں چاہے وہ اپنا نکاح کرے، یا اس کے وارثان کرادیویں، آئندہ مجھ کو اس سے کچھ تعلق نہیں رہا اور یہ طلاق نامہ لکھ دیا کہ سند ہو''۔

المرقوم: ۲۱/ دسمبر/ ۱۹۳۷ء، بقلم انتظار حسین وثیقہ نویس تحریر ہوکر درج رجسٹر ۲۸۰ ہوا، گواہ: العبد (..........) گواہ: العبد (..........)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو الفاظ طلاق نامہ میں لکھے ہیں اگر ان کو زبان سے بھی ادا کیا ہے تو طلاق بہر صورت واقع ہوگئی خواہ خوشی سے کہے ہو خواہ زبردستی کہلائے گئے ہوں (۱)۔ اور اگر زبان سے ادا نہیں کئے بلکہ صرف لکھ کردیئے ہیں یا

---

(۱) "ويقع طلاق كل زوج عاقل بالغ ولو مكرهاً وسكران وأخرس بإشارته". (تبيين الحقائق، ۳/ ۳۴، كتاب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/ ۳۵۳، كتاب الطلاق، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لايقع طلاقه، رشيديه) =

خودلکھ کربھی نہیں دیئے بلکہ دوسرے کے لکھے ہوئے طلاق نامہ پر دستخط کیے ہیں اور یہ بھی معلوم تھا کہ یہ طلاق نامہ ہےتو اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگرخوشی سے یعنی بغیر کسی کے جبر واکراہ کے لکھ کردیئے ہیں یا دستخط کئے ہیں تو طلاق واقع ہوگئی (۱)۔ اوراگر دوسرے کے جبر واکراہ سے لکھ کردیئے ہیں یا دستخط کیے ہیں تو طلاق واقع نہیں ہوئی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف غفرلہ

طلاق نامہ امانت رکھ دیا

سوال[۶۲۲۷]: ماقولکم رحمکم اللّٰہ تعالیٰ: **چہ میفرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ: شخصے گفت: من زوجۂ خود بتلفظِ ہیچ نوع طلاق نہ دادہ ام، مگر در طلاق نامہ بانامِ زوجہ سہ طلاق نوشتہ، نیز شخصے امانت دادہ بودم. بعدہ آں شخص طلاق نامہ را نزدِ پدرِ زوجہ ارسال نمایند، پس مطلق اقرار می نماید کہ حق است کہ من برائے ترسانیدنِ آں کتابت دادہ ام نہ بنیتِ طلاق، ودر کتابت لفظِ "ترسانیدن" وآگاھی نمودن**

= (وكذا في الدر المختار: ۲۳۵/۳، كتاب الطلاق، سعيد)

(۱) "وإن كانت مرسومةً، يقع الطلاق نوىٰ أو لم ينو. ثم المرسومة لاتخلو: إما إن أرسل الطلاق بأن كتب: أما بعد! فأنت طالق، فكما كتب هذا، يقع الطلاق". (ردالمحتار: ۲۴۶/۳، كتاب الطلاق، مطلب في الطلاق بالكتابة، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۷۸/۱، كتاب الطلاق، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان: ۴۷۱/۱، كتاب الطلاق، الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(۲) "رجل أكره بالضرب والحبس على أن يكتب طلاق امرأته فلانة بنت فلان، بن فلان، فكتب: امرأته فلانة بنت فلان بن فلان طالق، لا تطلق امرأته؛ لأن الكتابة أقيمت مقام العبارة باعتبار الحاجة، ولا حاجة ههنا". (فتاوىٰ قاضي خان: ۴۷۲/۱، كتاب الطلاق، فصل في الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۷۹/۱، كتاب الطلاق، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۳۸۰/۳، كتاب الطلاق، إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن، كراچی)

مذکور نیست، فقط زبانی گفت. پس بصورتِ مذکورہ زوجۂ او مطلقه مغلظه گردد یانه؟ بینوا توجروا۔

طلاق نامہ کا ترجمہ:

''کاتب، محمد عصمت علی پسر پٹھان علی، ساکن خود یار ٹیک، باشندہ خود یار ٹیک کے محمد روشن علی صاحب کی لڑکی مسماۃ اطالین خاتون سے میں نے نکاح کیا تھا، اب میرے ساتھ مخالفت ہونے کی وجہ سے زیور ومہر بابت کل دوسو دس تولہ میں نے نصف ادا کر کے اور نصف رعایت لے کر بموجودگی چند شاہدین طلاق دیا ہوں، اب تم کو دوسری جگہ جا کر دوسرا شوہر اختیار کرنے میں کچھ کسی قسم کی رکاوٹ نہیں۔ اس زوجہ سے میری ایک لڑکی ہوئی، اس لڑکی کیلئے خورد ونوش بابت ایک سال کا خرچہ دیا گیا۔ اس اقرار پر میں نے طلاق نامہ لکھدیا۔ فقط۔

کاتب: محمد عصمت علی پسر پٹھان علی ساکن خود یار ٹیک۔

شوہر کا بیان:

زوجہ ہمیشہ اپنے ماں باپ کے مکان جاتے وقت زوج کے گھر سے روپیہ پیسہ چوری کر کے لے جایا کرتی تھی، چند مرتبہ پکڑی گئی تو زوج نے زوجہ کو کہا کہ تم اپنے ناشائستہ حرکت سے باز آؤ، اور آئندہ کیلئے اپنے اخلاق درست کرو، اس طرح مال واسباب چوری مت کرو۔ باوجود اس کے وہ زوجہ بار بار چوری کیا کرتی تھی، کئی دفعہ لوگوں کے سامنے بھی پکڑی گئی، پھر بھی زوجہ مخالفت کرتے ہوئے بلا اجازتِ زوج اپنے باپ کے یہاں چلی گئی تھی۔

زوج نے تنبیہ کرنے میں بہت کوشش کی تب بھی باز نہیں آئی، اس لئے اس کو ڈرانے کی غرض سے زوج نے زوجہ کا نام لے کر ایک کاغذ میں تین طلاق لکھ کر ایک شخص کے پاس رکھ دیا، لیکن یہ طلاق نامہ زوج نے زوجہ کے والد کو کبھی نہیں دیا، بلکہ دوسرے شخص کے پاس بغرضِ تنبیہ رکھ دیا اور کہا کہ اگر میری زوجہ میری بات کی مخالفت یا چوری کرے تو

میں اپنی زبان سے اس کو طلاق دونگا، اب تک میں نے اپنی زبان سے طلاق نہیں دی، سب ڈرانے کی غرض سے ایک کاغذ میں لکھ کرامانت رکھی"۔

۱...... نیز طلاق نامہ میں زیور اور مہر کی رعایت کے متعلق لکھا ہوا ہے، لیکن رعایت یا معاف کی بابت کبھی بات چیت نہیں ہوئی۔

۲...... مذکورہ طلاق نامہ میں بموجودگی شاہدین لکھا ہوا ہے، لیکن حقیقت میں کسی شاہد کے سامنے طلاق نامہ لکھا نہیں گیا، بلکہ پوشیدگی کے طور سے طلاق نامہ لکھا گیا۔ نیز خورد ونوش کے متعلق طلاق نامہ میں لکھا ہوا ہے، لیکن خورد ونوش کی بابت خرچہ نہیں دیا گیا۔ یہ واقعہ بالکل ٹھیک ہے، مخفی نہ رہے کہ زوج نے اپنی زبان سے طلاق نہیں دی، صرف لکھ دی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

الجواب حامداً ومصلياً:

طلاقنامه بتحریرِ بنگله نوشته آید، ومن تحریرِ بنگله خواندن نمی توانم، شخصے دیگر ترجمه اش نموده است، حسبِ آن جواب می نویسم:

حکمِ شرعی درصورتِ مسؤله آن ست که برزنش سه طلاق واقع شده مغلظ گردید، اکنون بغیر حلاله نکاح بداں روانیست. برائے طلاق بزبان گفتن لازم نیست، بنوشتن هم طلاق واقع می شود. وبه نیتِ طلاق هم گفتن یا نوشتن ضرور نیست، بلا نیت یا بنیتِ دیگر سوائے طلاق هم طلاق واقع می شود، خواه نیتِ ترسانیدن داشته باشد، خواه مذاح وغیره: "وإن كانت (الكتابة)مرسومةً، يقع، نوى أولم ينو". عالمگیری: ۷۱/۲(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

---

(۱) (الفتاویٰ العالمكيرية: ۳۷۸/۱، كتاب الطلاق، الفصل السادس فی الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۴۷۱/۱، كتاب الطلاق، فصل فی الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا فی رد المحتار: ۲۴۶/۳، مطلب فی الطلاق بالكتابة، قبيل الصريح، سعيد)

"وكذا التكلم بالطلاق ليس بشرط، فيقع الطلاق بالكتابة المتبينة وبالإشارة المفهومة من الأخرس؛ لأن الكتابة المتبينة تقوم مقام اللفظ". (بدائع الصنائع: ۲۱۵/۴، كتاب الطلاق، فصل فی =

طلاق بالکتابت

سوال[۶۲۲۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ:

زید نے اپنے بھانجے خالد سے کہا کہ میری بھانجی ہندہ کا نکاح عمرو اور بکر کے قبیلوں میں سے کسی قبیلہ میں تیری زبردستی اور جبر سے ہو تو تین طلاق پڑے گی اور اس مضمون کی ایک تحریر بھی تم کو لکھنی پڑے گی، اس پر خالد نے کہا کہ میں ایسی تحریر لکھ دونگا۔ اس کے بعد زید نے ایک تحریر کسی شخص سے اس مضمون کے لکھوائے کہ ''میں اپنی بہن کا نکاح زبردستی سے یا خوشی سے عمرو اور بکر کے قبیلوں میں کروں تب بھی میری بیوی کو تین طلاق ہوگی''۔ اور اس تحریر کو لکھوا کر بھانجے مذکور خالد سے کہا کہ اس پر دستخط کردے، خالد نے بلا کچھ کہے اور بغیر تحریر مذکور کو پڑھے اس پر دستخط کردیئے، اب صورت مذکورہ بالا میں امور مستفسرہ حسبِ ذیل ہیں:

۱......اس قسم کی تحریر کے بعد اگر ہندہ خود اپنی خوشی سے عمرو اور بکر کے قبیلوں میں سے کسی قبیلہ سے نکاح کرے تو خالد کی بیوی پر طلاق ہوگی یا نہیں؟

۲......اس قسم کی تحریر پر دستخط کرنے سے جس کو دستخط کرنے والے نے پڑھا بھی نہ ہو طلاق واقع ہوسکتی ہے یا نہیں؟

۳......اگر واقع ہوجاتی ہے اور ایسی تحریر شرعاً معتبر ہو تو کیا ایسی صورت ہوسکتی ہے کہ ہندہ عمرو، بکر کے قبیلوں میں نکاح کرے تو اس کی بھاوج پر طلاق واقع نہ ہو؟

۴......اس قسم کی تحریر لکھوانا اور بغیر پڑھائے دستخط کرالینا اور مخصوص قبیلوں میں شادی کردینے سے روک دینا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟

حاجی محمد اسماعیل۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱،۲......اگر خالد نے مضمونِ تحریر پر اطلاع پا کر دستخط کیے ہیں اور اس کا اقرار بھی کرتا ہے تب تو یہ تحریر شرعاً معتبر ہے یعنی وقوعِ شرط کے بعد طلاق واقع ہوجائے گی:

"رجل استكتب من رجل آخر إلى امرأته كتابًا بطلاقها، وقرأه على الزوج، فأخذه

=. شرائط الركن، دارالكتب العلمية، بيروت)

وطواه وختم وكتب في عنوانه وبعث به إلى امرأته، فأتاها الكتاب وأقر الزوج أنه كتابه، فإن الطلاق يقع عليها". عالمگیری: ۳۹۸/۲(۱)۔

اگر خالد کو اس مضمون پر اطلاع نہیں ہوئی بلکہ کوئی دوسری تحریر سمجھ کر دھوکہ سے اس پر دستخط کر دیئے اور اس کے مضمون کا اقرار کرتا ہے تو یہ تحریر کالعدم ہے، جیسا کہ کسی دوسرے کی تحریر سے اس کی بیوی پر طلاق نہیں ہوتی اسی طرح اس تحریر سے بھی نہ ہوگی:

"وكذلك كل كتاب لم يكتبه بخطه، ولم يمله بنفسه، لا يقع به الطلاق إذا لم يقر أنه كتابه، كذا في المحيط، اهـ"(۲)۔

اسی طرح اگر مضمون پر مطلع ہو کر مگر باکراہِ شرعی دستخط کیے ہیں، تب بھی طلاق نہ ہوگی:

"رجل أكره بالضرب والحبس على أن يكتب طلاق امرأته فلانة بنت فلان بن فلان، فكتب: امرأته فلانة بنت فلان بن فلان طالق، لا تطلق امرأته". قاضی خان: ۳۵/۲(۳)۔

۳......۱، ۲ سے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ تحریر شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟ اگر معتبر ہے تو پھر ایسی صورت جس سے ہندہ عمرو، بکر کے قبیلوں میں سے کسی میں نکاح کرلے تو اس کی بھاوج پر طلاق نہ پڑے یہ ہے کہ: ہندہ اور خالد کے علاوہ کوئی تیسرا شخص جو کہ فضولی ہوگا، ہندہ کا نکاح کر دے اگر کوئی اَور مانع شرعی موجود نہ ہو، پھر ہندہ اور

---

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریة: ۳۷۹/۱، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابة، رشیدیه)
(وکذا فی التاتار خانية: ۳۸۰/۳، إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن کراچی)
(وکذا فی رد المحتار: ۲۴۷/۳، مطلب: الطلاق بالکتابة، قبیل باب الصریح، سعید)
(۲) (الفتاویٰ العالمکیریة: ۳۷۹/۱، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابة، رشیدیه)
(وکذا فی رد المحتار: ۲۴۷/۳، مطلبٌ: الطلاق بالکتابة، قبیل باب الصریح، سعید)
(وکذا فی التاتار خانية: ۳۸۱/۳، إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن کراچی)
(۳) (فتاویٰ قاضی خان: ۴۷۲/۱، کتاب الطلاق، الطلاق بالکتابة، رشیدیه)
(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۳۷۹/۱، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابة، رشیدیه)
(وکذا فی التاتار خانية: ۳۸۰/۳، إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن کراچی)

خالد زبان سے کچھ نہ کہے، بلکہ ہندہ کے پاس مہر وغیرہ بھیج دے اور ہندہ اس پر قبضہ کر لے تو یہ نکاح صحیح ہو گیا اور ہندہ کی بھاوج پر طلاق نہیں پڑی:

"حلف لایتزوج، فالحیلة أن یزوّجه فضولی، ویجیز بالفعل، وکذا لاتتزوج. ولو حلف لایزوجه ابنته، فزوجها فضولی، وأجازه الأب، لم یحنث. قال الحموی، ص: ٤٢٠: "فی جامع الفتاویٰ: رویٰ هشام فیمن حلف: لایزوج ابنته، فأمر غیره، فزوجها، حنث. وإن زوجها غیره، فأجاز بالفعل، لا یحنث، وإنما لم یحنث بالإجازة بالفعل .... والإجازة بالفعل: کبعث المهر وشیئی منه، والمراد الوصول إلیها "(۱)۔

۴...... بلا وجہ شرعی دھوکہ دینا جائز نہیں، مخصوص قبیلوں میں شادی نہ کرنا اور اپنی عزیزوں کو شادی سے روکنا اگر ان کے اندر تقویٰ نہ ہونے یا کسی دوسری قباحتِ شرعی فسق وفجور و بدعت وغیرہ کی وجہ سے ہے تب تو مستحسن ہے، اگر دنیاوی وجہ سے ہے تب بھی جائز ہے اور ان کی دینداری کی وجہ سے ہے تو جائز نہیں۔ فی الدر المختار: ۱/۱۹۵(۲)۔

"وتعتبر (أی الکفاءة) فی العرب والعجم دیانةً: أی تقوی، فلیس فاسق کفؤ الصالحة"۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف، بندہ عبد الرحمٰن عفی عنہ، ۱۳۵۲ھ۔

---

(۱) (الأشباه والنظائر مع شرحه غمز عیون البصائر للحموی: ۴/۲۲۹، ۲۳۰، الفن الخامس، السادس فی النکاح، إدارة القرآن والعلوم الإسلامیة کراچی)

(وکذا فی ردالمحتار: ۳/۳۴۵، باب التعلیق، مطلب: التعلیق المراد به المجازاة دون الشرط، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۴۱۹، الفصل الثانی فی التعلیق بکلمة: "کل وکلما"، رشیدیه)

(۲) (الدر المختار: ۳/۸۸، ۸۹، کتاب النکاح، باب الکفاءة، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۲۹۱، کتاب النکاح، الباب الخامس فی الأکفاء، رشیدیه)

(وکذا فی اللباب فی شرح الکتاب: ۲/۱۴۸، کتاب النکاح، قدیمی)

تحریری طلاق

سوال[۶۲۲۹]: زید بعد نماز تراویح مکان پر آ کر لیٹ گیا، بعدازاں ہندہ لڑکے کو لے کر آئی، اور زید کے پلنگ پر لٹا دیا، لڑکا رونے لگا، زید نیند سے بیدار ہوگیا، زید نے ہندہ سے کہا کہ لڑکے کو دیکھو، بہت پریشان کیے ہوئے ہے۔

زید نے لڑکے کو خاموش کرنے کی کوشش کی، لیکن لڑکا خاموش نہ ہوا۔ اس کے بعد زید نے ہندہ کو بلایا اور لڑکے کو لے جانے کیلئے کہا اور کہا کہ خاموش نہیں ہوتا، اس پر ہندہ نے کہا کہ آپ کو دیکھنا ہوگا، زید نے متعدد بار لے جانے کو کہا جس پر ہندہ نے یہی کہا کہ آپ ہی کو دیکھنا ہوگا، اس پر زید نے کہا لڑکے کو لے جاؤ، اس نے انکار کیا۔ زید نیند کے غلبہ کی وجہ سے غصہ ہوا اور طمانچہ مارا اور چارپائی سے اتار دیا، اس کے بعد ہندہ خوب روئی اور لڑکا سو گیا۔

جب صبح ہوئی یعنی تقریباً ۹/ بجے زید بازار جانے کا ارادہ کر رہا تھا کہ ہندہ نے زید کا دامن پکڑ لیا اور کہنے لگی کہ میری فرصت کر کے جاؤ، زید نے کہا کہ رات کے گزرے ہوئے واقعہ کو مت یاد کرو، یہ بے کار بات ہے، لیکن وہ نہ مانی۔ زید نے کہا اپنے والدین کو بلاؤ، ان کی موجودگی میں اچھی ہے، ہندہ نے کہا کہ بغیر فرصت جانا مشکل ہے، زید بازار جانا چاہتا ہے، ہندہ نے دامن نہیں چھوڑا اور فرصت کا تقاضا کرتی رہی اور کہا کہ مہر معاف کرتی ہوں، طلاق دیدو، زید نے پڑوسن عورت سے پوچھا کہ ہندہ کیا کہہ رہی ہے؟ پڑوسن عورت نے کہا کہ وہ ہندہ کہتی ہے کہ میں مہر معاف کرتی ہوں طلاق دیدو۔

اس کے بعد زید نے یہ مضمون لکھا: ''میں نے بغیر اپنے والدین کی اجازت اپنی بیوی کو طلاق دیا''۔ ۴۳/۹/۲ء، زید نے یہ مضمون ہندہ کو دیا۔ اس کے بعد ہندہ نے کہا کہ میں منہ دکھاتی، میں چھڑا لیتی ہوں، اس نے دیدیا اور کہا کہ تمہاری چیز ہے لے لو، لینے کے بعد ہندہ نے کہا کہ لڑکے کیلئے کیا کہتے ہو؟ زید نے کہا تمہاری خوشی، تم لے جاؤ یا چھوڑ دو، ہندہ لڑکا لے گئی۔

(نوٹ) ہندہ حالتِ حمل میں ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ صورت مسؤلہ میں طلاق واقع ہوئی تو طلاق کی کونسی قسم؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید نے جو الفاظ لکھ دیئے ہیں، اگر وہ بیوی کے سامنے نہیں لکھے یا لکھ کر اس کو سنا دیئے تو ان سے طلاقِ رجعی واقع ہوئی ہے(۱)۔ اس کا حکم یہ ہے کہ عدت میں رجعت درست ہے(۲) اور بعد عدت برضائے طرفین دوبارہ نکاح درست ہے(۳)۔ حاملہ کی عدت وضعِ حمل ہے(۴)۔ اگر طلاق اس شرط پر دی کہ ہندہ مہر معاف کردے اور مہر کے معافی کو طلاق کا عوض قرار دیا ہے تو طلاق بائن ہوئی(۵)، اسی صورت میں شوہر کو رجعت کا

---

(۱) "ثم إن كتب على الوجه المرسوم ولم يعلقه بشرط بأن كتب: أما بعد! يا فلانة فأنت طالق، وقع الطلاق عقيب كتابة لفظ "الطلاق" بلافصل، لما ذكرنا أن كتابة قوله: "أنت طالق" على طريق المخاطبة بمنزلة التلفظ بها". (بدائع الصنائع: ۲۴۰/۴، فصل فى النوع الثانى، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۷۸/۱، فصل الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(۲) "وتصح الرجعة إن لم يطلق الزوج امرأته الحرة ثلاثًا بغير رضاها ....ومن شرائطها .... أن تكون المرأة فى العدة". (تبيين الحقائق: ۱۴۹/۳، باب الرجعة، دارالكتب العلمية، بيروت)

"وإذاطلق الرجل امرأته تطليقةً رجعيةً أو تطلقيتين، فله أن يراجعها فى عدتها، رضيت بذلك أو لم ترض، كذا فى الهداية". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴۷۰/۱، باب الرجعة، رشيديه)

(۳) "(وينكح مبانته)بمادون الثلاث (فى العدة وبعدها): أى بعد انقضائها". (النهر الفائق: ۴۲۰/۲، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا فى التاتارخانية: ۶۰۲/۳، كتاب الطلاق، مسائل الرجعة، إدارة القرآن كراچى)

(۴) "وأما عدة الحبل، فهى بقية مدة الحمل، قلّت أو كثرت ......لقوله تعالىٰ: ﴿وأولات الأحمال أجلهن أن يضعن حملهن﴾". (بدائع الصنائع: ۴۲۳/۴، ۴۳۰، فصل فى مقادير العدة، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذا فى فتح القدير: ۳۰۷/۴، ۳۱۰، باب العدة، مصطفىٰ البابى الحلبى مصر)

(۵) "أبو سليمان عن أبى يوسف: إذا أبرأت المرأة زوجها عما لها عليه على أن يطلقها، ففعل، جاز ذلك، فجازت البراءة، وكان الطلاق بائناً". (التاتارخانية: ۴۵۳/۳، إيقاع الطلاق بالمال، إدارة القرآن كراچى)

(وكذا فى فتاوىٰ قاضى خان: ۵۳۸/۱، فصل فى الخلع بلفظ البيع والشراء، رشيديه)

اختیار نہیں، البتہ اگر طرفین رضامند ہو جائیں تو دوبارہ نکاح صحیح ہے، خواہ عدت میں کرے یا بعد عدت۔ یہ سب کچھ اس وقت ہے کہ زید کو اپنی تحریر کا اقرار ہو، اگر زید انکار کر دے اور کہہ دے کہ یہ تحریر میں نے نہیں لکھی تو کسی قسم کی طلاق نہ ہوگی جب تک وہ اس امر کا شرعی ثبوت نہ ہو کہ یہ تحریر زید کی ہے، کذا فی الهندية (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/ شوال/ ۶۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور، ۱۷/ شوال/ ۶۲ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/ ۱۰/ ۶۲ھ

ایضاً

سوال [۶۲۳۰]: زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو بنیتِ طلاق لکھ کر یہ تحریر دی کہ: ”اب میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں“۔ ایک مولوی صاحب نے کہہ دیا کہ اس سے طلاق بائن پڑ گئی اور دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے، ان ہی مولوی صاحب نے ہندہ کی رضامندی سے زید کے باپ اور ماں اور بہن کی موجودگی میں زید کے ساتھ ہندہ کا نکاح کر دیا، اس پر ہندہ کے ماموں نے کہا کہ یہ نکاح نہیں ہوا۔ ہندہ بالغ ہے پہلے ہی سے۔ تو ہندہ کا نکاح ثانی درست ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر بیوی کے سامنے تحریر لکھ کر طلاق دی جائے اور زبان سے نہ کہا جائے تو طلاق ہی واقع نہیں ہوتی (۲)، بیوی کی عدم موجودگی میں لکھ کر بھیجنے سے طلاق ہو جاتی ہے، پہلا نکاح جس کے ساتھ ہوا تھا، اس کے

---

(۱) ”كل كتاب لم يكتبه بخطه ولم يمله بنفسه، لايقع الطلاق إذا لم يقرّ أنه كتابه“. (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/ ۳۷۹، طلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار: ۳/ ۲۴۷، مطلب في الطلاق بالكتابت، سعيد)

(وكذا في التاتار خانية: ۳/ ۳۸۰، فصل: إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن كراچی)

(۲) مذکورہ صورت میں زید کی تحریر مستبین غیر مرسوم کے قبیل سے ہے، جس میں نیت کا اعتبار کیا جائے گا، زید نے چونکہ بنیتِ طلاق تحریر لکھ کر دی ہے، اس لئے ایک طلاق بائن واقع ہوگئی۔ باقی حضرت مفتی صاحب نے جو عدم وقوع طلاق کا فتویٰ دیا ہے، الاشباہ کی عبارت سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے چنانچہ الاشباہ میں ہے: ”وظاهر ان المعنون من الناطق الحاضر غير معتبر“ لیکن اس کے بارے میں علامہ رافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”قوله ”وظاهره ان المعنون من الناطق الحاضر غير معتبر“ لم يظهر وجه ظهوره من عبارة الاشباه. (تقريرات الرافعي: ۶/ ۳۵۵، سعيد)

ساتھ دوسرا نکاح ہوا۔ اور لڑکی بالغہ ہے، تو دوبارہ نکاح کیلئے باپ کی اجازت لازم نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۱/ ۱۳۸۸ھ۔

دستخط کے بغیر تحریری طلاق

سوال[۶۲۳۱]: رحیم الدین کی لڑکی صفیہ ہے، رحیم الدین نے اپنی لڑکی صفیہ کی بکر کے لڑکے کریم کے ساتھ شادی کردی۔ چندروز کے بعد صفیہ اور کریم کے درمیان مخاصمت ہوئی، اس بنا پر رحیم الدین صفیہ کو گھر لایا۔ تھوڑے دنوں کے بعد رحیم الدین ایک طلاق نامہ لایا اور کہا میں صفیہ کا طلاق نامہ لایا ہوں۔ ﴿كل نفس ذائقة الموت﴾ رحیم الدین نے انتقال کیا۔ رحیم الدین جو طلاق نامہ لایا، اس میں کریم کے تحریری دستخط نہیں تھے، بلکہ رنگوں کی سیاہی سے ٹیپ تھی۔ جب صفیہ کی عدت ختم ہوگئی تو ناکح نے کریم کو بلایا جو صفیہ کا شوہر تھا تو کریم نے کہا کہ میں نے واللہ! صفیہ کو طلاق نہیں دی، بلکہ میں اس روز گھر ہی میں نہ تھا، اگر طلاق نامہ صحیح ہوتا تو طلاق نامہ میں میرے ہاتھ کے تو میرے دستخط ہوتے، اس لئے کہ میں لکھنا جانتا ہوں۔

تو اسی بنا پر صفیہ کی ماں کریم سے طلاق لینے کیلئے اس کو اپنے گاؤں کے پریزیڈنٹ صاحب کے پاس لائی، پریزیڈنٹ نے طلاق نامہ مانگا اور دیکھ کر کریم سے پوچھا کہ کیا تم نے رحیم الدین کی لڑکی صفیہ سے شادی کی، اس نے کہا: ہاں، کہا: کیا تم نے اپنی زوجہ صفیہ کو طلاق دی؟ کریم نے کہا: نہیں، کہا: اگر تم نے طلاق نہیں دی تو طلاق نامہ میں یہ کس کا ٹیپ ہے؟ کریم نے کہا: حضور! میں لکھنا پڑھنا جانتا ہوں...... کہا: کیا تم لکھنا پڑھنا جانتے ہو، اگر جانتے ہو تو میرے سامنے لکھو، کریم نے فوراً ایک کاغذ پر اپنا نام پتہ سب کچھ لکھدیا۔ اس مشاہدہ پر، پریزیڈنٹ نے اس طلاقنامہ کو جھوٹا ثابت کیا، اور کریم سے طلاق لے لی۔ اب عدت کا کیا فیصلہ ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس تحریر کی رو سے شرعاً طلاق واقع نہیں ہوئی۔ "كل كتاب لم يكتبه بخطه، ولم يمله بنفسه، لايقع الطلاق مالم يقرّأنه كتابه، اهـ". ردالمحتار: ۲/۵۸۹(۱)"۔

---

(۱) (ردالمحتار: ۳/۲۴۷، كتاب الطلاق، مطلب فى الطلاق بالكتابة، سعيد)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۹، فصل فى الطلاق بالكتابة، رشيديه) .... =

پھر اگر پریزیڈنٹ کے کہنے پر شوہر نے طلاق دیدی ہے تو وہ واقع ہوگئی اور طلاق کے وقت سے زوجہ پر عدت واجب ہے جو کہ تین حیض ہے، اگر زوجہ حاملہ نہ ہو، ورنہ وضعِ حمل ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/۲/۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/صفر/ ۶۷ھ۔

طلاق بذریعۂ خطوط مع فتاویٰ دہلی و دیوبند

سوال[۶۲۳۲]: زید نے اپنے خسر کے نام ایک خط لکھا جس کی عبارت حسبِ ذیل ہے:

"بعد ما وجب آنکہ میرا افلاس اس کی اجازت نہیں دیتا کہ میں اہلیہ کو لے کر رہ سکوں، میری فطرت ہے کہ میں اکثر و بیشتر دوسروں کی پریشانی اور الجھنوں کو اپنے اوپر اوڑھ لیتا ہوں چہ جائیکہ اپنے اس لائق صد ملامت اور ناکارہ وجود کیلئے دوسروں کو عذاب میں مبتلا کروں، خصوصاً اس ہستی کو جو مجھے اس دنیا میں اس وقت سب سے زیادہ عزیز ہے، لہذا آج بروز جمعرات ۲۳/ اپریل کو میری طرف سے طلاق ہے، آپ اس کی شادی کسی اچھی جگہ کر دیں جہاں وہ بقیہ زندگی سکون سے بسر کر سکے۔فقط"۔

اس میں طلاق کے الفاظ کے ساتھ "بیوی" کا لفظ نہیں ہے، پہلے سے اس کا ذکر ضرور ہے، لہذا:

۱......تحریرِ بالا سے طلاق ہوگئی ہے یا نہیں؟ اور عدد کا ذکر نہیں۔

۲......ایسی صورت میں صرف ایک طلاق واقع ہوگی یا مطلّق سے سوال کی ضرورت ہوگی؟

۳......صورت اُولیٰ میں اس کا اپنی جگہ رجوع کر لینا کافی ہوگا، یا اس رجوع کی اطلاع دینا بھی ضروری

= (وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۳/۳۸۰، فصل في إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن كراچي)

(۱) "(وهي في حق حرة تحيض لطلاق) ولو رجعياً ....ثلاث حيض كوامل........... وفي حق الحامل وضع حملها". (الدرالمختار: ۳/ ۵۰۵، ۵۱۱، باب العدة، سعيد)

"فأما عدة الأقراء، فإن كانت المرأة حرةً، فعدتها ثلاث قروء، لقوله تعالىٰ: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾. وأما عدة الحبلى، فهي بقية مدة الحمل، قلّت أو كثرت ......لقوله تعالىٰ: ﴿وأولات الأحمال أجلهن أن يضعن حملهن﴾". (بدائع الصنائع: ۴/۴۲۳، ۴۳۰، فصل في مقادير العدة، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في فتح القدير: ۴/۳۰۷، ۳۱۰، باب العدة، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

ہوگی؟

۴......اگر بیوی کو اس کی اطلاع فوری نہ کی جائے تو اس کی گنجائش ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......وقوعِ طلاق کیلئے صراحۃً بیوی کا ذکر، یا اس کا نام ہونا ضروری نہیں، اضافتِ معنویہ جس سے یہ معلوم ہوجائے کہ بیوی کو طلاق دے رہا ہے وہ کافی ہے اور یہ چیز اس تحریر میں صاف موجود ہے (۱)، اس لئے طلاق واقع ہوگئی۔ رہی یہ بات کہ کتنے طلاق ہوئیں، ایک طلاق تو بلاشبہ واقع ہوگئی، لیکن لفظ ''طلاق'' میں نیت تین کی کی جاسکتی ہے اس لئے محتمل تین کو ہے، اگر نیت تین کی نہیں کی ہے تو ایک طلاقِ رجعی ہوگئی، ''میری طرف سے طلاق ہے'' یہ لفظ صریح ہے اور صریح سے طلاقِ رجعی ہوتی ہے (۲)۔

اس کے بعد جو لکھا ہے اس سے بظاہر تفریع اور مشورہ مقصود ہے، انشائے طلاق مقصود نہیں ہے، لیکن ''شادی کسی اچھی جگہ کردیں'' کنایاتِ طلاق سے ہے، مگر کنایاتِ طلاق کی اس قسم سے ہے جس میں نیت کی ضرورت ہے، صرف دلالتِ حال یا مذاکرہ کافی نہیں ہے، کما فی البحر: ۳/۳۰۳(۳)۔

---

(۱) "ولايلزم كون الإضافة صريحةً في كلامه لما في البحر: لوقال: طالق، فقيل له: مَن عنيت؟فقال: امرأتي، طلقت امرأته ....؛لأن العادة أن من له امرأة إنما يحلف بطلاقها، لابطلاق غيرها".

(ردالمحتار: ۲۴۸/۳، باب الصريح، مطلب: سن بوش، يقع به الرجعي، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۴۴۲/۳، باب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۵۸/۱، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(۲) "صريحه مالم يستعمل إلافيه كطلقتك، وأنت طالق، ومطلقة، يقع بها: أي بهذه الألفاظ واحدة رجعية". (الدرالمختار: ۲۴۷/۳، ۲۴۹، كتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۵۴/۱، كتاب الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۲۶۰/۳، الفصل الرابع فيمايرجع إلى صريح الطلاق، إدارة القرآن كراچي)

(۳) "لاتطلق بها إلابنية أو دلالة الحال ....وفي غيرها بائنة، وإن نوى ثنتين، و تصح نية الثلاث. وهي: بائن بتة، بتلة .... إذهبي، قومي، ابتغي الأزواج: أي إن أمكنك وحل لك، أوابتغي الأزواج؛ لأني طلقتك". (البحر الرائق: ۵۱۸/۳، ۵۲۵، كتاب الطلاق، باب الكنايات، رشيديه) =

۲......نمبر: ا سے معلوم ہوگیا کہ ایک طلاق تو قطعاً ہوگئی، باقی احتمال تین طلاق سے دو کے بائن ہونے کا بھی ہے، اس کے لئے فی الحال تو سوال کی ضرورت نہیں ہے، ہاں! اگر شوہر تجدیدِ نکاح یا رجعت کا دعویٰ کرے تو اس وقت اس سے دریافت کرلیا جائے۔

۳......رجوع اپنی جگہ کرلینا کافی ہے، لیکن قضاءً ثبوت کیلئے دو گواہ ضروری ہیں، عورت کو اطلاع دینا ضروری نہیں، دیانۃً گواہ بھی ضروری نہیں ہیں، لیکن اطلاع دینا مسنون ہے:

"والرجعة على ضربين: سني، وبدعي، فالسني أن يراجعها بالقول، ويشهد على رجعتها ويعلمها، ولو راجعها بالقول ولم يشهد أوأشهد ولم يعلمها، كان مخالفاً للسنة". البحر: ٥١/٤(١)۔

۴......چونکہ یہ خط خسر کے نام ہے اور ظاہرِ الفاظ سے طلاقِ رجعی معلوم ہوتی ہے، اس لیے فوری اطلاع کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ معتدہ رجعیہ کیلئے حداد نہیں ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/۲/۶۷ ۱۳ھ۔

استفتاء متعلقہ سوال بالا

سوال[۶۲۳۳]: زید نے اپنے خسر کو خط لکھا جس کی عبارت حسبِ ذیل ہے:

"میرا افلاس اس کی اجازت نہیں دیتا کہ میں اہلیہ کو لے کر رہ سکوں، لہذا آج بروز جمعرات،

= (وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۶، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في فتاویٰ قاضي خان: ۱/۴۶۸، كتاب الطلاق، فصل في الكنايات والمدلولات، رشيديه)

(۱) (البحر الرائق: ۸۵/۴، باب الرجعة، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۴۶۸، الباب السادس في الرجعة، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ التاتارخانية: ۵۹۴/۳، الفصل الثاني والعشرون في مسائل الرجعة، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "لايجب الحداد على الصغيرة، والمجنونة الكبيرة، والكتابية، والمعتدة من نكاح فاسد، والمطلقة طلاقاً رجعياً". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۵۳۴، الباب الرابع عشر في الحداد، رشيديه)

(وكذا في فتاویٰ قاضي خان: ۱/۵۵۴، باب العدة، فصل فيما يحرم على المعتدة، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۵۳۲/۳، باب العدة، فصل في الحداد، سعيد)

۲۲/اپریل کو میری طرف سے طلاق ہے، آپ اس کی شادی کسی اچھی جگہ کردے جہاں وہ بقیہ زندگی سکون سے بسر کرسکے، اتنا ضرور عرض کرونگا کہ آپ آئندہ ہونے والے داماد سے یہ شرط کرلے الخ''۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ عبارتِ بالا میں ایک طلاق واقع ہوئی ہے یا زائد؟ منشائے سوال یہ ہے کہ لفظ نمبر:۲ جو بمعنی "تزوجی" اور نمبر:۳ جو بمنزل "ابتغي الأزواج" ہے، کوئی عمل کریں گے یا نہیں، اگر کریں گے تو نیت کا محتاج ہے یا نہیں؟ فقہاء نے "تـزوجـي" کو ان کنایات میں شمار کیا ہے، جہاں مذکراۂ طلاق کافی نہیں، بلکہ نیت کی ضرورت ہے، کـمـا فـي البحر: ۳۰۳/۳(۱)۔ لیکن یہاں مذاکرۂ طلاق نہیں ہے، بلکہ صریح لفظ طلاق پر مرتب ہے اور "اذهبي وتزوجي" کو صاحبِ درمختار نے "تقع واحدة بلانية" لکھا ہے(۲)، شامی نے اس پر تعقب کیا ہے، لیکن وہ تعقب جو "لأنـي طـلـقـتك" کے احتمال سے پیدا کیا ہے یہاں طلاق کی تصریح سے مرتفع ہے اور "أنت طالق اعتدی" میں دو طلاقیں واقع کی ہیں۔

۲......اگر الفاظِ بالا سے ایک طلاق واقع ہوئی تو وہ رجعی ہوئی، یا بائنہ؟ لفظ صریح ہے، لیکن علامہ شامی نے بدائع سے جو تحقیق نقل کی ہے اس میں صریح کو ان صورتوں میں بائن قرار دیا ہے:

"مـقـرونـاً بـعدد الثلاث نصاً أو إشارةً، أوموصوفًا بصفة تنبئ عن البينونة، أوتدل عليها من غير حرف العطف، أوشبهاً بعدد، أو صفة تدل عليها، اهـ"(۳)۔

پس عبارت بالا میں لفظ نمبر:۲ اور نمبر:۳ کا اقتران بینونت پر دال ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

احقر محمود الحسن غفرلہ، از سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم، یکشنبہ، ۲۱/۶/۱۳۶۷ھ۔

الـجـواب: زید کے اس خط سے اس کی زوجہ پر ایک طلاقِ بائن کا حکم ہوگا، نہ تین طلاقوں یا طلاقِ رجعی کا۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔

مہر دار الافتاء مدرسہ امینیہ دہلی۔

---

(۱) (البحر الرائق: ۵۲۵/۳، باب الكنايات في الطلاق، رشيديه)

(۲) (الدرالمختار: ۳۱۴/۳، باب الكنايات، قبيل تفويض الطلاق، سعيد)

(۳) (ردالمحتار: ۲۵۰/۳، باب الصريح، مطلب الصريح نوعان رجعي وبائن، سعيد)

الجواب: منجانب مفتی محمودحسن صاحب

مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر زید کو اپنی تحریر کا اقرار ہے یا اس پر شرعی شہادت موجود ہے تو صورتِ مسئولہ میں ایک طلاقِ بائن واقع ہوگی (۱)۔لفظ نمبر:۱ کا موجب صریح ہونے کی وجہ سے طلاقِ رجعی ہے،لیکن مابعد کے الفاظِ کنایہ نے اس کو بائن بنادیا،گوان سے مستقلاً وقوعِ طلاقِ کنایہ ہونے کے سبب سے محتاجِ نیت ہے،مگر ماقبل کی صریح طلاق کو بائن بنادینے میں تردد نہیں جیسا کہ عامۂ تشدیدات وتقییداتِ خاصہ صریح کو بائن بنادیتی ہیں:

"ویقع بقوله: أنت طالق بائن، أو ألبتة .... واحدة بائنة فی الکل؛ لأنه وصف الطلاق بما یحتمله، إن لم ینو ثلاثاً فی الحرة وثنتین فی الأمة، فیصح لما مر، کما لونوی بطالق واحدةً، وبنحو بائنٍ أخریٰ، اهـ". درمختار۔ "(قوله: لأنه وصف الطلاق بمایحتمله) وهو البینونة، فإنه یثبت به البینونة قبل الدخول للحال، وکذا عندذکر المال، وبعده إذا انقضت العدة، بحر. (قوله: وبنحوبائن): أی من کل کنایة قرنت بطالق، کما فی الفتح والبحر". : ۳/۳۱۰(۲)، شامی: ۲/۶۱۸(۳)۔

"أنت طالق اعتدی" میں دوطلاق واقع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ پہلا لفظ صریح ہے،دوسرے لفظ کو بوقتِ ذکرِ طلاق،طلاق پر حمل کیا جاتا ہے،نیت کی حاجت نہیں ہوتی،اس لئے اس سے رجعی واقع ہوتی ہے،

---

(۱) "ولو استکتب من آخر کتاباً بطلاقها، وقرأه علی الزوج، فأخذه الزوج، وختمه، وعنونه، وبعث به إلیها فأتاها، وقع إن أقرّ الزوج أنه کتابه". (ردالمحتار: ۳/۲۴۷، کتاب الطلاق، قبیل باب الصریح، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۳۷۹، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابة، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاویٰ التاتارخانیة: ۳/۳۸۰، الفصل السادس فی إیقاع الطلاق بالکتاب، إدارة القرآن کراچی)

(۲) (البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب الطلاق: ۳/۵۰۰، رشیدیه)

(۳) (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۳/۲۷۶، ۲۷۸، کتاب الطلاق، باب الصریح، سعید)

كما صرّح به الشامي: ٢/٦٤٤(١)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ١١/٧/١٣٦٧ھ۔

جواب: منجانب دار الافتاء دار العلوم دیوبند

طلاق تو بلفظِ صریح واقع کی گئی ہے، مگر اس کے بعد کوئی ایسا لفظ جس میں اضافت طلاق کی زوجہ کی طرف ہو، نہیں ہے، اگر ہے تو، توکیل بتزویجِ زوجہ ہے، کیونکہ اپنے خسر کو وکیل بالتزویج بنادیا ہے، کتبِ فقہ میں مجھ کو کوئی نظیر نہیں ملی کہ جس میں توکیل بالتزویج کا کوئی حکم بیان کیا گیا ہو۔ "تزوجي، ابتغي الأزواج" وغیرہما الفاظ میں بصراحت خطاب زوجہ کو ہے، اس لئے ان الفاظ کے سلسلہ میں تتبع شاید محلِ تأمل ہو مثلاً: "اغربي، تقنعي، استتري، تخمري" کنایات طلاق میں سے ہیں، عالمگیری: ١/٣٥١، في إيقاع الطلاق (٢)۔ لیکن وکیل بنقل المرأۃ میں کسی جگہ طلاق کی بحث نہیں دیکھی، یا اگر کوئی شخص کسی سے کہہ دے کہ "میری بیوی کو دوپٹہ اوڑھا دے، یا پردہ میں آوے" ان الفاظ کو مبحثِ طلاق میں نہیں دیکھا، پس میرا خیال ہے کہ ان الفاظ سے نہ طلاق میں کماً اثر پڑا، نہ کیفاً۔

ہاں چند ہی روز کے بعد جو اس شخص نے دوسرا خط لکھا ہے کہ "اب میرا اس سے کوئی تعلق باقی نہیں رہا" یہ بے شک "لم يبق بيني وبينك عمل" کے معنی میں ہے، مگر یہ کوئی جدید چیز نہیں، بلکہ اس سے پہلی عبارت "تعلق ختم کر چکا" پر متفرع ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ میں تعلق ختم کر چکا ہوں اس لئے کوئی تعلق باقی نہیں رہا۔ "تعلق ختم کر چکا"۔ بینونتِ سابقہ کی خبر ہے نہ کہ انشاء، گویا بینونتِ ماضیہ کی خبر دے رہا ہے، بناءً علیہ بندہ کے خیال میں ایک طلاقِ صریح واقع ہوئی تھی، مگر بینونت کی اس خبر سے ایک بائنہ بھی واقع

---

(١) "وفي مذاكرة الطلاق يتوقف الأول فقط، ويقع بالأخيرين وإن لم ينو". (الدر المختار). "بخلاف الأخيرين، فإنها وإن احتملت الطلاق لكنها ماتحتمله المذاكرة من الرد والتعبير، فترجح جانب الطلاق". (ردالمحتار: ٣/٣٠١، ٣٠٢، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(٢) (الفتاویٰ العالمكيرية: ١/٣٧٤، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في فتاویٰ قاضي خان: ١/٤٦٨، كتاب الطلاق، فصل في الكنايات والمدلولات، رشيديه)

ہوئی یعنی دو بائنہ واقع ہوگئیں (۱)۔

مجھ کو روایاتِ فقہیہ سے اس کی تصریح کہیں نہیں ملی، میں نے جو کچھ عرض کیا ہے وہ فقہی روایات سے سمجھا ہے، اگر آپ کی تحقیق میں اس سے زیادہ کوئی چیز ہو تو بندہ کو بھی مطلع فرمائیں۔

محمد اعزاز علی غفرلہ،۱۳/ شعبان/ ۱۳۹۷ھ۔

الجواب: صحیح مسعود احمد عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیو بند۔

الجواب صحیح :قضاءً والمرأة کالقاضی، سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور،۲۰/ شعبان/ ۱۳۶۷ھ۔

ایضاً

بخدمتِ علمائے کرام! شکر اللہ مساعیہم

سوال[۶۲۳۴]: زید کے چند خطوط اپنے خسر کے نام حضرات کی خدمت میں پیش کئے گئے تھے، جن میں مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب اور مفتی محمود حسن صاحب نے تو پہلے ہی خط پر طلاقِ بائنہ قرار دیا تھا اور مولانا اعزاز علی صاحب اور مفتی سعید احمد صاحب نے دوسرے خط پر طلاقِ بائنہ قرار دیا تھا، فتاویٰ سابقہ ہمرشتہ ہیں۔

اس کے بعد (الف) زید کا تیسرا خط آیا جس میں لکھا کہ ”میں نے دنیا میں سب سے زیادہ محبت دو سے کی، ایک عمرو سے جو مر چکا، دوسرے (زوجہ کے نام کی طرف اشارہ کر کے) سے جواَب میری نہیں“۔

اس کے بعد چوتھا خط آیا جس میں لکھا کہ ”نہ اپنے لئے شادی کی، نہ اپنے لئے چھوڑی، نہ اپنے لئے اختیار کروں گا، فقط“۔

اس کے متعلق یہ امر قابلِ دریافت ہے کہ یہ دونوں لفظ سابقہ طلاق میں کچھ اثر انداز ہونگے یا نہیں؟

(ب) اس کے بعد زید کا پانچواں خط آیا جس میں اس نے لکھا کہ ”میں نے ۲۳/ جون کو (بیوی کے نام

---

(۱) ”والبائن یلحق الصریح. الصریح مالایحتاج إلی نیة، بائناً کان الواقع به أو رجعیاً“. (الدرالمختار: ۳/۳۰۶، کتاب الطلاق، باب الکنایات، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۳۷۷، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۳/۸۴، کتاب الطلاق، باب الکنایات، دارالکتب العلمیة، بیروت)

کی طرف اشارہ کرکے) رجعت کرلی"۔ اس پر زید کے خسر نے اس کو لکھا کہ حسبِ فتاویٰ علمائے کرام تمہاری طلاق بائنہ تھی، رجعت کا حق نہیں رہا، اس پر زید کا مکتوب حسبِ ذیل آیا:

تفریق کی صورت حسب ذیل تھی

مثلاً زید خط لکھ رہا ہے کہ "آج بروز فلاں تاریخ فلاں میری طرف سے ط، ہے" (ہے، کے فوراً متصل کہتا ہے رجعی اور مجھے حق واختیار باقی رہے گا رجعت کا، میں چاہوں تو اپنی اہلیہ بنا کر رکھ سکتا ہوں)، مگر یہ لفظ خط میں تحریر نہیں کرتا ہے یہ کہ صرف زبانی دہراتا ہے، بار بار اس کے بعد لکھتا ہے: "جس سے اور جہاں چاہے شادی کردو، خدا اس کو آئندہ کی زندگی میں خوش وخرم رکھے"۔ مگر یہ الفاظ لکھتے وقت بھی وہ اپنے الفاظ دہرا رہا ہے کہ "میری یہ طلاق رجعی ہے، مجھے حق واختیار باقی رہے گا، رجعت کا میں چاہوں تو اپنی بیوی بنا کر رکھ سکتا ہوں اس کی نیت بھی رجعی کی ہے"۔

کیا ایسی صورت میں بائنہ ہوگی؟ جب کہ زید کی نیت اور قول دونوں رجعی پر مستدل ہیں، کیا نیت اور قول کا اعتبار ہوگا، جبکہ مندرجہ ذیل صورت میں قول معتبر ہے، مثلاً: زید نے تین طلاق دی صریح اور تحریر کی ایک رجعی تو قول پر فتویٰ ہوگا طلاقِ مغلظہ ہوگی نہ رجعی۔ فقط"۔ یہ زید کے خط کی نقل ہے اس کے متعلق علماء کا کیا ارشاد ہے؟

(ج) اگر کوئی شخص بینونت کے الفاظ سے طلاق دے، مثلاً کہے: "أنت طالق ألبتة"، اور نیت رجعی کی کرے یا زبان سے یہ کہے کہ مجھے رجوع کا حق ہے تو یہ چیز ان الفاظ کو بینونت سے خارج کردے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب حامداً ومصلیاً:

(الف) نمبر: اسے یہ بات تو ظاہر ہے کہ زید کے الفاظ طلاق کو بعض علماء نے اولاً ہی طلاقِ بائن کے الفاظ قرار دیئے اور بعض نے دوسرے خط کی بناء پر، لہذا طلاق بائن ہوگئی، تیسرے خط کے الفاظ "اب میری نہیں"، طلاقِ سابقہ پر بلانیت اثر انداز نہ ہوں گے، کیونکہ یہ الفاظ کنایات سے ہیں، ان میں نیت کا ہونا شرط ہے، مذاکرۂ طلاق کافی نہیں ہے، لہذا یہ الفاظ کہ "اب میری نہیں" بلانیت کے طلاق کیلئے کافی نہیں ہے:

"تطلق بلستِ لی امرأة، أو لستُ لك بزوج إن نوی طلاقاً". کنز۔ "یعنی وکان النكاح

ظاهراً، وهذا عند أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ؛ لأنها تصلح لإنشاء الطلاق كماتصلح لإنكاره، فيتعين الأول بالنية لاتطلق وإن نوىٰ لكذبه، ودخل في كلامه: ما أنت لي امرأة، وما أنا لك بزوج، ولا نكاح بيني وبينك". البحر الرائق: ۳۰۵/۳(۱)۔

(ب) نیت کی صورت میں بشرطِ بقائے عدت ایک طلاقِ رجعی مزید ہوجائے گی (۲)، صرف الفاظِ صریح میں تو زید کا یہ قول معتبر ہے، لیکن جس وقت طلاق کو الفاظِ بینونت کے ساتھ موصوف کیا جائے، یا الفاظِ کنایہ سے طلاق دی جائے اور دلالتِ حال یا مذاکرۂ طلاق موجود ہو تو قضاءً اس کا قول معتبر نہ ہوگا (۳)۔ اسی واسطے احقر نے دارالعلوم دیوبند کے فتویٰ کی تصدیق میں قضاء کی قید لگائی تھی۔ زید نے جو مثال ذکر کی ہے وہ منطبق نہیں ہے، زید کے الفاظ بینونت کے ہیں، وہ مدعی رجعی کا ہے، مثالِ مفروضہ میں اس کا عکس ہے، اگر زید تین طلاق تحریر کرے اور ایک کا دعویٰ کرے تو پھر زید کا قول ہرگز معتبر نہ ہوگا۔ کنایات میں اگر زوج عدمِ نیت کا دعویٰ کرے تو یہ دعویٰ قضاءً معتبر نہ ہوگا، ہاں! اگر قسم کے ساتھ وہ عدمِ نیت کا اظہار کرے تو معتبر ہوگا:

"والقول له بيمينه في عدم النية، ويكفي تحليفها له في منزله، فإن أبىٰ رفعته إلى

---

(۱) (البحر الرائق: ۵۲۸/۳، ۵۳۰، باب الكنايات في الطلاق، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۷۵/۱، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۸۳/۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۲) "الصريح يلحق الصريح ويلحق البائن بشرط العدة". (الدرالمختار: ۳۰۶/۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۷۷/۱، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۸۳/۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۳) "وفي حالة مذاكرة الطلاق يقع الطلاق في سائر الأقسام قضاءً، إلافيما يصلح جواباً ورداً؛ لأنه لايجعل طلاقاً". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۷۵/۱، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار: ۳۰۲/۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب الطلاق، باب ايقاع الطلاق: ۳۷۴/۲، شركت علميه)

الحاكم، فإن نكل فرق بينهما". درمختار(۱)۔

(ج) "وإذا وصف الطلاق بضرب من الزيادة والشدة كان بائنًا، مثل: أن يقول: أنت طالق بائن ألبتة".هدايه: ۲/۳۴۹(۲)۔

زید نے الفاظِ شدت سے طلاق کو مذکور کردیا تو خود اس نے احد المحتملین کو متعین کردیا، اب اس کا یہ قول خلافِ ظاہر ہے، اس لئے معتبر نہ ہوگا۔فقط۔

سعید احمد غفرلہ، دارالافتاء مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یو، پی، ۱۲/شوال/ ۶۷ھ

"اللہ کے واسطے رفاقت، رفاقت، رفاقت طلاق، طلاق، طلاق" تحریر کرنا

سوال[۶۲۳۵]: ازراہ کرم وعنایت قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے مطلع فرمائیں۔

"آج میں اپنے قلم سے بری کرتا ہوں، اس درمیان میں جو مجھ سے غلطی ہوگئی اس کو معاف کردیں، اللہ کے واسطے رفاقت، رفاقت، رفاقت، طلاق، طلاق، طلاق"۔

الجواب حامداً ومصلياً:

شوہر سے دریافت کرلیا جائے، اگر وہ اقرار کرے کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کیلئے یہ تحریر لکھی ہے تو اس کی بیوی پر طلاقِ مغلظہ ہوگئی (۳) اور اب بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی بھی گنجائش نہ رہی (۴)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۵/۸۹ھ۔

---

(۱) (الدرالمختار: ۳/۳۰۰، ۳۰۱، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مطلب: لااعتبار للإعراب هنا، سعيد)

(۲) (الهداية: ۲/۳۶۹، كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق، شركة علميه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۲، الفصل الثالث في تشبيه الطلاق، ووصفه، رشيديه)

(۳) "(كتب الطلاق، إن مستيناً على نحو لوح، وقع إن نوىٰ، وقيل: مطلقًا. ولو على نحو الماء، فلامطلقًا)". (الدرالمختار). "وإن كانت مرسومةً يقع الطلاق نوى أولم ينو. وثم المرسومة لاتخلو: إما إن أرسل الطلاق بأن كتب: أمابعد! فأنت طالق، فكما كتب هذا، يقع الطلاق". (ردالمحتار: ۳/۲۴۶، كتاب الطلاق، مطلب في الطلاق بالكتابة، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۸، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۳/۳۷۷، الفصل السادس في إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن كراچى)

(۴) "وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً =

تحریری طلاق، لعنت اور مہر

سوال[۶۲۳۶]: زید نے ہندہ کو پانچ روپیہ کے سرکاری اسٹامپ پر طلاق نامہ لکھ کر بذریعۂ ڈاک خانہ روانہ کردیا جب کہ ہندہ طلاق لینے پر راضی نہ تھی۔ ہندہ کی شخصیت پر لعنت کرتے ہوئے طلاقِ مغلظہ دیدی، ہندہ مجبور ہوگئی۔ کیا لعنت کرنا کسی پر جائز ہے جبکہ وہ اس کا مستحق نہ ہو؟ اگر جائز نہ ہو تو کہنے والے پر کیا حکم عائد ہوگا؟ سرکاری اسٹامپ پر طلاق نامہ لکھ کر دینے سے مہر میں شرعی تلافی ہوسکتی ہے؟ خلاصہ تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید نے طلاق مغلظہ لکھ کر بھیجی ہے اور وہ اس تحریر کا مُقر بھی ہے تو شرعاً طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی (۱) اس پر جو لعنت لکھی ہے، وہ کسی طرح بھی ہندہ پر نہیں پڑی، بلکہ ہندہ اگر اس کی مستحق نہیں تو وہ لعنت لوٹ کر زید ہی پر پڑی (۲)۔ اور مہر میں اس طلاق کی وجہ سے ہرگز کمی نہ آئے گی، بلکہ مہر پختہ ہوجائے گا، اگر زوجہ معاف

= صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۳، الباب السادس في الرجعة، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/۳۹۹، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، شركة علمية)

(وكذا في الدرالمختار: ۳/۴۰۹، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(۱) "رجل استكتب من رجل آخر إلى امرأته كتاباً بطلاقها وقرأة على الزوج، فأخذه وطواه وختم وكتب في عنوانه وبعث به إلى امرأته، فأتاها الكتاب وأقرّ الزوج أنه كتابه، فإن الطلاق يقع عليها".

(الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۹، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار: ۳/۲۴۶، ۲۴۷، مطلب في الطلاق بالكتابة، قبيل باب الصريح، سعيد)

(۲) "عن أبي الدرداء رضي الله تعالىٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "إن العبد إذا لعن شيئًا، صعدت اللعنة إلى السماء، فتغلق أبواب السماء دونها، ثم تهبط إلى الأرض، فتغلق أبوابها دونها، ثم تأخذ يميناً وشمالاً، فإذا لم تجد مساغاً، رجعت إلى الذي لعن، فإن كان لذلك أهلاً، وإلا رجعت إلى قائلها. رواه أبوداود". (مشكوٰة المصابيح: ۲/۴۱۲، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغيبة و الشتم، قديمي)

کردے گی تو معاف ہوگا ورنہ زید کے ذمہ باقی رہے گا (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد، صحیح: عبداللطیف، ۲۳/محرم/۶۰ھ۔

تحریر سے طلاق

سوال[۶۲۲۷]: میاں بیوی میں تنازع ہوکر بڑھ گیا اور بیوی کو اپنی جان کا خطرہ ہوگیا اور اپنے خاوند کے یہاں بوجہ خطرۂ جان کے نہیں جاتی اور اس کا خاوند اس کو طلاق نہیں دیتا اور نہ خرچ۔اس قصہ میں پانچ چھ سال گذر گئے اور لڑکی نو جوان ہے، بغیر نکاح کے گذران مشکل ہے۔اس صورت میں شریعت شریف کیا فیصلہ دیتی ہے کہ جس سے میاں بیوی میں تفریق ہوجائے اور لڑکی کا نکاح کردیا جائے۔ایک خط اس کے خاوند نے بند لفافہ بھیجا تھا اور اس نے خود اپنی زبان سے اقرار کیا کہ یہ خط میں نے بھیجا تھا، مگر جب اس پر مہر کا دعویٰ کیا گیا عدالت میں، خط سے منکر ہوگیا۔نقل خط مع جواب مدرسہ دارالعلوم دیوبند ہمراہ سوال ہذا منسلک ہے، جواب باصواب سے مطلع فرماویں۔فقط والسلام۔

مرسلہ: بابراز جگادری۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر خاوند اس تحریر کا اقرار کرتا ہے، یا اس بات کے اوپر کم ازکم دو عادل گواہ ہیں کہ یہ تحریر اسی کی ہے، یا اس بات پر گواہ موجود ہیں کہ اس نے اس تحریر کا اقرار کیا ہے تو عورت پر طلاق واقع ہوگئی اگر ان میں سے کوئی بات نہیں تو قضاءً طلاق واقع نہ ہوگی (۲)۔اگر عورت کے سامنے اقرار کیا ہے، یا کم ازکم ایک عادل شخص نے

---

(۱) "وصح حطها لكله وبعضه عنه". (الدرالمختار: ۱۱۳/۳، كتاب النكاح، باب المهر، سعيد)

"للمرأة أن تهب مالها لزوجها من صداق، دخل بها زوجها أولم يدخل". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۳۱۶/۱، كتاب النكاح، الفصل العاشر فی الهبة، رشيديه)

(وكذا فی البحر الرائق: ۲۶۳/۳، كتاب النكاح، باب المهر، رشيديه)

(۲) "قال أبو يوسف ومحمد رحمهما الله تعالیٰ: لا بد أن يسأل عنهم فی السر والعلانية فی سائر الحقوق؛ لأن القضاء مبناه علی الحجة، وهی شهادة العدول، فيتعرف عن العدالة، وفيه صون قضائه عن البطلان، =

عورت کے سامنے اقرار کی شہادت دی ہے اور عورت کو اس کا اعتبار ہے تو دیانۃً طلاق واقع ہوگئی (۱) اگرچہ قضاءً

= وقیل: هذا اختلاف عصر وزمان، والفتوى على قولهما في هذا الزمان". (الهداية، كتاب الشهادة: ۳/ ۱۵۶، مكتبه شركة علميه ملتان)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: هو عدل): أي وجائز الشهادة، قال الكافي: ثم قيل: لابد أن يقول: المعدل هو عدل جائز الشهادة". (ردالمحتار، كتاب الشهادات: ۵/ ۴۶۲، سعيد)

"وفيها في الشهادة بالتسامع: إذا شهد عندك عدلان بخلاف ما سمعته ممن وقع في قلبك صدقه لم يسع لك الشهادة، إلا إذا علمت يقيناً أنهما كاذبان، وإن شهد عندك عدل بخلاف ما وقع في قلبك من سماع الخبر لك أن تشهد بالأول إلا أن يقع في قلبك صدق الواحد في الأمر الثاني، اهـ. وينبغي أن يكون الاستشنا آن في كل شهادة، كما لا يخفى.

الخامس: أن يكون القاضي الذي طلب الشاهد للأداء عنده عدلاً لما في البزازية: وأجاب خلف بن أيوب رحمه الله تعالىٰ فيمن له شهادة فرفعت إلى قاض غير عدل، له أن يمتنع عن الأداء حتى يشهد عند قاض عدل، اهـ". (البحر الرائق، كتاب الشهادات: ۷/ ۹۸، رشيديه)

(۱) "الرابع: أن لايخبر عدلان ببطلان المشهود به، فلو شهد عند الشاهد عدلان أن المدعى قبض دينه، أو أن الزوج طلقها ثلاثاً، أو أن المشتري أعتق العبد، أو أن الولي عفا عن القاتل لا يسعه أن يشهد بالدين والنكاح والبيع والقتل .... وإن كان المخبر واحداً عدلاً لايسعه ترك الشهادة به". (البحر الرائق، كتاب الشهادات: ۷/ ۹۷، رشيديه)

"والحاصل كما في البحر أن كلاً من الوثاق والقيد والعمل إما أن يذكر أو ينوى، فإن ذكر فإما أن يقرن بالعدد أولا، فإن قرن به وقع بلانية وإلا ففي ذكر العمل وقع قضاءً فقط، وفي لفظي الوثاق والقيد لا يقع أصلاً. وإن لم يذكر بل نوى لايدين في لفظ العمل ودين في الوثاق والقيد، ويقع قضاءً إلا أن يكون مكرهاً. والمرأة كالقاضي إذا سمعته أو أخبرها عدل، لايحل لها تمكينه. والفتوى على أنه ليس لها قتله، ولاتقتل نفسها بل تفدى نفسها بمال أو تهرب، كما أنه ليس له قتلها إذا حرمت عليه، وكلما هرب ردته بالسحر. وفي البزازية عن الأوزجندي أنها ترفع الأمر للقاضي، فإن حلت ولا بينة لها، فالإثم عليه، اهـ. قلت: أي إذا لم تقدر على الفداء أو الهرب ولا على منعه عنها، فلا ينافي ماقبله".

(ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح، مطلب في قول البحر: ۳/ ۲۵۱، سعيد)

طلاق کا واقع ہونا شوہر کے اقرار یا دو گواہوں پر موقوف ہے(۱)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/۱۲/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/ ذی الحجہ/ ۵۷ھ۔

کیا تحریر سے طلاق واقع ہو جاتی ہے؟

سوال[۶۲۳۸]: اگر کوئی شخص اپنی منکوحہ کو بذریعہ تحریر طلاق دیدے تو ہو جاتی ہے یا نہیں، اور اس میں کیا کچھ اختلاف ہے؟ یہ مسئلہ کس کتاب میں ملے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تحریر سے بھی طلاق ہو جاتی ہے مگر اس میں تفصیل ہے اور وہ یہ ہے:

"الكتابة على نوعين: مرسومة وغيرمرسومة، ونعني بالمرسومة أن يكون مصدراً ومعنوناً مثل مايكتب إلىٰ غائب. وغير المرسومة أن لايكون مصدراً ومعنوناً، وهو على وجهين: مستبينة وغير مستبينة، فالمستبينة: مايكتب على الصحيفة والحائط والأرض على وجهٍ يمكن فهمه وقراء ته، وغير المستبينة مايكتب على الهواء والماء والشيئ لايمكن فهمه وقراء ته، ففي غير المستبينة لايقع الطلاق، وإن نوى، وإن كانت مستبينةً لكنها غير مرسومة، وإن نوى الطلاق، يقع، وإلا لا. وإن كانت مرسومةً، يقع الطلاق، نوى أولم ينو، اهـ". فتاویٰ قاضی خان مصری: ۱/ ٦٦١(۲)، وغیرہ کتب فقہ میں مذکور ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/ ۷/ ۱۳۶۱ھ۔

---

(۱) "والطريق فيما يرجع حقوق العباد المحضنة عبارة عن الدعوى والحجة، وهي إما بينة أو الإقرار". (ردالمحتار، كتاب القضاء، مطلب الحكم الفعلي: ۵/۳۵۴، سعيد)

"وما سوى ذلك من الحقوق يقبل فيها شهادة رجلين أو رجل وامرأتين كان الحق مالاً أو غير مال، مثل النكاح والطلاق والوكالة والوصية ونحو ذلك". (الهداية، كتاب الشهادات: ۳/۱۵۳، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۲) (فتاوى قاضي خان: ۱/ ۴۷۱، كتاب الطلاق، فصل في الطلاق بالكتابة، رشيديه) .... =

بددلی سے تحریری طلاق

سوال[۶۲۳۹]: زیداور ہندہ میاں بیوی تھے، دو بچے بھی پیدا ہوئے۔ چند سال کے بعد دونوں کے سرپرستوں میں زبردست اختلاف پیدا ہوگیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ زید نے اپنے والدین کے مجبور کرنے سے نہایت بددلی کے ساتھ ہندہ کو طلاقِ قطعی (تین طلاقیں) دیدی اور ہندہ نے بھی والدین کے جبر کرنے پر زید سے طلاق لے لی، نان نفقہ ومہر معاف کردیا۔ یہ طلاق نامہ اور نان ونفقہ کی معافی باضابطہ سرکاری اسٹام پر تحریر ہوئے اور زید وہندہ نے اپنے اپنے نشان انگوٹھا لگادیئے، اس کے چار ماہ بعد زید اور ہندہ کہنے لگے: ہم سے زبردستی طلاق دلائی گئی، ہم میاں بیوی کی طرح رہیں گے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا طلاق واقع ہوگئی، اگر نہیں ہوئی تو کیا دوبارہ نکاح کرنا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر تین طلاق زبانی بھی دی ہے تو طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے دونوں ایک ساتھ نہیں رہ سکتے، حلالہ یہ ہے کہ اس تین طلاق کی عدت (تین حیض) ختم ہونے پر ہندہ دوسرے شخص سے باقاعدہ نکاح کرلے وہ ہمبستری کرنے کے بعد مرجائے یا طلاق دیدے تو اس کی عدت پوری ہونے کے بعد ہندہ کا زید سے دوبارہ نکاح درست ہوسکتا ہے، اس سے پہلے کوئی صورت نہیں (۱)۔

= (وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۸، كتاب الطلاق، فصل الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار: ۳/۲۴۷، كتاب الطلاق، مطلب في الطلاق بالكتابة، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۴/۲۳۹، ۲۴۰، فصل في النوع الثاني، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) "وأما الطلقات الثلث، فحكمها الأصلي، هو زوال الملك وزوال حل المحلية أيضًا، حتى لايجوز له نكاحها قبل التزوج بزوج آخر، لقوله عزوجل: ﴿فإن طلقها، فلاتحل له من بعد حتى تنكح زوجًا غيره﴾ (بدائع الصنائع: ۴/۴۰۳، فصل في حكم الطلاق البائن، دارالكتب العلمية، بيروت)

"(ولاتحل الحرة بعد) الطلقات (الثلث لمطلِّقها، لقوله تعالى: ﴿فإن طلقها، فلاتحل له من بعد﴾ الآية (ولا الأمةبعد اثنتين إلا بعد وطئي زوج آخر ومضى عدته)". (مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر: ۱/۴۳۸، باب الرجعة، بيروت)

(وكذا في فتح القدير: ۴/۱۷۷، فصل فيما تحل به المطلقة، دارالكتب العلمية بيروت)

اگر تین طلاق زبانی نہیں دی، صرف بڑوں کے اصرار سے بددلی کے ساتھ ان کی دلجوئی اور خاطرداری کیلئے دستخط کیے ہیں تب بھی یہی حکم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۹/ ۱۳۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۹/ ۱۳۸۵ھ۔

تحریری طلاق کی ایک صورت

سوال[۶۲۴۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین دربارۂ طلاق جو کہ بطریقِ مندرجۂ ذیل بذریعۂ تحریر مؤرخہ: یکم/ اگست/ ۱۹۳۸ء، کو دی گئی، نقل تحریر:

''بنام فلاں دختر فلاں تمہارے برخلاف کوئی الزام نہیں ہے، چونکہ میں اس نتیجہ پر پہنچ گیا ہوں کہ میں تمہیں خوش نہیں رکھ سکتا اس لئے میں تمہیں بذریعۂ اس تحریر کے طلاق دیتا ہوں، تم اور تمہارے والد راضی ہو گئے ہو کہ حقِ مہر میرے حق میں چھوڑ دیا گیا ہے''۔

مؤرخہ یکم اگست مندرجہ بالا خط کا جواب ۵/ اگست کو لڑکی کے باپ کی طرف سے بذریعۂ تحریر ملا، ذیل میں درج ہے:

''واضح رہے کہ میری لڑکی نے مہر معاف نہیں کیا ہے، تمہارا طلاقنامہ مؤرخہ یکم اگست موصول ہو چکا ہے''۔

نوٹ: یکم اگست والا خط اس وقت لکھا گیا کہ جب لڑکی خاوند کے پاس موجود نہیں تھی اور لڑکی کا خاوند اس کو خود بخود بخوشی وخرمی باہمی کے اس کی والدہ کے پاس بغرضِ تبدیلیٔ آب وہوا پہنچانے کو اپنے ہمراہ لے کر آیا تھا اور لڑکی اب تک خاوند کے پاس واپس نہیں آئی۔

۱...... آپ فرمائیں آیا یہ طلاق ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کونسی قسم آیا احسن یا حسن یا بدعت، اگر طلاق احسن ہے تو خاوند اب طلاق کو واپس لے سکتا ہے؟ اور لڑکی اگر آنے سے انکار کرے، بذریعۂ عدالت اس کو اپنے مکان میں لانے کی چارہ جوئی کر سکتا ہے یا نہیں، اگر نہیں تو کیوں؟

۲...... لڑکی کا باپ کہاں تک حق بجانب ہے جب کہ وہ طلاق کو تسلیم کرتا ہے لیکن مہر کے چھوڑنے سے انکاری ہے، حالانکہ طلاق اور مہر کی معافی دونوں ایک ہی خط میں ایک ہی وقت میں لکھے گئے ہیں، دونوں باتوں کا

بیان ایک ہی خط میں اور ایک ہی وقت میں بالکل قرینِ قیاس ہے اور دونوں کا بیان یعنی طلاق، معافی مہر کا بیک وقت خاوند کی طرف سے حوالہ تحریر کرنا اس امر کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ یکم اگست کو جو خط لکھا گیا ہے وہ طرفین کے باہمی فیصلے اور طے شدہ امر کا نتیجہ ہے۔

تنقیحات

۱- لڑکی بالغہ ہے یا نابالغہ؟

۲- مدخولہ ہے یا غیر مدخولہ؟

۳- کیا لڑکی نے اپنے باپ کو طلاق لینے اور مہر معاف کرنے کا وکیل یا مختار بنایا ہے؟

۴- طرفین کے باہمی فیصلہ اور طے شدہ امر کو انہی کے الفاظ میں تحریر کیا جائے۔

۵- لفظ ''طلاق دیتا ہوں'' کا استعمال حال میں ہے یا مستقبل میں؟ اور اس سے شوہر کی نیت حال کی ہے یا بطورِ وعدۂ استقبال کی؟

۶- لفظ مذکورہ سے شوہر نے ایک طلاق کی نیت کی ہے یا زیادہ یعنی دو یا تین کی؟ امور مذکورہ کے جواب پر اصل سوال کا جواب موقوف ہے۔

از دارالافتاء مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب:

۱- لڑکی بالغہ ہے۔

۲- مدخولہ ہے۔

۳- معلوم نہیں ہے، لیکن آپ برائے مہربانی (الف) باپ کو مختار اور وکیل کر دینے اور (ب) باپ کو مختار اور وکیل نہ کر دینے دونوں حالت میں جواب مرحمت فرماویں۔

۴- طے شدہ امر ضبط وتحریر میں نہیں لایا گیا، ممکن ہے کہ لڑکی کا باپ اس قسم کے گواہ پیدا کرے کہ طلاق زبانی بھی دی گئی تھی اور مہر کا کوئی ذکر نہیں آیا تھا اور نہ لڑکی نے مہر معاف کیا تھا، یہ گواہ ضرور بناوٹی ہوں گے، تحریری خط کو مع جھوٹے گواہوں پر آپ فرماویں کہ کہاں تک فوقیت ہوگی؟

۵- اس سے دونوں شکلیں نکلتی ہیں یعنی حال اور مستقبل بھی، براہ مہربانی دونوں حالتوں میں

جواب دیں۔

۶-شوہر کی نیت تین طلاق کے دینے کی تھی۔

معرفت مولانا منظور احمد صاحب۔

الجواب حامداًومصلیاً:

شوہر کے یہ الفاظ ''میں تمہیں بذریعہ اس تحریر کے طلاق دیتا ہوں'' بظاہر موجبِ طلاق ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ حال ہی کیلئے مستعمل ہیں کیونکہ مہر چھوڑ دینے کا ذکر صیغۂ ماضی سے کیا ہے، پس اگر حال ہی کا ارادہ کیا ہے تو طلاق واقع ہوگئی۔ یہاں استقبال کا احتمال بھی ضرور ہے، کیونکہ یہ الفاظ بطورِ وعدۂ مستقبل کیلئے بھی مستعمل ہوتے ہیں اور محض وعدہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اگر واقعتاً شوہر کی نیت تین طلاق کے دینے کی تھی اور الفاظِ مذکورہ سے نیت کر کے تین طلاق بیک لفظ واقع کر چکا ہے تو یہ طلاق رجعی ہوئی یعنی اس میں عدت کے اندر رجعت جائز ہے، اس کی نیت کا شرعاً اعتبار نہیں اور بغیر حلالہ دوبارہ نکاح میں رکھ سکتا ہے اور بعد عدت نکاح درست ہے۔

رہا مہر کی معافی کا قصہ، سواس کیلئے شوہر کے پاس گواہ ہوں، یا عورت خود اقرار کرے، یا عورت کا باپ وغیرہ- جو کہ عورت کی طرف سے مہر معاف کرنے کا وکیل ہو- وہ اقرار کرے تب معاف ہوگا، صرف شوہر کی تحریر یکم اگست ۱۹۳۸ء کے الفاظ سے معاف نہیں ہوسکتا، اس لئے تنقیح میں نمبر:۴، کو دریافت کیا گیا تھا۔ اگر عورت نے اپنے باپ کو مہر معاف کرنے کا وکیل یا مختار نہیں بنایا تو باپ کے معاف کرنے سے بھی معاف نہ ہوگا:

"وفی المحیط: لوقال بالعربیة: أطلّق، لایکون طلاقًا، إلا إذا غلب استعماله للحال، فیکون طلاقًا". عالمگیری: ۷۴/۲(۱)- "صریحه مالم یستعمل إلافیه کطلقتك، وأنت طالق ومطلقة، ویقع بها واحدة رجعیة، وإن نویٰ خلافها، أولم ینوشیئًا". درمختار: ۶۶۳/۲(۲)-

---

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریة: ۳۸۴/۱، الفصل السابع فی الطلاق بالألفاظ الفارسیة، رشیدیه)

(وکذا فی ردالمحتار: ۲۴۸/۳، باب الصریح، مطلب: سن بوش، یقع به الرجعی، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۴۳۹/۳، باب الطلاق، رشیدیه)

(۲) (تنویر الأبصار مع ردالمحتار: ۲۴۷/۳، ۲۵۰، کتاب الطلاق، باب الصریح، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۳۵۴/۱، الفصل الأول فی الطلاق الصریح، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقایق: ۳۹/۳، کتاب الطلاق، باب الطلاق، دارالکتب العلمیة بیروت)

"الرجعة هي استدامة القائم في العدة، وتصح إن لم يطلق ثلاثاً ولو لم ترض، براجعتُك، أو راجعتُ امرأتي، وبما يوجب المصاهرة". تبيين الحقائق: ۲/۲۵۱(۱)۔

"وينكح مبانته في العدة وبعدها، لاالمبانة بالثلاث". زيلعي: ۲/۲۵۷(۲)۔ "(وصح حطها) قيد بحطها؛ لأن حط أبيها غير صحيح، فإن كانت صغيرةً، فهو باطل، وإن كانت كبيرة، توقف على إجازتها". بحر: ۳/۱۵۰(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۷/۱۳۵۷ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۱۴/ رجب/ ۱۳۵۷ھ۔

طلاقِ معلق کی تحریر

سوال [۱۲۲۴۱]: اس تحریر کو عرصہ ایک سال سے زائد ہو چکا ہے، لیکن اس مدت میں طہماسب خاں ولد فیروز الدین قوم راجپوت نے نہ تو تحریر کے مطابق خرچہ روانہ کیا اور نہ ہی کسی قسم کی خبر گیری کی اس صورت میں اس تحریر کے مطابق طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟ تحریر بلفظہ یہ ہے:

"من کہ طہماسب خان ولد فیروز الدین قوم راجپوت جو کہ مبلغ دوسو روپے کہ نصف جس کے یکصد روپیہ ضرب سکہ گورنمنٹ ہوتے ہیں، بابت خرچہ دوسال سابقہ میری منکوحہ مسماۃ غلام فاطمہ کا درپیش ہے، آج کی تاریخ روبرو گواہان بقائمی ہوش وحواس یہ اقرار

---

(۱) (تبيين الحقائق: ۳/۱۴۹، باب الرجعة، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۰، فصل في الرجعة وفيما تحل به المطلقه، سعيد)

(وكذا في الهداية: ۲/۳۹۴، كتاب الطلاق، باب الرجعة، شركت علميه، ملتان)

(۲) (تبيين الحقائق: ۳/۱۶۲، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۴۰۹، باب الرجعة، سعيد)

(وكذا في فتح القدير: ۴/۱۷۶، فصل فيما تحل به المطلقة، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(۳) (البحر الرائق: ۳/۲۶۳، ۲۶۴، كتاب النكاح، باب المهر، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۱۳، كتاب النكاح، الفصل السابع في المهر، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار: ۳/۱۱۳، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في حط المهر والإبراء منه، سعيد)

نامہ تحریر کرتا ہوں کہ روپیہ مذکورہ دوماہ تک ادا کردوں گا اور آج کی تاریخ سے پندرہ روپیہ ماہوار خرچہ اپنی منکوحہ کو روانہ کرتا رہوں گا اور اگر اس اقرار کے بموجب عمل نہ کروں اور وعدہ خلافی کروں تو مسماۃ غلام فاطمہ مجھ سے بموجب تین شرط اسلام کے طلاق ہوگی اور پھر اس کے ساتھ میرا کوئی تعلق اور کوئی حق اور کوئی دعویٰ نہ ہوگا اور میری منکوحہ کے پاس میرا کوئی زیور، کوئی سامان، کوئی جائیداد نہیں ہے۔ اس واسطے بقائمی ہوش وحواس روبرو چند اور معتبر گواہان تحریر ہے، تاکہ سند رہے اور بوقتِ ضرورت کام آوے"۔

العبد: طہماسب خان ولد فیروز الدین راجپوت۔ المرقوم: ۱۰/۱۰/۱۹۴۳ء۔

[❖] نشانی انگوٹھا گواہ سید خان۔ [❖] نشانی انگوٹھا اتر خان ولد شاہ محمد خان۔

تحریر کنندہ: مولوی محمد شفیع امام مسجد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شوہر نے یہ تحریر نامہ خود تحریر کیا یا دوسرے سے تحریر کرایا اور پھر اس پر دستخط کئے اور وہ اس تحریر کا مقر ہے(۱)، یا اس تحریر پر شرعی شہادت موجود ہے اور پھر شوہر نے اس کے خلاف کیا اور شرط کے موافق روپیہ نہیں بھیجا یا دیا، تو شرعاً طلاق واقع ہوگئی، عورت کو بعد عدت نکاحِ ثانی شرعاً درست ہے: "إذا أضافه: أي الطلاق إلى شرط، وقع عقيب الشرط، اهـ". هدايه(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/ ربیع الأول/ ۱۳۶۴ھ۔

---

(۱) "رجل استكتب من رجل آخر إلى امرأته كتاباً بطلاقها، وقرأه على الزوج، فأخذه، وطواه، وختم وكتب في عنوانه، وبعث به إلى امرأته، فأتاها الكتاب، وأقر الزوج أنه كتابه، فإن الطلاق يقع عليها".
(الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/ ۳۷۹، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيديه)
(وكذا في ردالمحتار: ۳/ ۲۴۶، مطلب في الطلاق بالكتابة، قبيل باب الصريح، سعيد)
(وكذا في الفتاویٰ التاتارخانية: ۳/ ۳۸۰، الفصل السادس في إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن كراچی)
(۲) (الهداية: ۲/ ۳۸۵، كتاب الطلاق، باب الأيمان في الطلاق، شركة علمية، ملتان) =

بیوی کی موجودگی میں تحریری طلاق

سوال[۶۲۴۲]: زید کی بیوی نے ایک تحریر دکھائی کہ یہ میرے زوج نے دی ہے اور کہا کہ: ”لے یہ تیرا طلاقنامہ ہے اور کل میں تجھ کو سب کے سامنے تیرا حساب دیدونگا“۔ اور اس تحریر میں یہ تھا کہ: ”میں اپنی زوجہ ہندہ بنت فلاں کو طلاقِ بائن دیتا ہوں بغیر کسی جبر واکراہ کے باہوش وحواس“۔ اور دستخط کر کے دیا اور عورت باہر کی تھی۔ اپنی بیوی کو یوں کہہ کر دیا کہ ”یے، یہ تیرا طلاق نامہ ہے اور کل میں تجھے تیرا مہر وعدت خرچہ لوگوں کے سامنے دیدونگا“۔

بیوی کا بیان طلاق نامہ دینے سے قبل ایک یا آدھ گھنٹہ پیش آیا، وہ بیان کرتی تھی، ایک عالم اور ایک غیر عالم کے سامنے کچھ بات ہوئی اور مجھ سے شوہر نے کہا کہ ”تُو گھر سے نکل جا میں نے تجھ کو طلاق دیدی ہے“ لیکن میں نے مذاق سمجھا، پھر دوبارہ کہا اور اسی طریقہ سے سہ بارہ کہا اور مجھ کو باہر نکال دیا۔ پھر میں دونوں عورتوں کے پاس آکر بیٹھ گئی اور میرا شوہر آیا اور کہنے لگا کہ ”یہ تیرا طلاقنامہ ہے اور میں تجھ کو کل تیرا حساب پنچ کے سامنے دیدونگا“۔ پھر میں رونے لگی“۔ یہ اس کی بیوی کا بیان ہے۔

تھوڑے ہی وقفہ کے بعد اس کی لڑکی آئی، اس سے اس کے والد نے کہا کہ بچی دیکھو جس طرح تمہاری خالہ کو طلاق ہوگئی اور صبر ہوگیا، اسی طرح تمہاری والدہ کو بھی طلاق دیدی، یہ بھی آہستہ آہستہ صبر ہوجائے گا، جو اس کے والد نے سمجھایا تھا، وہی چار پانچ عورتوں کے سامنے بتایا کہ والد صاحب یوں فرمارہے تھے۔

ان حالات کو دیکھ کر ایک مفتی صاحب نے فتویٰ دیا کہ طلاق ہوگئی، اور وہ شخص فقط اس تحریر پر فتویٰ منگا کر اُچھلتا ہے اور کودتا ہے، لہٰذا یہ بتائیے کہ مفتی صاحب نے جو فتویٰ دیا ہے وہ صحیح ہے یا غلط؟ نیز اسے اپنے طلاقنامہ پر فتویٰ طلب کرنا اور اس کو لے کر کودنا صحیح ہے یا نہیں؟ نیز وہ شخص علماء اور مفتی پر لعن وطعن کرتا ہے، نیز وہ شخص اپنی بیوی کو واپس اور طلاق نہ لینے کیلئے غیر مقلد بنا اور کبھی کہتا ہے کہ میں نے یہ حالتِ جنون میں کیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کتاب بمنزلۂ عبارت عند الحاجت ہے، اگر آدمی کسی غائب کیلئے لکھے تو وہ معتبر ہے، یا حاضر کیلئے مگر

= (وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۲۰، الفصل الثالث في تعليق الطلاق، رشيديه)

ایسی حالت میں کہ بول نہ سکے، مثلاً: گونگا یا معتقل اللسان ہے تو وہ بھی معتبر ہے(۱)۔ اگر مکرہاً لکھے تو وہ معتبر نہیں (۲)، اسی طرح حاضر کے حق میں معتبر نہیں جبکہ اخرس یا معتقل اللسان نہ ہو، اس سب کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بیوی کی موجودگی میں محض لکھ کر دینے سے بغیر زبان سے کہے ہوئے طلاق نہ ہوگی (۳)۔ اگر طلاق لکھ کر بیوی کو دیدی اور زبان سے نہیں کہا درآنحالیکہ کہنے سے کوئی مانع نہیں تھا، پھر یہ سمجھ کر کہ اس سے طلاق ہوگئی، کسی سے کہہ دیا کہ میری بیوی کو طلاق ہوگئی تو اس کہنے سے بھی طلاق نہیں ہوئی، کیونکہ نہ یہاں ابتداءً ایقاعِ طلاق ہے نہ کسی طلاق کا اختیار ہے، بلکہ غیر طلاق کو طلاق سمجھ کر اس کا اِخبار ہے، البتہ اس اخبار سے خالی الذہن ہوکر کہے کہ میری بیوی کو طلاق ہوگئی ہے تو اس سے ضرور بلا تردد اور تین مرتبہ کہنے سے مغلظہ ہوجائے گی، اگر مذاق میں اقرار کرے یا طلاق کا جھوٹا اقرار کرے تو قضاء واقع ہوجائے گی دیانۃً واقع نہ ہوگی:

"فلو أكره على أن يكتب طلاق امرأته، فكتب، لاتطلق امرأته؛ لأن الكتابة أقيم مقام العبارة باعتبار الحاجة، ولا حاجة هنا، كذا في خانية"(٤)۔ "ولوأقر بالطلاق كاذبًا أوهازلًا، وقع قضاءً لاديانةً، الخ". شامي: ۵۷۹/۲(٥)۔ وقال في المجلد الخامس (مسائل شتى) بعد تفصيل

(۱) "(قوله: وأخرس بإشارته): أي ولوكان الزوج أخرس، فإن الطلاق يقع بإشارته؛ لأنها صارت مفهومةً، فكانت كالعبارة في الدلالة استحسانًا .... وقال بعض المشايخ: إن كان يحسن الكتابة، لايقع طلاقه بالإشارة، لاندفاع الضرورة بماهو أدل على المراد من الإشارة.......... وإنما ذكر إشارته دون كتابته، لما أنهالاتختص به؛ لأن غير الأخرس يقع طلاقه إذا كان مستبيناً". (البحر الرائق: ۴۳۳/۳، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار على الدر المختار: ۲۴۱/۳، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۵۴/۱، الباب الأول، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لايقع طلاقه، رشيديه)

(۲) (راجع الحاشية الآتية آنفاً)

(۳) واضح رہے کہ غیر مستبین کتابت سے طلاق واقع نہیں ہوگی، لیکن صورت مسئولہ میں جو تحریر ہے، وہ مستبین مرسوم کے قبیل سے ہے، اس لئے اس سے طلاق واقع ہوجاتی ہے، مزید تفصیل کے لئے اس جلد کا صفحہ نمبر ۵۹۳ حاشیہ نمبر: ۲۔

(۴) (فتاویٰ قاضی خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴۷۲/۱، فصل في الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۷۹/۱، كتاب الطلاق، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار: ۲۳۶/۳، مطلب في الإكراه على التوكيل بالطلاق والنكاح والعتاق، رشيديه)

(۵) (ردالمحتار: ۲۳۶/۳، كتاب الطلاق، مطلب في الإكراه على التوكيل بالطلاق والنكاح والعتاق، سعيد) =

أنواع الكتابة: "وظاهره أن المعنون من الناطق الحاضر غير معتبر، الخ". شامي: ٥/٦٤٩(١)۔

آپ نے جس فتویٰ کا حوالہ دیا ہے، اس نمبر پر وہ نہیں ملا، اصل فتویٰ بھیجیں تو اس پر مکرر غور کیا جاسکتا ہے، بقیۂ امور مسئولہ کا جواب حاضر ہے۔ خود غرضی کے لئے واقعات کو بدل کر فتویٰ حاصل کرنا کسی دیانت دار آدمی کا کام نہیں، اور اس طرح حاصل شدہ فتویٰ سے کوئی حرام چیز حلال نہ ہوگی، محض بیوی کی خاطر مسلک تبدیل کرنا نہایت پست قسم کی ذہنیت ہے جس کو کوئی شریف آدمی اختیار نہیں کرسکتا، اس طرح تو دین کو کھلونا بنالیا جائے گا- أعاذنا الله منه- فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

لفظِ کنایہ سے تحریری طلاق

سوال[۶۲۴۳]: ایک بوڑھا پشاوری حافظ مبتلائے مرضِ گرمی مقیم ڈھاکہ نے سلہٹ کی ایک کمسن نوجوان عورت کے ساتھ نکاح کیا تھا اور اس نکاح کی حالت میں چند سال کا عرصہ بھی گذرا، اس عرصہ میں حافظ جی اپنے مرض دائمی کے ازالہ کیلئے علاج کراتے رہے، مگر مرض کا ازالہ نہیں ہوا۔ بالآخر مرض سے مجبور اور تنگ آ کر اور صحت یابی سے مایوس اور لاچار ہوکر حافظ صاحب حج بیت اللہ کیلئے روانہ ہوگئے، بمبئی پہنچ کر جہاز میں سوار ہوئے تو جوں جوں ان کی صحت خراب ہوتی گئی، ڈاکٹر نے معائنہ کرکے ان کو جہاز سے کراچی بندرگاہ پر اتار دیا، وہاں ایک عرصہ رہ کر کلکتہ آ گئے اور یہاں ایک مسجد میں امام مقرر ہوگئے۔

اس عرصہ تقریباً ڈیڑھ دو سال میں ان کی بیوی کو ان کے قیام کلکتہ کا علم ہوا، اس نے اپنی بے چینی اور جوانی کی تکالیف خطوط کے ذریعہ لکھیں، لیکن انہوں نے اس کے حسبِ منشاء جواب نہیں لکھا، اخیر میں اس نے اپنی عصمت دری کا خوف ظاہر کرنے کیلئے ایک خط روانہ کیا اور اپنی عصمت اور حافظ جی کی پرہیزگاری کو بچار کھنے کیلئے اس نے ایک خط لکھا جس میں طلاق کی درخواست کی، اس خط کو دیکھ کر حافظ جی ڈھاکہ آ گئے اور اس کی حرکات کو بچشمِ خود دیکھا اور اس کو سمجھایا، لیکن اس نے ایک نہ سنی اور مطالبۂ طلاق کرتی رہی، حافظ صاحب

= (وكذا في البحر الرائق: ۴۲۸/۳، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر: ۳۸۴/۱، كتاب الطلاق، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(۱) (ردالمحتار: ۷۳۷/۶، كتاب الخنثیٰ، مسائل شتی، سعيد)

رحمہ اللہ تعالیٰ مایوس ہوکر واپس کلکتہ روانہ ہوگئے، وہاں جا کر تقریباً ایک ہفتہ میں ایک خط بیوی کو لکھا، جس کی نقل یہ ہے کہ:

ا......''میری دردمند بیوی! خداتم کو ہدایت کرے، میں نے تجھ کو علم سکھایا تھا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ غیرمحرم کے ساتھ بذریعۂ خطوط سازباز شروع کی، آخر یہاں تک نوبت ہوئی کہ میرا ناک کاٹنے کیلئے تیار ہوئی، کیونکہ میں بوڑھا اور مریض ہوں، یہ سب تمہاری شرارت ہے۔ اصل یہ ہے کہ میں خدا پرست ہوں اور تم شہوت پرست، اس لئے آگ اور پانی ایک ساتھ نہیں ہوسکتے۔ پہلے میں ان حرکات کو کمسنی پر محمول کرتا تھا اور خیال تھا کہ سنِ شعور کے بعد سب درست ہوجائے گی اس لئے ان باتوں کا خیال نہیں کیا، اب معمولی بات سے بھی مجھ کو صدمہ ہوتا ہے۔ جو جو تم نے کیا، تم کو خود معلوم ہے، دوسری بڑی بی بی نے جو کچھ کیا وہ بھی تمہارے سبب سے، کیوں کہ جب تک سوکن کا خیال نہ ہو، میری طرف وہ بُری نظر سے نہیں دیکھ سکتی تھی، جو کچھ ہوا تمہاری وجہ سے ہوا''۔ حافظ صاحب ان تمام تحریر کا خلاصہ فرماتے ہیں کہ:

۲......''حاصلِ کلام: جب تم نے مجھ کو مجبور کیا اور تمہاری چال چلن بھی خراب ہوئی یعنی شریعت کے خلاف چلتی ہے''اس لئے بندہ خدا کے خوف کی وجہ سے تم کو آزاد کرتا ہے اور اپنے سے کنارہ کرتا ہے تاکہ ہم سے بہتر خصم تم کو ملے''۔ جو بھی ڈھاکہ میرا وطن ہوگیا تھا اور بود و باش کا ٹھکانہ تھا، مگر وہ بھی تمہاری بدولت چھوٹ گیا۔ میں نے وہیں تم کو آزاد کرنے کا ارادہ کیا تھا، مگر غیرت نے مجھے اجازت نہیں دی، اب میں سچا دل سے کہتا ہوں کہ اگر کوئی شریف آدمی تعلیم یافتہ پرہیزگار شخص تم کو نکاح کرے تو جو میں نے دیا ہے تم کو، تو میں تم سے ایک پیسہ کی چیز نہ لوں گا اور ڈھاکہ میں ہو، ورنہ اگر سلہٹ میں فیروز کے ساتھ نکاح بیٹھ گے تو میں ایک تنکا نہیں دونگا۔ فیروز پر میرا شک ہے، کیونکہ اس کا لکھا ہوا لفافہ میں دیکھا ہوں، اس میں سب مضمون فاسقانہ ہے، وہ میرا دشمن کا لڑکا ہے، یہ میرا کب برداشت ہوسکتا ہے۔''

اس عبارت کو لکھنے کے بعد حافظ صاحب یوں رقمطراز ہیں:

۳......''یہ بھی خاطر جمع رکھو: جس روز تم کو آزاد کروں گا، اس روز بڑی بی بی کو بھی چھوڑ دوں گا، کسی کو نہیں رکھوں گا، چھوڑنے سے تم کو بڑی بی بی کو کچھ تکلیف نہیں ہوگی، کیونکہ ان کی مکان کے ذریعہ سے پرورش ہوگی۔ اور تمہاری جوانی کی برکت سے مشکل میرا ہے کہ ایک تو بوڑھا آدمی ہوں، دوسرا دائم المرض ہوں، بے وطن

ہوں۔ صاف بات یہ ہے کہ جب تمہاری پرورش مجھ پر ہے، ایسے ہی میری فرمانبرداری تم پر واجب ہے، اگر تم تابعداری نہ کروگی تو مجھ پر بھی خرچ کی ذمہ داری نہیں، تابعداری یہ ہے کہ شریعت کے مطابق چلنا اور جہاں میں رہوں وہیں رہنا، میں ایک روز بھی جدا رہنا پسند نہیں کرتا۔ اور جب تک تم اپنا نا کح نہ بتلاؤ گی تب تک تین طلاق نہیں دونگا، اگر میرے ساتھ زندگی کرنا منظور ہے تو دو مہینہ میں اجازت دیتا ہوں، اس کے اندر سب ٹھیک کر کے معہ نور النساء اور دونوں بی بی چلے آنا، الخ''۔

اس خط کے جواب میں حافظ جی کی نوجوان بی بی نے اپنا ناکح کا نام ظاہر کیا تو حافظ جی نے تین چار روز کے اندر ہی اس کے جواب میں نوجوان بی بی کو ایک طلاق صریح دے کر روانہ کیا، اس خط کو پا کر وہ اپنے میکے چلی گئی۔

اب سوال یہ ہے کہ واقعہ مرقومہ بالا کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے حافظ جی کی اس عبارتِ مکتوبہ سے ''حاصل کلام: جب تم نے مجھ کو مجبور کیا اور تمہارا چال چلن بھی خراب ہوا یعنی شریعت کے برخلاف چلتی ہے، اس لئے بندہ خوفِ خدا کی وجہ سے تم کو آزاد کرتا ہے اور اپنے سے کنارہ کرتا ہے تا کہ ہم سے بہتر خصم تم کو ملے، یہ میرا کب برداشت ہوسکتا ہے'' ان کی نوجوان بی بی پر کے طلاق پڑے گی اور وہ طلاق رجعی ہوگی یا بائن اور اس کے بعد ایک طلاق صریح کا کیا اثر مرتب ہوگا؟ اور نیز حافظ صاحب کو بعد کی طلاقِ صریح کے بعد عدت کے اندر رجعت کا حق باقی اور حاصل ہے یا نہیں؟ اور حافظ جی کی یہ عبارتِ مزبورہ: ''یہ بھی خاطر جمع رکھو: جس روز تم کو آزاد کرونگا، اس روز بڑی بی بی کو بھی چھوڑ دوں گا، کسی کو نہیں رکھوں گا'' عبارتِ سابقہ سے طلاق واقع ہونے کو مانع ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لفظ ''بندہ تم کو آزاد کرتا ہے'' ہمارے عرف میں بمنزلۂ صریح ہے اس لئے اس سے ایک طلاقِ رجعی بلا نیت واقع ہو جاتی ہے (۱)، جہاں کا عرف اس کے خلاف ہو وہاں یہ حکم نہ ہوگا، بلکہ نیت پر طلاق موقوف رہے

(۱) "لو قال: أعتقتک، طلقت بالنية، كذا في معراج الدراية". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۶، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار: ۳/۳۰۰، باب الكنايات، مطلب: لااعتبار بالإعراب هنا، سعيد)

گی، بغیر نیت واقع نہ ہوگی اور نیت سے بائن واقع ہوگی اور حقِ رجعت باقی نہ رہے گا(۱)۔ پھر اگر تحریر شوہر ہی کی لکھی ہوئی ہے اور اس کا اقرار کرتا ہے تو اس سے دوسری طلاق واقع ہوگئی (۲)، بشرطیکہ عدت کے اندر طلاقِ صریح دی ہو اور خلوتِ صحیحہ یا جماع کی نوبت آچکی ہو، ورنہ پہلی طلاق سے بائن ہوگئی، دوسری طلاق لغو ہوگئی کیونکہ عدت کے بعد محل باقی نہیں رہا اور غیر مدخولہ ایک طلاق سے بائن ہوجاتی ہے:۔

"الصريح يلحق الصريح، ويلحق البائن بشرط العدة". ردالمحتار: ۲/۶۴۵(۳)۔

وہاں کا عرف دیکھا جاوے، اگر پہلا لفظ صریح نہیں ہے اور شوہر نے نیت بھی نہیں کی تو صرف بعد کی طلاقِ صریح بذریعۂ تحریر رجعی واقع ہوئی ہے اور عدت کے اندر رجعت کا اختیار حاصل ہے:

"ولو كتب علىٰ وجه الرسالة والخطاب، كأن يكتب: يا فلانة! إذا أتاك كتابي هذا، فأنت طالق، طلقت بوصول الكتاب، جوهرة". درمختار: ۲/۵۷۹(٤)۔ "وإذا طلق الرجل

---

(۱) "أما في البائن فلحرمة النظر إليها وعدم مشروعية الرجعة". (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۳/۴۰۸، سعيد)

(۲) "رجل استكتب من رجل آخر إلى امرأته كتابًا بطلاقها، وقرأه على الزوج .... وأقرّ الزوج أنه كتابه، فإن الطلاق يقع عليها". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۹، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ التاتارخانية: ۳/۳۸۰، إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في ردالمحتار: ۳/۲۴۷، مطلب في الطلاق بالكتابة، قبيل باب الصريح، سعيد)

(۳) (ردالمحتار على الدر المختار: ۳/۳۰۶، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۷، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۸۴، باب الكنايات، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات في الطلاق: ۳/۵۳۱، رشيديه)

(۴) (الدر المختار: ۳/۲۴۶، كتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۸، الفصل السادس في الطلا ق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا في فتاویٰ قاضي خان: ۱/۴۷۱، كتاب الطلاق، الطلاق بالكتابة، رشيديه)

امرأته تطليقةً رجعيةً أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أولم ترض، لقوله تعالىٰ: ﴿فأمسكوهن بمعروف﴾ من غير فصل، ولابدّمن قيام العدة؛ لأن الرجعة استدامة الملك، ألاترىٰ أنه سُمّى إمساكًا، وهو الإبقاء، وإنما يتحقق الاستدامة في العدة؛ لأنه لاملك بعد انقضائها". هداية: ۲/۳۷٤(۱).

اگر پہلا لفظ صریح ہے تو عبارتِ مذکورہ "یہ بھی خاطر جمع رکھو: جس روز تم کو آزاد کروں گا الخ" کا کوئی اثر نہیں پڑے گا، بلکہ پہلی طلاق واقع ہوگی، اگر صریح نہیں بلکہ کنایہ ہے اور اس سے نیت طلاق کی ہے تب بھی طلاق بائن واقع ہوگئی، عبارت مزبورہ کا کوئی اثر نہیں، اگر کنایہ ہونے کی حالت میں نیت نہیں کی تو اس عدمِ نیت کیلئے عبارتِ مزبورہ قرینہ بن جائے گی اور طلاق واقع نہ ہوگی۔

دوسرا لفظ "اپنے سے کنارہ کرتا ہے" یہ کنایہ ہے، نیت پر موقوف ہے، اگر نیت کی ہے تو اس سے طلاق واقع ہوگی اور بائن ہوگی ورنہ نہیں (۲)۔

خلاصہ تمام جواب کا یہ ہے کہ اگر پہلے دونوں لفظوں میں کسی سے طلاقِ بائن واقع ہوگئی ہے تو دوسرے لفظ کنایہ سے واقع نہ ہوگی (۳) طلاقِ صریح واقع ہوجائے گی (۴)۔ اگر پہلے لفظ سے صریح واقع ہوئی ہے اور

(۱) (الهداية: ۲/۳۹۴، كتاب الطلاق، باب الرجعة، شركة علميه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۰، الباب السادس في الرجعة وفيما تحل به المطلقة ومايتصل به، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۴/۸۲، باب الرجعة، رشيديه)

(۲) "ففي حالة الرضا لايقع الطلاق في الألفاظ كلها إلا بالنية، والقول قول الزوج في ترك النية مع اليمين .... لوقال في حال مذاكرة الطلاق: باينتك، أو أبنتك ....فقالت : اخترت نفسي، يقع الطلاق. وإن قال: لم أنو الطلاق، لايصدق قضاءً". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۵، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(۳) "لايلحق البائن البائن المراد بالبائن: الذي لايلحق، هو ماكان بلفظ الكناية؛ لأنه هو الذي ليس ظاهراً في إنشاء الطلاق". (الدر المختارمع رد المحتار : ۳/۳۰۸، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۷، الفصل الخامس في الكنايات، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۸۴، باب الكنايات، دارالكتب العلمية بيروت)

(۴) "الصريح يلحق الصريح والبائن". (الدرالمختار : ۳/۳۰٦، باب الكنايات، سعيد) .... =

دوسرے سے بائن تو تیسری طلاق صریح بھی واقع ہوکر مغلظہ ہوجائے گی (۱)۔ اگر پہلے دونوں لفظوں سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی تو صرف تیسری طلاق صریح واقع ہوئی۔ اگر پہلے لفظ سے صریح واقع ہوئی، دوسرے سے کچھ نہیں تو تیسری بھی صریح واقع ہوجائے گی۔ صرف اخیر کی دونوں صورتوں میں عدت کے اندر رجعت کا حق حاصل ہے۔

یہ تمام تفصیل اس وقت ہے جب کہ زوجہ کے مطالبہ کے جواب میں یہ خط نہ ہو، اگر مطالبۂ زوجہ کے جواب میں یہ خط ہو تو پہلے لفظ سے صریح واقع ہوگئی اگر وہاں کے عرف میں صریح ہے، اور دوسرے سے بائن، ورنہ پہلے ہی لفظ سے قضاءً بائن ہوجائے گی نیت کی بھی ضرورت نہ ہوگی، کیونکہ مذاکرۂ طلاق کے وقت نیت کی ایسے الفاظ میں حاجت نہیں ہوتی:

"ونحو: اعتدى واستبرئ رحمك، أنت واحدة، أنت حرة، اختاری، أمرك بيدك، سرحتك، فارقتك، لا يحتمل السب والردّ .... وفي مذاكرة الطلاق يتوقف الأول فقط، ويقع بالأخيرين، وإن لم ينو". درمختار علىٰ رد المحتار: ۲/۴٦۵(۲)۔ "وفي حال مذاكرة الطلاق لم يصدق فيما يصلح جوابًا، ولا يصلح ردًا في القضاءً". هدايه: ۲/۳۵٤(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

لفظ "آزاد" سے طلاق تحریری

سوال[۶۲۴۴]: ایک شخص کے ایک لڑکا اور دو لڑکی اور ایک بیوی ہے، چھوٹی لڑکی کو اس کی بیوی نے

= (وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۷، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۸۳، باب الكنايات، دارالكتب العلميه، بيروت)

(۱) (راجع، ص: ۶۲۱، رقم الحاشية: ۴)

(۲) (الدرالمختار: ۳/۳۰۰، ۳۰۲، باب الكنايات، سعيد)

(۳) (الهداية: ۲/۳۷۴، كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق، شركت علميه، ملتان)

اپنی ہمشیرہ کونومہینہ کی لڑکی تھی جودیدی تھی اور ایک لڑکی اور ایک لڑکا اس کے پاس موجود ہے، گھر کا کام وغیرہ مرد کے کہنے کے مطابق نہیں کرتے اور نہ اپنے گھر پڑھانے کا شوق، بلکہ دو دفعہ اپنی والدہ کے یہاں جاکر اپنا زیور دے آئی۔ ایک دفعہ تو اس کا شوہر جاکر اپنے پاس سے روپیہ دے کر چھڑا لے آیا اور دوبارہ کا زیور نہیں چھڑا گیا ہے، کیونکہ اس کے بھائی نے اس کو فروخت کر دیا، اسے شوہر نے ہر چند سمجھایا، مگر اس کو بالکل اثر نہ ہوا۔

ساڑھے تین ماہ ہوئے جو وہ لڑکی کو ہمراہ لے کر اپنی والدہ کے پاس گئی، مگر جب مجبور ہو گیا سمجھاتا ہوا تو کچھ عرصہ کے بعد اس کی والدہ کو ایک خط لکھا، دل میں تو یہ خیال کہ میں طلاق دے چکا ہوں اور عبارت میں تحریر کیا کہ: ''میں نے ہر چند سمجھایا مگر اس کو ایک کا بھی اثر نہ ہوا،'' ''اب میں خوشی سے اس کو تین دفعہ آزاد کر چکا ہوں'' جو اس کی مرضی چاہے کرے، میرے ذمہ کوئی اس کا بوجھ بار نہ ہوگا اور نہ میرے ذمہ کوئی اس کا فرض باقی رہا اور لڑکی اگر آپ کی خوشی ہو تو یہاں بھیجدو، چاہے تم وہاں پر رکھ لو اور اگر لڑکی تم وہاں پر رکھو اور اس کی کار خیر کرو تو جو کچھ مجھ سے ہو سکے گا، میں بھی خدمت کروں گا''۔ اور لڑکا مرد کے پاس ہے جو پڑھتا ہے۔ اب یہ طلاق ہو گئی یا نہیں؟ خلاصہ طور سے اس مسئلہ کے جواب سے مطلع فرمائیں۔ فقط۔

محمد یامین، محلّہ نوٹانی سرائے، سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ شخص اس تحریر کا اقرار کرتا ہے تو شرعاً تین طلاق واقع ہو کر مغلظہ ہو گئی، اب بغیر حلالہ کے رکھنا درست نہیں ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

---

(۱) ''رجل استكتب من رجل آخر إلى امرأته كتاباً بطلاقها، وقرأه على الزوج، فأخذه وطواه وختم وكتب في عنوانه، وبعث به إلى امرأته، فأتاها الكتاب وأقر الزوج أنه كتابه، فإن الطلاق يقع عليها''.

(الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۹، الفصل السادس فی الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا فی ردالمحتار، مطلب الطلاق بالكتابة قبيل باب الصريح: ۳/۲۴۶، ۲۴۷، سعيد)

(وكذا فی الفتاویٰ التاتارخانيه: ۳/۳۸۰، الفصل السادس فی إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن كراچی)

''وإن كانت مرسومةً، يقع الطلاق، نوى أولم ينو.......... بأن كتب: أمابعد! فأنت طالق، فكما كتب هذا، يقع الطلاق''. (ردالمحتار: ۳/۲۴۶، مطلب فی الطلاق بالكتابة، قبيل باب الصريح، سعيد) =

لاعلمی میں طلاق نامہ پر انگوٹھا لگانا

سوال[۶۲۴۵]: زید نے ہندہ سے اس شرط پر شادی کی کہ اپنی بہن کی شادی ہندہ کے عزیزوں میں کردونگا، نکاح کے بعد ہندہ کے عزیزوں کی درخواست شادی پر زید نے جواب نہیں دیا اور ہندہ کے عزیزوں نے ہندہ کو روک لیا۔ ہندہ اور زید میں کبھی یکجائی نہیں ہوئی اور طلاق کے ملتجی ہوئے، آخر ایک سال کے بعد زید نے طلاق کی تحریر دیدی، زید لاعلم ہے اس کو نہیں معلوم کہ کس طلاق کی تحریر ہے، بس اس کو انگوٹھا لگوالیا گیا، پھر زید وہندہ کی ملاقات ہوئی، طلاق پر ہندہ نے افسوس کیا اور زید کے ہمراہ ہولی۔ اب زید کیلئے ہندہ کو اپنی شرعی بیوی سمجھنا اور تعلقات زوجیت رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مضمون کی اطلاع پر انگوٹھا لگایا تو وہ معتبر ہے یعنی طلاقنامہ لکھ کر زید کو پورا پورا صحیح صحیح سنادیا گیا، اس کے بعد زید نے طلاق نامہ پر انگوٹھا لگایا ہے تو ہندہ پر شرعاً طلاق واقع ہوگی۔

"رجل استكتب من رجل آخر إلى امرأته كتابًا بطلاقها، وقرأه على الزوج، فأخذه، وطواه، وختم، وكتب في عنوانه، وبعث به إلى امرأته، فأتاها الكتاب، وأقرّ الزوج أنه كتابه، فإن الطلاق يقع عليها". عالمگیری: ۳۹۸/۲(۱)۔

اور اگر اس طلاق نامہ میں ایک طلاق تھی تو ہندہ اس ایک طلاق سے بائن ہوگئی (۲)، اب زید وہندہ

= (وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۷۸/۱، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان: ۴۷۱/۱، كتاب الطلاق، فصل في الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(۱) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۷۹/۱، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار: ۲۴۷/۳، مطلب الطلاق بالكتابة، قبيل باب الصريح، سعيد)

(وكذا في التاتار خانية: ۳۸۰/۳، الفصل السادس في إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن كراچي)

(۲) "قال لزوجته غير المدخول بها: أنت طالق ثلاثًا، وقعن، وإن فرق بانت بالأولى". (الدرالمختار: ۲۸۴/۳، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

"وعلى هذا الأصل خرج عدد الطلاق قبل الدخول، إنه إن أوقع مجتمعاً، يقع الكل، وإن أوقع متفرقاً، لايقع إلاالأول". (بدائع الصنائع: ۲۹۸/۴، فصل فيما يرجع إلى المرأة، دارالكتب العلمية، بيروت)

اگر راضی ہوجائیں تو موافقِ شرع ان کا نکاح صحیح ہے(۱)۔اور اگر ایک لفظ سے تین طلاقیں تھیں مثلاً یہ لکھا کہ ''میں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی'' تو اب زید کا نکاح ہندہ سے بلا حلالہ صحیح نہیں۔اور اگر تین طلاقیں تین لفظوں سے تھیں تب ایک طلاق ہوئی اور بلا حلالہ نکاح صحیح ہے۔

"إذا طلق الرجل امرأته ثلثاً قبل الدخول، وقعن عليها، فإن فرق الطلاق، بانت بالأولىٰ، ولم تقع الثانية والثالثة". عالمگیری: ۳۹۱/۲(۲)۔

اور اگر زید کو تحریر سنائی نہیں گئی لیکن اس کی رضامندی سے لکھی گئی اور اس کو یہ معلوم ہے کہ اس میں طلاق ہے لیکن یہ معلوم نہیں کہ کیسی طلاق ہے تب بھی ایک طلاقِ بائن واقع ہوگئی۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ،معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح:عبد اللطیف۔ بندہ عبد الرحمٰن عفی عنہ،۱۹/محرم الحرام/۱۳۵۲ھ۔

سادہ کاغذ پر انگوٹھا لگانے سے طلاق

سوال[۶۲۴۶]: کسی شخص کو طلاق دینے کیلئے چند مدت تک منت ماجرہ کرتے رہے،آخر الامر بصد مشکل اقرار طلاق کا کرتے ہوئے انگوٹھا طلاق کا لگا دیا اور زبانی طلاق کوئی نہیں کی گئی اور بوجہ قلتِ وقت کے مضمون بالا طلاق وغیرہ کا نہیں تحریر کیا گیا،اس وجہ سے کہ اس علاقہ میں عام طور سے ناخواندہ لوگ ہیں،اور محرر صاحب طالق اور گواہوں سے انگوٹھا لگوا کر چلے گئے۔اب اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ نیز تا ہنوز محرر مذکور نے تحریری کاروائی نہیں کی اور اس نے اس وقت کہا تھا کہ میں تحریر کردوں گا،اس وقت تک غیر مرقوم ہے۔تفصیل سے بیان کیجئے،اور عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زبان سے نہ طلاق دی،نہ زبان سے طلاق کا اقرار کیا،بلکہ محض ایک سادے کاغذ پر انگوٹھا لگا دیا تو

---

(۱) "وينكح مبانته بمادون الثلاث في العدة، وبعدها بالإجماع". (الدر المختار: ۴۰۹/۳، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴۷۲/۱، فصل فيماتحل به المطلقة، رشيديه)

(۲) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۷۳/۱، الفصل الرابع في الطلاق قبل الدخول، رشيديه)

اس سے طلاق واقع نہیں ہوئی (۱)۔ اگر زبان سے اپنی زوجہ کو طلاق دی ہے، یا زبان سے طلاق کا اقرار کیا ہے، یا محرر سے یوں کہا ہے کہ تو طلاق نامہ تحریر کردے، اور میری طرف سے طلاق لکھ دے تو ان سب صورتوں میں طلاق واقع ہوگئی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/۱/۵۳ھ۔

سادہ کاغذ پر لکھنے سے طلاق

سوال [۶۲۴۷]: ایک شخص اپنی بیوی مسماۃ خدیجہ کو بوجہ تنازع زیور، روبرو پنچایت طلاق تین مرتبہ دے کر اپنی زوجیت سے علیحدہ کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اب میرا تعلق تم سے کوئی نہیں، وہ یہ تحریر اسٹامپ کاغذ پر بموجبِ قانونِ گورنمنٹ طلاق نامہ تحریر نہیں کرتا بلکہ بجائے اس کے ایک سادہ کاغذ پر روبروئے گواہان مسلمان سترہ اشخاص تحریر کرا کر اپنا انگوٹھا لگاتا ہے۔ کیا شرع شریف میں سادہ کاغذ پر طلاق تحریر کرنے سے طلاق واقع ہوسکتی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شرعاً زبان سے کہنے سے طلاق واقع ہوجاتی ہے خواہ تحریر کرے یا نہ، تحریر پر موقوف نہیں رہتی (۳)،

(۱) "كل كتاب لم يكتبه بخطه، ولم يمله بنفسه، لايقع به الطلاق إذا لم يقرّأنه كتابه، كذا في المحيط". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۹، فصل الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ التاتارخانية: ۳/۳۸۰، الفصل السادس في إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "لوقال للكاتب: أكتب طلاق امرأتي، كان إقراراً بالطلاق، وإن لم يكتب. وكذا كل كتاب لم يكتبه بخطه ولم يمله بنفسه، لايقع الطلاق ما لم يقرّأنه كتابه". (ردالمحتار: ۳/۲۴۶، ۲۴۷، مطلب في الطلاق بالكتابة، سعيد)

"وفي الظهيرية: لوقال للكاتب: اكتب طلاق امرأتي، كان هذا إقراراً بالطلاق، كتب أولم يكتب".

(الفتاویٰ التاتارخانية: ۳/۳۷۹، الفصل السادس في إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن كراچی)

(۳) "وركنه (أي الطلاق) لفظ مخصوص". (الدرالمختار). "هو ماجُعل دلالةً على معنى الطلاق من صريح أوكناية". (ردالمحتار: ۳/۲۳۰، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۴۸، كتاب الطلاق، رشيديه) .... =

پھر سادہ کاغذ پر تحریر کرے یا اسٹامپ پر، بہر صورت طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ پس اگر اس شخص نے زبان سے تین مرتبہ طلاق دی ہے یا کم از کم دو مرتبہ دی ہے، سادہ کاغذ پر تین مرتبہ طلاق تحریر کردی ہے تو شرعاً تین طلاق واقع ہوگئیں اگرچہ اسٹامپ پر لکھ کر نہ دیا ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۱۹/۱۲/۵۹/۱۳۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۲/۱۲/۵۹/۱۳۵۹ھ۔

سادہ کاغذ پر دستخط بیکار ہیں

سوال[۶۲۴۸]: زید کی اپنے چچازاد بھائی سے عرصہ دس سال سے مخالفت ہے، اس مخالف بھائی نے ایک روز زید کے مکان پر آکر زید کو مارا اور چاقو دکھلا کر حملہ کیا، تین شخص اَور موجود ہیں، انہوں نے پکڑ کر چاقو چھین لیا۔ حملہ آور نے زید سے کہا کہ ہماری ناراضی تمہاری عورت کی وجہ سے ہے، لہٰذا تم اپنی عورت کو طلاق دے دو۔ زید طلاق دینا نہیں چاہتا تھا، عورت بھی اس پر ناراضی تھی کہ اس کو طلاق دی جائے، اپنی بے عزتی کی وجہ سے مکان میں بند تھی اور وہ کسی صورت سے طلاق نہیں چاہتی تھی۔

زید کے مخالف بھائی نے زید کو دہشت دلا کر جبریہ طور پر زید کو اسی وقت مجبور کر کے طلاق دلائی، زید نے بوجہٴ خوف کے طلاق دی اور جانبین کی تحریر سادے کاغذ پر لکھا کر اپنے پاس رکھ لیں، زید اور عورت کو نہیں دی۔ زید کو اوران عورت کو اس واقعہ کا صدمہ ہے، اس وقت سے اب تک آمادہ ہیں کہ اگر شریعت اجازت دے تو وہ ایک جگہ ہوجائیں۔ سوال یہ ہے کہ ایسی صورت میں تین طلاق واقع ہوں گی یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زبردستی اور بلانیت صریح الفاظ سے طلاق دلانے سے بھی طلاق ہوجاتی ہے، لہٰذا اگر زید نے زبان سے طلاق دی ہے، یا طلاق کے لکھنے کا حکم کیا ہے، یا اس کو سن کر بلا جبر دستخط کر دیئے ہیں تو زوجہ پر طلاق واقع ہوگئی، لیکن یہ بات کہ کتنی طلاق ہوئیں اور اب دونوں بلا نکاح ایک جگہ رہ سکتے ہیں یا نہیں، طلاق کی تحریر دیکھنے

= (وكذا في الفتاویٰ التاتارخانية: ۲۴۳/۳، كتاب الطلاق، إدارة القرآن والعلوم الإسلاميه، كراتشی)

کے بعد معلوم ہوسکتی ہے، وہ تحریر بھیج کر دریافت کرلیا جائے:"وطــلاق الـمـكـره واقـع". هـدايـــه: ۳۳۹/۲(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۲/۶۱ھ۔

الجواب صحیح:سعید احمد غفرلہ، صحیح:عبداللطیف، ۱۱/۲/۶۱ھ۔

پرچہ پر تین طلاق لکھ کر جلا دیا، یا پھاڑ دیا

سوال[۶۲۴۹]: زید کی لڑائی والدہ سے ہوئی، اس کی وجہ سے زید نے ایک کاغذ پر تین مرتبہ طلاق لکھ کر اپنی ماں کو دیا، ماں نے اس کو جلتے ہوئے چولھے میں ڈال دیا، مہینے دو مہینے کے بعد زید نے کانپور سے فتویٰ منگایا کہ"میں ایک کاغذ پر تین دفعہ اپنی بیوی کے بارے میں طلاق لکھ چکا ہوں" اس عبارت کا جواب کانپور سے ملا کہ طلاق ہوچکی ہے۔ زید کے خسر کو جب معلوم ہوا تو وہ لڑکی کو لینے کے لئے آئے، تب زید نے اپنے خسر صاحب سے دو آدمیوں کے سامنے کہا کہ"ابا جان! مجھ سے غلطی ہوگئی ہے، میں طلاق دے چکا ہوں" مگر میں سوچ رہا ہوں کہ سب ٹھیک ہوجائے گا، زید کے خسر صاحب واپس چلے گئے۔

زید کے باپ بکر نے کئی آدمیوں سے کہا کہ زید کی بیوی کا نکاح زید کے بھائی سے کردوں، چند دن بعد زید کا بھائی طلاق دیدے گا، پھر زید کے ساتھ نکاح کردونگا، اس عرصہ میں زید کا خسر لڑکی کو لینے کیلئے پھر آ گیا،

---

(۱) (الهداية، كتاب الطلاق، باب طلاق السنة، فصل: ۳۵۸/۲، مكتبه شركة علميه ملتان)

"ويـقـع طلاق كل زوج بالغ عاقل ولو تقديراً، بدائع، ليدخل السكران ولو عبداً أو مكرها، فإن طـلاقه صحيح لا إقراره بالطلاق". (الدرالمختار). قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: فإن طـلاقـه صـحـيـح): أى طـلاق الـمـكـره". (ردالمحتار، كتاب الطلاق، مطلب: في الإكراه على التوكيل بالطلاق والنكاح والعتاق: ۲۳۵/۳، سعيد)

قـال الـعـلامة ابـن نجيم رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: ولومكرهاً): أى ولو كان الزوج مكرهاً على إنشـاء الـطلاق لفظاً خلافاً للأئمة الثلاثة؛ لحديث. "رفع عن أمتي الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه". ولناما أخرجه الحاكم وصححه: "ثلاث جدهن جد" كما قدمناه. وما رووه من باب المقتضى ولا عموم لـه، فـلا يـجـوز تقدير لحكم الشامل لحكم الدنيا والآخرة وهو المؤاخذة مراد، فلا يراد الآخرة معه وإلا يلزم عمومه". (البحر الرائق، كتاب الطلاق: ۴۲۸/۳، رشيديه)

اور چار معزز آدمیوں کے کہنے سے زید نے لڑکی کو باپ کے ساتھ بھیج دیا۔

چار دن کے بعد زید کے خسر نے برادری کی پنچایت کمیٹی میں اس مسئلہ کو دکھلایا کہ میں نے جو جہیز وغیرہ دیا تھا وہ ہمیں ملنا چاہیئے، کمیٹی کے لوگوں نے زید اور زید کے والد بکر کو کمیٹی میں بلایا، جب زید اور بکر سے اس مسئلہ پر بات کی تو زید کہتا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی ہے، میں نے جو پرچہ ماں کو دیا تھا اس میں یہ بات تحریر تھی کہ ''ماں! اگر تم مجھ سے لڑوگی تو میں طلاق دیدونگا، طلاق دے دوں گا، طلاق دے دونگا اپنی بیوی کو''۔ پھر زید سے دریافت کیا گیا کہ وہ فتویٰ جو تم نے کانپور سے منگایا تھا وہ دکھلا دو، تو زید جواب دیتا ہے کہ وہ فتویٰ جو میں نے کانپور سے منگایا تھا، اس میں عبارت غلط تحریر ہوگئی تھی اس لئے اس کا جواب طلاق میں آ گیا تھا، زید نے جب کہا کہ میں نے اسے پھاڑ کر پھینک دیا ہے۔ ایسی حالت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کا یہ اقرار ہے کہ ''ابا جان! مجھ سے غلطی ہوگئی ہے، میں طلاق دے چکا ہوں'' اس میں یہ نہیں ہے کہ ''میں طلاق دیدونگا'' ادھر فتویٰ بھی آ چکا ہے کہ طلاق ہو چکی۔ زید کے والد کا یہ کہنا کہ: زید نے طلاق دیدی ہے، میں سوچ رہا ہوں کہ زید کی بیوی کا نکاح زید کے بھائی سے کردوں الخ اس سب کے بعد زید کا طلاق سے انکار کرنا شرعاً معتبر نہیں، اس کو لازم ہے کہ مطلقہ بیوی کا جہیز واپس کردے (۱)۔

بیوی عدت تین ماہواری گذار کر دوسری جگہ نکاح کرنے کی حقدار ہے (۲)، زید سے بغیر حلالہ کے

---

(۱) "قال أبو حنيفة رحمه الله تعالىٰ ومحمد رحمه الله تعالىٰ: إذا اختلف الزوجان في متاع موضوع في البيت الذي كانا يسكنان فيه حال قيام النكاح، أو بعد ماوقعت الفرقة بفعل من الزوج، أو من المرأة، فما يكون للنساء عادةً كالدرع والخمار والمغازل والصندوق وما أشبه ذلك، فهو للمرأة، إلا أن يقيم الزوج البينة على ذلك". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۲۹، باب المهر، الفصل السابع عشر في اختلاف الزوجين في متاع البيت، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۰۱، باب المهر، فصل في اختلاف الزوجين في متاع البيت، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار: ۳/۵۸۵، باب النفقة، مطلب فيما لوزفت إليه بلاجهاز، سعيد)

(۲) "إذا طلق الرجل امرأته طلاقاً بائناً أو رجعياً أو ثلاثاً، أو وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق، وهي حرة، =

نکاح کرنا ہرگز جائز نہیں (۱)۔اس پرچہ پر زید نے طلاق لکھ کر والدہ کی خدمت میں پیش کیا، اس کو والدہ محترمہ نے چولھے میں جھونک دیا، مگر اس سے طلاق نہیں جلی، وہ بیوی پر باقی رہی۔اور جس فتوے میں طلاق کا حکم آیا تھا اور بتلا دیا تھا کہ بیوی حرام ہوگئی، اس کو والد بزرگوار نے پھاڑ کر پھینک دیا تھا، مگر اس سے بھی طلاق کا حکم نہیں پھینکا، وہ باقی ہے، جیسے اگر نکاح نامہ کو پھاڑ دیا جائے یا جلا دیا جائے تو اس سے نکاح ختم نہیں ہوجاتا وہ باقی رہتا ہے، بیوی بیوی ہی رہتی ہے، اور حلال رہتی ہے، غیر ہوکر حرام نہیں ہوجاتی اسی طرح طلاق کی تحریر کو جلا دینے سے اور فتوے کو پھاڑ کر پھینک دینے سے طلاق ختم نہیں ہوجاتی اور طلاق کی وجہ سے بیوی اجنبی اور حرام ہوچکی تھی وہ حلال نہیں ہوجاتی اور طلاق یا نکاح کسی تحریر پر موقوف بھی نہیں، اس لئے تحریر کا باقی رہنا اور جلا دینا اس پر اثر انداز نہیں ہوگا (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۵/۱۳۹۰ھ۔

= ممن تحيض، فعدتها ثلاثة أقراء، سواء كانت الحرة مسلمةً أو كتابيةً". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۵۲٦، الباب الثالث عشر في العدة، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/۴۲۲، باب العدة، مكتبه شركة علميه)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۵۰۴، ۵۰۵ باب العدة، سعيد)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿الطلاق مرتان فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان .... فإن طلقها، فلاتحل له من بعد حتى تنكح زوجًا غيره﴾ الآية. (سورة البقرة: ۲۲۹، ۲۳۰)

"وإن كان الطلاق ثلثًا في الحرة أوثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها أويموت عنها". (الهداية: ۲/۳۹۹، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۳، الباب السادس في الرجعة، فصل فيماتحل به المطلقة وما يتصل به، رشيديه)

(۲) "ثم المرسومة لاتخلو: إما إن أرسل الطلا ق بأن كتب: أمابعد! فأنت طالق، فكما كتب هذا، يقع الطلاق، وتلزمها العدة من وقت الكتابة". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۸، الباب الثاني، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار: ۳/۲۴٦، كتاب الطلاق، مطلب في الطلاق بالكتابة، سعيد) .... =

تحریر سے بلا اقرار وشہادت طلاق نہیں ہوتی

سوال[۶۲۵۰]: **الاستفتاء**: مندرجہ سوال یہ ہے کہ مسمّٰی محمد عمر کی شادی عبدالستار کی لڑکی شکیلہ سے ہوئی تھی، مسماۃ شکیلہ محمد عمر کے یہاں رہتی رہی، ایک مرتبہ باپ کے گھر آئی تو عبدالستار نے بالکل روک لیا، اور یہ بات اڑادی کہ محمد عمر نے طلاق کا پرچہ روانہ کردیا ہے، پنچایت ہوئی سب کو بلایا، مگر محمد عمر حاضر ہوا، لیکن عبد الستار حاضر نہیں ہوا، محمد عمر نے کہا کہ میں نے کوئی پرچہ طلاق کا نہیں روانہ کیا۔ ایسی صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں، جبکہ پرچہ سامنے ہی نہیں لایا گیا؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تک شکیلہ کے شوہر محمد عمر کو اپنی تحریر کا اقرار نہ ہو، نہ اس پر شرعی شہادت موجود ہو تو عبدالستار کی اس بے بنیاد بات سے طلاق واقع نہیں ہوگی، نکاح بدستور قائم رہے گا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱۱/۱۳۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

طلاق نامہ

سوال[۶۲۵۱]: مندرجہ ذیل طلاقنامہ سے کونسی طلاق ہوئی اور کتنی طلاق واقع ہوئی؟ کیا بغیر حلالہ کے نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ طلاقنامہ یہ ہے:

''میرے اور تمہارے درمیان بطور گڈے گڈیوں کے ایک کھیل کے جو رشتہ مناکحت میرے اور تمہارے والدین نے اب سے چھبیس برس پہلے جبکہ میری عمر اکیس سال کی تھی اور تمہاری عمر ۲۰/سال کی تھی

= (وكذا في خلاصة الفتاویٰ: ۲/۹۱، كتاب الطلاق، الفصل الأول في صريح الطلاق، وما يتصل بهذا مسائل كناية الطلاق، امجد اکیڈمی لاهور)

(۱) "وكذا كل كتاب لم يكتبه بخطه ولم يمله بنفسه، لايقع الطلاق مالم يقر أنه كتابه". (ردالمحتار: ۳/۲۴۷، مطلب في الطلاق بالكتابة، قبيل باب الصريح، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ التاتارخانية: ۳/۳۸۰، الفصل السادس في إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۹، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيديه)

قائم کردیا تھا، لیکن تم نے اس تمام عرصہ میں خود کو ازدواجی زندگی کی تمام پابندیوں سے آزاد رکھا اور اس عرصہ میں تم نے کبھی بھی یہ سمجھنے کا موقع نہیں دیا کہ میں تمہارا شوہر ہوں اور تم میری بیوی ہو، اس طویل عرصہ میں تم نے بحیثیت زن وشوہر خاطر خواہ ملاقات کا موقع بھی نہیں دیا۔

اس صورت حال سے مجبور ہو کر جیسا کہ تمہیں علم ہے عرصہ ہوا کہ میں طلاق بائن کی صورت میں رشتۂ مناکحت کو ختم کر چکا ہوں، مگر مجھے یہ معلوم کر کے انتہائی تعجب ہوا کہ تم نے اس ڈرامائی رشتۂ مناکحت پر پردہ ڈال رکھا ہے جیسا کہ میرے اور تمہارے درمیان زن وشوہر کا رشتہ ہنوز قائم ہے۔

یہ صورت حال چونکہ واقع کے خلاف ہے اس لئے ہوسکتا ہے کہ مستقبل میں اس سے زیادہ ناگوار حالات اور مزید تکلیف دہ واقعات پیدا ہو جائیں، اس لئے میں اس تحریر کے ذریعہ پھر اس امر کا اعادہ کرتا ہوں کہ ''ایک طلاق تم کو دے چکا ہوں'' اور تم کو اس پر اطلاع نہیں ہے، اس وقت سے بحیثیت ایک شوہر میرے اوپر تمہاری کوئی شرعی اور قانونی ذمہ داری نہیں ہے اور تمہارا کوئی قانونی حق میرے اس تمام عرصہ میں نہیں ہے۔ تم اگرچہ عملاً آزاد رہی ہو اور تم نے خود کو یہ نہیں سمجھا کہ تم میری بیوی ہو لیکن شرعاً اور قانوناً بالکل آزاد ہو، اور اپنے فعل کی خود مختار ہو جس طرح چاہو اپنی زندگی گذارو، مجھے تم سے کوئی سروکار نہیں ہے'' (۱)۔

از: محمد نعیم بنام زیتون بی بی مطلقۂ محمد نعیم، ۱۸/ مارچ/ ۱۹۷۹ء۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اس صورت میں طلاق بائن واقع ہوگئی ہے، اگر دونوں رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح درست ہوسکتا ہے، حلالہ کی ضرورت نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/ ۴/ ۱۳۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/ ۴/ ۱۳۸۹ھ۔

---

(۱) "قال: لها أنت بائن، ونوى ثنتين، كانت واحدةً، حتى لو نوى الثلاث، تقع". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/ ۳۷۵، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/ ۷۸، كتاب الطلاق، باب الكنايات، بيروت)

(وكذا في رد المحتار: ۳/ ۳۰۳، باب الكنايات، سعيد)

(۲) "وإذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها". (الفتاوىٰ =

طلاقنامہ میں ’’طلاج‘‘ لکھنے سے طلاق ہوگی یانہیں

سوال[۶۲۵۲]: ایک عورت مرض میں مبتلا تھی اس کے شوہر نے دوتین ڈاکٹر سے علاج کرایا اور اس کا خرچہ بھی دیا، لیکن بیوی کا باپ اس کی تنگ دستی کی وجہ سے اپنے ملک چھوڑ کر دوسرے ملک میں بہار جانے کا ارادہ کر کے وہاں جا کر مکان کیلئے دوسوروپے پیشگی بھی دیا، بیوی کی ماں اور باپ نے اور بھائی نے یہ بات بھی کہی کہ کچھ روپیہ پیسہ بھی لگ جائے تو خاوند سے طلاق لے لینا چاہیئے، ورنہ ہمارا دل پریشان رہے گا اور آمدورفت کے خرچہ میں بھی پریشانی رہے گی۔ ایک روز اتفاقاً خاوند خسر کے مکان پر بیوی کو دیکھنے کیلئے گیا تو اس کی بیوی کے بھائی نے بری بھلی بات کہی، اس کے بعد خاوند واپس آگیا اور چندروز کے بعد خاوند نے اپنی زوجہ کے پاس خط لکھا جس میں یہ لکھا:

’’البتہ میں کبھی تجھ کو نہ چھوڑوں گا جب تک زندہ رہوں گا، لیکن اس دن کی گفتگو سے دل بہت پریشان ہے، اس وقت اگر تیری طبیعت اچھی ہے تو چلی آ، ورنہ اسباب وغیرہ کون رکھے گا، لیجاؤ،‘‘ یہاں تک کئی بار میں نے طلاج دیا لیکن کچھ نہیں ہوا یہ قصور بھی میرا جو کچھ قصور ہے تمہارا ہے۔‘‘

یعنی ’’طلاج‘‘ سے مراد علاج مراد لیا، اور ’’کچھ نہیں ہوا‘‘ کہ آرام نہیں ہوا، ’’قصور‘‘ سے مطلب ’’احتیاط نہیں کرتی، جو کچھ پاتی ہے کھاتی ہے‘‘۔ اکثر علماء کہتے ہیں کہ لفظ ’’طلارج‘‘ اور اول وآخر عبارت سے طلاق نہیں ہوتی ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ طلاق ہوتی ہے اور یہ عبارت اسی خط کی نقل ہے وہ خط لے کر زوجہ کے پاس گیا، پس مقدمہ شروع کردیا، اس میں بھی خاوند کا دوسوروپیہ خرچ ہوا۔ اب شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد امیر الدین میاں از ڈھاکہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ لفظ کہ ’’میں نے طلاج دیا‘‘ نہ صریح ہے نہ کنایہ، لہذا اس لفظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی (۱)، مگر اصل

= العالمكيرية: ۱/۴۷۲، فصل فيما تحل به المطلقة ومايتصل به، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۶۲، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدر المختار على تنوير الأبصار: ۳/۴۰۹، باب الرجعة، سعيد)

(۱) "وركنه لفظ مخصوص، هو ماجُعل دلالةً على معنى الطلاق من صريح أوكناية". (ردالمحتار مع =

عبارت بنگلہ زبان کی ہے، یہاں متعدد لوگوں سے پڑھوایا، بعض نے ایسا ہی پڑھا ہے، یعنی "طلاج" اور بعض نے صاف طلاق پڑھا ہے، نیز چند جملے آگے بھی نہیں پڑھے گئے جن کا ترجمہ نہیں کیا گیا۔ یہاں پڑھنے والے نے پڑھا ہے کہ "تم عورت ہو تمہیں شوہر بہت مل جائیں گے مشکل تو اپنی ہے کہ میں مر رہا ہوں" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طلاق ہی مقصود ہے۔ نیز ایک پڑھنے والے نے اس بنگلہ تحریر کو دیکھتے ہی کہا کہ یہ تو طلاقنامہ ہے، جس میں شوہر نے صاف صاف طلاق دی ہے، اس لئے بہتر یہ ہے کہ جو شخص اصل عبارت کو پڑھ سکتا ہو اور اس کے مطلب کو صحیح طور پر سمجھ سکتا ہو اور فقہ و افتاء سے بخوبی واقف ہو، اس سے دریافت کیا جائے، یا پوری عبارت کا صحیح ترجمہ لکھ کر استفتاء کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۳/۱۳۶۰ھ۔

مناسب یہ ہی ہے کہ ایسی صورت میں علمائے بنگال کی طرف رجوع کیا جائے۔

سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۳/۱۳۶۰ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ ربیع الأول/ ۱۳۶۰ھ۔

فرضی طلاق نامہ

سوال [۶۲۵۳]: ۱...... ہندہ کا نکاح زید سے ایک عرصہ قبل ہوا اور اس سے تین لڑکیاں بھی ہیں، مگر ہندہ کے شوہرِ اول بکر نے ہندہ کو طلاق نہیں دی، بلکہ نزاعات اور بکر کے علیحدہ ہونے کی وجہ سے وہ علیحدہ رہی، دریں حالت ہندہ اور زید کے بعض رشتہ دار نے بکر کا فرضی طلاقنامہ مرتب کر کے زید سے نکاح کرا دیا۔ کیا یہ نکاح درست ہوسکتا ہے؟ طلاق نامہ فرضی تحریر کردہ تلف ہو چکا ہے، مگر اس واقعہ کے بعد گواہان مرتب کنندہ طلاقنامہ کا حلفیہ بیان منسلک ہے۔

حلفیہ طلاقنامہ: خدائے بزرگ عظیم کو حاضر ناظر جان کر اظہار کرتا ہوں کہ محبوب علی نے اپنی بیوی کو تقریباً ایک سال قبل طلاق نہیں دی تھی، جو طلاق نامہ میں لکھوا کر لایا تھا وہ فرضی اور میرا اپنا بنایا ہوا تھا، اس پر جس

= الدر المختار: ۳/۲۳۰، کتاب الطلاق، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۳۴۸، کتاب الطلاق، رشیدیه)

(وکذا فی حاشیة الشلبی علی تبیین الحقائق: ۳/۲۰، کتاب الطلاق، دار الکتب العلمیة بیروت)

کی گواہی تھی وہ بھی اس سے واقف نہیں اور میرے اس گناہ میں شریک نہیں، میں اپنے پچھلے اگلے گناہ کا اقرار اور خدائے قدوس سے معافی کا طلبگار ہوتے ہوئے حلفاً یہ بیان لکھ رہا ہوں"۔

۲......زید ہندہ کو دیگر نزاع کے سلسلے میں بحالتِ غصہ طلاقِ بائن دے چکا ہے اور اپنی حرکت پر شرمندہ ہے، بکر کے فرضی طلاقنامہ پر اگر نکاح درست نہیں ہوسکتا تو کیا طلاق واقع ہوسکتی ہے؟ اور کیا زید ہندہ اب تائب ہوکر جدید نکاح کر کے رشتۂ ازدواج قائم رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

۳......واقعۂ طلاق زید کے بعد یہ گواہان اور مرتب کنندہ طلاق نامہ اوراس کی طلاق کی فرضیت ظاہر کررہے ہیں، سبب کسی نے ذکر نہیں کیا، بلکہ وجہ لاعلمی و جہالت بتاتے ہیں، واقعۂ طلاق نامہ کے فرضی ہونے کا دیگر ذرائع سے بھی اطمینان کریں کہ زید سے ہندہ کے عقد کے بعد ہندہ کا مطالبہ کرتے ہوئے جھگڑا کیا تھا اور اب بکر کا انتقال ہوکر بھی ۶، ۷/ سال گذر چکے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

فرضی (جھوٹا) طلاق نامہ مرتب کرنا ایسا گناہ ہے جس کو سب جانتے ہیں، یہ لوگ نکاحِ ثانی کے وقت خاموش رہے بلکہ اس میں مُعین رہے، اب ان کا عذرِ جہالت ہرگز معتبر نہیں، اگر طلاقنامہ کو فرضی قرار دے کر نکاحِ ثانی کو ناجائز کہا جائے تو تین لڑکیاں جو اسی نکاح سے پیدا ہوچکی ہیں ان کو کیا کہا جائے گا۔ اب طلاقِ مغلظہ کے بعد بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح نہیں ہوسکتا (۱)، ہاں اگر طلاقِ مغلظہ نہ دی ہو بلکہ بائن غیر مغلظہ دی ہو تو طرفین کی اجازت سے دوبارہ نکاح کی اجازت ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿فإن طلقها، فلاتحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیره﴾. (سورة البقرة: ۲۳۰)

"قال النبی صلی الله علیه وسلم لامرأة رفاعة القرظی رضی الله عنها: "لا، حتی تذوقی عسیلته، ویذوق عسیلتک". (صحیح البخاری: ۲/ ۸۰۱، کتاب الطلاق، بابٌ: إذا طلقها ثلاثًا، ثم تزوجت بعد العدة زوجًا غیره، فلم یمسها، قدیمی)

(۲) "وینکح مبانته بمادون الثلاث فی العدةوبعدها بالإجماع". (الدرالمختار: ۳/ ۴۰۹، کتاب الطلاق، باب الرجعة، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۳/ ۱۶۲، فصل فیماتحل به المطلقة، دارالکتب العلمیه بیروت)

(وکذا فی فتح القدیر: ۴/ ۱۷۶، فصل فیما تحل به المطلقة، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر)

طلاق نامہ شوہر نے خودرکھ لیا

سوال[۶۲۵۴]: سائلہ کا نکاح پاکو سے ہوا، چار سال ہوگئے نکاح کے بعد دستور کے مطابق جب میں اپنے شوہر کے گھر گئی تو پاکو میرے پاس نہیں آیا اور نہ مجھ سے ہم کلام ہوا۔ اس کے گھر میں تین چار مہینہ رہی، اس کی بے رُخی دیکھ کر ایک روز شرم کو بالائے طاق رکھ کر میں نے اس سے کہا: اگر آپ میں کسی قسم کی کمی ہو تو اپنا علاج کرالیجئے، اس پر اس نے ظلم اور زیادتی شروع کردی، اس کی وجہ یہ سمجھ میں آئی کہ پاکو عورت کے بالکل ناقابل تھا۔ میں باپ کے گھر آگئی اور ساڑھے تین سال آئے ہوئے ہوگئے، اس سے میں نے طلاق کا مطالبہ کیا تو اس نے طلاق دیدی اور کاغذ بھی لکھ دیا، لیکن اس نے چالاکی سے طلاقنامہ کا کاغذ خود ہی رکھ لیا، اس سازش میں اس کے بھائی وغیرہ شریک ہیں۔

وہ کہتے ہیں تیرا نکاح ہم اپنی مرضی سے کریں گے، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مجھ سے روپیہ حاصل کرنا چاہتے ہیں، میں اپنی مرضی کے مطابق شادی کرنا چاہتی ہوں۔ کیا ایسی صورت میں مسئلۂ خلع کے ذریعہ کسی دوسری جگہ اپنا نکاح کرانے کی مُجاز ہوسکتی ہوں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی صورت میں آپ اپنے والدین کے مشورہ سے اپنا نکاح دوسری جگہ کرنے کا حق رکھتی ہیں (۱)، مگر اس کا انتظام کرلیں کہ مسمّٰی پاکو آپ کے خلاف کوئی قانونی کارروائی نہ کرسکے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۹/۱۳۸۵ھ۔

جواب صحیح ہے: شرعاً آپ دوسری جگہ نکاح کرنے کی مُجاز ہیں۔ واللہ اعلم۔

سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۶/۹/۱۳۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "وان كانت مرسومةً، يقع الطلاق، نوى أولم ينو". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۸، الفصل السادس فی الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۱/۴۷۱، كتاب الطلاق، الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا فی ردالمحتار: ۳/۲۴۶، مطلب فی الطلاق بالكتابة، سعيد)

طلاقنامہ وصول نہیں کیا

سوال[۶۲۵۵]: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاقنامہ لکھ کر بھیجدے اور وہ وصول نہ کرے تو کیا بغیر اس کے علم کے طلاق ہوجائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس طلاقنامہ میں یہ قید نہیں تھی کہ بیوی کو پہنچ جائے تب طلاق ہے، تو طلاقنامہ لکھتے ہی طلاق ہوگئی، بیوی کو علم ہو یا نہ ہو(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۴/۱۳۹۱ھ۔

شوہر کی اطلاع کے بغیر طلاقنامہ اخبار میں شائع کرنا

سوال[۶۲۵۶]: مسمیٰ محمد عثمان کی شادی کے کچھ دنوں بعد اختلافات شروع ہوگئے، لیکن یہ اختلاف اس درجہ نہیں تھے کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دیتا، لیکن میں اس کو تنبیہ کرنا چاہتا تھا، ایک روز میں نے اپنے دوست سے کہا کہ میں اپنی بیوی کو طلاقِ رجعی دینا چاہتا ہوں، اس پر میرے دوست نے میری اطلاع کے بغیر ایک مقامی اخبار میں یہ اعلان شائع کردیا:

''منجانب محمد عثمان، تاجر گوشت حیدرآباد بنام حبیب بی بی بنت محمد صاحب مرحوم، دوسال قبل میری شادی تمہارے ساتھ ہوئی تھی، لیکن تمہاری غلط حرکات کی وجہ سے مجبوراً تنگ وعاجز آکر تم کو تین مرتبہ روبرو

---

(۱) "(فروع) كتب الطلاق، إن مستبيناً على نحو لوح، وقع إن نوى، وقيل: مطلقاً، ولو على نحو الماء، فلا مطلقاً". (الدرالمختار). "وإن كانت مرسومةً، يقع الطلاق، نوى أولم ينو، ثم المرسومة لاتخلو: إما إن أرسل الطلاق بأن كتب: أما بعد! فأنت طالق، فكما كتب هذا، يقع الطلاق، وتلزمها العدة من وقت الكتابة. وإن علق طلاقها بمجيئ الكتاب بأن كتب: إذا جاء ک کتابی، فأنت طالق، فجاء ها الكتاب، فقرأته أولم تقرأ، يقع الطلاق، كذا في الخلاصة". (ردالمحتار: ۲۴۶/۳، مطلب في الطلاق بالكتابة، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية: ۳۷۸/۱، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ التاتارخانية: ۳۷۷/۳، الفصل السادس في [illegible] الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن كراچی)

گواہان کے طلاق دے چکا ہوں اور تمہارا مہر بھی ادا کر چکا ہوں اور بغرضِ اطلاع عام یہ اعلان شائع کیا جارہا ہے کہ مسماۃ حبیب بی بی میری بیوی نہیں رہی''۔

مجھے جب اس کا علم ہوا تو میں نے بہت تعجب کیا اور اس کی تردید میں مَیں نے بھی ایک اعلان اخبار میں شائع کرایا کہ جو طلاقنامہ اخبار میں شائع کیا گیا ہے وہ قطعاً غلط ہے، میں نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی ہے اور نہ ہی اپنی بیوی کا مہر ادا کیا ہے۔ کیا اس دوست کی جانب سے شائع کردہ اس اعلان کی شرعاً مجھ پر ذمہ داری ہے؟ اور کیا اس کی وجہ سے میری بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ آپ کے دوست نے بغیر آپ کے مشورہ وعلم کے طلاقنامہ آپ کی طرف سے اخبار میں شائع کر دیا، اور آپ نے اس کو منظور نہیں کیا بلکہ اس کی تردید کردی ہے تو اس طلاقنامہ کی وجہ سے آپ کی بیوی پر کوئی طلاق نہیں ہوئی، بالکل بےفکر رہیں آپ کا نکاح بدستور قائم ہے: ''كل كتاب لم يكتبه بخطه، ولم يمله بنفسه، لايقع الطلاق مالم يقرّ أنه كتابه، الخ''. ردالمحتار: ۲/۵۸۹(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۲۷/۱۳۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۲۸/۱۳۸۹ھ۔

طلاقنامہ پر دستخط کرنے سے طلاق

الاستفتاء [۶۲۵۷]: کیا مسماۃ ہندہ کو طلاق ہوگئی کہ اس کے باپ نے اس کے شوہر زید کو جو، اَن پڑھ، گنوار اور دینی مسائل سے ناواقف ہے، چند مسلمانوں کی پنچایت میں صحیح مضمون کے ساتھ طلاقنامہ لکھوا کر اس پر زید سے نشانی انگوٹھا لگوالیا ہے۔ اور بعد لگانے نشانی انگوٹھا زید نے اسی محفل میں کہا کہ میں طلاق ولاق نہیں جانتا، کیسا طلاق؟ اور زبان سے ایک بار بھی زید نے طلاق کا لفظ نہیں نکالا ہے۔

---

(۱) (رد المحتار: ۳/۲۴۷، مطلب فی الطلاق بالکتابة، قبیل باب الصریح، سعید)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۹، الفصل السادس فی الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا فی الفتاویٰ التاتارخانية: ۳/۳۸۰، الفصل السادس فی إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن كراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شوہر کو معلوم نہیں تھا کہ اس کاغذ میں کیا لکھا ہوا ہے، محض بیوی کے باپ کے کہنے سے اس پر دستخط کر دیئے اور معلوم ہونے پر کہہ دیا کہ میں طلاق ولاق نہیں جانتا کیسا طلاق اور زبان سے طلاق نہیں دی تو شرعاً طلاق واقع نہیں ہوئی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۰/۱۳۸۵ھ۔

تحریر پر دستخط کرنے سے طلاق کا حکم

سوال [۶۲۵۸]: زید کی اپنی بیوی سے کچھ لڑائی ہوئی، اس کے بعد بیوی اپنے میکے چلی گئی، اور بعد میں سسرال والوں نے زید کو اپنے گھر بلا کر ایک تحریر پر دستخط لئے جس میں تین طلاقیں زید کی طرف سے کسی نے زید کی عدم موجودگی میں تحریر کر دی تھیں، اور تحریر کرتے وقت زید نے تحریر کو پڑھا کہ ہاں اس میں میری طرف سے تین طلاقیں تحریر ہیں تو کیا طلاق پڑ گئی، اور اگر پڑ گئی تو کونسی طلاق پڑی ہے؟ تحریر پر دستخط کراتے وقت زوجین موجود تھے۔ تو کیا دونوں کی موجودگی میں تحریر کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب بیوی سامنے موجود ہو اور شوہر زبان سے کچھ نہ کہے حالانکہ وہ زبانی طلاق دینے پر قادر ہے: اَخرس یا معتقل اللسان نہیں ہے اور طلاق کی تحریر لکھ دے، یا لکھی ہوئی تحریر پر دستخط کر دے تو اس سے طلاق نہیں ہوئی (۲)، درمختار میں کتاب الخنثیٰ کے بعد کتاب الفرائض سے پہلے مسائل شتی کے ذیل میں لکھا ہے:

"إیماء الأخرس وکتابته کالبیان، بخلاف معتقل اللسان فی وصیة ونکاح وطلاق" (۳).

---

(۱) "وکذا کل کتاب لم یکتبه بخطه ولم یمله بنفسه، لایقع الطلاق مالم یقر أنه کتابه". (ردالمحتار: ۳/۲۴۷، کتاب الطلاق، مطلب فی الطلاق بالکتابة، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۳۷۹، فصل فی الطلاق بالکتابة، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاویٰ التاتارخانیة: ۳/۳۸۰، الفصل السادس فی إیقاع الطلاق بالکتاب، إدارة القرآن کراچی)

(۲) واضح رہے کہ غیر مستبین تحریر سے طلاق واقع نہیں ہوتی، لیکن سوال میں مذکور جس تحریر کا تذکرہ ہے وہ مستبین ہے، اس لئے اس صورت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے، مزید تفصیل کے لئے اس جلد کا صفحہ نمبر: ۵۹۳، حاشیہ نمبر: ۲، دیکھئے۔

(۳) (ردالمحتار: ۶/۷۳۷، مسائل شتی، قبیل کتاب الفرائض، سعید)

اس کی شرح کرتے ہوئے علامہ شامیؒ نے کتابت کی اقسام اور سب کے احکام بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: "وظاهره أن المعنون من الناطق الحاضر غير معتبر، اهـ". ردالمحتار: ٥/٦٤٥۔

"غمز عيون البصائر في شرح الأشباه والنظائر، الفن الثالث، احکامِ کتابت میں ہے: "الكتابة من الغائب جعل كالخطاب من الحاضر، اهـ". الأشباه، ص: ٥٢٨(١)، اس کے متعدد جزئیات بیان کئے ہیں۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۹/۴/۹۰ھ۔

کیا طلاقنامہ کا پڑھنا ضروری ہے؟

سوال[٦٢٥٩]: فتاویٰ عالمگیری اور شامی میں یہ عبارت تحریر ہے: "فيه أيضاً: رجل استكتب من رجل آخر إلى امرأته كتاباً بطلاقها، وقرأه على الزوج، فأخذه، وطواه، وختم، وكتب في عنوانه، وبعث به إلى امرأته، فأتاها الكتاب، وأقرّ الزوج أنه كتابه، فإن الطلاق يقع عليها". فتاویٰ عالمگیری: مصری ص: ٤٠٤(٢)۔

اس میں قرأت على الزوج کی قید احترازی ہے یا اتفاقی، اگر کاتب نے طلاقنامہ لکھ کر طلاق لکھوانے والے کو نہیں سنوایا اور اس کا انگوٹھا لگوا کر عورت کو کاغذ دیدیا تو اس صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اس کے جواب میں استشہاداً اور بھی عبارت تحریر فرمائیں تو موجب شکریہ کا ہوگا جن سے یہ ثابت ہو کہ قید احترازی ہے اتفاقی نہیں۔

معرفت مولوی بصیرالدین۔

الجواب وهو الموفق للصواب حامداًومصلياً:

"قراءة على الزوج" کی قید تو سب کتابوں میں ہے لیکن عدمِ قرأۃ علی الزوج کا حکم صورت مسئولہ کے متعلق کسی کتاب میں مصرح نہیں ملا، جزئیاتِ مختلفہ سے مفہوم ہوتا ہے کہ قرأت سے مقصود علمِ زوج ہے یعنی

(١) (الأشباه والنظائر مع شرحه غمز عيون البصائر، الفن الثالث، أحكام الكتابة: ٣/٣٤٧، إدارة القرآن كراچى)

(٢) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ١/٣٧٩، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيديه)

زوج اپنے علم اور نیت کے اعتبار سے جس طرح طلاق دینا چاہتا ہے اگر اسی طرح کاتب نے تحریر کیا ہے تب تو یہ طلاق نامہ معتبر ہے۔ اگر اس کے خلاف تحریر کیا ہے تو بغیر قرأت علی الزوج معتبر نہ ہوگا اور زوج کو حق ہوگا کہ اپنی نیت کے ماتحت جس قید کے ساتھ مقید کرنا چاہے، مقید کردے، فصل مانع من إلحاق القید نہ ہوگا، عبارات ملاحظہ ہوں، عالمگیری کے اسی صفحہ پر ہے:

"ولوقال لآخر: اكتب إلى امرأتي كتاباً: إن خرجتِ من منزلك، فأنت طالق، فكتب، فخرجت المرأة بعد ماكتب قبل قراءته عليه، وبعث به إلى المرأة، لم تطلق بالخروج الأول. وكذا لو كتب الكتاب على هذا، فلما قرأه على الزوج، قال للكاتب: قدشرطت إن خرجت إلى شهر أو بعد شهر، كان إلحاق هذا الشرط جائزاً، وذكره في الجامع، كذا في محيط السرخسي"(۱)۔

پہلے مسئلہ میں طلاق واقع نہیں ہوئی حالانکہ خروج کتابت کے بعد ہوا ہے اور قبل القراءة على الزوج ہوا ہے۔ اگر عدمِ وقوع طلاق عدم قراءت کی بناء پر ہے تو اس کی بھی تصریح نہیں کہ بعد میں قراءت ہوئی، پھر خروج کے ساتھ اول کی قید بھی نہیں، پس خروج سے بھی طلاق واقع نہ ہونی چاہئے۔ اگر عدم وقوع طلاق اس بناء پر ہے کہ خروج بعد کتابت ہوا ہے لیکن قبل البعث إلى المرأة ہوا ہے تو قبل قراءة عليه کی قید تو ہوگی۔ غرض اس سے کوئی بات منقح نہیں ہوتی۔

دوسرے مسئلہ میں قرأة علی الزوج کے بعد زوج کو الحاقِ شرط کا اختیار دیا گیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اصل مقصود علم اور نیت کے ساتھ کتابت کی مطابقت ہے، جس کا طریقہ قرأت ہے، اگر محض قرأت مقصود ہوتی تو صرف قرأة سے الزام ہوجاتا، قرأة کے بعد کسی اضافہ کا اختیار نہ رہتا، حالانکہ عدمِ مطابقت کی وجہ سے اضافہ کا اختیار دیا ہے، اگر محض کتابت مقصود ہوتی تو اشتراطِ قرأة کی ضرورت نہ تھی۔

الحاصل: مقصود یہ ہے کہ کاتب نے نیت زوج کے مطابق ہی کتابت کی ہے یا نہیں؟ پس اگر زوج نے تصریحاً بتادیا کہ یہ لکھو اور کاتب نے اسی طرح لکھدیا اور زوج کو کوئی بدگمانی کاتب کی طرف سے نہیں ہوئی، بلکہ

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۳۷۹، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابة، رشیدیه)

اعتمادِ کلی ہے کہ میرے بتانے کے موافق لکھا ہے اور اس پر بغیر سنے انگوٹھا لگا دیا اور بعد میں بھی اقرار کرتا ہے کہ یہ طلاق نامہ میری طرف سے ہے تو شرعاً وہ طلاق نامہ معتبر ہوگا۔ اور اگر زوج کو اعتبار کلی نہیں بلکہ بدگمانی ہے کہ میرے کہنے کے مطابق نہیں لکھا تو اس میں قراءۃ علی الزوج ضروری ہے۔

عبارت مسئولہ کے بعد ہے:"قال للرجل: ابعث به إليها، أو قال له: اكتب نسخةً وابعث بها إليها"(۱)، اس میں بھی قراءۃ کا ذکر نہیں۔"ولو قال للكاتب: اكتب طلاق امرأتي، كان إقراراً بالطلاق، وإن لم يكتب". ردالمحتار: ۶۶۲/۲(۲)۔

یہاں امر کتابت کو اقرار طلاق قرار دیا گیا ہے اور اس کیلئے کتابت کو شرط نہیں کہا گیا، چہ جائے کہ قراءۃ علی الزوج کو اس سے بھی بیان بالا کی تائید ہوتی ہے۔ فقط واللہ أعلم بحقيقة الحال وإليه الرجوع في البدأ والمآل۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۸/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۳/شعبان/۱۳۵۷ھ۔

طلاق نامہ پر بغیر پڑھے دستخط

سوال[۶۲۶۰]: ایک عورت کو طلاق دینے کیلئے ایک شخص بازار جا کر طلاق کا کاغذ خرید تا ہے، پھر اس کو وثیقہ نویس کو دے کر کہتا ہے کہ میری عورت کا طلاقنامہ لکھدو، جس پر وثیقہ نویس طلاقنامہ لکھدیتا ہے اور سائل کے دستخط کرا کر بلا سنائے ہوئے طلاقنامہ طلاق دہندہ کے سپرد کر دیتا ہے اور طلاق دہندہ کا بھی بیان ہے کہ اس نے طلاق نامہ نہیں پڑھا۔ کیا یہ طلاق ہوگئی؟

محمد عثمان ٹھیکیدار، محلّہ کریم پور، معرفت مولوی رحمت اللہ، مدرسہ اسلامیہ قاسمیہ، لدھیانہ۔

---

(۱) (رد المحتار: ۲۴۷/۳، کتاب الطلاق، قبیل باب الصریح، سعید)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية: ۳۷۹/۱، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ التاتارخانیه: ۳۸۰/۳، الفصل السادس في إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن كراچی)

(۲) (ردالمحتار: ۲۴۶/۳، مطلب: الطلاق بالكتابة، قبيل باب الصريح، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ التاتارخانية: ۳۷۹/۳، الفصل السادس في إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن كراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں شرعاً ایک طلاق واقع ہوگئی:

"ولو قال للكاتب: اكتب طلاق امرأتي، كان إقراراً بالطلاق، وإن لم يكتب". شامی: ۲/۴۶۹(۱)۔ اگر جماع کی نوبت آچکی ہے تو عدت کے اندر رجعت کا اختیار حاصل ہے(۲)، ورنہ بائن ہوگئی، دوبارہ نکاح درست ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۱۰/۱۳۵۲ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۲۶/شوال/۱۳۵۲ھ۔

ایضاً

سوال[۶۲۶۱]: زید کو بعد نکاح قبل از رخصت شرط پیش کی گئی کہ "اگر اس نے لڑکی نکاح میں رکھتے ہوئے یا طلاق دے کر دوسرا عقد کیا تو اس عقدِ ثانی والی منکوحہ پر طلاق مغلظہ واقع ہوجائے گی"۔ زید نے محض اعتماد اور بھروسہ سے کام لیتے ہوئے بغیر نظر آئے اس پر دستخط کردیئے۔ زید کا حلفیہ بیان ہے کہ اس شرطِ مذکورہ سے دستخط کرتے وقت بالکل لاعلم تھا، جب بعد میں زید کو اس کا علم ہوا تو اس کو بہت ہی غصہ آیا اور اس نے اسی وقت انکار بھی کردیا اور کہا کہ میں ایسی کسی بھی شرط سے بالکل لاعلم تھا، یہ سراسر میرے ساتھ دھوکہ کیا گیا ہے۔

اور وہ کہتا ہے کہ شریعت اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ اس کے اعتماد سے غلط فائدہ اٹھا کر ایک جائز چیز کو اس پر حرام کیا جائے، اب وہ کسی وقت میں اس شرط کو رکھتے ہوئے لڑکی کو لانے پر تیار نہیں۔ اور وہ یہی بار بار کہتا ہے کہ میرے واسطے یہ بہتر ہے کہ میں تجرد کی زندگی بسر کروں، لیکن میں اس طرح مقید ہوکر لڑکی کو نہیں

---

(۱) (رد المحتار: ۳/۲۴۶، كتاب الطلاق، مطلبٌ: الطلاق بالكتابة، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۳/۳۷۹، الفصل السادس في إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن)

(۲) "إذا طلق الرجل امرأته تطليقةً رجعيةً أو رجعيتين، فله أن يراجعها في العدة، وبعد انقضائها، رضيت بذلك أولم ترض". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۰، باب الرجعة، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۴۹، باب الرجعة، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۳) "وينكح مبانته بما دون الثلاث، وبعدها بالإجماع". (الدر المختار: ۳/۴۰۹، باب الرجعة، سعيد)

لاسکتا۔ براہ کرم آپ تحریر فرمائیں کہ کیا کوئی ایسی صورت ہے جس کہ وجہ سے یہ شرط کالعدم قرار دی جائے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگراس نے اس تحریر کونہیں پڑھا، نہ اس کو پڑھوا کرسنا، نہ اس کو بتایا گیا کہ اس میں یہ شرط لکھی ہے تو وہ تحریر بالکل بے کار ہے، اس کی پابندی لازم نہیں، دوسرا نکاح کرنے سے اس تحریر کی بناء پر کوئی طلاق نہیں ہوگی (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۱۲/۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ،۱۲/۱/۸۹ھ۔

کاغذکو پڑھے بغیر دستخط کرنے سے طلاق کاحکم

سوال[۶۲۶۲]: میری سالی اوران کے رشتہ داروں میں جھگڑا ہوگیا تھا، جھگڑا ہونے کی بناء پر میں گھر چھوڑ کر الگ ہوگیا اور میری بیوی، میری سسرال میں تھی، میری بیوی اور مجھ میں کسی قسم کی کوئی بات نہیں ہوئی، جھگڑے کے تیسرے دن سالی کا جیٹھ میرے پاس پرچہ لے کرآیا اور مجھ سے کہا کہ اس پر دستخط کردو، اس وقت میں غصہ میں تھا، اسے دیکھ کر مجھے اَور بھی غصہ آگیا اور میں نے دستخط کردیئے، پھر بعد میں اس نے پڑھ کرسنایا۔ اس پرچہ میں میری بیوی نے یہ لکھا تھا کہ ''میں نے اپنی خوشی سے مہر بخش دیئے''۔اس پرچہ میں طلاق کا کوئی نام نہیں تھا اور میری زبان سے بھی طلاق کا نام نہیں نکلا، اس پرچہ کودیکھ کر مجھے غصہ آیا اور میں نے اسے چھین کر پھاڑ دیا۔اس بارے میں آپ کی رائے کا طلبگار ہوں کہ طلاق ہوئی یانہیں؟

نثاراحمد بمبئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ آپ نے زبان سے طلاق نہیں دی، اور پرچہ میں بھی طلاق کا ذکر نہیں تو پرچہ پر دستخط کرنے سے

---

(۱)''کل کتابٍ لم یکتبہ بخطہ ولم یملہ، بنفسہ، لایقع بہ الطلاق إذا لم یقرّأنہ کتابہ''. (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۳۷۹، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابة، رشیدیہ)

(وکذا فی رد المحتار: ۳/۲۴۷، مطلب فی الطلاق بالکتابة، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ التارتارخانیة: ۳/۳۸۰، الفصل السادس فی إیقاع الطلاق بالکتابة، إدارة القرآن، کراچی)

کوئی طلاق نہیں ہوئی (۱)، اگر پرچہ میں طلاق کا ذکر ہوتا اور اس کو پڑھ کر یا سن کر دستخط کرتے تب طلاق ہوتی (۲)، بغیر پڑھے اور بغیر سنے لاعلمی میں دستخط کر دیئے تب بھی طلاق نہ ہوئی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۹/۱۳۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۹/۱۳۸۵ھ۔

الجواب صحیح: محمد جمیل الرحمٰن

بغیر کاغذ پڑھے اس پر دستخط کرنے سے طلاق

سوال [۲۲۶۳]: زید کی شادی ہندہ سے قریب دوسال ہوئے کہ ہوئی تھی، روزِ اول سے ہی ہندہ زید کے ساتھ رہ کر حقوقِ زوجیت ادا کرتی رہی، قریب دو ماہ ہوئے ہندہ اپنی ماں کے یہاں ملنے گئی تھی، حسبِ دستور جیسا کہ جایا کرتی ہیں، چند دن بعد جب ہندہ کو بلانے کو کہا گیا تو ہندہ کی ماں نے بہانہ بازی کی اور ہندہ کو اس کے شوہر زید کے یہاں بھیجنے سے انکار کر دیا اور کچھ شرائط منوانے کی نیت کا اظہار کیا۔ ہندہ کے ماں جائے بھائی نے ہندہ کو طرح طرح کی دھمکیاں دینا اور شوہر کے گھر جانے سے باز رہنے کی تنبیہ شروع کردی۔

نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک دستاویز دست برداریٔ دینِ مہر بعوض خلع اور دوسری دستاویز طلاقِ بائن دیئے جانے کی تحریر ہوگئی، ہندہ سے جب اس پر دستخط کرنے کو کہا تو اس نے تساہل برتا اور روئی، بعد تأمل کے دستاویز دست برداریٔ دینِ مہر بالعوض خلع پر دستخط اس نے کئے، بعد میں اسی جگہ ہندہ کے سوتیلے باپ اور دیگر شخص نے بحیثیتِ گواہ دستخط کئے۔

---

(۱) "كذلك كل كتاب لم يكتبه بخطه ولم يمله بنفسه، لايقع به الطلاق إذا لم يقرّأنه كتابه، كذا في المحيط". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۹، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ التاتارخانية: ۳/۳۸۰، الفصل السادس في إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن)

(وكذا في ردالمحتار: ۳/۲۴۷، مطلب في الطلاق بالكتابة، سعيد)

(۲) "كتب غير الزوج كتاب الطلاق وقرأه على الزوج، فأخذه، وختم عليه، أوقال لرجل: ابعث هذا الكتاب إليها، فهذا بمنزلة كتابته بنفسه". (الفتاویٰ البزازية على هامش الفتاویٰ العالمكيرية: ۴/۱۸۵، كتاب الطلاق، نوع في التوكيل وكنايته، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۹، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيديه)

ہندہ کے دستخطوں کے بعد شوہر زید کے مکان پر پہنچ کر ہندہ کے سوتیلے باپ اور گواہ مذکور کی موجودگی میں شوہر زید کے باپ نے زید کو بلایا اور ان الفاظ کے ساتھ کہ یہ تمہارا معاملہ ختم ہو گیا، اب تم اس پر دستخط کر دو، زید نے اس دوسری دستاویز پر دستخط کر دیئے، لیکن اس نے دستاویز نہیں پڑھی، نہ اس کو پڑھ کر سنائی گئی اور نہ ہی زید نے کوئی لفظ کہا اور نہ اس سے کہلایا گیا، اس دستاویز پر زید کے باپ اور گواہ مذکور نے دستخط کئے۔ زید اور ہندہ کو یہ بات معلوم تھی کہ باہمی تعلقات منقطع کرانے کی کارروائیاں کی جارہی ہیں۔ کیا ان حالات میں طلاق ہوگئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں نہ طلاق ہوئی، نہ مہر معاف ہوا، نکاح بدستور قائم ہے(۱)، مہر بھی باقی ہے۔ دونوں شوہر بیوی پر ظلم نہ کیا جائے اور جب یہ دونوں شوہر بیوی ایک ساتھ رہنے پر راضی ہیں تو ہرگز تفریق کی کوشش نہ کی جائے، بلکہ اس کو شوہر کے پاس بھیج دیا جائے ورنہ سخت گناہ اور وبال پڑے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۴/۹/۱۳۸۹ھ۔

جھوٹی تحریر پر دستخط سے دیانۃً طلاق نہ ہوگی

سوال[۶۲۶۴]: میرے ایک عزیز حاجی نیاز احمد کے پاس ضلع بستی میں کافی زمین ہے، ان کی بیوی زینب کو ضلع گونڈہ میں سواسو بیگہ ان کے والد مرحوم نے دیا تھا، گورنمنٹ نے دونوں زمینوں کو یکجا کر دیا ہے، شیلنگ کا مقدمہ شروع ہے، زمین زیادہ نکل رہی تھی۔ وکلاء نے ان کو رائے دی کہ آپ ایک تحریر پیش کر دیں کہ میں نے زینب کو طلاق دیدیا ہے، ان کی جانب سے وکیل نے ایک تحریر لکھی ہے اور حاجی نیاز احمد سے دستخط لیا، نہ انہوں نے زبان سے طلاق دیا، نہ طلاق دینے کی نیت تھی۔ ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

---

(۱) "وكذا كل كتاب لم يكتبه بخطه ولم يمله بنفسه، لايقع الطلاق مالم يقرّ أنه كتابه". (ردالمحتار: ۲۴۷/۳، الطلاق بالكتابة، قبيل باب الصريح، سعيد)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۷۹/۱، الفصل السادس: الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا فى التاتارخانية: ۳۸۰/۳، الفصل السادس فى إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراچى)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی جھوٹی تحریر یا خبر سے دیانۃً طلاق نہیں ہوئی۔ اگر پہلے گواہ بنالیا تھا کہ میں جھوٹی تحریر پر دستخط کرتا ہوں، نہ میں نے طلاق دی، نہ دے رہا ہوں، تو قضاءً بھی طلاق واقع نہیں ہوگی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۱۳۹۷ھ۔

دھوکہ سے طلاقنامہ پر دستخط

سوال[۲۲۶۵]: عبدالحسین کی بیوی نے عبدالحسین سے کہا: ''مجھے جن آتا ہے جو تیرے میرے نکاح میں آگیا ہے، اس لئے چل کر عدالت میں طلاق نامہ لکھدے تاکہ جن کو طلاق ہوجائے، اس کے بعد بھی میں اور تو میاں بیوی ہیں'' اور ۱۵، ۲۰/ دن تحریر کے بعد بھی میاں بیوی ہی رہے۔ عبدالحسین سیدھا سادہ آدمی ہے، اس کو بیوی نے کچہری میں لے جاکر کچہری میں اقرارنامہ بنام طلاق نامہ لکھ کر اس سے دستخط کرائے، تین لکیریں عرضی نویس نے اس کاغذ پر لگوائیں، طلاق نامہ پڑھ کر سنایا، اس کے باوجود عبدالحسین نے طلاق نامہ پر دستخط کردیئے۔ عبدالحسین کو چونکہ بیوی نے قرآن اٹھا کر کہا تھا کہ میں تیری ہی بیوی رہوں گی، اس بناء پر عبد الحسین عورت کی طرف سے دھوکہ کھا گیا۔ کیا یہ طلاق ہوئی یا نہیں؟

تنقیح: طلاقنامہ یا اس کی نقل بھیجئے اور یہ بھی صاف صاف لکھیئے کہ صرف طلاقنامہ پر دستخط کرائے ہیں یا زبان سے بھی طلاق کہلوائی ہے جو کاغذ پر لکھی ہے، یا اس سے کم زیادہ؟ نیز عدالت کے حاکم نے فیصلہ دیا، اس کی بھی نقل بھیجئے، تب انشاء اللہ پوری بات سامنے آئے گی اور اس کا جواب دیا جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۶/۱۴۰۶ھ۔

---

(۱) "لو أرادبه الخبر من الماضی کذبًا، لایقع دیانةً، وإن أشهد قبل ذلک، لایقع قضاءً". (ردالمحتار: ۲۳۸/۳، کتاب الطلاق، مطلب فی المسائل التی تصح مع الإکراه، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ التاتارخانیة: ۲۶۲/۳، کتاب الطلاق، فیمایرجع إلی صریح الطلاق، إدارة القرآن کراچی)

کاتب سے طلاق لکھوانا

سوال[۶۲۶۶]: زید نے کاتب کو کہا کہ میرا طلاقنامہ لکھو، زید کاتب نے حسب حکم زید، زید کا طلاقنامہ لکھا اور پڑھ کر زید کو سنادیا، بعدۂ زید نے طلاقنامہ پر اپنا انگوٹھا چسپاں کردیا اور زبان سے لفظ طلاق استعمال نہیں کیا۔ اس طلاقنامہ سے اس کی زوجہ پر طلاق ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید بھی اس طلاق نامہ کے لکھوانے کا اقرار کرتا ہے تو شرعاً طلاق واقع ہوگئی اگرچہ زبان سے طلاق نہیں دی: "ولو قال للکاتب: اکتب طلاق امرأتی، کان إقرارًا بالطلاق وإن لم یکتب. ولواستکتب من آخر کتاباً بطلاقها، وقرأه علی الزوج، فأخذه الزوج، وختمه، وعنونه، وبعث به إلیها، فأتاها، وقع إن أقرّالزوج أنه کتابه". شامی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ ۹/ ۱۳۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ رمضان/ ۱۳۵۵ھ۔

"طلاق نامہ لکھدو" سے طلاق

سوال[۶۲۶۷]: اپنی بیوی کو کسی بنا پر مارا، وہ اپنی والدہ کے ہمراہ میکے چلی گئی، میں لینے کیلئے گیا، اس نے کچھ عذر کیا۔ میں محکمۂ قضا میں پہنچا اور واقعہ سنایا اور کہا کہ طلاق دینا چاہتا ہوں، قاضی صاحب نے کہا کہ گیارہ روپیہ فیس داخل کردو اور دو گواہ لے کر مجھے طلاقنامہ دیدیا اور کہا کہ طلاق ہوگئی، جاؤ، اور اس کی ایک کاپی تمہاری بیوی کو دیدی جائے گی۔ چند دن بعد میری بیوی گھر آئی، میں نے کہا کہ تجھ کو طلاق دیدیا ہوں، کیا تجھ کو اس کی کاپی نہیں پہنچی؟ اس نے کہا مجھے کچھ معلوم نہیں اور طلاق نہیں ہوئی۔ پھر میں نے لوگوں سے معلوم کیا کہ طلاق نہیں ہوئی، کفارہ ادا کردو؟ میں نے بیوی سے رجوع کرلیا، بچہ بھی ہوا۔

اس کے بعد محکمہ قضا میں پھر گیا، تو صدر قاضی نے کہا جاؤ روبرو طلاق اپنی بیوی کو دو۔ میں طلاق دینا

---

(۱) (ردالمحتار: ۳/ ۲۴۶، ۲۴۷، مطلب فی الطلاق بالکتابة، قبیل باب الصریح، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۱/ ۳۷۹، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابة، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاوی التاتارخانیة: ۳/ ۳۸۰، الفصل السادس فی إیقاع الطلاق بالکتاب، إدارة القرآن کراچی)

نہیں چاہتا اور بیوی بھی پاس رہنے کیلئے تیار ہے، مگر اس کے والدین بھیجنے سے انکار کررہے ہیں، کہتے ہیں کہ طلاق ہوچکی، ہمارا سامان واپس کردو۔ اس صورت میں شرعی حکم کیا ہے؟ چار چھوٹے بچے ہیں، پنچ نے کہا کہ فتویٰ منگالو، جیسا حکم ہو، ہوجائے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر آپ نے قاضی صاحب سے کہا ہے کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہوں، آپ طلاقنامہ لکھ کر مکمل کردیجئے، تو اتنا کہتے ہی ایک طلاقِ رجعی واقع ہوگئی خواہ بیوی کے پاس طلاقنامہ پہنچا اور اس نے وصول کیا ہو یا نہ کیا ہو(۱)، ایسی طلاق کا حکم یہ ہے کہ عدت (تین حیض) گذرنے پر یا اگر حاملہ ہو تو وضعِ حمل پر بائنہ ہوجاتی ہے(۲)، پھر بغیر دوبارہ نکاح کئے تعلقِ زوجیت قائم کرنا درست نہیں ہوتا (۳)۔ اگر عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کرے خواہ زبان سے کہدے کہ میں نے طلاق واپس لے لی، یا کوئی ایسا کام کرے جو شوہر بیوی کا

---

(۱) "وفي الظهيرية: لوقال للكاتب: اكتب طلاق امرأتي، كان هذا إقراراً بالطلاق، كتب أولم يكتب".

(الفتاویٰ التاتارخانية: ۳/۳۷۹، الفصل السادس في إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۹، الفصل السادس الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ البزازية على هامش الفتاویٰ العالمكيرية: ۴/۱۸۵، نوع آخر في التوكيل وكنايته، رشيديه)

(۲) "فأما عدة الأقراء، فإن كانت المرأة حرةً، فعدتها ثلاث قروء ؛لقوله تعالىٰ: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ ......الخ، وأما عدة الحبل، فمقدار ها بقية مدة الحمل، قلّت أو كثرت". (بدائع الصنائع: ۴/۴۲۳، ۴۳۰، فصل في مقادير العدة، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في فتح القدير: ۴/۳۰۷- ۳۱۲، باب العدة، مصطفىٰ البابي الحلبي، مصر)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۲۴۸، ۲۵۲، باب العدة، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق: ۲/۴۷۵، ۴۷۸، باب العدة، رشيديه)

(۳) "فالحكم الأصلي لمادون الثلاث من الواحدةالبائنة، والثنتين البائنتين، هو نقصان عدد الطلاق، وزوال الملك أيضًا، حتى لايحل له وطؤها إلابنكاح جديد". (بدائع الصنائع: ۴/۴۰۳، فصل في حكم الطلاق البائن، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحرالرائق: ۳/۵۱۹، باب الكنايات، رشيديه)

مخصوص ہوتا ہے تو پھر وہ بدستور زوجہ ہو جاتی ہے۔

اگر قاضی صاحب نے طلاقنامہ لکھ کر آپ کو دیا ہے اور آپ نے اس کو منظور کرلیا ہے تو اس کو یہاں بھیج دیں تا کہ اس کے مطابق حکم لکھ دیا جائے۔ اگر تحریر طلاق کے علاوہ زبانی طلاق دی ہے تو جیسی طلاق دی ہے وہ واقع ہوگئی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/ ۶/ ۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/ ۶/ ۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۳/ ۶/ ۱۳۸۷ھ۔

سحر اور بدحواسی کی حالت میں تحریری طلاق

سوال[۶۲۶۸]: ایک شخص نے بیرونی ملک رہتے ہوئے اپنی بیوی کے نام متعدد خطوط لکھے جن کا زیادہ تر مضمون فحش گالی گلوچ پر مشتمل ہے، ساتھ ہی "طلاق طلاق طلاق" کے الفاظ بھی لکھے اور یہ بھی تحریر کیا کہ "میرا تیرا کوئی تعلق نہیں، میں نے تجھے چھوڑ دیا"۔ جب گاؤں کی کمیٹی کے سامنے یہ معاملہ پیش کیا گیا تو طالق کو بلاکر دریافت کیا گیا تو اقرار کیا کہ: میں نے لکھا ہے، مگر میرے ہوش وحواس اس وقت قائم نہیں تھے۔ اس کمیٹی میں شریک بعض لوگوں نے دفاعاً یہ کہا کہ اس پر سحر کیا گیا تھا، اس لئے اس حال میں لکھے ہوئے الفاظ سے طلاق واقع نہ ہوگی۔ بعضوں نے اس پر جنون کا خیال ظاہر کیا، بعض نے یہ خیال ظاہر کیا کہ چونکہ اس نے طلاق کے الفاظ تین بار لکھے ہیں اور زبانی اقرار بھی کیا ہے، لہٰذا ظاہری الفاظ واقرار کے پیشِ نظر طلاق واقع ہوگئی۔

سحر وجنون کی باتیں کرنا یہ دفاعی ہیں، چونکہ طالق دینی ودنیوی سارے امور انجام دیتا ہے اور بیرونِ ملک برسرِ روزگار ہے۔ اب حضرت والا سے دریافت طلب بات یہ ہے کہ مذکورہ بالا صورت میں کمیٹی کو کیا فیصلہ کرنا چاہیئے؟ شرعاً طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ میری مؤدبانہ درخواست ہے کہ ازراہ کرم جواب سے نوازیں۔

نوٹ: یہ خطوط موصول ہونے کے بعد بیوی سخت برہم تھی تو اس کا شوہر بیرونِ ملک سے وطن آیا تو اس نے اس سے قطع تعلق کیا اور کسی قیمت پر اس سے ملنے پر راضی نہیں تھی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر جنون وسحر وغیرہ کی وجہ سے ہوش وحواس قائم نہ رہے اور یہ معلوم نہ ہو کہ زبان سے کیا الفاظ کہہ

رہاہے اوران کا کیا نتیجہ ہوگا تو اسی صورت میں طلاق واقع نہیں ہوئی، اگر یہ بات نہ ہو بلکہ الفاظ کے مطلب کو سمجھتا ہو پھراس طرح کہے تو طلاق ہوجاتی ہے(۱)۔

طلاق دیتے وقت اس کے دوسرے احوال ومعاملات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ہواس صحیح تھے یانہیں، پس اگر شوہر کواس تحریر کا اقرار ہے جس کا کہ سوال میں درج ہے اوراس نے نہیں کہا کہ میرے ہواس درست نہیں تھے، مجھ پرسحر تھا یا جنون تھا تو صورتِ مسئولہ میں طلاقِ مغلظ واقع ہوگئی (۲)، اب نہ رجعت کا اختیار رہا اور نہ دوبارہ نکاح کی گنجائش ہے، اس عورت کو چاہیئے کہ اس سے الگ رہ کر عدت پوری کرے، پھر کسی اَور شخص سے شرعی طور پر نکاح کرے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴۰۶/۳/۶ھ۔

زبردستی تحریر سے طلاق

سوال[۶۲۶۹]: زیداوراس کی بیوی میں مار پیٹ کا مقدمہ چلا، زید پرعدالت سے بیس روپیہ جرمانہ ہوگیا، زید نے عدالتِ بالا میں اپیل کی، عدالت بالا نے زید سے فہمائش کی کہ وہ اپنی بیوی کوطلاق دیدے، زید نے عذر کیا، زید کے عذر پرعدالت نے دھمکی دی کہ اگر دومنٹ کے اندر فیصلہ لکھ کر داخل نہ کیا تو تم کو جیل خانہ بھیج دیا جاوے گا، زید نے اس دھمکی سے مرعوب ہوکر فیصلہ لکھوا کر دیدیا کہ میں نے اپنی بیوی کوطلاق دیدی اور اس نے مجھے مہرِ شرعی معاف کردیا۔ تو کیا ایسی حالت میں طلاق شرعی ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلياً:

صورتِ مسئولہ میں اگر زید نے زبان سے طلاق نہیں دی، بلکہ محض طلاق کی تحریر دی ہے تو شرعاً اس کی

---

(۱) "الثاني: أن يبلغ النهاية، فلايعلم مايقول: ولا يريده، فهذا لاريب أنه لاينفذ شئ من أقواله". (ردالمحتار: ۲۴۴/۳، كتاب الطلاق، مطلب في طلاق المدهوش، سعيد)

(وكذا في إعلاء السنن: ۱۸۷/۱۱، باب عدم صحة طلاق الصبي والمجنون والموسوس، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "رجل استكتب من رجل آخر إلى امرأته كتاباً بطلاقها وقرأه على الزوج، فأخذه وطواه وختم وكتب في عنوانه وبعث به إلى امرأته، فأتاها الكتاب وأقر الزوج أنه كتابه، فإن الطلاق يقع عليها".

(الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۷۹/۱، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿فإن طلقها، فلاتحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾. (البقرة: ۲۳۰)

بیوی پر طلاق نہیں واقع ہوئی:

"رجل أكره بالضرب والحبس على أن يكتب طلاق امرأته فلانة بنت فلان بن فلان، فكتب: امرأته فلانة بنت فلان بن فلان طالقٌ، لاتطلق امرأته؛لأن الكتابة أقيمت مقام العبارة باعتبار الحاجة، ولاحاجة هنا". فتاویٰ قاضی خان: ۲/۳۵(۱)۔

اگر زبان سے بھی یہ الفاظ کہے ہیں کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی، یا اپنی بیوی کو اپنی زوجیت سے آزاد کردیا تو شرعاً اس کی بیوی پر ایک طلاق واقع ہوگئی:

"وطلاق المكره واقع". هدايه(۲)۔ "ولوقال: للكاتب: اكتب طلاق امرأتي، كان إقراراً بالطلاق وإن لم يكتب". شامی: ۲/۷۰۳(۳). فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: بندہ عبد الرحمٰن صحیح: عبد اللطیف، ۱۰/۳/۵۲ھ۔

مکرہ کی طلاق بالکتابت کا حکم

سوال[۶۲۷۰]: زید کو چند آدمی کسی ناراضگی کی وجہ سے دھوکہ دے کر قصبہ سے یا مدرسہ سے باہر لے گئے اور اس کو مارا اور کہا کہ تُو آئندہ اگر اس مدرسہ میں یا قصبہ میں آئے گا تو تجھ پر طلاق اضافی واقع ہوگی اور زید کو کہا کہ تو کہہ دے کہ میں یہاں آئندہ نہ آؤں گا، اگر آؤں تو جب شادی کروں طلاق ہوجاوے، مگر زید

---

(۱) (فتاویٰ قاضی خان: ۱/۴۷۲، كتاب الطلاق، الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۹، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة- رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار: ۳/۲۴۷، مطلب: الطلاق بالكتابة، قبيل باب الصريح، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۳/۳۸۰، الفصل السادس في إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن كراچی)

(۲) (الهداية: ۲/۳۵۸، باب طلاق السنة، مكتبه شركة علمية، ملتان)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۵۳، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لايقع طلاقه، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۳/۲۵۷، من يقع طلاقه ومن لايقع، إدارة القرآن كراچی)

(۳) (ردالمحتار: ۳/۲۴۶، مطلب: الطلاق بالكتابة، قبيل باب الصريح، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۳/۳۷۹، الفصل السادس في إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن كراچی)

خاموش رہا اور زید کو ان آدمیوں نے اسٹیشن پر سوار کردیا۔ اب زید نے دوسرے شہر سے ہوکر مدرسہ میں درخواست دی اور مقدمہ قوی کرنے کیلئے یہ بھی لکھدیا کہ مجھ سے ان لوگوں نے زبردستی طلاق اضافی بھی لی تھی، اور مجھے مارا بھی۔

اب زید پھر مدرسہ گیا اور مقدمہ چلانے کیلئے منشی صاحب مدرسہ نے مدعیٰ علیہ کو طلب کیا اور ان سے بیان لیا کہ واقعی تم لوگ زید کے ساتھ لڑے ہو اور زید کو مارا ہے اور اس سے طلاق اضافی لی ہے؟ تو مدعیٰ علیہ انکار کر گئے، اور انہوں نے کہا کہ نہ ہم لڑے ہیں اور نہ کوئی طلاق وغیرہ لی ہیں اور پھر منشی صاحب مدرسہ نے زید سے اپنے سامنے بیان لیا تو زید نے کہا کہ یہ لوگ مجھ سے لڑے ہیں اور طلاق لینے کی بھی کوشش کی، مگر میں خاموش رہا۔ تو اس صورت میں کیا زید پر طلاق واقع ہوجاتی ہے یا کہ نہیں؟ اگر واقع ہوجاتی ہے تو پھر کوئی صورت ہے کہ زید شادی کر سکے؟

برائے نوازش اس مسئلہ کی تحقیق کے بعد جواب سے بندہ کو مشکور فرمائیں کیونکہ زید مذکور کی شادی کا تمام سامان تیار ہے۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر جبر واکراہ کرکے زید سے طلاق تحریر کرادی ہے اور زید اس نے اس طلاق اور تعلیق کا تلفظ نہیں کیا تو اس تحریر سے شرعاً طلاق واقع نہیں ہوگی: "رجل أكره بالضرب والحبس أن يكتب طلاق امرأته فلانة بنت فلان بن فلان طالق، لاتطلق امرأته؛ لأن الكتابة أقيمت مقام العبارة باعتبار الحاجة، ولاحاجة ههنا". فتاویٰ قاضیخان: ١/٤٧١(١)۔

خواہ اس تحریر میں وہ الفاظ لکھے ہوں جو کہ سوال میں مذکور ہیں خواہ کچھ اَور۔ اگر زبان سے بھی ان الفاظ کو ادا کیا ہے تو ان کو لکھ کر حکم دریافت کرلیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(١) (فتاویٰ قاضی خان: ١/٤٧٢، فصل فی الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمكيرية: ١/٣٧٩، الفصل السادس فی الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا فی ردالمحتار: ٣/٢٣٦، مطلب فی الإكراه على التوكيل بالطلاق والنكاح اهـ، سعيد)

طلاقنامہ پر جبراً انگوٹھا لگانے سے طلاق کا حکم

سوال[۶۲۷۱]: محمد حنیف کی شادی محمد صدیق کی لڑکی نورافشاں بیگم کے ساتھ چار سال ہوئے ہوئی، لڑکی کے والد کلکتہ میں کمپنی میں ملازم ہیں، داماد کو کمپنی میں جگہ دلوادی، بیوی میکے میں والدین کے پاس رہی، محمد حنیف خرچہ وغیرہ دیتا رہا، سال میں مہینہ ڈیڑھ مہینہ شوہر کے پاس چلی جاتی، غرضیکہ پورا خاندان ہنسی خوشی رہتا رہا۔ ایک دن سسر اور داماد میں کسی بات پر جھگڑا ہوگیا، مار پیٹ بھی ہوئی، اس کے بعد صلح ہوگئی، لیکن کشیدگی باقی رہی۔ ایک دن محمد حنیف نے خود سسر کے بارے میں لکھ دیا، سسر نے خود طلاق لینا چاہا۔

محمد صدیق کے بیان کے مطابق پیر صاحب غازی پور سے آئے ہوئے تھے، اس نے جاکر کہا، پیر صاحب نے اولاً محمد حنیف کو سمجھادیا، مگر وہ نہیں مانا اور سادہ کاغذ پر طلاق نامہ لکھا گیا جو پیر صاحب نے لکھا اور دو مریدوں کے دستخط کرائے۔ چند دن بعد محمد صدیق بچوں کو لے کر آبائی وطن کرنیل گنج آگئے، دوسرے روز محمد حنیف بھی کلکتہ سے آگیا، آنے پر معلوم ہوا کہ حنیف نے نورافشاں بیگم کو طلاق دیدیا، معلوم ہوتے ہی ایک درخواست انجمن میں دی کہ میں تقریباً بالکل ''اَن پڑھ'' ہوں اور حقیقت بھی یہی ہے اور میرے سسر نے جبراً سادہ کاغذ پر مجھ سے انگوٹھا لگوالیے ہیں اور کہا کہ ایک ضرورت ہے، صبح کو بتلادوں گا، اب کہتے ہیں کہ برضاء ورغبت طلاق دی ہے، لہٰذا انجمن فیصلہ کرے۔

انجمن نے پیر صاحب کو بلایا، پیر صاحب بھی باشرع آدمی ہیں، قسم کھا کر کہا کہ میں نے اس کو منع کیا مگر نہ مانا اور طلاق دے دی، اور طلاقنامہ صحیح ہے۔ ادھر محمد حنیف بھی کلام پاک ہاتھ پر رکھ کر قسم کھاتا ہے کہ میں نے عورت کو طلاق نہیں دیا، دھوکہ سے کاغذ پر انگوٹھا لگوایا ہے، اور اَن پڑھ ہونے کی وجہ سے پڑھ نہیں سکا کاغذ پر کیا لکھا گیا، زبانی طلاق مجھ سے نہیں لی گئی۔ نیز خود میرے سسر صاحب پیر صاحب سے مرید ہیں اور گواہان جس کے دستخط ہیں ان میں سے ایک موجود نہ تھا، یہ سب ایک سازش کر کے میری عورت اور دوسری جگہ بٹھانا چاہتے ہیں۔ ان تمام حالات میں از روئے شرع کس کی قسم کا اعتبار ہوگا؟ طلاقنامہ کی نقل بھی ہمراہ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر دو عادل مقبول الشہادۃ آدمی گواہی دیتے ہیں کہ ہمارے سامنے محمد حنیف نے اپنی بیوی کو زبان سے طلاقِ مغلظہ دی ہے، یا طلاقنامہ میں تین طلاق لکھوائی، یا طلاقنامہ اس کو پڑھ کر سنایا گیا اور اس نے سن کر سمجھ کر

اس پر انگوٹھا لگایا ہے اور اس انگوٹھا لگانے میں اس پر جبر نہیں کیا گیا ہے تو اس کی بیوی پر طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی (۱) اور بغیر حلالہ کے اس سے دوبارہ نکاح بھی درست نہیں (۲)۔ اگر دو عادل مقبول الشہادۃ گواہ موجود نہیں، یا موجود ہیں مگر وہ زبانی طلاق کے گواہ نہیں، بلکہ صرف اس بات پر گواہ ہیں کہ ہمارے سامنے کاغذ پر انگوٹھا لگایا ہے اور اس پر طلاق بعد میں لکھی گئی ہے، یا طلاق پہلے لکھی گئی تھی مگر اس کو معلوم ہی نہیں تھا کہ طلاقنامہ ہے اور اس کو پڑھ کر نہیں سنایا گیا یا اس کو معلوم تھا مگر مار پیٹ کی دھمکی دے کر زبردستی جبراً اس سے انگوٹھا لگوایا گیا ہے تو طلاق نہیں ہوئی (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۶/۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "وإذشهد شاهدان على رجل أنه طلق امرأته ثلاثاً، وجحد الزوج والمرأة ذلك، فرق بينهما؛ لأن المشهود به حرمتها عليه، والحل والحرمة حق الله تعالىٰ، فتقبل الشهادة عليه من غير دعوىٰ".

(المبسوط للسرخسي: ۱۷۰/۳، باب الشهادة في الطلاق، غفاريه)

(وكذا في الدرالمختار: ۴۶۵/۵، كتاب الشهادة، سعيد)

(وكذا في اللباب في شرح الكتاب: ۱۴۲/۳، كتاب الشهادة، قديمي)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ (سوة البقرة: ۲۳۰)

"وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴۷۳/۱، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۳۹۹/۲، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، شركةعلميه)

(وكذا في الدرالمختار: ۴۰۹/۳، ۴۱۰، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مطلب في العقد على المبانة، سعيد)

(۳) "رجل أكره بالضرب والحبس على أن يكتب طلاق امرأته فلانة بنت فلان، فكتب: امرأته فلانة بنت فلان طالق، لاتطلق امرأته". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۷۹/۱، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان: ۴۷۲/۱، الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۳۸۰/۳، الفصل السادس في إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن كراچي)

دھمکی کے طور پر خط کے ذریعہ اعلانِ طلاق

سوال[۶۲۷۲]: زید نے اپنے خسر کو خط میں یہ الفاظ لکھے: ''میرا یہ خط اعلانِ طلاق ہے'' یا پھر ''میں اس خط کے ذریعہ اعلانِ طلاق کرتا ہوں، ۱۰/فروری تک میری بیوی میرے گھر پہنچ جانی چاہیے، نہیں تو طلاق دیدی جائے گی''۔ کیا ان الفاظ سے طلاق واقع ہوگئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس خط کے ان الفاظ سے کوئی طلاق نہیں ہوگی، کیونکہ اس میں طلاق نہیں دی بلکہ آئندہ طلاق دینے کی دھمکی ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱/۱۳۹۵ھ۔

دھمکانے کے لئے طلاق نامہ میں خسر کی دوسری لڑکی مراد لینا تحریری طلاق بنکہ بیوی سامنے ہو

سوال[۶۲۷۳]: کرم علی کو اپنی بیوی سے انتہائی محبت ہے اور اس کی بیوی بھی اپنے شوہر کو پیار کرتی ہے، دونوں اسی طرح ایک عرصہ سے میل ومحبت کے دن گذارتے رہے اور آپس میں کبھی کوئی اختلاف اور جھگڑا نہیں ہوا اور کرم علی نے اس کو کبھی طلاق دینے کا اور جدا ہونے کا ارادہ نہیں کیا، مگر کرم علی کے لئے یہ بات ہمیشہ تکلیف دہ رہی ہے کہ بیوی جب میکہ چلی جاتی ہے تو سسرال والے واپس کرنے میں ہمیشہ ٹال مٹول کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ وہ خود لینے گیا تو ٹال مٹول کی اور کہا کہ بعد میں رخصت کریں گے، پھر ماں کو بھیجا، وہ اپنے ساتھ جا کر لائی تو بات ختم ہوگئی، مگر کرم علی کو سسرال والوں سے انتقام کی سوجھی۔ کسی کے بتانے سے یا اپنے دماغ سے یہ ترکیب ٹھہرائی کہ ایک فرضی طلاق نامہ سسرال والوں کے پاس بھیجدوں، وہ لوگ خوب پریشان ہوں گے

---

(۱) "وفي المحيط لو قال بالعربية: أطلق، لايكون طلاقًا، إلا إذا غلب استعماله للحال، فيكون طلاقًا".

(الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسية: ۱/۳۸۴، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، باب الصريح، مطلب: سن بوش، يقع به الرجعي: ۳/۲۴۸، سعيد)

(وكذا في تنقيح الفتاوىٰ الحامدية، كتاب الطلاق ومطالبه: ۱/۳۸، قندهار)

اور آئندہ ٹال مٹول کی حرکت ترک کردیں گے، اس تجویز کے تحت کرم علی نے اپنی سسرال والوں کو فرضی طلاق نامہ لکھا کہ میں نے عزیز کی لڑکی کو تین طلاق دیا اور دل وزبان سے عزیز کی لڑکی سے دوسری لڑکی کو مراد لیا، اپنی بیوی کا قصد وارادہ نہیں کیا''۔ ایسی صورت میں اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

طلاق اپنی بیوی کو دی جایا کرتی ہے غیر کو نہیں، جبکہ یہاں مقصود اپنے سسرال والوں کو پریشان کرنا ہے، تو ان کی پریشانی اس صورت سے ہوسکتی ہے کہ ان کی لڑکی کو طلاق ہو جائے، اس سے کوئی پریشانی نہ ہوگی کہ ان کی لڑکی کو طلاق نہ ہو، اس لئے صورت مسئولہ میں طلاق مغلظہ کا حکم کیا جائے گا، اگر خسر کے کوئی دوسری لڑکی موجود ہے تو وہ اس شخص کی بیوی نہیں اس کو مراد لینا غلط ہے۔ پھر زبان سے مراد لینے کا مطلب کیا ہے، کیا زبان سے یہ کہا کہ عزیز کی وہ لڑکی جو میری بیوی نہیں وہ میری مراد ہے، میں نے اس کو طلاق دی ہے، ہاں اگر اس کی بیوی عزیز کی لڑکی نہ ہو تو یہ تحریر لغو اور بیکار ہوگی، ورنہ تو اس کی بیوی پر طلاق مغلظہ ہوگئی:

"لو ذكر اسمها أو اسم أبيها أو أمها أو ولدها، فقال: عمرة طالق، أو بنت فلان، أو بنت فلانة، أو أم فلان، فقد صرحوا بأنها تطلق. وأنه لو قال: لم أعن امرأتي، لايصدق قضاءً إذاكانت امرأته كماوصف، اهـ". ردالمحتار: ٢/٥٩١، ٤٣٠، نعمانيه(١)۔

لیکن اگر یہ تحریر لکھتے وقت بیوی سامنے موجود تھی اور زبانی طلاق کا لفظ نہیں بولا، صرف تحریر لکھی ہے تو کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی:

"وظاهره أن (الكتاب) المعنون من الناطق الحاضر غير معتبر، اهـ". شامی، ص: ٦٤٥"(٢)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(١) (ردالمحتار: ٣/٢٤٨، كتاب الطلاق، مطلب: سن بوش، يقع به رجعي، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ١/٣٥٨، الفصل الأول في الطلاق الصريح، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية: ٣/٢٨٢، كتاب الطلاق، نوع آخر في الإيقاع بطريق الإضمار وفي ترك الإضافة وما أشبهها، إدارة القرآن كراچی)

(٢) (رد المحتار: ٦/٧٣٧، كتاب الخنثى، مسائل شتى، سعيد)

تحریرِ طلاق اگر بیوی کے پاس نہ پہونچے

سوال[۶۲۷۴]: ا......زید کا نکاح بارہ برس ہوئے ایک ہزار روپے میں ہوا تھا۔

۲......زید کی بیوی اور اس کے والدین سے زید کا اور زید کے والدین کا باہمی تنازعہ شروع ہوگیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زید کی بیوی کو اپنے خاوند کے علاوہ اپنے والدین کے یہاں بھی اکثر رہنا پڑا۔

۳......نکاح سے چھ سال بعد زید دل ودماغ اور معدہ کی سخت بیماری میں مبتلا ہوگیا۔

۴......نکاح کے آٹھ سال کے بعد جب کہ زید کی بیوی اپنے والدین کے یہاں تھی زید نے اس کو اپنے پاس بلانا چاہا مگر وہ نہیں آئی۔

۵......کچھ دنوں کے بعد دل اور دماغ کی تکلیف کی زیادتی میں زید نے اپنی بیوی کو تحریرِ طلاق لکھی، مگر کسی وجہ سے طلاق کا پروانہ بیوی کے پاس نہیں بھیجا۔

مختل الدماغ کی تحریرِ طلاق سے طلاق

سوال[۶۲۷۵]: ۶......اس واقعہ کے کچھ دنوں کے بعد دل اور دماغ کی تکلیف کی زیادتی میں دوبارہ تحریرِ طلاق لکھی اور طلاق کا پروانہ بذریعۂ ڈاکخانہ رجسٹری کر کے بیوی کے پاس بھیج دیا، لیکن بیوی کو تقسیم ہونے سے قبل محکمہ ڈاکخانہ سے رجسٹری کا لفافہ جس میں طلاق کا پروانہ تھا واپس کرالیا۔ دونوں پروانوں میں یہ الفاظ تھے: ''تم میرے پاس نہیں آئیں، لہذا میں تم کو طلاق دیتا ہوں'' بیوی کے پاس یہ پروانے نہیں پہنچے۔

۷......ان واقعات کے چھ ماہ بعد زید کی بیوی زید کے پاس آگئی اور ڈھائی سال تک زید کے پاس رہی، اسی دوران میں ایک لڑکا پیدا ہوا جو ڈیڑھ سال کا ہو کر مرگیا۔

۸......اب ڈیڑھ سال سے زید کی بیوی باہمی تنازعہ کی وجہ سے اپنے والدین کے یہاں رہی۔

۹......حال ہی میں زید نے اپنی بیوی کو اپنے پاس بلانا چاہا اس نے جواب میں لکھا کہ تم یا تمہارے والدین یا تمہارا بھائی مجھ کو آکر لیجا سکتے ہیں، زید نے اپنے والدین سے اپنی بیوی کے بلانے کے بارے میں رائے لی، انہوں نے اس کے بلانے سے ناراضگی ظاہر کی۔ دل اور دماغ کی تکلیف کی زیادتی میں زید اس بات کا خیال کرتے ہوئے کہ زید بوجۂ علالت اپنی بیوی کو نان ونفقہ دینے سے مجبور ہے اور زید کے والدین اس کی بیوی

کے بلانے میں ناراضگی ظاہر کرتے ہیں، لہذا زید نے کئی مرتبہ یہ الفاظ ادا کئے کہ ''میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی''۔ شرع شریف کا جو حکم ہے اس سے براہ کرم مطلع فرمائیں۔

نوٹ: دل اور دماغ کی تکلیف کی زیادتی کی حالت میں زید کے دل اور دماغ کی کیفیت صحیح اور قابلِ اعتبار نہیں رہتی۔

نوٹ: اگر طلاق پڑگئی ہو تو کیا کوئی صورت حلالہ کی ممکن ہے؟ مطلع فرمائیں۔

مرسلہ: محمد طفیل احمد عفی عنہ۔

معرفت: بابو صغیر احمد کلرک، مقام ریاست الور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر دل و دماغ کی تکلیف کی وجہ سے حواس باختہ اور مدہوش تھا کہ اس کو اپنے اقوال وافعال کا علم نہیں، یا اس سے بلا اختیار اقوال وافعال صادر ہوتے ہیں اور اکثر مختل تھے اور ایسی حالت میں اس نے طلاق تحریر کی اور جب زبانی طلاق دی ہے اس وقت بھی ایسی ہی حالت تھی تب تو کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی (۱)۔ اور اگر ایسی حالت نہیں تھی بلکہ حواس درست تھے اور اپنے علم واختیار سے طلاق لکھی ہے تو اول مرتبہ لکھنے سے ایک طلاق واقع ہوگئی اگرچہ بیوی کے پاس وہ تحریر نہ پہونچی ہو (۲) اور مدخولہ ہونے کی صورت میں عدت کے اندر ہی اندر اگر

---

(۱) ''لا يقع طلاق المولى على امرأة عبده، والمجنون، والمعتوه، والمدهوش''. (الدر المختار).

''الثانية أن يبلغ النهاية، فلا يعلم ما يقول ولا يريد، فهذا لا ريب أنه لا ينفذ شيء من أقواله''. (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۴۲، ۲۴۴، كتاب الطلاق، مطلب في طلاق المدهوش، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۵۳، فصل فيمن يقع طلاقه و فيمن لا يقع طلاقه، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۲۵۵، الفصل الثالث من يقع طلاقه و من لا يقع، إدارة القرآن كراچي)

(۲) ''وإن كانت مرسومةً، يقع الطلاق، نوى أو لم ينو.......... بأن كتب: أما بعد! فأنت طالق، فكما كتب هذا، يقع الطلاق، و تلزمها العدة من وقت الكتابة''. (رد المحتار: ۳/۲۴۶، مطلب في الطلاق بالكتابة، قبيل باب الصريح، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۸، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: ۱/۴۷۱، كتاب الطلاق، فصل في الطلاق بالكتابة، رشيديه)

دوسری مرتبہ طلاق تحریر کی ہے تو وہ بھی واقع ہوگئی۔اوراگر رجعت نہیں کی تھی تو عدت گزرنے پر بائنہ ہوگئی،دوسری طلاق واقع نہیں ہوئی (١)۔

اسی طرح جو زبانی طلاقیں دی ہیں وہ بھی واقع نہیں ہوئیں اور زید کی بیوی اجنبیہ ہوگئی،اس سے جماع کرنا اوراس کو اپنے پاس رکھنا کچھ جائز نہیں رہا۔اس کا حکم یہ ہے کہ اگر طرفین رضامند ہیں تو دوبارہ نکاح کرنا درست ہے،حلالہ کی ضرورت نہیں۔اوراگر دوسری طلاق عدت ہی میں دی تھی اوراس سے رجعت کر لی تھی یا بلا رجعت کے مگر عدت کے اندر اندر ہی زبانی طلاق دی ہے تو وہ مغلظہ ہوگئی۔اب اس کو بلا حلالہ کے رکھنا درست نہیں (٢)۔حلالہ کی صورت یہ ہے کہ عدت ختم ہونے پر اس عورت کا کسی اَور سے نکاح کیا جائے اور وہ صحبت کرے اس کے بعد وہ طلاق دیدے یا مرجائے،پھر عدت گزار کر زید سے نکاح ہوسکتا ہے:

"كتب: أما بعد! فأنت طالق، فكما كتب هذا يقع الطلاق، و يلزمها العدة منْ وقت الكتابة، اهـ". عالمگیری:٢/٣٩٧(٣)۔ "الصريح يلحق الصريح". تنوير (٤) "وينكح مبانته بما دون الثلث فى العدة، وبعدها بالإجماع، لا مطلقة بها: أى بالثلاث، حتى يطأها هذا، و لو

(١) "أجمع العلماء على أن الصريح يلحق الصريح، ما دامت فى العدة، وكذا البائن يلحق الصريح، والصريح البائن، ما دامت فى العدة عندنا". (الفتاوىٰ التاتارخانية: ٣/٣٧٣، إيقاع الطلاق على المبانة والمطلقة بصريح الطلاق، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية: ١/٣٧٧، كتاب الطلاق، باب الكنايات، رشيديه)

(وكذا فى تبيين الحقائق: ٣/٨٣، ٨٤، باب الكنايات، دار الكتب العلمية بيروت)

(٢) "إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها فى العدة وبعد انقضائها، وإن كان الطلاق ثلاثاً فى الحرة، و ثنتين فى الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ودخل بها، ثم يطلقها، أو يموت عنها". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ١/٤٧٢، ٤٧٣، ٤٧٤، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا فى تبيين الحقائق: ٣/١٦٢، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، دار الكتب العلمية بيروت)

(٣) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ١/٣٧٨، الفصل السادس فى الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(٤) (الدر المختار: ٣/٣٠٦، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

مراهقاً يجامع مثله بنكاح نافذ، و تمضي عدته: أي الثاني، الخ". درمختار مختصراً: ٨٢٩/٢(١)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ١٣/٥/٥٥ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ١٤/ جمادی الاولیٰ/ ٥٥ھ۔

استفتاء متعلق سوال بالا

سوال[٦٢٢٧]: اس کے بعد یہی سوال دوبارہ آیا اس پر مندرجہ ذیل جواب دیا گیا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اس سے قبل بھی یہ سوال آیا تھا جس پر تنقیحات کر کے واپس کر دیا گیا تھا، کیونکہ بلا ان کے جواب دشوار تھا، اس مرتبہ ان تنقیحات کو سوال کے ساتھ نہیں بھیجا گیا، تاہم سوالِ مذکور کا جواب یہ ہے کہ زید کی زوجہ پر پہلی اور دوسری طلاق واقع ہوگئی، اگر زوجہ مدخولہ ہے(٢)، ورنہ پہلی ہی طلاق سے بائنہ ہوگئی (٣) بشرطیکہ پہلی طلاق سے تین طلاق کی نیت نہ کی ہو، ورنہ پہلی ہی طلاق سے مغلظہ ہوگئی، بلا حلالہ کے نکاح جائز نہیں۔

اور تیسری طلاق جو کہ زبانی دی ہے اگر وہ عدت ہی میں دی ہے تو وہ واقع ہو کر مغلظہ ہوگئی اور اگر عدت کے بعد دی ہے تو وہ واقع نہیں ہوئی، طرفین کی رضامندی سے نکاح درست ہے(٤)۔ وقوعِ طلاق کے لئے یہ

---

(١) (تنوير الأبصار مع الدر المختار: ٤٠٩/٣، ٤١٢، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(٢) "وفي الولوالجية: رجل قال لامرأته بعد الدخول بها: أنت طالق، طالق، تقع ثنتان؛ لأنه لا يمكن أن يجعل تكراراً للأول". (التاتارخانيه: ٢٨٨/٣، تكرار الطلاق، وإيقاع العدد، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ٣٥٥/١، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(٣) "إذا طلق الرجل امرأته ثلاثاً قبل الدخول بها، و قعن عليها، فإن فرق بانت بالأولى، و لم تقع الثانية والثالثة". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ٣٧٣/١، الفصل الرابع الطلاق قبل الدخول، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانيه: ٢٨٨/٣، تكرار الطلاق، وإيقاع العدد، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الهداية: ٣٧١/٢، إيقاع الطلاق، فصل في الطلاق قبل الدخول، شركة علميه)

(٤) "و ينكح مبانته بما دون الثلاث في العدة و بعدها بالإجماع". (الدر المختار: ٤٠٩/٣، كتاب =

ضروری نہیں کہ وہ تحریر جس میں الفاظِ مذکورہ فی السوال درج ہیں عورت کے پاس پہونچے:

"كتب: أما بعد! فأنت طالق، فكما كتب هذا، يقع الطلاق، و يلزمها العدة من وقت الكتابة، اهـ" عالمگیری(۱)۔

اور ایسی بیماری کہ جس میں علم و اختیار سے تحریری اور زبانی طلاق دی ہو وقوعِ طلاق سے مانع نہیں(۲)۔لفظ ''طلاق دیتا ہوں'' زیادہ تر معنی حال میں مستعمل ہوتا ہے اس لئے اس سے طلاق واقع ہوجاتی ہے، اگر کسی جگہ غالب استعمال حال میں نہ ہوتا ہو بلکہ مستقبل میں غالب ہو، یا حال واستقبال ہر دو میں مساوی ہو تو اس لفظ سے طلاق واقع نہ ہوگی (۳)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱/۶/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ جمادی الثانیہ/ ۵۵ھ۔

= الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(و كذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/ ۴۷۰، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(و كذا في تبيين الحقائق: ۳/ ۱۶۲، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/ ۳۷۸، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(و كذا في رد المحتار: ۳/ ۲۴۶، مطلب في الطلاق بالكتابة، قبيل باب الصريح، سعيد)

(و كذا في فتاوىٰ قاضي خان: ۱/ ۴۷۱، كتاب الطلاق، الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(۲) "أحدها أن يحصل له مبادي الغضب بحيث لا يتغير عقله، و يعلم ما يقول، و يقصده". (ردالمحتار: ۳/ ۲۴۴، كتاب الطلاق، مطلب في طلاق المدهوش، رشيديه)

(۳) "وليس منه أطلقك بصيغة المضارع، إلا إذا غلب استعماله في الحال، كما في فتح القدير". (البحر الرائق: ۳/ ۴۳۹، باب الطلاق، رشيديه)

"لو قال بالعربية: أطلق، لا يكون طلاقاً، إلا إذا غلب استعماله للحال، فيكون طلاقاً".

(الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/ ۳۸۴، الفصل السادس في الطلاق بالألفاظ الفارسية، رشيديه)

(و كذا في رد المحتار: ۳/ ۲۴۸، كتاب الطلاق سن بوش، يقع به الرجعي، سعيد)

''میں نے دیا طلاق'' تین مرتبہ لکھ کر بھیجنے کے بعد پھر انکار کا حکم

سوال[٦٢٧٧]: شفیق احمد عرف لسہ نے یہ مضمون اپنی بیوی کے والد کے نام ارسال کیا، اس خط کو لسہ نے لکھا امتیاز خاں کو:

''میں فرض کرتا ہوں کہ میں آپ کے یہاں گیا تھا بلانے کے لئے اس لڑکی کو جس میں جواب غلط ملا کہ میں نہیں جانتی، لڑکی کا باپ اور بھائی جانے میں بھی دوبارہ گیا پھر بھی کچھ جواب نہیں ملا، اس لئے میرا بھی جواب ہے کہ ''اس کو نہیں رکھیں گے، امتیاز کی لڑکی شکیلہ کو طلاق دیا، اس لئے میری طرف سے اس کو جواب ہوا:
١-''میں دیا طلاق، ٢- میں دیا طلاق، ٣- میں دیا طلاق''۔

دستخط: شفیق احمد عرف لسہ، ٢٧/ جولائی/١٩٦٦ء۔

اس خط کو لے کر ١٥، ٢٠/ لوگوں کے ساتھ لڑکی کے والد امتیاز خاں لسہ کے گھر پہونچے اور پوچھا کہ یہ خط تمہارا ہے؟ اس نے اقرار کیا کہ ہاں میں نے بھیجا ہے، لہٰذا پنچایت بلائی گئی، پنچایت میں لسہ نے صاف انکار کر دیا اور کہا میرا خط نہیں ہے اور نہ میں نے بھیجا ہے، پہلے جو میں نے اقرار کیا وہ ڈر اور خوف کی وجہ سے کر دیا تھا۔ پنچایت نے اسی وقت ایک تحریر لکھوائی، دونوں کو ملا کر دیکھا تو دونوں تحریریں ایک نہیں معلوم ہوئیں۔ بغرضِ ملاحظہ دونوں تحریریں ارسال ہیں۔ ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟ اگر طلاق پڑی تو کون سی؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جو تحریر آپ نے اس سوال میں نقل کی ہے اور اس کا اقرار شفیق احمد نے ایک مجلس کے سامنے کیا ہے، حالانکہ اس وقت شفیق احمد کو اقرار کرنے پر مجبور نہیں کیا گیا تھا بلکہ اس سے صرف دریافت کیا گیا تھا، اس تحریر کی رُو سے طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی، اب اس کے انکار کرنے سے کچھ نہیں ہوتا(١)۔

---

(١) "رجل استكتب من رجل آخر إلىٰ امرأته كتاباً بطلاقها، وقرأه على الزوج، فأخذه وطواه وختم وكتب في عنوانه وبعث به إلى امرأته، فأتاها الكتاب، وأقرّ الزوج أنه كتابه، فإن الطلاق يقع عليها".
(الفتاویٰ العالمكيرية: ١/٣٧٩، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار: ٣/٢٤٦، ٢٤٧، مطلب في الطلاق بالكتابة، قبيل باب الصريح، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ التاتارخانية: ٣/٣٨٠، كتاب الطلاق، إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن، كراچی)

دو پرچے چونکہ ہندی میں ہیں، ہم ان کو نہیں سمجھتے، فتویٰ کے ساتھ وہ بھی واپس ہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۵/۱۳۸۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۵/۱۳۸۶ھ۔

اقرارنامہ کی خلاف ورزی کرنے پر طلاق

سوال[۶۲۷۸]: زید کا عقد مسنونہ مؤمنہ خاتون سے ہوا، عرصہ دراز تک دونوں میں نباہ ہوتا رہا، کچھ دنوں کے بعد دونوں میں اختلاف ہوا اور اس کے بعد پنچایت ہوئی اور مندرجہ ذیل تحریر لکھی گئی کہ ’’اس مرتبہ لڑکی اس طور پر بھیجی جارہی ہے کہ لڑکی کو کوئی تکلیف نہ ہو اور صحیح طور پر نباہ کرو اگر پھر حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی ہوئی تو ثبوت شرعی ملنے کے بعد یہی تحریر جو اقرارنامہ کی صورت میں ہے طلاق سمجھی جائیگی‘‘۔ایسی صورت میں لڑکے نے صرف انگوٹھا لگایا تھا، منہ سے کچھ نہ کہا اور لڑکی رخصت کرا کرلے گیا۔اب دوبارہ لڑکی کے والدین اپنے گھر اختلاف کی حالت میں لے آئے۔تو ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور اگر طلاق واقع ہوئی تو عدت کس وقت سے گزاری جائے گی؟ مفصل جواب مع حوالہ کتب مطلوب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شوہر نے تحریر مذکورہ سن کر سمجھ کر اپنی خوشی سے بغیر جبر واکراہ کے انگوٹھا لگایا ہے تو یہ تحریر معتبر ہے اور پھر اگر اس نے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کی ہے جس کا شرعی ثبوت موجود ہے تو اس تحریر کی رو سے اس کی بیوی پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی(۱)، عدت تین ماہ واری گزرنے سے پہلے حق رجعت حاصل ہے(۲)، بعد

---

(۱) ”رجل استكتب من رجل اٰخر إلى امرأته كتاباً بطلاقها، وقرأه على الزوج، فأخذه، وطواه، وختم، وكتب في عنوانه، وبعث به إلى امرأته، فأتاها الكتاب وأقرّ الزوج أنه كتابه، فإن الطلاق يقع عليها“.

(الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۹، كتاب الطلاق، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار: ۳/۲۴۶، ۲۴۷، كتاب الطلاق، مطلب في الطلاق بالكتابة، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۳/۳۸۰، كتاب الطلاق، الفصل السادس في إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن كراچي)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿والمطلّقٰت يتربصن بأنفسهن ثلٰثة قروء، ولايحل لهن أن يكتمن ماخلق الله في =

ختمِ عدت بغیر تجدید نکاح رکھنے کا حق نہیں ہوگا (١)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۳/۱۰/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۴/۱۰/۹۰ھ۔

عہد شکنی کی وجہ سے طلاق

الاستفتاء [٦٢٧٩]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میری لڑکی مسماۃ تاج خاتون نکاح عبداللہ شاہ ولد سید شاہ سے ہوا ہے۔ عبداللہ شاہ مذکور مسماۃ تاج خاتون کو سخت پریشان کرتا ہے، اس کی پریشانی سے تنگ آ کر ہم سب برادری والوں نے ایک عہد نامہ عبداللہ شاہ کی موجودگی میں تحریر کیا اور نیچے عبداللہ شاہ نے اور تین نے نیز دوسرے حاضر الوقت بہت سے حضرات نے گواہی دی، دستخط تحریر فرمائے۔ اس عہد نامہ کی آخری سطروں میں میں نے بھی اپنے لڑکے غلام نبی کی موجودگی میں رشتہ دامادی عبداللہ شاہ مذکور کے ساتھ قائم رکھنے باقی رکھنے کا عزم کیا، اور میں اب تک بحمد اللہ عمل پیرا ہوں، لیکن عبداللہ شاہ مذکور نے اب سے تقریباً چھ ماہ قبل اس عہد نامہ کے خلاف تاج خاتون کو سخت زدوکوب کیا اور عہد شکنی کیا۔

عبداللہ شاہ مذکور نے از روئے معاہدہ اس بات کا اقرار کیا تھا کہ ''بصورتِ خلاف ورزیٔ معاہدہ بندہ از دین واسلام خارج ہوگا''۔ تو کیا اب اس شکل میں جب کہ معاہدہ کی صریح خلاف ورزی ہوئی اب بھی مسماۃ

= أرحامهن إن كن يؤمن بالله واليوم الأخر، وبعولتهن أحق بردهن في ذلك إن أرادوا إصلاحاً﴾ الآية (سورة البقرة: ٢٢٨)

"وإذا طلق الرجل امرأته تطليقةً رجعيةً أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أولم ترض". (الهداية: ٢/٣٩٤، باب الرجعة، مكتبه شركة علميه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ١/٤٧٠، الباب السادس في الرجعة، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختارمع رد المحتار: ٣/٣٩٧، ٣٩٨، باب الرجعة، سعيد)

(١) " وينكح مبانته بمادون الثلاث في العدة وبعدها بالإجماع، ومنع غيره فيها". (الدرالمختار: ٣/٤٠٩، باب الرجعة، مطلب في العقد على المبانة، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ١/٤٧٢، باب الرجعة، فصل فيماتحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ٢/٣٩٩، باب الرجعة، فصل فيماتحل به المطلقة، مكتبه شركة علميه)

تاج خاتون کا نکاح عبداللہ شاہ سے قائم ہے، یا طلاق واقع ہوگئی؟ اور اگر واقع ہوگئی تو کونسی طلاق؟ نیز جدائی ضروری ہوگئی یا نہیں؟ حضرت والا کی خدمت میں عہد نامہ کی نقل اور استفتاء برائے جواب کافی وشافی ومدلل بمع حوالہ ارسال خدمت ہے تاکہ آپ کی رائے سے ہم لوگوں کو علم ہو۔ فقط۔

غنی شاہ ولد حسن شاہ صاحب، معرفت غلام نبی شاہ دوکاندار۔

ترجگام روڈ، ڈاکخانہ وتحصیل کیواڑہ (کشمیر)۔

نقل عہد نامہ

"باعثِ تحریر آنکہ عبداللہ شاہ ولد سید شاہ عاقل بالغ بلا جبرو اکراہِ غیر برضا ورغبت بطرفِ غنی شاہ ولد حسن شاہ صاحب واجلاس برادری بحلفِ قرآن معاہدۂ اسلامی کرتا ہوں کہ آج کے بعد اپنی منکوحہ مسماۃ تاج خاتون بنت غنی شاہ کو جائز اور مناسب شرافت کے ساتھ ہر قسم کی پرورش اور بسائی کروں گا، بصورتِ خلاف ورزی وعہد شکنی بشرائطِ مندرجہ تحریر ہٰذا ابندہ از دین واسلام خارج ہوگا اور پھر شریعت کا جو تعزیری حکم اور برادری کا ہرجانہ مجھ پر لازم ہوگا تسلیم کرکے عمل پذیر ہوں گا۔

غنی شاہ بمعیت غلام نبی بھی مضمون مرقوم بالا تسلیم عبداللہ شاہ کے ساتھ معاملہ رشتہ داری نبھاؤں گا۔ معاملہ ہٰذا کی نسبت آئندہ اگر کسی طرف سے کوئی شکایت وغیرہ سنی جائے گی تو بلا تحقیق وبلا ثبوت اس پر عمل نہ کیا جائے گا۔ فقط"۔

دستخط

الجواب حامداً ومصلیاً:

عہد نامہ کے الفاظ یہ ہیں: "بصورتِ خلاف ورزی وعہد شکنی بشرائطِ مندرجہ تحریر ہٰذا ابندہ از دین واسلام سے خارج ہوگا"۔

اگر عہد کے خلاف کیا ہے تو نہ طلاق ہوئی نہ نکاح فسخ ہوا، نہ اسلام سے خارج ہوا، البتہ قسم کا کفارہ شوہر پر لازم ہوا ہے اور وہ یہ کہ دس غریبوں کو دو وقت شکم سیر کھانا کھلائے یا کپڑا دے، اگر اتنی وسعت نہ ہو تو تین

روزے مسلسل رکھے(۱)۔

ایسی قسم بہت سخت ہے، ہرگز ایسی قسم نہ کھائی جائے:

"والقسم أیضاً بقوله: إن فعل کذا فهو یهودی أونصرانی .... أوکافر، فیکفر بحنثه لوفی المستقبل.......... والأصح أن الحالف لم یکفر، الخ". درمختار۔ "(قوله: فیکفر بحنثه): أی تلزمه الکفارة إذاحنث إلحاقاً له بتحریم الحلال؛ لأنه لماجعل الشرط علماً علی الکفر، وقد اعتقده واجب الامتناع وأمکن القول بوجوبه لغیره، جعلناه یمیناً، اه". ردالمحتار: ۷۵/۳(۲)۔

"وبریءٌ من الإسلام أو القبلة یمین، اه". درمختار: ۷۱/۲ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۵/۲۴ھ۔

جب شوہر کو شرط نامہ کا علم نہ ہو اس سے طلاق نہیں ہوتی

سوال[۶۲۸۰]: محمد سعید کے خسر نے عقد ثانی کے وقت محمد سعید سے اس شرط نامہ پر انگوٹھا کا نشان لے کر "محمد سعید نے اپنی پہلی بیوی کو دو گواہوں کے سامنے تین طلاق دیا اور یہ بات طے پائی کہ بی بی میمونہ خاتون (زوجہ ثانیہ) جب تک زندہ رہے گی، اگر میں دوسری شادی کروں تو تین طلاق ہوگی یا پڑے گی"

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فکفارته إطعام عشرة مساکین من أوسط ماتطعمون أهلیکم أوکسوتهم أوتحریررقبة، فمن لم یجد فصیام ثلثة أیام، ذالک کفارة أیمانکم إذاحلفتم﴾ (المائدة: ۸۹)

"کفارته تحریررقبة أو إطعام عشرة مساکین أو کسوتهم بمایصلح للأوساط، وإن عجزعنهاوقت الأداء، صام ثلثة أیام ولاءً". (الدرالمختار: ۷۲۵/۳، ۷۲۶، ۷۲۷، کتاب الأیمان، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۶۱/۲، الباب الثانی فی الکفارة، سعید)

(۲) (الدرالمختار مع رد المحتار: ۷۱۷/۳، ۷۱۸، کتاب الأیمان، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۵۷/۲، کتاب الأیمان، الباب الثانی فیمایکون یمیناً، رشیدیه)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۴/۲، کتاب الأیمان، رشیدیه)

(۳) (الدرالمختار: ۷۱۳/۳، کتاب الأیمان، سعید)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۴/۲، کتاب الأیمان، رشیدیه)

عقد کرایا تھا، محمد سعید اَن پڑھ کو اس شرط نامہ کا علم نہیں ہوا، اس نے صرف طلاقنامہ سمجھ کر انگوٹھا لگایا تھا، حالانکہ ایک ہی کاغذ میں طلاقنامہ اور شرط نامہ ہے جس میں محمد سعید نے انگوٹھا لگایا تھا، مدتوں بعد جب محمد سعید نے تیسری شادی کی تو قاضی نکاح ثانی کا یہ شرط نامہ اور طلاقنامہ دکھلاتا ہے۔

تو اب عرض یہ ہے کہ از روئے قرآن وحدیث اس شرط نامہ کی وجہ سے نکاح ثالث کرنے سے محمد سعید کی موجودہ بیوی میمونہ خاتون پر طلاق پڑ یگی یا نہیں؟ اور اگر اس شرط کا علم ہوتا تو طلاق واقع ہوتی یا نہیں؟ بحوالہ کتب جواب سے سرفراز فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ محمد سعید کو شرطنامہ کا علم ہی نہیں تو اس کے ذمہ کوئی پابندی نہیں، پس اس کی وجہ سے موجودہ بیوی پر طلاق نہیں ہوگی:

"کل کتاب لم یکتبه بخطه ولم یمله بنفسه، لایقع الطلاق مالم یقرّأنه کتابه، اهـ". ردالمحتار: ۲/ ٤۲۹(۱)۔ اس کے بعد پھر اس بحث کی ضرورت نہیں رہتی کہ اگر اس شرط کا علم ہوتا تو کیا حکم ہوتا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۶/۱۳۹۰ھ۔



(۱) (ردالمحتار: ۳/۲۴۷، قبیل باب الصریح، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۳۷۹، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابة، رشیدیه)

(وکذا فی التاتارخانية: ۳/۳۸۱، کتاب الطلاق، باب إیقاع الطلاق بالکتاب، إدارة القرآن کراچی)